بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ والی ہے مسلمانوں کا، انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے

جہانِ امام ربّانی

قدس سرہ

مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

اقلیم ہفتم

زیرِ سرپرستی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتبین

صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

نظرِ ثانی
محمد عالم مختار حق

امام ربّانی فاؤنڈیشن، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۵ (البقرۃ: ۲۵۷)

اللہ والی ہے مُسلمانوں کا، انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے

جہانِ امامِ ربّانی

گوشے

مُجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

اقلیم دہم

زیرِ سرپرستی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مُرتبین

صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

نظرِ ثانی
محمد عالم مختار حق

امامِ ربّانی فاؤنڈیشن کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

(جملہ حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام .... جہان امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
مرتبین .... صاحب زادہ ابو السرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
نظر ثانی .... محمد عالم مختار حق
اقلیم .... دہم
تصحیح .... علامہ قاری محمد ظفر احمد نقشبندی، ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری،
ڈاکٹر صفی الدین مسعودی
حروف ساز.......... سید شعیب افتخار مسعودی، قاری محمد شریف کمبوہ
طابع .... جاوید اقبال مظہری
مطبع .... برکت پریس
طباعت .... ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء
اشاعت .... اول (بارہ سو)
ناشر .... امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی
ہدیہ ....

ناشر

امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی

فلیٹ نمبر اے۔۵، پلاٹ نمبر سی۔۷، اسٹیڈیم لین نمبر ۱، فیز 7، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی، فون ۵۸۴۰۳۹۵۔۰۱۲
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

ملنے کے پتے

☆ ادارۂ مسعودیہ ...... ۲/۶، ۵ـ ای، ناظم آباد، کراچی فون ۶۶۱۴۷۴۷_۰۲۱

☆ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز ...... ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ آف ایم۔ اے۔ جناح روڈ، کراچی فون ۲۲۱۳۹۷۳_۰۲۱

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز ...... اردو بازار، کراچی فون ۲۶۳۰۴۱۱_۰۲۱

☆ مکتبہ غوثیہ ہول سیل ...... پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، نزد پولیس چوکی محلہ فرقان آباد، کراچی فون ۴۹۲۶۱۱۰_۰۲۱

☆ المختار پبلی کیشنز ...... ۲۵ـ جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی فون ۲۷۲۵۱۵۰_۰۲۱

☆ فرید بک اسٹال ...... ۳۸ـ اردو بازار، لاہور فون ۷۲۲۴۸۹۹_۰۴۲

☆ مکتبہ جامعہ نقشبندیہ بستان العلوم ...... کڈہالہ (مجاہد آباد)، براستہ گجرات، آزاد کشمیر، اسلامی جمہوریہ پاکستان

☆ Khalifa Muhammad Yahya, Roza Shareef, Sirhind, District Fategharh, Pin code-140406 (INDIA) Ph. 01763-30144.

☆ Dr. Mufti Muhammad Mukarram Ahmad, Nusratul Islam Educational Society, Masjid Fatehpuri, Delhi-6,(INDIA)

☆ Mr. Masood Ahmad Ashrafi, Chairman, Global Islamic Mission, 335, Walnut Street # 2, Yonkers, New York-10701(U.S.A)

☆ Mr. Munir Hussain Masoodi, 46-Holly Lane Smethwich, West Midlnds B67 7JD. (U.K)

☆ Mawlana Muhammad Qamaruddin Rizvi,Maktaba-i-Razvia 423-Matia Mahal, Jama Masjid Delhi-110006. (INDIA) Ph. 23264524

☆ Abdul Aziz Siddiqui, 20 Chatripura, Main Road,Indoor, (M.P) INDIA.

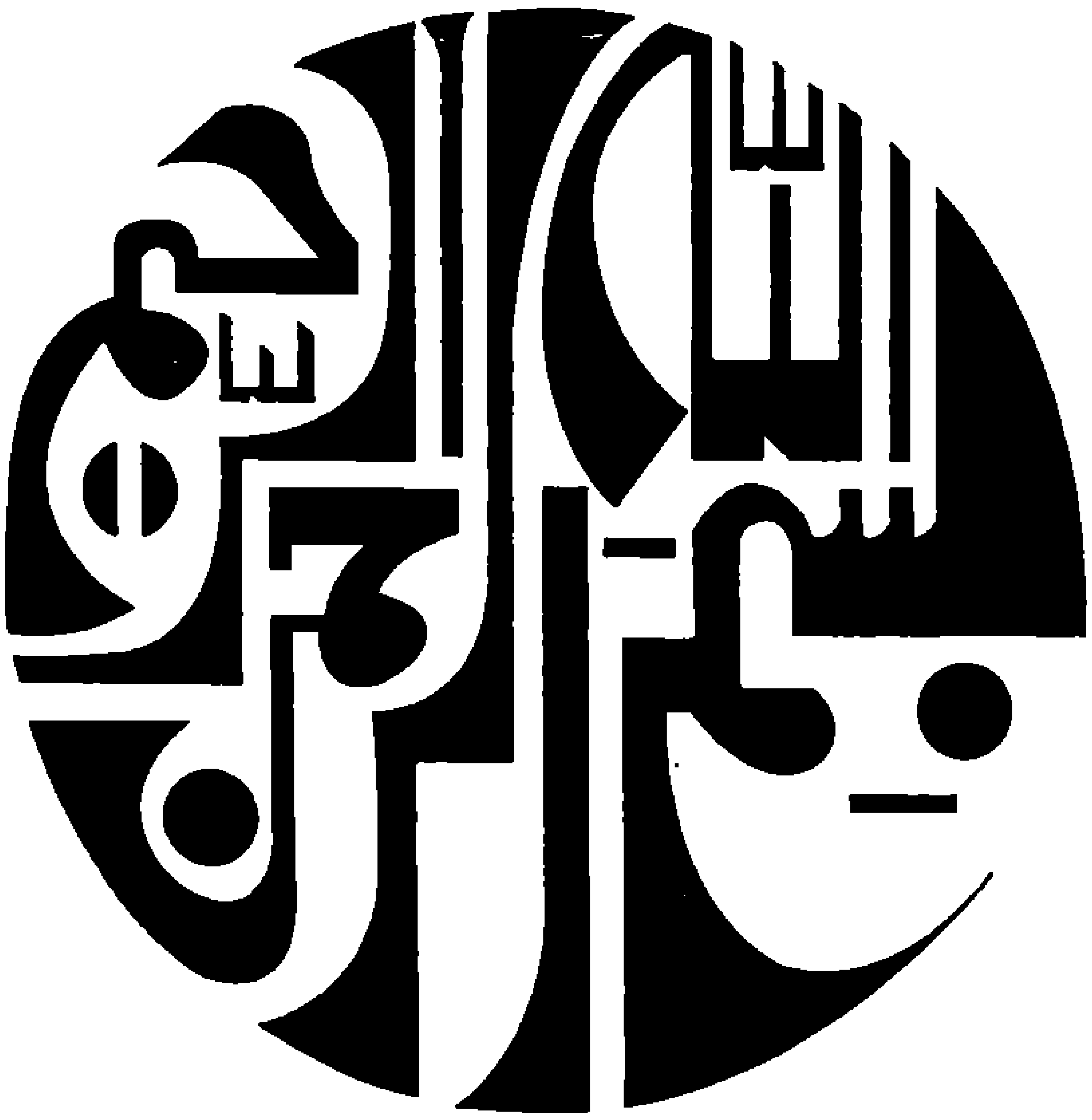
بسم الله الرحمن الرحیم

٥٥٨٨

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

انتساب

☆☆

محدثِ علی پوری

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ

کے نام

☆......جنہوں نے تبلیغ اسلام کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں

☆......جنہوں نے عیسائی مشنریوں، آریہ سماج، شدھی اور قادیانیت کے فتنوں کی سرکوبی کی

☆......جنہوں نے تحریکِ ترکِ موالات اور تحریکِ ہجرت کے نقصانات سے ملتِ اسلامیہ کو آگاہ کیا

☆......جنہوں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا

☆......ڈاکٹر اقبال جن کے قدموں میں بیٹھنا باعثِ سعادت سمجھتے تھے

☆......محمد علی جناح کو جن سے کمالِ عقیدت ومحبت تھی

☆......جو سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے پیر کامل تھے

☆......جن کا حلقۂ مریدین ملک و بیرون ملک پھیلا ہوا ہے

☆......جنہوں نے دینی اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا

☆......جنہوں نے پچاس بار حرمین شریفین کی زیارت کی، بکثرت حج کیے اور مدینہ منورہ میں حجاج کرام کے لیے سرائے تعمیر کی

☆......جنہوں نے رسائل ''انوار الصوفیہ'' اور ''لمعات الصوفیہ'' کا اجراء کیا

☆......جنہوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں بحیثیت سرپرست شرکت فرمائی

☆......جو خانقاہ سے تعلق رکھتے ہوئے دینی اور سیاسی میدانوں میں بہت آگے تھے

☆......جن کی دینی اور سیاسی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں

(مرتبین)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہان امام ربانی

اقلیم دہم

بہارِ گلشنِ عرفاں ، امام ربانی
قرارِ محفلِ ایماں ، امام ربانی

(رعنا مظہری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اقلیم دہم

☆☆

- …… نعت شریف — امام احمد رضا محدث بریلوی ۱۳
- …… مناقب — عابد حسین سہسوانی، قمر یزدانی
  پروفیسر محمد حسین آسی، خالد محمود ۱۹
- …… ابتدائیہ — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ۲۹
- …… تاثرات — مفتی محمد مکرم احمد، مفتی محمد جان نعیمی،
  ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، پروفیسر قاری محمد رفیق ۳۵

کشورِ اول

- …… شیخ احمد سرہندی — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۴۱
- …… مفکر اسلام شیخ احمد سرہندی — پروفیسر محمد وکیل احمد ۴۹
- …… شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی — ڈاکٹر ابو اعجاز رستم ۹۱
- …… مقام مجدد الف ثانی — ابو السرور محمد مسرور احمد ۱۰۵

کشورِ دوم

- …… شیخ احمد سرہندی کی تحریک احیائے دین — پروفیسر محمد اقبال مجددی ۱۱۵

۵۵۹۲

✡......اعلیٰ عربی زبان وادب کی مثال مکتوبات امام ربانی	اورنگ زیب اعظمی	۱۲۵
✡......مکتوبات خواجہ ہاشم کشمی بنام حضرت مجدد الف ثانی (فارسی قلمی)	خواجہ محمد ہاشم کشمی	۱۳۹
✡......خواجہ محمد معصوم حرمین شریفین میں	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۷۱
✡......شاہجہاں واورنگ زیب کے مرشد کریم	ڈاکٹر محمد ادریس	۱۸۱

کشورِ سوم

✡......نقشبندیہ سلسلہ تصوف	محمد حنیف رامے	۱۹۳
✡......قادری شہرت پانے والے مشائخ نقشبندیہ	محمد صادق قصوری	۲۱۷
✡......ارشادات سید امام علی شاہ مکان شریفی	سید شعیب افتخار مسعودی	۲۲۹
✡......مرزا مظہر جان جاناں، تصوف، ادیان ومذاہب کے درمیان وسیلہ	ڈاکٹر محمد تعظیم	۲۳۷
✡......ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری	۲۵۱

کشورِ چہارم

✡......شاہ امان اللہ نقشبندی افغانی	مولانا عبدالباقی نقشبندی	۲۶۳
✡......خواجہ فیض محمد شاہ قندھاری	پروفیسر غلام سرور رانا	۲۶۷
✡......تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ (سرحد)	راجہ نور محمد نظامی نقشبندی مجددی	۲۷۹
✡......خواجہ غلام حسن نقشبندی (سواگ شریف)	محبوب احمد بھٹی نقشبندی	۳۱۳

- خواجہ غلام قاسم کمبوہ نقشبندی ...... قاری محمد شریف کمبوہ ۳۱۹
- خواجہ رکن الدین صدیقی نقشبندی ...... کوکب زمان ۳۲۵
- شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی ......
  (خطۂ پوٹھوہار میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اولین کرن) راجہ نور محمد نظامی نقشبندی مجددی ۳۲۹
- تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پوٹھوہار ...... راجہ نور محمد نظامی نقشبندی مجددی ۳۴۳
- بلوچستان میں نقشبندی خانقاہیں ...... ڈاکٹر سلطان الطاف علی ۳۶۵
- علامہ محمد نور بخش توکلی ...... صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی ۳۷۷
- مولانا سید حبیب اللہ نقشبندی توکلی ...... پروفیسر سید محمد کبیر احمد مظہر ۳۸۵
- مولانا سید محمد یوسف نقشبندی ...... پروفیسر سید محمد کبیر احمد مظہر ۳۹۳
- حافظ محمد رانجھا نقشبندی مجددی ...... شاہد احمد خان مسعودی ۳۹۹
- چند ممتاز مشائخ نقشبندیہ ......
  (خواجہ محمد نامدار، صوفی محمد علی، خواجہ سید امین) ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی ۴۱۱
- خواجہ محمد سعید نقشبندی المعروف پیر مٹھا ...... محبوب احمد بھٹی نقشبندی ۴۳۳
- مولانا غلام محی الدین قصوری ...... پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ۴۴۹
- خواجہ محمد فضل علی مجددی ...... محبوب احمد بھٹی نقشبندی ۴۵۹
- خواجہ محمد عبدالغفار فضلی نقشبندی ...... محبوب احمد بھٹی نقشبندی ۴۷۵
- علامہ سید حبیب احمد حبیب نقشبندی ...... پروفیسر شاہ انجم بخاری ۴۸۷
- حضرت کرماں والے ...... ملک بشیر احمد ۴۹۱
- پروفیسر محمد حسین آسی ...... پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی ۴۹۵

۞ ...... سلسلہ نقشبندیہ کے مخطوطات کی اشاعت میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کی خدمات — ڈاکٹر مسرور احمد زئی — ۵۱۵

کشورِ پنجم

۞ ...... مرقعات علمی — ابوالسرور محمد مسرور احمد — ۵۵۳
☆ ...... اکابر مشائخ نقشبندیہ — ۵۵۵
☆ ...... اکابر مجددیہ — ۵۶۹
☆ ...... حضرت مجدد الف ثانی کی تصانیف — ۵۷۷
☆ ...... حضرت مجدد الف ثانی پر تصانیف — ۶۵۷
☆ ...... صاحبزادگان، خلفاء و دیگر مشائخ کی تصانیف — ۷۷۱
☆ ...... دیگر تصانیف — ۷۹۳
۞ ...... مرقع جرائد نقشبندیہ — ملک محمد سعید مجابد آبادی — ۸۴۳
۞ ...... نقشبندیہ مآخذ و مراجع (Naqshbandia Bibliography) — ویکا گارڈنر (Vika Gardner) — ۸۶۳
۞ ...... نگار خانہ — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری — ۹۰۵
۞ ...... مختصر تعارف اقلیم یازدہم — ۹۰۷

☆ ...... ☆ ...... ☆

الرزق علی اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نعتِ رسول مقبول

(صلی اللہ علیہ وسلم)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

☆☆

بھینی سُہانی صبح میں، ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی، ہَوا یہ کدھر کی ہے ؟

کھُبتی ہُوئی نظر میں، ادا کس سحر کی ہے ؟
چُبھتی ہُوئی جگر میں، صدا کِس گجر کی ہے ؟

ڈالیں ہری ہری ہیں، تو بالیں بھری بھری
کشتِ امل پری ہے، یہ بارش کدھر کی ہے ؟

ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر، حرم کہے
سونپا خدا کو یہ عظمت کِس سفر کی ہے ؟

۵۵۹۷

ہم گردِ کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ
ہم پر نثار ہے ، یہ ارادت کدھر کی ہے ؟

کالک جبیں کی سجدۂ در سے چھڑاؤ گے ؟
"مجھ کو بھی لے چلو" یہ تمنّا حجر کی ہے

ڈوبا ہُوا ہے شوق میں زمزم اور آنکھ سے
جھالے برس رہے ہیں ، یہ حسرت کدھر کی ہے ؟

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے ، غافل ! ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے ! یہ جا چشم و سر کی ہے !

واروں قدم قدم پہ ، کہ ہر دم ہے جانِ نو
یہ راہِ جاں فزا ، مرے مولے کے دَر کی ہے

گھڑیاں گِنی ہیں برسوں ، کہ یہ شُب گھڑی پھری
مَر مَر کے پھر یہ سِل ، مرے سینہ سے سرکی ہے

اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک!
حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

معراج کا سماں ہے، کہاں پہنچے زائرو؟
کُرسی سے اُونچی کُرسی، اُسی پاک گھر کی ہے

یہ گھر، یہ دَر ہے اُس کا، جو گھر دَر سے پاک ہے
مژدہ ہو بے گھرو! کہ صلا اچھے گھر کی ہے

چھائے ملائکہ ہیں، لگاتار ہے دُرود
بدلے ہیں پہرے بدلی ہیں، بارش دُرَر کی ہے

ماؤ شما تو کیا کہ خلیلِ جلیل کو
کل دیکھنا کہ اُن سے تمنّا نظر کی ہے!

اپنا شرف دُعا سے ہے، باقی رہا قبول
یہ جانیں، اُن کے ہاتھ میں کُنجی اثر کی ہے

عنبر زمیں ، عبیر ہوا ، مشکِ تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت ، تری رہگزر کی ہے

سرکار ہم گنواروں میں طرزِ اَدب کہاں!
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مانگیں گے ، مانگے جائیں گے ، مُنہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے ، نہ حاجت "اگر" کی ہے

اُف بے حیائیاں کہ یہ مُنہ اور ترے حضور!
ہاں تُو کریم ہے ، تری خُو درگزر کی ہے

تجھ سے چھپاؤں مُنہ ، تو کروں کس کے سامنے؟
کیا اور بھی کسی سے ، توقع نظر کی ہے؟

جاؤں کہاں؟ پکاروں کسے؟ کس کا منہ تکوں؟
کیا پرسش اور جا بھی ، سگِ بے ہنر کی ہے؟

لب وَا ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے!

گھیرا اندھیریوں نے، دوہائی ہے چاند کی:
تنہا ہُوں، کالی رات ہے، منزل خطر کی ہے

قسمت میں لاکھ پیچ ہوں، سو بل، ہزار کج
یہ ساری گُتھی، اک تری سیدھی نظر کی ہے

ایسی بندھی، نصیب کھلے، مشکلیں کھلیں
دونوں جہاں میں دُھوم، تمہاری کمر کی ہے

جنّت نہ دیں، نہ دیں تری رویت ہو خیر سے
اس گُل کے آگے کس کو ہوس، برگ و بر کی ہے؟

شربت نہ دیں، نہ دیں، تُو کرے بات لُطف سے
یہ شہد ہو تو پھر، کسے پروا شکر کی ہے؟

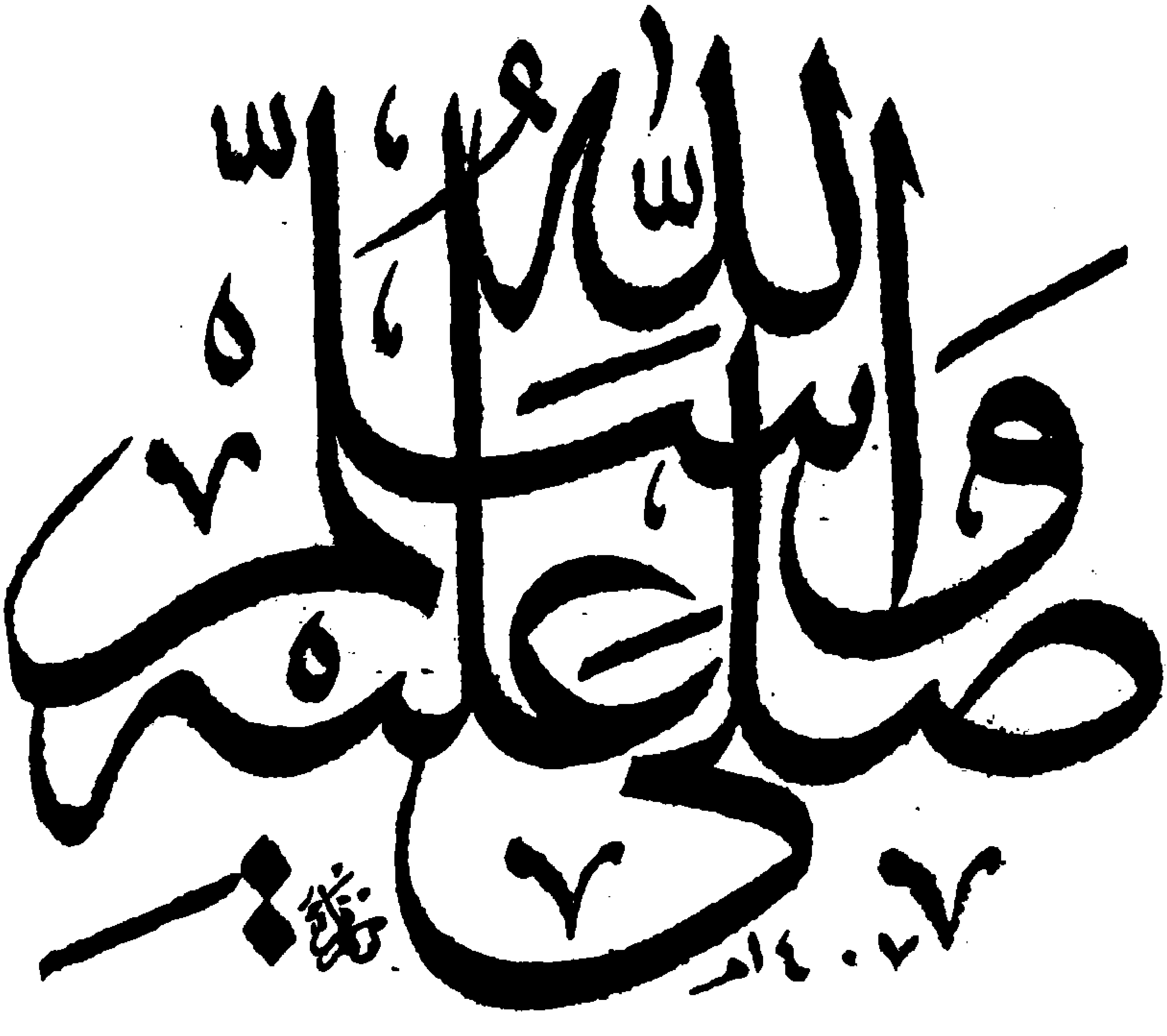

صلى الله عليه وسلم
١٤٠٧ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کدام شاہِ مجدد

عابد حسین عابد سہسوانی

☆☆

سپیدہ دم کہ ازیں خاکدان ظلمانی
علم کشید سر عرش روحِ سیلانی
چوں واپس آمدہ از سیر عالمِ بالا!
بگوشِ ہوش من ازیں راز گفت پنہانی
کہ ساکنان فرادیس عالمِ بالا
کہ حاضران در بارگاہ سُبحانی!
ہمی برند طبق بر طبق پُر از انوار!!
بدوشِ خویش ز درگاہِ خاص رحمانی!
بگفتمش کہ کجا می برند ایں انوار!
جواب داد بعرسِ امامِ ربانی!
بگفتمش کہ کدام ست آں امامِ کریم
بگفت شاہ مجدد و امامِ ربانی!
کدام شاہِ مجدد کہ بر در پاکش
شہانِ دہر و سلاطین کنند دربانی

کدام شاہِ مجدد کہ پیش از واو را
"صلہ" بگفت جنابِ حبیبِ رحمانی
کدام شاہِ مجدد کہ کاملانِ جہاں
بر آستانۂ پاکش نہادہ پیشانی
کدام شاہِ مجدد کہ خود بروضۂ او
بہار باغ بیاید پے گل افشانی
باستفاضۂ فیضانش ذرّہ ذرّۂ خاک
بآفتاب دہد درس نور افشانی
بفیض او دلِ ذرّہ بزعمِ خورشیدی
بلطفِ او دل قطرہ بجوش عمّانی
دلش بمعرفت حق چو بیکراں بحریست
کہ قطرہ قطرۂ او قلزمی بطغیانی
تصور رخ پر نور او بدل کردم!!
طبیعتم شدہ چوں آفتابِ نورانی
طراز دولت جاہست دید نقش قدم
نشانِ راہ نجات است چین پیشانی
ز داغِ مہر پیمبر مرا نشانی دہ!!
ز دردِ عشق خدا لذتی کن ارزانی!!
بسوز عشقِ دلم را چو کوہِ طور بسوز
بشوقِ دیدنش آید کلیم عمرانی!

ولم بسینہ بگرداں چو ملزمِ خونیں
کہ قطرہ قطرہ بود زاں چو بحر طوفانی
ہزار جوش زند ہمچو بحر طوفاں جوش
چناں دلے بمن بیدلے کن ارزانی
بکن ز نور یقیں خانۂ دلم روشن
چناں کہ مہر دہد ذرّہ را درخشانی

(ماخوذ از الجذبتہ الشوقیہ الی الحضرۃ المجددیۃ، مطبوعہ شاہی پریس، لکھنؤ، ص،۴ تا ۶ و ۱۰ تا ۱۲ ملخصاً، بشکریہ جناب مظہر علی خاں مظہر لکھنوی، مدینہ منورہ)

☆......☆......☆

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نذرِ عقیدت

(ببارگاہِ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ)

قمر یزدانی

☆

اے عالمِ اسلام کی شخصیتِ خوددار
اللہ نے بخشی تھی تجھے دولتِ کردار
دل تیرا مئے عشقِ محمد ﷺ سے تھا سرشار
اور تیری نظر رمز شناسِ شہِ ابرار
تھے لرزہ براندام ترے سامنے اشرار
باطل کے مقابل تو رہا صُورتِ کہسار
تھا سینۂ بے کینہ معارف کا خزینہ
تھا محرمِ اسرار ترا دیدۂ بیدار
کہتے ہیں تجھے لوگ الف ثانی مجدد
تھی تیری جبیں حسنِ سعادت سے ضیا بار
تو دینِ محمد ﷺ کا تھا بیباک مبلّغ
اللہ رے حق گوئی تری جُرأتِ گفتار
تو شمعِ صداقت ہے تو قندیلِ محبت
اور دم سے ترے راہِ شریعت ہے پُرانور
لاثانی تفقُّہ۔ میں، تدبّر میں بھی یکتا
تو نرغۂ اعداء میں شریعت کا علمدار
"گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے"
تھا تیرا عمل جرأتِ بیباک کا شاہکار
اک ولولۂ تازہ دیا اہلِ نظر کو
تو منزلِ عرفان کا ہے قافلہ سالار
تاحشر برستے ہی رہیں تیری لحد پر
اللہ کے الطاف و عنایات کے انوار
اللہ کرے شرفِ قبول ان کو عطا ہو
نذرانۂ اخلاص قمر کے ہیں یہ اشعار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

شیخ مجدد کے حضور

پروفیسر محمد حسین آسی

☆☆

(صفر ۱۴۰۶ھ میں سیدی نقش لاثانی حضور قبلہ عالم اعلیٰ حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سرہند شریف میں اپنے بعض غلاموں کے ساتھ حاضر ہوئے تو یہ نظم مزارِ مقدس پر لکھی گئی)

اے شہنشاہِ مجدد، کاشفِ اسرارِ ذات
تیرے در کا راستہ ہے بالیقیں راہِ نجات

اِتبَاعِ سنتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہے سیرت تیری
سرحدِ فکر و تخیل سے ورا عظمت تری

تیرا تقویٰ اہل ہمت کو چراغِ راہ ہے
تذکرہ تیرا سرورِ قلبِ حق آگاہ ہے

نائب خیر الورٰی ، اے مخزنِ فضل و کمال
مُہر برلب ہے ترے آگے جہانگیری جلال

استقامت پر تری سوزِ یقیں کو ناز ہے
اس صنم خانے میں تُو توحید کی آواز ہے

حق پرستی سے تری ہے خانۂ باطل خراب
تیری سیرت ہے زمانے کو پیامِ انقلاب

آج بھی دنیا ترے فیضان سے معمور ہے
آج بھی تیری گدائی پہ جہاں مجبور ہے

دیوِ استبداد تیرے فقر کا صید زبوں
شرحِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ معنیٔ لَا یَحْزَنُوْن

ملتِ اسلام کو تجھ سے حیاتِ نَو ملی!
کیا ہی اس واماندۂ ظلماتِ شب کو ضَو ملی

کجکلا ہی کو سکھایا تو نے عجز و انکسار
خاک کے ذرّوں کو تو نے کردیا گردوں وقار

کارنامہ ہے یہ تیرے فقرِ عالمگیر کا!!
قصرِ شاہی کو بنایا تو نے محرابِ دعا

تیرے فیضانِ نظر سے رند عابد بن گئے
خود کو جو سجدہ کراتے تھے، وہ ساجد بن گئے

ڈھل گیا پیکر میں تیرا جب پیامِ دلفریب
فقر و شاہی سے ہوا آراستہ اورنگزیب

تیری اک اک بوند میں عرفان کی تاثیر ہے
مرحبا! تو ساقیٔ میخانۂ شبیر ہے

خونِ فاروقی کا ہے کردار پر تیرے اثر
دورِ آخر میں ہے تو تفسیر ''مِنْ ظِلِّ عُمَرْ''

عشق نے ایسی حیاتِ جاوداں بخشی تجھے
اب بھی روشن ہے جبینِ وقت تیرے نور سے

آج بھی اے رحمتِ دارین کے سچے غلام
باڑا شرق و غرب میں بٹتا ہے تیرا صبح و شام

آج بھی حاضر ہیں تیرے در پہ تیرے فاقہ مست
آہ برلب، سوز در سینہ و دل کا سہ بدست

آیا پاکستان سے بھی ہے یہاں اک کارواں
قبلۂ مقصود اس کا بھی ہے تیرا آستاں

اس میں سب شامل ہیں مرشد، مولوی، افسر، وزیر
ہونے آئے ہیں تیرے مہر کرم سے مستنیر

میرا شیخِ محترم، کانِ حیا، شانِ صفا
چشمہ تیرے فیض کا ، گنجینہ تیرے راز کا

لالۂ خوش رنگِ بستاں علی و فاطمہ
بندہ پرور، حسنِ منظر، خوش ادا، عالی نگہ

یہ بھی آیا ہے ترے دربارِ گوہر بار میں
مجھ سے بیکس کو بھی لایا ہے تیری سرکار میں

کس لیے آیا ہوں میں یا کس لیے لایا گیا
یا بالفاظِ دگر کیوں مجھ کو بلوایا گیا

ہو تو ہو معلوم مرشد کو مرے لانے کا راز
یا تجھے اے خواجۂ سرہند، بلوانے کا راز

ہاں دعا گو ہوں رہے قائم ترے در کی بہار
اور یہاں دکھیوں کو ملتا ہی رہے چین و قرار

لانے والا بیکسوں کو لے کر آتا ہی رہے
اور بلانے والا اس در پہ بلاتا ہی رہے

یہ مرادوں کا چمن تا حشر پھلتا ہی رہے
آسی دور مے جو اب چلتا ہے چلتا ہی رہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

ہدیۂ سلام بحضور مجدد الف ثانی

(پاکستان کے بین الاقوامی شاعر خالد محمود خالدؔ نقشبندی کے قلم سے)

☆☆

نوائے صبح سعادت پہ بے شمار سلام   نسیم باغِ ہدایت پہ بے شمار سلام
منار لطف و عنایت پہ بے شمار سلام   ضیائے مہرِ شریعت پہ بے شمار سلام
جمالِ آئینہ سیرت پہ بے شمار سلام
اس آشنائے حقیقت پہ بے شمار سلام
وہ الفِ ثانی مجدد معینِ دینِ متیں   وہ پاسبانِ شریعت ہے سلسلوں کا امیں
جمالِ سجدہ سے آراستہ تھی جس کی جبیں   وہ رہنمائے زمانہ امیرِ اہلِ یقیں
وہ جس کا خلق ہے صدیقیت کی ضو سے حسیں
اس آفتاب ولایت پہ بے شمار سلام
جلائے جس نے اندھیروں میں روشنی کے چراغ   وہ جس کے فیض نے مہکا دیے جہاں کے دماغ
کسی نے پایا نہیں جس کی عظمتوں کا سراغ   وہ جس نے بھر دیے توحید سے دلوں کے ایاغ
ہرے بھرے کیے جس نے خزاں رسیدہ باغ
اس آسمانِ کرامت پہ بے شمار سلام

وہ جس نے توڑ دیا جہل اکبری کا غرور
جہاں میں پھیل گیا دینِ مصطفیٰ کا نور
بھٹکتے ذہنوں کو بخشا متاعِ دیں کا شعور
ہوئی ہیں جس کے تدبر سے ظلمتیں کافور
دلوں کو بخشا ہے جس کی بصیرتوں نے سرور
امینِ نورِ شریعت پہ بے شمار سلام

وہ جس کے قدموں میں بچھتی رہی جہانگیری
ہے جس کی ساری اداؤں میں عزمِ شبیری
اسی کے در کی گدائی کا نام ہے میری
خدا نے بخشی ہے اس ذات کا ہمہ گیری
سجی ہے اس کے ہی سر پر کلاہِ توقیری
سلام اس کی بصیرت پہ بے شمار سلام

جہانِ رشد و ہدایت کے نور کا پیکر
بہر ادا ہے ادائے جمالِ پیغمبر
وہ سوزِ حضرت صدیق و جلالِ عمر
حیائے حضرت عثمان شجاعتِ حیدر
وہ جس کو رہبرِ اعظم نے خود کہا رہبر
رسولِ حق کی بشارت پہ بے شمار سلام

وہ اپنی منجلی فطرت میں لاجواب بھی ہے
وہ روشنی کا درخشندہ ماہتاب بھی ہے
وجود جس کا ہمہ روحِ انقلاب بھی ہے
وہ خلقِ مصطفوی معرفت کا باب بھی ہے
زمانہ اس کی عطاؤں سے فیضیاب بھی ہے
مرادِ عشق و محبت پہ بے شمار سلام

جہاں میں ملتی نہیں ہے جس کی نظیر
اسی کی زلف گرہ گیر کا ہوں میں بھی اسیر
ہیں جس کے بھکاری اہل تاج و سریر
وہ جس کے رشد نے زندہ کیے ہیں مردہ ضمیر

اسی کے فیض ہدایت سے زندگی ہے و منیر
اس آفتاب مؤدت پہ بے شمار سلام
جھکا نہ پیشِ جہانگیر جس کا اونچا سر   وہ جس کے صدقے دعاؤں کو مل رہا ہے ثمر
جہاں میں مرکزِ صد مرحمت ہے اس کا در   بنادے حیواں کو انسان جس کی ایک نظر
توجہ جس کی ہے خالدؔ ہر ایک غم کی سپَر
اسی کی نسبتِ سیرت پہ بے شمار سلام
(۱۳/جون ۲۰۰۶ء)

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ابتدائیہ

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:

ہر لحظہ نیا شوق نئی برقِ تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل) کراچی کا یہی عالم ہے، جوں جوں آگے بڑھتے جاتے ہیں، حوصلے بڑھتے جاتے ہیں، نہ صرف اراکین کے بلکہ دوسرے محققین اور علماء کے بھی...... ایک فاضل جلیل نے لکھا کہ ''اب جہان امام ربانی سے بڑے منصوبے کا اعلان کرنا چاہیے''...... امام ربانی فاؤنڈیشن کے قیام سے احباب میں ذوق و شوق بیدار ہوا...... ۲۰۰۴ء میں پروفیسر محمد اقبال مجددی کی کئی عشروں پر محیط تحقیق ''مقاماتِ معصومی'' کی چار جلدیں شائع ہوئیں...... اس کے علاوہ ایک اور اہم کتاب ''لطائف المدینہ'' سنہ مذکور ہی میں شائع ہوئی۔

صوفی غلام سرور نقشبندی کو بھی حوصلہ ملا...... انھوں نے ۲۴ر اپریل ۲۰۰۵ء میں لاہور کے ایوان اقبال میں جہان امام ربانی کے حوالے سے شاندار کانفرنس منعقد کی...... اور تو اور، ہندوستان کے فاضل جلیل مفتی اعظم ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد (خطیب و امام جامع مسجد فتحپوری) کو بھی حوصلہ ملا اور انھوں نے ۳۱ر مارچ ۲۰۰۶ء کو نئی دہلی ایوان غالب میں امام ربانی قومی کانفرنس منعقد کرکی......

الحمدللہ! امام ربانی فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کی سرپرستی میں جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کی جلدوں پر جلدیں یا یوں کہیے کہ منزلوں پر منزلیں تعمیر ہوتی چلی گئیں...... چار سال کی قلیل مدت میں علم و دانش کی گیارہ منزلوں کی ایک عظیم الشان عمارت تعمیر ہو چکی ہے جس کو دیکھ دیکھ کر دنیا حیران ہوئی جاتی ہے اور اپنی بے خبری

کا ندامت کے ساتھ اعتراف کر رہی ہے کہ جس کو ہم نے کچھ نہ سمجھا تھا وہ تو علم باطنی کی ایسی بلندیوں پر فائز ہے۔ جس کو نہ کوئی ہاتھ چھو سکتا ہے، نہ کوئی آنکھ دیکھ سکتی ہے...... ان بلندیوں پر چڑھنا تو بہت دور کی بات ہے...... حضرت مجدد الف ثانی کے حالات، افکار و خدمات اور مقامات پر اب تک جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کی نو جلدیں شائع ہو چکی ہیں، اس وقت ہم دسویں جلد پیش کر رہے ہیں اس کے بعد گیارہویں جلد پیش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

''جہان امام ربانی'' کی اقلیم دہم آپ کے پیش نظر ہے اس میں حسب سابق شروع میں نعت شریف، مناقب، ابتدائیہ اور تاثرات کے علاوہ پانچ کشور ہیں...... جن کی فہرست شروع میں دے دی گئی ہے...... نئے قارئین کی آگاہی کے لیے سابقہ نو جلدوں کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں......

اس سے قبل پیش گئی اقلیم اول میں تقدیم، ابتدائیہ اور افتتاحیہ کے بعد کشور اول میں حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، مناقب، احادیث مبارکہ، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے بارے میں متقدمین و متاخرین علماء و صوفیہ کے تاثرات اور مثنوی در شان حضرت مجدد الف ثانی شامل ہیں...... کشور دوم میں تصوف...... کشور سوم میں اکابر نقشبندیہ پر مقالات ہیں...... کشور چہارم میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی حیات اور ان کے تاثرات پر مقالات ہیں...... کشور پنجم میں سرہند شریف کا تعارف، حضرت مجدد کے حالات زندگی، آپ کے امتیازات، خانقاہ شریف کا علمی ماحول، آپ کے لباس و حلیہ شریف کے علاوہ نگار خانہ (بعض مقالہ نگاروں کا مختصر تعارف) اور مرقعات شامل ہیں......

اقلیم دوم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشور اول میں ماہ و سال، مکتوبات تخریج احادیث، فقہی خدمات، عربی زبان و ادب میں خدمات پر مقالات ہیں...... کشور دوم میں سنت، بدعت، ذکر الٰہی، مسلک امام ربانی اور آپ کے معمولات شامل ہیں...... کشور سوم میں علم لدنی، جذبہ و سلوک، تعلیمات تصوف، تزکیہ نفس، صحو و سکر، علم النفسیات، علم الکائنات پر مقالات ہیں...... کشور چہارم میں ''مجدد الف ثانی'' اور ''منصب قیومت'' پر مقالات ہیں جبکہ کشور پنجم عرفان کے مجتہد اعظم، نظریہ وحدۃ الشہود، وحدۃ الوجود، ابن عربی اور امام ربانی کے نظریات کا تقابل اور نگار خانہ و مرقعات پر مشتمل ہے...... اقلیم سوم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشور اول میں تعارف شیخ احمد سرہندی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور) مجدد نامہ، مقامات مجدد، مقام مجدد، مقامات روحانی کی جھلکیاں،

ملی اور دینی خدمات پر مقالات ہیں...... کشور دوم میں اثبات نبوت، حضرت مجدد کی اصلاحی وتجدیدی تحریک، عقیدہ ختم نبوت اور وسیلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر مقالات ہیں...... کشور سوم میں امام ربانی کا رسالہ رد روافض، تقلید ائمہ مجتہدین اور رفع سبابہ پر مقالات ہیں...... کشور چہارم میں حضرت مجدد کا طریقہ ایصال ثواب، عقائد و معمولات، تعلیمات و مسلک، طریقہ نماز و طہارت اور انداز تعلیم و تبلیغ پر مقالات ہیں جبکہ کشور پنجم، علم و علماء حضرت مجدد کی نظر میں، حضرت مجدد کے تعلیمی افکار، ارشادات، ملفوظات، کرامات امام ربانی اور نگار خانہ و مرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم چہارم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشور اول میں آفتاب شرف، تعارف امام ربانی، حضرت مجدد مطلع تاریخ پر اور اکبر و جہانگیر اور حضرت مجدد کے حوالے سے مقالات ہیں...... کشور دوم میں برصغیر میں حق و باطل کے معرکے اور دو قومی نظریہ پر مقالات ہیں...... کشور سوم میں خاندان مجددیہ کا زریں کردار، سلسلۂ مجددیہ کا نقطۂ آغاز، حضرت مجدد اور محمد علی جناح، سرمایہ ملت کا نگہبان اور امام ربانی دانشوروں کی نظر میں شامل ہیں...... کشور چہارم میں سفر آخرت، اشک باری، تاریخ ہائے وصال، سلسلہ مجددیہ کے حضراتِ قدسیہ، مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، سرمایہ ملت کا نگہبان، خواجہ محمد معصوم مقامات آدمیہ کی روشنی میں، خواجہ محمد معصوم اور اورنگ زیب کے تعلقات، مکتوبات معصومیہ اور مکتوبات سیفیہ بادشاہ، شہزادوں شہزادی کے نام، خلفاء مجدد الف ثانی، حضرت مجدد اور علماء عصر اور علماء عصر سے اختلافات کا جائزہ شامل ہیں جبکہ کشور پنجم، حالات مرزا مظہر جان جاناں، شاہ غلام علی دہلوی، ملفوظات شاہ غلام علی، مولانا شیخ خالد کردی اور نگار خانہ و مرقعات پر مشتمل ہے......

اقلیم پنجم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشور اول میں امام ربانی کا تعارف، تصانیف کا تحقیقی جائزہ، مکتوبات کی فہم و تفہیم اور حضرات مجددیہ، مکتوبات کا تحقیقی جائزہ، مکتوبات کا عربی ترجمہ، مقدمہ شرح مکتوبات، مکتوبات کا ایک مترجم قاضی عالم الدین نقشبندی شامل ہیں...... کشور دوم میں زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا جائزہ، سلسلہ مجددیہ کا ایک ترک مصنف، مارکسی مؤرخین، حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی گئی کتب اور اقوال پر مبنی کتب پر مقالات شامل ہیں...... کشور سوم میں افکار مجدد کا ایک مأخذ، حضرت مجدد مغرب میں اور دو عربی کتب ''الاجابة الربانیه'' اور'' الاشارات السنیه'' کا تعارف شامل ہیں...... کشور چہارم میں حضرت مجدد اور امام احمد رضا، امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ، امام ربانی اور

امام اہل سنت، حضرت مجدد اور ڈاکٹر اقبال، فلسفہء اقبال پر اثرات مجدد اور تصانیف اقبال میں ذکر مجدد شامل ہیں جبکہ کشور پنجم، حضرت مجدد اور غوث اعظم اور حضرت مجدد اور امام اعظم کے حوالے سے مقالات کے علاوہ نگارخانہ و مرقعات پر مشتمل ہے……

اقلیم ششم میں نعت شریف، مناقب، ابتدائیہ اور تاثرات کے بعد کشور اول میں تعارف حضرت مجدد الف ثانی، دنیائے عرب کے نقشبندی مشائخ و علماء، تیرہویں صدی کے عرب مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، متحدہ امریکہ، ترکی اور کُردستان کے مشائخ نقشبندیہ اور حافظ عمر ضیاء الدین داغستانی و شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی کے حالات ہیں…… کشور دوم میں افغانستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ اور افغانستان کے مشائخ نقشبندیہ، شاہان کابل و افغانستان سرہند میں، دہلی کے مشائخ نقشبندیہ، مولانا غلام محی الدین گوسوی اور مولانا شاہ آل محی الدین ہادی کے حالات ہیں…… کشور سوم میں سندھ کے اولیاء و صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ کا ذکر ہے…… کشور چہارم میں بلوچستان، پنجاب اور کشمیر کے مشائخ کے تذکروں کے ساتھ ساتھ مولانا محمد حسین پسروری کے حالات بھی شامل ہیں…… کشور پنجم میں سرحد کے صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ، خانقاہ نقشبندیہ موسیٰ زئی شریف، حضرت زندہ پیر گھمکول شریف پر مقالات کے علاوہ نگارخانہ، آئینہ جمال، کتابیات اور مناجات پیش کیے گئے ہیں……

اقلیم ہفتم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشور اول میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات، خواجہ بہاء الدین نقشبند کے حالات و واقعات، تصوف کی ضرورت و اہمیت، تبلیغ دین اور اشاعت تصوف میں خواجہ بہاء الدین نقشبند کا کردار اور ان کے ارشادات و کرامات کا ذکر ہے…… کشور دوم میں خواجہ باقی باللہ، تعارف امام ربانی، امام ربانی اور فیضان کمالات نبوت ہیں کشور سوم میں تفسیر مظہری اور تفسیر روح البیان میں معارف و اذکار امام ربانی کے حوالے سے مقالات ہیں…… کشور چہارم میں تخریج احادیث در مکتوبات (فارسی)، تخریج احادیثِ مکتوبات، جبکہ کشور پنجم، حضرت مجدد اور ترویج شریعت، شریعت طریقت حقیقت حضرت مجدد کی نظر میں، امام ربانی اور تنفیذ شریعت اور مرقعات و مختصر تعارف جہان امام ربانی اقلیم ہشتم پر مشتمل ہیں……

اقلیم ہشتم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد کشور اول میں امام ربانی مجدد الف ثانی (حالات)، حضرت مجدد بحیثیت فقیہ اسلام، مسئلہ اشارۂ سبابہ، حضرت مجدد پر اعتراضات اور ان کے

جوابات...... کشور دوم میں قطعات تاریخ طبع مکتوبات امام ربانی، تاریخ مکتوبات امام ربانی، جواہر مکتوبات مقدسہ، نرمی و آسانی مکتوبات کی روشنی میں، مسلک اہل سنت اور مکتوبات امام ربانی، احمد بن عبدالاحد کے نزدیک عقائد اہل سنت...... کشور سوم میں امام ربانی کا سلسلہ نسب، حضرت مجدد کا شجرہ طریقت قادریہ صابریہ، حضرت مجدد کے سلسلہ ہائے طریقت، حضرت مجدد کے اربعہ سلاسل طریقت اور مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے ماہ وسال...... کشور چہارم میں شیخ احمد سرہندی اور مستشرقین، عہد حاضر اور حضرت مجدد پر کام کی رفتار، دور حاضر میں درپیش چیلنجز اور ان کا مقابلہ اور حضرت مجدد اور ذرائع ابلاغ شامل ہیں جبکہ کشور پنجم، حضرت مجدد کا کارنامہ، طالبان علم کے لیے مینارۂ نور، حضرت مجدد کا حسن ادب، مجدد الف ثانی کا پیغام، مرقعات اور مختصر تعارف جہان امام ربانی اقلیم نہم پر مشتمل ہے......

اقلیم نہم میں نعت و مناقب اور ابتدائیہ و تاثرات کے بعد میں کشور اول میں شیخ احمد سرہندی (سوانحی خاکہ)، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (عربی/اردو)، الجنات الثمانیہ، (سوانح مجدد الف ثانی پر نادر عربی مخطوطہ)، حضرت مجدد لاہور میں، لاہور سے حضرت امام ربانی کی نسبت...... کشور دوم میں فکر مجدد الف ثانی میں خلفائے راشدین کا مقام، شیخ احمد سرہندی اور اہل حکومت میں شریعت کی ترویج، شیخ احمد سرہندی اصلاحی و تجدیدی خدمات کی روشنی میں...... کشور سوم میں مجدد الف ثانی کی عربی نگارشات اور کار تجدید میں ان کی اہمیت، مجدد الف ثانی کی علم پروری اور علماء نوازی، امام احمد رضا پر حضرت مجدد کے اثرات، خدمت خلق اور صوفیائے نقشبند...... کشور چہارم میں حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے ناقدین، شیخ احمد سرہندی اور شیخ عبدالحق دہلوی، شیخ عبدالحق دہلوی کے ایک معاصر مجدد الف ثانی شامل ہیں جبکہ کشور پنجم، خاندان مجددیہ اور فارسی ادب، خاندان مجددیہ سے قائداعظم کے اجداد کی عقیدت، نگارخانہ اور مختصر تعارف جہان امام ربانی اقلیم دہم پر مشتمل ہے......

اب اقلیم دہم آپ کے پیش نظر ہے اور حسب سابق وہی گزارش کی جاتی ہے کہ دوران مطالعہ جو بھی فروگزاشت نظر سے گزرے تو برائے کرم ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کرلی جائے......

۱۴؍ شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
۸؍ ستمبر ۲۰۰۶ء

احقر
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
L-317/5-B-2
نارتھ کراچی، کراچی

وقل رب اغفر وارحم وأنت خير الراحمين

الحياء شعبة من الإيمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تاثرات

ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد

(شاہی امام وخطیب، مسجد جامع فتحپوری، دہلی)

☆

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹۷۱ھ میں سرہند میں ہوئی اور ۱۰۳۴ھ میں وصال ہوا ۶۳ سال کی عمر شریف پائی اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ آپ علوم ظاہری و علوم باطنی سے آراستہ وپیراستہ تھے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ سرہند میں گویا دارالعلوم بھی تھا اور خانقاہ بھی۔ جس کا علمی اور روحانی فیض دور ونزدیک پھیلا۔ آپ نے احیاء اسلام کے لیے سخت جدجہد کی اور بڑی صعوبتیں برداشت کیں آپ صاحب استقامت تھے آپ کی تعلیمات نے اعیان مملکت کو بھی اس حد تک متاثر کیا کہ لاہور کے گورنر مرزا قلیچ بیگ صاحب علم وفضل تھے اور درس حدیث دیا کرتے تھے، آپ کے فیض صحبت سے عوام خواص بن گئے۔

آپ کی اولاد امجاد اور گرانبہا تصانیف نے اصلاح امت کا فریضہ ادا کیا آپ کے مکتوبات شریف علم ودانش اور علم لدنی کا خزانہ ہیں جس کا ادراک کم لوگوں کو ہوسکا۔ آپ کے نظریات نے علماء ومشائخ اور سیاست دانوں کو چونکا دیا نظریہ قیومیت سے اہل علم چونک گئے، یہ نظریہ حق ہے۔

نظریہ وحدۃ الشہود سے اہل طریقت چونک گئے مگر یہ نظریہ برحق ہے جب وہ حضرات نظریہ وحدۃ الوجود کی تشریح فرماتے ہیں تو ان کو وحدۃ الشہود تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس میں کچھ الجھاؤ نہیں۔ دوقومی نظریے سے سیاست داں چونک گئے مگر یہ نظریہ بھی حق ہے اور بانی اسلام نے اس کی بنیاد ڈالی ہے یہ نفرت کے لیے نہیں انسانی وحدت کے لیے ہے، جس کی بنیاد لکم دینکم ولی دین پر ہے۔

اسی طرح آپ کے اور نظریات ہیں مثلاً نظریہ عروج وزوال، نظریہ علم حصولی وعلم حضوری، نظریہ شان علم وشان حیات، نظریہ الف ثانی، نظریہ توحید وجودی، نظریہ توحید شہودی، نظریہ صحو وسکر، نظریہ سیر انفسی وسیر

آفاقی، سیر الی اللہ و سیر فی اللہ، نظریہ حقیقت محمدی، نظریہ حقیقت کعبہ، نظریہ ولایت و نبوت، نظریہ شریعت وطریقت، نظریہ عالم صغیر وکبیر، نظریہ عبدیت اور نظریہ قضائے مبرم وغیرہ۔

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

(سابق صدر شعبہء علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

☆

حکیم الامت نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حضور خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بجا طور پر فرمایا:

وہ ہند میں سرمایہء ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

علامہ اقبال نے اس ایک شعر میں عہد اکبری اور عہد جہانگیری کی پوری تاریخ کو اجمالی طور پر سمو دیا ہے اور اس اضطراب وانتشار اور ان خطرات وحوادث کی طرف لطیف اشارہ کیا ہے جو اس وقت ویدک دھرم اور برہمن راج کا چراغ روشن کرنے کی ہنود کی سازش کی بنا پر ملت اسلامیہ کو درپیش تھے اور ''سرمایہء ملت'' غیر محفوظ ہو گیا تھا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے تجدید واحیاء اسلام کا علم بلند کر کے سرمایہ ملت کی نگہبانی کا واقعی حق ادا کر دیا۔ انھوں نے ''ملت ماجداگانہ است'' کا نعرہ لگا کر ملی تشخص کو ابھارا جس سے دوقومی نظریے کو جلا ملی جو ظہور پاکستان پر منتج ہوا۔ آپ نے تصوف کو جس میں عجمی رنگ پیدا ہو چکا تھا اپنے اصل اسلامی روپ میں نکھار کر پیش کیا اور فرمایا کہ ''طریقت وحقیقت خادمان شریعت اند'' آپ نے نبوت کے بارے میں پیدا کیے گئے شکوک وشبہات کا ازالہ کیا اور شاہکار تصنیف ''اثباۃ النبوۃ'' کو تحریر فرمایا۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دیا آپ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اسلامی نظام کو ازسرنو منظم کرنے کے لیے امراء، روٴسا، حکام، سپہ سالار، مجاہدین، علماء ومشائخ کو تبلیغی خطوط لکھے۔ شہنشاہ وقت کو بیش قیمت مشورے دیے۔ آپ نے تبلیغی وفود کو اندرون ملک وبیرون ملک بھجوایا آپ کی مساعی جمیلہ سے شعائر اسلامی کا شعور وادراک ازسرنو ابھرا اور آپ کی تعلیمات کے دوررس اثرات اطراف واکناف عالم میں پھیلے اور آنے والے معاشروں پر گہرے اثرات مرتب کیے اور مکتوبات مجدد کا تو کیا کہنا۔

ہر لفظ کمالات و معارف کا ہے شہکار

مفتی محمد جان نعیمی

(مہتمم دار العلوم مجددیہ نعیمیہ، ملیر کراچی)

☆

آپ ساری دنیا میں مشہور و معروف ہیں بلکہ دنیا میں آنے سے پہلے ہی حضرات اولیاء اللہ نے آپ کی آمد کی خوشخبریاں دینی شروع کر دی تھیں، چنانچہ آپ کی ولادت سے ایک سو برس پہلے شیخ عبد اللہ قطب رحمۃ اللہ علیہ نے نوی صدی ہجری میں فرمایا:

> ”گیارہویں صدی میں جو مجدد ظاہر ہوگا، دسویں صدی میں اس کی ولادت ہوگی اس کی شان عجیب و غریب ہوگی“

(مکتوبات عبد اللہ قطب مکتوب ۸۸۷)

چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ آپ کے بعد آپ جیسا انسان کامل پیدا نہیں ہوا واقعی آپ کے حالات و واقعات اور واردات عجیب و غریب ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ناسازگار حالات کے باوجود عقائد اہل سنت والجماعت کی حفاظت اور ترویج میں اہم کردار ادا کیا آپ نے قولاً عملاً شریعت و طریقت کو یک جا کیا اور ہندوؤں کے زیر اثر مسلم معاشرے میں جو بدعات پیدا ہوگئی تھیں ان کو مٹایا، دوقومی نظریہ کا احیاء کر کے ملت اسلامیہ کے تشخص کو مستحکم کیا بے شک آپ

ماحی بدعت و ضلالت بود
سلسلۂ اش تا بہ قیامت بود

آپ کا پیغام انقلاب آفریں اور مقبول و ہمہ گیر ہے۔ آپ کی تحریک سے ملت اسلامیہ کو نئی زندگی ملی محمد سلیم جان سلیم مجددی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا تھا:

دہر را مژدہ کہ وضعے دگرے پیدا شد
ز شب تار مبارک سحرے پیدا شد

> ”دنیا کو خوشخبری ہو کہ نیا انقلاب آگیا رات کی تاریکی سے مبارک صبح نمودار ہوئی“

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے دانائی و حکمت، سنجیدگی و متانت اور صبر و تحمل سے اسلامی انقلاب

٥٦٢١

برپا کیا۔ دور اکبری اور دور جہاں گیری میں حکومت کے خلاف نہ کوئی احتجاج، نہ جلسہ نہ جلوس بلکہ آپ نے یہ کوشش کی کہ اسلامی تعلیمات سے بادشاہ وقت اور وزراء اور فوجی کمانڈروں کو آگاہ کیا جائے اور اس آگاہی سے ایک انقلاب برپا کیا جائے آپ کی یہ مسلسل کوشش حیرت انگیز طور پر کامیاب ہوئی۔

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد رفیق نقشبندی

(استاد، گورنمنٹ ایم۔ اے۔ او کالج، لاہور)

☆

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی شخصیت، آپ کے افکار، آپ کے کارنامے معجزاتی شان کے حامل ہیں جن سے قرآن اور صاحب قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور صداقت اسلام جھلکتی ہے اور اب ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء میں ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' کا منظر عام پر آنا، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی کرامت اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جس کی مثال سابقہ چار صدیوں میں نظر نہیں آتی اور یہ سعادت، مجدد مأۃ حاضرہ، محبوب ملت، مسعود ملت حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ اور ان کے رفقاء کے حصے میں آئی، حضرت مسعود ملت نے آج سے پینتیس سال قبل امام اہل سنت مجدد دین وملت پر قلم اٹھایا تو پورے عالم میں افکار رضا کی دھوم مچادی اور ماہر رضویات قرار پائے اور اب حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے ایک منفرد، لازوال کارنامہ سرانجام دیا جس سے چمن علم نبوت کی یاد تازہ ہوگی اور افکار مجدد سے کائنات میں اجالا ہوگا نفرتوں کی دیواریں گر جائیں گی محبت کا چمن آباد اور اسلامی امت ارتقاء پذیر ہوگی۔ ان شاء اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کشورِ اول

فدائے سنت و قرآں ، امام ربانی
نثار اُلفتِ یزداں ، امام ربانی
(رعنا مظہری)

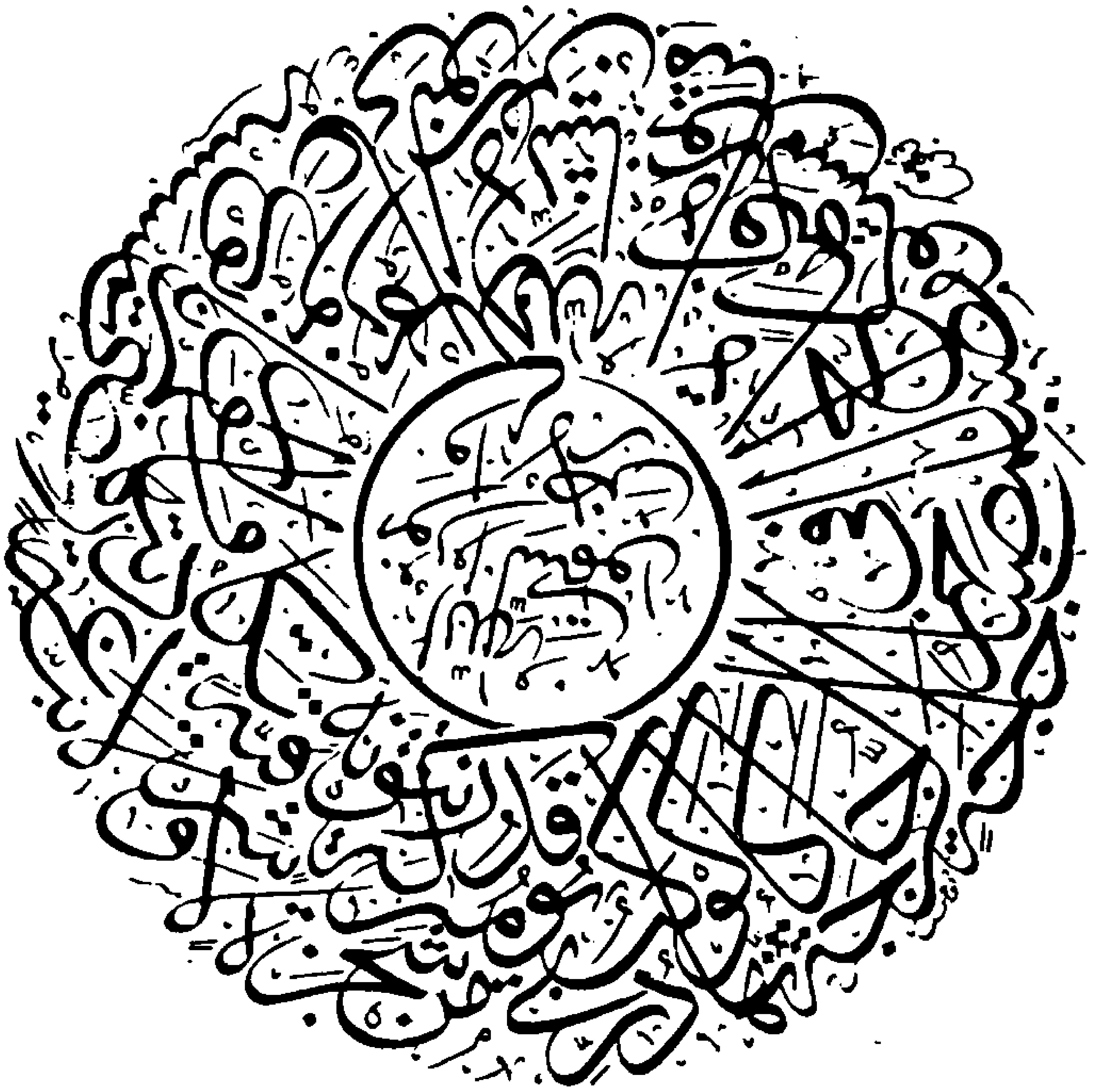

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ، و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شیخ احمد سرہندی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

☆☆

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (م۔ ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) گیارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم و عارف تھے۔ انھوں نے ہندوستان میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ (م۔ ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کے عہد میں بدعات کے خلاف اپنی تجدیدی مہم کا آغاز کیا اور اس کٹھن راہ میں مصائب برداشت کیے۔ آپ کے محبین و متوسلین کو برباد کیا گیا اور جلاوطن بھی کیا گیا[1]۔ آپ کے خسر شیخ سلطان کو غالباً خلاف شرع سلطانی حکم نہ ماننے کی پاداش میں شہید کیا گیا۔ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے عہد جوانی میں مسلمانوں میں جو بدعات رائج تھیں ان کا تفصیلی ذکر آپ کے خلیفہ شیخ آدم بنوری (م۔ ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) نے اپنی کتاب ''خلاصۃ المعارف فی اسرار العقائد'' میں کیا ہے[2]۔ اس کے علاوہ خود اکبر بادشاہ کے عبادت خانے کے امام ملا عبد القادر بدایونی (م۔ ۱۰۰۴ھ/ ۱۵۹۶ء) نے اپنی کتاب منتخب التواریخ میں بڑی تفصیل سے کیا ہے[3]۔ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ ان صوفیوں میں نہ تھے جنھوں نے بدعات کو فروغ دیا بلکہ وہ واحد صوفی تھے جنھوں نے بدعات کے خلاف سخت جدوجہد کی۔ وصال سے قبل یہ وصیت کی ''قبر گمنام جگہ بنائی جائے'' حاضرین کو آبدیدہ دیکھا تو فرمایا ''والد ماجد کی قبر کے قریب یا باغ میں بنا دینا، قبر کچی بنانا کہ نشان قبر مٹ جائے''[4]

شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کی جدوجہد کا محور یہ اہم امور تھے:

۱......درس توحید	۲......تحفظ مقام نبوت
۳......تحفظ ناموس رسالت	۴......احیاء سنت
۵......رد بدعت	۶......نفاذ شریعت

شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کی تعلیمات میں بڑی گہرائی اور گیرائی ہے۔ تاریخ اسلام میں آپ وہ واحد مصلح نظر آتے ہیں جنہوں نے ایک خون کا قطرہ بہائے بغیر ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے تبلیغ دین متین کے لیے مسنون طریقہ اختیار کیا۔ اعیان مملکت، حکومت کے ذمہ دار افراد، علماء وصوفیہ کے نام نفاذ شریعت کے لیے خطوط لکھے اور مختلف صوبوں اور ملکوں میں تبلیغ اسلام کے لیے وفود بھیجے۔ چنانچہ مولانا فرخ حسین کی قیادت میں ایک وفد شام و یمن بھیجا۔ اس مہم میں شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کو قید و بند کی تکالیف بھی برداشت کرنی پڑیں۔ اکبر بادشاہ کے بیٹے نور الدین جہاں گیر بادشاہ (م۔ ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۸ء) نے جواب طلبی کے لیے آگرہ کے قلعہ میں اپنے دربار میں بلایا۔ دربار میں بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی کرنے کا رواج تھا، آپ نے سجدۂ تعظیمی نہ کیا اور ایک سال (۱۰۲۸ھ ... ۱۰۲۹ھ) قید و بند کی تکالیف گوارہ کیں۔[۵]

نواب صدیق حسن خاں (م۔ ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء) نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

لقد برع الاقران فی الهند ساجع [۶]
وجد دفن العشق یا للمغرد
فلا عجب ان صاده متنقص
الم ترفی الاسلاف قید المجدد

آخر جہاں گیر بادشاہ نے شرمسار ہوکر رہا کیا اور خلعت سے بھی نوازا[۷]۔ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے کمال تدبر و تحمل نے برصغیر میں اسلامی حکومت اور نفاذ شریعت کی راہ ہموار کی۔ جہاں گیر بادشاہ کی حکومت میں تبدیلی رونما ہوئی پھر اس کے بیٹے شاہجہاں بادشاہ (معزولی ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) کے دور میں اور بہتری آئی پھر اس کے بیٹے محی الدین اورنگ عالم گیر بادشاہ (م۔ ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) کے دور میں پورے برصغیر میں شریعت کا نافذ کر دیا گیا اور شیخ احمد سرہندی کی مساعی جمیلہ بار آور ہوئیں۔ شاہجہان بادشاہ اور اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے اور جانشین خواجہ محمد معصوم (م۔ ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۸ء) سے بڑی ارادت وعقیدت رکھتے تھے[۸]۔

☆

شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کابل (افغانستان) کے عالم و عارف خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے دامن سے وابستہ تھے جوان کے ہم عمر تھے۔ بہت سے اعیان مملکت بھی ان کے دامن سے وابستہ تھے۔ خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلی (م۔ ۱۰۵۰ھ/ ۱۶۴۰ء) زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے، مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا اور حرم شریف کے قریب ہی دفن ہوئے۔ عرب ممالک میں ان کے سلسلے کے بہت سے مشائخ و علماء ہوئے اور اب بھی ہیں۔ ان کے برادر طریقت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) بھی سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہونے سے بہت پہلے حرمین شریفین حاضر ہوئے اور علمی وروحانی استفادہ کیا۔

شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ شیخ آدم بنوری علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء) بھی حرمین شریفین حاضر ہوئے اور مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ان کے علاوہ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان اور جانشین خواجہ محمد معصوم (م۔ ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۶۸ء) بھی اپنے ہزاروں خلفاء و مریدین و معتقدین کے ہمراہ ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء میں حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے[۹]۔ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی خواجہ محمد معصوم سے لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے فیض حاصل کیا[۱۰]۔ آپ کے خلیفہ شیخ مراد بن علی مراد (م۔ ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء) کا سلسلہ پورے عرب میں پھیلا ہوا ہے۔ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ اور خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں یہ علماء و مشائخ ہوئے۔

خلفائے شیخ احمد سرہندی:

شیخ عبدالعزیز نحوی حنبلی
شیخ عثمان یمنی
شیخ علی مالکی
سید علی بن عبدالقادر طبری وغیرہ وغیرہ

خلفائے خواجہ محمد معصوم:

شیخ سید مراد بن علی مراد
شیخ احمد بن خلیل

شیخ زین العابدین مدنی
شیخ عبداللہ مغربی
شیخ علی یمنی
شیخ عمر شافعی یمنی وغیرہ

شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ شیخ خالد کردی (م ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء) ہوے۔ جس زمانے میں بغداد میں ان کا فیض عام ہوا تو ایک لاکھ عقیدت مندان کے حلقہ بگوش ہوے اور ایک ہزار متبحر علماء داخل سلسلہ ہوے[11]۔ اور پورے علاقے میں شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا زور زور سے چرچا ہونے لگا۔ ان کا مزار مبارک دمشق (شام) میں ہے اور آج بھی اس علاقے میں ذکر وفکر کی محفلیں قائم ہوتی ہیں۔ شیخ خالد کردی نے مشرق وسطی کا سفر کیا اور وہاں اپنے خلفاء کا جال بچھا دیا۔ ابن عابدین شامی (م۔ ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء) نے خالد کردی کی مدافعت میں یہ کتاب لکھی ہے۔

"سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد الکردی"

شیخ احمد سرہندی پر عربی میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، چند کتابوں میں حوالے ملتے ہیں۔ مثلاً

☆ ...... شیخ مراد نے شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ، ان کی اولاد احفاد پر "ذیل الرشحات" کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔[12]

☆ ...... محمود آلوسی (م۔ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) نے تفسیر روح المعانی میں شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا ذکر کیا ہے اور مکتوبات کے عربی تراجم پیش کیے ہیں۔[13]

☆ ...... قاضی علی بن علی بن محمد بن ابی العز الدمشقی نے اپنی کتاب **شرح العقیده الطحاویة**، بیروت ۱۹۹۶ء میں شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا ذکر کیا ہے۔

☆ ...... شیخ امین بن فتح اللہ زادہ الکردی الاربلی الشافعی النقشبندی نے اپنی کتاب **تهذیب مواهب السرمدیه فی اجلاء السادة النقشبندیه** (دار الکتب العلمیہ، بیروت) میں شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا ذکر کیا ہے۔

☆ ...... حکیم عبدالحئ لکھنوی نے "نزھۃ الخواطر" میں شیخ احمد سرہندی کا ذکر کیا ہے۔

☆ ...... شیخ عبدالحق انصاری نے ابوالحسن علی ندوی نقشبندی مجددی عرب علماء ومشائخ پر تین تحقیقی مقالات

لکھے ہیں جو قابل مطالعہ ہیں۔ یہ مقالات شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ پر عظیم انسائیکلو پیڈیا جہان امام ربانی میں شائع ہوئے ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

جہان امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد ششم

۱..... دنیائے عرب کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۴۔۷۰

۲..... عرب دنیا کے نقشبندی مجددی علماء ومشائخ، ص ۷۱۔۱۰۴

۳..... تیرہویں صدی کے عرب مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۱۰۵۔۱۲۱

عبدالحق انصاری چودھویں صدی ہجری کے عرب مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پر اپنا تحقیقی مقالہ مرتب کر رہے ہیں۔ مندرجہ بالا مقالات میں فاضل مقالہ نگار عبدالحق انصاری نے علماء عرب پر ماضی قریب میں شائع ہونے والی بہت سی عربی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

☆

شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ عربی اور فارسی پر کمال عبور رکھتے تھے، ان کی عربی اور فارسی تصانیف کی تعداد تقریباً ۲۳ ہے۔ دو کتابیں مزید ان سے منسوب کی جاتی ہیں ایک ''جمال السلوک'' (مخزونہ مدینہ منورہ) اور دوسری ''لوامع الاسرار شرح مطویات الاسرار'' (مکتوبہ ۱۲۱۲ھ، مخزونہ کوئٹہ، بلوچستان، پاکستان)

شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا دور جہد وعمل کا دور تھا گوشہ عافیت میں بیٹھ کر تصنیف وتالیف میں مشغول ہونے کا دور نہ تھا اس لیے ان کی تصانیف کی تعداد کم ہے مگر ان کے فارسی وعربی مکتوبات کی تین جلدیں نہایت اہم ہیں۔ اصل میں یہ مکتوبات مختلف موضوعات پر مستقل تصانیف ہیں۔

شیخ عبدالغنی نابلسی نے مکتوبات شریف میں کشف سے متعلق ایک عبارت کی تشریح میں ایک مستقل کتاب لکھی۔ عنوان یہ ہے ''**نتیجة العلوم و نصیحة علماء الرسوم**'' اس کے دو قلمی نسخے دمشق کے مکتبہ اسد میں موجود ہیں۔ (مکتوبہ ۱۱۵۷ھ نمبر ۵۵۵۵، مکتوبہ ۱۱۱۲ھ نمبر ۴۰۰۸) یہ واحد خطوط ہیں جن میں ضخیم کتابیں پنہاں ہیں۔ ان خطوط کی تعداد ۵۳۸ ہے۔ یہ بادشاہ، وزراء، علماء وعرفاء کو لکھے گئے ہیں، عام نوعیت کے خطوط نہیں جس میں بالعموم نجی مسائل ہوتے ہیں۔ یہاں کوئی نجی مسئلہ نہیں۔ ہر مکتوب سے اسلام کا درد نمایاں ہے۔ مکتوبات شریف کی تینوں جلدوں کا ترجمہ شیخ مراد نے عربی زبان میں کیا تھا جو ۱۸۹۹ء میں

مطبعۃ الامیریہ، مکہ مکرمہ میں شائع ہوا ہے۔ اور ۲۰۰۴ء میں دارالکتب العلمیہ، بیروت سے تین جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ دارالعلوم سلطانیہ (پاکستان) سے اصل عربی مکتوبات کا مجموعہ بھی شائع ہوگیا ہے۔ وکٹوریہ یونیورسٹی، نیوزی لینڈ میں پروفیسر ڈاکٹر آرتھر بوہیلر انگریزی زبان میں مکتوبات کا ایک انتخاب مرتب کررہے ہیں۔ موصوف نے فارسی میں مکتوبات کا ایک جامع انڈکس بھی تیار کیا ہے۔ (اقبال اکادمی لاہور، پاکستان ۲۰۰۱ء)

شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ پر مختلف زبانوں میں بارہ فضلاء ومحققین نے ڈاکٹریٹ بھی کیا جن کا تعلق ان ممالک سے ہے۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، ہالینڈ، کینڈا، انگلستان، ترکی، امریکہ وغیرہ

پاکستان میں ایک اہم کام یہ ہوا کہ امام ربانی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل، کراچی مؤسسہ ۲۰۰۲ء) نے شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے حالات، خدمات وافکار پر عالمی فضلاء ومحققین کے مقالات ایک مجموعہ انسائیکلوپیڈیا کی صورت میں سات ضخیم جلدوں میں شائع کیا ہے اور مزید پانچ جلدیں تیار ہورہی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ ۲۰۰۷ء تک شائع ہوجائیں گی۔ اس طرح یہ انسائیکلوپیڈیا تقریباً آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ پر ایک اہم ماخذ ہوگا۔

فاضل جلیل مفتی اعظم ڈاکٹر محمد مکرم احمد (شاہی امام وخطیب مسجد جامع فتحپوری، دہلی) کا تحقیقی مقالہ ''شیخ احمد سرہندی، حیاۃ وآثار'' ہمارے سامنے ہے۔ فاضل موصوف دہلی کے ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے جد امجد ہندوستان کے مشہور مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی (م۔ ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) تھے جن کی مدح میں ایک عرب شاعر نے کہا تھا:

امام کامل یدعی بحق
محمد مظهر الامینا
امام المسجد الشهود قدما
فتحبوری مقام بالذاکرین

(عبداللہ محمد شریف المکی، مکتوبہ ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء)

فاضل موصوف نے یہ کتاب میری درخواست پر لکھی اور لکھوائی۔ ۲۰۰۵ء میں موصوف نے دہلی (ہند) میں شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے المجدد اکیڈمی کے نام سے ایک

ادارہ قایم کیا ہے۔ موصوف نے عربی ادب میں ڈاکٹریٹ کیا ہے اور متعدد کتب و رسائل کا عربی ترجمہ کیا ہے۔ موصوف کی کتاب کا مبیضہ مفتی محمد جان نعیمی (دارالعلوم امجدیہ، کراچی) مولانا رضوان احمد نعیمی (دارالعلوم نضرۃ العلوم، کراچی) اور ایک شامی نقشبندی مجددی عالم کو بھی دکھایا گیا جنھوں نے اپنی سفارشات عنایت کیں۔ پھر میں نے نظر ثانی کے لیے دارالعلوم سلطانیہ (جہلم، پاکستان) کے فاضل مفتی محمد علیم الدین نقشبند مجددی کو پیش کی جنہوں نے محنت شاقہ کے بعد اس کی نظر ثانی کی، مفید اضافے بھی کیے اور حسین سے حسین تر بنایا۔ مولائے کریم ان کو اجر عظیم عطا فرمائے اور سب مؤلفین، محبین، معاونین کی محنت کو قبول فرما کر اپنی رضا و خوشنودی سے نوازے۔ آمین

امید ہے کہ یہ کتاب دنیائے عرب میں مقبول ہوگی اور قارئین کرام کو اس کے مطالعہ سے رشد و ہدایت ملے گی۔ اس کتاب میں شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ پر سیر حاصل لکھا گیا ہے۔ مثلاً دسویں صدی ہجری میں عالم اسلام کے حالات، شیخ احمد سرہندی کے حالات زندگی، علمی آثار، اولاد امجاد و خلفاء، تجدیدی کارنامے، نظریہ وحدۃ الشہود، جہاں گیر و شیخ احمد سرہندی، علماء کے اعتراضات، عقائد و اعمال وغیرہ وغیرہ

☆

اس وقت دنیا کے ہر بر اعظم میں نقشبندی مجددی علماء و مشایخ موجود ہیں اور اپنی اپنی خدمات میں مصروف ہیں۔ بقول ڈاکٹر محمد اقبال لاہوری سلسلہ نقشبندیہ ”حرکی“ ہے۔ دور جدید میں اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ شیخ ابن علاء الدین نقشبندی نے کردی زبان میں سلسلہ نقشبندیہ پر ایک اہم کتاب لکھی جس کا عربی ترجمہ ڈاکٹر محمد شریف احمد نے عربی میں کیا ہے۔

[illegible]

اس کا انگریزی ترجمہ مہتر ہالینڈ نے کیا ہے۔ یہ کتاب اسلام اور تصوف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے نہایت اہم ہے۔

☆……☆……☆

حواشی:

۱ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات، ج ۱، مکتوب ۱: ج ۳، مکتوب ۱۰۵

۲ مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن نمبر ۱۸۹۲، مکتوبہ ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵ء تا ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء

۵۶۳۱

۳..... منتخب التواریخ، لاہور ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء

۴..... محمد ہاشم کشمی: مطبوعہ کانپور ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء، ص۲۸۹، ۲۹۳

۵..... جہاں گیر بادشاہ: تزک جہانگیری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء، ص۵۶۳

۶..... نواب صدیق خاں: ابجد العلوم، مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۵ھ، ج۳، ص۸۹۹

۷..... جہاں گیر بادشاہ: تزک جہانگیری، مطبوعہ لکھنو، ص۲۷۴۔۲۷۵

۸..... محمد امین بدخشی: مقامات احمدیہ وملفوظات معصومیہ، مطبوعہ لاہور، ص۱۰۸

۹ محمد اقبال مجددی: افتتاح سخن، حسنات الحرمین، لاہور ۱۹۸۱ء، ص۲۳

۱۰..... الانوار القدسیہ فی مناقب سادات النقشبندیہ، مطبوعہ مصر، ص۱۹۰

۱۱..... ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت وعزیمت، مطبوعہ کراچی، حصہ چہارم، ص۳۶۹

۱۲..... ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت وعزیمت، مطبوعہ کراچی

۱۳..... ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت وعزیمت، مطبوعہ کراچی، ص۳۵۳

☆......☆......☆

الله

نور السموات والارض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مفکرِ اسلام

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی

محمد وکیل احمد

(استاد، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، کراچی)

☆☆

اللہ پاک نے انسان کو دنیا میں بھیجا، اور دنیا کی اشیا کو انسان کی خدمت پر مامور کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انسانوں کی ہدایت و رہبری کے لیے ہر قوم و ملت میں انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے، تا کہ خاصانِ خدا کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکے اور صحیح معنوں میں بندگی کا حق ادا کر سکے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے رُشد و ہدایت کا سلسلہ حضرت آدم سے لے کر ہمارے آقا حضور انور ﷺ تک قایم ہے۔ چونکہ ہمارے آقا حضور انور ﷺ خاتم النبیّین ہیں، اس لیے آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی دنیا میں مبعوث نہیں ہوگا۔ عادۃ اللہ قیامت تک جاری و ساری رہے گی گا۔ (یعنی انبیاء علیہم السلام کے بعد یہ منصب جاری و ساری رہا ہے) اور قیامت تک (رہے گا) دین کی خدمت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

ان اولیاء کرام اور مجددین و مفکرین نے اپنے اپنے پُرفتن ادوار میں احیاء شریعت اور تجدید دین کے لیے سعی فرمائی۔ اور جن کی کوششوں سے اسلام کو حیات نو، تازگی اور تابندگی ملی۔

ایسی ہی عظیم ہستیوں میں ایک نام ''امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ'' کا ہے، جو مجددین اور مفکرین اسلام میں قابل ذکر ہے۔ جن کی تنہا کوششوں سے جنوبی ایشیا میں اسلام کو نئی حیات اور تازگی ملی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی گراں قدر اسلامی

خدمات کے اعتراف میں مجدد اول اور امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو ''مجدد الف ثانی'' کہا جاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا میں آمد سے متعلق دو احادیث مبارکہ صادق آتی ہیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

> ''بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لیے ہر صدی کے سرے پر مجدد بھیجتا رہے گا، جو اس کے لیے اس کے دین کی تجدید (نیا اور تازہ) کرتے رہیں گے۔'' (ابوداؤد، حاکم، شرح مشکوٰۃ)

اس حدیث کے متعلق علامہ ملا قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مرقات'' میں اس حدیث تجدید کی شرح میں لکھتے ہیں:

> ''یعنی مجدد کی صفت یہ ہے کہ وہ سنت کو بدعت سے ممتاز و نمایاں کردے گا، اور علم کو بکثرت شائع کرے گا، اور اہل علم کی عزت کرائے گا، اور بدعت کا قلع قمع کرے گا، اور اہل بدعت کا زور توڑ دے گا۔''

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۰۵۶ھ) جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر بھی ہیں، اپنی کتاب ''اخبار الاخیار'' (صفحہ۔۶۳) پر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''جمع الجوامع'' میں سے ایک حدیث حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت میں نقل فرماتے ہیں رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جسے لوگ صلہ کہیں گے، اور اس کی سفارش سے اتنے اتنے لوگ جنت میں جائیں گے۔'' اور یہ اشارہ آپ ہی کی طرف ہے کیونکہ آپ ہی نے علماء اور صوفیہ کا باہمی تنازعہ ختم کرایا۔ اور آپ ہی نے مسئلہ وحدت الوجود کی وجہ سے جو گمراہی پھیل رہی تھی اس کو دور کیا، اور مسئلہ وحدت الشہود پر دونوں کو ایک ہی راہ پر لگایا۔''

آباؤاجداد:۔

آپ کا نسب مبارک ستائیس واسطوں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے پندرہویں جد امجد حضرت شہاب الدین علی رحمۃ اللہ علیہ ''فرخ شاہ'' فاروق کابلی تھے۔ شہاب الدین علی عرف فرخ شاہ علیہ الرحمۃ کابل کے بڑے امیر اور وہاں کے سلاطین کے وزیروں میں سے تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جو غزنہ و کابل سے ہندوستان تشریف لائے۔ اسی وجہ سے جو قبیلہ ان سے منسوب ہے آج بھی کابلی کہلاتا ہے۔ فرخ شاہ کابلی بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اسلام کی ترویج اور توہین کفر میں مشہور تھے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہ (م۔ ۶۶۴ھ) کا نسب بھی ان سے ملتا ہے۔ حضرت مجدد کے چھٹے جد امجد امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ تھے۔ انہوں نے ہی سرہند شریف (مشرقی پنجاب۔ انڈیا) کو سب سے پہلے آباد کیا۔ اور مع خاندان قیام فرمایا تھا۔ امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۸۶ھ) کے خلیفہ اور امام نماز تھے۔

حضرت مجدد قدس سرہ کے والد گرامی حضرت شیخ عبدالاحد بن حضرت شیخ زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشہور و معروف بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۹۴۵ھ) کے خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری اور علوم باطنی سے بہرہ مند تھے۔ صاحب شریعت و طریقت اور کمالات نبوی کے مظہر تھے۔ حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد نے بعض دیگر مشائخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جن میں کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۹۸۱ھ) شیخ حضرت علی قوام نظامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۴۹ھ) شامل ہیں۔ آپ کے والد گرامی کی تصانیف میں: (۱) اسرار التشھد۔ (۲) کنز الحقائق، قابل ذکر ہیں۔ ان کا وصال ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ میں ہوا۔

مفکر اسلام، مشائخ، مشاہیر اور معاصرین کی نظر میں

مفکر اسلام کی شہرت و عظمت کا اعتراف:

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۱۲ھ) جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ بھی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں تارے اس کے

> اندر گم ہیں، اولیائے کاملین اور متقدمین میں سے بہت کم ان جیسے گزرے ہوں گے'' (زبدۃ المقامات۔ صفحہ ۳۰)

حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے:۔

> ''بعد صحابہ و تابعین میاں شیخ احمد کے مماثل معدودے چند بزرگ گزرے ہیں'' (کلیات باقی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۷۶ھ) اپنے ایک مکتوب میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

> ''شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے پیش خیمہ ہیں، اس دور کے بہت سے مخصوص معارف اور علوم حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے رمز و اشارہ کے طور پر صادر ہوئے، شیخ اس دور کے قطب ارشاد ہیں (یعنی ہزار سالہ) آپ کے ہاتھوں پر بہت سے طبعی گمراہ اور بدعتی تائب ہوئے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم عین مدور و مکون کائنات (یعنی حق سبحانہ تعالیٰ) کی تعظیم ہے''۔ (کلمات طیبات)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۲۱۶ھ) نے مجدد کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:۔

> ''جب ہزار سال گزر چکے اور مرد کامل کے ظہور کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے عادت قدیم کے تحت دوسرے ہزار سال کے لیے ایک مجدد پیدا کیا کہ تمام اولیاء و مجددین میں اس کا مثیل و نظیر نہ ہوگا۔ اس کو وہ مقامات اور کمالات عطا کیے گئے کہ کسی دوسرے نے دیکھے بھی نہ ہوں گے۔'' (ارشاد الطالبین۔ صفحہ نمبر ۶۳، مطبوعہ لاہور ۱۳۷۱ھ)

مولانا عبدالشکور فاروقی علیہ الرحمۃ نے ''تذکرہ امام ربانی'' رحمۃ اللہ علیہ (صفحہ ۲۸۱۔ ۲۸۳) میں لکھا ہے:۔

> ''حضرت (شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) کا مجدد الف ہونا بھی ایک بڑی چیز ہے۔ آپ سے پہلے صدی کے مجدد ہوا کرتے تھے۔

الف (یعنی ہزار سال) کا مجدد کوئی نہیں ہوا (کیونکہ) الف ثانی کا آغاز بھی نہ ہوا تھا۔ الف اول میں خود ذات واطہر سید البشر ﷺ کی موجود تھی۔ آپ سے پہلے جس قدر مجدد صدیوں والے گزرے ہیں، ان میں سے کوئی مجدد دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا۔ بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک وقت میں کئی مجدد نظر آتے ہیں۔ کوئی علم حدیث کا، کوئی فقہ کا، پھر اس میں بھی کوئی فقہ حنفی کا مجدد ہے، کوئی فقہ شافعی کا، کوئی علم کلام کا مجدد ہے، اور کوئی سلوک واحسان کا لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ نے صرف آپ ہی کے لیے مخصوص رکھی کہ آپ دین کے تمام شعبوں کے مجدد ہیں۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ سے پہلے والے مجدد کو سید الانبیاء ﷺ کی نیابت، خاص خاص چیزوں میں حاصل تھی اور آپ کو تمام چیزوں میں نیابت تامہ حاصل ہے۔ **وشتان ما بینھما**............''

مولانا عبدالشکور فاروقی آگے لکھتے ہیں:۔

''مجدد کی سب سے بڑی پہچان اس کے کارنامے ہیں: حمایت دین، اقامت سنت اور ازالہ بدعت''

سید زوّار حسین شاہ صاحب (م ۱۹۸۰ء) اپنی کتاب ''سوانح مجدد الف ثانی'' صفحہ نمبر ۷۶ میں فرماتے ہیں:۔

''امور دینیہ کا مدار پانچ اصولوں پر ہے: (۱) اعتقادات (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) عقوبات (۵) آداب.........
(مختلف کتابوں کے مطالعے) سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے دین کے لیے ان تمام اصول وشعب میں نہایت واضح اور نمایاں تجدیدی کردار ادا فرمایا ہے۔''

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ زماں اور یکتائے زمانہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۶۸ھ) نے سب سے پہلے آپ کو ''مجدد الف ثانی'' کہا ہے۔ حضرت مجدد کے بعض مخالفین کے شبہہ کے رد میں مولانا موصوف نے فرمایا تھا:۔

> ''اکابر ملت کے کلام میں ان کی مراد سمجھے بغیر نقص نکالنا جہالت ہے، اور اس کا کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا، اور ملجائے مشیخت معدن عرفان شیخ احمد (سرہندی) کے کلام کا رد کرنا جہالت اور عدم فہم کی وجہ سے ہے۔''

نور الحق ابن شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۵۲ھ) نے اپنی معرکہ آرا تالیف ''اخبار الاخیار'' کے صفحہ ۶۲۹ پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی عقیدت و احترام سے اس طرح مخاطب فرمایا ہے:۔

> ''زبدۃ المقربین، قطب الاقطاب، فضیلت مآب، مظہر تجلیات الٰہی، مصدر برکات نامتناہی، امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔''

ان کے علاوہ عرب وعجم میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین علماء وصلحا بکثرت ہیں، جنہوں نے آپ کی عظمت اور مجدد الف ثانی ہونے کی شہادت دی ہے۔ ان میں شیخ فضل برہانپوری، شیخ حسن غوثی، میر مومن بلخی، مولانا جمال الدین تلوی، مولانا یعقوب صرفی، اور مولانا جان محمد لاہوری بھی شامل ہیں۔ حضرت مجدد کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت میرزا مظہر جان جاناں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ غلام علی آزاد بلگرامی جیسے جلیل القدر علماء نے آپ کو مجدد الف ثانی تسلیم کیا ہے۔

مشہور عالم و مفکر نواب صدیق حسن خان مرحوم (م۔ ۱۲۸۸ھ) اپنی کتاب ''تقصار جیود الاحرار من تذکار الابرار'' (صفحہ ۱۱۱۔۱۱۲) میں حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:۔

> ''آپ عالم، عارف اور کامل و مکمل تھے، اپنے زمانے میں طریقہ نقشبندیہ کے امام تھے، صوفیوں کے راستوں میں مجدد، خواجہ باقی باللہ

> رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، آپ کا سلسلہ ہندوستان سے ماوراء النہر اور شام و روم اور اقصائے مغرب تک پہنچا ہوا ہے۔ مقامات کی انتہا پر پہنچنے اور ان کی معرفت حاصل کرنے میں جو اعلیٰ درجے کا علم اور کمال درجہ کا تبحر ان کو حاصل تھا، اس پر ان کے یہ مکتوب شاہد اور روشن دلیل ہیں۔ جو کہ تین جلدوں میں ہیں، اتباع سنت اور ترک بدعت پر حریص تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ جیسے حضرات کا ان کے سلسلے میں داخل ہونا ان کی قدر و منزلت معلوم کرنے کے لیے کافی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو شروع میں آپ کے قال و حال پر انکار تھا، لیکن آخر کار اس انکار سے رجوع فرمایا اور ظاہر و باطن میں آپ کی فضیلت کا اعتراف کرلیا۔ **وللہ الحمد۔**''

نیز نواب صدیق حسن خاں مرحوم اپنی کتاب ''ریاض المرتاض'' میں رقم طراز ہیں:۔

> ''مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کے مرتبہ بلند کو اس سے معلوم کرنا چاہیے کہ سب کشف چشمہ ہوش سے سرزد ہوئے، اور کبھی کوئی کشف شریعت کے مخالف نہ ہوا۔ بلکہ اکثر کی تو شریعت موید ہے، اور بعض کشف ایسے ہیں کہ شریعت ان سے ساکت ہے۔ اولیاء کرام میں ان کا مرتبہ ایسا ہے جیسے انبیاء کرام کی جماعت میں اولوالعزم نبیوں کا مرتبہ۔''

حالات زندگی (مختصر سوانح):۔

آپ کا اس گرامی ''احمد''۔ لقب ''بدرالدین''۔ کنیت ''ابوالبرکات''۔ منصب ''مجدد الف ثانی'' اور عرف ''امام ربانی، محبوب صمدانی'' تھا۔ آپ نسباً فاروقی تھے۔

ولادت:۔

آپ کی ولادت باسعادت شب جمعہ ۱۴ ر شوال المکرم ۹۷۱ھ بمطابق ۲۶ رجون ۱۵۶۴ء کو ہندوستان کے صوبے مشرقی پنجاب کے شہر ''سرہند'' میں ہوئی۔

تعلیم وتربیت :۔

آپ مادرزادولی تھے، اور بچپن ہی سے ولایت کے آثار واوصاف ظاہر ہونے لگے تھے۔ تعلیم کی ابتداء حفظ قرآن سے ہوئی۔ اور تھوڑی ہی مدت میں آپ نے اس کی تکمیل کرلی۔ والد گرامی ہی کی تربیت میں رہے اور انہی کی خدمت میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے والد گرامی مخدوم خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م ۔ ۱۰۰۷ھ) بھی جید عالم تھے۔ بعض علوم والد ماجد کے علاوہ اس زمانے کے علماء کبار سے حاصل کیے۔

معقولات کی چند مشکل کتابیں ''عضدی'' وغیرہ مولانا کمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۔ ۱۰۱۷ھ) سے پڑھیں، اور بعض کتب احادیث شیخ الحدیث یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۔ ۱۰۰۳ھ) کی خدمت میں پڑھیں۔ تفسیر واحدی، تفسیر بیضاوی، بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، ترمذی، جامع صغیر سیوطی، قصیدہ بُردہ اور حدیث مسلسل کی روایت و اجازت حضرت قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ سترہ (۱۷) سال کی عمر مبارک میں آپ فارغ التحصیل ہوگئے۔

مختصر حالات وواقعات :۔

علوم عقلیہ ونقلیہ کے فراغت کے بعد ۹۹۷ھ میں آپ اکبر (آگرہ) تشریف لے گئے، اور وہاں درس وتدریس میں بھی مصروف رہے۔ وہیں عربی رسالہ ''اثبات النبوۃ'' ۹۹۸ھ میں لکھا۔ اس رسالہ میں (صفحہ ۶/ ۷) اکبری عہد کے ''فقہائے امت'' اور علمائے حق کے قتل وانخلاء کا ذکر ہے۔ آپ نے اپنی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے اکبر آباد (آگرہ) کی علمی مجلسوں میں جلد ہی بلند مقام حاصل کرلیا تھا۔ اکبر بادشاہ (م ۔ ۱۰۱۴ھ) کے زمانے میں آگرہ (اکبر آباد) ہندوستان کا دارالسلطنت تھا۔ اس لیے آگرہ (اکبر آباد) علمی مجلسوں کی حیثیت اختیار کرچکا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اکبر بادشاہ اور ارا کین سلطنت کی بے دینی اور ترک اسلام کے احوال سے بخوبی واقف ہوگئے تھے۔ اپنے اصلاحی مشن کی غرض سے اکبر بادشاہ کی علمی مجلسوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ وہیں آپ کی ملاقات دربار اکبری کے دو عظیم فتنہ پردازوں ابوالفضل (م ۔ ۱۰۱۱ھ) اور فیضی (م ۔ ۱۰۰۴ھ) سے ہوئی۔ ان دونوں نے اکبر جیسے ان پڑھ بادشاہ کو اسلام کے خلاف خوب ورغلایا تھا۔ یہ دونوں بھائی تقریب شاہی

کی وجہ سے بڑا اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی علمی استعداد کے معترف تھے۔ فیضی نے اپنی غیر منقوط تفسیر ''سواطع الالہام'' میں حضرت مجدد کی مدد بھی حاصل کی۔

آگرہ (اکبر آباد) میں آپ کا قیام کچھ طویل ہوگیا، والد گرامی حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو شوق ملاقات کے لیے یاد فرمایا۔ آپ نے سرہند شریف مراجعت فرمائی۔ دہلی و سرہند شریف کے درمیان جب شہر ''تھانیسر'' سے گزر ہوا تو شیخ سلطان تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۷ھ) سے ملاقات ہوئی، جو علاقہ تھانیسر کے حاکم تھے۔ انہوں نے آپ کی میزبانی فرمائی۔ آنحضرت ﷺ نے شیخ سلطان کو خواب میں تین مرتبہ حکم صادر فرمایا کہ اپنی بیٹی کا نکاح حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کردو۔ چنانچہ ۹۹۸ھ میں آپ کا عقد مسنونہ انجام پایا۔ اور آپ اپنی زوجہ مطہرہ کو لے کر سرہند شریف آئے۔ سرہند شریف میں آپ نے ایک مسجد تعمیر کروائی۔ اپنی جدی حویلی کو چھوڑ کر ایک اور حویلی بنوائی جہاں آپ کا روضہ مبارک مرجع خلائق ہے۔ سرہند شریف میں آپ والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے، اور باطنی فیوض اور کمالات و برکات حاصل کیے۔ والد گرامی نے آپ کو سلسلہ سہروردیہ، چشتیہ اور قادریہ میں خرقہ خلافت عطا فرمایا، اور اپنی رحلت سے پہلے آپ کو اپنا قایم مقام جانشین مقرر فرمایا۔

والد ماجد کی وفات کے بعد آپ ۱۰۰۸ھ میں دہلی تشریف لائے۔ دہلی کے اکابر علماء و فضلاء نے آپ سے نیاز حاصل کیا۔ وہیں حضرت مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے حضرت باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ) سے ملاقات ہوئی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بلند استعداد اور اعلیٰ صلاحیت و قابلیت کا اندازہ لگا لیا تھا۔ اس لیے آپ کو چند روز اپنے یہاں قیام کرنے کے لیے فرمایا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیل ارشاد میں تین ماہ ان کی صحبت میں رہے، اور اکتساب فیض فرمایا۔ اس مختصر قیام میں آپ روحانی درجات میں گزشتہ اور آئندہ اولیائے امت سے سبقت لے گئے۔ مرتبہ قطبیت، فردیت، قیومیت، خلت، وصالت، محبوبیت ذاتی اور تجدید الف ثانی سب کچھ حاصل کرلیا۔ غرض کہ جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کامل و مکمل پایا تو نسبت خاصہ القا فرما کر اور خلافت و اجازت کاملہ سلسلہ نقشبندیہ عطا فرما کر اپنے چند طالبان صادق آپ کے ہمراہ سرہند شریف روانہ کیے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ پر بڑا فخر تھا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ آپ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا:۔

''شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے اندر گم ہیں۔ اولیائے کاملین و متقدمین میں بہت کم ان جیسے گزرے ہوں گے''۔

آپ ماہ رجب ۱۰۰۸ھ میں سرہند تشریف لائے، اور حضرت خواجہ کے ارشاد کے مطابق طالبین اور سالکین کی تربیت و ہدایت میں مشغول ہو گئے، تھوڑی ہی مدت میں ہزار ہا طالبوں کو اپنے چشمہ فیض سے سیراب کیا، اس کے بعد چند ماہ گوشہ نشین رہے۔ پھر دوبارہ ۱۰۰۹ھ میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی میں حاضر ہوئے۔ ۱۰۱۱ھ سے ہمہ تن تبلیغ دین اور رُشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ اور تجدید و احیائے دین کے لیے مستعد ہو گئے ۱۰۱۲ھ جمادی الآخر میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور آپ پھر دہلی تشریف لے گئے۔ آپ احیاءِ دین کے لیے سلطان الہند اور امراء و رؤسا کی اصلاح کی غرض سے مکتوبات تحریر فرماتے رہے۔ اور تبلیغ دین کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔ آپ کے مخالفین نے آپ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں، اور آپ کے خلاف شہنشاہ جہانگیر (م۔ ۱۰۳۷ھ) کو ورغلایا۔ جہانگیر نے آپ کو طلب کیا اور سجدۂ تعظیمی پر مجبور کیا لیکن آپ نے سجدۂ تعظیمی نہ کیا۔ جہانگیر نے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔

مصور پاکستان علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی کے لیے فرمایا ہے ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمئ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(بال جبریل)

آپ تقریباً ایک سال تک قلعہ گوالیار میں اسیر رہے اور ۱۰۲۷ھ میں جہانگیر نے اعزاز و اکرام کے ساتھ رہا کیا۔ آپ تمام زندگی حق و باطل کی جنگ لڑتے رہے۔ جنوبی ایشیا کے تمام ممالک میں عوام و خواص تک اپنا پیغام پہنچایا۔ علمی و عملی جہاد فرماتے رہے۔ احیاءِ دین کے لیے تمام و آلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ ہی کی کوششوں سے ہندوستان اور اس کے اطراف ممالک میں اسلام کو حیات نو اور تازگی ملی۔ ۱۰۳۲ھ میں آپ نے اجمیر شریف کا سفر کیا۔ سرہند شریف واپس آنے کے بعد گوشہ نشینی

اختیار فرمائی اور طویل علالت کے بعد آنحضرت ﷺ کی عمر کے مطابق (بعمر ۶۳ سال) ۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ سرہند شریف میں آپ کا روضہ مبارک مرجع خلائق ہے۔

مفکر اسلام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے سیاسی حالات:۔

دسویں صدی شروع ہوئی تو ہندوستان میں لودھی خاندان کی حکومت تھی، جس کا آخری حکمران ابراہیم لودھی ۹۳۲ھ میں بانی سلطنت مغلیہ ظہیر الدین بابر گورگانی (م ـ ۹۳۷ھ) کے ہاتھوں قتل ہوا اور مغلیہ سلطنت کی بنیاد پڑی، جو ہندوستان کی مسلم سلطنتوں میں سب سے زیادہ وسیع، مستحکم و منظم اور طویل العمر سلطنت تھی۔ لودھی خاندان اپنی افغانی نسل و روایات کی بناء پر اسلام کا حلقہ بگوش، مذہب حنفی کا پابند تھا۔ جو تجدد پسندی اور نامذہبی (سیکولر) سیاست سے نا آشنا تھا۔ اس خاندان کا سب سے زیادہ دین دار، معارف نواز اور علماء کا قدر دان و سرپرست بادشاہ سکندر لودھی (م۔ ۹۲۳ھ) تھا۔ اس صدی کے پانچ خوش نصیب سال ۹۴۶ھ تا ۹۵۱ھ شیر شاہ سوری (م۔ ۹۵۱ھ) کے زیر حکومت گزرے۔ شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد سے اکبر کی تخت نشینی تک ہندوستان کو سیاسی و انتظامی استحکام اور حکومت کو استقرار اور اہل ملک کو فارغ البالی حاصل نہیں ہوئی۔ شیر شاہ سوری کا جانشین سلیم شاہ اپنے عبقری (Genius) باپ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ بابر کا جانشین ناصر الدین ہمایوں (۹۳۷ھ تا ۹۶۳ھ) ہندوستان میں اطمینان کے ساتھ سلطنت نہ کر سکا۔ اور شیر شاہ سوری کے فاتحانہ حملوں اور بھائیوں کی بے وفائی سے پریشان اور سرگرداں رہا، اور جب تک ایران کے بادشاہ طہماسپ صفوی سے مدد لے کر نہیں آیا اس کو استقرار نصیب نہ ہوا۔ ہمایوں کی وفات کے بعد ۱۴ر فروری ۱۰۰۶ھ/۹۶۳ء کو اکبر تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۱۳ سال تھی۔ اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان میں بدنظمی، طوائف الملوکی اور انتشار کا دور دورہ تھا۔ شیر شاہ کے دو بھتیجے ابراہیم اور سکندر نے ملک میں انتشار پھیلا رکھا تھا۔ ابراہیم نے دہلی پر قبضہ کر لیا تھا، اور سکندر سوری نے پنجاب سے مغلوں کو نکال دیا تھا۔ شمال مغرب میں کابل اور ملحقہ علاقوں پر اکبر کا بھائی میرزا محمد حکیم ایک خود مختار حکمران تھا۔ کشمیر پر بھی ایک مقامی مسلمان خاندان نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ ملتان اور سندھ میں ریاستیں قائم تھیں۔ دکن میں خاندیش، احمد نگر، گولکنڈہ اور بیجاپور اپنے خود مختار سلاطین کے زیر اقتدار تھیں۔

اکبر کے عہد حکومت ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء۔ ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

''شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے اندر گم ہیں۔ اولیائے کاملین ومتقدمین میں بہت کم ان جیسے گزرے ہوں گے''۔

آپ ماہ رجب ۱۰۰۸ھ میں سرہند تشریف لائے، اور حضرت خواجہ کے ارشاد کے مطابق طالبین اور سالکین کی تربیت وہدایت میں مشغول ہو گئے، تھوڑی ہی مدت میں ہزارہا طالبوں کو اپنے چشمہ فیض سے سیراب کیا، اس کے بعد چند ماہ گوشہ نشین رہے۔ پھر دوبارہ ۱۰۰۹ھ میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی میں حاضر ہوئے۔ ۱۰۱۱ھ سے ہمہ تن تبلیغ دین اور رُشد وہدایت میں مشغول ہو گئے۔ اور تجدید واحیائے دین کے لیے مستعد ہو گئے ۱۰۱۲ھ جمادی الآخر میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور آپ پھر دہلی تشریف لے گئے۔ آپ احیاء دین کے لیے سلطان الہند اور امراء ورؤسا کی اصلاح کی غرض سے مکتوبات تحریر فرماتے رہے۔ اور تبلیغ دین کے لیے کوششیں تیز کر دیں۔ آپ کے مخالفین نے آپ کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں، اور آپ کے خلاف شہنشاہ جہانگیر (م۔ ۱۰۳۷ھ) کو ورغلایا۔ جہانگیر نے آپ کو طلب کیا اور سجدۂ تعظیمی پر مجبور کیا لیکن آپ نے سجدۂ تعظیمی نہ کیا۔ جہانگیر نے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔

مصور پاکستان علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی کے لیے فرمایا ہے ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمئ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(بال جبریل)

آپ تقریباً ایک سال تک قلعہ گوالیار میں اسیر رہے اور ۱۰۲۷ھ میں جہانگیر نے اعزاز واکرام کے ساتھ رہا کیا۔ آپ تمام زندگی حق و باطل کی جنگ لڑتے رہے۔ جنوبی ایشیا کے تمام ممالک میں عوام وخواص تک اپنا پیغام پہنچایا۔ علمی وعملی جہاد فرماتے رہے۔ احیاء دین کے لیے تمام وآلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ ہی کی کوششوں سے ہندوستان اور اس کے اطراف ممالک میں اسلام کو حیات نو اور تازگی ملی۔ ۱۰۳۲ھ میں آپ نے اجمیر شریف کا سفر کیا۔ سرہند شریف واپس آنے کے بعد گوشہ نشینی

اختیار فرمائی اور طویل علالت کے بعد آنحضرت ﷺ کی عمر کے مطابق (بعمر ۶۳ سال) ۲۹ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ سرہند شریف میں آپ کا روضہ مبارک مرجع خلائق ہے۔

مفکر اسلام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کے سیاسی حالات:۔

دسویں صدی شروع ہوئی تو ہندوستان میں لودھی خاندان کی حکومت تھی، جس کا آخری حکمران ابراہیم لودھی ۹۳۲ھ میں بانی سلطنت مغلیہ ظہیر الدین بابر گورگانی (م۔ ۹۳۷ھ) کے ہاتھوں قتل ہوا اور مغلیہ سلطنت کی بنیاد پڑی، جو ہندوستان کی مسلم سلطنتوں میں سب سے زیادہ وسیع، مستحکم و منظم اور طویل العمر سلطنت تھی۔ لودھی خاندان اپنی افغانی نسل و روایات کی بناء پر اسلام کا حلقہ بگوش، مذہب حنفی کا پابند تھا۔ جو تجدد پسندی اور نا مذہبی (سیکولر) سیاست سے نا آشنا تھا۔ اس خاندان کا سب سے زیادہ دین دار، معارف نواز اور علماء کا قدردان و سرپرست بادشاہ سکندر لودھی (م۔ ۹۲۳ھ) تھا۔ اس صدی کے پانچ خوش نصیب سال ۹۴۶ھ تا ۹۵۱ھ شیر شاہ سوری (م۔ ۹۵۱ھ) کے زیر حکومت گزرے۔ شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد سے اکبر کی تخت نشینی تک ہندوستان کو سیاسی و انتظامی استحکام اور حکومت کو استقرار اور اہل ملک کو فارغ البالی حاصل نہیں ہوئی۔ شیر شاہ سوری کا جانشین سلیم شاہ اپنے عبقری (Genius) باپ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ بابر کا جانشین ناصر الدین ہمایوں (۹۳۷ھ تا ۹۶۳ھ) ہندوستان میں اطمینان کے ساتھ سلطنت نہ کر سکا۔ اور شیر شاہ سوری کے فاتحانہ حملوں اور بھائیوں کی بے وفائی سے پریشان اور سرگرداں رہا، اور جب تک ایران کے بادشاہ طہماسپ صفوی سے مدد لے کر نہیں آیا اس کو استقرار نصیب نہ ہوا۔ ہمایوں کی وفات کے بعد ۱۴ رفروری ۱۰۰۶ھ/ ۹۶۳ء کو اکبر تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۱۳ سال تھی۔ اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان میں بدنظمی، طوائف الملوکی اور انتشار کا دور دورہ تھا۔ شیر شاہ کے دو بھتیجے ابراہیم اور سکندر نے ملک میں انتشار پھیلا رکھا تھا۔ ابراہیم نے دہلی پر قبضہ کر لیا تھا، اور سکندر سوری نے پنجاب سے مغلوں کو نکال دیا تھا۔ شمال مغرب میں کابل اور ملحقہ علاقوں پر اکبر کا بھائی میرزا محمد حکیم ایک خود مختار حکمران تھا۔ کشمیر پر بھی ایک مقامی مسلمان خاندان نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ ملتان اور سندھ میں ریاستیں قائم تھیں۔ دکن میں خاندیش، احمد نگر، گولکنڈہ اور بیجاپور اپنے خود مختار سلاطین کے زیر اقتدار تھیں۔

اکبر کے عہد حکومت ۹۶۳ھ/ ۱۵۵۶ء۔ ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) بیرم خان کی اتالیقی:۔

تخت نشینی کے وقت اکبر کی عمر ۱۳ سال تھی۔ اس لیے ہمایوں کا وفادار بیرم خان (م۔ ۹۶۷ھ/ ۱۵۶۰ء) اکبر کا اتالیق تھا۔ (۹۶۳ھ/ ۱۵۵۶ء) سے لے کر (۹۶۷ھ/ ۱۵۶۰ء) تک بیرم خان سلطنت کے تمام اختیارات کا مالک تھا۔ اس وقت مغلوں کی حالت بہت نازک تھی۔ بیرم خان کی وفاداری اور رہنمائی نے اکبر کو اس کے دشمنوں سے نجات دلائی۔ بیرم خان نے سکندر سوری کا خاتمہ اور پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ عادل شاہ سوری کے وزیر اعظم اور سپہ سالار ہمایوں کو پانی پت کے مقام پر شکست دی، اور پانی پت، آگرہ، دہلی اور گوالیار پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہ مغلیہ سلطنت کی نئی کروٹ تھی، جس سے مغلیہ سلطنت کو استحکام نصیب ہوا۔ ۱۵۶۰ء میں بیرم خان قتل ہوا

(۲) زنانہ حکومت:۔

بیرم خان کی وفات کے بعد کے چار سالوں میں انتظامِ سلطنت حمیدہ بانو بیگم اور ماہم انگا کے ہاتھوں سرانجام پاتا رہا۔

(۳) اکبر کی شخصی حکومت:۔

اکبر کی شخصی حکومت کا دور (۹۷۱ھ/ ۱۵۶۴ء) سے شروع ہو کر (۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) میں اس کی موت کے ساتھ ختم ہوا، اکبر بہت بہادر، فیاض، دور اندیش اور باصلاحیت حکمراں تھا۔ افغان حکومت کا خاتمہ ہوا اور پانی پت کی فتح سے دہلی کے فرمانروا کے طور پر اکبر کی حیثیت مستحکم ہو گئی۔ اکبر کے عہد میں گجرات، بنگال، کابل، مالوہ، میرٹھ، اجمیر، کشمیر، سندھ، بلوچستان، اڑیسہ اور قندھار ہندوستان کی مغلیہ سلطنت میں داخل ہو گئے تھے۔ اکبر (۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) تک ہندوستان پر حکومت کرتا رہا۔ اس کی وفات کے بعد جہانگیر تخت نشین ہوا۔ اس وقت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک ۴۳ سال تھی۔ جہانگیر کے عہد میں بغاوتیں پھر سے شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ بنگال، قندھار اور دوسرے بڑے علاقے مغلیہ سلطنت کی دسترس سے نکل گئے تھے اور چھوٹی چھوٹی ریاستی حکومتیں قائم تھیں:

☆...... بیدر کا حکمران خاندان مرید شناسی سے تھا۔

☆...... برار میں عماد شاہوں کی حکومت تھی۔

☆......احمد نگر میں نظام شاہی خاندان حکمران تھا۔

☆......گولکنڈہ میں قطب شاہ اور۔

☆......بیجا پور میں عادل شاہوں کا سکہ چلتا تھا۔

بعد میں جہانگیر نے حکمت عملی اور جوان مردی سے بنگال، میواڑ، کانگڑہ، خوردہ، پٹنہ اور کشتواڑ کو تسخیر کرلیا تھا۔ علاوہ ازیں بیرون ہند اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت خلافت عثمانیہ تھی، جو ترقی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کیے ہوئے تھی۔ اس میں یورپ کا بہت بڑا حصہ مصر و شام، عراق و فلسطین اور جزیرہ نمائے عرب شامل تھے۔ البتہ صرف ایران و خراسان میں اس وقت صفوی خاندان حکمران تھا۔ اس سلطنت کا بادشاہ شاہ اسماعیل صفوی (۹۰۵ھ تا ۹۳۰ھ) تھا۔ یہ سلطنت عثمانیہ کی متوازی سلطنت تھی۔ اس سلطنت کا سب سے باعظمت حکمران شاہ عباس (۹۹۵ھ تا ۱۰۳۷ھ) جو تاریخ میں شاہ عباس اعظم سے ملقب ہے، اور جس کو اپنے تعمیری کاموں کی بناء پر اس خاندان کا شاہ جہان کہا جاسکتا ہے، یہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا معاصر تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے عہد جہانگیری میں ہی وفات پائی۔ جہانگیر نے ۱۰۳۷ھ تک ہندوستان میں حکومت کی۔ جہانگیر کے دور میں کانگڑہ کا قلعہ فتح ہوا تھا۔ آخری دور میں جہانگیر نے شعائر اسلام کی ترویج شروع کی، اور آخر دم تک اسلام کی طرف راغب اور خدمت اسلامی پر مامور رہا۔

مفکر اسلام حضرت مجدد الف ثانی کے زمانے کے سماجی اور معاشرتی حالات:۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ اکبر اور جہانگیر کا زمانہ پایا تھا، اس لیے یہاں انہیں کے ادوار کے سماجی و معاشرتی حالات رقم کیے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ ذات پات کی اونچ نیچ اور ذات ونسلوں کے اعتبار سے برہمنوں اور راجپوتوں میں زمین و آسمان کا اختلاف تھا۔ سکھ اس زمانے میں ہندوؤں ہی کا ایک طبقہ خیال کیے جاتے تھے۔ مسلمان اقلیت میں تھے۔ جنوبی ہند کے عیسائی، یہودی آرمینی تعداد میں بہت کم تھے لیکن تجارتی زندگی میں بہت اہمیت رکھتے تھے۔ جین مت اور مجوسیوں کی تعداد ایک فیصد سے بھی کم تھی۔ اکبر کے دربار میں ہندوؤں کا اثر ورسوخ بہت زیادہ تھا۔ اکبر کی والدہ ماجدہ کٹر سنی مسلمان تھیں۔ اس لیے اکبر ابتدائی دور میں اسلام کی طرف راغب رہا تھا۔ لیکن ہندو رانیوں سے شادی اور ہندو امراء

کی وجہ سے ہندو مذہب اور ہندو معاشرے کے قریب ہونا لازمی تھا۔ اس کے علاوہ اکبر مجوسی، عیسائی اور جین مت علماء و رہنماؤں سے تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اور ان کو بحث و مباحثہ میں شریک کیا کرتا تھا۔ علمائے سوء کی نازیبا حرکتوں کی وجہ سے اسلام سے بددل ہو گیا تھا۔ اکبر نے سب سے زیادہ ہندو مذہب سے اثر لیا تھا۔ ہندو مذہب کو سرکاری سطح پر اعانت حاصل ہونے کی وجہ سے ہندو معاشرے کی ترویج و اشاعت قانوناً نافذ ہو گئی تھی۔ اس طرح ہندوستان میں ہندو معاشرے کو فروغ حاصل ہونے لگا تھا۔ اکبر نے سماجی اصلاحات (ہندووانہ) جاری کیں۔

چنانچہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان باہمی شادیاں ہونے لگیں۔ ایک سے زیادہ شادیوں کی قانون شکنی کی گئی۔ کم عمری کی شادی کی ممانعت کی گئی۔ جوان مرد بوڑھی عورتوں سے شادی نہیں کر سکتے تھے۔ جسمانی سزاؤں کے دینے اور جانور کشی کو ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا۔ خصوصاً گائے کا ذبح کرنا جرم تھا۔ جوان عورتیں بے پردہ بازار اور شاہراہوں پر نکلا کرتی تھیں۔ مندروں کی تعمیریں اسی دور میں زیادہ ہوئیں۔ شراب نوشی کی کثرت عوام و خواص سب میں تھی۔

اکبر خود موسیقی کا رسیا تھا۔ اس کے دور میں فن موسیقی کو بھی فروغ ہوا۔ مشہور ہندو موسیقار تان سین اس کا درباری گویا تھا، باز بہادر، رام داس، سورداس اور دوسرے بے مثال گوّیے دربار اکبری سے وابستہ تھے گویا اکبری عہد موسیقی کے لیے شاندار عہد تھا۔

اکبر تعمیرات کا شوقین تھا۔ لیکن اس کی تعمیرات ہندوانہ تہذیب و تمدن کی بھرپور عکاسی کرتی ہیں۔ اس کی تعمیرات میں قلعہ آگرہ، فتح پور سیکری میں رانی جودھیا بائی کا محل، متھرا کا ستی برج، جسے بہاری مل کی بیوی کی یاد میں تعمیر کیا گیا، دہلی میں ہمایوں کا مقبرہ، شیخ سلیم چشتی علیہ الرحمۃ کا مقبرہ (بقول مستشرقین بالکل ہندوانہ طرز کا تھا)، قلعہ آگرہ اور الہ آباد کا چہل ستون شامل ہیں۔ اکبر کو شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ فیضی اور مشہور ہندو شاعر تلسی داس (۱۵۳۲ء۔۱۶۲۳ء) اس کے درباری شعراء تھے۔

اکبر کے عہد میں سنسکرت کی کافی کتابوں کا ترجمہ فارسی میں ہوا۔ جن میں ہندوؤں کی مقدس کتابیں اتھروید، رامائن، مہابھارت، لیلاوتی اور گیتا شامل ہیں۔ اکبر عہد کی مذہبی رواداری کی حکمت عملی کی بناء پر ہندی ادب نے کافی فروغ پایا۔ اکبر نے سکّوں کو معیاری بنایا۔ عمدہ ڈاک کا نظام جاری کیا۔ شعبہ پولیس کی کارگردگی کو بہتر بنانے کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی

پوری مغل سلطنت میں شعبہ افواج بھی قائم کیا گیا۔ اکبر نے عسکری نظام کو بہتر بنانے کے لیے بہترین فوجی اصلاحات نافذ کیں۔ اور نظام منصب داری کو جاری کیا۔ علاج و معالجہ کے لیے بہترین طبیب تھے۔ اس وقت ہندی طریقہ طب ''وید'' کا رواج عام تھا۔ جہانگیر نے سرکاری طور پر شفا خانوں کی تعمیر کروائی تھی۔

مفکر اسلام حضرت مجدد الف ثانی کے زمانے کے معاشی حالات:۔

اکبر کے زمانے میں ہندوستان کے باشندوں کا زیادہ تر پیشہ زراعت تھا۔ صنعت و تجارت بھی ہوتی تھی۔ ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں تجارت زیادہ ہوتی تھی۔ عیسائی، یہودی، آرمینی، پرتگالی اور مجوسی ہندوستان کی آبادی سے ایک فیصد سے بھی کم تھے۔ لیکن تجارتی زندگی میں بہت اہمیت رکھتے تھے۔ کاشتکاری کے بعد انھوں نے زراعت کو چھوڑ کر تجارت کو اپنا پیشہ بنالیا تھا۔

سولہویں صدی سے قبل ہندوستان کے ساحلی علاقوں سے تجارت کا پتا نہیں چلتا بلکہ جہانگیر کی وفات (۱۶۲۷ء) کے بعد شاہجہان کے عہد ۱۶۳۸ء میں سے ہندوستان کی بندرگاہوں اور ساحلی علاقوں سے روئی، تاگا، سوتی کپڑے، نیل، شورہ، ریشم، تمباکو، مرچ اور مصالحہ کی غیر ملکی بحری جہازوں سے باقاعدہ تجارت شروع ہوئی تھی۔ بری راستوں سے بھی ان اشیاء کی تجارت جاری تھی لیکن تجارت کا کاروبار بہت ہی پُر خطر تھا۔ عام لوگ تجارت نہیں کر سکتے تھے۔

تجارت کے لحاظ سے زراعت بہت اہم تھی۔ نیل، روئی، ریشم، سوت اور تمباکو وہ زرعی پیداوار ہیں جن کی تجارتی مانگ زیادہ تھی۔ گجرات میں سوتی کپڑے کی منڈی تھی۔ عہد شاہجہانی میں گجرات اور سورت غیر ملکیوں کے لیے بہت بڑا تجارتی مرکز بن گئے تھے۔ آمدنی کے مرکزی ذرائع مال گزاری، کروڑ، ٹکسال، متروکات اور نذرانے تھے۔

ملکی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ زمین تھی، اور چھوٹے چھوٹے قطعات ایسے مزارعین کاشت کرتے تھے جن کے پاس عموماً سرمایہ نہ تھا۔ مگر مالگزاری کا بڑا حصہ یہی لوگ ادا کرتے تھے۔ پیدائش کی دوسری صورتیں بھی خواہ کان کنی ہو یا چھوٹی صنعت، بہت سے چھوٹے چھوٹے کارخانوں کی شکل میں منظّم تھیں۔

شیر شاہ سوری (م۔ ۱۵۴۵ء) برصغیر میں پہلا مسلمان فرمانروا تھا۔ جس نے مالیہ سے متعلق نئے قواعد و ضوابط بنائے تھے۔ اکبر نے ان کو معمولی ردوبدل کے ساتھ جاری رکھا۔ اکبر نے دوسرے شعبوں

کی طرح مالگزاری کا محکمہ قائم کیا، اور مالگزاری کی اصلاحات نافذ کیں۔ پہلی مرتبہ زمین کی پیائش کی پیائش کے لیے باقائدہ نظام مرتب کیا گیا۔ اس نظام کی تین خصوصیات تھیں:

(۱) زمین کی صحیح پیائش (۲) زمین کی تقسیم (۳) شرح تشخیص

اس طرح زمین کو چار درجوں میں تقسیم کیا گیا:

☆.. پولاج زمین ☆.. پڑوتی زمین ☆.. چاچڑ زمین اور بنجر زمین ☆.. شرح تشخیص

زمین کے پہلے دو درجوں کو مزید تقسیم کیا گیا۔ یہ پیداوار کے لحاظ سے اعلیٰ، درمیانی اور کم تر درجے تھے۔ تینوں درجوں کی پیداوار اور اوسط نکالی جاتی۔ اس اوسط کو زمین کی پیداوار کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس پر کی مقدار کا تعین ہوتا ہے۔ کسانوں کو مالیہ نقد یا جنس کی صورت میں ادا کرنے کی سہولت دی گئی۔ مالیہ کی شرح کل پیداوار کا ایک تہائی مقرر ہوئی۔

مالیہ کے مختلف نظام رائج کیے گئے۔ نظام مالیہ کے تین مختلف طریقے رائج تھے:

☆...... ضبطی نظام ☆...... نظام غلہ بخشا ☆...... نظام نسق

شعبہ مالگزاری کے اہلکاروں کا حکومت کی طرف سے باقاعدہ تقرر کیا جاتا تھا۔ ٹھیکے کی اجازت نہ تھی حکومت کا کاشتکاروں کے ساتھ براہ راست تعلق ہوتا تھا۔ محکمہ مال کا افسر اعلیٰ عامل کہلاتا تھا۔ کارکن، مقدم اور پٹواری وغیرہ اس کی مدد کے لیے موجود ہوتے تھے۔

حکومت قحط سالی کے دنوں کاشت کاروں کو امداد فراہم کرتی اور غریب لوگوں کے لیے تعمیراتی کام کیے جاتے تھے، مالیہ بھی معاف کر دیا جاتا۔ سرکاری اہلکاروں کو مالیہ کے علاوہ کاشت کاروں سے نذرانے وغیرہ کے طور پر کوئی چیز لینے کا حق حاصل نہیں تھا۔ پٹواری کاشت کاروں سے مالیہ وصول کرنے کے لیے باقاعدہ رسید جاری کرتا تھا۔

اکبری مالگزاری کی اصلاحات کی وجہ سے نہایت سودمند اثرات رونما ہوئے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

☆...... کاشت کاروں کو اس سے بہت فائدہ ہوا۔ اب وہ براہ راست سرکاری لگان کی رقم سرکاری خزانے میں جمع کروا سکتے تھے۔ انہیں چودھریوں اور مقدموں کی زیادتیوں سے نجات مل گئی تھی۔

☆...... قحط سالی کے دوران یا فصلوں کے خراب ہونے کی صورت میں مالیہ معاف کر دیا جاتا تھا۔ کاشت کاروں کو امداد بھی دی جاتی۔ وہ آسان قسطوں پر اپنا کام چلانے کے لیے سرکاری خزانے سے قرض بھی لے سکتے تھے۔

☆...... سرکاری خزانوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ لگان کی شرح ۱/۴ کے بجائے ۱/۳ مقرر کی گئی۔ جعلسازی اور دھوکے کا نہایت سختی سے انسداد کیا گیا۔

☆...... زراعت نے بے حد ترقی کی۔ اس طرح مغلیہ سلطنت کے اس دور میں خوراک کی اشیاء بہت سستی ملنے لگیں۔ کسانوں کی خوشحالی کے دور کا آغاز شروع ہوا۔

اکبر کے دور میں ہندوستان کی معاشی حالت بہت مستحکم ہو گئی تھی۔ اکتوبر ۱۶۰۵ء میں جہانگیر جب تخت شاہی پر بیٹھا تو اس نے بارہ احکامات بھی جاری کیے جن کو وہ دستور العمل کہا کرتا تھا۔ ان کے ذریعے بہت سے محصولات کو معاف کر دیا گیا۔ خیراتی ادارے قائم کیے گئے، اور ان خیراتی اداروں کے لیے جاگیروں کی بخشش کا اہتمام کیا گیا تھا۔

مفکر اسلام حضرت مجدد الف ثانی کے زمانے کے مذہبی حالات :۔

اکبر بادشاہ بالکل ان پڑھ تھا۔ ہر مذہب و دین کے علماء کی مجالس منعقد کیا کرتا اور باقاعدہ ان میں شرکت کیا کرتا تھا۔ مختلف مذاہب کے علماء و رہنما اپنے اپنے نظریات اور خیالات کی طرف راغب کرنے لگے۔ ہندو عورتوں سے شادی کرنے کی وجہ سے وہ ہندو مذہب کے قریب ہوتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ابوالفضل (م ۱۰۱۱ھ) اور فیضی (م۔ ۱۰۰۴ھ) جیسے مکار و عیار علماء سُو نے اس کو علماء حق کے خلاف ورغلایا۔ اس کے علاوہ درباری ملاؤں میں باہمی تنازعہ بھی اسلام سے نفرت کا سبب بنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر دین سے متنفر ہو گیا، اور شدت کے ساتھ اسلام کی مخالفت و بغاوت پر اتر آیا۔

مشہور مؤرخ شیخ محمد اکرام نے اپنی کتاب ''رود کوثر'' کے تیسرے ایڈیشن (۱۹۶۴ء) میں اکبر اور اس کے ہم نشین فیضی اور ابوالفضل کی ''مصلحت پسندی'' اور ''ترک شعائر اسلام'' کی پالیسی کو بہت سراہا ہے، اور اس کے برعکس حضرت مجدد الف ثانی کے ''جلالی رنگ'' (نهي عن المنكر) کی تنقید و تنقیص میں دیباچے سے لے کر کئی صفحات میں بڑا زور صرف کیا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مشہور و معروف محقق زمانہ اور دانشور ادیب ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں صاحب نے ''حضرت مجدد اور تحقیقی جائزے'' اور ''باقیات باقی'' (۱۹۹۰ء) میں شیخ اکرام کے اعتراضات اور ان کے تیر و نشتر کو تحقیق کے ساتھ آشکارا کیا اور ان کی ذہنیت کی قلعی کھول دی ہے۔ ''باقیات باقی'' (صفحہ ۳۵) میں رقم طراز ہیں۔

۵۶۴۹

''ان (شیخ اکرام) کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے کدورت تھی''

مقدمہ ''باقیات باقی'' میں شیخ اکرام کی معاندانہ تحریروں سے متعلق ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں: ۔

> ''افسوس کہ انہوں نے نئی نسل کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کرنے میں اپنے جاہ و منصب اور اپنی قابلیت کا غلط استعمال کیا۔ ''

غرض کہ ابو الفضل اور فیضی جیسے ہوس پرست علمائے سُو کی صحبت اور ور غلانے کی وجہ سے اکبر بادشاہ اسلام سے بد دل ہوا، اور کھل کر بغاوت پر اتر آیا۔ اور ایسی ایسی ملحدانہ اور کافرانہ طرز کو جاری کیا جس کی مثال ہندوستان کی مسلم تاریخ میں نہیں ملتی۔

اکبر کی خوشامد میں ملا مُبارک ناگوری (فیضی اور ابو الفضل کے باپ) نے ۹۸۷ھ میں ایک محضر نامہ تیار کیا جن میں یہ فقرے خاص تھے کہ:

> ''بادشاہ ظل اللہ ہے، امام عادل ہے، مجتہد العصر ہے اور کسی کا پابند نہیں۔ ''

ملا عبد القادر بدایونی (م ۱۰۰٦ھ) جو عہد اکبری کے نڈر اور حق پرست مورخ تھے، انہوں نے اس زمانے کے حالات (اکبر ہی کے دربار میں بیٹھ کر) تفصیل سے لکھے ہیں۔ لیکن شیخ اکرام (جنہیں دین اور تصوف سے کوئی تعلق نہیں) نے اپنی کتاب ''رود کوثر'' (تیسرے ایڈیشن) کے کئی صفحات میں فیضی اور ابو الفضل کی حمایت میں بدایونی کی ہر بات، اور پھر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تردید میں اپنا زور صرف کیا ہے۔ شیخ اکرام نے عالم دین اور مشہور مورخ اسلام بدایونی کو ''چالاک بلکہ مکار وکیل استغاثہ کہا ہے'' اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ''فرضی معترضین'' کی ایک جماعت (بغیر حوالہ) تیار کر کے اعتراضات کیے ہیں۔ (صفحہ ۲۵۲)

لیکن صفحہ ۱۱۴ پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

> ''بدایونی کے سوا دوسرے مورخین نے مذہبی تاریخ پر توجہ نہیں دی۔ ''
>
> (صفحہ ۱۱۴۔ رود کوثر۔ تیسرا اڈیشن)

اردو کے مشہور نقاد محمد حسین آزاد ''دربار اکبری'' (۱۹۰۷ء) صفحہ (۵۱۸۔۵۱۹) پر بدایونی اور ان کی تاریخی کتاب ''منتخب التواریخ'' کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''وہ حقیقت میں مذہبی فاضل تھے۔ فقہ، اصول فقہ اور حدیث کو خوب حاصل کیا تھا۔ عشق کی حرارت سے دل گداز تھا۔ تصوف سے طبعی تعلق تھا، علوم عقلی کو پڑھا تھا مگر اس کا شوق نہ تھا............''
>
> ان کی تاریخ اپنے مضمون کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ الماری کے سر پر تاج کی جگہ رکھی جائے سلطنت کے عمومی انقلاب اور جنگی مہمات سے ہر شخص آگاہ ہوسکتا ہے لیکن صاحب سلطنت اور ارکان سلطنت میں سے ہر ایک کے اطوار و اسرار اور نہاں و آشکار سے جس قدر وہ آگاہ تھے دوسرا نہ ہوگا۔''

عہد اکبری کے مشہور بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۵۲ھ) نے ۱۰۲۵ھ کے محررہ ایک مکتوب نمبر ۶۱ میں لکھا ہے:

> ''حکومت وقت، اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔''

محترم پروفیسر محمد اسلم صاحب (استاد تاریخ۔ پنجاب یونیورسٹی) کی فاضلانہ کتاب ''دین الٰہی اور اس کا پس منظر'' (لاہور ۱۹۷۰ء) میں اکبری الحاد کے متعلق لکھتے ہیں:۔

> ''جب اکبر کے حکم سے بدایونی نے ''مہابھارت'' کا ترجمہ فارسی میں کیا تو ابوالفضل نے اس پر ۳۶ صفحات کا مقدمہ لکھا جس میں اکبر کو ''پیشوائے خدا شناساں، مقتدائے ھدٰی اساساں، پردہ برانداز، اسرار غیبی، چہرہ کشائی صورت لاریبی، قاسم ارزاق بندگان الٰہی'' جیسے القاب سے نوازا۔ ''ہادی علی الاطلاق۔ مہدی باستحقاق، خلیفہ آفرینش'' بھی۔ اور اکبر کے خوشامدی لوگ یہ کلمہ پڑھا کرتے تھے:
>
> لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ۔ (نعوذ باللہ!)''

اکبر کو ابوالفضل نے مادرزاد ولی، علم لدنی والا اور بکثرت کرامات والا بھی قرار دیا ہے۔ تناسخ کا قائل، آفتاب پرست، ہندو دیوتاؤں کے جنم دن منانے والا، بھجن گانے والا، کانگڑہ کی دیوی کا درشن کرنے والا، رام اور سیتا کی مورتیں اپنے سکوں پر کندہ کرانے والا، بدھ کو اور دیوالی کے موقع پر گائے

کا درشن کرنے والا بھی تھا۔ بعض برہمنوں نے اکبر کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ ایک بار ان کے خدا نے سور کے روپ میں اوتار لیا تھا، اس لیے اکبر نے اپنے محل کی خواب گاہ کے قریب یہ جانور پال رکھے تھے۔ اور صبح کے وقت جھروکے میں ان کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لیتا تھا۔ ہندوؤں کی پیروی میں سورج کی پوجا کرتا تھا، اور سورج کے ایک ہزار ناموں کا ورد کیا کرتا تھا اور جب یہ ورد پورا کر لیتا تو دوشینہ لوگ سجدے میں گر جاتے۔ جب اکبر کی ماں، پھر رضاعی ماں فوت ہوئیں تو اس نے بھدرا کرایا۔ شیخ مبارک مرا تو فیضی اور ابوالفضل نے بھی بھدرا کرایا۔ سود لینا اور دینا دونوں جائز قرار دیا گیا۔ تعداد ازواج ممنوع ہوا۔ ہندو رانیاں بے پردہ تھیں۔ اس لیے بادشاہ نے حکم دیا کہ مسلمان عورتیں بھی بے پردہ باہر نکلا کریں۔ علماء اور شعائر اسلامی کے نفاذ والے قاضیوں کا تقرر ختم ہوا۔ ابوالفضل نے ''آئین اکبری'' میں پچپن ہندو منصب داروں کا ذکر کیا ہے۔ جو پنج ہزار منصب سے لے کر دو صد ہزاری منصب پر فائز تھے۔ ان کی وجہ سے ہندو نوازی اور مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک شروع ہوئی۔ اور مسجدوں کو مسمار کر کے مندر تعمیر ہونے لگے۔ اکبر نے خود اسیر گڑھ کی مسجد کو منہدم کرنے اور اس کی جگہ مندر تعمیر کرنے کا حکم جاری کیا۔ اکبر نے حکم دیا تھا کہ سب لوگ ماہ رمضان کے دنوں میں اس کے سامنے کھایا پیا کریں، اور پان کا بیڑا منہ میں رکھا کریں۔ اکاوشی کے دن ہندوؤں کا برت ہوتا تھا، تو اس دن نہ کوئی مسلمان روٹی پکا سکتا تھا نہ فروخت کر سکتا تھا۔

اکبر کی صحبتیں جینی لوگوں سے بھی تھیں۔ پارسیوں اور عیسائیوں سے بھی۔ ایک دریدہ دہن پادری علی الاعلان قرآن، اسلام اور حضور انور ﷺ کو برا کہتا، اور آپ ﷺ کی ذات اقدس میں (نعوذ باللہ) دجال کی صفات ثابت کرتا۔ اکبر سنتا لیکن اس کی پیشانی پر بل بھی نہ پڑتا۔ عربی پڑھنا عیب سمجھا جاتا تھا۔ احمد، محمد اور مصطفٰی جیسے نام تبدیل کیے جانے لگے۔ اکبر جب کسی کو گالی دیتا یا برا بھلا کہتا تو فقیہ کہہ کر پکارتا، اور ابوالفضل ہمیشہ مسلمانوں کو ''پیروانِ احمد کیش، کوتاہ بین، گم گشتگاں بیاباں ضلالت، کہا کرتا تھا۔

پورے ہندوستان میں اسلام کے خلاف زہر اُگلا جانے لگا، اور پورا معاشرہ کافرانہ اور ملحدانہ طرز کو اپنانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کی مذہبی حالت بد سے بدتر ہو گئی تھی۔ اس دور میں نماز، روزہ اور دیگر شعائر اسلام کو تقلید یعنی ''عقل'' کے خلاف سمجھا گیا، اور اس عقل نے وہ جوہر دکھائے کہ ابوالفضل کی نگرانی میں محل کے اندر عبادت کے لیے آتش خانہ تیار ہوا۔ نصاریٰ کی طرح ناقوس، صور تثلیث اور ان

کی تقریبیں اکبر کا وظیفہ بن گئیں۔ برہما، مہادیو، بش، کشن، مہامائی وغیرہ کی تعظیم کی جانے لگی۔ آگ، پانی، درخت اور تمام مظاہر فطرت حتیٰ کہ گائے اور اس کے گوبر کی بادشاہ خود پوجا کرتا تھا۔ خنزیر کو خدا کے حصول کا مظہر جانتا۔ گائے کا گوشت حرام، خنزیر اور شیر کا گوشت مباح قرار دیا گیا۔ سود، شراب اور جوا حلال سمجھا گیا۔ حکومت کی سرپرستی میں شراب خانے کھولے گئے۔ داڑھی رکھنے والوں کی درگت بنائی گئی۔ اور درباریوں نے بڑے اہتمام سے داڑھیاں منڈوائیں۔ غسل جنابت فضول سمجھا گیا۔ سولہ سال کے بعد لڑکوں اور چودہ سال سے پہلے لڑکیوں کی شادی ناجائز قرار دی گئی۔ بدکاری کے اڈے قایم کیے گئے۔ ختنہ کرانے کی عمر بارہ سال کے بعد رکھی گئی۔ مُردے کو پانی میں ڈالنے یا درخت سے باندھ دینے کا حکم جاری ہوا۔ قبلہ کی طرف مردہ کے پاؤں رکھے جانے کا حکم دیا گیا۔ اور بادشاہ بھی قبلہ کی طرف پاؤں کر کے سوتا تھا۔ خود کو سجدہ کراتا تھا۔ اسلام کی ضد میں خنزیر اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ کیا گیا۔ اور شاہی محل کے نیچے یہ دونوں جانور زیارت کے لیے رکھے گئے۔ جو قصاب کسی شخص کے ساتھ کھانا کھاتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا۔ اور اگر اس کی بیوی کھاتی تو اس کی بھی انگلیاں تراش دی جاتیں۔ عقیدہ تناسخ پر یقین کیا گیا اور اس کی اشاعت و ترویج کی گئی۔ عربی پڑھنا عیب سمجھا گیا۔ طلائی یا ابریشمی کپڑے پہننا فرض عین قرار دیا گیا۔ قرآن کو مخلوق، وحی کو محال اور عقائد اسلام کو عقل کے خلاف سمجھا گیا۔ بعض شاعروں کی تقلید میں فیضی بھی کتوں کی زبان منہ میں لیا کرتا تھا، اور ان کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ غرور و تکبر اس کے مزاج میں اتنا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین (رضی اللہ عنھم) کی شان میں گستاخیاں کرتا پھرتا تھا۔ عین جنابت کی حالت میں ''تفسیر سواطع الالہام'' لکھتا تھا۔ چنانچہ نزع کے وقت کتے کی طرح بھونکتا تھا۔

اس دور میں وہ علماء جو راسخ العقیدہ اور حق پر تھے ان کو ناقابل ذکر سختیاں اور اذیتیں پہنچائی گئیں۔ چنانچہ بہت سے علمائے حق کو قتل کرایا گیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خسر شیخ سلطان کو بھی قتل کرایا گیا۔ جائیدادیں ضبط کی گئیں، بہت سے علماء حق جو ان حالات کا مقابلہ نہ کر سکے، وہ تارک وطن ہو کر دوسرے ملک میں مقیم ہو گئے۔ بعض علماء حق جو ان حالات کا سامنا کرنے سے قاصر رہے۔ وہ مصلحت پسندی کی وجہ سے گمنامی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گئے۔ عہد مجددی کے عظیم بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۵۲ھ) بھی ان حالات سے دل برداشتہ ہو کر گو

شہ نشین ہو گئے تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۲۵ھ کے مکتوب نمبر ۶۲ میں تحریر فرمایا ہے:۔

> ''یہ فقیر اس شہر (دہلی) میں گمنامی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اول تو لوگ مجھے جانتے نہیں، اور جو جانتے ہیں وہ اچھا نہیں سمجھتے۔''

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں شعائر اسلامی کو مٹانے کی بھرپور کوششیں کی گئیں۔ کفار کے رسوم اور ان کے مذاہب باطلہ رائج کیے گئے۔ حتیٰ کہ کفار ہند کے احکام شائع کیے گئے، اورلمن کو اصلی زبان (سنسکرت) سے فارسی میں منتقل کیا گیا تا کہ اسلام کے سارے آثار مٹا دیے جائیں۔ یہ دور غربت اسلامی کا دور تھا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خان اعظم (مرزا کوکہ) (م۔ ۱۰۳۲ھ) کو مکتوب میں انہیں لکھا ہے:۔

> ''اسلام کی غربت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کفار کھلم کھلا اسلام پر طعن اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں، اور بے خوف ہو کر ہر کوچہ و بازار میں کفر کے احکام جاری کرتے ہیں۔ لیکن مسلمان، اسلام کے احکام جاری کرنے سے رکے ہوئے ہیں۔ اور شرائع کے بجالانے میں مذموم و مطعون ہیں.........''

مفکر اسلام کے تجدیدی و علمی کارنامے

مفکر اسلام کی اصلاح مسلم امۃ کے لیے خدمات خصوصی میدان: (تجدید و احیاء دین)

ہندوستان میں جب بادشاہ و امراء وغیرہ دین کی مخالفت پر اتر آئے اور اسلام اور شریعت محمدی ﷺ کی کُھلم کھلا توہین ہونے لگی، شعائر اسلام کو مٹانے کے لیے بڑی شد و مد سے کوششیں تیز ہونے لگیں، اور کفار کی تہذیب اور رسم و رواج کی ترویج و اشاعت کو فروغ ہونے لگا تو اس بات کا خطرہ ہو گیا تھا کہ اگر بروقت خلاف اسلام اقدامات کو نہ روکا گیا، اسلام اور شریعت محمدی ﷺ کا نفاذ نہ ہوا تو ہندوستان بلکہ اس کے اطراف میں بھی اسلام کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس نازک دور میں اگر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بھی اور بزرگوں کی طرح ہندوستان سے ہجرت یا گمنامی کی زندگی اختیار فرما لیتے تو یقیناً ہندوستان کے خستہ حال مسلمان بھی ہندو ہو جاتے، بلکہ پاک و ہند کے مسلمان مندروں

کے پنجاری ہوتے۔ آج یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ ہندو پاک میں بھی مساجد و مدارس قایم ہیں یہ سب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں اور کارناموں کے مرہون منت ہیں۔ ورنہ اسی وقت ہندوستان کی تمام مساجد و مدارس و خانقاہوں کو ختم کر دیا جاتا، اور ہندوستان (پاک و ہند) سے اسلام کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا۔ (اس کی ایک زندہ مثال بابری مسجد کی شہادت ہے)

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ شروع جوانی ہی سے دین کا درد رکھتے تھے، اور بنفس نفیس آگرہ جا کر ابوالفضل (وزیر اعظم) سے مناظرہ کرنے کی جرات رکھتے تھے۔ آپ نے عین نوجوانی سے دفاع اسلام اور تجدید دین کا کام شروع فرما دیا تھا، اور اس دور کے کئی فتنوں کے خلاف نبرد آزمائی کی۔ وہ لوگ جو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بغض رکھتے ہیں، اور (قرآن پاک میں ان کے مقامات عالیہ کی صراحت کے باوجود) ان کی شان میں گستاخی کرنا اپنا دین سمجھتے ہیں، ان کے خلاف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ''رسالہ رد روافض'' لکھا۔ اور ابوالفضل نے جو نبوت کے منافی اثرات اکبر پر ڈال رکھے تھے اس کے خلاف عربی رسالہ ''اثبات النبوۃ'' لکھا، جس میں اس زمانے کے مختلف فتنوں کا ذکر بھی ہے۔ جس میں اس زمانے کے مختلف فتنوں کا ذکر بھی ہے۔ حضرت مجدد نے تمام حالات کا بغور جائزہ لیا اور آپکی نظر فراست کی بدولت احیاء دین کے لیے اپنی مجددانہ عزیمت اور مجاہدانہ جد و جہد کے اوصاف کے ساتھ اپنے آپ کو تیار کیا۔ اس مجدد دین و ملت نے حد سے زیادہ بگڑے ہوئے حالات کو سدھارنے کے لیے کسی مادی طاقت کا سہارا نہیں لیا بلکہ اعلیٰ تدابیر سے اصلاح کا بیڑا تن تنہا اٹھایا۔ آپ نے اصلاح کے لیے سب سے پہلے ادشاہ و عمائدین و ارا کین سلطنت کو ہدف بنایا۔ بعد میں علماء سو اور اہل بدعات کے خلاف جہاد اور ان کی اصلاح کی طرف رخ فرمایا۔ دراصل آپ کے نزدیک بادشاہ وقت کی اصلاح سب سے پہلے مقدم تھی۔ آپ نہ ہی سلطنت کے طالب تھے، اور نہ ہی ارا کین و عمائدین سلطنت کی تبدیلی چاہتے تھے اس لیے آپ نے انقلاب سلطنت کے بجائے نظریات سلطنت کی تبدیلی کو ہی مفید جانا۔ بادشاہ وقت کی اصلاح نہایت ضروری تھی، تا کہ عوام پر اس کے اثرات مرتب ہوں۔ نظریہ اصلاح سے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں:

> ''بادشاہ کو عالم (جہاں) کے ساتھ وہی نسبت ہے جو دل کو جسم کے ساتھ ہے۔ اگر دل درست ہو تو بدن درست رہتا ہے۔ اگر دل میں

بگاڑ ہو جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ لہٰذا بادشاہ کی درستی میں ہی سارے عالم کی درستی ہے، اور اس کی خرابی میں سارے عالم کی خرابی ہے۔" (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۴۷)

لہٰذا اس نظریہ اصلاح کے تحت بادشاہ کی اصلاح ضروری تھی، اور بادشاہ کی اصلاح کے لیے اراکین وعمائدین سلطنت کی اصلاح ضروری تھی۔

چنانچہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کار کی ترتیب اس طرح تھی:

۱......غیر سرکاری سنجیدہ طبقے کی اصلاح

۲......ارکان سلطنت کی اصلاح

۳......بادشاہ کی اصلاح

۴......علماءِ سُوء کے خلاف جہاد

۵......اہل بدعت اور جاہل صوفیوں کی اصلاح

۶......دوقومی نظریہ

(۱) غیر سرکاری سنجیدہ طبقے کی اصلاح:

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ ہر خاص وعام کی انفرادی اصلاح نفس اور تصفیہ باطن پر زیادہ توجہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نظر کیمیا اثر اور صحبت بابرکت میں وہ تاثیر رکھی تھی کہ جو شخص بھی آپ سے تعلق قائم کر لیتا، آپ توجہات باطنی سے اس کا تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب فرما کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پیدا فرما دیتے تھے۔ اس طرح آپ نے خالص اللہ والوں کی جماعت تیار فرمائی۔ جہانگیر بادشاہ "تزک جہانگیری" میں خود لکھتا ہے:

"اس شخص کی جگہ جگہ کوچے کوچے دکانیں کھل گئیں۔"

یہ دکانیں ذکر اللہ کے حلقے تھے تاکہ عوام وخواص کے دلوں میں خالص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت جاگزیں ہو جائے۔ غرض کہ روحانی فیوض وبرکات جو آپ نے اولیاء اللہ سے حاصل کیے تھے، ہندوستان میں دریا کی طرح بہانا شروع کر دیے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام خواص اور امراء تک پہنچانا چاہتے تھے تاکہ ان کے اثر ورسوخ سے بادشاہ وقت کو

دین اسلام کی حقیقت اور اہمیت کی طرف رجوع کیا جا سکے۔ اس مقصد کے لیے آپ نے اس وقت کے رؤسا اور غیر سرکاری سنجیدہ طبقے کو احساس ذمہ داری اور اصلاح احوال کی طرف توجہ دلائی۔ ان سے بالواسطہ اور بلا واسطہ رابطہ قائم کیا تا کہ ان کے ذریعے دیگر اراکین سلطنت و بادشاہ وقت پر اثرات مرتب ہوں۔ شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۵ھ) جو رکن دولت اور اکبر کے زمانے میں میر بخشی تھے۔ جہانگیر نے اپنے دور حکومت میں بھی شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے منصب پر قائم رکھا، اور ان کی خدمات و علمی استعداد کی وجہ سے جہانگیر بھی ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی مغلیہ خاندان میں بڑا اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف وقتاً فوقتاً مکتوبات صادر فرماتے رہتے تھے۔ آپ کی خصوصی توجہ اور خاص تعلق کی وجہ سے شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کم وقت میں ولایت کے اعلیٰ مقامات حاصل کر لیے تھے۔ ان کے ذریعے بھی جہانگیر کی اصلاح کی کوششیں فرماتے رہتے۔ ایک مکتوب میں شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرح تلقین فرماتے ہیں:

> ’’گزشتہ زمانے میں کفار غلبہ پا کر دار الاسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے تھے، اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے عاجز تھے۔ اگر جاری کرتے تو قتل کر دیے جاتے تھے...... آج جبکہ دولت اسلامی کی ترقی (موانعات اسلام کا زوال) اور بادشاہ اسلام کی تخت نشینی، خاص و عام کے کانوں تک پہنچا رہی ہے، تو اہل اسلام نے اپنے اوپر لازم جانا کہ بادشاہ کے مددگار و معاون ہوں، اور شریعت کی ترویج اور مذہب کو تقویت دینے میں اس کی رہنمائی کرے۔ خواہ یہ امداد و تقویت، زبان سے میسر ہو یا ہاتھوں سے، جس قسم کی بھی امداد مطلوب ہو اس سے دریغ نہ کریں۔ سب سے بڑھ کر کتاب و سنت اور اجماع امت کے طریق پر شرعی مسائل کو بیان کرنا اور عقائد اسلامیہ کو ظاہر کرنا ہے۔ تا کہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان میں آ کر بادشاہ کو راستے سے نہ بہکائے اور کام خراب نہ

> کردے ......گزشتہ زمانے میں جو بلا اسلام پر آئی وہ اسی جماعت (علماءِ سُوء) کی کم بختی کے باعث تھی......''
>
> (مکتوبات شریف، جلداول، مکتوب نمبر ۴۷)

ان کے علاوہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہم اور بااثر ترین شخصیات جن کے رابطے بالواسطہ یا بلاواسطہ اراکین سلطنت و عمائدین سے تھے، ان کو بھی ظاہری و باطنی کمالات اور روحانی مراتب کے درجات پر فائز فرمایا۔ ان کے ذریعے بھی تبلیغ دین کا کام لیا۔ ان برگزیدہ ہستیوں میں مرزا حسام الدین، میر محمد نعمان، خواجہ ہاشم کشمی، مولانا بدرالدین سرہندی، شیخ بدیع الدین سرہندی، مولانا محمد صدیق بدخشی، خوجہ محمد اشرف کابلی، شیخ محمد طاہر لاہوری، ملا طاہر بدخشی، اور مولانا صالح بدخشی کولابی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین قابل ذکر ہیں۔

(۲) ارکان سلطنت کی اصلاح:

شہنشاہ جہانگیر (م۔ ۱۰۳۷ھ) کی سلطنت کے جتنے ممتاز اراکین سنی المذہب تھے، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اثر و رسوخ سے ان کی اصلاح فرمائی، اور سب کو اپنا حلقہ بگوش کرلیا تھا۔ اراکین سلطنت کی اصلاح و تبلیغ کے لیے آپ نے مکتوبات کا راستہ اپنایا تھا۔ جن اہم اراکین سلطنت کو دین اسلام کا سچا خادم بنایا، ان میں خان اعظم (مرزا کوکہ) (م۔ ۱۰۳۳ھ)، عبدالرحیم خان خاناں (م۔ ۱۰۲۶ھ)، خان جہاں (م۔ ۱۰۴۰ھ)، خواجہ جہاں (م۔ ۱۰۲۹ھ)، میرزا داراب (م۔ ۱۰۳۴ھ) اور قلیچ خان (م۔ ۱۰۲۳ھ) وغیرہ شامل تھے۔

یہ تمام حضرات سلطنت و دولت جہانگیر کے عمائدین تھے بالخصوص عبدالرحیم خان خاناں (م۔ ۱۰۲۶ھ) (خلف الرشید بیرم خاں خانخاناں) عہد اکبری سے اتنے ترقی یافتہ تھے کہ گویا آدھی سلطنت کے مالک تھے۔ جہانگیر نے اپنی ''توزک جہانگیری'' میں ان کی تعریف میں بہت اچھے الفاظ لکھے ہیں۔ خان اعظم (مرزا کوکہ) (م۔ ۱۰۳۳ھ) جو اکبر بادشاہ کے ہم عصر اور رضاعی بھائی تھے، اکبر اور جہانگیر نے ان کی قدر دانی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مکاتیب ان کی طرف صادر فرمائے، اور ان کو بھی خدمت اسلامی اور تبلیغ دین کی طرف راغب کیا۔ مفتی صدر جہان (م۔ ۱۰۲۷ھ) کو جہانگیر بہت مانتا تھا، اور ان کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔ یہ جہانگیر

کے بچپن میں نگران تعلیم بھی رہے تھے۔ جہانگیر نے اپنے عہد میں بھی ان کو بدستور منصب قاضی القضاء (chief Justice) پر فائز رکھا اوران کو اختیارات سلطنت بھی سونپ دیے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ان کو بھی مکاتیب کے ذریعے برابر اسلام کی خدمت اور دعوت تبلیغ کی تلقین فرماتے رہے۔ ان کا بھی خاطر خواہ اثر جہانگیر پر پڑا۔ رفتہ رفتہ جہانگیر بھی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و بزرگی کا قائل ہوتا گیا، اوراسلام کی رغبت اس کے دل میں پیدا ہوتی گئی۔ ایک مکتوب میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ مفتی صدر جہاں (م ۱۰۲۷ھ) سے اس طرح فرمایا ہے۔

> ''احکام شرعیہ جاری کرنے اور ملت حضرت محمد مصطفیٰ علی الصاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے دشمنوں کی ذلت وخواری کی خبریں سن کر غمزدہ مسلمانوں کے دل کو فرحت اور روح کو تازگی حاصل ہوئی...... سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام (جہانگیر) اسلامی استعداد کی خوبی حاصل ہوجانے کی وجہ سے علماء کا خواہاں ہے۔ **الحمدللہ سبحان، علیٰ ذالک**''۳۲

ڈاکٹر سید اطہر عباس رضوی نے اپنی کتاب:

Muslim Revolvist Movements in Northern India in the 16th and 17th Centuries (آگرہ یونیورسٹی۔ ۱۹۶۶ء)

میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی اراکین سلطنت و امراء کو دین اسلام کی ترغیب وتبلیغ کی کوششوں اور غیر مسلم تحریکوں کے خلاف جارحیت کو ''راسخ العقیدگی کی تجدید'' اور ''فرقہ وارانہ'' کوشش قرار دینے کی کوشش کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ''انھوں نے راسخ العقیدگی کی تجدید کے لیے امراء کو آلہ کار بنانے کی کوشش کی اور...... فرقہ وارانہ جذبات سے اپیل کی۔''

پروفیسر شبیر احمد غوری صاحب (رجسٹرار امتحانات عربی وفارسی۔ اتر پردیش) نے ماہنامہ معارف علیگڑھ ۱۹۶۶ء کے شمارہ مئی کے (صفحہ ۳۲۵ تا ۳۵۱) پر اطہر عباس رضوی صاحب کی کتاب پر مدلل شواہد وثبوت کے ساتھ بے بنیاد اعتراضات کو رفع کیا ہے۔ اور انھوں نے اطہر عباس رضوی صاحب کی معاندانہ اور ہندووانہ ذہنیت کو آشکارا کیا ہے۔ رضوی صاحب کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر

شبیر احمد خاں غوری صاحب لکھتے ہیں:

> ''کتاب کے مطالعہ کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا مقصد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تنقیص اور مذمت ہے۔ اس کے لیے یہ غیر ضروری اور گمراہ کن تمہیدیں بڑھائی گئی ہیں۔ مصنف کے چھپے ہوئے ناپاک عزائم چھٹے باب میں بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ تنقید کو تنقید کی حد تک رکھنا چاہیے، اسے تبرّا نہیں بنا دینا چاہیے...... یہ صحیح ہے کہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے استیصال بدعات اور غیر اسلامی رسوم سے احتراز واجتناب پر زور دیا، اور مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کوشش مفاد پرست طبقہ کو کبھی ایک آنکھ نہیں بھائی۔''

(۳) بادشاہ کی اصلاح:

صحیح العقیدہ اراکین سلطنت کے علاوہ بعض امراء رافضی اور بے دین ہونے کے سبب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف ہی رہے۔ ان کی وجہ سے آپ کو ابتدا میں بعض دشواریاں بھی اٹھانی پڑیں، بعض اہل علم جو آپ کو اور آپ کے نصب العین کو نہ سمجھ سکے، انھوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو نشانہ تنقید بنایا۔ آپ نے کسی کی پروا نہیں کی۔ بعض چالاک وعیار درباریوں نے جہانگیر کو ورغلایا تھا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو سجدۂ تعظیمی پر مجبور کیا جائے۔ لیکن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے سجدۂ تعظیمی تو کیا سجدۂ تحیت بھی نہیں کیا۔ آپ کو جہانگیر نے گوالیار کے قلعے میں قید کرا دیا۔ آپ نے گوالیار کے قلعہ میں تمام غیر مسلم قیدیوں کو تبلیغ فرمائی، اور ان کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اور سینکڑوں کو بیشک ارادت سے سرفراز فرما کر درجات ولایت پر پہنچایا۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن اینڈ ا تھکس (Encyclopaedia of Relegion and Ethics) کی جلد ۸، صفحہ ۷۴۸ پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات اور قید سے متعلق اس طرح لکھا ہے:۔

> ''ہندستان میں سترہویں صدی میں ایک عالم جن کا نام شیخ احمد مجدد رحمۃ اللہ علیہ تھا ناحق قید کر دیے گئے تھے۔ ان کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے قید خانہ کے ساتھیوں میں سے کئی سو بت پرستوں کو مسلمان بنایا۔''

آپ یکم رجب ۱۰۲۸ھ بروز جمعہ قید ہوئے اور ۱۱ رجب ۱۰۲۹ھ بروز جمعہ کو رہا ہوئے۔ آپ قلعہ گوالیار میں تقریباً ایک سال قید رہے۔ جہانگیر آپ کی برابر خبر رکھتا تھا۔ قلعہ گوالیار کے خطرناک مجرموں کو مشرف بہ اسلام اور کامل اصلاح کی خبر سے جہانگیر بہت متاثر ہوا۔ قید کے دوران اراکین وعمائدین سلطنت جو آپ کے معتقد تھے، ان کو اور اپنے تمام متعلقین ومتوسلین کو آپ نے مکتوبات کے ذریعے منع فرمادیا تھا کہ بادشاہ کو کچھ نہ کہا جائے، بلکہ اس کے لیے دعائے خیر کی جائے۔ حالانکہ اراکین وعمائدین انقلاب سلطنت لاسکتے تھے۔ آپ برابر ان کو یہی تلقین فرماتے تھے کہ ”بادشاہ کو اسلام کی طرف راغب کرو، اور اس کے ساتھ خیر خواہی کرتے رہو“۔ اس کے علاوہ جہانگیر، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے اراکین وعمائدین کی تبلیغ سے بہت متاثر ہوا، اور قلعہ گوالیار کے قیدیوں میں حیرت انگیز تبدیلی کا معلوم کر کے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و بزرگی کا دل سے معترف ہوا۔ جہانگیر اپنے فعل پر نادم ہوا، اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو اپنے پاس طلب کر کے بہت زیادہ اکرام واحترام کیا، اور بہت کچھ معذرت کی۔ جہانگیر آپ سے اس قدر محبت کرنے لگا کہ کسی وقت بھی جدائی گوارا نہ کرتا، اور شہزادہ خرم (شاہجہان) کو آپ کے حلقۂ مریدان میں داخل کیا۔ جہانگیر نے ایک عرصے تک شاہی لشکر میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا۔ یہی موقع تھا جب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی توجہات سے جہانگیر کو نوازا، اور اس کی اصلاح فرمائی۔ ہندوستان کا ظالم و جابر بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا خادم اور عقیدت مند بن گیا تھا۔ جبکہ شاہ جہاں (م۔ ۱۰۶۸ھ) اور اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۱۸ھ) بھی خاندان مجددیہ سے سے فیضیاب ہوئے۔

جب آپ کی صحبت بابرکت سے بادشاہ جہانگیر صحیح معنوں میں خادم اسلام بنا تو اس نے شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۲۵ھ) جو آپ کے خاص مرید تھے ان کو حکم صادر فرمایا کہ:

> ”دربار کے چار دیندار عالم مہیا کیے جائیں جو مسائل شرعیہ بتایا کریں
> تاکہ کوئی کام خلاف شرع نہ ہو سکے۔“ (تذکرہ مجدد الف ثانی)

(۴) علماءِ سُوء کے خلاف جہاد:

علماءِ سُوء نے گمراہی کے دو بڑے دروازے کھول رکھے تھے:

۱......ایک نااہلیت اور ناخدا ترسی کے باوجود اجتہاد کا دعوی، اور نصوص کتاب وسنت میں معنوی

تحریف کر کے نت نئے عقائد و خیالات کا اختراع، اور پھر خدا اور رسول ﷺ اور قرآن و حدیث کے مقدس ناموں سے ان کی ترویج و اشاعت۔

ابوالفضل (م ۱۰۱۱ھ) اور فیضی (م ۱۰۰۴ھ) نے سب سے پہلے اکبر (م ۱۰۱۴ھ) کو اسی راہ پر ڈالا تھا، اور خود ان کی گمراہی کا پہلا زینہ بھی یہی تھے۔ جیسا کہ پہلے تفصیل سے عرض کیا جا چکا ہے۔

۲...... دوسرے بدعت حسنہ کے نام سے نئی نئی ایجادیں۔

جو بلائیں علماءِ سُوء کی طرف سے دین پر نازل ہوئی تھیں، اکثر انھیں دروازوں سے آئی تھیں۔ اس لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان تباہ کن اصولوں کے خلاف علمی و عملی جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ کو مجدد الف رحمۃ اللہ علیہ (ہزار سال کا مجدد) بنا کر بھیجا تھا، اسی لیے آپ اپنے رسائل اور مکتوبات شریف میں ان علماءِ سُو اور ان کے لادینی افکار و خیالات کی نشاندہی فرماتے رہے۔ مکتوبات شریف میں مذکورہ بالا چیزوں کے خلاف جس قدر مواد موجود ہے، اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

ان علماءِ سُو نے فلسفہ اور کتب کفار کی روشنی میں باطل عقائد و نظریات کو ایجاد کیا، اور ''دین اکبری'' کے ذریعے کفر و الحاد کی پرچار شروع کر دی۔ تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان علماءِ سُو سے علمی مناظرہ کیا، اور ان کے عقائد باطلہ کے رد میں ''رسالہ اثبات النبوۃ'' اور رسالہ ''تہلیلیہ'' تحریر فرمائے، اور ان رسالوں کے ذریعے عقائد اسلام کا دفاع کیا اور ان علماءِ سُوء کے ناپاک عزائم کو علمی و عملی کاوشوں کے ذریعے خاک میں ملا دیا۔

(۵) جاہل صوفیوں کی اصلاح:

دینی رخنوں اور مذہبی فتنوں کا تیسرا سرچشمہ ''جاہل و کج رو صوفیوں'' کا گروہ تھا۔ اس گروہ نے اسلام کو جس قدر مسخ کیا تھا اس کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کے سامنے اس ''غیر اسلامی تصوف'' کی پوری تاریخ ہو۔ اکبر بادشاہ کو گمراہ کرنے میں اس گروہ کا بھی بہت بڑا حصہ تھا۔ ان لوگوں کی سب سے بڑی گمراہی اتحاد و حلول کا وہ عقیدہ تھا جس کی بنیاد ''وحدۃ الوجود'' کے نظریہ پر رکھی گئی تھی۔ وحدۃ الوجود دراصل کشفی اور وجدانی کیفیت کا نام ہے، جو شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۳۸ھ) نے پیش کیا تھا۔ لیکن جاہل صوفیوں نے اس کی ترویج اور اشاعت اس طرح کی کہ کفر و الحاد کے دروازے کھل گئے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جاہل صوفیوں کے نزدیک شریعت کو ناقابل اعتناء اور ظاہری

رسومات قرار دیا گیا۔ نادان اور سادہ لوح صوفی اپنے آپ کو شریعت اسلام سے آزاد سمجھنے لگا۔ قرآن وحدیث کے احکامات کو غیر اہم جان کر طریقت اور کیفیات وواردات کو ہی سب کچھ مان لیا گیا۔ آپ نے نظریہ وحدۃ الوجود کی اصل حقیقت کو واضح کیا۔ وحدۃ الوجود کا خلاصہ یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) آپ نے نظریہ وحدۃ الوجود کی تصحیح فرما کر وحدۃ الشہود کا نظریہ پیش کیا۔ نظریہ وحدۃ الشہود کا خلاصہ یہ ہے کہ:

> ''کائنات کی ہر شے خدا کی صفات کا مظہر ہے نہ کہ عین ذات خدا۔ یعنی کائنات کی ہر شے خدا کے وجود کی دلیل ہے، اور اس کی صفات کا مظہر ہے۔ پوری کائنات اس کی مخلوق ہے، اور عدم سے وجود میں آئی ہے۔ لیکن خدا کی ذات قدیم وازلی وابدی ہے۔ کسی بھی مخلوق میں خدا کی ذات کا وجود ماننا کفر والحاد ہے۔''

نظریہ وحدۃ الوجود کی وجہ سے اتحاد وحلول کا عقیدہ اسلام کا جز بن گیا تھا، اور اس طرح ہندوں کو بھی بہت تقویت ملی۔ آپ نے بلا خوف لومۃ لائم اس کو الحاد وزندقہ قرار دیا، اور اعلانیہ بھرپور تردید فرمائی۔

آپ نے شریعت محمدی کی بالادستی اور نفاذ کے لیے انتہائی کوششیں فرمائیں۔ جاہل صوفیوں اور ان کے اعتقادات وخیالات فاسدہ کی بیخ کنی فرمائی۔ مکتوبات شریف کے ذریعے اس دور کے علماء وفضلاء کو باخبر کیا۔ اور علمی وعملی جہاد کے لیے آمادہ کیا اور الحاد وزندقہ کا قلع قمع کیا۔

اس کے علاوہ ایک گروہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ''خدا کی عبادت صرف اس وقت ضروری ہے جب تک معرفت الٰہی حاصل نہ ہو۔ حصول معرفت کے بعد عبادت کی حاجت نہیں''۔ آپ نے اس عقیدے کی بھی پُرزور تردید فرمائی۔ رسائل ومکتوبات کے ذریعے عقائد اسلام اور غرض وغایت دین کو واضح کیا۔ اس گروہ کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جاہل صوفیوں کے ایک گروہ کا یہ بھی خیال تھا کہ صرف باطن درست ہونا چاہیے، اعمال ظاہر یعنی نماز، روزہ وغیرہ کی اللہ والوں کو کوئی ضرورت نہیں۔ آپ نے اس باطل گروہ کے خلاف علمی وعملی جہاد کیا۔ غرض کہ برصغیر میں جتنے جاہل صوفیوں کے گروہ تھے آپ نے تمام گمراہ کن عقیدوں کے راستے بند کر دیے۔

دوقومی نظریہ:۔

برصغیر پاک وہند میں سب سے پہلے "دوقومی نظریہ" کی بنیاد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ آپ سے پہلے جتنے بھی علماء اور مجتہد تشریف لائے، انہوں نے کھل کر ہندوؤں کی تہذیب وتمدن سے بے زاری اور نفرت کا اظہار نہیں کیا۔ آپ نے ہندوؤں کی تہذیب اور رسم ورواج کو مسلمانوں کے لیے زہر قاتل قرار دیا۔ ان کے مذہب اور پوجا پاٹ کے خلاف برملا نفرت اور بے زاری کا اظہار فرمایا۔ آپ نے اسلامی تشخص اور شعائر اسلام کی ترویج و اشاعت اور بقاء کی خاطر ہندوؤں کی تہذیب اور کفار کے رسم ورواج سے کامل طور پر بیزاری اور علیحدگی کا باقاعدہ برملا اعلان فرمایا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام آپ ہی کے نظریے کے مرہون منت ہیں۔

خدمات اور افکار واصلاحات کے اثرات:۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد باللسان اور جہاد بالقلم کے ذریعے جہانگیر کی اصلاح فرمائی، اور اس جیسے مطلق العنان اور ضدی بادشاہ ہند کو دین اسلام کی طرف راغب کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۱۷۶ھ) نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کے اثرات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

> "اگر ان (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین) اکابر علمائے کرام وصلحائے عظام نے ایسے نازک اور کٹھن وقت میں تصانیف ووعظ ونصائح وغیرہ سے دین کی خدمت کی، اور ان کی صحبت سے بھی لوگ مستفید اور مستفیض ہوتے رہے۔ لیکن ایسا شخص جو حکومت کی کایا پلٹ دے، اور عزیمت پر عمل کرتے ہوئے حکومت کے سامنے سینہ سپر ہو جائے، اور اپنے تقوی و ورع و مقاومت بالصبر کے خاموش اسلحہ سے حکومت وقت کو شریعت اسلامیہ کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دے، وہ حضرت مجدد قدس سرہ السامی کی ذات گرامی تھی۔"

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا یہ ایک عظیم کارنامہ ہے کہ مغلیہ سلطنت کے ظالم و جابر بادشاہ جہانگیر کی اصلاح فرمائی، جو دین اسلام سے مکمل طور پر متنفر ہو چکا تھا۔ اس کی اصلاح کے بعد برصغیر میں اسی

بادشاہ کے ذریعے عملی طور سے دین کو نافذ کرایا۔ چنانچہ اکبر اور جہانگیر نے مل کر جن مسجدوں کو مسمار کرایا تھا، ان تمام مسجدوں کی تعمیر کرائی۔ اور شعائر اسلام کے وہ آثار جو انہوں نے مٹائے تھے، از سر نو جاری کرائے۔ گائے کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا۔ خود حضرت مجدد الف ثانی نے جہانگیر کی معیت میں گائے کو ذبح کیا اور کباب بنوا کر کھائے۔ بادشاہ کے محل کے قریب ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اس میں بادشاہ نے امراء سمیت آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔ سجدۂ تعظیمی ہمیشہ کے لیے موقوف کر دیا گیا۔ گائے کا گوشت پورے ہندوستان کے علاقوں میں آزادی کے ساتھ فروخت ہونے لگا۔ شہر بہ شہر محتسب اور شرعی مفتی اور قاضی مقرر ہوئے، کفار پر جزیہ مقرر ہوا، بدکاری کے اڈے یکسر ختم کرائے گئے۔ سور اور کتے کو غلیظ اور ناپاک قرار دیا گیا۔ شراب خانے فوری ختم کرائے گئے۔ سود اور جوا ختم کرایا گیا۔ تمام خلاف شرع قانون منسوخ کر دیے گئے۔ تمام بدعات اور جاہلانہ رسومات بالکل مٹا دی گئیں۔ نہ صرف یہ بلکہ بادشاہ آپ کے دست مبارک پر تائب ہوا۔ اپنی بدکرداری پر نہایت شرمندہ ہوا۔ شہنشاہ جہانگیر نے دو مرتبہ کشمیر جاتے ہوئے سرہند شریف میں قیام کیا۔ وہی بادشاہ جو اپنے غرور اور مستی کے عالم میں اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا، اور سجدۂ تعظیمی کے جواز کے فتوے تلاش کیا کرتا تھا، وہی بادشاہ ہر روز آپ سے مغفرت کی دعا کے لیے التجا کیا کرتا تھا۔

جہانگیر اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہ کہتا تھا کہ:

> ''میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے نجات کی امید ہو، البتہ میرے پاس ایک دستاویز ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کردوں گا۔ وہ دستاویز یہ ہے کہ ایک دن مجھ سے شیخ احمد سرہندی نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو جنت میں لے جائے گا تو تیرے بغیر نہ جائیں گے۔''

شہنشاہ جہانگیر کے حلقہ بگوش ہونے اور اسلام کی طرف راغب ہونے کا اتنا اثر ہوا کہ جہانگیر کی اولاد اور دیگر امراء بھی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد ہو گئے، اور ان کے دربار عالیہ سے منسلک ہو گئے۔ جہانگیر کی اولاد میں اسلام کا جو رنگ چڑھا وہ صرف اور صرف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا چشمہ فیض تھا۔ چنانچہ شاہ جہان نے سکے پر کلمہ طیبہ کی مُہر جاری کی۔ تین لاکھ مسجدیں اور ایک لاکھ مدرسے تعمیر کرائے۔ علماء وفقراء کے وظائف مقرر کیے۔ اور دین اسلام کی ترویج کے لیے بہت کوشش کی۔

اس کے بعد اورنگزیب عالمگیر (م۔ ۱۱۱۸ھ) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۷۹ھ) سے فیض یاب ہوا اور ولایت کے اعلیٰ مقامات حاصل کیے۔ اور حضرت مجدد کے پوتے حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۹۶ھ) سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمۃ حافظ قرآن اور عالم باعمل بنا۔ یہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ہی فیض تھا کہ اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمۃ نے فقہ حنفی کی عظیم کتاب ''فتاوٰی عالمگیری'' لکھوائی۔ دینی مدارس قائم کیے، سلاطین مغلیہ میں شاہ جہان اور اورنگزیب عالمگیر نے شعائرِ اسلام کو بہت زیادہ فروغ دیا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا فیض پوری دنیا میں جاری ہوگیا۔ آپ ہی کے فیض روحانی کی برکت سے دنیا میں باقاعدہ دینی مدارس قائم ہوئے۔ آپ کی معنوی اور صلبی اولاد نے دین اسلام کی سب سے زیادہ خدمات انجام دیں۔ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۷۹ھ) خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۹۶ھ) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۶ھ) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۷۶ھ) میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۱۹۵ھ) اور برصغیر کے اولیائے کرام اور علمائے عظام نے آپ ہی سے روحانی فیض حاصل کیا، اور دین اسلام کی عظیم القدر خدمات انجام دی ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی مجدّدانہ تحریک اور روحانی خدمات کے اثرات ہی تھے، جو ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی، ۱۹۳۰ء میں مطالبہ پاکستان اور ۱۹۴۷ء میں مملکت خداداد پاکستان کی صورت میں نمودار ہوئے۔ اور نہ صرف مسلمانان ہند کو ایک باوقار قوم کی حیثیت دے گئے بلکہ خود حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حیات جاودانی کا سبب بنے۔

علامہ اقبال مرحوم نے خوب فرمایا ہے۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

مفکر اسلام حضرت مجدد الف ثانی کی علمی خدمات:۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے احیائے دین کے لیے جہاں عملی جہاد کیا وہاں علمی جہاد بھی فرمایا۔ آپ کی شخصیت سراپا نور اور علم و عمل سے معمور تھی۔ آپ کو علوم ظاہری اور باطنی پر مکمل دسترس حاصل تھی۔

آپ مجتہد العصر، علامۂ زمانہ اور شریعت و طریقت کے امام تھے۔ آپ کی علمی خدمات بھی آپ کے تجدیدی کارناموں کا حصہ ہیں۔ آپ کے پُر آشوب دور میں جہاں کہیں بھی کفار اور علماء سُوء نے خلافِ زہر اُگلنا شروع کیا تو آپ نے فوری اس کا دفاع کیا۔ چنانچہ اکبر کے خاص مقربین علمائے سُوء ابوالفضل (م۔ ١٠١١ھ) اور فیضی (م۔ ١٠٠٤ھ) جنہوں نے فلسفہ اور کتب کفار کی روشنی میں اسلامی اعتقادات کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ اور دیگر علمائے سُوء کے خلاف علمی مناظرہ بھی کیا، اور تصانیف و تالیفات کے ذریعے ان کے مدلل جوابات بھی دیے۔

چونکہ آپ کو علم الکلام پر مکمل دسترس حاصل تھی، اور برصغیر کے نامور علمائے کلام میں آپ کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ کیونکہ آپ وہ واحد ہستی ہیں جنہوں نے مغلیہ دور میں برصغیر میں اسلامی عقائد و اعتقادات کا دفاع علم الکلام کے ذریعے بھی کیا، اور غیر اسلامی نظریات و افکار و بدعات کا قلع قمع کیا۔

''دائرۃ المعارف اسلامیہ'' (علم الکلام) صفحہ ١٠٤ پر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے علم الکلام سے متعلق خدمات میں تحریر ہے:

> ''مغل شہنشاہ اکبر کے عہد سے ہندوستان میں بدعات اور غیر اسلامی افکار و نظریات کی جس طرح حکومتی سطح پر ترویج کا سلسلہ چل نکلا تھا، ضرورت تھی کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے کوئی نہایت بلند مرتبت شخصیت میدان میں آئے۔ چنانچہ اس کام کا بیڑا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ١٠٣٤ھ) نے اٹھایا۔ انہوں نے غیر اسلامی اعتقادات اور ملک میں پھیلی ہوئی بدعات و اھوا کے خلاف ایک مہم کا آغاز کیا اور ہوا کا رخ بدل کر رکھ دیا''۔

اکبر کے دور میں انہی علمائے سُوء نے رسالت محمدی ﷺ کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنا شروع کیے، اور باقاعدہ ''دین الٰہی'' کے ذریعے کفر و الحاد کا پرچار ہونے لگا تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے رد میں ''رسالہ اثبات النبوۃ'' اور ''رسالہ تہلیلیہ'' تحریر فرمائے۔ رسالہ اثبات النبوۃ میں نبوت کی حقیقت، معجزے اور اعجاز قرآن کے متعلق علمی تحقیق کے ساتھ وضاحت کی گئی۔ رسالہ تہلیلیہ میں کلمہ طیبہ کی حقیقت، توحید و شرک میں فرق اور ''دین الٰہی'' یا ''دین اکبری'' کے مشرکانہ عقائد و نظریات کا رد

فرمایا۔ جب ایرانی طلبہ اکبر کے دربار میں کھلم کھلا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر طعن و تشنیع کرنے لگے، اور علماء سُوء ان مغلطات اور ایرانی رسالہ کی تشہیر کرنے لگے تو حضرت مجدد نے رسالہ ''رد روافض'' تحریر فرمایا۔

آپ کی علمی خدمات میں ''مکتوبات شریف'' سرفہرست ہیں۔ جو علم شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کا بیش بہا خزانہ ہے۔ آپ نے اپنے مکتوبات کے ذریعے اراکین سلطنت و عمائدین، علمائے سُوء، اہل بدعات و جاہل صوفیہ کی اصلاح فرمائی۔ آپ اپنے دور کے عظیم مجتہد بھی تھے۔ آپ نے مکتوبات کے ذریعے علوم شرعیہ، علم تصوف و اخلاق، علم القرآن و حدیث اور علم اصول و فقہ کی ترویج بھی فرمائی۔ علوم باطنیہ، علم حقیقت و معرفت میں گوہر افشانیاں فرمائیں۔ مسئلہ وحدت الوجود کی غلط تشہیر جو ایک طویل عرصے سے جاہل صوفیوں میں ہو رہی تھی، اور اس کا تنازعہ چل رہا تھا، آپ ہی نے اس مسئلے کو صحیح طرح حل اور نظریہ وحدت الشھود کے ذریعے واضح فرمایا۔ شریعت و طریقت کے سمجھنے میں جو افراط و تفریط تھی، اس کی وضاحت فرمائی۔ مکتوبات میں ائمہ اربعہ کے مسالک و مذاہب، عقائد، عبادات، معاملات، مکشوفات اور اخلاقیات و روحانیات کی تشریح نہایت عارفانہ استدلال کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔

مصر کے جید اور مشہور عالم سید عبد الحکیم ابن المصطفٰی ارواسی (م۔ ۱۳۶۳ھ) نے اپنی کتاب ''اصحاب الکرام'' میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:۔

> ''اسلامی کتب میں قرآن و حدیث کے بعد سب سے افضل مکتوبات امام ربانی ہیں جس کی اس زمانے میں کوئی مثل نہیں۔''

مولانا محمود حسن (م۔ ۱۳۳۹ھ) مکتوبات شریف کے متعلق فرماتے ہیں کہ:۔

> ''اگر کوئی شخص غبی ہو تو وہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا مطالعہ کرے تو وہ ذہین و فطین ہو جائے گا۔''

آپ کی تصانیف و تالیفات علم شریعت و طریقت کا بیش بہا خزانہ ہیں۔

تصانیف پر تبصرہ:۔

آپ کی تصانیف و تالیفات سے متعلق تفصیل و وضاحت درج ذیل ہے۔

☆......مکتوبات شریف:۔

آپ کے مکتوبات شریف (فارسی میں) تین جلدوں پر مشتمل ہیں ہر جلد کو دفتر کہتے ہیں۔ کل مکتوبات کی تعداد ۵۳۶ ہے۔

(۱) پہلا دفتر (پہلی جلد):

پہلے دفتر میں مکتوبات کی تعداد ۳۱۳ (پیغمبران مرسل علیہم السلام اور اصحاب بدر کی تعداد کے مطابق) ہے۔ اور اس کا تاریخی نام ''دار المعرفت'' ہے۔ ۱۰۲۵ھ میں مولانا یار محمد الجدید بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا تھا۔

(۲) دوسرا دفتر (دوسری جلد):

اس میں مکتوبات کی تعداد ۹۹ (اسماء الحسنٰی اور حضور انور ﷺ کے اسماء کی تعداد کے مطابق) ہے۔ اس کا تاریخی نام ''نور الخلائق'' ہے۔ ۱۰۲۸ھ میں مولانا عبدالحئ ابن خواجہ چاکر حصاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کیا تھا۔

(۳) تیسرا دفتر (تیسری جلد):

تیسرے دفتر میں مکتوبات کی تعداد ۱۱۴ (قرآنی سورتوں کی تعداد کے مطابق) تھی۔ اس کا تاریخی نام ''کاس الراسخین'' تھا۔ ۱۰۳۲ھ میں مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ برہان پوری (م۔ ۱۰۵۴ھ) نے حضرت مجدد الف ثانی کی حیات مبارکہ ہی میں مرتب کیا تھا، لیکن بعد میں دس مکتوبات شامل کر کے ''معرفۃ الحقائق'' کے تاریخی نام سے ۱۰۴۰ھ میں شائع ہوئی۔

مکتوبات شریف کے یہ تینوں دفتر (جلدیں) اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوتے رہے ہیں۔

☆......اثبات النبوۃ:۔

یہ رسالہ عربی میں ہے۔ ۹۹۸ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے مقدمے میں اکبری عہد کے ''فقہائے ۹۸۷ھ کا ذکر ہے اور ابوالفضل (م۔ ۱۰۱۱ھ) سے علمی بحث و مباحثے سے متعلق اشارہ ہے۔ علمائے حق کے قتل یا انخلاء کا ذکر بھی ہے۔ جو بقول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۹۹۰ھ) ہی میں ہوا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ پہلی بار ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان صاحب نے ۱۹۶۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔

☆ ......رسالہ رد روافض :۔

یہ رسالہ فارسی میں ہے۔ عبدالمومن بن عبداللہ ازبک، والی توران (م ۱۰۰۶ھ) نے ۱۰۰۱ھ میں جب محاصرہ مشہد کیا تو وہاں کے شیعوں نے ماوراء النھر کے علماء کے ایک رسالہ کا جواب سخت طعن و تشنیع کے ساتھ لکھا۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تکفیر، تشنیع و ذم ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ کی وجہ تالیف یہ لکھی ہے کہ:۔

> ''شیعوں کے بعض طلبہ ایران سے اس رسالہ کو لے کر آئے، اور رسالہ کی تحریرات پر فخر و مباہات کرنے لگے، اور بادشاہ اور امراء کی محفلوں میں ان مغالطات کی تشہیر کرنے لگے۔ جس مجلس میں یہ فقیر ہوتا تھا ان کی غلط بیانیوں کا رد کرتا تھا۔ اسے اس وقت خیال آیا کہ ان کے مغالطات کے رد میں رسالہ لکھا جائے۔ چنانچہ یہ رسالہ لکھ رہا ہوں''

اس جواب کو دیکھ کر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً ۱۰۰۱ھ ہی کے بعد یہ رسالہ فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم میں لکھا۔

ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب عنہم نے اردو ترجمہ و تصحیح کے ساتھ ۱۹۶۵ء میں رام پور سے اور اس کے بعد ۱۹۷۴ء میں کراچی سے شائع کیا۔

☆ ......رسالہ تہلیلیہ :۔

یہ رسالہ بھی عربی میں ہے۔ کلمہ طیبہ سے متعلق بحث ہے۔ توحید کے مراتب، وجود باری تعالیٰ اور وجود ممکنات پر بھی بحث ہے۔ نبوت، رسالت اور کمالات کے لیے دلائل ہیں۔ غالباً ۱۰۱۰ھ میں لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفی خان صاحب نے پروفیسر سید احمد ارشد صاحب کے اردو ترجمے کے ساتھ کراچی سے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔

☆......رسالہ مبداء و معاد:۔

یہ رسالہ فارسی میں ہے۔ پہلے متفرق مسودات کی شکل میں تھا، بعد میں خواجہ محمد صدیق بدخشی الکشمی (م۔ ۱۰۵۱ھ) نے ۱۰۱۹ھ میں اسے کتابی شکل میں مرتب کیا۔ اس رسالہ میں منہا کے عنوان سے ۴۱ موضوعات ہیں۔ علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ ہے۔ ۱۹۶۸ء میں مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب نے مع اردو ترجمہ کراچی سے شائع کیا۔

☆..... معارف لدنیہ (علوم الٰہیہ)

یہ رسالہ بھی فارسی میں ہے۔ معارف خاصہ اور سلوک و طریقت سے متعلق ۴۱ معارف ہیں، اور ذیلی بھی ہیں۔ یہ رسالہ بار بار شائع ہوا تھا۔ زوّار حسین شاہ صاحب نے مع اردو ترجمہ ۱۹۶۸ء میں کراچی سے شائع کیا۔

☆......تعلیقات بر شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ:۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۱۲ھ) کی دو رباعیوں کی فارسی شرح اور ان پر تعلیقات ہیں۔ وجوب واجب تعالیٰ، اور وجود ممکنات ان کا موضوع ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معارف خاصہ کی روشنی میں فارسی میں اس موضوع کی تحقیق فرمائی ہے، اور جو شکوک و شبہات اس مسئلے میں ہو سکتے تھے ان کو رفع فرمایا ہے۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۶۸ء میں کراچی سے مع اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔

☆......مکاشفات عینیہ (مجددیہ)

یہ فارسی رسالہ پہلے مسودات کی شکل میں تھا۔ بعد میں غالباً ۱۰۵۳ھ میں خواجہ ہاشم کشمی برہان پوری رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۵۴ھ) نے اسے کتابی شکل میں مرتب کیا۔ اس کے بعض مقامات عربی میں اور بعض مقامات فارسی میں ہیں۔ ڈاکٹر غلام مصطفی خاں صاحب نے پہلی بار متن مع اردو ترجمہ ۱۹۶۵ء میں کراچی سے شائع کیا۔

مفکر اسلام حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد امجاد:۔

آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

☆...... حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۱۰۰۰ھ وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ

☆...... حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۱۰۰۵ھ وفات ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۷۰ھ

☆...... حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۱۰۰۷ھ وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ

☆...... حضرت خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۱۰۱۰ھ وفات ۷ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ بعمر ۱۵ سال

☆...... حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۱۰۱۷ھ وفات ۷ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ بعمر ۸ سال

☆...... حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۱۰۲۳ھ وفات ۷ ربیع الاول بعمر ۲ سال

☆...... حضرت خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۱۰۲۴ھ یا ۱۰۲۷ھ وفات ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۸۶ھ یا ۱۰۹۸ھ

☆...... بی بی رقیہ بانو ۔ آپ کا شیر خوارگی میں انتقال ہوا۔

☆...... بی بی ام کلثوم ۔ چودہ سال کی عمر میں ۸ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ میں انتقال ہوا۔

☆...... بی بی خدیجہ بانو۔ آپ صاحب اولاد ہوئیں۔

۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں پنجاب کے علاقے میں طاعون کی وبا پھیلی اور بہت اموات ہوئیں۔ اسی میں آپ کے تین صاحبزادے (۱) حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک صاحبزادی بی بی ام کلثوم فوت ہوئے۔

آپ کے صاحبزادے پیدائشی اولیائے کاملین تھے۔ بچپن ہی سے معرفت الٰہیہ کے سمندر میں غرق تھے، اور اسرار و رموز کی نشانیاں تھے۔ بکثرت خوارق عادات و کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۱۲ھ) نے آپ کے فرزندوں کو اسرارِ الٰہیہ کی نشانیاں قرار دیا تھا اور ان کلمات سے اظہار فرمایا تھا:

> ''اس شیخ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کے صاحبزادے جو
> کہ (ابھی) بچے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں مختصر یہ کہ شجرہ طیبہ ہیں،
> اللہ ان کو پروان چڑھائے۔''

حضرت خواجہ محمد صادق، حضرت خواجہ محمد سعید، حضرت خواجہ محمد معصوم اور خواجہ محمد یحییٰ رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے بہت زیادہ دینی و علمی اور روحانی خدمات انجام دیں۔ شاہ جہان اور اورنگزیب عالمگیر نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب کیا تھا، اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر تقریباً نو لاکھ افراد نے بیعت توبہ و بیعت ارادت کی تھی۔ ان سب کو روحانی فیوض و برکات سے مستفیض کر کے ولایت عالیہ کے درجے تک پہنچا دیا تھا۔ عرب و عجم میں نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کو فروغ ان ہی سے ہوا تھا۔

مفکر اسلام حضرت مجدد الف ثانی کے مشائخ و اساتذہ:۔

اساتذہ کرام:۔

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے والد ماجد حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۰۰۷ھ) کے علاوہ حسب ذیل اساتذہ سے علوم ظاہری حاصل کیے تھے:

(۱)...... مولانا کمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۰۱۷ھ) معقولات کی کتابیں مثلاً عضدی وغیرہ ان سے پڑھی۔

(۲)...... شیخ الحدیث مولانا یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۰۰۳ھ) بعض (کتب احادیث ان سے پڑھیں۔)

(۳)...... قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر بیضاوی، تفسیر واحدی، بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، ترمذی، جامع صغیر، سیوطی، قصیدہ بُردہ، اور حدیث مسلسل کی روایت و اجازت ان سے حاصل کی)

مشائخ عظام:۔

(۱)...... والد بزرگوار حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۰۰۷ھ) سے اکتساب باطنی فرمایا، اور سلسلہ چشتیہ میں خلافت و اجازت حاصل کر لی۔

(۲)...... حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ (م۔۹۸۰ھ) سے بھی فیض روحانی اور سلسلہ قادریہ میں خلافت و اجازت حاصل کی۔

(۳)...... حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م۔۱۰۱۲ھ) سے بھی اکتساب فیض فرمایا، اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خلافت و اجازت حاصل کر لی۔

حواشی

۱......ابوداؤد، حاکم شرح مشکوٰۃ

۲......زبدۃ المقامات۔ صفحہ ۳۳۰

۴......کلیات باقی

۵...... کلمات طیبات

۶......ارشاد الطالبین۔ صفحہ نمبر ۶۳، مطبوعہ لاہور ھ ۱۳۷۱

۷......بال جبریل

۸......صفحہ ۱۱۴۔ رود کوثر، تیسرا اڈیشن

۹......مکتوبات امام ربانی۔

۱۰......مکتوب نمبر، ۴۷۔ جلد اول

۱۱......دفتر اول مکتوب نمبر ۱۹۴

۱۲......تذکرہ مجدد الف ثانی

☆......☆......☆

الحسد یأکل الحسنات
کما تأکل النار الحطب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی

ڈاکٹر ابو اعجاز رستم
(پی۔ ایچ۔ ڈی)

☆☆

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام احمد، لقب بدر الدین، کنیت ابو البرکات، منصب ولایت مجدد الف ثانی، مسلک حنفی اور سلسلۂ تصوف نقشبندیہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ سرہند بستی ضلع انبالہ مشرقی پنجاب میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد مخدوم عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور سلسلۂ نسب ستائیسویں پشت میں حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، جن کا نام سن کر قیصر و کسریٰ کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اس ہیبت کا اثر ستائیسویں پشت میں دیکھیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کی شب مغل اعظم اکبر بادشاہ نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا کہ:

> ''شمال کی جانب سے ایک تند و تیز ہوا آئی اور تخت کو بادشاہ سمیت زمین پر پٹخ دیا۔ بادشاہ بہت پریشان ہوا، اور اپنے مصاحبوں سے تعبیر پوچھی۔ انہوں نے بتایا کسی ایسے بزرگ کی اس دنیا میں آمد ہوئی ہے جو آپ کی سلطنت کے آئین کو متزلزل کرے گا۔''

حق تعالیٰ شانہ کی عطا سے آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی نبی کریم ﷺ کی سنت پاک کے سختی سے پابند تھے۔ عام بچوں کی طرح کبھی ننگے نہ ہوتے، اور اگر کبھی اتفاقاً ایسا ہو جاتا تو فوراً اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے۔ زمانۂ رضاعت میں ایک بار بیمار پڑ گئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کو دعا کی غرض سے لائے۔ انہوں نے فرمایا:

> ''یہ تو عارف کامل ہے۔ بزرگوں کی بڑی تعداد اس سے فیض حاصل کرے گی۔ قیامت تک اس کی ہدایت کا نور چمکے گا۔ بدعت و گمراہی کو دور کرے گا۔''

حضرت شاہ صاحب نے فرط محبت سے اپنی زبان مبارک آپ کے دہن مبارک میں ڈال دی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کی زبان مبارک کو تادیر منہ میں دبائے رکھا اور خوب چوسا۔ بالآخر حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> ''تم نے تو ہماری ساری نسبت ہی کھینچ لی۔ اب بس کرو بھئی اتنا ہی کافی ہے، ہماری اولاد کے لیے بھی کچھ چھوڑ دو۔''

یوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ رضاعت میں ہی پہلا کسب فیض حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالی مرتبت ولی سے کیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتب میں تھوڑے ہی عرصے میں قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار سے علوم حاصل کئے۔ وہ بھی جلد ہی حاصل کر کے فارغ ہو گئے۔ پھر چند مشکل کتب ''عضدی'' وغیرہ مولانا کمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو اپنے دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے بھی استاد تھے، اور شیخ مکرم حسین خوارزمی علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں سے تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے طریقۂ کبرویہ میں ان سے بیعت کر کے طریقہ بھی حاصل کیا، اس کے بعد ''تفسیر بیضاوی، تصانیف امام بخاری'' رحمۃ اللہ علیہ و دیگر علوم شرح و حدیث حضرت قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔

حضرت قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان علوم کی اجازت مع حدیث مسلسل شیخ محترم حضرت عبدالرحمٰن بن فہد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن فہد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے آباء و اجداد اپنے زمانے کے کبار محدثین میں سے تھے۔ سترہ سال کی عمر میں آپ تحصیل علم سے فارغ ہو کر مسند افادہ پر متمکن ہو گئے۔ مندرجہ بالا علوم کی اجازت حاصل کرنے کے بعد آپ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ سے مختلف ممالک کے صد ہا طلباء فارغ التحصیل ہوئے۔ دن رات حلقہ تفسیر و حدیث جاری رہتا تھا اور راہ حق کے طالب، نور حق و ہدایت سے اذہان و قلوب کو منور کرتے تھے۔

مولانا بدرالدین سرہندی "صاحب حضرات القدس" فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو چار اشخاص کے واسطے سے حضور سرورِ کونین ﷺ کا مصافحہ نصیب ہوا۔ جس کی ترتیب یہ ہے: حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزی رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا۔ انہوں نے حضرت سامان ادھمی رحمۃ اللہ علیہ سے جن کی عمر ایک سو دس برس تھی، اور انہوں نے شیخ محمود الفرازی رحمۃ اللہ علیہ سے، اور انہوں نے سعید معمّن حبشی سے، جنہوں نے حضور اکرم ﷺ سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ ان چاروں حضرات میں سے ایک صاحب جن ہیں۔

قارئین کرام! یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ بقول شاعر ع

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

یہ اتنا بڑا مقام ہے اور اتنی بڑی سعادت ہے کہ ہمارے جیسا آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ سند مصافحہ ہی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بلند ترین مقام و مرتبے کا بین ثبوت ہے۔

انسانی فطرت ہے کہ جو جس چیز کا طالب ہے، اسی کی تلاش و جستجو میں سرگرداں رہتا ہے، اسی کے پیچھے بھاگتا ہے۔ مال کے طالب یوں دنیا کے کونے کونے میں پھیلے کہ پوری زمین کو ڈھانپ لیا۔ متلاشیانِ حق نے اُدھر کا رخ کیا جہاں انہوں نے نورِ حق کی کرنیں دیکھیں۔ لہٰذا حضرت مجدد الف ثانی تحصیل علم سے فارغ ہوئے ہی تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا ہی تھا کہ اکبر بادشاہ کے دارالحکومت اکبر آباد کے علماء کا شہرہ سنا۔ وہاں جانے کا ارادہ فرمایا، وہاں آپ کے علم و فضل کی ایسی شہرت ہوئی کہ حدیث و تفسیر کی کتابوں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سند حاصل کرنے کو بڑے بڑے علماء سعادت سمجھنے لگے۔ غرضیکہ بڑے بڑے علماء و فضلاء آپ رحمۃ اللہ کے درس میں شامل ہوتے اور فیض حاصل کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مجتہد زمانہ مانتے۔ آپ کے علم و فضل کا شہرہ سن کر اپنے وقت کے مکار ترین بہروپیے، اکبر کے دین الٰہی کے موجد، مسلمانوں کے روپ میں اسلام کے بدترین دشمن دو بھائی ابوالفضل اور فیضی متوجہ ہوئے، وہ اکبر کے نورتنوں میں شامل تھے۔ پہلے تو انہوں نے اپنے طریقے سے جو ایسے لوگوں کا خاص حربہ ہوتا ہے، حضرت کو

اپنے ہاں بلانے کی پوری کوشش کی تاکہ یہ تاثر قایم ہو سکے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پائے کے بزرگ بھی ان کے علم و فضل کے معترف ہیں، مگر وہ حضرت کو اپنے ہاں بلانے میں ناکام رہے تو خود حاضر خدمت ہوئے، پھر حضرت سے راہ و رسم پیدا کر کے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی جو حضرت قدس سرہ نے قبول فرمائی۔ ملاقاتیں بڑھتی گئیں، جب حضرت پر ان کے باطل عقائد ظاہر ہوئے تو ان سے اختلاف ہو گیا، جو سخت نفرت میں بدل گیا۔ اس دوران دونوں مکار طالبان دنیا نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کام لینا تھا، لے لیا۔ دونوں بھائیوں نے اپنے جھوٹے علم و فضل کا بھرم قایم رکھنے کے لیے بے نقط الفاظ پر مشتمل تفسیر لکھنے کا کام شروع کیا مگر دونوں باوجود پوری کوشش ''سواطع الالہام'' نامی اس کتاب کو مکمل نہ کر سکے اور عاجز آ گئے۔ تو حضرت سے مدد چاہی، حضرت نے کتاب تو مکمل کر دی مگر وہ بدنصیب دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد رہے۔ بارش وہی ہوتی ہے مگر بنجر زمین محروم رہتی ہے لہٰذا ان بدبختوں کے دلوں کی بنجر زمین اتنے بڑے انسان کی صحبت میں بھی محروم بہار رہی۔

جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اکبر آباد میں قیام کیے کافی عرصہ گزر گیا تو شفقت پدری حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کو آگرہ کھینچ لائی۔ کچھ عرصہ آگرہ میں قیام فرمانے کے بعد حضرت مخدوم قدس سرہٗ فرزند ارجمند حضرت مجدد قدس سرہ کو ساتھ لے کر سرہند کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں جب تھانیسر سے گزرے تو حاکم تھانیسر نے بڑے احترام و اکرام کے ساتھ اپنے ہاں مہمان رکھا۔ آپ حضرات کے علم و تقوٰی سے متاثر ہو کر حاکم تھانیسر شیخ سلطان نے اپنی بیٹی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بیاہ دی۔ وہ بھی کیا دور تھا جب سلاطین و حاکمین اپنی بیٹیوں کے لیے رشتوں کے معیار انسانی شرافت کو بناتے تھے۔ آج ساری پریشانیاں اس معیار کو چھوڑ دینے کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔

اس طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو دنیاوی مال و دولت کی فراوانی حاصل ہو گئی۔ اپنی جدی حویلی کو چھوڑ کر ایک اور حویلی بنوائی۔ وہیں اب حضرت مجدد قدس سرہ کا روضہ مبارک ہے۔ حویلی کے ساتھ ہی مسجد ہے اور وہی آپ کی اولاد کا محلّہ ہے۔

شادی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت مخدوم قدس سرہ کی خدمت میں ہی رہے، اور باطنی کمالات کا فیض حاصل کیا۔ حتیٰ کہ جب حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کا وقت آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرزند اور اصحاب کے سامنے وہ خرقہ خلافت جو سلسلۂ سہروردیہ میں اپنے آباء و اجداد

سے حاصل کیا تھا اور وہ خرقہ خلافت جو سلسلۂ چشتیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے حاصل کیا تھا، اور وہ خرقہ خلافت جو سلسلۂ قادریہ میں شاہ کمال کیتھلی سے حاصل کیا تھا، سب کچھ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرما کر اپنا قایم مقام اور جانشین قرار دیا۔ چنانچہ مجدد الف ثانی قدس سرہ' رسالہ 'مبدا و معاد' میں فرماتے ہیں کہ:

> ''فقیر کو اس نسبت فردیت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے، اپنے والد مخدوم عبدالاحد قدس سرہ سے حاصل ہوا تھا، اور میرے والد صاحب کو یہ نسبت اپنے ایک بزرگ حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ سے حاصل ہوئی۔ نیز اس فقیر کو عبادت نافلہ اور خصوصاً نفل نمازیں ادا کرنے کی توفیق بھی اپنے والد ماجد کی مدد سے حاصل ہوئی، اور انہیں سعادت سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور انکے فرزند شاہ رکن الدین سے حاصل ہوئی۔''

حضرت مجدد قدس سرہ کے ہاں تین صاحبزادگان خواجہ محمد صادق، خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم قدس سرہم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کرنے کا شوق تو شروع سے ہی تھا، اور حضور ﷺ کے روضۂ منورہ کی زیارت کا شوق دن رات بے قرار رکھتا تھا، مگر اپنے والد بزرگوار کے بڑھاپے اور ضعف کے پیش نظر خدمت کی سعادت سے محروم بھی نہیں ہونا چاہتے تھے۔

جب ۱۰۰۷ھ میں حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ۱۰۰۸ھ میں سفر حجاز کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ دہلی پہنچے تو وہاں کے علماء و فضلاء سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، ان میں مولانا حسن کشمیری بھی تھے جو حضرت مجدد کے پرانے احباب میں سے تھے، اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مخلصین میں سے تھے۔ انہوں نے گفتگو کے دوران حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مناقب اور کرامات بیان کیں اور کہا کہ اس وقت سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت جیسا کثیر البرکت اور کوئی نظر نہیں آتا۔ آپ کی ایک نظر و توجہ میں طالبان حق کو وہ فیض حاصل ہوتا ہے، جو

دوسرے طریقوں میں چلّوں اور سخت ریاضتوں سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد موصوف نے اپنے والد ماجد سے بھی سلسلۂ نقشبندیہ کی بہت تعریف سنی تھی، اور اس سلسلے کے بزرگوں کے حالات سنے تھے، الہذا اپنے دوست کی تحریک پر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ کی خدمت میں انہی کے ساتھ حاضر ہوئے۔ مولانا حسن رحمۃ اللہ علیہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے تعارف کرایا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تڑپ، طلب اور روحانی وذہنی استعداد کو دیکھتے ہوئے کمال شفقت فرمائی، اور فرمایا کہ:

> ''سفرِ حج تو بہت مبارک سفر ہے۔ روانہ ہونے سے پہلے چند دن اگر ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ کم از کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ ہی ہم آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کرلیں۔''

حضرت خواجہ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہفتہ خانقاہ میں قیام کا ارادہ کرلیا۔ پھر رفتہ رفتہ یہ قیام ڈیڑھ ماہ طویل ہوگیا، ابھی خانقاہ میں قیام کو دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر خواجگان نقشبندیہ کے تصرف وکمالات نے غلبہ کرلیا، یوں حضرت مجدد نے حضرت خواجہ سے بیعت، توبہ اور اخذ طریقہ کی درخواست کی، جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بخوشی قبول فرما کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کرلیا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنی منازل سلوک طے کرنے کے حالات مختصراً یوں قلم بند فرماتے ہیں:

> ''ماہ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ کے آخری دنوں میں یہ فقیر ایک بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے مشرف ہو جو سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگ خاندان کے خلیفہ تھے، ان بزرگوں کے طریقہ کو حاصل کر کے اسی سال نصف ماہ رجب میں اس فقیر کو نقشبندی سلسلے کے حضور قلب کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس مقام پر آغاز میں انجام کی جلوہ فرمائی کا منظر درپیش ہوتا ہے۔''

ان بزرگ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

نقشبندی نسبت دراصل اسی حضور قلب کا نام ہے۔ جب کسی کو راہ حق کی ہوس پیدا ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ، خود ہادی راہ ہو کر اس کا انتظام فرماتے ہیں۔

> اسی اصول پر اس فقیر کو بھی پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے اور درجات ولایت تک پہنچانے والے ہمارے شیخ آقا اور امام خواجہ محمد باقی قدس سرہ کی دہلیز پر پہنچا دیا جو سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں کے بہت بڑے خلیفہ تھے۔ انہوں نے اس فقیر کو ذکر اسم ذات تعلیم فرمایا، اور مقررہ طریق سے ایسی توجہ فرمائی کہ مجھے کمال درجے کی لذت حاصل ہوئی، اور کمال شوق سے گریہ شروع ہوا۔ پھر ایک روز کے بعد بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی جو ان بزرگوں کے نزدیک معتبر ہے، اور غیبت کے نام سے موسوم ہے۔ اس بے خودی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک محیط سمندر ہے جس میں تمام عالم کی شکلیں ایسے نظر آتی ہیں، جیسے پانی میں چیزوں کے عکس نظر آتے ہیں۔ یہ بے خودی آہستہ آہستہ غالب آتی گئی اور دیر تک رہنے لگی، کبھی ایک پہر، کبھی دو پہر اور کبھی رات رات بھر رہنے لگی۔

پھر حضرت مجدد قدس سرہ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بڑی تیزی سے منازل سلوک طے کرتے گئے۔ بالآخر گوہر مقصود پا کر پیر و مرشد سے خلافت اور اجازت کاملہ پا کر وطن مالوف سرہند کی طرف رخصت ہوئے، چند طالبان حق بھی مرشد نے ہمراہ کر دیے۔ وطن پہنچ کر خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق طالبان کی تربیت اور سالکین کی ہدایت میں ہمہ تن مشغول ہو گئے، اور تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں طالبوں کو چشمہ فیض سے سیراب کر دیا۔

سرہند میں کچھ عرصہ قیام کے بعد حضرت مجدد قدس سرہ کو اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی زیارت کا شوق موجزن ہوا تو آپ نے دوسری دفعہ سرہند سے دہلی کا سفر اختیار کیا۔ آپ سرہند سے دہلی تشریف لائے تو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے مع اپنے خلفاء و مریدین آپ کا استقبال کیا، اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ خانقاہ میں ٹھہرایا۔ اس بار آپ نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں تا دیر قیام کیا

اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت سے مقام و مرتبہ کو مزید بلند کیا، اور پہلے کی نسبت بہت ترقی حاصل کی۔ ان بلند مقامات کے باوجود آپ اس درجہ اپنے پیر بزرگوار کے ادب کی رعایت کرتے تھے کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد آپ بکثرت مزید انعامات و برکات لیکر اپنے وطن مالوف سرہند تشریف لے آئے اور مدت تک سالکوں کی اپنے سرچشمۂ فیض سے پیاس بجھاتے رہے۔ اسی ضمن میں اپنے، اپنے دوستوں کے، اپنے پیر بھائیوں کے احوال اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں عرض کرتے رہے۔ ۱۰۱۰ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ہاں چوتھے صاحبزادے خواجہ محمد فرخ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے پیرو مرشد سے خط و کتابت جاری رہی جس سے شوق زیارت میں اضافہ ہوتا رہا۔ پھر بے قرار ہو کر دہلی روانہ ہوگئے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو مع خلفاء و مریدین پاپیادہ دہلی سے باہر آ کر استقبال کیا، اور پہلے سے بھی زیادہ تکریم کے ساتھ خانقاہ میں قیام کا انتظام فرمایا۔ اس مرتبہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر مزید روحانی ترقی حاصل ہوئی۔ کئی بار تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی موجودگی میں حضرت مجدد کو برسر حلقہ بٹھاتے، حلقہ سے قیام گاہ از راہ ادب چند قدم تک الٹے پاؤں چلتے اور دوستوں سے بھی تاکید فرماتے کہ جو استقبال و متابعت ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں، آپ بھی کیا کریں۔

کامل لوگ جب تکمیل کے مراحل طے کرلیتے ہیں تو ان کے بہت سے حاسد بھی پیدا ہو جاتے ہیں، جو اپنے خبث باطن کے اظہار کے مواقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب اکبر بادشاہ مرگیا تو مسلمان رعایا نے بہت خوشیاں منائیں کہ ملحدانہ عقائد والے بادشاہ سے نجات پائی۔ جہانگیر تخت نشین ہوا تو لوگوں کو اس سے اچھے عادات و اخلاق اور عدل و انصاف کی توقع تھی، لیکن جب لوگوں نے دیکھا کہ حکومت میں ایک خاص طبقے کا غلبہ ہو رہا ہے تو وہ بہت فکر مند ہوے۔ ایسے میں لوگ کاملین کی طرف رجوع کرتے ہیں لہٰذا لوگوں نے اس فتنے کو دفع کرنے کے لیے توجہ فرمانے کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب تک ہم اپنی جان پر تکلیف نہ اٹھائیں گے۔ اللہ کی مخلوق اس فتنے سے نجات نہیں پائے گی۔ آپ نے شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو خلافت عنایت فرما کر شاہی لشکر آگرہ میں بھیج دیا اور رخصت کے وقت شیخ بدیع الدین سے فرمایا:

> ''تمہیں شاہی لشکر میں قبولیت عامہ نصیب ہوگی۔ اگر کسی وجہ سے تمہیں تکلیف بھی پہنچے تو مستقل مزاج رہنا، اور ہماری اجازت کے

> بغیر وہاں سے حرکت نہ کرنا۔ اگر مستقل مزاج نہ رہے تو خود بھی تکلیف اٹھاؤ گے اور ہمیں بھی تکلیف پہنچے گی۔''

چنانچہ شیخ بدیع الدین کو شاہی لشکر میں قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اکثر ارکان سلطنت نے شیخ صاحب سے رجوع کیا اور لشکر کے ہزارہا آدمی مرید ہوگئے۔ ہر روز لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا کہ بڑے بڑے امراء کو مشکل سے شیخ کی زیارت نصیب ہوتی، اس عرصے میں آپ سے بہت کشف وکرامات بھی ظاہر ہوئیں۔ آخران احوال کی اطلاع آصف الدولہ، وزیر اعظم کو ہوئی تو وہ بہت برہم ہوا، اور موقع پا کر جہانگیر بادشاہ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف بھڑکایا اور کہا کہ

> ''سرہند کے ایک مشائخ زادے نے جو علم عربیہ میں ماہر ہے، اور مختلف درویشوں سے خلافت پائی ہے، مجددیت کا دعوٰی کیا ہے، اس نے صدہا خلفاء دور دراز ملکوں میں بھیج دیے، اور لاکھوں لوگ اس کے اور اس کے خلفاء کے مرید ہوگئے ہیں۔ کئی غیر ممالک کے بادشاہ خود اس کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے ہیں اور ہمارے لشکر میں بھی اس کا ایک خلیفہ مقیم ہے۔ اکثر امراء سلطانی اس کے حلقہ بگوش ہوگئے ہیں۔ خوف ہے کہ غفلت میں کوئی اور صورت ظہور پذیر نہ ہوجائے''۔

نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض نازک معارف جنہیں عام لوگ نہیں سمجھ سکتے، جہانگیر کو دکھائے۔ نتیجتاً شاہی احکام کے ذریعے فوجی لوگوں کے شیخ بدیع الدین کے پاس جانے پر سخت پابندی لگادی گئی، اور شیخ کو ان کے کشف وکرامات کی وجہ سے جادوگر وغیرہ مشہور کردیا۔ ضعیف الاعتقاد لوگ تو حالات کے اس دباؤ کی وجہ سے شیخ کے پاس آنے جانے سے رک گئے، بعض خفیہ طور پر آتے جاتے رہے مگر جو راسخ العقیدہ تھے وہ بلا تکلف شیخ بدیع الدین کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ لیکن کسی کی حاضری کی اطلاع ہوجاتی عتاب شاہی کا مستحق قرار پاتا۔ اس لیے شیخ خود بھی لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع فرماتے کہ میرے پاس آنے سے تمہیں تکلیف پیش آنے کا خطرہ ہے۔ ساتھ ہی شیخ موصوف ان تمام حالات وواقعات کی اطلاع حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں برابر ارسال کرتے رہتے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں برابر تسلی دیتے رہتے۔

اس دوران وزیراعظم بادشاہ کو برابر بھڑکاتا رہا۔ آخر دربارِ شاہی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے قتل، جلاوطنی یا قید کے مشورے ہونے لگے۔ اللہ والے خلقِ خدا کے بہی خواہ ہوتے ہیں لیکن صاحبانِ اقتدار انہیں اپنے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں اور ظلم کا ہر حربہ ان پر آزماتے ہیں۔ تاریخِ انسانی ایسے سیاہ ابواب سے بھری پڑی ہے۔ فرعون تو ہر روز بنی اسرائیل کے ہزاروں نوزائیدہ بچے صرف اس لیے قتل کرواتا تھا کہ اس کے اقتدار کے لیے خطرہ بننے والا بچہ پیدا ہوتے ہی ختم ہوجائے۔ نجومی خطرے کی نشاندہی تو کرتے ہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ یہ سب کچھ ہوکر رہے گا اور کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ اسی طرح مقامِ مجدد کی بھی آزمائش تھی، اور نت نئی افواہیں ان کے بارے میں دارالحکومت میں گشت کرتی تھیں۔ جب ان مشوروں اور افواہوں کی اطلاع شیخ بدیع الدین کو ہوئی تو وہ گھبرا کر اکبرآباد سے روانہ ہوگئے، اور اپنے وطن سہارنپور ہوتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں سرہند حاضر ہوئے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ بدیع الدین کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بہت ناراض ہوئے کہ میں نے تاکیداً تمہیں منع کردیا تھا کہ بغیر اجازت وہاں سے حرکت نہ کرنا، پھر تم کیوں چلے آئے۔ تم شاہی لشکر میں خلیفہ بنا کر بھیجے جانے کے قابل نہیں ہو۔ اب تم ہرگز واپس آگرہ نہ جانا۔ شیخ نے خیال کیا کہ حضرت نے غصہ میں واپس جانے سے منع فرمایا ہے، اصل مقصد نہیں ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ جلد واپس چلا جاؤں۔ چنانچہ شیخ صاحب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اجازت کے بغیر ہی آگرہ شاہی لشکر میں واپس پہنچ گئے۔

اب مخالفین کو اور موقع ملا اور بادشاہ کو شیخ کے واپس آنے کی اطلاع کے ساتھ یہ پٹی پڑھائی کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ کے ذریعہ فوج سے ساز باز کررہے ہیں، اور اب وہ کوئی خصوصی پروگرام شاہی لشکر کے لیے لے کر آئے ہیں۔ بغاوت کا سخت اندیشہ ہے۔ اس لیے اس کے تدارک کا جلد از جلد کوئی بندوبست کرنا چاہیے لہٰذا اس سلسلے میں ضروری سمجھا گیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی مریدین جو اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ انہیں دور دراز علاقوں میں تبدیل کردیا جائے تاکہ مزید فتنہ برپا نہ ہونے پائے۔ چنانچہ خانِ خاناں کو دکن، خان جہان لودھی کو مالوہ، خانِ اعظم کو گجرات اور مہابت خان کو کابل کی صوبیداری پر بھیج دیا اور اسی طرح باقی حکام کو بھی جو آپ کے خاص معتقد تھے، دور دراز کے صوبوں کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔ یہ اقدام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کارروائی کے لیے ضروری سمجھا گیا۔

اب تجدید کا سترہواں سال شروع ہو چکا تھا، اب تک جمالیاتی دور تھا۔ یہ ثابت ہونا باقی تھا کہ جنہیں اللہ جل شانہ، اتنے بڑے بڑے رتبوں سے سرفراز فرماتے ہیں، ۔ وقت پڑنے پر وہ رسم شبیری بھی ایسے ادا کرنے نکلتے ہیں گویا محبوب سے ملاقات کے لیے جا رہے ہیں۔ جب آپ کے تمام مریدین و معتقدین اپنی اپنی تعیناتی کی نئی جگہوں پر پہنچ گئے، تو بادشاہ کو اطمینان ہو گیا کہ اب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کوئی بھی کارروائی کرنے سے اور لوگ بے خبر رہیں گے، کسی قسم کے نقصان کا کوئی خطرہ نہ ہوگا تو بادشاہ نے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نام فرمان جاری کیا کہ آپ کو معہ جملہ صاحبزادگان و مریدین دعوت دی گئی ہے۔ اور حاکم سرہند کو تاکید کی گئی کہ جس طرح ہو سکے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو دربار شاہی میں بھجوا دیا جائے۔ بادشاہ یوں بھی فقیروں سے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ فرمان شاہی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کو خفیہ طور پر پہاڑی علاقے کی طرف بھیج دیا، اہل وعیال کو تسلی و دلاسہ دے کر خود پانچ مریدوں کو ساتھ لیکر روانہ ہو گئے۔ رخصت کے وقت اہل وعیال اور معتقدین نے پریشانی ظاہر کی لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو تسلی دی اور صبر و تحمل کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ تکلیف صرف ایک سال کے لیے ہے، اس کے بعد آرام و راحت ہی ہے۔ اللہ کی راہ میں تکلیف اٹھانا بھی درجات کو بلند کرتا ہے۔

بادشاہ نے جب آپ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو امراء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے بھیجا۔ اور نہایت عزت و تکریم کے ساتھ شاہی مہمان کی حیثیت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خیر مقدم کیا۔ اپنے محل کے قریب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خیمہ نصب کرایا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہیوں کے بھی خیمے لگوا دیے۔ آخر بادشاہ نے ملاقات کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دربار میں طلب کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دربار میں تشریف لے گئے مگر خلاف شریعت آداب شاہی ادا نہ کیے۔ بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھکر اس قدر متاثر ہوا کہ آداب شاہی بجا نہ لانے پر ذرا بھی معترض نہ ہوا، یہ حال دیکھ کر وزیر اعظم حیران رہ گیا اور بادشاہ سے کہا:

''حضور یہ شخص وہ ہے جو اپنے آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل بتاتا ہے''

اور حضرت موصوف کا وہ مکتوب گرامی بھی پیش کیا جو حضرت نے اپنے مرشد کی خدمت میں بطور احوال بھیجا تھا۔ یہ باتیں عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں۔ مکتوب گرامی کے اس حصے کو بطور خاص اجاگر کیا کہ

بندہ حضرت عثمان غنی، حضرت عمر فاروق اعظم سے گزر کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کے مقام تک پہنچا، اس مقام سے اوپر حضور سرور کونین ﷺ واصحابہ کرام کا پاک مقام ہوتا تھا اور بس۔ حضرت مجدد نے فرمایا کہ:

> ''جو شخص اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانے وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ اہل تصوف میں جو اپنے آپ کو کتے سے بہتر جانے وہ کتے سے بدتر ہے۔ جس عبارت کو دانستہ متنازعہ بنایا گیا ہے وہ سیر عروج کا حال ہے کہ اکثر صوفیہ کو ابتدا میں بڑے بڑے مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے۔ پھر وہ اپنے اصلی مقام پہ واپس آجاتے ہیں۔ مثلاً دربار شاہی میں ہر کسی کی جگہ مقرر ہے، اگر بادشاہ کسی دربان کو اپنے پاس بلائے تو وہ سب مقامات عبور کرے گا، مگر ان سب سے درجے میں بڑھ نہیں جائے گا۔
>
> ''جو چیز سورج کی روشنی سے منور ہوگی، وہ سورج نہیں ہو جائے گی۔ کسی بات کا سمجھ میں نہ آنا اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ کسی شے کا نظر نہ آنا اس کے عدم وجود کا ثبوت نہیں ہوتا۔ ہماری نگاہ شان حق تعالیٰ کا، اس کے خزانوں کا اس کی عطاؤں کا احاطہ نہیں کر سکتی''۔

جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات سے بادشاہ پوری طرح مطمئن ہو گیا تو وزیر اعظم نے پھر آداب شاہی بجانہ لانے کا رونا رویا۔ بادشاہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا:

''مجھے سجدہ کرو''۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ سر اللہ جل جلالہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔''

بادشاہ فقیر کی آزمائش کا ذریعہ بن گیا بالآخر حق جیت گیا اور باطل کو شکست ہوئی مگر جس کے پاس طاقت ہو اور پھر طاقت کا نشہ بھی ہو وہ کب آسانی سے ہار مانتا ہے؟ یاد رکھیں کہ طاقت کا نشہ بُری چیز ہے۔ سجدہ کروانے کا ہر حربہ ناکام ہوا۔ فقیر نے بادشاہ کے غرور کو بھرے دربار میں خاک میں ملا دیا۔

وزیراعظم کو موقع مل رہا تھا۔ اس نے بادشاہ کو مزید بھڑکایا کہ شیخ موصوف کے تکبر کی دربار شاہی میں یہ حالت ہے تو باہر جا کر کیسی کیسی شورش برپا نہ کریں گے پھر موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ شیخ صاحب کو ابھی قید کر لینا چاہیے، ورنہ بعد کو پچھتانا پڑے گا۔

آخر بادشاہ نے وزیراعظم کے بہکانے سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کر دیا، اس میں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کس طرح اپنے وقت کے شہنشاہ ولایت نے زبردستی مخلوق خدا پر باطل نظام مسلط کرنے والے جھوٹے شہنشاہ کا مقابلہ کر کے مجددیت کا حق ادا کرتے ہوئی اللہ جل شانہ کی بات کو بلند کیا، یہی تو ولایت ہے۔ یہی تو سب سے بڑا جہاد ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری پر آپ کے تمام مرید امراء نے مہابت خان حاکم کابل کی سرکردگی میں بادشاہ پر چڑھائی کر دی اور اسے گرفتار کر لیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پتا چلا تو حکم بھیجا کہ فتنہ فرو کرو، اور بادشاہ کی اطاعت کرو۔ بالآخر بادشاہ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کیا، پھر مرید ہو گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ۶۳ برس کی عمر میں بروز منگل ۲۸/صفر ۱۰۳۴ھ بمطابق ۱۰/دسمبر ۱۶۲۴ء بوقت اشراق ایک عالم کو سوگوار چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

کسی نفس کو اس عالم میں دوام نہیں ہے
ہر شے فانی ہے سوائے رب کی پاک ذات کے

(سنڈے میگزین روزنامہ ایکسپریس، کراچی، شمارہ ۴/جولائی ۲۰۰۴ء)

☆……☆……☆

الحمد لله

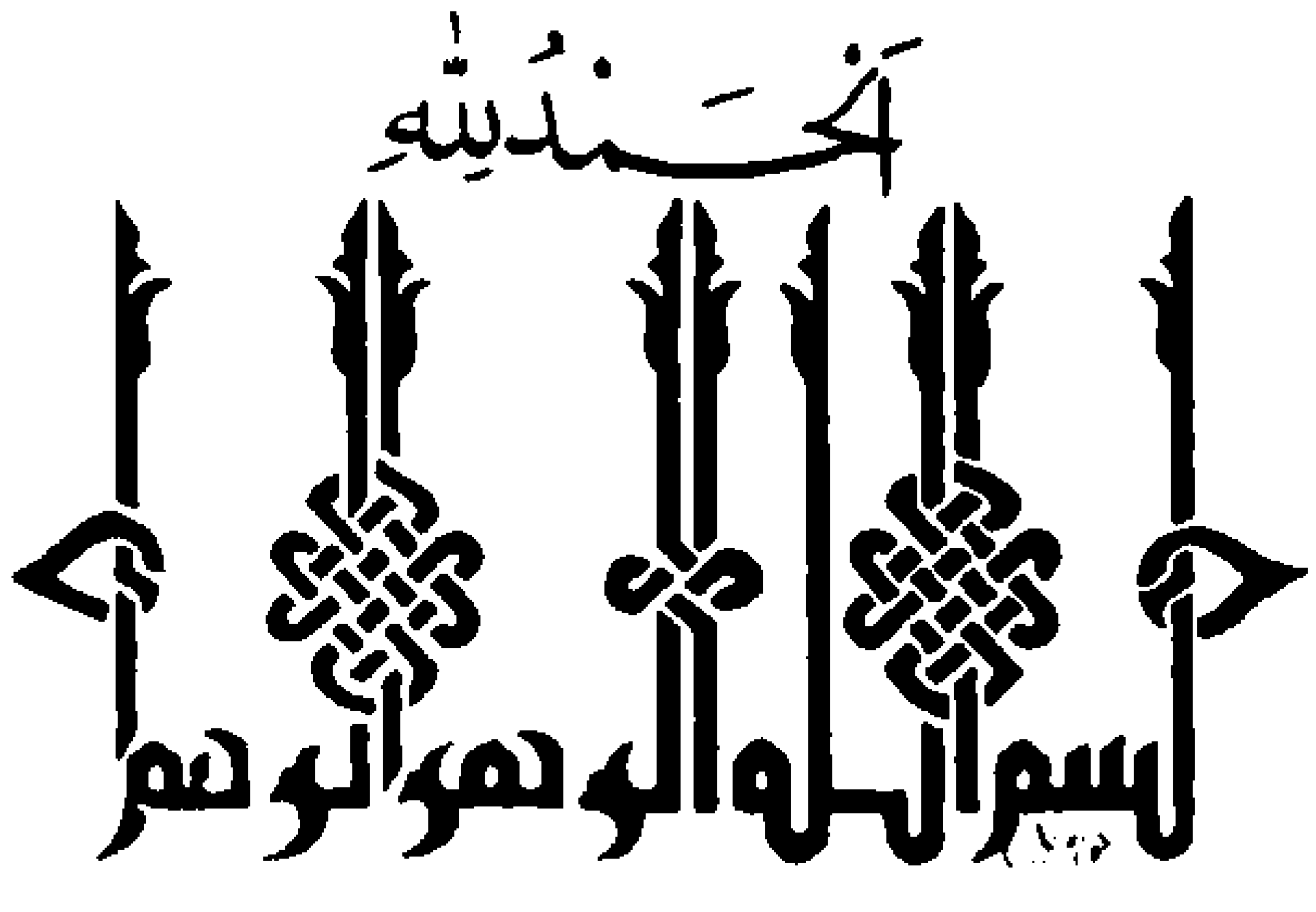

٥٦٨٨

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

مقام حضرت مجدد الف ثانی

ابوالسرور محمد مسرور احمد

☆☆

اللہ نے کرم فرمایا، انسان بنایا[۱] ___ بولنا سکھایا[۲] ___ لکھنا سکھایا[۳] مسلمان بنایا[۴] ___ بڑا احسان فرمایا[۵] ___ پاکی و پاکیزگی اور دانائی و حکمت سے آراستہ و پیراستہ فرمایا[۶] ___ مانگنے کا سلیقہ بتایا اور بول سکھائے:

اھدنا الصراط المستقیم ○ صراط الذین انعمت علیھم ۱:۱ [۷]

''ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا''

اور اس راستے کے لیے فرمایا ___ یہ سیدھا راستہ تو ہمارا ہے اس پر چلتے رہو اور ادھر ادھر نہ بھٹک جانا[۸] ___ یہ ہمارے محبوبوں کا راستہ ہے، یہ ہمارا ہی راستہ ہے ___ اس کو ہی اپنا راستہ سمجھ لینا ___ وہ ہمارے ہیں، ہم اُن کے ہیں، جو ان کا ہے وہ ہمارا ہے ___ جو ان کا نہیں وہ ہمارا نہیں ___ اُنہوں نے ہم سے پیمان محبت باندھا ہے ___ ان پر ہمارا انعام و احسان ہے ___ ہاں انہیں برگزیدہ اور چنیدہ نفوس قدسیہ میں وہ بھی تھے جن کو زمانہ مجدد الف ثانی کے نام سے جانتا اور پہچانتا ہے اور جن کا نام نامی شیخ احمد سرہندی ہے ___ جو ۹۷۱ھ/۱۵۶۴ء میں سرہند شریف (مشرقی پنجاب، بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء میں وہیں انتقال فرمایا[۹] ___ ان کی شان کیا بیان کی جائے، اقبال نے کہا تھا:

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار[۱۰]

اور آپ کی قبر مبارک کے لیے کہا تھا:

وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار

آپ کی قبر کے ذرّوں کے سامنے اقبال کو ستارے بھی ٹمٹماتے ہوئے نظر آ رہے ہیں:

اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار[۱۱]

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی شان کیا بیان کی جائے ـــــ عقل دنگ رہ جاتی ہے، حیرت بڑھتی چلی جاتی ہے ـــــ زندگی زمین سے آسمان تک اور آسمان سے ماوراء آسمان تک پہنچتی چلی جاتی ہے۔

آپ کے مقامِ ولادت شہر سرہند کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے بہت سے شہروں پر فوقیت و برتری عطا فرمائی اور اس کو اپنے خاص انوار سے منور فرمایا[۱۲] ـــــ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے آپ کی تربیت فرمائی، آپ کا سلسلہ رحمانی اور طریقہ سبحانی ہے[۱۳] ـــــ دائرۂ ولایت سے وراء آپ کو وہ علوم و معارف عطا کیے گئے جو انوارِ نبوت کے چراغ سے روشن ہیں[۱۴] ـــــ آپ کو شان العلم سے بلند و بالا مملکت شان الحیات کی سیر کرائی گئی جس کے پہلو میں شان العلم سے بلند و بالا مملکت شان الحیات کی سیر کرائی گئی جس کے پہلو میں شان العلم ایک چھوٹی سی نہر کی مانند ہے اور جس کے ایک گوشے میں ابن العربی تشریف فرما ہیں۔[۱۵]

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سندِ خاص عطا فرمائی اور مقامِ شفاعت سے حصہ عطا فرمایا[۱۶] ـــــ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بچھڑے ہوؤں کو ملانے والا صلہ قرار دیا[۱۷] آپ کی نگاہ بلند لوحِ محفوظ پر تھی[۱۸] ـــــ آپ کی نظر عالمِ برزخ پر تھی اور آپ وہاں کے عجائبات بچشمِ خود ملاحظہ فرماتے تھے[۱۹] ـــــ آپ کی نظر کائنات پر تھی، برِ صغیر کے وہ شہر آپ کی نظروں کے سامنے جگمگا رہے تھے جہاں انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں[۲۰] ـــــ آپ مستجاب الدعوات تھے، آپ کی دعا سے قضائے مبرم بھی ٹل جایا کرتی تھی[۲۱] ـــــ الغرض آپ کا مقام بہت ہی بلند ہے، اس بلندی تک ہماری فکر و نظر کی رسائی ممکن نہیں ـــــ

آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے قافلہ سالار ہیں جو خلیفۂ اوّل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دامن سے وابستہ ہے جن کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ ڈال دیا جو آپ کے مبارک سینہ

میں ڈالا گیا تھا، آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم ہیں ____ اس سلسلہ عالیہ کی عظمت، جلالت اور اقربیت و محبوبیت کے لیے یہی ایک نسبت کافی ہے[22] ____

مکتوبات شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے غیبی خزانوں سے آپ کو بہت کچھ عطا فرمایا، مکتوبات شریف اسرار و معارف کا بحر زخار ہیں جس کا احاطہ ممکن نظر نہیں آتا ____

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ معاشرے کے اس عظیم طبقے کے قافلہ سالار ہیں جس نے جہان نو کی خبر دی، جس نے اسلام کا بول بالا کیا، جس نے دلوں کو ملایا، جس نے اسلام کے لیے سب کچھ لٹا دیا، جو کچھ کہا، اللہ کے لیے کہا ____ جو کچھ کیا، اللہ کے لیے کیا، مخلوق سے کچھ نہ چاہا ____ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی مقدس شخصیت اس گروہ احرار کی قائد و رہنما ہے آپ کی شخصیت کے اردگرد سب جمع نظر آرہے ہیں:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء)، مسلک دیوبند کے مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) مسلک اہل حدیث کے نواب محمد صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ ۱۸۹۰ء) مسلک بریلوی کے قائد مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) آپ کے خلیفہ حضرت مفتی ضیاء الدین مدنی (م ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء) جدید دانشوروں کی محبوب شخصیت ڈاکٹر محمد اقبال (م ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء) الغرض حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تعریف میں سب ہی رطب اللسان نظر آتے ہیں[23] ____

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ان کی جلالت شان یہاں تک پہنچی کہ ان کے متعلق بے جھجک کہا جاسکتا ہے کہ ان سے محبت رکھنے والا مومن متقی ہے اور عداوت رکھنے والا فاجر و شقی ہے۔[24]

۲۔ مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

> جس کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ میں اور آپ آج مسلمان تو کہلاتے ہیں۔[۲۵]

۳ نواب محمد صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

> اولیاء اللہ میں آپ کا مرتبہ ایسا ہے جیسے انبیاء میں اولوالعزم حضرات کا۔۔۔۔آپ کا طریقہ کتاب و سنت کی اتباع پر مبنی ہے۔[۲۶]

۴ مولانا احمد رضا خاں بریلوی[۲۷] ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی مونگیری کے نام ایک خط میں ان کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ایک اہم ارشاد یاد دلاتے ہوئے اس کو واجب الاطاعت قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:______

> بالفعل آپ جیسے صوفی صافی کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں، حضرت ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں فرماتے ہیں:
>
> ''فساد مبتدع زیادہ تر از فساد صحبت صد کافر است''
>
> (بدعتی کا فتنہ سیکڑوں کافروں کی صحبت کے فتنے سے بدتر ہے)
>
> مولانا خدارا انصاف، آپ یا زید اور اراکین (ندوۃ العلماء) مسائل دین و مذہب کو زیادہ جانتے ہیں یا حضرت شیخ مجدد؟ مجھے ہرگز آپ کی خوبیوں سے امید نہیں کہ اس ارشاد ہدایت بنیاد کو معاذ اللہ باطل جانیے اور جب وہ حق ہے اور بے شک حق ہے تو کیوں نہ مانیے؟[۲۸]

۵ مدینہ منورہ کے عارف کامل اور فاضل جلیل مفتی ضیاء الدین مدنی (م ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء) کے جد اعلیٰ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (م۔ ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۷ء) نے سب سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو ''مجدد الف ثانی'' لکھ کر دوسرے ہزارے کے لیے آپ کی مجددیت کا اعلان فرمایا___ بقول شیخ محمد عارف مدنی، مفتی ضیاء الدین مدنی، اپنے سر پر دونوں ہاتھ رکھ کر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے لیے فرمایا کرتے تھے______

''حضرت مجدد تو ہمارے سر کے تاج ہیں''

٦...... مشرق کے عظیم شاعر و فلسفی، ڈاکٹر محمد اقبال تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے اتنے متاثر ہوئے کہ اپنے مشہور ''تصور خودی'' کی بنیاد ہی حضرت مجدد کے تصور وحدۃ الشہود'' پر رکھی[29] وہ حضرت مجدد کے فیض کی اس طرح بھیک مانگ رہے ہیں:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے کہ تیرا فیض ہو عام اے ساقی[30]

وہ ظلمت کدۂ ہند میں مہتاب کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور حضرت مجدد کی چوکھٹ پر کھڑے عرض کر رہے ہیں

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہِ تمام اے ساقی[31]

آپ نے ملاحظہ فرمایا، سب ہی علماء اور دانشور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے گرد جمع ہیں اور ان کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں____ جن امور میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اگر ہم حضرت مجدد کے ارشادات کی روشنی میں ان کا جائزہ لیں تو اختلاف سے اتحاد کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں کیونکہ آپ سب ہی کے محبوب ہیں____ جسموں کا اتحاد کوئی معنی نہیں رکھتا، اصل اتحاد فکر کا اتحاد ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو اتحادِ فکر کی دولت سے مالا مال فرمائے تا کہ ہم محبت و یگانگت کی فضا میں سانس لے سکیں اور بے چین روحوں کو چین کا پیغام دے سکیں__

☆ ☆ ☆

حواشی:

١ قرآن حکیم، سورۃ التین، آیت نمبر ۴
٢...... قرآن حکیم، سورۃ الرحمٰن، آیت نمبر ۴
٣...... قرآن حکیم، سورۃ العلق، آیت نمبر ۴
۴ قرآن حکیم، سورۃ الحج، آیت نمبر ۷۸
۵ قرآن حکیم، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۶۴

۶ قرآن حکیم، سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۲۹

۷ قرآن حکیم، سورۃ الفاتحہ، آیت نمبر ۵۔۶

۸ قرآن حکیم، سورۃ الانعام، آیت نمبر ۱۵۳

۹ تفصیلی حالات کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ فرمائیں:

(ا) بدرالدین سرہندی، حضرات القدس، لاہور

(ب) بدرالدین سرہندی: مجمع الاولیاء (۱۶۳۴ء)، انڈیا آفس لائبریری، لندن

(ج) محمد مسعود احمد: سیرت مجدد الف ثانی، کراچی ۱۹۸۳ء

(د) محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، کانپور ۱۸۹۰ء

(ھ) احمد رضا خان بریلوی: اطائب التہانی فی مجدد الف ثانی (قلمی) ۱۳۰۲ھ/۱۹۰۷ء

۱۰۔۔۔۔۔اقبال: بال جبریل، لاہور ۱۹۴۷ء، ص ۲۱۲

۱۱ ۔۔۔ایضاً، ص ۲۱۱

۱۲۔۔۔۔۔احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم (ترجمہ اُردو) ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۱ء، مکتوب نمبر ۲۲، ص ۷۹

۱۳ ایضاً، جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۷، ص ۲۴۷

۱۴ ایضاً، جلد دوم، مکتوب نمبر ۲، ص ۳۵

۱۵۔۔۔۔ایضاً، جلد سوم (ترجمہ اُردو) ادارۂ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۳ء، مکتوب نمبر ۳۷، ص ۵۔۲۰۴

۱۶ ۔۔۔احمد سرہندی: مکتوبات، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۶، ص ۳۲۶

۱۷ ایضاً: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶، ص ۳۸

۱۸ بدرالدین سرہندی: وصال احمدی، سیالکوٹ، ص ۴، ۵

۱۹ احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱۶، ص ۶۵

۲۰۔۔۔۔۔احمد سرہندی: مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶۸، ص ۲۵۲

۲۱۔۔۔۔۔ایضاً، جلد اوّل (ترجمہ اُردو) حصہ دوم، ادارۂ مجددیہ، کراچی، مکتوب نمبر ۲۱۷، ص ۱۰۲

۲۲۔۔۔۔۔سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ (م ۱۴۸ھ) کے بعد حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ (م۔ ۲۶۱ھ) کا نام آتا ہے کیوں کہ آپ نے طریقہ اویسیہ میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا۔ پھر ان کے بعد ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ (م ۴۲۵ھ) کا، کیوں کہ آپ نے بایزید بسطامی کی روحانیت سے سلوک کی تربیت پائی، سفینۃ الاولیاء، کانپور، ۱۸۸۴ء، ص ۷۴)۔ مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ نے

اسی طریقۂ اویسیہ کو فضیلت دی۔ نیچے اس سلسلے کے اُن مشائخ کا نام لکھا جاتا ہے جو طریقۂ اویسیہ میں شامل نہیں تا کہ کوئی غلط فہمی نہ رہے۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد ان مشائخ کے نام آتے ہیں:

۱۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ (م۔ ۱۸۳ھ)، بغداد

۲۔ امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ، بغداد

۳۔ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ (م۔ ۲۰۰ھ)، بغداد

۴۔ حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ (م۔ ۲۵۰ھ)، بغداد

حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کے بعد ان مشائخ کے نام آتے ہیں:

۱۔ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ (م۔ ۲۹۷ھ)، بغداد

۲۔ حضرت ابی علی احمد الروز باری علیہ الرحمۃ (م۔ ۳۲۲ھ)، مصر

۳۔ حضرت علی حسن بن احمد الکاتب علیہ الرحمۃ (م۔ ۵۶۔ ۳۴۶ھ)، مصر

۴۔ حضرت سعید بن سلام المغربی علیہ الرحمۃ (م۔ ۳۷۳ھ)، نیشاپور

۵۔ حضرت ابوالحسن علی خرقانی علیہ الرحمۃ (م۔ ۴۲۵ھ)، طوس

۶۔ حضرت ابی القاسم علی الگرگانی علیہ الرحمۃ (م۔ ۴۵۰ھ)، مصر

۲۳...... عبدالحمید طہماز: العلامۃ المجاہد الشیخ محمد الحامد رحمہ اللہ تعالیٰ، مطبوعہ دمشق ۱۹۸۱ء، ص ۲۰۹۔ ۲۱۰

۲۴...... شیخ محمد صالح زواوی: نفاس السانحات فی تذییل الباقیات الصالحات، مکہ مکرمہ، ۱۳۰۰ھ ص ۳۰

۲۵...... محمد ہاشم جان مجددی: بیاض قلمی محررہ ۲۵ رمئی ۱۹۶۳ء، کراچی

۲۶...... صدیق حسن خان: تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار، بھوپال، ص ۳۴۶

۲۷...... مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تفصیلی حالات کے لیے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں:

۱...... ڈاکٹر حسن رضا خاں: فقہ اسلامی میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کی خدمات، پٹنہ ۱۹۸۱ء، مقالہ ڈاکٹریٹ پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا

۲...... ڈاکٹر مجید اللہ قادری: کنز الایمان اور دیگر معروف اردو قرآنی تراجم، مقالہ ڈاکٹریٹ کراچی یونیورسٹی، کراچی ۱۹۹۳ء، پاکستان

۳...... ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی: حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے حالات اور اصلاحی کارنامے، مقالہ ڈاکٹریٹ سندھ یونیورسٹی، جام شورو، سندھ ۱۹۹۳ء

۴ ڈاکٹر محمد مسعود احمد: محدث بریلوی، کراچی ۱۹۹۳ء

۵ ڈاکٹر اوشا سانیال: سنی اسلام اور احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ دہلی ۱۹۹۴ء، مقالہ ڈاکٹریٹ کولمبیا یونیورسٹی، امریکہ۔ (انگریزی)

۶ ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد: فتاوی رضویہ اور فتاوی رشیدیہ کا تقابلی جائزہ، کراچی ۱۹۹۱ء

۷ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی: اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی، بریلی (۱۹۹۶ء) مقالہ ڈاکٹریٹ روہیلکھنڈ یونیورسٹی، بریلی

۲۸ مولانا احمد رضا خاں بریلوی: مکتوبات، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۹۱

۲۹ تفصیلات کے لیے "حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال" از ڈاکٹر محمد مسعود احمد، سیالکوٹ ۱۹۱۰ء مطالعہ فرمائیں۔ اس کا انگریزی ترجمہ ادارۂ مسعودیہ نے ۱۹۹۶ء میں کراچی سے شائع کر دیا ہے۔

۳۰ اقبال: بال جبریل، لاہور، ص ۱۷

۳۱ اقبال: بال جبریل، لاہور، ص ۱۸

☆ ☆ ☆

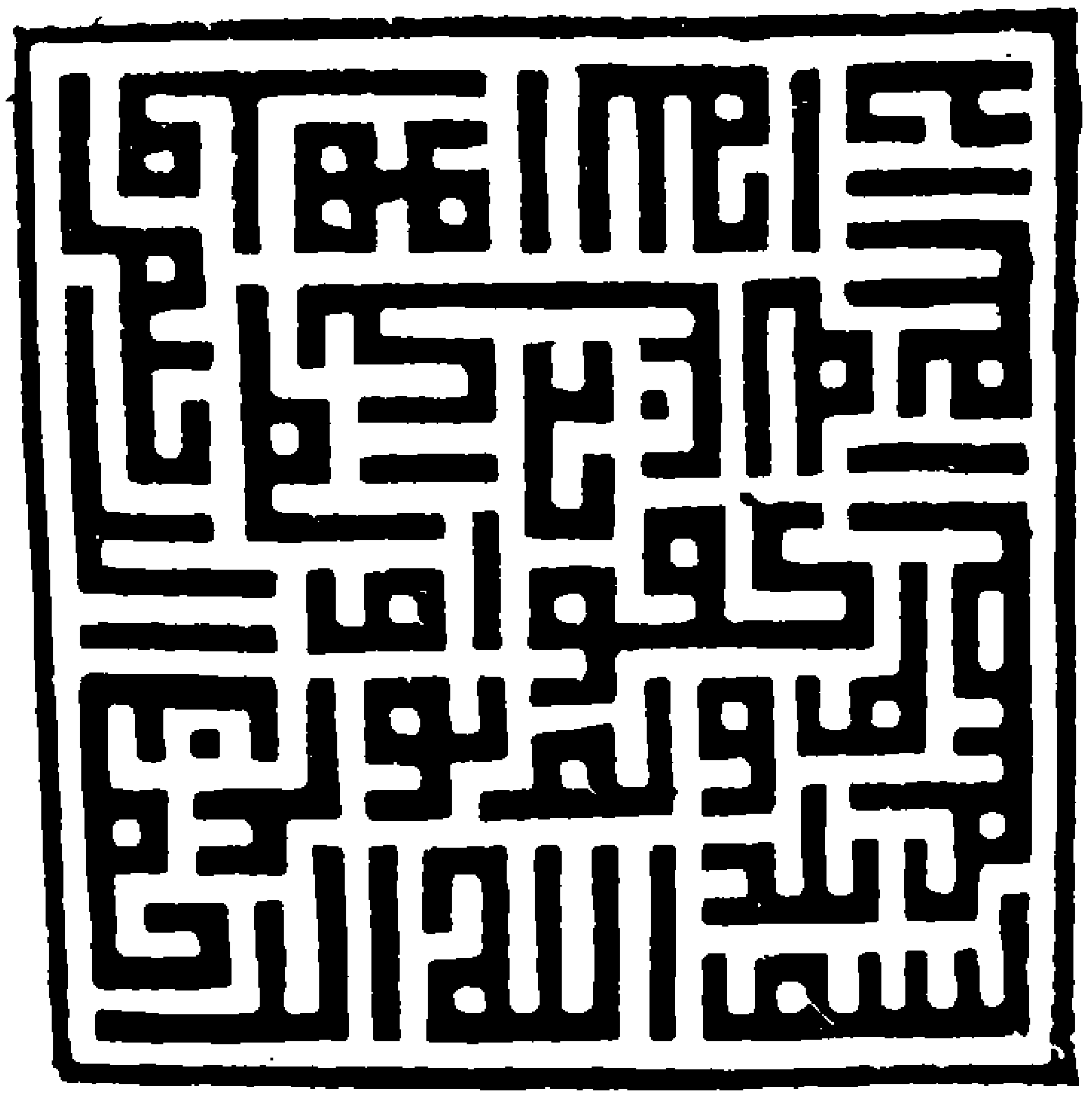

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کشورِ دوم

وہ مردِ حُر ، وہ مجاہد ، وہ علم کا دریا
تھا ایک صاحبِ دل ، صاحبِ نگاہ بھی تھا
(کلیم عثمانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی تحریک احیاءِ دین

پروفیسر محمد اقبال مجددی
(صدر شعبۂ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور)

☆☆

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ/۱۵۶۳-۱۶۲۴ء) کا زمانۂ حیات (یعنی سولہویں اور سترہویں صدی) کئی اعتبار سے ہیجان انگیز تھا، اس میں ذہنی انتشار اور معاشرتی بے چینی پھیلانے والی کئی تحریکیں اٹھیں جن کے ہندوستانی معاشرے پر گہرے اثرات مرتب ہوے ان ادوار میں بہت سی ایسی تحریکوں نے برصغیر پاکستان و ہند کا رخ کیا جن کے مذہبی اعتقادات نے انتشار پھیلانے کی پوری پوری کوشش کی، بدقسمتی سے ان ایام میں اکبر بادشاہ (۱۵۵۶-۱۶۰۵ء) اور اس کے ساتھیوں نے زیر اثر آزاد خیالی اور الحاد کے لیے زمین ہموار کی جا رہی تھی، اکبر بادشاہ ابتداء میں دیندار اور پابند صوم وصلوٰۃ تھا وہ علماء کی بہت تعظیم وتوقیر کرتا تھا اس نے ان کو بڑے بڑے منصب دے کر با اختیار بنا دیا تو علماء فقر وقناعت سے نکل کر امراء کے زمرے میں آ گئے انہوں نے اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا، عبادت خانہ کے بے ہنگم مباحث نے کم علم اکبر کو دین اسلام سے منحرف کر دیا چونکہ عہدہ دار علماء اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے اس لیے فطری طور پر دوسرے فرقوں کے علماء نے بھی اسی قسم کا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اور یہ عہد کر لیا کہ جب تک ان کو اقتدار سے نہ ہٹا دیں چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

اکبر بادشاہ ان علماء کے کردار اور حب جاہ کی وجہ سے ان سے اتنا متنفر ہوا کہ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے فکرمند رہنے لگا، ان دنوں جو افسوس ناک واقعات پیش آئے ان میں اکبر کے عہد کے ایک نہایت ہی زیرک خانوادہ یعنی ملا شیخ مبارک ناگوری اور اس کے خاندان کی تذلیل وتحقیر تھی۔ ہوا یوں کہ

شیخ مبارک اپنے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کو لے کر صدر الصدور شیخ عبدالنبی اور مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطانپوری کی خدمت میں گیا اور تنگدستی کی شکایت کرتے ہوئے صرف ایک سو بیگھہ زمین بطور مدد معاش مانگی تو انہوں نے یہ کہہ کر کہ تم بدعقیدہ ہو اپنے در سے نکال دیا' اس وقت فیضی کی رگ حمیت پھڑک اٹھی اور اس نے کہا:

> اگر میں اپنی اصل سے ہوں اور اپنے اعتقاد میں سچا ہوں تو تم سے ایسا انتقام لوں گا جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنائی دے گی۔[1]

واقعی وہ گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی اکبر نے علماء کا اقتدار ختم کرنے کے لیے منصوبہ تیار کرلیا۔ اس سارے ڈرامے کے روح رواں ملا مبارک ناگوری اور اس کے یہ دونوں نہایت زیرک اور موقع شناس بیٹے یعنی ابوالفضل اور فیضی تھے۔ انہوں نے ۹۸۷ھ/ ۱۵۷۹ء کو ایک محضر نامہ تیار کیا[2] جس کی روجہ سے اکبر بادشاہ کو اعدل' اعقل اور اعلم قرار دیتے ہوئے تمام علماء سے اس پر دستخط کروا کر اکبر بادشاہ کو مجتہد تسلیم کروالیا۔

شیخ مبارک ناگوری نے اس محضر نامہ کے نیچے یہ لکھا کہ میں اس بات کا دل و جان سے خواہش مند تھا اور سالہا سال سے اس کا منتظر تھا' بادشاہ کو فتویٰ دینے کا اختیار مل گیا تو پھر اجتہاد کی راہیں کھل گئیں امام کی رائے مستند سمجھی گئی' شریعت کے مقابلہ میں امام کی رائے کو فوقیت حاصل ہوگئی۔[3]

یہ عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے جو بالکل درست ہے جس کی تصدیق محضر کے محرک اور دین الٰہی کے رکن اعظم ابوالفضل کی تحریرات سے بھی ہوتی ہے کہ جو لوگ مشرب نصیری اور حسین بن منصور حلاج کے مسلک کے تھے انہوں نے اکبر کے افکار (دین الٰہی) کو قبول کرلیا اور پرانی رسم کے لوگ (مقلدین اہل سنت) یاوہ گوئی کرنے لگے اور انہوں نے ہر طرف شورش برپا کردی۔[4]

اب ان باہم دست و گریبان ''دین فروش''[5] علماء کا اقتدار ختم ہوگیا' کاش یہ علماء خدا ترس ہوتے اپنے عمل و کردار اور تقوی سے جب کہ انہیں بادشاہ کی حمایت حاصل تھی ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک مثالی اسلامی مملکت بنا دیتے۔ لیکن ان کی حب جاہ اور دولت کی ہوس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو نہایت نازک حالات سے دوچار کردیا۔ اب ہر غیر اسلامی نظریات رکھنے والی تحریک کو یہاں پنپنے کے خوب مواقع ملے۔ ان باطل فرقوں میں، جو ہندوستان آئے فرقۂ نقطویہ کے عقائد سب سے زیادہ خطرناک تھے ان

کے نزدیک نماز، حج اور قربانی بے عقلی کے مترادف تھی۔ طہارت اور غسل کے مسائل کی بھی تضحیک کرتے تھے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ مذہب اسلام منسوخ ہو چکا ہے اس لیے اب نئے دین کی ضرورت ہے۔[۶] گویا ان کا کہنا تھا کہ اسلام کی عمر صرف ایک ہزار سال تھی اب اگلے ہزار سال کے لیے ہمارے مرتب کردہ عقائد قبول کیے جائیں۔ نقطوی تحریک کے بانی دراصل ایرانی علماء تھے جب شاہ عباس صفوی کو ان کے عقائد کا علم ہوا تو اس نے اس فرقہ کے ماننے والے ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ان میں سے کچھ افراد جان بچا کر ہندوستان آنے میں کامیاب ہو گئے ان میں شریف آملی بڑا باکمال عالم تھا ان دنوں ہندوستان کے حالات تو پہلے ہی ایسی تحریکوں کے لیے ہموار ہو چکے تھے اکبر اور اس کے حاشیہ نشینوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اکبر بادشاہ اسے اپنے مرشدوں کی طرح مانتا تھا۔ خود ابوالفضل کی اس فرقے کے ساتھ ہم آہنگی تھی۔

شریف آملی نے اپنے فرقے کی کتابوں سے ثبوت پیش کر کے اکبر کو نیا دین بنانے کی ترغیب دی۔ جب انہیں اکبری دور کے علماء کی تائید و حمایت حاصل ہو گئی تو انہیں اس کے پورے مواقع ملے اور ان کے عقائد اکبر کے دین الٰہی میں جلوہ گر ہو گئے۔

پابندی شرع کو تقلید کا نام دیا گیا' علمائے حق کو مقلدین کہہ کر شریعت کی پابندی کو تاریکی سے تعبیر کیا گیا اور اس کے مقابلہ میں اکبر کی بارگاہ کو ہفت اقلیم کا وطن اور دانایان ملل ونحل کا مرکز قرار دیا گیا۔[۷]

نقطوی فرقہ کے مشہور شاعر تشبیہی کاشی نے اکبر بادشاہ کے حضور ایک قصیدہ پڑھا جس میں اس نے کہا کہ بادشاہ تقلید پرستوں (اھل سنت) کو ختم کر دے تاکہ حق اپنے مرکز پر پوری طرح استوار ہو جائے اور خالص توحید کو رواج ہو۔[۸]

ہندوؤں کی مشہور کتاب مہابھارت کا (۹۹۰ھ۔۹۹۵ھ/۱۵۸۲۔۱۵۸۷ء) کو ترجمہ فارسی مین کیا گیا تو اکبر کے حکم سے علوم ابوالفضل نے اس پر ایک طویل مقدمہ لکھا جو معاصر مورخ عبدالقادر بدایونی کے الفاظ میں ''کفریات وحشویات'' کا مجموعہ ہے۔ اس کا نام رزم نامہ رکھا گیا اور اسے مصور کروانے کے بعد اکبر نے امراء کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھ برکت حاصل کریں۔[۹]

ابوالفضل نے اس دیباچے میں علمائے حق کے لیے ''تقلید پرست''، منتسبان کیش احمدی' پیروان کیش احمدی' گرفتار زندانِ تقلید اور سادہ لوحانِ تقلید پرست جیسے القاب استعمال کیے۔

ابوالفضل کے بھائی، دین الٰہی کے محرک اور تفسیر سواطع الالہام کے مصنف فیضی کی اسلام دشمنی کے شواہد عبدالقادر بدایونی کی زبانی قابل قبول نہ ہوں تو اس عہد کے نامور عالم و محدث شیخ عبدالحق دہلوی کا قول ملاحظہ ہو جس میں آپ نے لکھا ہے کہ باہمہ فضل و کمال فیضی نے ''کفر و ضلالت'' کی وادی میں قدم رکھ دیا ہے۔[10]

ان حالات میں حب جاہ کے طالب اور دنیا دار علماء اکبر کے گرد جمع ہو گئے اس طبقہ کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''جماعت شوم'' مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے ''علمائے سو'' اور اس عہد کی کتب تاریخ میں ''مسلمانانِ ہندومزاج'' کہا گیا ہے۔ ابوالفضل نے تقلید کو ''تاریکی'' اور ''آزاد خیالی و الحاد'' کو تحقیق کا نام دیا ہے۔[11]

اب مغلوں کا وہ دربار جہاں بڑے علماء قال اللہ و قال الرسول اللہ کہتے تھے کی جگہ ایسے علماء نے لے لی کہ اگر کبھی قرآن مجید یا حدیث شریف کا بیان ہوتا تو حیلہ بازیوں اور تاویلات کے انبار لگا دیے جاتے۔

ان غیر یقینی حالات میں مسلمانوں کی دو جماعتیں وجود میں آئیں۔ ایک وہ جماعت تھی جسے شیخ عبدالحق محدث نے ''جماعت شوم'' کہا ہے جسے اس عہد کی کتب تاریخ میں مسلمانانِ ہندومزاج کہا گیا ہے، دوسری جماعت علمائے حق کی تھی جو شریعت کی ترویج اور ملک میں اسلامی حکومت چاہتی تھی۔

علمائے حق کی جماعت میں سے جس نے بادشاہ کے خلاف آواز اٹھائی اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ راسخ العقیدہ علماء کا دوسرا طبقہ وہ تھا جو ان بدلے اور بگڑے ہوئے مذہبی و معاشرتی حالات کا خاموشی سے جائزہ لے رہا تھا ان حضرات نے رازداری اور دانشمندی سے فکری و ذہنی انقلاب برپا کرنے کے لیے کوششوں کا آغاز کیا۔

اکبر کے آخری سنین حکومت میں ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء کو افغانستان سے حضرت خواجہ باقی باللہ دہلی تشریف لائے یہاں آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور دین دار امراء، علماء و مشائخ سے رابطہ قائم کر کے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد نواب مرتضٰی خان فرید بخاری، حضرت شیخ احمد سرہندی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بعض دیگر احباب کی ایک جماعت کے ساتھ اصلاح احوال کا آغاز کیا۔ لیکن صرف چار سال بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ (یعنی ۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء) تو آپ کے مخلصین نے اس مشن کو جاری رکھا اب ذہنی و فکری انقلاب کی کمان حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے سنبھالی آپ نے

نہایت بالغ نظری اور حکیمانہ انداز سے اس سارے انتشار کا جائزہ لیا جو اکبر کے زیر اثر مسلمانانِ ہند و مزاج پھیلا چکے تھے اور مصروف کار تھے آپ نے ایک ایک فتنہ پر غور فرمایا' الحاد بے دینی اور آزاد مشربی کے منفی اثرات سے مسلم حکومت اور معاشرت کو بچانے کے لیے جو حل تجویز کیے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دست مبارک انتشار پذیر ملت اسلامیہ کی نبض پر تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی کی مجددانہ مساعی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اول اکبری عہد دوم جہانگیری دور۔

اکبر کی وفات (۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) کے وقت آپ ۴۳ سال کے تھے دینی غیرت وحمیت آپ کی فطرت میں اس طرح شامل تھی کہ کسی بڑے سے بڑے عالم یا صوفی کا کوئی ایسا قول جو شریعت اسلامی سے متضاد ہوتا تو آپ اس پر پُر جوش الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار فرماتے۔

عہد اکبری کے مسائل میں سے اہم ترین مسئلہ معاشرے میں نبی کا مقام متعین کرنا اور اس کی اعلیٰ وارفع حیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد کرنا' اس ماحول میں آپ نے واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اعلان کیا:

> بعث کے بغیر صفائی اور تزکیہ کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی ...... عقل حجت ہے لیکن حجت ہونے میں نامکمل اور تاثیر و تکمیل کے درجے کو نہیں پہنچتی' حجت بالغہ صرف انبیاء کرام کی بعثت ہے۔[۱۲]

ان حالات میں جبکہ نبوت کے مذہب پر چہ می گوئیاں ہو رہی تھیں آپ نے نبوت کے اثبات میں ایک معرکۃ آرا رسالہ ''اثبات النبوۃ'' کے نام سے عربی میں تالیف کیا جس کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ صرف بعثت سے ہی انسانی معاشرے کی ذہنیت کو اعتدال پر رکھا جا سکتا ہے۔

اکبری عہد کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ علمائے سو کا تھا جب اکبر کو ان کی صحبت بد میسر آئی تو وہ نہ صرف علمائے حق سے متنفر ہوا بلکہ اسلام کو ہی اختلافات اور خرافات کا مجموعہ سمجھنے لگا' ایسے علماء کو اس عہد کی تاریخ میں ''علمائے سو بے دین'' کہا گیا ہے جب انہیں اکبر کی حمایت حاصل ہو گئی تو انہوں نے اسلام کو جڑوں سے اکھاڑنے کی کوشش کی دولت اور مرتبہ کی ہوس نے ان علماء کے ضمیر کی آواز کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کے غیر شرعی فتوے دینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے

اکبر کو سجدہ کرنے کا جواز قاضی نظام بدخشی نے پیش کیا تو ملا عالم کابلی کو اس پر بڑی حسرت ہوئی کہ یہ فضیلت انہیں حاصل کیوں نہیں ہوئی۔ ۱۳

انہی کی بدنفسی اور حیلہ گری سے بادشاہ، امراء اور عوام میں شریعت کی عملی صورت بے معنی ہو کر رہ گئی اور بے راہ روی، آزاد مشربی اور لادینیت نے راہ پالی۔

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نورالدین محمد جہانگیر ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء کو تخت نشین ہوا، اس کی جانشینی میں اس عہد کے ایک مجاہد امیر نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کا کلیدی کردار تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے ساتھ اس کے پہلے ہی مراسم تھے، علمائے حق اور دین دار امراء اس امر کے منتظر تھے کہ کوئی ایسا فرد اکبر کا جانشین بنے جو ہندوستان کی ملت اسلامیہ کو اس الحاد و زندقہ کی فضا سے نکال سکے جو اکبر اور اس کے زیر اثر علمائے سو نے پیدا کر دی تھی۔

اکبر اور اس کے حواریوں کی جماعت شوم یعنی مسلمانانِ ہندو مزاج کے مقابلہ میں حضرت مجدد الف ثانی نے امراء اور علمائے حق کا ایک گروہ تیار کیا جسے آپ خود ''جرگہ مردانِ دولت اسلام'' کا نام دیتے ہیں۔ اب آپ نے ترویج شریعت کے لیے فوری اقدام فرمایا اور اصلاحی پروگرام کا ایک خاکہ مرتب کیا جو اس طرح سے تھا:

۱۔ سلاطین و امراء کو خطوط لکھ کر انہیں زمانۂ ماضی (عہد اکبری) میں مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا گیا تھا اس سے آگاہ کیا۔

۲۔ ترویج شریعت کے لیے بادشاہ کی تائید و حمایت حاصل کی اور بتایا کہ اس دور میں اس کے بغیر یہ کام دشوار ہے۔

۳۔ بادشاہ سے قرابت قریبہ رکھنے والے ارکان سلطنت کو پہلے اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کروایا پھر انہیں اس قربت سے فائدہ اٹھانے پر زور دیا کہ بادشاہ کو ایسے مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے جس پر عقائد اسلامیہ کی بنیاد ہے۔

۴۔ سب سے اہم قدم یہ اٹھایا کہ اس امر میں نہایت درجہ بے چینی کا اظہار کیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو دین دار طبقے کو بادشاہ کا قرب حاصل ہو جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علمائے سوٗ اور مسلمانانِ

ہندو مزاج بادشاہ کے مزاج میں رسوخ حاصل کرنے میں پہل کریں اور ملت اسلامیہ کو پھر سے ان حالات سے گزرنا پڑے جس کا عہد اکبری میں ان کو سامنا کرنا پڑا تھا۔

بادشاہ کی اصلاح کے سلسلہ میں آپ نے اس کے سب سے زیادہ مقرب رکن سلطنت نواب مرتضیٰ خان فرید بخاری کو وسیلہ بنایا اور اس کے نام اپنے ایک مکتوب میں اکبری عہد میں اسلام کی زبوں حالی کا ماتم ان الفاظ میں کیا ہے:

> اس سے قبل کفار (ہندو) علانیہ اور زور کے ساتھ دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے رہے ہیں اور مسلمان اسلامی احکام کے اظہار سے عاجز و بے بس تھے اگر مسلمان ایسا کرنے کی جرأت کرتے تو قتل کر دیئے جاتے......عہد اکبری میں اسلام کے سر پر جو بلا و آفت بھی ٹوٹی وہ انہی علماء سو کی شومی کی بدولت تھی بادشاہ کو یہ علماء سو راہ راست سے بھٹکاتے ہیں، جو گمراہی کی راہ اختیار کر چکے ہیں ان کے مقتدا یہی علماء سو ہیں۔ [۱۴]

ایک مکتوب میں ترویج شریعت کی اہمیت ان پر زور الفاظ میں واضح کی ہے:

> اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج کے لیے سعی و کوشش کی جائے اور احکام شرع میں سے ایک حکم کو جاری (رائج) کرنا اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں خدا کی راہ میں کروڑ ہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں۔ [۱۵]

نواب مرتضیٰ فرید بخاری کو ہی ایک مکتوب میں اس کے ساتھ تعلق کا صرف اور صرف یہ مقصد بتایا ہے کہ یہ حقیر صرف تائید و ترویج شریعت حقہ کی خاطر۔۔۔۔ آپ کی خدمت شریف کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ [۱۶]

نواب مرتضیٰ فرید بخاری کے بعد دربار کی بڑی موثر شخصیت مرزا عزیز الدین مخاطب بہ خان اعظم کی تھی جو اکبر کا رضاعی بھائی اور اعلیٰ منصبوں پر فائز تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اسی خان اعظم کے نام کئی مکاتیب لکھ کر اسے حالات سے آگاہ کیا ایک مکتوب میں اسے لکھا ہے کہ اسے بادشاہ کا جو قرب حاصل ہے

اسے غنیمت جانے مزید تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس وقت بادشاہ کو دین کی ترغیب دے رہے ہو وہ جہاد اکبر ہے اور ہم جیسے بے دست و پا فقراء اس سے محروم ہیں۔ [۱۷]

عہد جہانگیری کے ایک اور ممتاز رکن سلطنت خان جہان لودھی کو بھی آپ نے دو خطوط لکھے جن میں آپ نے اسے جہانگیر کو مذہب کی طرف راغب کرنے کی تلقین کی۔

ایک مکتوب میں اسے لکھا ہے کہ تمہیں جو بادشاہ کا قرب حاصل ہے اگر اس کو حضور انور ﷺ کی شریعت کی تعمیل کے ساتھ جمع کر دیں تو آپ انبیائے کرام جیسا کام کریں گے، ہم فقیر لوگ اگر کئی سال اس پر عمل کریں تو آپ جیسے شہبازوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ [۱۸]

ان امراء سلطنت کے علاوہ مرزا عبدالرحیم خان خاناں، مرزا داراب بن خان خانان خواجہ جہان اور قلیج خان اندجانی کو آپ نے خطوط لکھ کر جہانگیر کے سامنے کلمہ حق کہنے اور زمانہ اکبری میں اسلام اور مسلمانوں پر جو آفتیں ٹوٹیں ان سے آگاہ کرنے کے لیے کہا اور ان موثر شخصیات نے بادشاہ کے دل میں اسلام کے متعلق ہمدردی سے سوچنے کے لیے نرم گوشہ پیدا کر دیا۔ آپ کے تیار کردہ اس ’’جرگہ مدان دولت اسلام‘‘ کی مسلسل جدو جہد سے آخر جہانگیر کو اسلام کی حقانیت کا احساس ہونے لگا تو اس نے نواب مرتضٰی فرید بخاری اور ملک مفتی میراں صدر جہاں سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چار دین دار علماء کی ایک جماعت ہر وقت دربار میں اس کے ساتھ رہے جو اسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کرتی رہے۔‘‘ اگر کوئی اور مصلح ہوتا تو اس خوشخبری کو اپنی کامیابی سمجھ کر پھولے نہ سماتا لیکن امام ربانی مجدد الف ثانی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فراست اور دینی بصیرت عطا فرمائی تھی اور چونکہ آپ اکبری عہد کے فتنوں اور علمائے سو کے عبادت خانہ میں اجتماع اور اس کے مضمرات سے آگاہ تھے اور ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے انتشار کا اصل سبب آپ کے نزدیک علماء سو کی حب جاہ تھا اس لیے آپ نے اس کے منفی اثرات کا فوری نوٹس لیا اور نہایت مغموم ہو کر نواب مرتضٰی فرید بخاری کو ان امور سے خبردار کرتے ہوئے لکھا کہ چار علماء کے بجائے صرف ایک ’’عالم آخرت‘‘ کو تلاش کرو جو بادشاہ کی دینی اصلاح اور ترویج شریعت کا فریضہ انجام دے۔

دشمنان دین کی سازش سے آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن رہائی کے بعد آپ نے جہانگیر کے ساتھ رہ کر ’’عالم آخرت‘‘ کا فریضہ خود انجام دیا اور ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی ملت

اسلامیہ کے سرمایہ کے آپ ہی نگہبان تھے۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان ذہنی و فکری زوال کے بھنور سے نکلنے میں کامیاب ہوئے یعنی

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

☆……☆……☆

حواشی

۱…… فرید بھکری: ذخیرۃ الخوانین ۱/ ۶۸_۶۹

۲…… نظام الدین احمد: طبقاتِ اکبری ۲۴۳_۲۴۴، بدایونی، عبدالقادر: منتخب التواریخ ۲/ ۲۷۱_۲۷۲

۳……ایضاً_۲/ ۲۷۰_۲۷۲

۴……ابوالفضل: اکبرنامہ ۳/ ۳۷۱

۵……عبادت خانہ میں شریک علماء کے لیے ''دین فروشان'' کی یہ اصطلاح معاصر ناقد منتخب التوریخ (۲/ ۳۰۸) سے ماخوذ ہے۔

۶……فرقہ نقطویہ اور اس کے عقائد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: نذیر احمد: اکبری دور کا فارسی ادب مقالہ شمولہ (رسالہ) تحقیق، شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی (۱۲_۱۳) Nizami, K.A: Akbar and Religion,pp-58-61

۷……ابوالفضل: اکبرنامہ ۳/ ۲۵۲_۲۵۳

۸……منتخب التواریخ ۳/ ۲۰۴

۹……ایضاً ۲/ ۳۲۱

۱۰……عبدالحق محدث: فہرس التوالیف ۱۸

۱۱……ابوالفضل: اکبرنامہ ۳/ ۲۵۳

۱۲……مکتوبات امام ربانی ۱/ ۲۶۶

۱۳……منتخب التواریخ ۲/ ۱۵۳

۱۴……مکتوبات امام ربانی ۱/ ۴۷

۱۵……ایضاً ۱/ ۴۸

۱۶……ایضاً ۱/ ۵۱

۱۷…… ایضاً ۱/ ۶۵

۱۸…… ایضاً ۳/ ۵۴

(نوٹ: یہ مقالہ انٹرنیشنل ہسٹری کانفرنس منعقدہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں مورخہ ۲۷_۲۸ فروری ۲۰۰۶ء کو پڑھا گیا۔)

وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها إن الله لغفور رحيم
١٤٠٧

كلما سطرت سطرا ❁ ضاع من عمري سطر ❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکتوباتِ امامِ ربانی اعلیٰ عربی زبان وادب کی مثال

اورنگ زیب اعظمی
(لیکچرار (گیسٹ)، سینٹر فار عربک اینڈ افریقن اسٹڈیز
اسکول آف لینگویجز، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نیو دہلی، بھارت)

☆☆

مکتوباتِ امامِ ربانی جہاں شریعت وطریقت کا مرج البحرین ہیں وہیں مکارمِ اخلاق، بیش بہا معارف اور آدابِ عالیہ کا حسین مرقع بھی۔ آپ کا ہر گرامی نامہ جہاں مخاطب کو عبادت وعبودیت کا اعلیٰ درس دیتا ہے وہیں ضمناً حقائق ومعارف کے لآلی وجواہر کا بیش قیمت خزینہ اتنے اچھے انداز سے لٹاتا چلا جاتا ہے کہ قاری کا دل ودماغ ہر نکتہ پر گھنٹوں مقیمِ آستاں رہتا ہے۔

ع کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

مکاتیب کی زبان گرچہ فارسی ہے مگر اس میں عربی کی عبارتوں کی بھرمار ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مخاطب عربی ہو، قرآنی آیات واحادیثِ نبویہ کے جابجا حوالے، عربی اشعار واقوال سے استشہاد اور عربی زبان میں بامعنی اور برمحل دعائیں فارسی مکتوب کے حسن کو دوبالا کردیتی ہیں اور سونے پر سہاگا کا کام دیتی ہیں۔ یہ جہاں مخاطب کے ادبی وعلمی درجہ کا پتا دیتی ہیں وہیں صاحبِ مکتوب کی عربی زبان وادب پر کامل قدرت کا بین بھی ثبوت ہیں۔

ذیل میں اسی پہلو پر ذرا پھیل کر گفتگو کی جائے گی۔

قرآنی آیات:

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو تعلیماتِ عالیہ کے ساتھ ساتھ حسنِ اخلاق وروعتِ حقائق سے پردہ اٹھاتی ہے اور یہ سب باتیں ایسے انداز سے پیش کرتی ہے کہ متاخرین کیا، معاصرین نے بھی اس کا اعتراف

کیا ہے۔ مجدد الف ثانی جو کہ عربی زبان کے ماہر تھے انہیں اس حقیقت کا بخوبی علم تھا۔ آپ نے اسی حیثیت سے اپنے گرامی مکتوبات میں آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے۔ فرمائے ہیں:

> ''کمترین بندگان احمد معروض میگرداند آہ ھزار آہ از بے نھایتی' این راہ سیر بایں سرعت وواردات وعنایات بایں کثرت ازیں جا است کہ مشائخ عظام فرمودہ اند سیر الی اللہ پنجاہ ھزار سالہ راہ است **تعرج الملٰئکة والروح اليه فی یوم کان مقداره خمسین ألف سنة** مگر ایمائے بایں معنی داشتہ اند چوں کار بیاس رسید وامیدھا منقطع گشت **هوی الذی ینزل الغیث من بعد قنطوا وینشر رحمته** درکار رشد' (۱/ ۲۸)

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''حضرت خواجۂ بزرگ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرّہ الأقدس فرمودہ اند اھل اللہ بعد از فناء وبقاھر چہ می بینند در خودمی بینند وہر چہ می شناسند در خودمی شناسند وحیرتِ ایشاں در وجود خود است **وفی أنفسکم افلاتبصرون** پیش ازیں بر سیرے کہ ھست داخلِ سیرِ آفاقی است کہ حاصلش بیحاصلی است' (۱/ ۷۸۔۷۹)

ایک جگہ قرآنی الفاظ سے کتنی بہترین تلمیح پیش کی ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''پس سالکانِ سبلِ طریقت وحقیقت را اگر در اثنائے راہ اموریکہ بظاہر باشریعت در جنگ اند ظاہر شوند وظاہر سازند مبنی بر سکرِ وقت وغلبۂ حال است اگر ازاں مقام گذرانید وبصحو آرند آں منافات بالکلیہ مرتفع می شود وآں علوم متضادہ بہ تمام **هباء منثور** میگردند' (۲/۳)

اس طرح کے استدلالات واستخراجات کی ایک بھرمار ہے جس کے احاطے کا یہاں موقع نہیں۔

موصوف نے نہ صرف آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کیا ہے اور ان سے بہترین تلمیحات وکنایات لیے ہیں بلکہ ان آیاتِ کریمہ کی بہترین اور دلکش تشریح وتفسیر بھی کی ہے' صفحات کی تنگی کے پیشِ نظر صرف

دومثالوں پر قناعت کی جارہی ہے، قارئین سے درخواست ہے کہ وہ براہِ راست ان گرامی مکاتیب کا مطالعہ کریں اور تشریحات وتوضیحات سے مستفید ہوں۔

''**عند کل مسجد**'' کی تفسیر یوں فرماتے ہیں:

> ''......در مطعومات وملبوسات لذیذۃ وتفسیر حظِ نفس منظور نباید داشت بلکہ در اطعمہ واشربہ غیر از حصولِ قوت براداء طاعات نیتی دیگر نباید کرد وجامۂ نفیس بحکم کریمۂ ''**خذوا زینتکم عند کل مسجد**'' اَی عند کل صلاۃ بہ نیست تزئینِ مامور باید پوشید ومشوب بہ نیت دیگر نبادید ساخت......'' (۵۲/۲)

''**حتی یأتیک الیقین**'' کی وضاحت کرتے ہیں:

> ''ھمچنانکہ مقصود از خلقتِ انسانی اداء عباداتِ ماموره است مقصود از اداءِ عبادات تحصیلِ یقین است کہ حقیقتِ ایمانست تواند بود کہ کریمۂ ''**واعبد ربک حتی یأتیک الیقین**'' رمزی باین معنی باشد چہ کلمۂ حتی ھمچنانکہ از برائ معنی غایت می آید از برای معنی علّیہ نیز می آید ای لأجل اَن یأ تیک الیقین گویا ایمانی کہ پیش از اداءِ عبادت است صورتِ ایمان است نہ حقیقتِ ایمان کہ تعبیر ازاں یقین کرده شده......'' (۹۰/۲)

یہی نہیں بلکہ آپ نے تاویل آیات کے ایک اہم اصول کی طرف توجہ دلائی جس کا حاصل یہ ہے کہ تاویل وہی قبول ہوگی جو قرآن وسنت کے مشمولات ومفہومات کے خلاف نہ ہو۔ اسے شیخ صاحب کے گرامی کلمات کی روشنی میں سمجھیں۔ وہ فرماتے ہیں:

> ''معنی تفسیری مشروط بنقل وسماعست من فسر القرآن برأیہ فقد کفر شنیده ودر تاویل مجرد احتمال کافی است بشرط آنکہ مخالفِ کتاب وسنت نباشد......'' (۳۱/۴)

گویا آپ کے نزدیک کسی رائے یا خیال کے لیے اصل کسوٹی کتاب وسنت ہیں اور بس۔

احادیث نبویہ:

قرآنِ مجید کے بعد موقع بہ موقع آپ نے نبی ﷺ کے اقوال و احکام سے بھی استدلال کیا ہے۔ حدیث کی تشریعی حقیقت سے قطع نظر آپ کے اقوال و احکام اعلیٰ عربی ادب کا بہترین نمونہ ہیں کیوں کہ آپ نہ صرف قبیلۂ قریش سے تھے جو کہ زبان دانی میں معروف تھا بلکہ بنوسعد میں تربیت پائی تھی جس کی عربیت و مہارتِ ادب ضرب المثل ہے۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

> ''اما گاہ است کہ ایں تائید و تقویت از اھلِ فجور و ارباب فتورھم می آید چنانکہ سیدِ انبیاء علیہ و علیھم وعلی آلہ الصلوات و التسلیمات از تائید آن مردِ فاجر خبر دادہ اند و فرمودہ ان اللّٰہ **لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر**......'' ۱/۹۲

نفس کی مخالفت کا درس اس انداز سے دیتے ہیں:

> ''در حدیث قدسی آمدہ است **عادِ نفسک فانھا انتصبت بمعاداتی** یعنی دشمن دار نفسِ خود را زیرا کہ بدرستیِ آن نفس ایستادہ است بدشمنی من پس تربیتِ نفس نمودن بہ تحصیلِ مرادات از جاہ و ریاست و ترفع و تکبر فی الحقیقت امداد کردن است بدشمنِ خدائے عزوجل......'' (۲/۲۴)

فرقۂ ناجیہ کے وصف میں حدیث کی طرف یوں اشارہ کر کے فرماتے ہیں:

> ''اما دلیلے کی پیغمبرِ صادق علیہ من لصلوات افضلھا ومن التسلیمات اکملھا بر تمییز فرقۂ واحدۂ ناجیہ از آن فرق متعددہ فرمودہ است آنست **الذین ھم علی ما أنا علیہ وأصحابی** یعنی آن فرقۂ واحدہ ناجیہ آنانند کہ ایشاناں بر طریقے اند کہ من بر آں طریقم و اصحابِ من بر آں طریق اند......'' (۲/۸۱)

دین میں نماز کی اہمیت و منزلت کا درس اس طرح دیتے ہیں:

> ''......فرائض ھمہ ہر چند قرب اصل می بخشند اما افضل و اکمل اینہا صلوۃ است **الصلوٰۃ معراج المؤمن** شنیدہ باشی **وأقرب مایکون**

العبد من الرب فی الصلوۃ ووقتِ خاص کہ حضرتِ پیغمبر را بودہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کہ تعبیر ازان بہ لی مع اللہ وقت فرمودہ نزدِ فقیر درنماز بود...... نماز است کہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام راحتِ خود دراں میجوید آنجا کہ میفرماید أرحنی یا بلال......" (۸۹.۸۸/۴)

صورتِ معنی کا مفہوم اس انداز میں سمجھاتے ہیں:

"......اگر حقیقتِ التجا وتضرع میسر نشود صورتِ تضرع و نیازمندی راہ زدست نمی باید دادوان لم تبکو افتباکوا بیانِ این معنی است......" (۳۸/۲)

امثال واقوال:

اپنی بات کو مزید واضح اور مدلل بنانے کے لیے شیخ احمد سرہندی نے جہاں آیات قرآنیہ احادیثِ نبویہ اور دیگر وسائل وذرائع کا استعمال کیا ہے وہیں آپ نے عربی امثال واقوالِ حکمت سے برمحل اور بہ کثرت استدلال کیا ہے۔ چند ایک کو صرف یہاں درج کرتے ہیں:

لایحمل عطایا الملک الا مطایاہ (۴۰/۱) القلیل یدل علی الکثیر (۴۲/۱) الجرعة تنبی' عن البحر الغدیر (۴۲/۱) ان بعض الظن اثم (۷۸/۱) ابن الفقیه نصف الفقیه (۷۸.۱) کل میسر لما خلق (۱۰۲.۱) کل حقیقة ردته الشریعة فهو زندقة (۹/۲) الولد سرّ لأبیه (۱۵/۲) من کثر سواد قوم فهو منهم (۲۰/۲) الظاهر عنوان الباطن (۲۰/۲) کل اناء یترشّح بمافیه (۲۰/۲) صاحب الغرض مجنون (۲۶/۲) ماہ یدرک کله لایترک کله (۲۷/۲) ان المعالجة بالأضداد (۴۹/۲) التکبر مع المتکبرین صدقة (۴۹/۲) من حام حول الحمی یوشک أن یقع فیه (۶۳/۲) انکسار العاصین أحب الّی من صولة المطیعین (۶۴/۲) ان المیت کالغریق ینتظر دعوة تلحقه من أب أو أم أو أخٍ أو صدیق (۸۱/۲) مامنا الا له مقام معلوم (۹۷/۲) الضروورة تقدّر بقدرها (۱۰۳/۲) الموت جسر

یوصل الحبیب الی الحبیب (۲/۱۰۶) الباقی عند التلاقی (۲/۱۲۴) حسنات الأبرار سیئات المقربین (۲/۷) حب الوطن من الایمان (۳/۳۱) العبرة للأصل لاللتبع (۳/۶۳) شر الناس شرار العلماء (۳/۸۴) خیر الناس خیار العلماء (۳/۸۴) الناس علی دین ملوکهم (۳/۸۴) السیف للضارب (۴/۳) لیس وراء العبادان قریة (۴/۳) من عرف اللّٰه کل لسانه (۴/۹) ریاء العارفین خیر من اخلاص المریدین (۴/۱۶) من دق باب الکریم انفتح (۴/۲۳) بدایة الأولیاء نهایة الأنبیاء (۴/۸۷) الغریق یتعلق بکل حشیش (۴/۹۷) حب الشیٔ یعمی و یصمّ (۴/۹۷) الاثنا ن متغایران (۵/۸) ان المحدث اذا قورن بالقدیم لم یبق له أثر (۵/۷۰) کلموا الناس علٰی قدرعقولهم (۵/۹۷) لاصلوة الابحضور القلب (۵/۱۵۱)

مندرجہ بالا تمام فقرے یا تو عربی ضرب الامثال ہیں یا آیاتِ قرآنیہ٬ احادیث نبویہ اور اقوالِ صحابہ و کبار ادباء سے ماخوذ ہیں۔ ان کے مطالعہ سے شیخ احمد سرہندی کی وسعتِ معلومات کا پتا چلتا ہے۔ آپ ان خطوط کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو نظر آئے گا کہ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بعض فقروں کے متعلق صراحۃً تحریر فرمادیا ہے کہ وہ ضرب الامثال ہیں جب کہ بعض فقروں کو برجستہ اپنے جملوں میں استعمال کیا ہے جس سے صاحب مکتوب اور مخاطب دونوں کی قدرِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

عربی اشعار:

اپنی ہدایات و مواعظِ حسنہ کو مزید مبرہن بنانے کی خاطر آپ نے فارسی اشعار کے ساتھ ساتھ عربی اشعار سے بھی استدلال کیا ہے۔ یہ اشعار انتہائی برمحل اور بامعنی ہیں۔ قاری کو انہیں ازبر کرلینا چاہیے۔ چند ایک ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

۱. فلاطبیب لها ولاراقی (۱/۱۶)

۲. وبضدها تتبین الاشیاء (۱/۱۸)

۳. کیف الوصول لای سعادودونها
قلل الجبال و دونهن خیوف (۱/۲۰)

۴. قصة العشق لا انفصال لها(١/٢٠)

٥. اليک يا منيتي حجّي و معتمري
ان حج قوم الى ترب وأحجار (١/٥١)

٦. أهلاً لسعدى والرسول و حبذا
وجه الرسول لحب وجه المرسل(١/٦٥)

۷. هنيئًا لأرباب النعيم نعيمها
وللعاشق المسكين مايتجرع (١/۴۷)

٨. ومن بعد هذا ما يدق صفاته
وما كتمه أحظى لديه وأجمل (١/٩٠)

٩. ماأحسن الدين والدنيا لواجتمعا(١/٩۴)

١٠. ما ان مدحت محمداً بمقالتي
لكن مدحت مقالتي بمحمد(٢/١٠)

١١. العاقل تكفيه الاشارة(٣/٢)

١٢. وقد كان ماخفت أن يكونا
انا الى اللّٰه راجعونا (٣/١٢)

١٣. وللأرض من كأس الكرام نصيب (٣/١٥)

١۴. عش ماشئت فانک ميت
والزم ماشئت فانک مفارقة(٣/١۷)

١٥. جنوني من حبيب ذی فنون(٣/٢١)

١٦. صبّت علي مصائب لوأنها
صبّت على الأيام صرن لياليا(٣/٨٥)

١۷. أولئک آبائی فجئني بمثلهم
اذا جمعتنا ياجرير المجامع(۴/۴۴)

۱۸. يراه المؤمنون بغير كيف
وادراک وضرب من مثال(۴/۱۱۷)
۱۹. كفرت بدين اللّٰه والكفر واجب
لديّ وعند المسلمين قبيح (۴/۱۴۰)
۲۰. لأنى فى الوصال عبيد نفسى
وفى الهجران مولى للموالى
وشغلى بالحبيب بكل حال
أحبّ اليّ من شغلي بحالى (۵/۵)
۲۱. يُحرق بالنار من يمسّ بها
ومن هو النار كيف يحرّق (۵/٦۷)

یہ صرف چند مثالیں ہیں جنہیں میں نے آپ کے گرامی مکاتیب سے سرسری طور پر درج کردی ہیں۔ اگر قاری ان مکاتیب کا غائر مطالعہ کرے تو اسے نظر آئے گا کہ آپ نے کس طرح اور کیوں ان اشعار کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر ان کے فارسی ترجمے یا مترادف فارسی اشعار صاحبِ مکتوب کی علمی منزلت اور ترجمے پر قدرت کا واضح پتا دیں گے۔

عربی عبارات:

حضرت مجدد الف ثانی کی عربی زبان وادب میں مہارت کی ایک مثال عربی جملوں اور عبارتوں کا برمحل استعمال ہے۔ آپ کے مکاتیب گرچہ زیادہ تر فارسی میں ہیں مگر تحریر کے درمیان آپ عربی جملوں اور عبارتوں کا اتنی خوبی سے استعمال کرتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے جیسے نگینے جڑے ہوئے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:۔

''عجب کاریست اولاً ھر بلا و مصیبت کہ واقع می شد باعث سرور و
فرحت می شد وھل من مزید می گفت وھر چہ از امتعۂ دنیویہ کم می شد
خوش می آمد وایں قسم آرزو می کرد'' (۱/۱۲)

’’دروقتِ نزول ازفوق همراه خود چیزے کمترآ ورده است ماه نسبتی که از توجه قاسر بود وعروج از اثرِ آن توجه بود هنوز باقی است درنسبتِ جذبہ کالروح فی الجسد است و کالنور فی الظلمة لیکن این جذبۂ حال غیرجذبۂ خواوجها است......‘‘(۱/۳۳-۳۴)

’’فوق مقامِ شہادت مقامِ صدیقیت است وتفاوتیکه ایں دو مقام است اجلّ من ان یعبّر عنه بعبارة وأعظم من ان یشار الیه باشارة وفوق آن مقامے نیست الاالنبوة علی أصلها الصلوات و التسلیمات......‘‘(۱/۳۰)

’’پس مقصود از تحصیلِ آن هردو تکمیل شریعت است نه امر دیگر ورائی شریعت احوال ومواجید وعلوم ومعارف که صوفیه را در أثناء راه دست می دهند نه از مقاصد اند بل أوهام وخیالات تربی بها أطفال الطریقة از جمیع اینها گزشته بمقامِ رضا باید رسید که نهایت مقامات سلوک وجذبه است......‘‘(۱/۳۸)

......بالجمله بعد از تمحلاتِ بسیار وجواز از برائے اشتغال بایں علوم پیدا می شود اما اگر مقصود از خواندنِ اینها غیر از معرفت احکامِ شرعیه وتقویت ادلّه کلامیه امرے دیگر نباشد والا لایجوز أصلاً انصاف باید کرد ارتکابِ امر مباح که مستلزم فوتِ امورِ واجبه باشد......‘‘(۲/۵۵)

’’......دربیانِ آنکه جامعیتِ انسان باعثِ تفرقۂ اوست وهمیں جامعیت است که سبب جمعیت اوست کماء نیل ماءٌ للمحبوبین وبلاء للمحجوبین مکتوب شریف وصول یافت......‘‘(۳/۸)

’’......اربابِ قلوب که درم مقامِ تجلیاتِ صفاتیه از صفتے به صفتے واز اسمے باسمے منتقل ومتحول اند تلوّنِ احوال نقد وقتِ ایشان است وتشتتِ آمال حاصلِ مقامِ ایشان ردامِ حال درحق ایشان محالست راستمرارِ وقت درشانِ

شانِ ممتنع زمانے در قبض اندوزمانے در بسط **فهم أبناء الوقت مغلوبوه فمرةً يعرجون وأخرى يهبطون......**"(۵/۴۰)

ان خطوط کا مطالعہ کریں تو ایسا لگے گا جیسے عربی جملوں اور عبارتوں کی آمد الہامی ہے۔ "**هل من مزيد**"، "**كالروح في السجد**"، "**كالنور في الظلمة**" اور "**وإلا لايجوز اصلا**" وغیرہ اپنی جگہ پر فارسی میں متبادل نہیں رکھتے۔ ان سے جہاں صاحبِ مکتوب کی انشا پردازی کا پتا چلتا ہے وہیں شیخ صاحب کی برجستہ تحریری صلاحیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

دعائیں:

شیخ احمد سرہندی کی عربی زبان و ادب پر مہارت کی سب سے بیّن مثال وہ عربی دعائیں ہیں جنہیں انہوں نے ہر مکتوبِ گرامی کے شروع میں حسب حال رکھا ہے۔ یہ دعائیں خود آپ کی بنائی ہوئی ہیں۔ ان کی جامعیت اور معنویت دونوں آنکھوں کو خیرہ اور دلوں کو مسحور کر دیتی ہیں۔ ہمیں ان دعاؤں کو ازبر کر لینا چاہیے۔ مقالہ کی تنگی کے پیشِ نظر صرف چند دعاؤں پر کتفا کریں گے۔ آپ دعا گو ہیں:

۱. **عصمنا اللّٰه سبحانه و اياكم من التعصب ونجانا و اياكم عن التلهف والتأسف**" (۱/۷۴)

۲. **شرفكم اللّٰه سبحانه بكمال الاتباع المحمدى و زينّكم بالزى السني المصطفوى......**" (۱/۷۸)

۳. **نجانا اللّٰه سبحانه و اياكم عن زيغ البصر بحرمة سيد البشر......**" (۱/۹۶)

۴. **نصركم اللّٰه سبحانه على الأعداء**" (۲/۲۰)

۵. **عظّم الله سبحانه أجركم ورفع قدركم وشرح صدركم و يسّر أمركم**" (۲/۲۴)

۶. **عصمكم اللّٰه سبحانه عما يعصمكم وصانكم عما شانكم بحرمة سيد البشر المنفى عنه زيغ البصر**" (۲/۶۳)

۷. **زادنا اللّٰه سبحانه و اياكم الاستقامة على متابعة السنة السنية على صاحبها الصلوة والسلام التحية**" (۳.۸۳)

۹. **أحسن اللّٰه سبحانه حالكم و أصلح بالكم**" (۲/۱۰۲)

۱۰. اللّٰهم لاتكلنا الى انفسنا طرفة عين فنهلک ولا أقل منها فنضيع“ (۳/۳۰)

۱۱. أحسن الله تعالىٰ احوالكم و أصلح سبحانه أعمالكم و آمالكم“ (۳/۹۵)

۱۲. اللّٰهم وفقنا لمرضاتک و ثبتنا علىٰ طاعتک بحرمة سيد الأوّلين والآخرين“ (۴/۱۰)

۱۳. ثبتنا اللّٰه سبحانه على تقليد العلوم الشرعية على مصدرها الصلوة والسلام والتحية يرحم الله عبداً قال آمينا“ (۲/۸۷)

مندرجہ اَدعیہ مبارکہ پر اگر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہوگا کہ دعا کرنے والا خدا اور اس کے رَسول ﷺ کی اطاعت کو شرطِ اولین قرار دیتا ہے اور ہر ایک دعا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے بارگاہ ربانی میں پہنچانا چاہتا ہے۔ یہی اصلِ ایمان ہے۔

عربی تحریر کے نمونے:

ابھی تک ہم قارئین کے سامنے عربی زبان وادب پر شیخ احمد سرہندی کی مہارت وگرفت کے نمونے چند چھوٹے چھوٹے جملوں، پُر حکمت باتوں، برمحل اشعار اور برجستہ دعاؤں کی شکل میں دے رہے تھے۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں طویل جملوں یا مکمل تحریر پر آپ کی قدرت کے بارے میں شک یا سوال ہو۔ اسی شبہہ کے ازالہ کے لیے ہم چند مثالیں ان کی طویل تحریروں سے دینا چاہیں گے مگر چوں کہ صفحات بہت مختصر اور محدود ہیں اس لیے صرف دو عربی خطوط پر اکتفا کریں گے اور قارئین کے لیے ان کے عربی خطوط کے دیگر حوالے درج کر دیں گے تا کہ جسے مزید تشنگی ہو وہ ان صفحات پر ایک نظر ڈال لے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اطاعت واتباع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”أرسل الى خواجه جهان في التَّحريض على متابعة سيد المرسلين و متابعة خلفائه الراشدين عليه وعليهم من الصلوات اكملها ومن التسليمات اتمها سلم الله تعالىٰ قبلكم و شرح صدر كم وزكى نفسكم وألان جلد كم كل ذلک بل جميع كمالات الروح واسر دالخفى

والاخفى منوط بمتابعة سيد المرسلين عليه وعلى آله من الصلوات افضلها ومن التسليمات اكملها فعليكم بمتابعته ومتابعة خلفائه الراشدين الهادين المهديين من بعده فانهم نجوم الهداية و شموس الولاية فمن شرف بمتابعتهم فقد فازفوزا عظيما ومن جبل على مخالفتهم فقه ضل ضلالاً بعيدا۔ (١/٦٦)

ولایت اور اولیاء کے مسئلہ پر یوں روشنی ڈالی ہے:

هذا المكتوب أرسل المخلص الصديق محمد الصديق فى بيان مراتب الولاية عامة كانت اوخاصة مع بعض خواص الخاصة إعلم أن الولاية عبارة عن الفناء والبقاء وهى اما عامة او خاصة و نعنى بالعامة مطلق الولاية وبالخاصة الولاية المحمدية على صاحبها الصلوة والسلام والتحية والفناء فيها أتم والبقاء أكمل ومن شرف بهذه النعمة العظمى فقد كان جلده للطاعة وانشرح صدره للاسلام و اطمانت نفسه فرضيت عن مولاها و رضى مولاها عنها وسلم قلبه لمقلّبه وتخلص روحه كلية الى مكاشفة حضرت صفات اللاهوت و شاهد سره مع ملاحظة الشيون والاعتبارات و فى هذا المقام شرف بالتجلّيات الذاتية البرقيّة و تحيرفيه لكمال التنزه والتقدس والكبرياء واتصل اخفاء اتصالاً بلاتكيف و ضرب من المثال۔

هنيا لأرباب النعيم نعيمها

ومما ينبغى ان يعلم أن الولاية الخاصة المحمدية على صاحبها الصلوة والسلام والتحية متميزة عن سائر مراتب الولاية فى طرف العروج والنزول اما فى طرف العروج

فلان فناء الأخفى وبقاءه مختصان بتلك الولاية الخاصة و عروج سائر الولايات الى الخفى يعنى ان عروج بعض ارباب الولايات الى مقام الروح و عروج البعض الى السر و عروج البعض الآخر الى اخفى و هو اقصى درجات الولاية العامة و اما فى طرف النزول فلان لأ جساد الاولياء المحمدية عليه و على آله الصلوة السلام والتحية نصيبا من كمالات درجات تلك الولاية لما انه صلى الله عليه وسلم اسرى ليلة المعراج بالجسد الى ماشاء الله تعالىٰ و عرض عليه اجنة والنار و اوحى اليه ما اوحى و شرف ثمه بالروية البصرية و هذا القسم من المعراج مخصوص به عليه الصلوة والسلام واولياء المتابعون به كمال المتابعة السالكون تحت قدمه لهم ايضاً نصيب من هذا المرتبة المخصوصة.

وللارض من كاس الكرام نصيب

غاية مافى الباب ان وقوع الروية والدنيا مخصوص به عليه الصلوة السلام والحالة التى حصلت لاوليائه الذين تحت قدمه ليست بروية والفرق بين الروّية و تلك الحالة كالفرق بين الاصل والفرع والشخص والظل وليس احدهما عين الآخر. (۳/۱۳. ۱۶)

مزید مثالوں کے لیے ملاحظہ فرمائیں جلد اول سے حصہ اول کے صفحات ۴۵ تا ۶۷، حصہ دوم کے صفحات ۱۰ تا ۱۲، ۳۳ تا ۳۶ اور ۹۱ تا ۹۶، حصہ سوم کے صفحات ۳۳ تا ۳۴ اور ۹۷، حصہ چہارم کے صفحات ۴۷ تا ۴۹ اور حصہ پنجم کے صفحات ۷۵ تا ۷۹، ۱۲۰ تا ۱۲۳ اور ۱۱۳ تا ۱۳۶۔

نوٹ: یہ مضمون مکتوبات امام ربانی (بہ تصحیح و تحشیہ: حضرت نور احمد نقشبندی مجددی) مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور، پاکستان کی جلد اول کے مختلف حصوں پر مبنی ہے۔ (اعظمی)

☆……☆……☆

ومن يتوكل على الله فهو حسبه
١٤٠٢

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکتوبات شریفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی

(بشکریہ خواجہ محمد عبداللہ جان مدظلہ العالی، پشاور، سرحد، پاکستان)

خواجہ محمد ہاشم علیہ الرحمہ کی ۹۸۹ھ میں کشم (بدخشاں) میں ولادت ہوئی، تعلیم سے فارغ ہوکر ہندوستان آئے اور برہان پور میں میر محمد نعمان برہان پوری سے بیعت ہوگئے۔ ۱۰۳۱ھ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سفر وحضر اور خلوت وجلوت میں دو سال رہے یعنی ۱۰۳۳ھ تک۔۔۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مجدد علیہ الرحمہ جہاں گیر بادشاہ کی خواہش پر اُس کے ساتھ ساتھ لشکرِ شاہی میں تھے۔۔۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی باکمال انشاء پرداز اور شاعر تھے۔۔۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے آپ کو خلافت نامہ عطا فرمایا۔۔۔ آپ اجلّہ خلفاء میں سے ہیں۔۔۔ آپ نے مکتوباتِ امامِ ربانی کی تیسری جلد مرتب کی اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی سوانح ”زبدۃ المقامات“ بھی لکھی جس کا اصل متن فارسی اور اردو ترجمہ شائع ہوچکا ہے۔ آپ کی ایک اور کتاب نسمات القدس بھی شائع ہوگئی ہے۔۔۔ آپ کے نام تیرہ ۱۳ مکتوباتِ شریفہ تحریر فرمائے حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے ۱۰۵۴ھ میں برہان پور میں آپ کا وصال ہوا۔۔۔

شما (۲) سراپا

۴۵

مکتوبات سید هاشم کشمی بحضور پیر خود

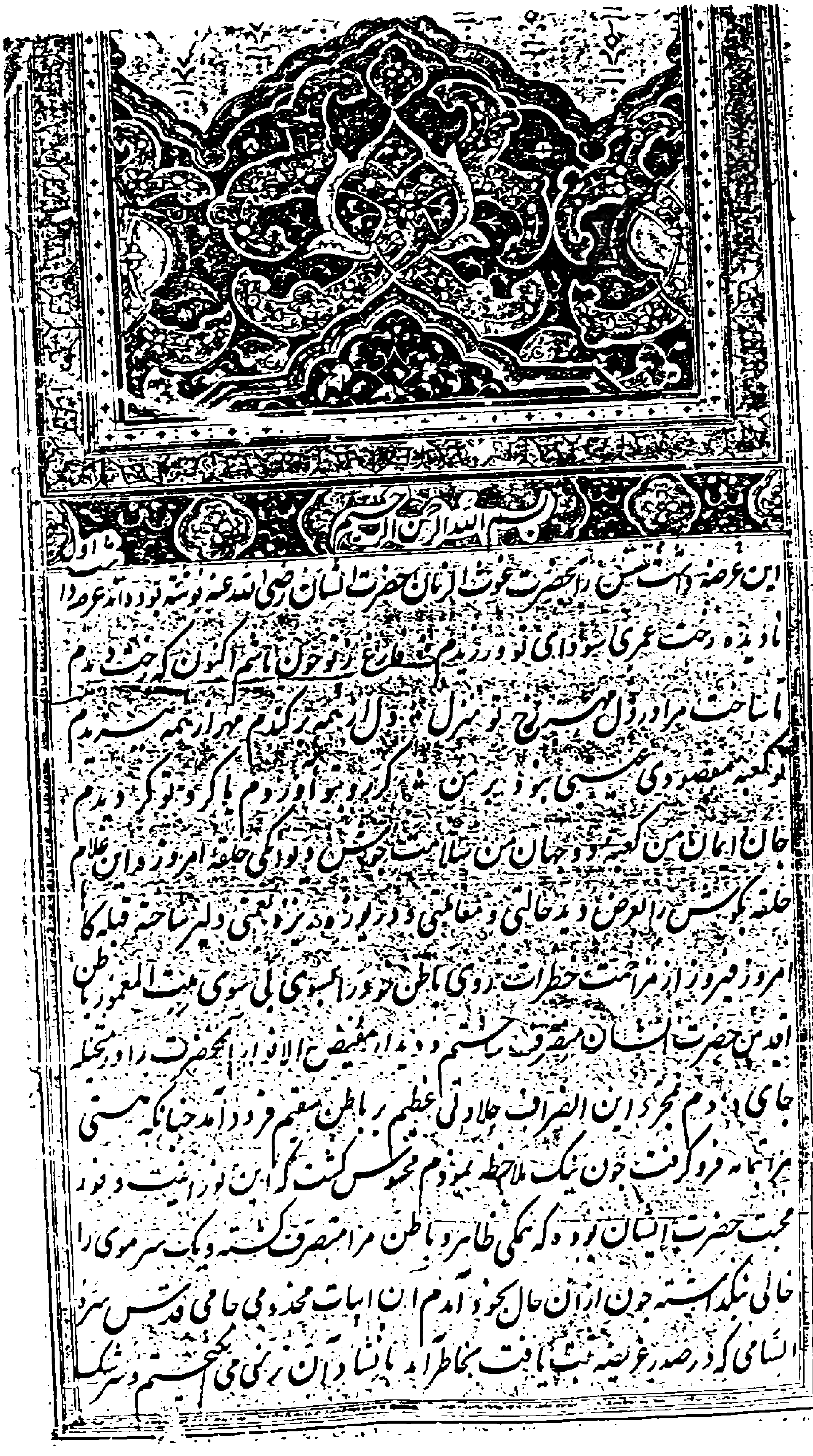

بسم الله الرحمن الرحیم

این عرضه داشت سن را بحضرت غوث الزمان حضرت ایشان رضی الله عنه نوشته بوده اند عرضه دا
ما دیده رخت عمری بسودای تو ورزیدم شد فارغ ز تو چون باشم اکنون که رخت دیدم
ما ساخت مرا در دل مهر رخ تو منزل تا دل ز همه بر کندم مهر از همه ببریدم
تو کعبه مقصودی عیسی نبود بی من شد گرد تو آوردم با گرد تو گردیدم
جان ایمان من کعبه دو جهان من تنها منت خویش و بودی حلقه امروز دان علام
حلقه بگوش رای العرض دید خالی و متعالی در دروازه در نزد بعینی دلبر ساخته قبله گاه
امروز فیروز از مزاحمت خطرات روی باطن خود را بسوی بلی سوی بیت المعمور باطن
اقدس حضرت ایشان متصرف داشتم دیدار مفیض الانوار آنحضرت را در تخلیه
جای دادم مجرد این انصراف جلادلی عظیم در باطن متقیم فرود آمد چنانکه هستی
مرا تمامه فرو گرفت چون نیک ملاحظه نمودم محسوس گشت که این نورانیت و نور
محبت حضرت ایشان بوده که همگی ظاهر و باطن مرا متصرف گشته و یک سر موی را
خالی نگذاشته چون از آن حال بخود آمدم این ابیات مخدومی جامی قدس سره
السامی که در صدر غزلیه ثبت یافت بخاطر آمد با انشاد آن رنی می گشتم و شکر

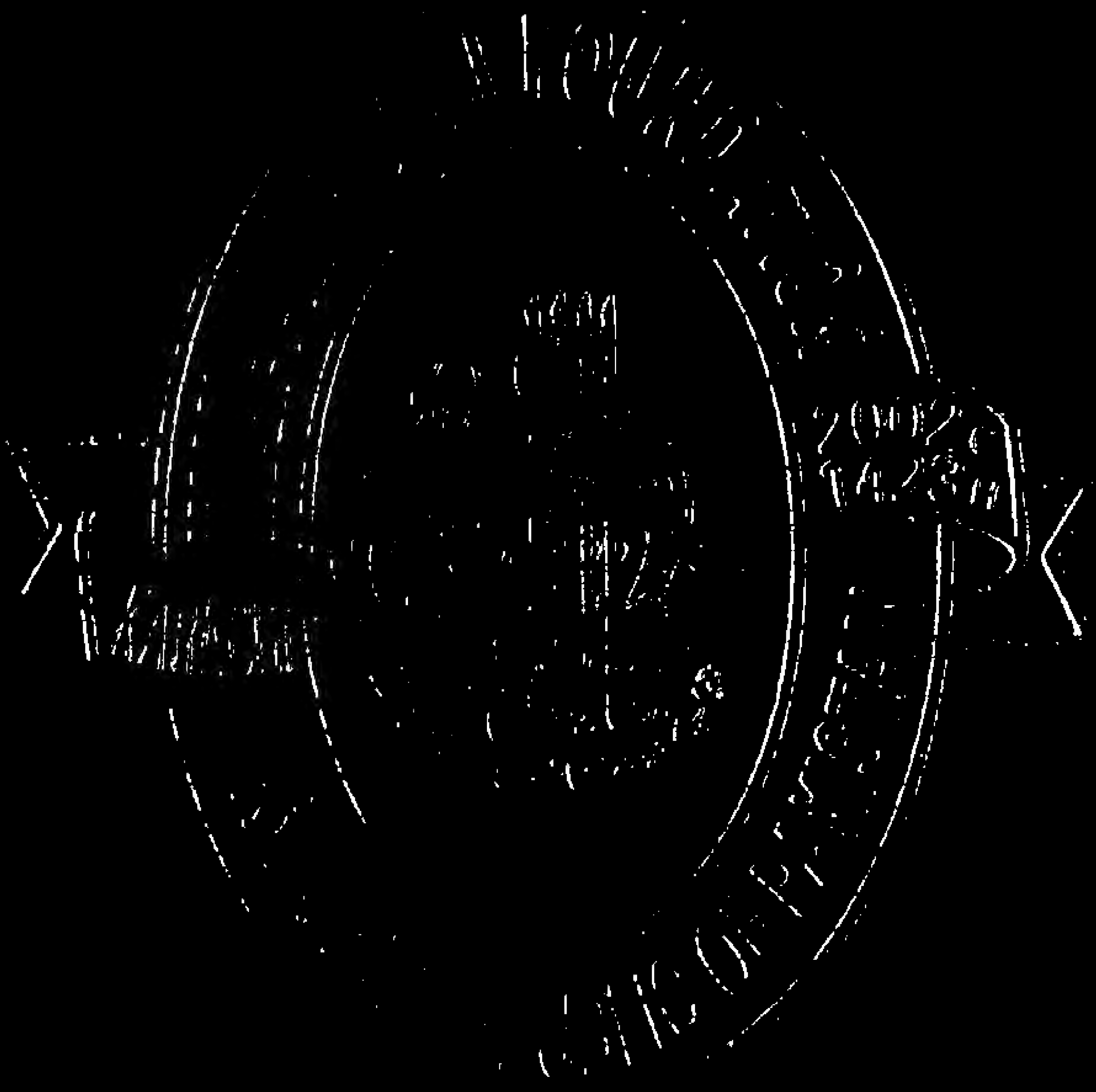

ذرّه بر چهره زرد می ریختیم و درین اثنا هیبت و عظمت حضرت ایشان بنوعی بر باطن
استیلا نمود که همه عالم در نظر آمد که غرق این عظمت اند و محو این هیبت و مشهود
گشت که همه خلایق این روزگار روی نیاز و مسألت بجانب آن قطب الاقطاب
دارند بل اهل آسمان را درین معنی با زمینیان شریک دیدم از هجوم آن در باطن
نسبتی تو هم می نمایم لیکن چون از غلبه آن محبت و فوران هیبت خود را
تمام بآن نمی توانم داد خوب نمی توانم دریافت بل حزین نسبت محبت ایشان
نسبت دیگر نمی خواهم اگر هوس آن محظور گردد لیکن آن می نمایم جملگی خود را
بآن در داده ام و بهل من مرید زبان تعطل گشته ام و میدانم که هیچ نسبت
برابری بآن ندارد اگرچه خاطر از کمال و اکمال آگاه دارد از حضرت ایشان حضور
ایشان را میخواهم مصنف کرامی جای ازو همین را خواهد و لیکن باو میخواهم که متوجه حال من
مرا برین بدارند و نیز بدارند و در سایه خود فرود آورده محشور گردانند ان الله قریب مجیب

عرضه داشت ثانی

بعرض اقدس قبله دو جهانی میرساند که بنده نوازی نموده در حق این کمترین مرقوم
بوده اند که علامت فنای قلب آنست که بسرور و هموم مسرور و مهموم نگردد و ما شابه
ذلک بنده بتوجه عالیه آنحضرت آنچه ازین معنی دریافته بود بعرض رسانیده بود
که دل را همچنین می یابد و ازین و آن فارغ می بیند و تأثر غم و شادی را از لطیفه نفس
می فهمد و ازین که سلطنت مرتفع از ساحت قلب ضعیف مسکین وار بگوشه در کار خود است
اما از ضعف ادراک سالک تأثر فرحت و اندوه را از قلب گمان برده و الحال
سابقا عدم آن تا بحدی از سرور و هموم متعلقه بامور و معاملات دنیویه دریافته بود معروض

داشته اکنون اگر متعلق آن صفت امور دین باشد قلب را از آن همچنان فارغ
می یابد و حیرت روی می دهد که آیا چنین تواند بود زیرا که در آثار و اخبار آمده که قلب
خایف خاشع می طلبند مگر از خوف و خشوع قلب مراد همان فنا و نیستی او باشد امید که
بنده برو روشن نمود و هم بجا لفظ نماید تا تشفی تمام حاصل آید و نیز آنکه فرموده بودند
که در فنای قلبی زوال علم حصولی اشیا است که با آفاق تعلق دارد الحمد لله و المنة
که بصدقه خادمان آن درگاه همچنین معلوم شد اما با وجود زوال آن حصول اشیا
در باطن می دیدند و خاطر با شناسائی ذو به حیران می بود که آن صفت در این جا معلوم
کرده اند که انتعاش آن حصول در نفس بوده و نفس را نیز علم حصولی می بوده
اما چون از زبان شریف و کلام لطیف حضرت ایشان علم حصولی نفس را صریحا
شنیده بود و نیافته در حکم آن متوقف است نفرمایند تا از توقف برآید و ایضا
بلزم معلوم کرده اند که اگر نفس را هم علم حصولی است آیا آنرا زوال هست یا نه و اگر
زوال شد بعد از زوال علم حصولی قلب است یا پیش از آن می نماید که بعد از آن با
ایضا خالی روی داده که آفاق و نفس خود را موهوم بل معدوم می یابد و علمی
را که با نفس و آفاق متعلق است حصولی می فهمند چه انفس و آفاق را در نفس الامر وجودی
نیست که وجود ایشان ظلی است و وجود ظلی وجود نفس الامری نه و علم متعلق بآن
اگر چه ظل علم الهی است اما در ثبوت و وجود او را تفاوت دیگر است پس متعلق انفس
و آفاق علم حصولی بود نه حضوری درین صورت مذکور علم حضوری در آن صفة آن
مفهوم می باشد که علم بدان مفهوم عام است در وی با انفس و آفاق ندارد و درین
اثنا مشرفی که دراز مدت از تعالی حضرت ایشان نوشته اند در علم آمده ذوقی هم

در ان موطن علم حضوری را جز ان نیافت که ماهیت این علم که ظل ان علم است
تمام باصل بود و اصل را خود نسبت غیب است بذات مقدس او تعالی هر چند که
این معرفت آخر هنوز از علم ذوقی بکمال نیا بده اما بحکم فرموده حضرت ایشان که علم
جاسوس حال است از کرم پروردگار امید وار است چون هر شفا در حقه عنایت
آن در دست است ، حقه بکشا و کرامت کن شفای عنقریب ، الهی سایه هدایت
ورحمت و رتبت آنحضرت بر مفارق عالمیان قرنهای فراوان ممدود باد

عرضه داشت ثالث

سرور من رهبر من قبله گاه من ملجاء و پناه من سلمکم الله سبحانه علی رؤس العالمین
قبل ازین چند گاه بسبقی که تعلق بکمالات افعال و صفات الهیه تعالت و تقدست
داشت دلالت نموده بودند و علامت درستی آن سبق و تمام آن در حق حصول
رفع اطلاق آنها فرموده در خاتمه آنها از تجلی ذاتی که چهره کشاده اند و ذاتی را که روی
داد آنرا درستی سبق خود فهمیده بعرض اقدس رسانیده بود بعد از استماع امارات
آن آنرا تمام نشان داده و حکم تعلیت دریافت بنده نموده فرموده بودند که تا
نیابی نرهی از آن روز چشم امید بر دریچه فضل محض و موهبت صرف دوخته ، مدوخته
نشسته هر چند دل از درد ناکامی بنشیب و فراز بی آرامی میدود کو محصول آن از اجر
در کف عنایت آنحضرت که دریای رحمت نمی بیند و بیقین پیوسته که تا ایشان ندهند
هرگز هزار جست و جو و آرزو نیابد دوش رباعی بدین مضمون از دل محزون سر زده
المنت رباعی ز آتشکده عدم جدایی تو دهی ، باجر وجود آشنائی تو دهی
گفتی از ما تا نیابی نرهی ، دریافت بود دگر رهایی تو دهی ، قبل ازین دو روز

واقعه که در حلقه مراقبه دیده بود که حضرت ایشان کاسه سرشار آب حیات بان تشنه
جان داده اند که بنوش و نوشیدم تعبیر از الحصول این معامله یافت بعد از رهایی
فرو آورده همه تن امیدواری شده ام چون امروز روز عید بشارت ولادت حضرت
ایشان است از آن واقعه عظمی بهره شفاعت و آنحضرت شکرانه آن جشنی پرداخته اند
این شی لله دریوزه را بسمع اقدس رساند که از عید محتشمان و جشن ایشان سکان
جوار را نصیبی است هرچند که ناقابلی و جاهلی و پستی فطرتی و بی همتی خود در آزموده
و از خود و اعمال خود دردولی زوی نموده اما چون تصور علو مرتبه و منزلت حضرت ایشان
و کمال قدرت و وسعت رحمت آن رهنمای دو جهان در دل می آید آن یأس دست برد
بالکل ناچیز میگرداند بدین دل امید منزل تمنای مراتب عظمی و آرزوی مقامات
عالیه استیلا می نماید آری بیت هر جا که حسنی است عشق را جولان است ؛ چنانکه در
نفحات الانس شیخ معظم روزبهان بقلی قدس سره به قرب حکایت آن زن باد خبر داد
در این معنی اسرار بلندی آورده کما لا یخفی زیاده چه عرض نماید العبودیه

عرضه داشت رابع

بیت
کعبه ایمان من باد فدایت جان من ؛ این صباح آرزوها بر دل هجوم نموده که بر آنحضرت
مخفی نخواهد بود بالجمله این شاه بیت عارف رومی قدس سره را میخواندم و اشک
حیرت میراندم که بیت جلوه لایش چشم رخصت نظاره نه ؛ دامن او در کف ما رای
گیرا یم منت ؛ و آواز گریه بنوعی بلند شده که شاید همسایگان مشوش الحال گشته باشند
مصراع از گریه من خنده همسایه من رفت ؛ و با خود می گفتم که تو از ناقابلی چون خار
خشکی که از این همه ریزش ابر نیسان رحمت سبز نمیشوی و این بیت بیان حال تست که

بیت اگرچو خشک سال نا امیدی خورده ایم ؛ سبزه ها گر ز دریا سر زند شاداب هست

و نیز علاوه این حسرت می شد یاد آن معرفت حضرت ایشان که نگارش فرموده اند که هر کرا درین ضمن مناسبت خواهد بود فیض خواهد گرفت و الا فلا بالجمله چون نظر بر استعداد و استطاعت خود می اندازد بنومیدی میرساند مگر اکسیر عنایت آنحضرت این مس سیاه بخت را منقلب الماهیه گردانند هر چند که مایه المناسبه مفقود باشد اما این کارخانه ایست ورای این گفت و گو چون سینه از فرط غلبه این اندوه خرابی و تابابی شکیبا نموده دل بخواست زبان بعرض کشود مصرع دل همی گوید که من شاک آمدم فریاد کن ؛ استیلای این آرزوی را نیز از کرم ایشان می دانند و الا نا قابل را با این آرزو چه مناسبت مصرع این طلب در ما هم از ایجاد تست و جرأت عرض را هم از آن کرم می بیند مصراع کرمهای تو ما را کرد گستاخ ؛ الهی تا جهان باشد تو باشی

عرضه داشت خامس

بسمع نازنا فکان آن آستان ملایک آشیان میرساند بنده دوستین نیازمندی و محبتی که بتقریر نگنجد بجناب اقدس او تعالی و تقدس ظهور گرفت و بعد تمام نزاد مناجات بآن راز مند و حاجات سبحانه کشوده شد در آن مناجات از شکر عنایات آنچه از دل بر زبان آمد آمد یکی از آن نعمتهای عظمی که زبان از شکر آن قاصر بود آن بود که مرا بمحض فضل خویش بگنجور رحمت خود که قدوه محبوبان و مرادان این روزگار است مدظله العالی رسانیدی و عنایت آن آفتاب ارشاد و هدایت را بحال این ذره ناچیز شامل گردانیدی بعد از آن یک انشراحی در سینه دید و صفا و توجهی در خود فهمید و چنان نمود که غالبا برای دخول آن مقام معهود درانی کشاده گردد و این را بعین الیقین

میدانم که از توجه خاص آنحضرت است والا مرا با آن چه مناسبت است این کمین سگ
آستان هیچ اگر هزار بار بروی نیاز و جبین اخلاص بمقدم غلامان و خاک روبان این
درگاه بمالد و بر جان خود منت نهد و بآن در هر دو جهان مباهات کند و بالد می شاید
از غربت نوازیها و بسیج پروریهای حضرت ایشان که درین مدت قلیله شامل حال
و بال این بنده شرمنده گشته چه گوید و چه بیان نماید من همانم که مرا داغ سیاه
بختی تیره بر چهره دیده بنوکری نپذیرفتند و آنحضرت در معامله آن وقت آرزو
می بردند که کاشکی بنوکری ام گر آن قبولش کنند اکنون او را این دولت نوکری نمک
اللهی که بسفارشش کشید دریغا که آن آرزو که الحال برازم دور از حصول می نماید دل
امیدست که باقی عمر در بندگی بندگان این آستان باشم و عصا و نعلین ایشان بر دارم
و همگی چشم گردم و دیدار ایشان بنگرم و تمامی گوش شوم و گفتار ایشان بشنوم
ای قدوه محبان و زبده محبوبان از بدایت ارادت خویش تا حال در خود محبت
بحضرت ایشان می یابم که همان مرا بتقبیل این آستان آورده ولی آنکه آرزوی حالی
و کمال و اکمالی محظوظ گردد و سرمایه من درین درگاه همان است امیدوارم که روز
افزون شود و این عاشق صادق ایشان بهمین محبت ازین جهان بیرون شود ع
هم بمهر تو میرم و برای تو زیم و صد هزار افسوس که خدمتگاری که شایان این محبت
باشد درین مدت ازین هیچکاره ضعیف النیه بغلامان این سده سنیه بوقوع نیامد
و طالع واژگون ازین در بیرون کشید الحال بمدرین دوری ضروری که از جهه
عیال و اطفال در میان آمده کوه اندوهی که مرا است مفارقت آستان آن غوث
الانام است نه فکر حال و مقام چون تکلف و تحقق این معنی با ایشان معلوم است چه حاجت

بعرض این معزوم است اکنون با چشم پر آب و جگر کباب و احوال خراب التماسی که
دارم بیت گر این دوری را در حق من ضروری انگاشته و این بظاهر مهجور را
از غلامان حضور داشته همان گوشه نظر کیمیا اثر مشمول دارند تا درین مفارقت
توانم نیم زنده بسر برد و نگاه داشت انچه فرموده اند و احسان نموده توفیق لوازم
یافت و اطفال را گرفته بحت اقدام همایون توانم رسید و بقیه عمر اینجا گذرانیدست
گر بمانیم زنده بردوزیم :: دامنی کز فراق چاک شده :: ور بمردیم عذر ما بپذیر
ای بسا آرزو که خاک شده :: العبودیه عرضه داشت ساوش
عرضه داشت بنده مهجور آواره دیار غربا نور محمد الهاشمی الهاشم بعرض خدمه آن
درگاه آفتاب پناه میرساند که بتوجه عالی خادمان آن آستان مقرون صحت
و عافیت بشهر مذکور رسید و بملازمت جناب سیدی مرشدی سلمه الله مشرف
گشت و غلام زادهای حضرت را سلامت یافت اما از داغ جان گدازی که از
محرومی آن درگاه بر دل دارد و پای طالع در گل زبان کدام قلم و بقلم کدام
زبان بمعرض بیان آرد بیت ای جان جهان آینه گیر بدست :: خود گری
که پی تو زندگانی چون است :: مگر نسیم توجه و تصرف ایشان این غبار تیره بر راه
افتاده را باز به پیرامون آن آستانه رساند بیت مرکشند و طنابم بگردن اندازم
کشان کشان چو سگانم بکوی یار برند :: چون این شکایت را پایان نیست و حد
گرده را در زمان نه از پن درد و غم بعرض احوال درهم و برهم ایم زیرا که انحضرت
بوقت رخصت بتاکید تمام باین کمترین غلام امر فرمودند که انچه درین مفارقت

صوری بگذرانی باید که بزبان خامه بعرض ما رسانی حسب الامر العالی جرأت می نما
قبله گاها مجملی ازان احوال که در حضور اقدس بسمع اشرف رسانیده بود بعرض
میرساند تا قلیلی که آن درین اوقات هجران بتوجه حضرت ایشان ملحق گشته
معلوم گردد بتوجه والا معامله تا بجای رسیده بود که وجود و توابع آن را باصل
داده بود و احکام عدمیه را بعدم فرستاده و عین و اثر بکلی زایل گشته خود را
نمی یافت مگر ثبوتی که کارخانه عدم بر رو برپا بود بعد ازان چنان در یافت که
آن کمالات که باصل داده بود گویا ازین کس است و قایم است بآن ثبوت مذکور چون
بعرض اشرف رسانیده بود فرموده بودند که این آثار ظهور بقای خاص است
بعد ازان خود را گاه عدم صرف می یافت و آن کمالات را از اصل میدید و گاه آن
ثبوت را حقیقه خود می یافت و آن کمالات را قایم بآن بالجمله در عین فنا باقی
می بود و در عین بقا فانی تا روزی چنان معلوم گردانیدند که آن ثبوت نیست
مگر نمود وجود او تعالی از آینه باصل داده و میان ظل و اصل مزایله مفقود یافت
بخلاف ما یظهر فی المرآت الظاهر فلاجرم جز هستی صرف بظهور رسانیده چون بعرض
رسانید فرمودند الکنون دایره نفی که تعلق بامکان یا شایبه آن داشت باتمام
رسید الحمد لله علی ذلک بعد ازان مثبت گر معامله اثبات که بوجوب متعلق است
وایضا بزبان مبارک گذرانیدند که تمامی این دایره نفی نصیبه که را از ولایت
ابراهیمی علی صاحبها السلام مناسب استعداد تو بود انجام یافت که زمین کارخانه
نفی و اثبات و سرحلقه این ولایت علیا خلیل الرحمن است علی نبینا و علیه الصلوة و السلام

الی یوم القیام و این بنده نیز بعد ازین عرض واقعه هم که دیده بود که حضرت ایشان
خدمت مخدوم زاده عالی مرتبه خواجه محمد سعید سلمه الله را با این فقیر در قدم محترم
حضرت خلیل الله صلوات الله علیه انداخته‌اند و آنحضرت از غایت نوازش این
بنده ها را در آغوش مقدس گرفته رخصت فرمودند انتهی معروض داشته بود
و نیز واقعه دیگر که هم در ان ایام بعرض رسانیده بود که حضرت ایشان سلمه الله علی
مفارقنا با این بنده فرمودند که الحال کار تو از ذکر نفی و اثبات بذکر اثبات محض
افتاد و بعد از استماع این واقعه حضرت ایشان از ذکر نفی و اثبات منع فرموده بودند
و بذکر اسم ذات بل بتوجه صرف امر نمود و بعد ازان [illegible] فرمودند که یک دقیقه دیگر
در معامله نفی این درویش مانده که تا بدان نسبت بظهور آمد و آن اینست که چنانکه
عدم مرآت عکس کمالات وجودیه بود و لوازم آن عکس را در ان فنا باصل
آنها داده وی همچنین وجود مرآت صور همه احکام عدمیه دارد که هرچند او تعالی
جز خود و کمالات خود را نمی بیند اما احکام مرآت عدم را گویا گرفته می بیند این
دقیقه رقیقه را دریافت و آن احکام را بعدم صرف داده و آینه وجود را صاف
بین بمحض عنایت آن قدوه ارباب ارشاد و هدایت این دولت عظمی نیز
بحصول پیوست و رخت کارخانه فنای اتم کشید و بقای نیز باندازه آن فنا
جلوه گر شد و نیز بتوجه خاص پیر دستگیر بآن اسم جزئی که از مرتبه وجوب مبدأ
تعین این سالک بود بقای میسر گشت و خود را که نبود مگر عدم مقید بآن نبود
نمود وجود قایم بآن اسم یافت عجب آنکه با وجود این یافت نمود را با اسم نبود
و تعین خود را با تشخصات ملحق بآن نیافت مگر صور وهمیه متمثله آن اسم که او بود

که باین صورت برآمده بود چون تمثل روح الامین بصورت دحیه کلبی و لله المثل الاعلی
بیت هست بی صورت جناب قدس ذات :: لیک در هر صورتی خود را نمود
دران وقت ازان انوار واقف دو عالم مد الله ظله العظیم استفسار معنی ان بیت
شیخ عطار الله تربته نمود که فرموده بیت نمی بینی که شاهی چون بمیرد نام
او فقر کل نور نخ کم بر ما چه فقر کل نیست بجز فقدان تمامی آنها زامکان و عدم و چون ان
بحصول پیوست فقر کل میسر شد بس سرور فقرا و سلطان انبیا علیه و علیهم من الصلوات
انمها و من التسلیمات اکملها چرا فقر کل نباید که خاک رویان آستان او را طفیل او
ازین خوان نعمت او بهره رسیده حضرت ایشان که حلال مشکلات درویشان اند
سلمه الله علی مفارق اهل الزمان فرمودند مراد شیخ از فقر کل رفع تمیز تعین
وجولی است یعنی تعین محمدی نیست که تمیز علمی حضرت ذات که تا انسان حال همت
عالی او صلی الله علیه وسلم ازین شوق فراهم خود ساخت که ان تمیز نیز مرتفع
گردد و ان محال بود کما لا یخفی علی عارف بهذا السر الاسنی پس یافت از فقر کل گفتن
باین معنی باشد و التماس حضرت ایشان باین غلام درگاه خود بعد از چند روز
ازان الحاق مذکور فرمودند برا بعبارت از بند تعین تو بمید تعین خود آورده و مشهود
گشت که بقای بان نیز امیسر شد و بعد ازین بشارت از حصول برکات خلعت
نیز فرموده داده اند وان مسکین انچه ازین دولت فهمیده بود نیز بعرض رسانیده
بود و از نسبتی که بمباحث تعبیر نموده بودند وان از خصایص ولایت حضرت
ایشان بود نیز ذره بکلی بجراحت این عاشق دل فگار ریخته بود بنده بنده نیز انچه
ازان دریافته بود بعرض اقدس رسانیده بود فرموده بودند که همین اشارت مرا

فنای و بقای تمیز متعین که این نسبت از خصایص ایشانست و از غایت بنده پروری
بر زبان مبارک آوردند که اگرچه دیگر یاران ما سالها درین خانقاه بسر بردند و محنتها
دیدند اما فلان باندک زمان از فرط محبت ما از نسبتهای خاصه ما بهره ور شد بعد ازان
فرمودند که رو به نزول داری قبل از رخصت فرمودند که نزول هم شده و باز ترقی
هم بحصول پیوسته اما الحال در نظر کشفی بالخصوصه می در آید ای قبله دو جهانی و
کعبه آمال و امانی دامت برکاتهم علی رؤس الخلائق درین سفر آرزوی که بزول تجدید
بود آن بود که آن چیزی کلی بل مرکز آن کلی که ذات ملاحت است ملحق گردد و آن
ملحق را ملحق به مخصوصات خود نمایند و از اصل الاصل بهره ام بخشند پیشتر ازین در بلده
مبشر که احقر هم بشارت حصول آن دولت داده بودند و حصول آن از در حق این عز
بمحض فضل حواله فرموده و مثل او را نقد تک دفتر حساب وانموده هم چند که از دو نسبت
خلت که صباحت معبر است نصیحه اسیرست بهره ور است اما دل مجروح گرفتار نمک آن
ملاحت است و این رباعیه از شورش آن ملاحت از دل بر زبان آمده لمحرره
از زلف تو آشفتگی بر سر ماست ؛؛ کاشوب جنون سر نصیحت گر ماست ؛؛ شوری ز ملاحت
تو پیچیده بدل ؛؛ گردی همه روزه عمر ما محشر ماست ؛؛ بعضی علوم که درین میان افاضه نموده اند
اگر وقت دیگر یاد آرند بعرض اقدس خواهد رسانید چنان می نماید که سیر روی به
نزول کمتر است و توجهش بعالم می آید و با وجود امر آنحضرت بتعلیم ذکر طالبان
و افاده ایشان اما بسبب عدم توجه بعالم خود را باین معنی بی مناسبت می بیند الحال
نسبتی که درآن است سر کان الله و لم یکن معه شئ و الآن کما کان است و نیز
در عین بقا فانی است و در عین فنا باقی در فقره آخرین از فقرات رساله قدسیه

حضرت قدوة الاولیا خواجه محمد پارسا قدس الله سره که بعضی از کلمات قدسی
آیات غوث العارفین خواجه بهاء الحق والدین رضی الله عنه است بنظر در آمد که چون
معامله عارف انجا رسند که در عین فنا باقی گردد و در عین بقا فانی چون در عین بقا
فانی بود فنا علمی باشد اما از آن وجه که در عین فنا باقی باشد تقریر فرموده اند که
بقا علمیت یا حقیقت آن حیثیت میدانستم که بمقایسه آن گذاشته باشند آخر چنان
وانمودند که چون در عین بقا فانی باشد فنا در علم گنجایی دارد که معامله بر بقا مبنی است
و علم اینجا ثابت اما چون در عین فنا باقی بود اینجا علم بقا نتواند بود که علم در آن
مفقود است که مبنی بر فناست و نیز وانمودند که علمی که مدرک معامله فناست یعنی علمی که
عارف از آن علم باین نسبت فنائیه مطلع می شود پرتوی است از نور آن علم که
بکمالات بقائیه متعلق است گویا آنرا اینجا سوی ما یجری علی السالک فی الاستهلاک
برو داشته اند نه آنکه آن علم بسالک لاحق یافته باشد ۲ م در مرتبه خود است که علم
واجب سبحانه باشد از آن مرتبه نظری باین معامله دارد چنانکه پرتو آفتاب بر روزنه
خانه افتد و احوال آن معلوم گردد و آن نور خورشید همچنان در مرتبه خود باشد زیاده
برین نمی توانم تعبیر کرد مگر تایید افاضه علم از باطن اقدس حضرت ایشان مد الله
ظله العالی رب زدنی علما و ظهور نسبت را درین ایام بدو طریق می یابم گاه باعث
ظهور نسبت فکر و ذکر و توجه و نگرانی و طاعت را می یابم که بتوسل اینها راهی گشاده
میگردد و گاه بی این و آن از آن سوی بی سو واردی عظیم فرود میرسد و سالک را
بتمامه از خود می رباید و بخودیش و اصل خودش مشغول می سازد طریق ثانی از اول
الطف می نماید و بسر مرادی و محبوبی و بسیر معشوق در عاشق معتبر میگردد و طریق

اول بسیر محبی و مریدی و سماعش در معشوق منبری می شود والصبا شیی ذکی از
حدایق این شهر بهار رفته گذر این بنده بود آن شب از ظهور کلام انبیتی فایض شد
که جز بمشافهه نتوان بعرض رساند اینها همه از برکات نیم نظر عنایت خادمان آن
درگاه است والا این جاهل ناقابل بیت همت را باین گفت و گو چه نسبت بیت
ما چو شطرنجیم اندر برد و مات ٭ برد و مات ما زتست ای خوش صفات ٭ گدایی
کمال و ارم آنست که این بنده را بمرضیات خود دارند و این کرکین سگ آستان
خود را با زبان آستان خوانند بیت الهی بان سرو نازم رسانی ٭ بان
دلبر دلنوازم رسانی ٭ سرم را بر در منزل آن آستان ٭ بسر منزل خویش نازم رسانی

این چهار عریضه آن حضرت بمرشد خود زنده دار [illegible]
و وجدان امیر محمد نعمان سلمه المنان نوشته اند عریضه [illegible]

ملخص خادم بعد از اینکه خیمه کز خاطر رسید مهاجرت آن آستان گرفتار است
ذا باطنا مصداق حالش این بیت شد قاسم الوارث بیت اگر مسافر و در دوم نابود همسفرم
خود گرمی او بر عشقیم در دیار تو ایم ٭ بالجمله هر جا که مست تار جانش را رشته محبت آن دلبر
پیوند است و این دو بیت خود ورد زبان این نیازمند بیت ٭ من بروا
لیل حصالم اگر لی جانان نیندوزم یا نالم ٭ چه هجر و وصل اینها اعتبار نیست محبت را
با این دو از چه کارست ٭ بعد از نگرانی بی نهایت و انتظاری بی نهایت قاصد خجسته پی
در ساعتی سعید باسعادت یعنی پنجم شوال با رمغانی نامه همه عنایات و افضال و نصیحه
تمام تعلیم انکسار و ابتهال رسیده در دیده بره ماند سرمه ریزی و توتیا بیزی نمود
الحمد لله علی ذلک ٭ ثم الحمد که ذات والای ایشان و مخدوم زادها و درویشان

بعافیت اتم و خیریت اکمل بوده اند و همه منتسبان امیدوار در کنف آن جوار و سایه
دیوار صحبت و جمعیت آسوده اند دران رقیمه عنبرین بعد از نگارش نکات افتقار
آیین که هر یک از آن گوشمال غرور و پندار بود از زبان قلم بلا ارتیاب که ترجمان لسان
الغیب است در حق این بیچاره از خود نومید کلمات متضمن نوید دولت جاوید
بظهور پیوسته بود که با همه عجز بها که از بخت سیاه و همت کوتاه خویش داشت شادی را
رجا بطارم اعلی افراشت و آواز از مناجات بوسیله حاجات ساخته می گوید خداوندا
مقربی از مقربان درگاه و تاجبری از کاروان لی مع الله را در حق این بنده
سر افکنده چنین و چنان بر زبان رفته بل بمضمون انکه هست لیک این آوازه ها
شبه بوده که چه از حلقوم عبدالله بوده توبی که از نقاب این عبارات چهره معانی
این بشارات را جلوه گر ساخته با آنچه بشارت داده واصل گردان یا رحیم یا رحمن
قیاس کار با چرا از حضرت شما موزون این نوید یا بیا تحفه اما شمای من دولت
کرم شما تخم این نسبت را در زمین دل این کمترین افشانده و سحاب رحمت سر سبز
گردانید و بتاثیر صحبت خویش آرا لنشو و نما بخشیدند اگاه جهت بار آوردن در
بخستگی بروی کار آوردن بتاب خورشیدی که بذر کمال ایشان از دو اقتباس نور
فرموده بود حوالت نمود پس اگر باز هم خود جهت تنبیه زبان نعمت و تند کاران
دولت بگویندش که در زیر ظل آفتاب شهود در ترقیات قرب و قبول سرگرمی
و تیز روی بجنب نباشد الحمد لله علی الاحسان حمداً کثیراً کثیراً اسوله دقیقه در عریضه حضرت
غوث الزمان مد ظله العالی مرقوم گردیده بود چون آنحضرت را فرصت تحریر جواب
هر یک نبود نوازش فرمودند این حقیر را بتحریر آن اجوبه امر داده اند به همین امر و افاضه

بحضرت بی آنکه بلطایف بیان آن نمایند آنچه نوشته شده بسمع اقدس رسانیده بغایت پسندیدند بل بزبان مبارک راندند که اگر من خود می نوشتم هم به ازین نمی نوشتم و زبان عرض بنده باین بیت خود ناطق بود بیت

زبانی زمین بود و گوینده تو
قدم از قلم بود و پوینده تو

آنرا در کاغذ علیحده نوشته امید که برسد تا آنکه سرامر نمودن فقیر را بتحریر این اجوبه آن باشد که چون خاطر عاطر آن مرشدی را متوجه حال بنده می داشتند در ذره این مقال مجرای او گردد ظلکم علی رؤوسنا ممدود

عریضه ثامنه

سایه تربیت سیدی مرشدی بر مفارق خادمان حضور و آرزومندان مهجور همواره ممدود باد حضرتا ولی نعمتا زبان جوش وقت میخواهد تتمه از بیان شکرانه عنایاتی آن مخدوم ذوالبرکات متحرک گرداند که درین جرأت معذورش دارند از نهایت آن ملجای مخلصان حقیقتی باین ارادتمند تحقیقی از بدایت کشش الی زماننا هذا آن قدر است که ترجمان آمده و بتحریر در آید مزید کرم آنکه با وجود عنایات و افاضات خود این تشنه جان را بسرچشمه که خود ازان شاداب گردیده بودند دلالت فرمودند مصراع چون خضر که رهبری کند سوی زلالها و سفارشها تا بحدی ظهور یافت که دران آستان عریضه از عرایض مرشدی که بحضرت ایشان قدس سرهم ازین چند سال نوشته بوده اند بدست بنده آمد که آنجا طلب عنایت از آنحضرت برای کمترین اهل ارادت مرقوم بود و هم آنجا تحریر گشته بود که در بعضی وقایع چنان می نمایند که فلان را قطب باید ساخت لاجرم تاثیرات این ملتمسات تا بجایی رسید که حضرت قطبی قدس الله تعالی سره الاقدس غایبانه در معامله خود در آمده نمودند

ونصایح و افاضات فرمودند کما لایخفی علیکم وهم دران ایام ان قطب الانام
قدس سره در جواب عریضه او بقلم محترم آورده اند که در وقت مطالعه مکتوب تو
انبساط نورانیت تو دران نواحی بسیار بنظر درآمد و امیدوار ساخت لله سبحانه
الحمد والمنة علی ذلک وهم ازان حصار السجن آن یوسف مصر محبوبی بان مرشدی
در خاتمه مکتوب بیان اذیت او تعالی نگارش فرمودند که شما از اکره به رهاپور
رفته فلان را بخدمت ما فرستند که چند روز در صحبت باشد و اخذ بعض علوم و معارف
نماید که جوان قابل ظاهر می شود مشار الیه مربای شماست و مذاق دان شما ایج وان
مرشدی اطاعة امر عالی ایشان نموده این کمترین غلام را باستان آن غوث
الانام فرستادند و در سفارش نامه چنین رقم نموده اند که امیدوارم توجهات خاصه
حضرت ایشان ازین جوان جهانی منور گردد از من این سفارشهای عظیمه حضرت
قطب الاقطاب رضی الله عنه دران مدت قلیله چه تشها که شامل
حال او نداشتند جزاه الله عنی وعن سایر الطالبین الصادقین خیر الجزا حاصله در مکـ
که مصحوب بنده بان سیدی مرشدی سلمه الله مرسل داشته بودند مجملا بان عنایات
ایما نموده بودند انچه که فرموده بودند فلان عجب بوقت رسید که دران وقت
کار سنین بساعات میسر میگردد مع ذلک در سفرها و حضرها همراه محنتها کشیده و از
علوم جدیده بهره ور شده و در فنا و بقا که عمده این راه اند بل حقیقت این کار رو بار سعیها
نموده حظها وافر گرفت و سر این معامله را مهما امکن دریافت و معارف عجیبه و احوال
غریبه دید چنانکه بعد از ملاقات مصداق این معنی را خواهند دید یافت انشاء الله سبحانه
انتهی کلامه الشریف فی حق هذا العبد الضعیف والعاشق النحیف نیز حضرت ایشان علیه

الرحمة والغفران وقت رخصت فرمودند که خاطرها از توجمع شده و بازوی طیران
ترا بعالم قدس طیار کرده‌ایم و ترا بمبشهای استعداد تو و عین ثابته به نور رسانیده
و از ولایت ابراهیمی که اصل قابلیت تو از آن ولایت است بهره رسانیده و تا آنکه نفس
خود را در آن ولایت بانجام رسانیده و از نسبت خلت که از خصائص آن ولایت است
روزی مند گشته و باین تقریب بر زبان مبارک این بیت را آوردند که بیت
مور مسکین هوسی داشت که در کعبه رسد ؛ دست در پای کبوتر زد و ناگاه رسید
امیدگاها چه گویم که این مژده ناگاه رسید از زبان همایون قطب زمانه قدس الله
سره بر زبان بر جان این ناتوان چه سرورها و سورها که نمی‌رساند و چه امیدها که از آن
انبعاث نمی‌یابد مصرع بر من مژده که جان فشانم رواست ؛ و در آن مدت
از شعشعات احوال و اسرار که افاده و افاضه نموده‌اند کدام زبان بتحریر رسد بیت
خواستم شرح غمت را بقلم بنویسم ؛ آتش اندر قلم افتاد که طومار بسوخت ؛ غرض از
بیان این احوال و آن کاینات علی سبیل الاجمال آنست که حصول این نعم را بتوسل و
توسط عنایت آن سیدی مرشدی اتقاه را شده می‌داند و نمی‌داند که شکرانهٔ این
نعمت دو دنیا ازین بنده شرمنده چه باشد و در آخرت چه و قلب و جوارح که بمکافات
آن نماید کدام بیت جز آنکه سراپای دعای تو شود ؛ گردد همگی زبان ثنای تو شود
امید است که این نهال که دست پرورده عنایت ایشان است هم بعنایه ایشان
بارور و سایه گستر گردد تا گرسنگان و حرارت طلب رسیدگان از سایه و میوه او بهره
گیرند بیت مثنوی را چون تو مبدا بوده ؛ گر فزون گردد تواش افزوده
بعد از آمدن بنده از سرهند بخدمت شریف روزی آن سیدی بتقریب حال ابوالو

برزبان مبارک آوردند که ابو الوقت وقت تا نوئی بنده بر پای خاسته باکردلی کج و عقیده راست فاتحه برای حصول آن دریوزه نموده بود و از ان روز همت امید وار گشته که شاید روزی بحصول انچه فرموده اند توجه خاص بر کارند بناها بعضی امور که تعلق باحوال مسترشدان و کمی صحبت ایشان دارد بعد ازین ان شاء الله بعرض رساند که این عریضه بعد از غایة شکر بحرف شکر و مباهات سرشار گردید زیرا که عنان صبر قلمکش از دست رفته بود و ظلکم علی رؤسنا ممدود عریضه ثالثه قبله گاها بناها سلکم الله سبحانه علی روش المریدین در عریضه سابق که از غایة شورش قلم بحرف مباهات حالات رفته بود و در آخر آن معروض داشته بود بعضی امور باحوال مسترشدان متعلق است که ان شاء الله عنقریب در عریضه دیگر بعرض خواهد رسانید چند روز قصه تفصیل تمام دارد اما اندکی از ان بسمع شریف رسانیدن لازم است معلوم آنحضرت بوده که هیچ نوع تقصیر از جنبی تعلیم در نبود با آنکه حضرت قطبی رضی الله عنه و آنحضرت سیدی مدظله تکرارات تاکید تمام این کمترین غلام را بان امر کرده بودند اما حیث و ید نقصان خود بنده در امتثال امر مقصر بود و بعد از تشریف بردن حضرت سیدی بسیار مردمان آمده التماس امینی نمودند جز عذر حرفی نمی شنودند تا آنکه در اواسط شهر شعبان معظم یکی از همرهان شبی در خانه خود مجلس مولود منعقد ساخت و بنده را بتکلیف تمام برد چون از غایة اصل عزیمت بنده در ان چنین مجلس نمی نشست چنانکه معلوم ایشان است لاجرم در خانه دیگر شب گذرانیده اما صحبت مولود خوانان تا نزدیک آخر شب بجهة آنکه بنده داخل آن مجلس نشده بود بفسردگی گذشت و صاحب خانه بغایت ملول شد و پیش از صبح

بدو سه ساعت پیش فقیر آمد و تضرع بسیار نمود که از شب قلیلی مانده ساعتی با آن
مجلس رس بحسب التماس نیازمند چنان کرد همین که بنده دران مجلس حاضر شد در
صحبت گرمی عجیب ظاهر شدن گرفت تا آنکه بعد از ادای صلوة فجر وقت بنده هم
خوش بود یکی از آن یاران که مکرر طلب شغل نموده بود و بنده عذر در میان
آورده آنجا حاضر آمد و به نیازمندی و گریه تمام باز التماس شغل نمود و دیگر دوستان
مؤید التماس او شدند تا حال آن طالب را بخلوتی برده مشغول ساخت خاطر فاتر
بحصول جذبه و جمعیت او پرداخت تا شکر و حال عظیم آورد از ذوقی داد چنانکه مدتی
بیهوش بیفتاد چون حاضران آنرا دیدند بعضی از ایشان نیز التماسات نمودند و بوده
هم یکبارگی زبان نیاز گشودند که تا آن هم خالی نمانیم شدند همه آنرا ایشانرا تا اتفاق
هم بنده گرم و مردانه وقت برآمد اتفاق همه گرم شدند و چندی را دران مجلس نسبتهای
اتصال رسید و شوری عجیب برخاست که بنده بمحبت تمام آنرا فرو نشاندم تا چار چند
تن دیگر را مشغول ساختم اینها نیز مثل اول آشنایی بیخودی و جذبه شدند بعد از آن
این یاران بجاهای خود مجلسها پرداخته بنده را می‌برند و آشنایان خود را
از اهل سپاه و جز آن ازین فقرا الله می‌طلبند صحبتهای عجیب بظهور می‌آید که تفصیل آن
موجب تطویل است از عالم آن صحبتها که در اوایل در خدمت حضرت سیدی بظهور
می‌پیوست بالجمله درین میان بعضی مستعدان که مشغول شده اند احوالات اینسل
بسمع فقیر میرسانند و رابطهای قوی دارند بعضی یاران خوارق با این حقیر مالایق نسبت
میدهند از دیدن چند الی خود از آن حیرت رو می‌دهد مجملی از احوالات یاران و غیر
ازان بعرض میرسانند امید که چون بسمع شریف رسیده خاطر عاطر با حوال اینها رو دو با

فقیر و این فقیران فوائد رسیدند اما بار حکمی تصریح با بیانی این سالکان نمی نمایند که
استقامت یابند و مزید کرم و کرامت شد یکی از ایشان خواجه زاده ایست
از اولاد حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سره بعد از عنایات او را بخلوتی برده مشغول
ساختم بمجردی که همت تا باز او بسته شد او را گفت و بیخودی چنان دریافت
که تا صبح بیجا افتاده بود چون با قامت آمد گفت در جبهه تو نوری چنان و چنین دیدم
که بمجرد دیدن از هوش رفتم ارتباط تمام بفقیر درست کرد چنانکه می گوید هر جا که را با خود
همراه می یابم و دردی و قلقی دارد و از دست دیوانه وار بصحرا ها می رود دیگری را در این
روز صحبت اولی که از آیات بیخودی رسیده بود که از توحید بهره داشت و سخن معنی
شده بود چنانکه [illegible] و [illegible] طلبش درست
گشته تا امروز [illegible] دوست [illegible] هم تا از نسبت
ظهور تجدد [illegible] روی را
نوازش می رسیدم بود دیگری است از هم بهره که از [illegible] از امرای سپا
هی بود و همیشه کمالش حصول جمعیت و حرمان ذکر دل می نمود و هم در این صحبت
لازم الامر که او را نیز بیخودی رسید و گرم شد تا جائی که از حال فنای جسدی بهره یافت
بلکه از فنای قلبی نیز پرتوی رسید نامه دیگری از جوانان تو تابت مجردی که اخذ
طریقت نموده جذبه او را آورده در بر بود تا آنکه الحال میگوید این حقیر خود را می یابم از
حرارت شوق و تاب ذکر خاکستر شده و روح خود را مست و انا الحق گو می یابم
و عالم را هستی در دو می بینم و گاه هستی خود را می یابم آنچه که تمام اسم الله در دو
مکتوبست دیگری می گوید بعد از تهجد بذکر دل مراقبه پرداختم ناگاه تجلی عظیم روی

نمود که جمیع عالم را حق یافتم و از این مشاهده بیخود شدم و این بیخودی و دیدار یک
هر شب تا یک پهر روز کشیده بود که جمعی حاضر بودند او را از آن بیخودی او که تا
این مدت کشیده خبر کرده اند دیگری میگوید که ذکر دل بنوعی سیر یافته نموده که سر
پای خود را دل می یابم و چون دل همه اجزای خود را ذاکر می بینم این شخص را
ارواح انبیا و اولیا علیهم الصلوات گاه گاه مکشوف میگردد گاه حوران بهشتی
در نظرش می درآیند روزی در مجلسی که جمعی از محرمان حاضر بود این مرد حضرت
کلیم الله را علی نبینا علیه الصلوة والسلام دیده که جای نشسته باشند و این
بنده نیز در بندگی حضرت کلیم یافتم تو آنحضرت خربوزه تناول میفرمایند و بنده را نیز
از خربزه که خود عنایت می نمایند بعد از مشاهده این واقعه در آن مجلس وی را شور
زیر دو بود و شیدا گردیده من خطاب نموده می گفت که چنین و چنانی و سخن
موسی علیه السلام تمام نشسته خربوزه میخورد و خوردی من نشست یادگفتم که العجب این
مدت ایشان نشسته خربوزه میخورده یافتم و از آن خبر ندارم و تو خبر داری بی
شورش تمام گفت که تواضع می کنی میدانی میدانی هان هان بگو که ایشان کجا
نشسته اند و چه رنگ جامه دارند و چه رنگ خربوزه در پیش چون این بار در
رکان ساده لوح بود صورت دیگر معقولش نمی گشت ولی جواب دلخواه از سر وانمی
شد ناچار بنده نیز متوجه شد اسفید رو در نظر درآمد که بر زنی بر کناری سبزه زاری
با جامه سفید نشسته خربوزه برون سبز درون سبز در پیش دارد هم در آن مجلس
بیان یار گفته شد و را شور بر شور افزوده بمن میگفت چون بود من نگفته بودم که تو به
از من دیده امامی پوشی و دیگر بار دیگر را بیشتر سیر یافتن ذکر مثل این شخص مذکور است جوان

دیگری است از یاران حبیب یوسف علی که ارتباط قوی او را بفقیر روی داده و ذکر دل بیش از
سه بار مذکور کرده استیلا نموده و میگوید که میان دل خود و دل تو جوی می بینم
از نور و گاه هر دو دل را یکی می یابم و این یار بعضی احوالات که نسبتی بتوحید
وجود دارد بیان میکند محبت فراوان بفقیر او را حاصل گشته و شورش حالی از او
بسیار می کند و چشم گریان و گدازش تمام دارد روزی فقیر خواستم که تنها بسیر
باغ زین آباد روم یاران را از رفاقت مانع آمدم وی از میان همه از قفای
من دوزدوزی می آمد چون لب دریا رسیدم و در کشتی نشسته آنسوی شدم وی
همچنان بر ساحل بخشوع تمام ایستاده می گریست چون من از نظر غایب شدم آن
وی خود را در دریا افگنده افتان و خیزان اینجانب بر آمد و همچنان در کنارها
و خیزان خود را بباغ رسانید چون شد [illegible] کرده بود و ادب حضور فقیر نمی
نواخت [illegible] که خود را معتقد [illegible] تا اکنون عمری [illegible] خود را [illegible]
مطلع شده شفاعت نموده او را بحضور فقیر آورده و بی نهایت کرد و را بتوسط آن فقیر
نسبت حاصل شده انشاء الله تعالی دیگری است مرد مسجد و مردم دیده رنج رسید
از ان روز که تعلیم ذکر کرده گرم است و با انکه از اهل سپاه است و رسم جمعی
از احدیان اما اکثر لباس فقرا پوشیده آمده در مسجد بسادگی و ذکر
مراقبه و سفر اری میکند و آمد و سیر لطایف روی داده و گشته اخلاص
فراوان دارد گاه روزهای جمعه در مجمع آمده کیفیت هرچه تمامتر گرد فقیر می گردد و
میگوید که بعضی اوقات وجود خود را از خود نمی یابم و اکثر تفقد احوال فقرا و مساکین
نموده ایشان را بخانه خود برده بطعام و لباس تفقد می کند دیگری است از یاران

که سرگرم دل است میگوید شبی بعد از ادای تهجد در مشغولی بذکر بودم ناگاه از درون
من آوازی بس مهیب و عظیم برخاست چنانکه اکثر اهل محله از آن آواز از خواب
برآمدند و در حیرت رفتند که عجب آوازی بود از کجا برخاست و از یکدیگر می پرسیدند
و از من نیز و من ساکت بودم و تجاهل می نمودم دیگری از اهل سپاه روزی بجانب
آمد و از فقیر بجای سفارش نامه طلب نمود در نظر فقیر وی از صلحا درآمده در آن
رقیمه نوشتم که حامل فقیما از صلحاست آشنایان او که حاضر بودند تبسم نمودند چون
بیرون شدند آن مرد از ایشان پرسیده که موجب تبسم شما چه بود گفته اند که فلان
ترا از صلحا نوشته و حال آنکه تو با وجود موی سفید هرگز نماز نمی گذاری عل نمازی
تازی وی را همان لحظه در دل آمده که من بعد نماز را ترک نکنم و قضا بگزارم و چنان
کرد و بعد از دو سه روز دلش بر آن آمده که پیش فقیر آمده انابت کند و تعلیم ذکر گیرد
بجز دمی که ذکر پیش تعلیم دادم او را در گرفت شکر صحبت او در رسید که خود را
بر سر زد و لباس مسلک وجوب نیز دیگری از جوانان آن شهر گرفته بودند و نوبتی
بنگاهداشت او وفا میکرد ع این باده جوان کرد بسی پیر کهن را الحال اکثر
در گریه و سوزش می باشد و شبها اکثر بیدار و گردن خود به پایه چارپائی بسته نعره
و زاری الله میگوید و چون ترک هست گاه بترکی می گوید جل شانه و در اثنای نماز
حالش قوی تر می شود و می گوید گاه خود را در میان آسمان و زمین می بینم تختی
معلق و آنجا در نماز و در یمین و یسار خود فرشتگان را می بینم و ترا نیز و بعضی دعاها
او را اثر معلوم میشود و اخلاص فراوان دارد هر وقت به مجلسی که فقیر در آن
باشد می در آید گرد شمع پروانه وار میگردد روز جمعه در مسجد جامع در نماز بروی گریه

نمود که از عجب ذوقی که بود بعد از ادای نماز ستون مسجد را در آغوش کشیده بگریه
و شورش تمام فقیر را برد و می گفت آری او ولی است بنده نزد او آمده او را خواستم
از آن تلوین به تمکین دلالت نمایم و از آن اظهار باز دارم در جوابم گفت من چه کنم که
از در و دیوار مسجد آیت ندا بگوش من میرسد ناچار من هم موافقت می نمایم جوان
دیگری است که قرآن نیکو می خواند و از فضیلت بهره وراست شعر نیز می گوید و حسن
الحان نیز دارد و بخدمت مشایخ رسیده بود اما بحکم نصیب بهره ندیده بود و بالتماس
بسیار از فقیر طلب تعلیم ذکر نموده بمجردی که تعلیمش دادم زیاده از شش هفت
ساعت چنان بیخود بود که هرچند فقیر آمد و آواز میداد و از احوالش می پرسید قدرت
جواب نداشت بالجمله ذکر خود را با جدی استیلا نموده که از خواب و خورد مانده و از
مجالست با آشنایان و مکالمه نیز اگر می خواهد که بضرورت کلمه بگوید بهجوم لذت ذکر گلویش
میگیرد چنانکه بفقیر هم نمی تواند از احوال خود گفت روزی بعد از الحاح بسیار اینقدر
گفت که همگی اعضای من دل شده و چنان در آن گم شده ام که مپرس از غلبه حال
حالش بکسی می ماند که تب لرزه و رعشه بر وی مستولی شده باشد از یاران وصف غزل
خوانی او شنوده بودم میخواستم که بشنوم اما او را از غلبه حال مصراعی خواندن میسر نمی
شود فقیر را نیز حیا می آمد و ویرا از آن باز آوردن اگرچه درین روزها در فکر آن
افتاده ام که در کار او معالجه رود که وی را از آن مغلوبی بتخفیفی روی دهد یاران
دیگر هستند که نزدیک بحال این یاران احوال دارند و درین ایام نزدیک بچهل تن
از فاتحه مشغول شده اند و وجد بایشان رسیده درین میان سه چهار کس در حال و
اخلاص امتیاز تمام دارند اصیل میگذرانند دو تن را از ایشان که از فنا بهره تمام

دیده بودند وبعضی اسرار بزرگی از ایشان فایض گشته بود نقلا اجازه تعلیم الیه
اینها باینها داده شد القصه ایشان دران دو متعلمه نیز اثرها کرده وبعضی عورات
نیز ازین فقیر تعلیم ذکر گرفته اند واحوالات میگذرانند درین میان صالحه امین از
دیگران کرم است میگوید چون شب بنصف آخر میرسد یا زیاده بتهجد برمیخیزم اگر
ناگاه در برخاستن کاهلی نمایم معاینه می بینم که جمعی از پیران نورانی شمعها
گرفته بخانه من می در آیند و بر بالین من می نشینند ناچار حالتی روی می دهد که برخاسته
وضو کرده بنماز مشغول می شوم و در نماز اینها را حاضر می بینم صالحه دیگر نیست که
امین از روی همشیره او تعلیم ذکر گرفته بود وی روزی بخانه این خواهر خود آمده او را
در مراقبه دیده پرسیده که چه حالت است وی گفته که مرید فلان و در سلسله حضرت خواجه
بهاء الدین نقشبند مرید شده ام و تعلیم ذکر گرفته خواهرش در شورش رفته که
ولو از طفولیت مرید حضرت خواجه معین الدین ایم با وجود این بسلسله خواجگان کردی
و قیاس نکرد این سلسله و بزرگان حضرتها گفته از عجایبات آنکه بعد از لحظه ازین
گفت گو ناگاه دیوانه صرع بیخودی در او گرفته بر زمین افتاد و بعد از ساعتی که بافاقت
آمده بگریه و ندامت تمام گفته هان زود مرا پیش فلان ببرید که من در سلسله مشرف
حضرت خواجه بهاء الدین نقشبند قدس الله سره مرید شوم مردمان گفتند بگو
آن چه بود و این چیست گفت ناگاه بر سرم کیفیتی دوید که ساعت بساعت مرا از من
می برد تا ندانستم که چه گذشت جز آنکه دران بیخودی فلانرا که این فقیر باشد دیدم که
آمده بر روی من طپانچه سخت زد و گفت ای بی ادب طریقه ما را چنین میگویی
و ما را چنین که حضرت خواجه معین الدین علیه الرحمه نیز راضی اند بینم که حضرت خواجه

ترا از دوست با چگونه میسر باشد و بعد از ان بیخودی در دل اثر ذکر نیز احساس نمود
و پیش فقیر آمده مشغول شد و کرم است سه تن از یاران واقعه عجب دیده اند
که از اینها بعرض رسانیدن دارد یکی میگوید بعد از ادای تهجد بخواب شدم می بینم
که قیامت برپا شده و در محشر خلایق بسیار جمع آمده اند و زمین بنوعی تافته
شده که چون پای می نهی گویا بر آتش می نهی مردمان حیران و بریان افتاده اند
زاری کویند من نیز به تشویر بسیار دست و پای میزنم ناگاه از دور در نظرم
شادروان عظیم نمود از بسکه حیران بودم که آن چه باشد که درین اثنا یکی آمده نام
مرا پرسید که فلان کدام است من گفتم فلان منم گفت ان شادروان بزرگ که می بینی
مقام شفاعت است که آنحضرت صلی الله علیه وسلم آنجا نشسته اند و مردمان را بواسطه
ولی و اسطه شفاعت میکنند نیز تو یاران خود را آنجا حاضر کرده التماس شفاعت نمود
بدرجه اجابت رسید درین میان تو ناظر جوی نزآی تو بند زاری گوید من جو
بتو رسانیدم جواز ان ملتمس را یافتم و درین میان غلغل و صدمه عجب بر جانب
که مردمان از هیبت ان بلرزیدند گفتند دوزخ را از زنجیرها می کشند درین میان
حکم شد که از حاضران حشرگاه کافران را بدوزخ کشند ملایکه بقهر و جبر انها را می کشیدند
و درین میان هندویی را گرفته می بردند او گفت من در دنیا بیخ نسبت بحضرت
خواجه بهاء الدین نقشبند داده ام مرا در کار او کنید حکم شد که این هندو را انگاه
وا رندوی را همچنان با بند و زنجیر نگاه داشتند دیگر ندانم که بر وی چه گذشت جز
آنکه از بسیاران آنجا در گوشم میرسید که می گفتند ای کاش ما در دنیا مرید سلسله
خواجه بهاء الدین می بودیم و از بعضی شنودم که می گفتند کاش پیش فلان که این

فقیر باشد رفته داخل سلسله خواجه بهاء الدین نقشبندی شدیم بار دوم پس از ترتیب
این مجالس و ظهور فیوضات در واقعه دیده که دیوار قبله خانه او شق شده از آن
بزرگی بس نورانی علم سبز در دست برآمده مردم می گفته اند که ایشان حضرت
خواجه بهاء الدین نقشبند رضی الله عنه حضرت خواجه بآن رایی خطاب کرده
فرموده اند که این علم را برای پسر تو فلان که این بنده شرمنده باشد آورده ام
که درین شهر برپا کنم رایی را بعد از دیدن این واقعه کیفیتی روی داده که گریه مست
و در خاک و آب افتاده خود را بفقیر رسانید و در آن ایام آثار فیوضات حضرت
خواجه ذو البرکات رضی الله عنه پدیدار شد چنانکه این همه که نوشته شد از روی
است از آن آثار هنوز بسیار امیدوار بها دارم باری سیوم گفت نفسی شبی از
ماه مبارک رمضان در واقعه دیدم که در آسمان چندین ماه ظاهر شد من میگویم
که این همه ماهها چه معنی دارد مردم میگویند که اینها حضرات خواجهای بزرگ
وارند در میان این ماهها یک ماهی که بحجم خردتر بود نزدیک ستاره سحری اما
در غایت نورانیت می پرسم که این چیست میگویند این فلان است که این بنده
باشد و این نور در رو مقتبس از انوار این ماههاست که حضرات خواجگان باشند
بنده بعد از استماع این واقعه از آن درویش شکرانه از اطعامی پخته بود و اکابر
شهر را طلبیده انشاء الله که بصدقه عنایت این بزرگان خواجگان عالیشان
قدس الله تعالی اسرارهم و افاض علینا برکاتهم و انوارهم این کمترین غلام
ایشان از ریزه خوان احسان ایشان بهره رسد باعث عنایات این بزرگان
التفات و کرم آن سیدی دامه الله میدانند و گوشه نظر رحمت و تربیت حضرت

حضرت ایشان رضی الله عنه رامی پسند بالجمله هرچه از نیکی معلوم کردد فایض از
حضرات است وانچه ازبدی مشهود کردد ازین معدن الخطیات ما اصابک
من حسنة فمن الله وما اصابک من سیئة فمن نفسک مقصود ازعرض این
مقدمات مذکوره یکی حدیث کردن نعمت حضرات است دوم انکه چون بسمع
اشرف رسد به صحت وسقم ان اطلاع بخشند ونیز باین وسیله این طالبان
مخطور ضمیر معادن النور کرداند تخصیص این خادم واحقر همه حق سبحانه

بر مرضیات خود وحسب خود وکمل بالعان
از واراد بالنبی واله الامجاد
علیهم وعلیهم الصلوات
والتسلیمات الی
یوم التناد
ام ام

ومن يتوكل على الله فهو حسبه
١٤٠٢

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

جانشین امام ربانی

خواجہ محمد معصوم حرمین شریفین میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی)

☆☆

حضرات نقشبندیہ علیہم الرحمۃ حرمین شریفین میں حاضر ہوتے رہے ہیں، حضرت خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ (م۔ ۸۲۲ھ/ ۱۴۲۰ء) یہاں حاضر ہوئے اور یہیں وصال فرمایا، جنت البقیع میں آرام فرما ہیں[۱]...... پھر چار سو ساڑھے چار سو برس بعد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے برادر طریقت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) مرید و خلیفہ، خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) ۹۹۶ھ/ ۱۵۸۸ء میں حرمین شریفین میں حاضر ہوئے[۲]...... ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء سے قبل دوسرے برادر طریقت حضرت تاج الدین سنبھلی (م۔ ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء) حرمین شریفین حاضر ہوئے اور یہیں وصال فرمایا[۳]...... ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ شیخ آدم بنوری علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۵۳ھ/ ۱۶۴۳ء) حرمین شریفین میں حاضر ہوئے اور یہیں وصال فرمایا[۴]...... ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء میں جانشین امام ربانی خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۷۹ھ/ ۶۰۔۱۶۵۹ء) اور آپ کے برادران ذی حشم خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۰ء) اور خواجہ محمد یحیٰ علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۹۶ھ/ ۵۔۱۶۸۴ء) اس شان و شوکت سے حاضر ہوئے کہ برصغیر کا کوئی عالم و عارف اس شان سے حاضر نہیں ہوا...... پھر مجددی شہزادگان حاضر ہوتے رہے[۵] اور ۱۱۴۳ھ/ ۱۷۳۰ء میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ کے ممتاز عالم و عارف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) حرمین شریفین حاضر ہوئے[۶]......

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے فرزند دلبند اور جانشین حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے جلیل القدر عالم و عارف تھے...... شیخ مراد بن عبداللہ القزانی نے ذیل الرشحات میں لکھا ہے:

> ''آپ والد ماجد کی مثل اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں ایک نشانی تھے آپ نے دنیا کو منور کیا، جہالت و بدعات کے ظلمات آپ کی توجہات عالیہ اور بلند حالات کی برکت سے دور ہوئیں۔ آپ سے نو لاکھ اشخاص نے بیعت کی اور آپ کے سات ہزار خلفاء ہوئے۔ خلفاء میں شیخ حبیب اللہ بخاری خراسان اور ماوراء النہر کے بہت بڑے شیخ تھے۔ جن کے زمانے میں بخارا سنت کے نور سے منور ہوا۔ آپ کے چار ہزار خلفاء صاحبِ اجازت ہوئے'' ۷

بادشاہِ وقت شاہجہان بادشاہ آپ سے بیعت ہوا...... تین لاکھ مساجد، ایک لاکھ مدارس بنوائے...... فقراء کے لیے وظیفے جاری کیے...... دین اسلام کی ترویج میں بہت کوشش کی ۸ ......

حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۶ء ذی الحجہ کے آخری دنوں میں سفر حج پر روانہ ہوئے...... اس زمانے میں برصغیر میں بری سفر گھوڑے اور بیل گاڑیوں وغیرہ پر ہوتا تھا دنوں کا سفر مہینوں میں طے ہوتا جو اب گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے...... اسی طرح بحری سفر کے لیے بادبانی یا دُخانی جہاز ہوا کرتے تھے جو طویل بحری مسافتیں مہینوں میں طے کرتے تھے اور سرزمین حجاز میں سفر اونٹوں پر یا پاپیادہ ہوتا تھا...... جو دنوں اور ہفتوں میں ہوتا تھا...... اب تو گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے...... وہ جو حدیث شریف میں قرب قیامت کی نشانی بتائی گئی ہے کہ مہینے ہفتے ہو جائیں گے ہفتے دن ہو جائیں گے اور دن گھڑیاں...... وہ نشانی آج ہم دیکھ رہے ہیں......

خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کلفت و آزمائش کے اس دور میں سات ہزار معتقدین و مریدین اور خلفاء کے ہمراہ سفر حج پر روانہ ہوئے...... سرہند شریف سے دہلی، دہلی سے گجرات، گجرات سے سورت، سورت سے یمن، یمن سے جدہ تشریف لے گئے اور وہاں سے حرمین شریفین حاضر ہوئے...... برصغیر سے کوئی عالم و عارف اس شان و شوکت سے حاضر نہیں ہوا، اس سفر میں کتنے مہینے لگے ہوں گے؟...... حج واقعی اس دور کا تھا...... کتنی کلفتیں اٹھا کر انسان منزل پر پہنچتا تھا...... خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ نے سرہند سے حرمین اور

حرمین سے سرہند کا سفر دو سال میں طے کیا...... یہ وہ زمانہ تھا جب برصغیر میں تخت نشینی کی جنگ ہو رہی تھی اور بالآخر اورنگزیب عالمگیر غیر منقسم ہندوستان کے بادشاہ قرار پائے...... حج پر جاتے ہوئے خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ جب نربدہ پہنچے تو شہزادہ اورنگزیب استقبال کے لیے حاضر ہوئے اور حضرت خواجہ معصوم علیہ الرحمۃ نے ان کے سر پر ٹوپی رکھی...... یہ ٹوپی کیا تھی تاج شاہی تھی...... حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے بعد شہزادگان بھی حرمین شریفین حاضر ہوتے رہے......

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ سرہند شریف سے سات ہزار خلفاء مریدین و معتقدین کے ساتھ روانہ ہوئے...... یہ مقدس قافلہ جب دہلی پہنچا تو شاہجہان بادشاہ اور شہزادہ دارالشکوہ، حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کو رخصت کرنے کے لیے حاضر ہوئے اور بہت بڑی رقم نذر کی[9] جس شہر میں گزر ہوتا آپ وہاں کے عوام و خواص میں یہ رقم تقسیم کرتے جاتے...... اہل اللہ لینے کے لیے نہیں لیتے، دینے کے لیے لیتے ہیں۔

جب نربدہ کے قریب پہنچے آپ نے اپنی خاص ٹوپی اورنگزیب کو عطا کی اور دعائیں دے کر رخصت کیا...... اورنگ زیب کی درخواست پر اپنے صاحبزادے شیخ محمد اشرف اور شیخ سیف الدین کو اورنگ زیب کے پاس چھوڑ دیا[10]......

حضرت خواجہ محمد معصوم نے سورت پہنچ کر پانچ بحری جہاز خود کرائے پر لیے اور دس جہاز اورنگ زیب عالمگیر نے پیش کیے باقی متمول حضرات نے اپنے اپنے جہاز کرائے پر خود لیے...... اس طرح یہ مقدس قافلہ سورت سے ایک عظیم بیڑے کی صورت میں روانہ ہوا...... یمن کی بندرگاہ ''مخہ'' پہنچا تو والی یمن اور ارکان سلطنت نے شاندار استقبال کیا اور شایان شان مہمان نوازی کی...... اسی طرح ارض مقدس میں امام یمن، شریف مکہ، روم، شام اور عرب کے امراء نے ہر جگہ استقبال کیا...... عرب میں آپ کے جتنے خلفاء تھے اپنے اپنے مریدوں کے ساتھ حاضر ہوتے رہے خصوصاً شیخ مراد جن کو خلافت عطا فرما کر شام بھیجا تھا، شامیوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حاضر ہوئے...... سلطان روم بھی مع ارکان سلطنت تحائف اور ھدایہ لے کر حاضر ہوا اور زیارت سے مشرف ہوا[11]......

حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء میں ماہ ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں سورت سے روانہ ہوئے...... پھر آٹھ ماہ بعد شعبان المعظم ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۷ء میں مکہ معظمہ پہنچے...... اور سنہ مذکورہ ہی

میں حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے...... ۱۰۶۷ھ/ ۱۶۵۷ء میں ایام حج میں اس کثرت سے چہل پہل ہوئی کہ کبھی دیکھی نہ گئی...... حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے...... پورے ایک سال حرمین شریفین میں رہے......

حرمین شریفین کے قیام کے دوران آپ نے عظیم مشاہدات ومکاشفات کیے...... آپ فرماتے ہیں:

> ''آٹھ مرتبہ ظاہری آنکھوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا'' [۱۲]

اس سفر مبارک میں جو مشاہدات ومکاشفات فرمائے اور جو اسرار ومعارف ظاہر ہوئے ان کا تفصیلی بیان قارئین کرام کو متحیر کرسکتا ہے...... اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن سے بھی آشنا ہو...... جو شان العلم سے آگے شان الحیات پر فائز ہو جو علم حصولی سے بڑھ کر علم حضوری سے فیض یاب ہو......

۱۰۶۷ھ اور ۱۰۶۸ھ کے دوران سلسلہء مجددیہ پر غیر منقسم ہندوستان وعرب میں کئی کتابیں عربی اور فارسی میں لکھی گئیں...... مثلاً خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے شیخ عبد الاحد علیہ الرحمۃ کی ''لطائف مدینہ'' اور خواجہ محمد فرخ مجددی بن خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ کی کتاب ''مکاشفات'' اور محمد امین بدخشی کی کتاب ''مناقب احمدیہ ومناقب حضرات المعصومیہ'' اور شیخ محمد امین بدخشی ہی کی ''نتائج الحرمین'' (تین ضخیم مجلدات) جو انہی سالوں میں شروع ہوئی لیکن ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء میں مکمل ہوئی اور اسی قسم کی اور کتابیں......

حضرت خواجہ محمد معصوم ۱۰۶۹ھ میں وطن عزیز واپس روانہ ہوئے [۱۳] جب حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ ہندوستان تشریف لائے تو اورنگ زیب عالمگیر تخت نشین ہو چکے تھے انھوں نے اپنی مملکت میں یہ حکم جاری کیا:

> ''خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ جس جس شہر سے گزریں ان کا شایان شان استقبال کیا جائے'' [۱۴]

خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے عرب خلفاء میں چند ایک یہ حضرات ہیں:

۱...... سید زین العابدین یمنی محدث مدنی

۲......شیخ عمر یافعی مدنی
۳......شیخ عبداللہ حجازی
۴......شیخ مراد شامی
۵......شیخ عبدالرحمٰن القراسمانی
۶......شیخ علی یمنی
۷......شیخ ابوتراب
۸......شیخ عبداللہ مغربی[15] وغیرہ

شیخ مراد کی وجہ سے شام و ترکی میں سلسلہء نقشبندیہ مجددیہ پھیلا...... شیخ مراد کے صاحبزادے شیخ محمد دمشقی اور شیخ محمد مصطفیٰ، خواجہ محمد زبیر نقشبندی مجددی سے بیعت تھے...... خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد جب آپ کے شیخ محمد صبغت اللہ علیہ الرحمۃ حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لیے حاضر ہوئے تو شیخ مراد نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک لاکھ روپے نذر کیے......

حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے سفر حرمین کے تفصیلی حالات کے لیے آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ عبید اللہ علیہ الرحمۃ کی تصانیف ''یواقیت الحرمین'' اور ''حسنات الحرمین'' مطالعہ کی جاسکتی ہیں...... نیز شیخ محمد بن فضل اللہ محبی کی کتاب ''خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر'' اور شیخ محمد خلیل المرادی نقشبندی کی کتاب ''سلک الدُّرَر فی اعیان القرن الثانی عشر'' میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں...... بہت سے عرب فضلاء اور محققین نے اپنی اپنی کتابوں میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے منسلک عرب علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے...... اس موضوع پر تحقیق کی جائے تو کئی جلدیں تیار کی جاسکتی ہیں...... مزید تفصیلات کے لیے ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' (جلد ۶، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء) میں شامل شیخ عبدالحق انصاری کے تین تحقیقی مقالات مطالعہ کیے جاسکتے ہیں...... (جلد ششم ص۔ ۳۴/۱۲۱) نیز محمد امین بن فتح اللہ کی ''تہذیب مواہب السروریہ'' (مطبوعہ بیروت) اور شیخ احمد ضیاء الدین بن مصطفیٰ کی جامع الاصول (مطبوعہ بیروت) وغیرہ بھی مطالعہ کی جاسکتی ہیں......

☆......☆......☆

حواشی

۱...... محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مقامات معصومی، جلد اول، ص۔ ۲۰۷، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء

۲...... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۹۹۶ھ/ ۸۸۔۱۵۸۷ء میں حجاز مقدس پہنچے اور ۹۹۹ھ/ ۱۵۹۰ء تک وہیں قیام فرمایا۔ اس دوران حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے علاوہ مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مشکوٰۃ شریف کے علاوہ تصوف کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ پھر شیخ سے اجازت لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۹۹۷ھ/ ۱۵۸۸ء سے ۹۹۸ھ/ ۱۵۹۰ء تک وہاں قیام فرمایا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس سے بے اندازہ بشارتیں پائیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کو مختلف سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل تھی لیکن پھر بھی بقول ایک معاصر وسوانح نگار محمد صادق ہمدانی بہ اشارہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی: فقہ و تصوف، حیات مبارک، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء، ص۔ ۴۰، بحوالہ کلمات الصادقین)۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین سے واپسی کے بعد ۱۰۰۸ھ/ ۱۶۰۰ء اور ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء کے درمیان بیعت ہوئے۔ اس طرح وہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے برادر طریقت ہوئے۔ آپ کے اور آپ کے صاحبزادے شیخ نورالحق محدث دہلوی کے خطوط کے جوابات مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی میں شامل ہیں۔

۳...... حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے برادر طریقت۔ آپ جب حرمین شریفین حاضر ہوئے تو یہاں کے لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور اکابر علماء حرمین شریفین سے شیخ اعلان قدس سرہ آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ تو عرب میں آپ کی شہرت "شیخ اعلان" کے لقب سے ہوئی۔ آپ کئی بار دیار عرب سے عجم گئے لیکن ہر بار حج کے وقت حرمین شریفین پہنچ جاتے۔ بصرہ میں بھی قیام فرمایا لیکن جب کافی اژدہام ہوا تو ایام حج میں سب کو چھوڑ چھاڑ کر روانہ ہوگئے۔ آپ کی زندگی فقیرانہ اور قلندرانہ تھی۔ ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء میں دیکھا کہ میلا احرام زیب تن ہے، آنکھیں سرخ ہیں، دیوانہ وار حاضر ہیں۔ ہمیشہ خلوت میں رہتے تھے، آنے جانے والوں سے بضرورت ملتے۔ شاہان ممالک ملنے کے مشتاق رہتے۔ مرضی ہوتی تو اندر طلب فرماتے ورنہ رخصت کر دیتے۔ ممالک عرب شام اور روم کے لوگ شیخ تاج الدین سنبھلی علیہ الرحمۃ سے خاص عقیدت رکھتے تھے اور آپ ان ممالک میں آفتاب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ آپ نے بعض رسائل کا عربی ترجمہ کیا۔ علماء ظاہر کے رد اور پیر مریدی کے اثبات میں ایک رسالہ لکھا۔ آپ نے ننانوے سال کی عمر میں مکہ معظمہ میں ۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء میں وصال فرمایا۔

مزار مبارک مکہ معظّمہ کے ایک باغ میں زیارت گاہ خاص و عام تھا۔ آپ کے مادہ ہائے تاریخ ''فخر العلماء'' (۱۰۵۲ھ) اور ''قطبِ دوران وقت'' (۱۰۵۲ء) ہیں۔ (بدر الدین سرہندی، حضرات القدس، جلد اول، مطبوعہ دہلی، ص۔ ۳۲۰)

۴...... شیخ آدم بنوری: آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی سے بیعت و خلافت سے سرفراز ہو کر اپنے وطن بنور آئے۔ پھر ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ افغانیوں کی ایک بڑی جماعت تھی۔ اژدہام کی وجہ سے جو امراء و وزراء آپ کی بارگاہ میں آتے ان کو باریابی نہ ملتی۔ شاہ جہاں بادشاہ تک جب یہ شکایت پہنچی بطور امتحان ایک وزیر کو بھیجا گیا جو فقراء سے عقیدت نہ رکھتا تھا لیکن اس کو بھی باریابی نہ ملی۔ شاہجہاں بادشاہ اگرچہ آپ کا عقیدت مند تھا لیکن وزراء کی شکایتوں سے مجبور ہو کر اس نے ہدایت کی کہ آپ لاہور سے اپنے وطن چلے جائیں۔ چنانچہ آپ وطن واپس آ کر حرمین شریفین روانہ ہوئے۔ ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء یہاں پہنچے حرمین شریفین میں بڑی مقبولیت ملی۔ مدینہ منورہ میں چلہ کشی فرمائی۔ واپسی کا ارادہ ہوا تو مواجہ شریف میں حاضر ہوئے اجازت طلب کی جواب ملا

''یاولدی انت جواری''

''اے میرے بیٹے تم میرے ہمسائے میں رہو''

آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۳؍ شوال ۱۰۵۳ھ/۱۶۴۳ء میں وصال فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے قریب دفن ہوئے۔ (اس زمانہ میں گنبد شریف بنا ہوا تھا اور اس کا سایہ آپ کی قبر شریف پر پڑتا تھا) حضرت شیخ آدم بنوری کے مریدین چار لاکھ اور خلفاء ایک ہزار ہوئے۔ (نزہۃ الخواطر، جلد ۵، ص۔ ۲)

۵...... خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد صبغت اللہ علیہ الرحمۃ حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لیے حاضر ہوئے تو خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے خلیفہ شیخ محمد مراد شامی نے حاضر ہو کر ایک لاکھ روپے نذر کیے۔ (محمد اقبال مجددی: مقامات معصومی، جلد اول، مطبوعہ لاہور)

خواجہ محمد عبید اللہ (بن خواجہ محمد معصوم) نے حرمین شریفین میں اپنے والد گرامی کے ملفوظات و مکاشفات عربی زبان میں ''یواقیت الحرمین'' کے نام سے مرتب کیے تھی۔ خواجہ عبد الاحد (بن خواجہ محمد معصوم) سترہ برس کی عمر میں ۱۰۶۸ھ میں خواجہ معصوم کے ہمراہ حرمین شریفین حاضر ہوئے اور لطائف المدینہ کے نام سے عربی زبان میں اپنے والد ماجد کی سوانح مرتب کی۔ دوسرا حج ۱۰۸۹ھ میں حضرت خواجہ عبد اللہ کے ہمراہ اس سفر حج میں شیخ خلیل اللہ بن خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ اور شیخ محمد پارسا (بن شیخ عبید اللہ علیہ الرحمۃ) آپ کے ہمرکاب تھے۔ تیسرا سفر حج ۱۱۰۳ھ میں کیا اس سفر میں خواجہ عبید اللہ علیہ الرحمۃ اور کثیر تعداد میں اہل خانہ اور متبعین تھے۔ (لطائف المدینہ، شیخ عبد الاحد ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور ۲۰۰۴ء)

۶...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہء عالیہ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ سے وابستہ تھے۔ ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۲۹ء میں اپنے ماموں اور اپنے خلیفہ محمد عاشق پھلتی کے ساتھ حج پر روانہ ہوئے اور حج سے فارغ ہونے کے بعد سات ماہ مدینہ منورہ میں رہے۔ اور یہاں آپ نے استاد گرامی ابوطاہر جمال الدین محمد علیہ الرحمۃ کی فرمائش پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے رسالے ''رد روافض'' کا عربی ترجمہ کیا۔ جس کا عنوان:

المقدمة الثنيه فى الانتصار لفرقة الثنيه''

رکھا۔ قیام مدینہ منورہ کے زمانے میں روضہء اقدس اور قبہء اہل بیت اطہار سے خوب فیض حاصل کیا۔ جس کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ کی تصانیف ''الدر الثمین'' اور ''فیوض الحرمین'' میں ہے۔ ۶/ یا ۷/ شعبان المعظم ۱۱۴۴ھ/ ۱۷۳۱ء کو مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ اپنے خلیفہ محمد عاشق پھلتی کو اپنے اونٹ پر جگہ دی اور فرمایا:

> ''میرے بیان کیے ہوئے حقائق اور معارف اس طرح کوئی لکھ لے کہ لوگ سمجھ سکیں تو وہ خود فوائد و اسرار کا مشاہدہ کرے گا''
>
> (القول الجلی فی ذکر آثار الولی، ص۔ ۵۲۰)

چنانچہ آپ کے خلیفہ محمد عاشق پھلتی نے ۱۵/ شعبان المعظم سے مکہ مکرمہ ہی میں کتاب ''القول الجلی فی ذکر آثار الولی'' لکھنا شروع کی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر اذکار میں کئی کتابیں ہیں مثلاً محمد محسن بن یحیٰی البکری کی ''الیانع الجنی'' نواب صدیق علی خاں کی ''ابجد العلوم'' شیخ محمد نعمان کی ''اعلام الھدٰی'' سید محمود احمد برکاتی کی ''شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان'' اور ڈاکٹر مظہر بقاء کی کتاب ''اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ'' وغیرہ وغیرہ۔ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اہل سنت و جماعت کے مقتداء تھے، مخالفین و معاندین اہل سنت نے آپ کی تصانیف میں تحریفات اور الحاقات کر کے اکابر اہل سنت کو آپ سے بدگمان کیا، اصل مجرم وہ لوگ ہیں جنہوں نے عمداً یہ شنیع کام کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے ملفوظات و ارشادات ''القول الجلی فی ذکر آثار الولی'' کی اشاعت کے بعد اصل حقائق کا علم ہوا ہے۔ (دہلی، ۱۹۸۹ء)

۷...... عبد الحی لکھنوی: نزھۃ الخواطر، ج۔ ۵، ص۔ ۴۰۷، بحوالہ زوار حسین شاہ: حضرت مجدد الف ثانی، کراچی ۱۹۷۲ء ص۔ ۴۹۴

۸...... کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، مطبوعہ لاہور

۹...... زوار حسین شاہ: انوار معصومیہ، کراچی ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۰ء ص۔ ۶۶

۱۰...... ایضاً ص۔ ۶۶

۱۱......ایضاً

۱۲......زوارحسین شاہ: حضرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء (بحوالہ لطائف المدینہ از خواجہ عبدالاحد بن خواجہ محمد سعید، ص ـ ۶۹۵)

۱۳......ایضاً، بحوالہ جواہر معصومیہ، ص ـ ۳۸

۱۴......کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، مطبوعہ لاہور، ج ـ ۲، ص ـ ۱۱۵

۱۵......محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مقامات معصومی، جلد اول، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء

مآخذ و مراجع

۱......بدرالدین سرہندی: حضرات القدس، جلد اول، شائع کردہ حضرت مفتی محمد مظہر اللہ اکیڈمی، دہلی 1998ء مترجم اردو، محمد اشرف نقشبندی مجددی

۲......زوارحسین شاہ: انوار معصومیہ، مطبوعہ کراچی ۱۳۰۱ھ

۳......زوارحسین شاہ: حضرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء

۴......عبدالحق محدث دہلوی، شیخ: فقہ و تصوف ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مطبوعہ لاہور 1999ء، حیات مبارکہ

۵......کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ، مطبوعہ لاہور

۶......محمد اقبال مجددی، پروفیسر: مقامات معصومی (مقدمہ) جلد اول، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۴ء

۷......محمد امین بن فتح اللہ زادہ، شیخ: **تهذیب مواهب السرمدیه فی اجلاء سادة النقشبندیه**، دارالکتب علمیہ، بیروت

۸......محمد امین بدخشی: مناقب الحضرات (نتائج الحرمین کی تیسری جلد) مترجم صاحبزادہ ڈاکٹر معین نظامی، خانقاہ فتحیہ، آزاد کشمیر، ۲۰۰۲ء

۹......محمد عاشق پھلتی: القول الجلی فی ذکر آثار الولی، (مقدمہ ابوالحسن زید فاروقی)، مطبوعہ دہلی 1989ء

۱۰......محمد عبید اللہ بن خواجہ محمد معصوم: حسنات الحرمین (عربی) ترجمہ فارسی ملا شاکر بن بدرالدین سرہندی، ترجمہ اردو پروفیسر محمد اقبال مجددی، مطبوعہ لاہور 1981ء

۱۱......محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: سیرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء

۱۲......محمد مسرور احمد، ابوالسرور، جاوید اقبال مظہری، مولانا، اقبال احمد اختر القادری، ڈاکٹر: جہان امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد ـ ۴، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء

☆......☆......☆

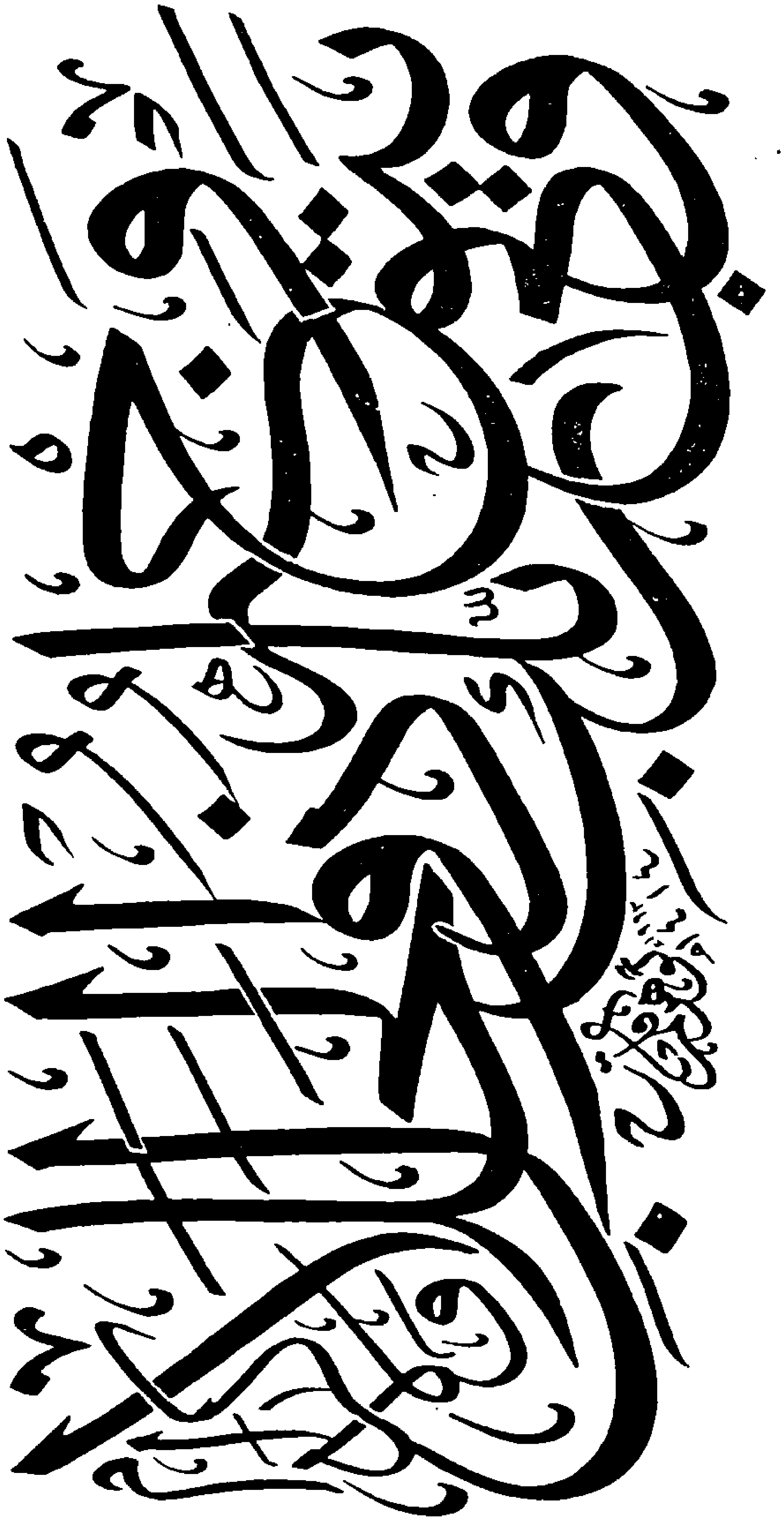

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

شاہجہاں واورنگزیب کے مرشد کریم

حضرت خواجہ محمد معصوم

ڈاکٹر ادریس احمد
(شعبۂ فارسی، دہلی یونیورسٹی، دہلی، بھارت)

☆☆

شاہجہان بادشاہ بلاشک وتردید مغل فرمانرواؤں میں سب سے زیادہ صاحب اقتدار بادشاہ گذرا ہے اس کا دور حکومت (۱۰۳۷؁۔۱۰۶۸؁ھ) شان وشوکت، دولت وثروت توسیع سلطنت، فروغ ادبیات، تہذیب وتمدن کے لحاظ سے درجہ کمال کو پہنچ گیا تھا۔ شاہانہ شان وشوکت کے لحاظ سے کوئی دوسرا مغل بادشاہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔ داخلی طور پر اس کی وسیع وعریض سلطنت میں، ہر طرف امن وامان اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ اپنے دادا اکبر بادشاہ کی طرح بلالحاظ مذہب وملت اس کا سلوک عادلانہ اور حق وانصاف پر مبنی تھا۔ اس کو فن تعمیر سے خاص دلچسپی تھی اور لحاظ سے بھی اس کا دور ''دور طلائی'' کہلانے کا حقدار ہے۔ اگر ایک طرف اس نے پرشکوہ تاریخی عمارتیں مانند تاج محل، لال قلعہ، جامع مسجد اور دوسری بہت سی تاریخی عمارتوں کی تعمیر، آرائش اور زیبائش پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا تو دوسری جانب خود مصنف یا شاعر نہ ہونے کے باوجود شعروادب سے اسے کافی لگاؤ تھا لہٰذا اس نے ارباب دانش، وہنر نقاشی، خطاطی کی سرپرستی اور ان کو ہر طرح نوازنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ بقول مصنف بزم تیموریہ شاہجہاں بادشاہ کے عشق ومحبت کے نغموں کو تاج محل کی صورت میں حیات جاوداں بخشی اور اپنے حسن ذوق کو کتابوں کے صفحات پر ہی نہیں بلکہ تاج محل، لال قلعہ، جامع مسجد کے در ودیوار پر نقش ونگار اور خطاطی وکندہ کاری کی صورت میں جلوہ گر کیا ہے۔[1]

''شاہجہان نے اگرچہ بابر وجہانگیر کی طرح کوئی ادبی یا تاریخی تصنیف یادگار نہیں چھوڑی لیکن اس کے باوجود اس نے علماء، فضلاء مانند شیخ ابوالخیر، قاسم بیگ تبریزی، حضرت وجیہ الدین گجراتی، تاتارخان اور خاص طور پر حکیم دوائی گیلانی (حکیم سعیدائی گیلانی) سے فیض حاصل کیا اور مختصر مدت میں مروجہ علوم وفنون میں خاص طور پر خوشنویسی میں مہارت حاصل کی۔ [۲]

شاہجہاں ارباب فضل وکمال کو دنیاوی ضرورتوں سے بے نیاز کرنے اور ان کو نوازنے میں اس قدر فراخ دستی سے کام لیتا تھا کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ ایران، ترکی اور وسطی ایشیا سے ادیب، شاعر اور ہنرمندان دہلی کا رخ کرنے لگے۔ اگر ان کی تفصیلات مرتب کی جائیں تو کافی ضخیم ہوں گی۔ ان میں سے بہت سے صاحب کمال لوگوں کا ذکر تو تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے لیکن ایسے بزرگ بھی ہیں جو خاموشی اور خلوت نشینی میں رہ کر بھی دین کی خدمت کرتے رہے اور بادشاہوں کی بے راہ روی اور گمراہی سے جو خرابیاں پیدا ہو رہی تھیں ان کی اصلاح کر کے ایک صالح معاشرہ کی تعمیر میں کوشاں رہے اور تاریخ کی دھارے کا رخ موڑ دیا تاریخ نویسوں اور تذکرہ نگاروں نے تو ان بزرگوں کی خدمات سے بے اعتنائی اختیار کی لیکن اکبر و جہانگیر اور شاہجہاں و اورنگزیب کے مذہبی رجحانات میں جو نمایاں فرق نظر آتا ہے وہ ان ہی بزرگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

اسی مناسبت سے خانوادۂ مجددیہ کی خدمات بے نظیر آتی ہیں۔ سلسلہ مجددیہ کے بانی حضرت شیخ احمد سرہندی معروف بہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنے دور میں دین اسلام میں پیدا کی ہوئی خرابیوں اور بدعتوں کا احساس کیا اور اپنے مکتوبات کے وسیلہ سے امرای شاہی اور مختلف صوبوں کے حکمرانوں کو اس دور میں پھیلی ہوئی رسوم قبیحہ اور ان کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کے مکتوبات کے مخاطب نوجوان شیخ مرتضیٰ فرید بخاری، صدر جہان، خان جہان، قلیچ خان، مہابت خان وغیرہ جیسے امرائے دربار تھے۔

شاہجہان کو بھی شہزادگی کے زمانہ سے ہی خاندان مجددیہ سے عقیدت تھی۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور دعا کی درخواست کی تھی۔ بدقسمتی سے شاہجہان کی تخت نشینی اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی وفات (۱۰۳۴ھ) میں زیادہ فرق نہیں اس وجہ سے شاہجہاں کو اپنے دور حکومت میں حضرت سے زیادہ فیض یاب ہونے کا موقع نہیں ملا لیکن مذہبی رجحان

کی جو شمع روشن ہوئی تھی وہ حضرت کے صاحبزادگان کے زمانہ میں اور زیادہ روشن تر ہوتی گئی اور شاہجہان نے ان سے اپنی ارادت و عقیدت کو برقرار رکھا۔

حضرت مجدد کے صاحبزادگان کے متعلق مشہور نقشبندی بزرگ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل قول ان کے باکمال ہونے کی دلیل ہے:

> ''فرزندان آن شیخ کہ اطفال اند، اسرار الٰہی اند، استعداد ھای عجب دارند بالجملہ شجرہ طیبہ اند''[۳]

خزینۃ الاصفیا کے مصنف لکھتے ہیں:

> ''خواجہ باقی باللہ سی فرمود کہ خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم ہر دو پسران خواجہ احمد پارہ ھای جواہر اند کہ بی بہا اند و در ایام خرد سالی بمقامات احمدیہ رسیدہ اند'' و نیز شیخ احمد می فرمود ''آنچہ معارف بمن مکشوف اند، پسرانم آنرا از خود یاد گرفتہ اند''[۴]

حضرت مجدد الف ثانی خواجہ محمد معصوم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

> از فرزندی محمد معصوم چہ نویسد کہ از محمد المشر بان است و اینکہ ''تو قطب وقت خویش شوی و این سخن از من یاد دار''[۵]

حضرت مجدد الف ثانی کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ اگرچہ سب ہی صاحبزادگان حضرت خواجہ باقی باللہ کے ارشاد کے مطابق ''پارہ ھای جواہر اند'' تھے مگر اس مضمون میں صرف حضرت خواجہ محمد معصوم کے ذکر پر ہی اکتفا کیا جائے گا جو شاھجہان کے پیر و مرشد بھی تھے۔ خواجہ محمد معصوم ۱۰ شوال ۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء کو سرھند کے نزدیک بستی میں پیدا ہوئے آپ حضرت خواجہ محمد صادق اور خواجہ محمد سعید کے بعد تیسرے صاحبزادے تھے۔ آپ نے کتب درسیہ کی تعلیم اپنے والد ماجد اور برادر بزرگ خواجہ محمد صادق اور شیخ محمد طاہر لاھوری سے حاصل کی۔ تین ماہ کی قلیل مدت میں قرآن شریف حفظ کیا اپنے والد بزرگوار کی نگرانی میں مراحل سلوک طے کیے اور خلافت حاصل کی۔ مریدوں کی رہنمائی کے علاوہ درس و تدریس خواجہ محمد معصوم کا محبوب مشغلہ تھا۔ تفسیر بضاوی، مشکوٰۃ شریف، ھدایہ، عضری اور تلویح کا درس دیتے تھے۔ ۱۰۳۴ھ میں حضرت مجدد الف ثانی کے وصال کے بعد ان کے جانشین کی حیثیت سے

مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور لاکھوں مرید آپ سے فیض حاصل کرتے رہے اور یہ سلسلہ ہندوستان سے باہر افغانستان تک پھیل گیا آج بھی وہاں مجددیہ سلسلہ سے منسلک افراد کی کافی تعداد ہے۔ آپ ۱۰۶۵ھ میں حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور ۱۰۶۸ھ میں مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد واپس ہندوستان تشریف لائے۔

سلطنت مغلیہ کے دو عظیم بادشاہ شاہجہان اور اورنگزیب آپ سے بیعت ہوئے اور سرہند میں حاضر ہوئے نیز ان بادشاہوں نے سرہند میں محل اور باغات تعمیر کرائے۔

روضۃ القیومیہ کے مصنف کے بیان کے مطابق جہانگیر کو بھی آخری دور میں مجددیہ خاندان سے عقیدت پیدا ہوگئی تھی۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد وہ اظہار تعزیت کے لیے سرھند گیا اور شہزادہ خرم (شاہجہاں) کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے دکن جاتے ہوئے خواجہ محمد معصوم کو ہمراہ لے گیا۔ خواجہ محمد معصوم کی ملاقات شہزادہ خرم سے ہوئی اور انہوں نے اس کو بادشاہت کی بشارت دی۔[۶] مگر روضۃ القیومیہ کے مصنف کے بعض بیانات مبالغہ پر مبنی ہیں۔

جب شاہجہاں تخت نشین ہوا تو اس نے بہت سے تحائف بھیجے اور خواجہ محمد معصوم کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے احکام شریعت کا نفاذ کیا۔ مدرسے، مسجدیں، خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ روضۃ القیومیہ کے مصنف کے بیان کے مطابق دہلی میں لال قلعہ کی بنیاد بھی خواجہ محمد معصوم نے ۱۰۴۳ھ مطابق ۳۴-۱۶۳۳ء میں رکھی۔ شاہجہاں نے سرہند میں ایک محل اور باغ بھی تعمیر کرایا۔ فرحت الناظرین کا مصنف آپ کے بارے میں رقم طراز ہے:

> ''مرید و خلیفہ والد بزرگوار خود شیخ احمد بود از تصانیف او سہ جلد مکتوبات است کہ بسی اسرار غریبہ و نکات عجیبہ دراں اندراج یافتہ۔ براستدعای بادشاہ دین پناہ (عالمگیر) چند بار بہ بارگاہ عظمت و جاہ رسید و باقسام وانواع تکریم وتوقیر وتعظیم مخصوص گشتہ بود۔''[۷]

خواجہ محمد معصوم کا انتقال ۹/ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ مطابق ۶۹-۱۶۶۸ء کو سرہند میں ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ مشہور شاعر ناصر علی سرھندی آپ کا مرید تھا اس نے اور دیگر شعراء نے قطعات تاریخ کہا

ناصر علی ؎

چراغِ خاندان نقشبندان
فروغِ دین احمد خواجہ معصوم
بسوی گلشن عقبی قدم زد
ازین ویرانہ آباد کہن بوم
زدل پرسید از سال وفاتش
ندا آمد ”زعالم رفت معصوم“

شیخ عبدالاحد وحدت سرھندی آپ کے بھتیجے اور عظیم شاعر تھے انہوں نے ایک مرثیہ لکھا جس کے آخری مصرع سے تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ برآمد ہوتی ہے۔

تاریخِ وصالِ او خرد گفت
رفتہ زجہان امام معصوم

شہزادی روشن آرا نے مقبرہ تعمیر کرایا تو ناصر علی نے اس کی تعریف میں کہا:

ای زمین مولہ قدسی نسب ہفت سیما
رفعت بام تو از عالم ایجاد ورا

خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کی اولاد میں چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادگان میں سے ہر ایک جید عالم، مبلغ اسلام اور مروج الشریعت تھا ان میں سے شیخ سیف الدین اورنگزیب کی روحانی تربیت کے لیے مقرر ہوئے۔ خواجہ محمد معصوم کے مریدوں کا سلسلہ ہندوستان سے باہر ایران، توران، بدخشان، ترکستان، کاشغر، روم، شام اور یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ خزینۃ الاصفیا میں تحریر ہے:

> ”مریدان معصومی کہ بتوجہ وی بدرجات ولایت رسیدند زیاد ازصد ھزار بودند وچون عزم زیارت حرمین شریفین نمودند، اھل عرب وعجم بے شمار درحلقۂ ارادت درآمدند[8]

بہت سے امرا اور مصاحبین شاہی بھی خواجہ محمد معصوم کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ نواب مکرم خان گورنر لاہور تو اس قدر معتقد تھے کہ سب کچھ ترک کر کے آپ کی خدمت میں سرہند آ گئے۔ ان کے علاوہ نواب شمشیر خان، میر غضنفر خان (وفات ۱۰۹۱ھ)، اعظم خان، میر محمد باقر معروف بہ ارادت خان (وفات ۱۰۵۹ھ) میرک معین الدین سید نور الدین علی خان بن سید عبداللہ خاں بارہہ (وفات ۱۱۹۱ھ) جانان بیگم بنت عبدالرحیم خانخانان، یہ وہ چند امرا ہیں جن کے نام خواجہ محمد معصوم کے مکتوبات ہیں۔ علم منطق کے مشہور زمانہ استاد میر زاہد آپ ہی کے مرید تھے۔ فارسی کے مشہور شاعر ناصر علی سرہندی آپ کی مدح میں فرماتے ہیں:

چراغِ هفت محفل خواجه معصوم
منور ازفروغش هند تا روم
ردای مهتابی شرع بردوش
چو صبح ازپاکی باطن قصب پوشی
علیِ بی ادب زیں حرف بس کن
دعارا باجابت هم نفس کن
جهان درسایۂ احسان او باد
فلک قائم به فرزندان او باد[9]

راسخ سرہندی، میر مفاخر حسین ثاقب بھی آپ کے مرید تھے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے باکمال حضرات نے خانقاہ معصومیہ سے اخذ فیض کیا۔ مشہور ماہر طریقت و شریعت مرزا مظہر جان جاناں کا سلسلہ دو واسطوں سے آپ تک پہنچتا ہے۔

تصانیف:

والد محترم کی طرح آپ نے بھی مکتوبات کو ہی ذریعہ ابلاغ بنایا۔ یہ مکتوبات تین جلدوں میں ہیں پہلی جلد میں ۲۴۹ مکتوبات ہیں جن کو آپ کے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ نے ۱۰۶۳ھ میں ترتیب دیا اور اس کا نام درۃ التاج و جاوید و جمع کمالات نبوت رکھا دوسری جلد میں ۱۵۸ مکتوبات ہیں اس کو حضرت حجۃ اللہ نے ۱۰۷۲ھ میں وسیلۃ السعادت کے نام سے ترتیب دیا۔ تیسری جلد میں ۲۵۲

مکتوبات ہیں جن کو میر شرف الدین حسین نے ۱۰۷۳ھ میں ترتیب دیا اور 'مکاتبات قطب زمن' اس کا تاریخی نام ہے۔

یہ مکتوبات صوفیانہ مضامین کے علاوہ نقشبندیہ' مجددیہ سلسلہ کے متعلق لکھے گئے ہیں نیز ان میں احیای سنت و ترویج شریعت پر زور دیا گیا ہے۔ ان ہی مکتوبات میں کئی خطوط بادشاہ اورنگزیب کے نام ہیں خود اورنگزیب نے بھی ان کو خطوط لکھے ہیں۔

خواجہ محمد معصوم کے مکاتیب کافی طویل ہیں اور رسالوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہ مکتوبات اس وقت کی فارسی نثر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ جا بجا مفہوم کو واضح کرنے کے لیے عربی' فارسی اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

اورنگزیب کی خواجہ محمد معصوم و خواجہ محمد سعید سے عقیدت

شاہجہان کی طرح اورنگزیب کو بھی خواجہ محمد معصوم سے گہری عقیدت تھی۔ فرحت الناظرین کا مصنف رقمطراز ہے:

> ...... براستدعای پادشاہ (اورنگزیب عالمگیر) چند بار بہ بارگاہ عظمت و جاہ رسید و باقسام وانواع تکریم و توقیر و تعظیم مخصوص گشتہ بود۔ [۱۰]

خزینۃ الاصفیا کے مصنف لکھتے ہیں:

> ''اورنگزیب معتقد آنحضرت شد و ارادت آورد و دوام صحبت میخواست' قبول نفرمود'' [۱۱]

خواجہ محمد معصوم نے اس کو بتایا تھا کہ ''ہم نے ہندوستان کی سلطنت تم کو بخشی''۔ اورنگزیب کی دو بہنیں روشن آراء اور گوہر آرا بھی خواجہ محمد معصوم کی مرید تھیں بادشاہ بننے سے پہلے اورنگزیب سرہند میں حاضر ہوا اور بارہ ہزار اشرفی نذرانہ کے طور پر پیش کیں اور کامیابی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ شہزادی گوہر آرا کہا کرتی تھیں کہ اورنگزیب نے بارہ ہزار اشرفی میں سلطنت خریدی [۱۲]

اورنگزیب کی درخواست پر خواجہ محمد معصوم نے اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد سعید کو ۱۰۶۹ھ میں بادشاہ کی روحانی تربیت کے لیے بھیجا لیکن بیماری کی وجہ سے جلد ہی سرہند واپس چلے گئے اور راستہ میں ہی ان کا

انتقال ہوگیا۔ بادشاہ ان کی اس قدر عزت کرتا تھا کہ بیماری کے زمانہ میں خود "طبخ" تیار کر کے آپ کے لیے بھیجتا تھا۔ ایک مکتوب میں خواجہ محمد سعید نے خواجہ محمد معصوم کو تحریر کیا:

> .... دیگر چہار روز است کہ بادشاہ عجب تاکید و اہتمام می فرماید
> خود طبخ ساختہ می فرستد"۱۳

بعد میں خواجہ محمد معصوم نے اپنے صاحبزادے خواجہ سیف الدین کو ۱۰۷۷ھ میں اسی مقصد کے لیے بادشاہ کے پاس بھیجا اور انہوں نے بادشاہ کی روحانی تربیت فرمائی۔ خواجہ محمد معصوم کی وفات پر اورنگزیب نے بھی قطعۂ تاریخ کہا تھا ؎

نور عالم برفت، عالم تاریک شد
۱۰۷۹ھ

مغل حکمرانوں کی خاندان مجددیہ سے عقیدت و احترام کا یہ مختصر تذکرہ ہے عام طور پر تذکرہ نویسوں اور مؤرخین نے اس خاندان کی دینی خدمات سے چشم پوشی کی ہے لیکن ان کی خدمات کی روشن دلیل اکبر و جہانگیر ایک طرف اور دوسری جانب شاہجہان اور اورنگزیب کے دینی رجحانات میں جو نمایاں فرق نظر آتا ہے، ہی کافی ہے۔ اکبر کے زمانہ کی بدعات تو اپنی جگہ دین اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی تھی۔ جہانگیر کے زمانہ میں ایک اور فتنہ سر اٹھا رہا تھا، اور اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو آج ہندوستان میں اسلام کا کونسا مسلک رائج ہوتا یہ سب خاندان مجددیہ کی نہایت کوششوں سے ہی ممکن ہوا۔ حضرت مجدد نے شاہی امرا کو اپنے مکتوبات کے ذریعہ اس خطرہ سے آگاہ کیا، اور احیای دین کی طرف توجہ دلای جس کی تفصیل کے لیے تو دفتر درکار ہیں طوالت کے خوف سے اس مختصر مضمون پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

☆......☆......☆

حواشی

۱...... بزم تیموریہ صباح الدین عبدالرحمن ص ۱۶۹
۲...... عمل صالح از محمد صالح کنبوہ ص ۲۶
۳...... زبدۃ المقامات از خواجہ محمد ہاشم کشمی ص ۳۰۹

۴......خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری ج اس ۳۸

۵......زبدۃ المقامات محمد ہاشم کشمی ص ۳۱۷

۶......رضۃ القیومیہ جلد ۲ ص ۱۸ (کمال الدین محمد احسان)

۷......رودکوثر ص ۲۸۷ (بحوالہ فرحت الناظرین)

۸......خزینۃ الاصفیا ص ۶۴۰

۹......روضۃ القیومیہ جلد ۲ ص ۱۲۷

۱۰......رودکوثر صف ۲۸۷ (بحوالہ فرحت الناظرین)

۱۱......خزینۃ الاصفیا جلد ا صف ۶۴۰

۱۲......علماء ھند کا شاندار ماضی ص ۳۴۶

۱۳......مکتوبات خواجہ محمد سعید صف ۲۱۵ (مکتوب نمبر ۹۹)

☆......☆......☆

لا اله الا الله محمد رسول الله

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ سوم

سراسر سنتِ بیضا ہے ان کا راستہ احمد
طریقہ دیکھیے چل کر مجدد الف ثانی

(خواجہ احمد حسین)

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب

کتبہ خورشید عالم گوہر قلم لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نقشبندیہ سلسلۂ تصوف

محمد حنیف رامے

(سابق وزیر اعلیٰ پنجاب، پاکستان)

☆☆

اسلامی تصوف کی تاریخ میں اپنی ہمہ گیر مقبولیت اور اثر ورسوخ کے لحاظ سے نقشبندیہ سلسلے کو واضح امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ اس کے بارے میں ذرا وضاحت سے کام لیا جائے۔ اس سلسلے کے بانی خواجہ محمد بہاء الدین نقشبندی علیہ الرحمۃ تھے جو بخارا میں ۱۳۱۷ء کو پیدا اور وہیں ۱۳۸۹ء میں فوت ہوئے۔ اس سلسلے نے وسط ایشیا میں جڑ پکڑی اور پھر ترکستان، شام، افغانستان اور برصغیر پاک وہند تک پھیل گیا۔ وسط ایشیا میں تو اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ نہ صرف بڑے بڑے شہروں یا قصبوں میں، بلکہ چھوٹے چھوٹے دیہات میں بھی نقشبندی خانقاہیں اور تکیے موجود تھے۔

برصغیر میں نقشبندی سلسلہ سولہویں صدی ء میں پہنچا اور یہاں سے اس کے روحانی سفر نے پہلے خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ اور پھر ان کے مرید شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ (جو مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور ہیں) کے زیر قیادت نئے ولولے اور دم خم کیساتھ نئی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں۔ سرہند (سابقہ مشرقی پنجاب اور موجودہ صوبہ ہریانہ میں، دہلی کے قرب وجوار میں واقع ایک قصبے) کے نقشبندی مرکز نے وسط ایشیا کے مرکزوں کو بھی مات کر دیا۔ مغل شہنشاہ جہانگیر نے اپنی تزک (Autobiography، آپ بیتی) میں لکھا ہے کہ، "مغل سلطنت کے شہر شہر اور قریے قریے میں نقشبندی خانقاہیں بن چکی ہیں اور اب اس سلسلے کا اثر برصغیر سے واپس وسط ایشیا میں پہنچنا شروع ہو گیا ہے۔" ۱۹ویں صدی ء میں اس سلسلے کے ایک دہلوی صوفی، شاہ غلام علی علیہ الرحمۃ کے مرید تو ترکی، شام، عراق، مصر، چین اور حبشہ (Ethiopia)

تک پھیل چکے تھے۔ نقشبندی خانقاہیں متعدد براعظموں میں کام کر رہی تھیں اور بڑے بڑے نقشبندی بزرگ نہ صرف قومی بلکہ بین الاقوامی سطح پر سرگرمِ عمل تھے۔

اس سلسلے کا اثر یورپ تک جا پہنچا چنانچہ بیسویں صدیء کے دو مشہور روسی صوفی اور فلسفی گرڈ جیف (Gurdjieff) اور اوسپنسکی (Ouspensky) تصوّف کی حد تک اسی سلسلے کے خوشہ چین تھے۔ گرڈ جیف (۱۹۴۹ء-۱۸۷۷ء) نے اپنی کتاب ''قابل قدر ہستیوں سے ملاقات'' (Meeting with the Remarkable Men) میں خود اس کا اقرار کیا ہے۔ اوسپنسکی تک یہ اثر گرڈ جیف کے ذریعے سے پہنچا۔ جب روس میں کمیونسٹ انقلاب آ گیا تو اوسپنسکی لندن منتقل ہو گیا اور یوں یورپ کے چیدہ چیدہ لوگ بعض نقشبندی خیالات اور عملیات (Practices) سے بالواسطہ طور پر واقف ہو گئے۔ اوسپنسکی کی کتاب "Tertium Organum" کا حوالہ اقبال نے بھی اپنے خطبات میں دے رکھا ہے۔ جو اہلِ ذوق گرڈ جیف کے افکار کو زیادہ گہرائی میں جاننا چاہیں انہیں اوسپنسکی کی دو کتابیں In Search of the Miraculous (معجزے کی تلاش میں) اور The Fourth Way (چوتھا راستہ) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان دونوں کتابوں میں اوسپنسکی نے اپنے نہیں بلکہ گرڈ جیف کے خیالات اور وہ تعلیمات قلمبند کی ہیں جو گرڈ جیف نے زیادہ تر وسط ایشیا کے نقشبندی بزرگوں اور خانقاہوں سے سیکھی تھیں۔ اوسپنسکی کے اپنے نظریات A New Model of the Universe (کائنات کا ایک نیا نمونہ) میں بیان ہوئے ہیں۔ اردو قارئین ہمارے عہد کے منفرد شاعر اور نفسیات دان شہزاد احمد کی تصنیف ''گرڈ جیف: معجزے کی تلاش میں'' میں گرڈ جیف کے حالات اور افکار کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جس طرح اسلامی تصوف کی تاریخ میں شمس اور رُومی علیہ الرحمۃ کی دوستی نے ایک اہم اور دلچسپ باب کا اضافہ کیا تھا اسی طرح جدید مغربی تصوف میں گرڈ جیف اور اوسپنسکی کی دوستی نے بھی خاصے نئے رنگ بھرے ہیں۔

مغرب تو اپنی مادی ترقی کے زور پر مشرق کے اوپر پَر پھیلا رہا تھا لیکن مشرق سے اگر کچھ مغرب کی جانب جا رہا تھا تو وہ نقشبندی سلسلے کی سرگرمیاں ہی تھیں۔ ترکی اور وسط ایشیا کی بحالیء دین کی تحریکوں (The Revivalist Movements) کے پیچھے بھی نقشبندیہ ہی کی اخلاقی مدد کارفرما تھی۔ برصغیر میں مغل شہنشاہ جہانگیر کے دور میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بہت کھل کر مذہبی ''بے اعتدالیوں''

خصوصاً شیعہ علماء کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ پر تنقید کی اور اس کی پاداش میں قید وبند کی سختیاں برداشت کیں۔ مصر میں اخوان المسلمین کی تحریک کے پیچھے بھی نقشبندی طرز فکر وعمل موجزن دیکھا جاسکتا ہے۔ مشہور مصری مصلح (Reformer) محمد رشید رضا بھی نقشبندیہ سے متاثر ہوئے تھے۔

اپنی پوری تاریخ میں دو باتیں نقشبندی سلسلے کی پہچان بنی رہی ہیں۔ ایک تو شریعت اور رسولِ خدا کی سنت کی پوری پوری پیروی اور دوسری، حکمران طبقے کے طرزِ فکر اور طرزِ عمل کو متاثر کرنے کی سنجیدہ اور انتھک کوشش یہاں تک کہ ریاست اور مذہب قریب سے قریب تر آجائیں۔ ان کی اس کوشش کے پیچھے جو عقیدہ کام کررہا تھا، اقبال نے اُسے، ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی'' کے الفاظ دیے تھے۔ نقشبندیہ کا یہ عقیدہ آج بھی پورے عالم اسلام میں جمہوریت کے مسلمہ اور بنیادی طور پر سیکولر تصور کی عملدرآمد کے راستے میں سب سے اہم رکاوٹ بنا ہوا ہے اور اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس سلسلۂ تصوف نے مسلمانوں کی سیاسی، معاشی اور ثقافتی زندگی کو بلاواسطہ اور بالواسطہ کتنے وسیع پیمانے پر متاثر کررکھا ہے۔ اسی اثر کا نتیجہ ہے کہ پورے عالم اسلام میں اسلامی تحریکیں اور جماعتیں علی الاعلان سیاست میں کودی ہوئی ہیں اور قریب قریب ہر مسلمان ملک میں ان کا جمہوریت کے سیکولر (دین اور سیاست کو الگ الگ رکھنے اور تمام مذاہب کو یکساں اہمیت دینے والے) خیالات حامل حکومتوں اور سیاسی جماعتوں کے ساتھ تصادم ہورہا ہے۔

آج پوری دنیائے اسلام میں ایسی انتہا پسند جماعتیں، گروہ اور افراد موجود ہیں جو اپنے حکمرانوں کی تبدیلی کے لیے تشدد اور جبر کو جائز سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ قادریہ سلسلے کے بانی حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ بھی حکمرانوں کی بدعنوانی اور بے لگامی سے نالاں تھے۔ لیکن ان کا عقیدہ تھا، ''جیسے عوام ویسے ان کے حکمران''۔ اس عقیدے کے مطابق دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکنا ضروری تھا۔ جب اس کے برعکس یہ عقیدہ سامنے آیا کہ ''النَّاسُ علیٰ دِینِ مُلوکِھم'' (عوام تو اپنے حکمرانوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں) تو اس کا مطلب یہ ہوگیا کہ حکمران برا ہو تو معاشرہ بھی برا ہوجاتا ہے۔ اس نظریے کو پہلے پہل خارجی فرقے نے اپنایا۔ یہ لوگ حکمرانوں کو اس حد تک نشانۂ تنقید بناتے تھے کہ انہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ بابرکات میں بھی اتنے نقص نظر آئے کہ انہوں نے ''اسلام کے صحیح نفاذ'' کے نام پر انہیں بے دردی سے شہید کردیا۔۔۔۔۔

برصغیر میں نقشبندیہ کے بانی، امام ربانی شیخ احمد نقشبندی علیہ الرحمۃ اکثر فرماتے تھے: ''بادشاہ روح ہوتا ہے اور عوام جسم۔ اگر بادشاہ گمراہ ہوجائے تو لوگ بھی گمراہ ہوجائیں گے۔'' اس تعلیم میں جتنی بھی صداقت ہو اس کا نتیجہ بہرحال یہ نکلا کہ معاشرے کی ہر سیاسی، معاشی، سماجی، اخلاقی اور فکری کمی، کوتاہی اور کج روی کی تمام تر ذمہ داری بادشاہ، صدر یا وزیراعظم پر ڈال دینا بہت آسان ہوگیا اور اب بس ایک ہی کام کرنے کے لائق رہ گیا کہ کسی نہ کسی طرح اس حکمران کو بدل دیا جائے، اللہ اللہ خیر صلا۔

اسلامی تصوف کے زیادہ تر سلسلے رسولِ خدا سے اپنا تعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے قائم کرتے ہیں لیکن نقشبندیہ آپ ﷺ سے اپنا تعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جوڑتے ہیں۔ یاد رہے کہ خلفائے راشدہ (رسولِ خداؐ کی وفات کے بعد پہلے چار خلیفوں) میں سے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنہوں نے قدرتی وفات پائی ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت قتل کے ذریعے ہوئی۔ جن اہلِ ذوق کو اس صورتِ حال کے ساتھ زیادہ گہری دلچسپی ہو وہ مصری مصنف، طٰہٰ حسین کی کتاب "الفتنۃ الکُبریٰ" ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

نقشبندیہ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ سلسلہ دنیوی درجات کی طرح روحانی درجات (احوال ومقامات) کا بڑی وضاحت کے ساتھ تعین کرتا ہے۔ اتنی عرق ریزی اور تفصیل سے یہ کام کسی اور سلسلۂ تصوف نے نہیں کیا۔ اسی طرح نقشبندی بزرگوں کا طرۂ امتیاز تھا کہ وہ اپنے مقصدِ حیات کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ انہیں ایمان کی حد تک یقین تھا کہ خدا نے انہیں انسانوں کے درمیان کسی اہم اور تاریخی کام کے لیے بھیجا ہے۔ خواجہ بہاء الدین نقشبندی علیہ الرحمۃ سے لیکر شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ تک، مجدد، قیوم، قائم اور مہدی جیسے القابات سے ان بزرگوں کے مقصدِ حیات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا لقب مجدد الف ثانی خصوصاً اہم ہے۔

مجدد سے مراد ہے کہ دین اسلام میں وقت کی گردش اور حکمرانوں کی ذاتی اغراض کے باعث جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں انہیں دور کرکے اسے اس کی اصل صورت میں بحال کرنیوالی شخصیت۔ روایات کے مطابق اس غرض سے خدا ہر صدی کے آغاز میں اپنے کسی نیک بندے کو مامور کرتا رہتا ہے۔ اور اب جو صدی آرہی تھی اس سے تو ایک ہزار سالہ دور شروع ہونے والا تھا۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ جب عیسوی کیلنڈر کے مطابق ۲۰۰۰ء کا آغاز ہورہا تھا تو ساری دنیا میں کیسے ایک غلغلہ مچا ہوا تھا۔ چنانچہ جب ہجری کیلنڈر کے

مطابق ۱۰۰۰ھ شروع ہوا تو عالم اسلام میں بھی اسی طرح کا جوش و خروش اور ایک نئی امید پیدا ہوگئی۔ یاد رہے کہ عربی میں الف ''ہزار'' کو کہتے ہیں۔ مثلاً الف لیلہ ولیلہ کا مطلب ہوگا ''ایک ہزار اور ایک راتیں۔'' الفِ ثانی کا مطلب تھا: دوسرا ہزار سالہ دور۔ گویا اس طرح شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا مقصد حیات دوسرے ہزار سالہ دور میں دین کو نئی زندگی دینا تھا۔

نقشبندی بزرگوں کے انفرادی رویے کے بارے میں ایک وضاحت ضروری محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ نقشبندی اعتقاد رکھنے والے لوگ اپنے پیرومرشد کی عقیدت میں کسی دوسرے سلسلۂ تصوف کے معتقدوں سے کسی طور پر کم نہ تھے لیکن خود نقشبندی بزرگ اپنے سے پہلے بزرگوں کی روش سے ہٹ کر نئی روش اپنانے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرتے تھے۔ اس آزادانہ رویے کے پیچھے ہر بزرگ کا اپنا اپنا مقصدِ حیات ہوتا تھا جس کی تکمیل کے لیے وہ حسبِ ضرورت اپنے سے پہلے بزرگوں سے مختلف نظریہ یا طریقہ اختیار کرلیتا تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے علاوہ ان سے پہلے کے بہت سے بزرگوں سے ''وحدت الوجود'' کے مسئلے پر انحراف کرتے ہوئے ''وحدت الشہود'' کا نظریہ پیش کیا۔ مگر بعد میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے والد شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ نے مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے ایک بار پھر ''وحدت الوجود'' کو ترجیح دی۔ اسی طرح مظہرِ جانِ جاناں علیہ الرحمۃ نے نہ صرف ہندومت کے ویدوں کو تورات، زبور، انجیل اور قرآنِ حکیم کی طرح الہامی کتابیں تسلیم کیا بلکہ ہندوؤں کی بت پرستی کا جواز بھی پیش کیا، اگرچہ ان کے اپنے مرید شاہ غلام علی علیہ الرحمۃ نے ان خیالات کی تردید کی۔

نقشبندیوں میں ''تصورِ شیخ'' کا عقیدہ بھی بہت مقبول تھا لیکن مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اسے رد کردیا۔ ذرا گہری نظر سے دیکھیں تو نقشبندیہ کی یہ آزادئ فکر و عمل ایک طرح کا اجتہاد تھا جس سے اسلامی شریعت کے علمبردار بڑی حد تک محروم رہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ نقشبندی سلسلۂ تصوف کسی تالاب یا کسی ایسی جھیل کے بجائے جس میں تازہ پانی کی آمد اور باسی پانی کے اخراج کا بندوبست نہ ہو، ہر موسم میں بہتا ہوا تازہ پانی کا دریا بن گیا۔

خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ:

نقشبندی سلسلے کے بانی خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ کے بارے میں تین باتیں خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ پہلی بات، آپ نے تصوف کی تربیت کے ایک اہم جز کے طور پر سات سال تک مویشی چرانے اور پھر

سات سال تک سڑکوں کی مرمت کرنے والے مزدوروں کے ساتھ ایک عام مزدور کے طور پر کام کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ اس طرح کی تربیت سے صوفی کے دل میں موجود خدا اور خلقِ خدا کی محبت کو پھولنے پھلنے کا موقع ملتا ہے اور اس کے اندر خدمتِ خلق کا جذبہ پختہ ہو جاتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ تھی کہ آپ کے خیال میں توحید کے علم کی انتہا کو پہنچنا آسان ہے لیکن اس کی معرف مشکل ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ روحانی علم (Divine Knowledge) اور روحانی واردات (Spiritual Expereince) کے درمیان فرق کرتے تھے۔ گویا آپ کے نزدیک توحید کا علم ہمارے ذہن میں اور ہماری زبان پر تو موجود ہوتا ہے لیکن ہمارے دل اور ہمارے عمل کا حصہ اسی وقت بنتا ہے جب وہ ایک واردات کے طور پر ہمارے خون اور سانسوں میں رچ بس جائے۔ آج اگر ہم عالم اسلام کی سیاسی، معاشی، سماجی اور اخلاقی بے بسی پر نظر ڈالیں تو یہی راز کھلے گا کہ ہم مسائل کا حل جانتے تو ہیں لیکن ہمارا دل ہمیں اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

تیسری قابلِ توجہ بات یہ تھی کہ آپ اپنے مریدوں اور مصاحبوں کو ایک دوسرے سے رقابت، حسد، بدخوئی اور غیبت کرنے سے سختی کیساتھ منع کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید نے کسی دوسرے شخص کی کردار کشی کی تو آپ نے اپنے مریدوں کو سبق سکھانے کے لیے اس شخص کے گھر جا کر اس کے دروازے پر اپنی پیشانی رگڑ رگڑ کر اپنے مرید کی طرف سے معافی چاہی۔ کیا سیاست اور کیا درس و تدریس، ذرا رک کر زندگی کے کسی بھی شعبے میں جھانک کر دیکھیے کہ ”تقسیم کرو اور راج کرو“ (Divide and Rule) کے روایتی رویے کے مطابق حکمران اور قائدین کیسے ایک انتھک کوشش کرتے نظر آئیں گے کہ اپنی کرسی یا مسند بچانے کے لیے، ایک کو دوسرے کے خلاف شہ دے کر، خاص طور پر اپنی جگہ لینے کے قابل ”جوہر“ کو پنپنے نہ دیا جائے۔

خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں علاءُ الدین عطار علیہ الرحمۃ (فریدالدین عطار نہیں) اور خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ زیادہ اہم ہیں۔ عطار علیہ الرحمۃ کی ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے مرشد کے نئے حلقہ بگوشوں کی روحانی تربیت کریں۔ انہوں نے اپنے مدلل اور دلنشین اندازِ تدریس کے باعث سلسلے کے ابتدائی دور میں اسے مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے میں زبردست خدمات انجام دیں۔ خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ نے ایک تو اپنے مرشد کی مختلف محفلوں میں گفتگو کو قلمبند کر کے سلسلے کی روحانی تعلیم کے عملی پہلو کو ہمیشہ کے لیے

محفوظ کر دیا اور دوسرے انہوں نے نقشبندیوں میں مولانا روم (رومی علیہ الرحمۃ) کی مثنوی سے دلچسپی پیدا کی۔ آپ کی دو اور باتوں کا ذکر کر کے ہم آگے چلیں گے۔ ایک تو آپ فرماتے تھے کہ روحانی ترقی کے اگر دس درجے ہوں تو نو درجے اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے رزقِ حلال سے طے ہو جاتے ہیں۔ آپ کی اس تلقین کے حوالے سے ذرا برصغیر، خصوصاً پاکستان کے پیروں کی اس اولاد پر نظر ڈالیے جسے ورثے میں کروڑوں کی جائیداد ملی ہوئی ہے اور جنہوں نے کبھی اپنے ہاتھ سے تنکا بھی نہیں توڑا ہوتا۔ دوسرے، آپ کا ارشاد تھا کہ خدا سے دعا اس طرح مانگو جیسے بسترِ مرگ پر پڑا ہوا کوئی مریض پورے خشوع وخضوع سے، ایمان اور آخری امید کے ساتھ اپنے لیے شفا مانگتا ہے۔

خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ:

نقشبندیہ میں خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو اس سلسلے کے غالباً سب سے زبردست ولی تھے۔ وہ تاشقند میں ۱۴۰۳ء کو پیدا اور ۱۴۹۰ء میں فوت ہوئے۔ آپ کا بچپن اور لڑکپن تو سخت غربت وافلاس میں گزرا البتہ بعد میں آپ اپنے ہاتھوں سے کاشت کاری کر کے آہستہ آہستہ بہت امیر کبیر ہو گئے۔ لیکن پھر بھی ان کا طریق ''امیری نہیں فقیری'' ہی رہا اور وہ عمر بھر خدا کے حکم کے مطابق دل وجان سے ''اپنے مال میں ہر سائل ومحروم کا جانا پہچانا حق'' تسلیم کرتے رہے۔

اپنے لڑکپن میں خواجہ احرار علیہ الرحمۃ کی دولت بے حساب تھی اسی طرح ان کے انکسار اور سخاوت کی بھی کوئی حد نہ تھی۔ آپ غرور کو برائیوں کی جڑ قرار دیتے تھے کہ اسی نے تو ابلیس کو ''راندۂ درگاہِ خدا'' بنا دیا تھا۔ عقیدت مندوں کو غرور سے بچانے کے لیے آپ اکثر انہیں مشہور صوفی بزرگ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی زندگی کا یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک روز بایزید علیہ الرحمۃ بازار میں جا رہے تھے کہ آپ نے دیکھا ایک کتا پانی میں بھیگا قریب سے گزر رہا ہے۔ آپ نے اپنی قباء کا دامن سمیٹ لیا کہ کہیں اس پر کوئی چھینٹ نہ پڑ جائے۔ کتے نے کہا، ''صوفی صاحب، اگر آپ کا لباس میرے بدن سے چھو جاتا تو تھوڑا سا پانی اسے دھو کر پاک کر دیتا۔ لیکن اس غلاظت کا کیا علاج جو آپ نے اپنے آپ کو مجھ سے پاک تر سمجھ کر اپنے ہاتھوں سے اپنے لباس پر ڈال لی ہے؟ اسے کون سا پانی دھوئے گا؟''

خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایمان اور پیغام یہی تھا کہ غرور اور حقارت انسان کے اخلاقی اور روحانی قد وقامت کو گھٹا دیتے ہیں جب کہ ہر اچھے برے انسان کی، انسان ہونے کے ناطے تکریم اور انسانیت کی

بے غرضانہ خدمت سب سے اعلیٰ روحانی قدر ہے۔ غریب سے غریب اور کمزور سے کمزور افراد کے ساتھ حسنِ سلوک اور حتی الامکان ان کی مدد آپ علیہ الرحمۃ کے ایمان اور پیغام کا عملی ثبوت تھا۔ یہی نہیں، آپ تو جانوروں سے بھی انسانوں کی طرح ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ آج ہم اپنے اردگرد کے اکثر و بیشتر پیروں اور پیرزادوں کو اس معیار پر تولیں کہ کیا وہ جانوروں سے انسانی قدروں کے مطابق پیش آتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ نہیں، وہ تو انسانوں کے ساتھ بھی جانوروں جیسا سلوک کرتے ہیں۔

خواجہ احرار علیہ الرحمۃ اکثر کہتے، ''لوگ طرح طرح کے دروازوں سے اپنی روحانی منزل تک پہنچتے ہیں۔ میں نے اپنی منزل خدمتِ خلق کے دروازے سے حاصل کی ہے۔ میرے نزدیک وہ شخص ظالم اور بے رحم ہے جس کا دل مظلوموں اور محروموں کی حالت پر نہ پگھلے۔ انسان کا دل تو جانوروں کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی پر بھی موم ہو جانا چاہیے۔'' خواجہ صاحب پر ابن عربی علیہ الرحمۃ کے نظریات کی گہری چھاپ تو تھی ہی، سونے پر سہاگا، رومی علیہ الرحمۃ کی مثنوی نے آپ کی روحانی عظمت کو پر لگا دیئے۔ آپ نے پورے وسط ایشیا میں مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

خواجہ احرار علیہ الرحمۃ کے دو جداگانہ تصورات خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ ایک، موت کے بعد انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کسی ایک ہی حالت پر نہیں ٹھہرا رہتا بلکہ اس کی ذہنی، قلبی اور روحانی ترقی جاری رہتی ہے۔ آپ اپنے اس تصور کو ''ترقی بعد الموت'' کا نام دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''موت انسان کے سفر کا محض ایک سنگِ میل ہے''۔ میر تقی میرؔ نے اس تصور کو یہ الفاظ دیے تھے:

؎ موت اک ماندگی کا وقفہ ہے
گویا آگے چلیں گے دم لے کر

خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کا دوسرا تصور یہ تھا کہ ''جمادات (مٹی، دھاتوں، پتھروں) میں بھی زندگی موجود ہے اور وہ انسان کے عمل پر اپنا ردِ عمل ظاہر کرتے رہتے ہیں، یہ الگ بات کہ انسان اس ردِ عمل کو دیکھ نہ پائے۔ غالبؔ نے اس تصور کو یہ الفاظ دیئے تھے:

؎ ہوا چرچا جو میرے پاؤں کی زنجیر بننے کا
کیا بے تاب کاں میں جنبشِ جوہر نے آہن کو

وہ حقیقتیں جو سائنس دانوں پر صدیوں بعد منکشف ہوئیں، صوفیوں نے انہیں ان سے بہت پہلے سادہ لفظوں میں بیان کر ڈالا تھا۔ آج جوہری دور میں مادے کے اندر نور اور قوت (Energy) دریافت ہو چکی ہے لیکن ابھی سائنس یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ مادے میں احساس بھی موجود ہے یا نہیں۔ نباتات میں تو جذباتی ردعمل کی صلاحیت ڈھونڈی جا چکی ہے لیکن ابھی سائنس دان خواجہ احرار علیہ الرحمۃ اور غالب کی طرح یہ کہنے کو تیار نہیں کہ غالب کے پاؤں کی زنجیر بنانے کے لیے جس لوہے کی ضرورت تھی اسے جوہری جنبش (ایٹمی سرگرمی) نے کان (Mine) کے اندر ہی بے تاب کر دیا۔ غور فرمائیے کہ یہ حضرات نہ صرف لوہے کے ایٹموں کی گردش ہی سے واقف ہیں بلکہ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ ادھر یہ فیصلہ ہوا کہ غالب کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی جائے، ادھر اس لوہے میں بے تابی پیدا ہوگئی جس سے یہ زنجیر ڈھالی جانی تھی۔ غالب تک تو یہ تصور شاید خواجہ احرار علیہ الرحمۃ سے آیا ہو لیکن یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ تک یہ تصور ابن عربی علیہ الرحمۃ اور رومی علیہ الرحمۃ سے آیا تھا۔ آج اکیسویں صدی ء میں امریکہ جیسے ''ترقی یافتہ'' ملک میں یہ بحث چل رہی ہے کہ اسکولوں میں ڈارون کا نظریہ ارتقاء (Evolution) پڑھایا جائے یا نہیں لیکن تیرھویں صدی میں رومی علیہ الرحمۃ ''دیوانِ شمس'' میں یہی نظریہ پیش کرتے ہیں اور عالمِ اسلام میں کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ ذرا سنیئے وہ کیا کہتے ہیں:

تمہاری پیدائش کے لمحے ہی سے تمہارے لیے
ایک سیڑھی مہیا کر دی گئی تھی
پہلے تم ایک دھات تھے، ایک پودا تھے، ایک جانور تھے
تمہارے ارتقاء کے بارے میں کوئی شبہ نہیں
پھر تم انسان بن گئے
ذرا اپنے جسم پر نظر ڈالو
فطرت کے کوڑے دان سے نکل کر تم کس کمال کو پہنچ گئے ہو
اپنے انسانی قالب کو ترک کر کے، موت کے دروازے سے گزر کر
تم ایک فرشتہ بن جاؤ گے
زمین پیچھے رہ جائے گی اور تم جنت کی جانب چل دو گے

فرشتے کی منزل طے ہوگی تو تم وہ بحرِ بے کنار بن جاؤ گے
جس کا ہر قطرہ ان گنت سمندروں سے بڑا ہوگا

خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت شخصیت کے ذکر کو مختصر کرنا بہت مشکل ہے۔ یوں کرتے ہیں کہ آپ کی یہ تین باتیں ذہن نشین کر کے آگے چل دیتے ہیں:

(۱) آپ اپنے مریدوں کو تلقین کرتے تھے کہ صاف ستھرے رہیں اور صاف ستھرا لباس پہنیں۔ آپ کی اس تلقین کے پیچھے خدا کا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہوا یہ حکم تھا، ''اے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ اور لوگوں کو خبردار کر اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے گریز کر'' (۷۳:۱۔۵)

(۲) آپ کی تلقین یہ تھی کہ جب ہم کسی کو اپنا مرشد تسلیم کر لیں تو اس کی پوری پوری عزت اور اطاعت کریں۔ عام طور پر تصوف میں مرشد کا مقام نہ صرف اہم بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس اہمیت اور ضرورت کو بلھے شاہ علیہ الرحمۃ نے یہ الفاظ دیئے تھے:

بِناں مُرشداں راہ نہ ہتھ آندے
دُدھاں باجھ نہ پکدی کھیر میاں

(مرشد کے بغیر صراط مستقیم ہاتھ نہیں آتا جیسے دودھ کے بغیر کھیر نہیں پک سکتی)

لیکن خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ جب خدا نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں ہم پر ہمارا دین مکمل کر دیا (۵:۳) تو اصولاً قرآنِ حکیم اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے علاوہ روحانی ہدایت کے لیے کسی مرشد کی ضرورت لازمی قرار نہیں دی جا سکتی۔

(۳) خواجہ احرار علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ روحانی مراقبے اور مجاہدے اسی وقت تک کرنے چاہییں کہ ہم ان کے دوران تکلیف میں مبتلا نہ ہو جائیں اور وہ تکرار کے باعث بے معنی اور بے لطف ہو کر اپنی تازگی نہ کھو دیں۔ آپ ابتدائی دورِ اسلام کی مشہور صوفی خاتون

رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کی طرح اس بات پر اصرار کرتے تھے کہ روحانیت کے متلاشی اپنے دل سے جنت کی خواہش اور دوزخ کا خوف نکال کر صرف اور صرف خدا سے محبت کو پیش نظر رکھیں۔

آخری بات، آپ عوام کے ساتھ ساتھ خواص سے بھی میل جول رکھتے تھے۔ کئی تیموری شہزادے، شہنشاہ بابر کے والد عمر شیخ مرزا اور خود بابر آپ کے معتقدوں میں شامل تھے۔ بلکہ بابر نے اس پکے یقین کے ساتھ آپ کی واحد تصنیف ”رسالۂ والدیہ“ کا فارسی میں ترجمہ کیا کہ اس نیک کام کی بدولت خدا اسے بیماری سے شفا بخش دے گا۔ بہت بعد میں بابر نے اپنے بیٹے ہمایوں کی شدید علالت کے دوران اس کے پلنگ کے گرد چکر بھی اس طرح کے عقیدے کے تحت لگائے تھے کہ خدا ہمایوں کی جگہ اس کی جان لے لے۔ ایک مرتبہ اپنی بیماری سے شفا پا کر اور دوسری مرتبہ بیٹے کی بیماری کے عوض اپنی جان قربان کر کے بابر نے جس قوتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا تھا وہ اسے خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ سے ہی ملی تھی۔

عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ:

نقشبندیہ کی ادبی اور روحانی تاریخ میں عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کا بہت اونچا مقام ہے۔ آپ ۱۴۱۴ء کو پیدا اور ۱۴۹۲ء میں فوت ہوئے۔ جامی علیہ الرحمۃ نے خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ سے روحانی تعلیم کی تکمیل کی چنانچہ ان کی ایک مشہور مثنوی کا نام ”تحفۃ الاحرار“ ہے۔ جس طرح خواجہ احرار علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب۔ ”رسالۂ والدیہ“ اپنے والد سے منسوب کی تھی اسی طرح جامی علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کر دی۔ جامی علیہ الرحمۃ کے مقام کا اندازہ ان کے مرشد ہی کے بیان سے کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ جامی علیہ الرحمۃ کو ابن عربی علیہ الرحمۃ کے افکار کا بہترین ترجمان سمجھا جاتا ہے۔ لیکن خود جامی علیہ الرحمۃ نے ابن عربی علیہ الرحمۃ کے مشکل ترین تصورات کی گتھیاں خواجہ احرار علیہ الرحمۃ ہی کی مدد سے سلجھائیں۔ ابن عربی علیہ الرحمۃ پر خود سند ہونے کے باوجود جامی علیہ الرحمۃ علم و عرفان کے پیاسوں کو خراسان سے خواجہ احرار علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تاشقند بھیجا کرتے تھے۔ ان کی اس روش پر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے، ”بھلے لوگو، جب وہاں مولانا جامی علیہ الرحمۃ موجود تھے تو آپ نے اتنی دور آنے کی زحمت کیوں کی۔ عجیب بات ہے کہ خراسان میں نور کا دریا بہہ رہا تھا اور تم ایک موم بتی سے روشنی لینے تاشقند چل دیئے“۔ یہ صورتحال جامی علیہ الرحمۃ اور خواجہ احرار علیہ الرحمۃ ...... دونوں کے انکسار کی منہ بولتی مثال ہے۔

جامی علیہ الرحمۃ نے ابن عربی علیہ الرحمۃ کے تصورات کے پیچیدہ اور مبہم حصوں کو عام فہم بنانے میں بہت اہم حصہ لیا۔ ابن عربی علیہ الرحمۃ کے علاوہ انہوں نے رومی علیہ الرحمۃ اور پارسا علیہ الرحمۃ کو بھی خوب شہرت بخشی۔ اس تمام تر کوشش کا مجموعی نتیجہ ''وحدت الوجود'' کی مقبولیت کی صورت میں نکلا۔ جامی علیہ الرحمۃ کے روحانی رویے پر ان کے جمالیاتی ذوق کا بہت اثر تھا۔ وہ روحانی نشوونما کے لیے ''عشق'' اور ''عشقِ الٰہی'' کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ ان کے خیال میں کسی انسان سے عشق (عشقِ مجازی) خدا سے عشق (عشقِ حقیقی) کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ عشق انسان کے لیے ایک جذباتی محور مہیا کر دیتا ہے اور اس کی شخصیت میں مرکزیت اور وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو مرید عشقِ مجازی میں مبتلا ہو چکا ہو اس کے مرشد کے لیے آسان ہو جاتا ہے کہ اس کے جذبے کو مجاز کی سطح سے اوپر اٹھا کر حقیقت کی سطح پر لے جائے۔ جن قارئین کو سرائیکی، پنجابی، سندھی اردو اور فارسی میں شاعری سے لگاؤ ہے وہ آسانی سے پہچان سکتے ہیں کہ ہمارے شاعروں میں جامی علیہ الرحمۃ کے اس تصور نے کتنا گہرا نقش چھوڑا ہے۔ یہ بھی جانی بوجھی بات ہے کہ صوفیوں کے ذریعے سے اسلام قبول کرنے والے اور شاعری سے لطف اندوز ہونے والے ہمارے عوام میں بھی یہ تصور عام ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ہیر رانجھا جیسی مقبولِ عام عشقیہ کہانیوں کی بھی روحانی تشریح کی جاتی ہے۔ چنانچہ وارث شاہ ''ہیر'' کا آغاز یوں کرتے ہیں کہ سب سے پہلا عاشق تو خدا ہے جس نے رسولِ خدا سے عشق کیا اور اختتام یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ یہ ساری کہانی دراصل روح اور جسم یا خدا اور بندے کے باہمی تعلق کی بابت تھی۔

سولہویں صدی کے اواخر میں نقشبندیہ کا مرکز وسط ایشیا سے برصغیر پاک و ہند کی طرف منتقل ہونے لگا۔ خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ جو افغانستان میں ۱۵۶۳ء کو پیدا ہوئے، سمرقند اور بخارا سے ہوتے ہوئے کشمیر کے راستے ہندوستان میں آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ آپ کے اپنے الفاظ میں اس آمد کے معنی یہ تھے، ''ہم اپنے سلسلۂ تصوف کے مقدس بیج سمرقند و بخارا سے لائے اور انہیں ہندوستان کی زرخیز زمین میں بو دیا''۔ انہیں یہاں ان بیجوں کو پھولتا پھلتا دیکھنے کا صرف پانچ سال کا مختصر عرصہ میسر آیا کیونکہ وہ ۱۶۰۳ء میں صرف چالیس سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ لیکن اپنی بے پناہ انتظامی صلاحیت، پرکشش شخصیت اور ملنسار طبیعت کی بناء پر انہوں نے ہندوستان کے علماء صوفیہ، زمینداروں اور منصب داروں (Officials) تک اپنا پیغام کمال حسن و خوبی کے ساتھ پہنچا دیا۔

خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ:

خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ ”وحدت الوجود“ کے تصور کے سختی سے قائل تھے۔ آپ کی شاعری بھی زیادہ تر اس تصور ہی کی وضاحت کرتی ہے۔ آپ کی خانقاہ بہت وسیع تھی جہاں لوگوں کے لیے طعام اور قیام کا اچھا انتظام ہوتا تھا۔ لیکن آپ کسی کو وہاں تین دن سے زیادہ مہمان نہیں رکھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اپنے ہاتھوں کی کمائی ہی بہترین رزقِ حلال ہے۔ آج ہم مسلمان معاشروں میں جو اخلاقی انحطاط دیکھتے ہیں اس کی بڑی وجہ علماء کے علاوہ صوفیہ کے کردار کا انحطاط ہے۔ ہمارے علماء تو پہلے بھی صرف شرعی قوانین کی پابندی پر زور دیتے تھے اور ان قوانین کے پیچھے جو اخلاقی قدریں کارفرما تھیں انہیں نظر انداز کر دیتے تھے۔ یہ صوفیہ ہی تھے جن کی خانقاہوں اور درگاہوں پر نیک اور بد، امیر اور غریب کو نہ صرف زبانی خوش آمدید کہا جاتا تھا بلکہ سینے سے لگایا جاتا تھا اور انہیں محض رسمی عبادات ہی کی تلقین نہیں کی جاتی تھی بلکہ پوری زندگی کو عبادت بنانا سکھایا جاتا تھا۔ مگر اب بیشتر علماء سیاست دان بن کر رہ گئے ہیں اور بیشتر صوفیہ قسمت کا حال بتانے والے جوتشی۔ مناسب ہوگا کہ یہاں ہم خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی ایک محفلِ ارشاد نقل کر کے اندازہ کریں کہ بلند پایہ صوفی، اپنے عقیدتمندوں کو کیا کیا سکھاتے تھے۔ آپ کے ایک گمنام مرید نے اپنی کتاب ”کلماتِ طیبات“ میں ۱۷ مئی ۱۶۰۱ء کی ایک محفل کا یوں تذکرہ کیا ہے:

> جب مجھے آداب بجالانے کا شرف حاصل ہوا تو محفل میں گفتگو کھانے پینے کے معاملات میں احتیاط برتنے کی بابت ہو رہی تھی۔ حضرتِ ایشان، خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ”ہمیں صرف یہی نہیں دیکھنا چاہیے کہ ہم جو غذا کھانے لگے ہیں وہ حلال ہے یا حرام۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ پکایا گیا ہے وہ، اس کے علاوہ جن برتنوں میں پکایا گیا ہے اور چولہے میں ایندھن کے طور پر جو لکڑی استعمال ہوئی ہے وہ بھی حلال کی کمائی سے حاصل ہوئی ہے یا نہیں۔ باورچی بھی خدا دوست انسان ہونا چاہیے۔ کھانا محبت سے پکایا جانا چاہیے اور پکاتے ہوئے باورچی کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ خدا حاضر و ناظر ہے۔ جو کھانا محبت سے نہ پکایا جائے یوں سمجھ لیں کہ اسے دھواں لگ

گیا ہے اور اب اس پر خدا کی برکت نازل نہ ہوگی۔ کمزور دل و دماغ کے لوگوں کو نرم اور زود ہضم غذا کھانی چاہیے جو جزوِ بدن بن کر انہیں تقویت پہنچائے۔ فرض کریں کوئی ایسا شخص جَو کی روٹی کھانا شروع کردے تو وہ دماغ کی خشکی کا شکار ہوسکتا ہے اور یوں وہ غذا کی برکت سے محروم رہ جائے گا کیونکہ غذا کی ایک خاص برکت ہے جس کا تعلق ہمارے دماغ سے ہے۔ اس لیے بہتر اور ضروری ہے کہ ہم ایسی غذا نہ کھائیں جو ہماری طبیعت کے موافق نہ ہو۔ نفلی روزوں کے سلسلے میں بھی حد سے نہیں گزرنا چاہیے۔ طویل روزہ داری سے بھی دماغی خشکی پیدا ہوجاتی ہے۔ جن لوگوں کو خدا نے کشف کی صلاحیت سے نوازا ہو انہیں خصوصی طور پر احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ دماغی خشکی کے باعث روحانی کشف بھی خلط ملط ہوجاتا ہے۔''

شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ:

اگرچہ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے نام اور ان کے آبائی قصبے سرہند کے بارے میں کچھ وضاحتیں پہلے ہوچکی ہیں لیکن برصغیر میں نقشبندی سلسلے کے اہم ترین اور مشہور ترین بزرگ کے طور پر دو وجہ سے آپ کا تفصیلی ذکر ضروری ہے۔ ایک ''وحدت الوجود'' کی نفی اور ''وحدت الشہود'' کا پرچار۔ دوسری، اکبر اعظم کے دین الٰہی کی مخالفت، جہانگیر اور شاہجہان کے عہد میں شیعہ امراء اور علماء کی مخالفت، اور اورنگ زیب اور داراشکوہ کے درمیان تخت نشینی کی کشمکش میں نقشبندی بزرگوں کی طرف سے اورنگ زیب کی کھلی حمایت۔

وحدت الشہود:

نقشبندی سلسلے کی عملی اور روحانی تاریخ میں مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ جداگانہ مقام ہے کہ آپ نے اپنے سلسلے کے دوسرے اصولوں کی پوری پوری پابندی تو کی لیکن اس کے عقیدے کو ''وحدت الوجود'' کی نفی کرکے اور ''وحدت الشہود'' کا پرچار کرکے ایک نئے رخ پر ڈال دیا۔ یاد رہے کہ سلسلے کے بانی خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ اور ان کے بعد خواجہ عبیداللہ احرار علیہ الرحمۃ اور مولانا جامی علیہ الرحمۃ جیسے

جید بزرگ، یہاں تک کہ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے اپنے پیرومرشد خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ، سب کے سب ابن عربی علیہ الرحمۃ کے پیش کردہ ''وحدت الوجود'' کے تصور کے قائل تھے۔ یہی نہیں، ان سب بزرگوں کی اعلیٰ تر روحانی تعلیم اور تلقین کا سرچشمہ بھی ابن عربی علیہ الرحمۃ کی ''فصوص الحکم'' اور فتوحات المکیہ'' جیسی کتابیں تھیں۔ مگر مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے علی الاعلان فرمایا، '' ہمیں ''فتوحات المکیہ'' (مکی دور کی آیاتِ قرآنی) کی نہیں، ''فتوحات المدینہ'' (مدنی دور کی آیاتِ قرآنی) کی ضرورت ہے۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ مکی دور کی آیات کا مزاج اور موضوع انقلابی ہے اور ان کا بنیادی مقصد تزکیۂ نفس ہے۔ مدنی دور کی آیات میں قانون اور معاشرت کے اصول بیان ہوے ہیں۔ آج قرآن حکیم کے سنجیدہ طالب علم بحث کر رہے ہیں کہ قرآنِ حکیم کو شانِ نزول کے مطابق، یعنی جس ترتیب سے آیات نازل ہوئیں، کیوں مرتب نہ کیا گیا؟ وہ انقلابی آیات جو پہلے نازل ہوئیں انہیں بعد میں اور بعد میں نازل ہونے والی آیات کو پہلے کیوں رکھا گیا؟ اس سلسلے میں بھارت میں مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل خان نے بڑی تحقیق وتلاش سے قرآن حکیم کو شان نزول کے مطابق ترتیب دے کر دیکھا اور دکھایا ہے کہ قرآن حکیم کی موجودہ ترتیب سے اسلام کی انقلابیت پر اس کی شریعت غالب آ چکی ہے۔ یہ غور طلب بات ہے کہ کیا مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے مدنی آیات کو مکی آیات پر فوقیت دے کر اور بعد میں اورنگ زیب عالمگیر جیسے سخت گیر زاہد کی حمایت کر کے اسلامی تاریخ کا رخ باطنی اصلاح سے ظاہری انتہا پسندی کی جانب تو نہیں موڑ دیا؟

چلیے، واپس وحدت الشہود کی طرف چلتے ہیں۔ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے اس نظریے کو ان کے خطوط......مکتوباتِ امام ربانی......کی روشنی میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

> دنیا اور اس کے یگانہ و یکتا خالق، خدا کے درمیان اس کے سوا کوئی تعلق نہیں کہ دنیا اسی نے بنائی ہے۔ خدا کی کئی صفات ہیں۔ وہ رحمان ہے، رحیم ہے، رزاق ہے، جبار ہے، قہار ہے۔ اسی طرح وہ خالق بھی ہے۔ خالق ہونے کے ناطے یہ دنیا اور ہمارے سمیت وہ سب کچھ جو دنیا میں ہے (ومافیہا) اسی نے بنایا ہے۔ حقیقت بس اتنی ہے۔ اتحاد، عینیت، معیت، یا احاطہ جیسے تمام تصورات غلط ہیں۔ مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں کہ خالق

> مخلوق ایک ہی ہیں (اتحاد)، یا یہ دنیا خدا ہی کا عکس ہے، اس کا اپنا کوئی الگ وجود نہیں (عینیت)، خدا چونکہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے اس لیے تمام موجودات خدا ہی ہیں (معیت)، یا خدا چونکہ ہر شے پر محیط ہے لہٰذا کوئی شے خدا سے باہر نہیں، اس کے اندر ہی ہے (احاطہ)۔ یہ تمام تصورات اور دعوے دراصل صوفیوں کی حالتِ سرمستی سُکر یا (Ecstasy) میں محسوس کی ہوئی کیفیات ہیں۔ وہ صوفی جو شعورِ بیدار صحو یا (Sobriety) کی اعلیٰ تر سطح پر ہوتے ہیں، اس طرح کی نام نہاد معرفت اور اس معرفت کے ''معارف'' سے کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوتے۔ یہ بجا ہے کہ وہ صوفی جو شعورِ بیدار کے مالک ہیں ایک وقت میں خود بھی اس طرح کی کیفیات سے گزرے ہوتے ہیں لیکن وہ ان کیفیات کو شعورِ بیدار کے اعلیٰ مقام کی راہ کا محض ایک پڑاؤ سمجھ کر آگے نکل جاتے ہیں اور اس حقیقت کو پا لیتے ہیں کہ علم ہو یا معرفت، حرفِ آخر صرف اور صرف وحیِ خداوندی ہے۔ اتحاد، عینیت اور احاطہ جیسے تصورات کچھ کچھ اس طرح کے مغالطے ہیں جیسے کوئی ماہر لسانیات ایک ابجد (Alphabet) ایجاد کرے اور ہر حرف کی ایک آواز بھی مقرر کر دے اور کوئی دوسرا شخص اٹھے اور اعلان کر دے کہ ابجد، حروف کی آواز اور ان کا موجد ایک ہی ہیں۔ یا یوں کہیے کہ کوئی مصور ایک تصویر بنائے اور ہم کہیں کہ تصویر اور مصور میں کوئی فرق نہیں اور مصور کا تصویر سے الگ کوئی وجود نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ''وحدت الشہود'' کے نظریے کو محکم دلائل اور اپنی ذاتی روحانی واردات کی بنیاد پر اتنے بھرپور طریقے سے پیش کیا کہ آپ کے بعد آنے والے نقشبندی بزرگوں نے بھی اسی کو اپنا لیا۔ برصغیر میں آپ سے پہلے، صوفی سلسلوں میں، ابن عربی کا پیش کردہ ''وحدت الوجود'' کا نظریہ ہی مقبول تھا۔ قدرتی بات تھی کہ جب مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے اس نظریے کو غلط ثابت کرنے کی سرگرم

کوشش کی تو برصغیر کے مسلمان علماء اور صوفیہ کے درمیان بڑی شد و مد سے اختلافی بحث چل نکلی۔ دوسرے سلسلوں سے تعلق رکھنے والے تو مجدد صاحب کے قائل نہ ہوئے اور یوں نقشبندی سلسلے کے تصوف کا دوسرے سلسلوں سے فاصلہ اور فرق بہت زیادہ بڑھ گیا۔ لیکن جب مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے نظریات پر سختی سے کاربند اورنگزیب عالمگیر نے عنانِ حکومت سنبھالی تو دوسرے سلسلوں کی مخالفت اوپر اوپر سے دب گئی۔

دینِ الٰہی اور سیاسی کشمکش:

وسط ایشیا کے نقشبندی بزرگوں کی طرح مجدد صاحب علیہ الرحمۃ بھی اپنے عقیدت مندوں کو عموماً اور مریدوں کو خصوصاً قرآنِ حکیم کے احکامات اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پوری پوری پیروی کا حکم دیتے تھے۔ آپ ہر اس عمل اور عقیدے کی شدت کے ساتھ مخالفت کرتے جس کی سند یا تائید رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے حاصل نہ ہوتی ہو بلکہ آپ اسے ''بدعت'' قرار دیتے تھے۔ آپ کی اسی روش نے آپ کو شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی کی مخالفت کا راستہ دکھایا۔

جس طرح مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے وحدت الوجود کے معاملے میں اپنے پیر و مرشد خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے روحانی سطح پر انحراف کیا تھا اسی طرح آپ نے علمی سطح پر بھی ایک انحراف کیا تھا۔ جب آپ ابتدائی تعلیم مکمل کر کے اعلیٰ تعلیم کے لیے سرہند سے آگرہ آئے جو اس وقت مغلیہ سلطنت کا دارالحکومت تھا تو آپ شہنشاہ اکبر کے دو انتہائی عالم فاضل وزیروں، فیضی اور ابوالفضل سے متعارف ہوئے جو آپس میں بھائی تھے اور شیعہ عقیدہ رکھتے تھے۔ آپ نے قرآنِ حکیم کی عربی زبان میں تفسیر لکھنے میں فیضی کی معاونت کی۔ اس تفسیر کا نام سواطع الالہام (الہام کی شعاعیں) تھا اور یہ پوری کی پوری تفسیر عربی کے ایسے الفاظ میں لکھی گئی تھی جن میں کوئی نقطہ (Dot) استعمال نہیں ہوا تھا جب کہ عربی ابجد میں ب، ت، ث، ج، خ جیسے پندرہ حروف ایسے ہیں جن پر نقطہ موجود ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اکبر کے فکر و عمل پر فیضی اور ابوالفضل کا گہرا اثر تھا۔ اکبر کے دین الٰہی کے پیچھے اس کی اپنی سوچ اور سیاسی ضرورتوں کے علاوہ اگر کچھ بھی اور تھا تو وہ فیضی اور ابوالفضل کی علمی اور اخلاقی تائید ہی ہو سکتی ہے۔ اور اب تاریخ فیضی کے سابقہ معاون کو دین الٰہی کی ''بدعت'' کے سب سے بڑے مخالف کے طور پر دیکھ رہی تھی۔

اکبر نے فیضی اور ابوالفضل کی سرکردگی میں مختلف مذاہب کا جائزہ لے کر ان کی چیدہ چیدہ تعلیمات کے امتزاج (اور اس کے مخالفوں کے مطابق ملغوبے) سے ایک نئے مذہب کی ابتداء کرنی چاہی اور اسے دین الٰہی کا نام دیا۔ اسلام، ہندومت، جین مت، مسیحیت اور زردشتیت کے گھال میل سے پورے ہندوستان کے ہر مذہب کے پیروکاروں کے لیے ایک قابلِ قبول فارمولا تیار کیا گیا جس کے بنیادی اصولوں کو آج بھی فتح گڑھ سیکری (آگرہ) کے شاہی ایوانوں کی دیواروں اور ستونوں پر کندہ کیا ہوا دیکھا جا سکتا ہے۔ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے اس انوکھے تجربے کو اسلام کے نظریۂ توحید اور خدا تعالیٰ کے اس اصول کے سراسر خلاف قرار دیا جس کے مطابق خدا کے پیغمبر مذاہب کی بنیاد وحی کے ذریعے رکھتے چلے آئے تھے۔

مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے اس سلسلے میں متعدد خطوط کے ذریعے سے ایسے مغل امراء اور سنی علماء سے رابطہ کر کے انہیں ذہنی طور پر اپنا ہم خیال بنانے کی کامیاب کوشش کی جو مغل دربار میں ایرانی اور شیعہ امراء اور علماء کے اثر و رسوخ سے نالاں تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے کہ جب اکبر کے والد ہمایوں نے ایران کی فوجی تائید سے ہندوستان کا تاج و تخت واپس لیا جو شیر شاہ سوری نے اس سے چھین لیا تھا تو مغل دربار میں ایرانی امراء اور شیعہ علماء کا اثر بڑھنے لگ گیا تھا۔ پھر اکبر کے وارث جہانگیر کی والدہ ایک ہندو خاتون تھیں اور اس کے عہد میں پس پشت حکومت کرنے میں اس کی ایرانی نژاد ملکہ نور جہاں اور نور جہاں کے بھائی آصف الدولہ کا گہرا ہاتھ تھا لیکن جب جہانگیر اور اس کے بیٹے، خرم (شاہجہان) کے درمیان تخت نشینی پر کھینچا تانی شروع ہوئی تو سنی العقیدہ مغل امراء نے مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے زیر اثر جہانگیر سے یہ وعدہ لے کر کہ وہ دین اسلام کی پاسداری کرے گا اس کی حمایت کر کے اسے تخت نشین ہونے میں مدد دی تھی۔ مگر جب جہانگیر اس وعدے پر قائم نہ رہ سکا اور ایرانی اور شیعہ اثر و رسوخ کم ہونے کے بجائے اور بھی بڑھتا چلا گیا تو مجدد صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی مخالفانہ آواز مزید بلند کر دی۔ چنانچہ جہانگیر نے آپ کو قید و بند میں ڈال دیا۔

مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی کوششیں بالآخر اس وقت رنگ لے آئیں جب شاہجہان کے آخری دور میں شہزادہ داراشکوہ اور اورنگزیب میں تخت نشینی پر جھگڑا ہوا اور وہ اورنگ زیب جس نے مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے بیٹوں اور پوتوں سے دینی تربیت حاصل کی تھی، مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے نظریات کے قائل سنی

امراء اور علماء کے تعاون سے شہنشاہِ ہند بن گیا اور یوں نقشبندی بزرگوں سے روحانی تائید حاصل کرنے کی تیموری روایات ایک مرتبہ پھر تازہ و تابندہ ہو گئیں۔

نفسِ انسانی کے پانچ درجات:

وحدت الشہود کے تصور کے علاوہ بھی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے برصغیر میں تصوف کی تاریخ میں قابل ذکر اضافہ کیا۔ ایک تو آپ نے تصوف کی رائج اصطلاحات کو واضح تر الفاظ دے دیے اور پھر اپنی جانب سے ان میں کچھ نئی اصطلاحات شامل کر کے ان کی قابلِ فہم تشریح بھی کر دی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی روحانی واردات کو اتنی وضاحت اور اعتماد سے بیان کیا کہ روحانی دنیا بھی مادی دنیا کی طرح ایک واضح اور متعین حقیقت محسوس ہونے لگی۔

اقبالؔ نے اپنے ساتویں خطبے میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مجموعۂ خطوط، مکتوباتِ ربانی، جلد اول، خط: ۲۵۳ کا حوالہ دے کر ایک عجیب و غریب بات کہی ہے۔ مجدد صاحب نے اپنے اس خط اور بعض دوسرے خطوط میں نفسِ انسانی کے ان پانچ درجوں کا واضح لفظوں میں ذکر کیا تھا جنہیں طے کیے بغیر انسان حقیقت یا خدا تک نہیں پہنچ سکتا: ۱۔ قلب، ۲۔ روح، ۳۔ سرِ خفی (نیم خفیہ راز)، ۴۔ سرِ اخفا (مکمل طور پر خفیہ راز)، ۵۔ عالمِ امر (جو پہلے چار درجوں کا مجموعہ ہے اور اپنا الگ مقام اور مزاج بھی رکھتا ہے)۔ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے بقول ان درجات سے گزر کر ہی کوئی متلاشیِ حق خدا کے صفاتی ناموں (اسمائے حسنیٰ) کے نور تک پہنچتا ہے اور بالآخر ذاتِ خداوندی (اللہ) کا نور اس پر آشکارا ہوتا ہے۔ اقبالؔ نے لکھا ہے:

> ان درجات کے تعین کی جو بھی نفسیاتی بنیاد ہو اس سے کم از کم ہمیں یہ ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ جو اسلامی تصوف کے ایک عظیم مصلح (Reformer) ہیں ان کی نظر نفسِ انسانی کے اندر آباد ایک پورے جہان کا احاطہ کیے ہوئے ہے...... اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ (شیخ احمد سرہندی کے برعکس) جدید علمِ نفسیات ابھی نفسِ انسانی کے امکانات کی گرد کو بھی نہیں پہنچا۔

اپنے اسی خطبے میں اقبالؔ نے کہا تھا:

> سترھویں صدی عیسوی کے ایک عظیم مذہبی نابغہ (Genius)، شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے اپنے عہد کے تصوف کو اپنی جرأت مندانہ تنقید کا نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں تصوف کا ایک نیا ''طریقہ'' پیدا ہوگیا۔ اس سے قبل تصوف کے تمام تر سلسلوں کے ''طریقے'' وسط ایشیا یا عرب سے ہندوستان پہنچے تھے۔ یہ صرف شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا طریقہ تھا جس نے ہندوستان کی سرحد پار کی اور آج بھی پنجاب، افغانستان اور ایشیائی روس (موجودہ نو آزاد وسط ایشیائی ممالک مثلاً تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، کازکستان) میں ایک زندہ حقیقت کی صورت میں موجود ہے۔

اپنے خطبات کے علاوہ اقبالؔ نے شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کا ذکر اپنی شاعری میں بھی کیا ہے۔ اقبالؔ کو پنجاب کے سرکار نواز پیرزادوں سے مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی یاد آئی تھی جو اپنے جوشِ ایمانی میں شہنشاہِ ہند جہانگر کے سامنے بھی نہ جھکے تھے۔ کہاں مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کا ''فقرِ غیور''، کہاں پنجابی پیرزادوں کا ''نشۂ خدمتِ سرکار''۔ مزے کی نظم ہے، آپ بھی سنیئے:

پنجاب کے پیرزادوں سے:

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد علیہ الرحمۃ کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض یہ میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں مری بینا ہیں، ولیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا، سلسلۂ فقر ہوا بند
ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں
پیدا کلہِ فقر سے ہو طرّۂ دستار
باقی کلہِ فقر سے تھا ولولۂ حق
طرّوں نے چڑھایا نشۂ خدمتِ سرکار

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ:

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد نقشبندی سلسلے کے جن بزرگوں نے خصوصی شہرت حاصل کی ان میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ سرفہرست ہیں۔ وہ ۲۱ فروری ۱۷۰۳ء کو پیدا اور ۱۰ اگست ۱۷۶۲ء کو فوت ہوئے۔ انہوں نے تصوف میں ایک نئی روح پھونکی۔ وہ اپنے آپ کو ایک ''قیوم'' کی حیثیت سے دیکھتے تھے اور اپنے عہد میں نہ صرف دینی اور روحانی معاملات کو بلکہ مادی، نفسیاتی، اقتصادی، معاشی اور سیاسی معاملات کو بھی صحیح رخ پر ڈالنے کی ذمہ داری محسوس کرتے تھے۔ انہوں نے اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور و فکر کیا کہ مذہب افراد کی مضبوط اخلاقی بنیادیں بنانے کے ساتھ ساتھ ایک صحت مند، خوشحال اور منصفانہ معاشرہ بنانے میں کیا کردار ادا کرسکتا ہے۔

۵ مئی ۱۷۳۱ء کو جب وہ مکے میں تھے تو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے خواب دیکھا کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے کہہ رہے ہیں، ''اپنے دور کے تمام غیر منصفانہ اور غیر اخلاقی اداروں کو ختم کردو''۔ اس خواب نے آپ کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ آپ نے دیکھا کہ مذہب ایک بیمار جسم

بن کر رہ گیا ہے اور اس کی روح مطالبہ کر رہی ہے کہ اسے نئے زمانے کے لوگوں کے لیے ایک زندہ حقیقت بنایا جائے۔ چنانچہ آپ نے مذہب کو افراد کی اخلاقی زندگی کی روحِ رواں بنانے اور اسے اجتماعی اور معاشرتی سطح پر ایک مقبول اور مؤثر لائحہ عمل بنانے کے لیے اسلام کی از سرِ نو، نئے انداز سے اور نئے الفاظ میں تشریح کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ نقشبندی بزرگ، خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ اس بات کے قائل تھے کہ موت کے بعد بھی انسان کا روحانی سفر جاری رہتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کسی ایک جگہ کسی ایک حالت میں نہیں پڑا رہتا۔ ان کے اس خیال کو شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے مزید وسعت دی اور انسان کے ''مسلسل روحانی ارتقا'' کا نظریہ پوری تفصیل کے ساتھ پیش کیا۔ آپ کے خیال کے مطابق خدا ہماری دنیوی زندگی میں اپنی تجلیات (حقیقت کو واضح کرنے والی نور کی شعاعیں) اس طریقے سے بھیجتا ہے کہ جس سے ہماری دنیا اور آخرت کی دونوں زندگیاں ایک اکائی میں ڈھل جاتی ہیں اور جو اچھا یا برا عمل ہم نے اس دنیا میں کیا ہوتا ہے اس کا نتیجہ ہماری اُخروی زندگی میں نکلتا رہتا ہے۔ لیکن جس طرح ہم اپنے عمل کو اس دنیا میں بدلنے پر قادر ہوتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ہمیں یہ توفیق اور صلاحیت حاصل ہوتی ہے کہ ہم اپنی اصلاح کر کے روحانی ترقی کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہو سکیں۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اگرچہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے پیروکار تھے جنہوں نے ابن عربی علیہ الرحمۃ کے تصورات کو رد کر دیا تھا لیکن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی اس روش کو اپنانے کے بجائے یہ کوشش کی کہ ابن عربی علیہ الرحمۃ اور مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے تصورات میں مطابقت پیدا ہو جائے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے خیال میں ان دونوں بزرگوں کے تصورات میں صرف تشبیہ (Simile) اور استعارے (Metaphor) کا فرق تھا۔ اس فرق کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ تشبیہ میں ہم دو مختلف چیزوں کے درمیان وحدت دیکھتے ہیں مگر استعارے میں یہ فرق مٹ جاتا ہے۔ مثلاً جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ''آؤ میرے چاند سے بیٹے'' تو اس تشبیہ میں چاند اور بیٹے کے درمیان مشابہت کے باوجود ایک فاصلہ اور فرق موجود رہتا ہے۔ اس کے برعکس استعارے میں دونوں چیزوں کے درمیان کوئی فاصلہ اور فرق نہیں رہ جاتا اور ہم اپنے چاند سے بیٹے کو یوں پکارتے ہیں، ''آؤ میرے چاند''۔ تشبیہ میں ''دو قالب و یک جان'' کی کیفیت ہوتی ہے۔ اسے ہم محبت کہہ سکتے ہیں۔ اس میں بیٹا، بیٹا ہی رہتا ہے اور

چاند، چاند ہی رہتا ہے۔ استعارے میں بیٹا اور چاند ’’یک جان و یک قالب‘‘ ہو جاتے ہیں۔ اسے ہم عشق کہہ سکتے ہیں۔ اس میں بیٹا چاند بن جاتا ہے اور چاند بیٹا۔ جو شخص خدا سے (ہوشمندی، صحو، بقاء کے مقام پر) محبت کرتا ہوا سے حقیقت ’’وحدت الشہود‘‘ میں نظر آتی ہے اور جو عشقِ الٰہی میں غرق (مستی، سکر، فناء کے مقام پر) ہوا سے ’’وحدت الوجود‘‘ میں۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ’’وحدت الوجود‘‘ اور ’’وحدت الشہود‘‘ میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے یہ نظریہ پیش کیا کہ یہ دونوں فلسفے درست ہیں کیونکہ یہ روحانی سفر کے دو اہم مقامات ہیں۔ ’’وحدت الوجود‘‘ فناء کا مقام ہے، ’’وحدت الشہود‘‘ بقاء کا۔ اور بقاء کا مقام فناء سے بالاتر ہے۔ بہر حال، وہ اپنے پیر و مرشد مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرح ابن عربی علیہ الرحمۃ کے فلسفے کو مکمل طور پر رد نہ کر سکے۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے شیعہ اور سنی فرقوں میں بھی مطابقت کی کوشش کرتے ہوئے یہ نظریہ پیش کیا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا تعلق خدا کی صفت ’’الظاہر‘‘ سے تھا جو ایک خارجی صفت ہے اور علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تعلق خدا کی صفت ’’الباطن‘‘ سے تھا جو ایک داخلی صفت ہے، اور ان دونوں صفات کو اپنی اپنی جگہ فضیلت حاصل تھی۔ لیکن وہ مجدد صاحب اور ان کے بیٹے خواجہ محمد معصوم کی ’’شیعہ دشمن‘‘ تعلیمات کا اثر زائل نہ کر سکے۔۔۔۔۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے نزدیک انسانی کوششوں کا حتمی مقصد ایک ایسی انسانیت گیر معاشرت کی تخلیق تھا جس میں کسی طرح کی عداوت یا استحصال نہ ہو۔ وہ فردِ واحد کو چھوٹا انسان اور پوری انسانیت کو بڑا انسان کہتے تھے۔ اپنے اس عقیدے کے تحت وہ تمام تر بنی نوع انسان کی وحدت کے خواہشمند تھے۔ اقبال نے اسی خیال کو جمعیتِ اقوام (یا اقوام متحدہ) سے آگے کی منزل کے طور پر ’’جمعیتِ آدم‘‘ کا نام دیا تھا:

مکے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام
جمعیتِ اقوام کہ جمعیتِ آدم؟

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ انسانیت کی وحدت کو وحدت الوجود ہی کا لازمی نتیجہ سمجھتے تھے۔

نقشبندیہ کی تاریخ میں شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی سوچ اور رویے نے اپنی روحانی گہرائی اور سماجی تاثیر کے اعتبار سے گراں قدر اضافہ کیا لیکن سیاسی لحاظ سے ان کی کوشش و کاوش کا نتیجہ کچھ اچھا نہیں نکلا۔ جب برصغیر میں مغلیہ دور کے اواخر میں مسلمانوں کے اندر معاشی کمزوری اور اخلاقی انحطاط پیدا ہو گیا تو شاہ

صاحب علیہ الرحمۃ نے کابل کے حکمران، احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔ احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو شکست دیکر دہلی پر قبضہ کرلیا اور وہاں، کیا ہندو اور کیا مسلمان، خوب لوٹ مار کی اور بعد میں قتل عام بھی کر ڈالا۔ وہ مقاصد جن کے تحت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ابدالی کو بلایا تھا، ہرگز ہرگز پورے نہ ہوئے اور مغلیہ سلطنت پر چھائے ہوئے زوال کے کالے بادل اور بھی گھنے ہوگئے اور انگریزوں کیلیے آسان ہوگیا کہ وہ پورے ہندوستان پر قابض ہو جائیں۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے دور میں ہندوستان کی دفتری اور عدالتی زبان فارسی تھی۔ ان کی دینی اور علمی خدمات میں ان کا یہ اقدام انتہائی قدر قیمت رکھتا ہے کہ انہوں نے قرآنِ حکیم کی تعلیمات کو عوام تک پہنچانے کے لیے ''فتح الرحمٰن'' کے عنوان سے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ جب مسیحیت کی تاریخ میں مارٹن لوتھر نے بائبل کا جرمن زبان میں ترجمہ کر کے یہ جسارت کی تھی تو رومن کیتھولک چرچ میں گویا ایک بھونچال آ گیا تھا۔ برصغیر میں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی جسارت پر بہت اعتراضات ہوئے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے اس اقدام سے بالآخر قرآنِ حکیم کے اردو ترجمے کا راستہ بھی کھل گیا اور عام مسلمانوں کے لیے ممکن ہوگیا کہ وہ علمائے کرام کی اجارہ داری کے بغیر ہی قرآن حکیم کے مطالب تک رسائی حاصل کریں۔ اردو ترجمہ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے بیٹے شاہ عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے کیا۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کو دنیائے تصوف میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے سماجی ارتقاء کا ایسا فلسفہ پیش کیا جس میں معاشروں کے عروج اور زوال کے اسباب بیان کرنے کیساتھ ساتھ ان کی بقاء اور ترقی کے لیے معاشی ناہمواریوں کے خاتمے کی اہمیت پر مدلل بحث کی گئی۔ آپ کا اصرار تھا کہ دولت کی منصفانہ تقسیم کے بغیر سماجی ارتقاء جاری نہیں رہ سکتا۔ آپ نے دوٹوک الفاظ میں کہا جب بالادست طبقے غریب محنت کشوں کا تادیر استحصال کرتے چلے جاتے ہیں تو بالآخر تشدد آمیز انقلاب ناگزیر ہو جاتا ہے۔ آج کے اہلِ بصیرت مصر دہشتگردی کے حوالے سے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ہی کے خیالات کی عکاسی کر رہے ہیں۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قادری نسبت سے شُہرت پانے والے نقشبندی مشائخ

محمد صادق قصوری

☆☆

تصوف کے سلاسلِ اربعہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، اور چشتیہ، باہم شیر وشکر ہیں۔ اکثر مشائخ کو ایک سے زائد سلاسل میں اجازت وخلافت کا شرف حاصل رہا ہے بلکہ ہے۔ بعض بزرگ تو ایسے گزرے ہیں جو چہار سلاسل میں مجاز تھے۔ میرے پیر ومرشد امیر ملّت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ العزیز سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ میں صاحبِ خلافت واجازت تھے اور میرے مُرشدِ خلافت ضیغم اسلام مجاہد ملّت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ کو قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ سے چاروں سلسلوں کی اجازت تھی، مگر ان دونوں بزرگوں نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ پر عمل پیرا رہنے کو ترجیح دی اور اسی سلسلہ کو ہی تا زیست حرزِ جاں بنائے رکھا اور اسی کو تبلیغ وترویج فرماتے رہے۔

ذیل میں ہم ایسے مشائخ کا تذکرہ کر رہے ہیں جن کی بیعت وخلافت تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں تھی مگر بعد میں سلسلہ قادریہ کی اجازت وخلافت ملنے پر ''قادری نسبت'' سے شہرت کے حامل ٹھہرے۔

(۱)......سیّد دیدار علی شاہ الوری:

سیّد دیدار علی شاہ ابن سیّد نجف علی کی ولادت باسعادت ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۶ء میں محلّہ نواب پورہ، الور شہر (بھارت) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آباواجداد مشہد مقدس سے ہندوستان آ کر الور میں مقیم ہو گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد مولانا کرامت اللہ خاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے درسی کتابوں اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ بعدازاں فقہ و منطق کی تحصیل مولانا ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، سندِ حدیث مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ پھر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل کیا اور نقشبندی سلوک کی تکمیل کی۔

الور میں آپ نے ''دارالعلوم قوت الاسلام'' قائم کیا۔ پھر لاہور تشریف لاکر دارالعلوم جامعہ نعمانیہ میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔ ۱۹۱۷ء میں حضرت مولانا ارشاد حسین رامپوری کے ایماپر شاہی مسجد آگرہ کے خطیب ومفتی مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۲ء میں دوبارہ لاہور تشریف لائے اور مسجد وزیر خاں میں خطابت اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۲۵ء میں ''مرکزی انجمن حزب الاحناف'' اور ''دارالعلوم احزب الاحناف'' کی بنیاد رکھی جہاں سے ہزاروں علماء ومشائخ نے فراغت حاصل کی۔

آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اویسِ زمانہ شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے علاوہ سلسلہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور سلسلہ چشتیہ میں شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت تھی۔ مگر اُن کی شہرت ''قادری نسبت'' سے رہی۔

آپ کے تلامذہ میں دونوں صاحبزادوں مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالبرکات سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سیکڑوں نہیں ہزاروں علماء مشائخ شامل ہیں۔

آپ کی رحلت ۲۲ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ/ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو لاہور میں ہوئی اور جامع مسجد اندرون دہلی دروازہ لاہور میں آخری آرامگاہ بنی۔ آپ کے صاحبزادے مولانا ابوالحسنات قادری نے یہ قطعۂ تاریخ ارتجال کیا۔

افسوس کہ آں عالمِ دیں عارفِ کامل بگزاشتہ ایں عالمِ دارالعملی را
آگاہ جہانست کہ اُوتادمِ آخر کندید بیک ضرب بناءِ جہلی را
درخواب مرا گفت یکی پیرِ طریقت برلوحِ مزارش بکن ایں شعرِ جلی را
حافظ پس سرکوبیِ اعدادِ شریعت ''دیدارِ علی یافتہ دیدارِ علی را''

-----۱۳۵۴ھ-----

(۲)......مولانا ابوالحسنات قادری:

مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری بن سیّد دیدار علی شاہ کی ولادت ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء میں محلّہ نواب پورہ، الور (بھارت) میں ہوئی۔ حفظ قرآن کے بعد والد ماجد سے تمام علوم وفنون کی تحصیل کی۔ صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی علمی استفادہ کیا۔ والد ماجد کے دست حق پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی سے بھی سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت وخلافت تھی۔ مگر شہرت قادری نسبت سے ہوئی کیونکہ بعد میں والد گرامی سے اس سلسلہ کی خلافت عطا ہوئی تھی۔

۱۹۲۶ء میں مسجد وزیر خاں لاہور میں خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں علمائے پنجاب میں سب سے پہلے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک لاہور میں ’’قرارداد پاکستان‘‘ منظور ہوئی تو آپ اس جلسہ کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ تحریک پاکستان اور دیگر تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سنی کانفرنس بنارس میں فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء کی ’’تحریک ختم نبوت‘‘ میں متحدہ مجلس عمل کے چیئرمین چنے گئے اور دوسرے علماء کے ساتھ مختلف جیلوں میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

۱۹۴۹ء میں پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو ’’قرارداد مقاصد‘‘ پیش کی گئی تھی اس میں آپ کی مساعی کا بڑا دخل تھا۔ آپ نے عوام وخواص کے دلوں پر یہ بات نقش کردی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا ہے لہٰذا پاکستان کا دستور بھی اسلامی بنیاد پر مرتب ہونا چاہیے۔ آپ کی تصانیف میں ’’تفسیر الحسنات‘‘، ’’اوراقِ غم‘‘ ترجمہ کشف المحجوب‘‘، ’’طیب الوردہ شرح قصیدہ بُردہ‘‘، ’’شمیمِ رسالت‘‘، ’’اظہار الاسقام‘‘، صبحِ نُور‘‘، ’’مونس الاطباء‘‘، ’’دیوان حافظ‘ وغیرہ مشہور ہیں۔

۲ر شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ/۲۰ر جنوری ۱۹۶۱ء بروز جمعۃ المبارک رحلت ہوئی اور احاطۂ مزار پُرانوار حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں تدفین ہوئی۔ لوحِ مزار پر مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخِ وفات کندہ ہے۔

’’مشہور مفسرِ قرآن جلیل المراتب سیّد ابوالحسنات‘‘

------۱۳۸۰ھ------

شاکر صابر مفسر عالمِ دینِ متین   بے نظیر و بے مثل ولاجواب ولاکلام
فکر تھی تاریخ کی آئی ندا احمد لکھو   واصل ہوگئے وہ ’’ہادی ذی احترام‘‘

------۱۳۸۰ھ------

(۳)......مولانا سیّد ابوالبرکات قادری:

مولانا سیّد ابوالبرکات سیّد احمد شاہ بن مولانا سیّد دیدار علی شاہ کی ولادت ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں محلّہ نواب پورہ، الورشہر (بھارت) میں ہوئی۔ قرآن پاک پڑھنے کے بعد والد ماجد اور سیّد ظہور اللہ ملتانی سے صرف ونحو پڑھیں۔ پھر تمام کتب ودورۂ حدیث صدرالافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر ۱۹۱۹ء میں سند فراغت ودستارِ فضیلت حاصل کی۔ والد گرامی کے دستِ حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کر کے اجازت وخلافت حاصل کی۔ ۱۹۱۹ء میں ہی حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کے ایماء پر آپ اپنے والد گرامی کے ہمراہ بریلی شریف حاضر ہوئے اور دو سال تک فتویٰ نویسی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جمیع علوم وفنون اور وظائف واجازت کی سند مرحمت فرمائی۔

۱۹۲۳ء میں جامع مسجد داتا گنج بخش لاہور کی خطابت سنبھالی، اُن دنوں یہ مسجد زیرتعمیر تھی۔ حضرت مولانا محرم علی چشتی، سیّد محمد امین اندرابی اور خلیفہ تاج الدین کے مشورے سے آپ مسجد وزیر خاں لاہور میں علومِ دینیہ کی تدریس پر مقرر ہوئے۔ آپ کی محنت شاقہ کی شہرت۔ نے پورے پنجاب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور طلباء جوق در جوق آنا شروع ہوگئے۔ یہاں تک کہ مسجد وزیر خاں کا وسیع وعریض صحن طالبانِ علوم دینیہ کے ہجوم کی وجہ سے تنگ پڑ گیا۔ چنانچہ متذکرہ بالا معاونین کے تعاون سے ۱۹۲۶ء میں ''انجمن حزب الاحناف ہند'' کی بنیاد رکھی اور ۱۵؍مارچ ۱۹۲۶ء کو تین گنبد والی مسجد اندرون دہلی دروازہ لاہور میں تدریس کا باقاعدہ آغاز کیا۔ مسجد کی صفائی ہوئی اور مرمت کرائی گئی۔ امیر ملّت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کی صفائی پر پانچ صد روپیہ خرچ فرمایا اور چند ماہ میں یہ دارالعلوم پورے جاہ وجلال سے کام کرنے لگا۔

۱۹۳۵ء میں آپ نے حدیث پڑھانا شروع کی اور پھر تازیست اسی منصب جلیلہ پر فائز رہ کر دینِ حقہ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے تلامذہ میں حافظ مظہر الدین مدراسی، مولانا غلام دین اشرفی، مولانا محمد نوراللہ بصیر پوری مولانا محمد عبداللہ قصوری، مولانا حافظ محمد عالم سیال کوٹی، سیّد محمود شاہ گجراتی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، خواجہ محمد معصوم آف موہری شریف وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

آپ کا وصال ۲۰؍شوال المکرّم ۱۳۹۸ھ/۲۴؍ستمبر ۱۹۷۸ء بروز اتوار ہوا۔ دارالعلوم حزب الاحناف داتا گنج بخش روڈ لاہور میں آخری آرام گاہ بنی۔

(۴)......شاہ وصی احمد محدّث سُورتی:

مولانا شاہ وصی احمد بن مولانا محمد قاسم بن مولانا طاہر کی ولادت ۱۸۳۶ء میں راندیر نزد سُورت (بھارت) میں ہوئی۔ جدّ امجد اور والد ماجد سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ حسین بخش دہلی، مدرسہ فیضِ عام کانپور، مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی۔ استاذِ محترم مفتی لطف اللہ کے ایماء پر گنج مراد آباد حاضر ہوے اور اویسِ زمانہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل کیا اور سندِ حدیث سے بھی بہرہ ور ہوے۔

ملک کی مختلف درسگاہوں میں آپ نے مسند درس بچھائی۔ مدرسہ حنفیہ عظیم آباد، پٹنہ میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے اور علم وفن کے گوہر لٹائے۔ ۱۸۶۷ء میں پیلی بھیت تشریف لائے۔

جامع مسجد پیلی بھیت، جو مشہور دیندار فرمانروا حافظ الملک حافظ رحمت خان نے تعمیر کی تھی، کے دامن میں ''مدرسہ حافظیہ'' قائم تھا، آپ اُس کے صدر مدرس مقرر ہوے۔ ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں وہیں ایک وسیع قطعۂ اراضی خرید کر ایک عظیم درسگاہ کی بنیاد رکھی جس کا نام ''مدرسۃ الحدیث'' قرار پایا۔ جلسۂ تاسیس میں رامپور، بدایوں، دہلی، بریلی اور پنجاب کے علماء ومشائخ نے شرکت کی۔

آپ کے درس و تدریس کا ملک بھر میں شُہرہ ہوا۔ اکناف واطرافِ ملک سے طالبانِ علمِ حدیث کا ہجوم نجوم ہوگیا۔ چالیس سال تک آپ نے خدمتِ تدریس دین خصوصاً فنِ حدیث کی۔ نامور تلامذہ کے اسمائے گرامی کچھ یوں ہیں۔ صاحبزادہ پیر سیّد خادم حسین ابن امیر ملّت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدّث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر سیّد سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ صدر شعبہ علوم اسلامیہ علی گڑھ یونیورسٹی، مولانا ظفر الدین بہاری عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّد محمد محدّث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اور قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نثار احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم۔

آپ کے فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے برادرانہ، مخلصانہ اور معاصرانہ تعلقات تھے جو بے نظیر و بے مثال تھے۔ اِن تعلقات کی بنا پر بعض حضرات نے اُنہیں امام احمد رضا کا خلیفہ سمجھ لیا اور اُن کی نقشبندی نسبت کو دبانا چاہا اور قادری مشہور کر دیا وہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ نہیں تھے لیکن اُن کا بے حد وحساب احترام کرتے تھے۔

آپ کا وصال ۸/ جمادی الاوّل ۱۳۳۴ھ/۱۲/اپریل ۱۹۱۶ء بروز بدھ پیلی بھیت میں ہوا اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہنے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے شاگرد رشید اور رسالہ ''تحفہ حنیفہ'' پٹنہ کے مدیر شہیر مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی نے یہ قطعہ کہا۔

منبعِ علم وبصیرت مصدرِ عرفانِ حق
کیا کریں کچھ بھی نہیں بس میں ہمارے ہائے ہائے
رحلتِ حضرت محدّث سورتی پر یہ کہا
''بے بدل فاضل اُٹھا سر سے ہمارے ہائے ہائے''

-----۱۳۳۴ھ-----

(۵)......مولانا محمد شریف کوٹلوی:

فقیہ اعظم مولانا محمد شریف بن مولانا عبدالرحمٰن ۱۸۶۱ء میں کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ حصول تعلیم کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مرد کامل خواجہ عبدالکریم عیدگاہ شریف راولپنڈی سے بیعت کی۔ مرشد کامل کی نظر کرم سے جب روحانی منازل طے کر گئے تو خلافت واجازت سے سرفراز کیے گئے۔ اس کے بعد امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ العزیز نے بھی خلافت اور اجازتِ بیعت سے نوازا تھا۔

آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ کی بہت خدمت کی، آپ نے کوٹلی لوہاراں کو مرکز بنا کر دینِ حقہ کی زرّیں خدمت کی، نماز حنفی (مدلّل) اربعین حنفیہ، اخلاق الصالحین، الحق المبین، اجتہاد، تصوّر شیخ، ضرورتِ فقہ، علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کتاب التراویح وغیرہ وغیرہ بہت سی کتابیں لکھیں۔ ۱۹۱۹ء میں فاضل بریلوی حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بعض کتابیں خصوصاً ''نماز حنفی مدلّل'' کا مطالعہ کیا تو بہت متاثر اور خوش ہوئے۔ چنانچہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت اور اجازتِ بیعت بذریعہ ڈاک ارسال فرمائی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے اجازت وخلافت ملنے کے بعد آپ قادری نسبت سے مشہور ہوگئے، چنانچہ مؤرخ لاہور میاں محمد دین کلیم'' نے اپنی کتاب'' ''تذکرہ مشائخ قادریہ'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء کے صفحہ نمبر ۲۶۳ پر ''حضرت مولانا محمد شریف قادری رحمۃ اللہ علیہ'' لکھا ہے۔

۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء کو آپ کا وصال ہوا، میرے برادر طریقت پروفیسر حامد حسن قادری کراچوی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ ارتحال کہا۔

تھے یہاں فردِ کاملِ دُنیا ہوں وہاں جا کے فردِ کاملِ خُلد
قادری لکھیے اُن کا سالِ وصال کہ محمد شریف داخلِ خُلد

-----۱۹۵۱ء-----

(۶)......مولانا حامد حسن قادری:

مولانا پروفیسر حامد حسن قادری بن مولوی احمد حسن کی ولادت ۲۵ مارچ ۱۸۸۷ء کو قصبہ بچھراؤں ضلع مراد آباد (بھارت) میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے جا کر ملتا ہے۔

۱۹۰۹ء میں اسٹیٹ ہائی اسکول رامپور سے میٹرک کرنے کے بعد مدرسہ عالیہ رامپور میں داخلہ لے کر عربی و فارسی کی تحصیل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور اردو فاضل کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ پھر ایف۔ اے کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا اور اپنے مطالعہ کے شوق اور محنت سے جلیل القدر عالم بن گئے۔

۱۹۲۳ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کا سالانہ اجلاس حلیم مُسلم ہائی اسکول کانپور میں انعقاد پذیر ہوا جس کی صدارت حکیم محمد اجمل خاں کر رہے تھے۔ اُن دنوں آپ مذکورہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے، آپ نے عربی لسانیات پر ایک بلند پایہ علمی مقالہ پڑھا جس سے حاضرین عش عش کر اُٹھے۔ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے جوشِ طرب میں آپ کی پیشانی چوم لی۔ حکیم اجمل خاں نے کرسیٔ صدارت سے اُٹھ کر بے اختیار گلے لگالیا اور پُر جوش الفاظ میں داد دی۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی نے کہا ''جزاک اللہ! آپ نے ہمارا کام انجام دیا ہے''۔ دیگر اکابر نے بھی آگے بڑھ کر داد و تحسین سے نوازا۔

آپ نے کانپور، مہو چھاؤنی، اٹاوہ اور بڑودہ میں بڑی شاندار تعلیمی خدمات انجام دیں ۱۹۲۷ء میں سینٹ جانسن کالج آگرہ میں پروفیسر ہو گئے ۱۹۴۵ء میں صدر شعبہ اُردو اور فارسی بن گئے اور ۱۹۵۱ء میں ریٹائر ہوے۔

دسمبر ۱۹۲۷ء میں آپ نے علی پور سیّداں ضلع سیال کوٹ (حال ضلع نارووال) حاضر ہو کر امیر ملت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر سعادتِ بیعت

حاصل کی۔ ۷/ جولائی ۱۹۴۵ء کو آگرہ میں حضرت امیر ملّت قدس سرہ العزیز نے آپ کو خلعتِ اجازت وخلافت سے نوازا۔ آپ نے آگرہ اور گردونواح میں سلسلہ نقشبندیہ کی خوب اشاعت کی۔ پیرومرشد کی خدمت واطاعت میں کمال حاصل تھا۔ جب بھی حضرت امیر ملّت آگرہ تشریف لاتے تو آپ میزبانی کا شرف حاصل کرتے۔

عجیب بات یہ ہے کہ آپ بیعت تو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ میں تھے لیکن ''قادری'' کہلواتے تھے۔ یہ معمہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ بہرحال ہمارا مقصد ''قادری سلسلہ'' کی مخالفت یا تحقیر نہیں، ہم تو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قادری نسبت سے شہرت پانے والے کون کون سے بزرگ تھے۔

آپ عالم، فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر اور ادیب بھی تھے۔ حضرت امیر مینائی کے شاگرد رشید منشی امتیاز علی راز رامپوری سے شرفِ تلمذ تھا۔ اوائل عمری میں غزل کہی۔ اس کے بعد نظم، نعت اور منقبت ہی کہتے رہے۔ فن تاریخ گوئی میں اُستادی کا درجہ رکھتے تھے۔ ۹۰ کی تعداد میں کتابیں لکھیں جن میں سے ۴۵ طبع ہوئیں۔ ''داستانِ اردو'' آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔

۱۹۵۵ء میں ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی تشریف لے آئے تھے۔ تمام وقت عبادت وریاضت میں بسر کرتے تھے۔ ''سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ جماعتیہ'' کی توسیع و اشاعت میں کوشاں رہتے تھے۔ ہر ہفتہ باقاعدگی سے آپ کے گھر پر حلقۂ ذکر ہوتا تھا۔ صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے مگر اخفاء کے قائل تھے اور ظاہر کرنا بالکل ناپسند کرتے تھے۔ اہل دل، روشن ضمیر اور ولایت کے مرتبہ پر فائز تھے۔

۲۴/ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ/ ۶/ جون ۱۹۶۴ء بروز ہفتہ کراچی میں آپ کا انتقال ہوا اور پاپوش نگر کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے جہاں ہر سال آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

پروفیسر شاہ عبدالغنی نیازی نے قطعۂ تاریخ رحلت کہا۔

اب بے چین ہوگئیں علم وادب کی محفلیں   کیونکہ تھے اِن محفلوں کی زندگی حامد حسن
عالمِ تحقیقِ اُردو پر اندھیرا چھا گیا   اِس جہاں سے لے گئے کیا روشنی حامد حسن
معدنِ تاریخ گوئی پر تصرف تھا اُنہیں   اِس خزانے کے تھے جوہری حامد حسن
مسلکِ عشقِ حقیقی سے بھی نسبت تھی اُنہیں   اِس لیے مشہور تھے وہ ''قادری'' حامد حسن
صدمۂ جانکاہ کی تاریخ یہ لکھیے غنی   ''گوہرافشاں واصلِ حق قادری حامد حسن''

-----۱۳۸۴ھ-----

۴/ذوالحجہ ۱۴۰۱ھ مطابق ۲/اکتوبر ۱۹۸۱ء کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔ صاحبزادہ میاں محمد سلیم حماد نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا۔

ضیائے دینِ متیں حضرت ضیاء الدین
گئے دارِ فنا سے وہ سُوئے دارِ بقا
رضائے حق سے ہم آغوش وہ ہیں آج ہوے
رضائے شیخ طریقت تھی اُن کی ''عین رضا''
بہاریں گنبد خضرا کی اُن کی آنکھوں میں
سمائی ہر رگِ دل میں تجلّی بطحا
حبیبِ خالقِ یکتا کی نگہ الفت سے
ہے مل گیا اُنہیں جنت میں رتبہ اعلیٰ
سنِ وصال پہ حماد مجھ سے ہاتف نے
کہا ہے ''پاک ادا عاشقِ رسولِ خدا''

......۱۴۰۱ھ......

☆......☆......☆

مآخذ ومراجع:

۱......امیر ملت اور اُن کے خلفاء، محمد صادق قصوری، سیال کوٹ، ۱۹۸۳ء
۲......انوارِ قطب مدینہ، خلیل احمد رانا، لاہور، ۱۹۸۷ء
۳......تذکرہ فقیہ اعظم، پروفیسر مجیب احمد، مرید کے ضلع شیخوپورہ، ۱۹۹۴ء
۴......تذکرہ محدّث سورتی، خواجہ رضی حیدر، کراچی، ۱۹۸۱ء
۵......تذکرہ علمائے پنجاب جلد اوّل، اختر راہی، لاہور، ۱۹۸۰ء
۶......تعارف علمائے اہلسنت، محمد صدیق ہزاروی، لاہور، ۱۹۷۹ء
۷......تاریخ مشائخ قادریہ رضویہ، محمد صادق قصوری، لاہور، ۲۰۰۴ء
۸......تذکرہ اکابر اہلسنت، مولانا عبدالحکیم شرف قادری، لاہور، ۱۹۷۶ء
۹......تذکرہ علماء اہلسنت، محمود احمد قادری، بھوانی پور (بھارت) ۱۹۷۱ء
۱۰......تذکرہ علماء اہلسنت لاہور، اقبال احمد فاروقی، لاہور، ۱۹۷۵ء
۱۱......تذکرہ مشائخ قادریہ، محمد دین کلیم، لاہور، ۱۹۷۵ء
۱۲......تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، محمد صادق قصوری/ پروفیسر مجید اللہ قادری، کراچی، ۱۹۹۲ء

(۷)......مولانا ضیاء الدین احمد مدنی:

قطبِ مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں قصبہ کلاس والا ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ والدگرامی کا نام شیخ عبدالعظیم تھا۔ سلسلۂ نسب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

مولانا محمد حسین نقشبندی پسروری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ علوم کے بعد دہلی اور پھر پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ پیلی بھیت میں چار سال تک حضرت شاہ وصی احمد محدث سُورتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر تمام علومِ دینیہ کی تکمیل کی اور دورۂ حدیث کے بعد سند فراغت حاصل کی۔ پھر حضرت محدّث سُورتی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت محدّث سورتی نے آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ فضل رحمانیہ میں بیعت کر کے اجازت وخلافت سے بھی نواز دیا۔ یاد رہے کہ حضرت محدّث سُورتی رحمۃ اللہ علیہ اویسِ زمانہ شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ کے مرید باصفا اور خلیفۂ اجل تھے۔

اِس کے بعد آپ کو فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سلسلہ قادریہ کی خلافت مرحمت ہوئی اور آپ اسی نسبت کے حوالے سے شہرت پا گئے۔ اُن کی رحلت کے بعد اُن پر کتابیں اور مضامین لکھنے والوں نے انہیں صرف ''قادری رضوی'' لکھا اور ''نقشبندی مجددی'' نسبت اخفاء میں چلی گئی۔

مولانا ضیاء الدین احمد جوانی میں ہی پہلے بغداد شریف اور پھر مدینہ شریف مقیم ہوگئے اور پھر ساری عمر درِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی گزار دی۔ بے شمار تکالیف کے باوجود مدینہ منوّرہ میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع فروزاں رکھی۔ حج کے موقعہ پر پورے عالم اسلام سے آئے ہوئے علماء ومشائخ اُن کے ہاں حاضری دیتے تھے۔ اور آپ اکثر کو خلافت واجازت سے بھی نوازتے تھے۔ پاکستان کے مشہور علماء مجاہد ملّت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہم کو بھی سلاسل اربعہ میں اجازت وخلافت سے نوازا تھا۔

۱۳...... تحریک پاکستان اور علماء کرام، محمد صادق قصوری، لاہور، ۱۹۹۹ء

۱۴...... حضرت محدث سورتی اور امام احمد رضا، سید صابر حسین بخاری، کراچی، ۱۹۹۷ء

۱۵...... سیدی ابوالبرکات، سید محمود احمد رضوی، لاہور، ۱۹۷۹ء

۱۶...... سیرتِ امیر ملت، سید اختر حسین علی پوری، پروفیسر محمد طاہر فاروقی، علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ، ۱۹۷۵ء

۱۷...... ماہنامہ ''معارف رضا''، کراچی شمارہ فروری ۲۰۰۵ء

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقرأ وربك الأكرم الذي
علم
بالقلم
کتبہ گوہر قلم ۱۹۸۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ارشادات سید امام علی شاہ مکان شریفی

سید شعیب افتخار مسعودی

☆☆

سید السادات حضرت سید امام علی شاہ مکان شریفی علیہ الرحمۃ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ان مشائخ میں سے ہیں کہ جن کا فیض دور و نزدیک خوب پھیلا۔ ایسی عظیم ہستی کی صحبت بڑی سعادت ہے اور ملفوظات وارشادات کا مطالعہ بقول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ان کی صحبت کے مثل ہے۔

حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمۃ کے بعض ارشادات پیش کیے جاتے ہیں جوکہ ہم نے قائم الدین قانونگوئے پنشنر کی کتاب ”ذکر مبارک“ سے اخذ کیے ہیں۔ ہم نے اس سے قبل کبھی کچھ نہیں لکھا یہ حضرت مسعود ملت کی صحبت کا اثر اور محترم ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری کی رہ نمائی کا ثمر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید توفیق عطا فرمائے......

☆...... مریدوں کے دل میں اپنے شیخ کا اَدب اس درجہ تک چاہیے کہ پیر کی مجلس میں بغیر اجازت بات نہ کرے۔ پیر کی طرف بے باکانہ نظر سے نہ دیکھے۔ دُنیا کی ہر چیز سے پیر کی محبت اس کے دل میں زیادہ ہو۔ کیونکہ جس شخص کی زبان یا کسی اعضا سے پیر کے ادب کے خلاف کوئی فعل یا کلام سرزد ہو یا مرید کے دِل میں پیر کے اور آداب کے خلاف خیال بھی پیدا ہو تو وہ مرید منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ تصوّف کل کا کل ادب ہی ہے۔ جس مرید کے دِل میں پیر کامل کے خلاف خیال بھی پیدا ہو وہ گویا پیر سے دشمنی رکھتا ہے اور دشمن کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ چونکہ شیخِ کامل مریدوں کے نہیں بلکہ تمام جہان کے اندیشوں سے واقف ہوتے ہیں۔ بقول مولانا

شیخ واقف گشت از اندیشہ اش
شیخ ہمچو شیر دولہا بیشہ اش

اس لیے بے اَدب مرید دین و دنیا کی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے۔

☆...... مُرید کو چاہیے کہ شیخ کی مجلس میں اگر کوئی تذکرہ یا کلام شروع ہو تو اُسے چاہیے کہ شیخ کا کلام سُننے کے لیے دل و جان سے کان لگا کر متوجہ اور حاضر رہے۔ اور جو کچھ شیخ ارشاد فرمادے اُس سے استفادہ کرے۔ شیخ کی مجلس میں کبھی بغیر امر کے سبقت کلام کی دلیری نہ کرے۔ کیونکہ بقول یعنی شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی اُمت میں ہوتا ہے اور نبی کی نسبت باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو۔ (پ ۲۶ ع ۱۳)

پس جیسا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے اطاعت اور ادب اور استماع سخن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرض تھا۔ ایسا ہی مریدوں کے لیے اپنے شیخ کا مجلس میں ہر آداب کو نگاہ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ پیر کے ارشادات کو سُننا ہزارہا کتابوں کے پڑھنے اور علم و ہنر سے بہتر ہے۔

☆...... پیر کی مجلس میں کلام کرنے کی ضرورت ہو تو نہایت نرم اور مؤدب آواز اور طریقہ سے کرے کیونکہ باری تعالیٰ جل شانہٗ فرماتے ہیں۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو، نبی کی آواز ہے (پ ۲۶ ع ۱۳)۔ اور نہ ہی کبھی اپنے پیر کا نام لے کر پکارے کیونکہ باری تعالیٰ جل جلالہٗ ارشاد فرماتے ہیں، اور ان کے حضور بات چِلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو (پ ۲۶ ع ۱۳) پس جو آداب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔ وہی امور شیخ کے ساتھ نگاہ رکھے۔ چونکہ شیخ قایم مقام اور نائب اور خلیفہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔

☆...... جب بھی کبھی پیر کی خدمت میں عرض کرنے یا کسی دینی یا دنیوی حاجت کے بیان کرنے کی ضرورت ہو تو وقت کا خیال رکھے اور جس وقت شیخ کو فارغ معلوم کرے اور اپنی طرف متوجہ پائے عرض کرے کیونکہ ایسے وقت میں عرض کرنے سے شیخ کی طبیعت زیادہ راغب ہوگی

اور حصولِ مطلب میں جلد کامیابی نصیب ہوگی اور عرض کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی جناب سے ادب اور قبولیت کے لیے دُعا کرے۔ اگر پیر سے کوئی بات یا کام ایسا صادر ہو جائے جس کی سمجھ نہ آئے تو اعتراض نہ کرے۔ کیونکہ شیخ کامل سے خُدا اور رسول کے حکم کے خلاف کوئی امر صادر ہونا ممکن نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام والا قصہ جو قرآن شریف میں مذکور ہے یاد کرلے۔

☆...... مرید کو چاہیے کہ کوئی کام دین یا دُنیا کا شروع کرنے سے پہلے شیخ سے اجازت ضرور حاصل کرے۔ یہاں تک کہ کھانا پینا۔ سونا۔ جاگنا۔ کپڑے پہننا۔ چلنا۔ پھیرنا پیر کے حکم کے مطابق ہو۔ نیز عبادات سے نفل نماز، روزہ، تلاوت قرآن مجید، پیر کے حکم کے مطابق عمل میں لائے۔ یہاں تک کہ اگر شیخ کامل مرید کو حکم دے کہ ذکر و شغل اور مراقبہ کے سوا صرف نماز فرض پر اختصار کرے تو واجب سمجھے۔

☆...... جس چیز کو شیخ مکروہ جانتا ہے اور ہر اُس چیز سے کہ پیر کو جس سے نفرت ہو اُس کا پرہیز کرے اگرچہ وہ اس کو محبوب ہی ہو۔ چاہے اس میں اپنا فائدہ دیکھے۔ نیز جن کاموں کو پیر کرتا ہے بغیر اجازت پیر کے مرید کو نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ مبّدی ہے اور شیخ منتہی ہے مبّدی بمنزلہ بیمار کے ہے اور منتہی بمنزلہ تندرست کے ہوتا ہے تندرست جو چیز کھا سکتا ہے لیکن بیمار کو اکثر ان چیزوں سے پرہیز ہوتا ہے پیر کی مجلس میں کبھی اوراد و وظائف و نوافل کے ساتھ مشغول نہ ہونا چاہیے۔ اور ہمہ تن پیر کے آداب اور نسبت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے کیونکہ بقول مولوی صاحب۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

☆...... پیر کامل کی صحبت میں جب مرید متوجہ پیر کی طرف ہر شغل سے فارغ ہوکر بیٹھتا ہے تو جو فیض اور انوار خدا تعالیٰ کی طرف سے پیر پر نازل ہوتے ہیں۔ مرید پر بھی وہی انوار چمکتے ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔

ماحب اللہ فی صدری شیًا الا صبتہ فی صدر ابی بکر

☆...... مرید وہ ہے کہ جس میں اوصافِ ذیل موجود ہوں۔ محبت اور شوق کی آگ اس کی نفسیاتی خواہشات کو جلا دے۔ اور محبت کا درد اس کے دل کو بے قرار رکھے۔ جب صبح اُٹھے تو حسرت اور افسوس کی وجہ سے اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ ہمیشہ عاجزی اور ناکامی اُس کا شعار اور عادت ہو۔ گزشتہ زمانہ کے اعمال سے ہمیشہ شرمندہ رہے۔ اور آئندہ سے ہمیشہ ڈرتا رہے۔ نیک کاموں کے لیے تقسیم اوقات کا پابند رہے۔ جو مصیبتیں اور تکالیف اور سختیاں پہنچیں صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور اُسے خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اپنے قصور کا اقرار کرتا رہے، اور کوئی سانس ذکر الٰہی کے بغیر نہ ضائع ہو۔ کیا خبر کہ وہی سانس آخری ہو۔ اور اس فرقہ میں جو سانس غفلت سے گزرے اُس کو مردہ گنتے ہیں۔ حاصلِ کلام مرید کے لیے پیر کی صحبت اور حضوری تریاقِ اکسیر ہے۔ ایک ساعت شیخ کامل کی صحبت میں حاضر رہنا ہزار سال کی خلوت اور عزلت سے بہتر ہے۔ کیونکہ مرید کو باری تعالیٰ جل جلالہ کی درگاہ سے براہِ راست اس لیے فیض حاصل نہیں ہوتا کہ مرید میں اربعہ عناصر اور شہوات نفسانی مانع ہوتے ہیں اور پیران منازل سے گزر کر واصل بحق ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کے وسیلہ سے فیض یاب ہونا یقینی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ پیر کی ہر دو طرف نسبت ہوتی ہے پس مرید کو چاہیے کہ اپنے پیر کے ارشاد کی تعمیل کو دین و دنیا کی بہتری کا سبب جانے۔ اگر حضوری میں ہو تو نسبت سے فیض یاب ہونا غنیمت جانے اور صحبت سے دُور ہو تو ارشاد کی تعمیل میں کوشش کرے اور ذکر و مراقبہ کی حالت میں تصوّر کے طریقہ سے صحبت حاصل کرے۔ اور سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، چلتے پھرتے، حتیٰ کہ کسی حالت میں بھی ذکر سے غفلت روا نہ رکھے۔

☆...... توبہ ہر شخص پر واجب ہے بقول باری تعالیٰ اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب، دیگر فرمایا۔ (پ۱۸ ع۱۰) اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔ اور فرمایا۔ (پ۲۸ ع۲۰) بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو (پ۲ ع۱۲) و بقول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہ سے توبہ کرنے والا اس آدمی کی طرح جس کا کوئی گناہ نہیں (مشکوٰۃ)

☆…… عوام کی توبہ ممنوعہ اشیاء سے باز رہنا اور گناہوں سے بچنا ہے۔ اور خواص کی توبہ اپنی حالت کی نگہداشت ہے۔

عام را توبہ بود از کارِ بد
خواص را توبہ بود از دیدِ خود

☆…… توبہ اس طرح کرے کہ بعد توبہ کرنے کے گناہ کا خیال ہی اس کے دل میں نہ آئے۔

☆…… توبہ کے بعد ایک صغیرہ گناہ کرنا توبہ کے پہلے ستر گناہوں سے بدتر ہے۔ کیونکہ توبہ کے بعد گناہ کرنا ایک توبہ کا توڑنا اور معاہدہ کی شکستگی ہے اور نقضِ عہد موجبِ نزولِ بلا اور سبب مسخ ہونے کا ہے۔ نقضِ توبہ سے بعض ایسی بلائیں اور آفتیں ظاہری اور باطنی نازل ہوتی ہیں کہ معاذ اللہ ان سے خلاصی ہی مشکل ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے قصّے مشہور ہیں۔ اور قرآن شریف میں بھی مذکورہ ہیں۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

نقض و مشاق و شکست توبہ ہا!
موجب لعنت بُود درِ انتہا
نقض توبہ عہد آں اصحابِ مست
موجب مسخ آمد و اہلاک و دہشت

مگر آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس اُمت میں جسم یا چہرے کا مسخ ہونا خداوند کریم نے روا نہیں رکھا۔ لہٰذا توبہ کے توڑنے سے ان کے دل مسخ ہو جاتے ہیں۔ اور دیگر بار توبہ کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ **معاذ اللہ استغفر اللہ**

☆…… مرید کو ہر حالت میں متوکل رہنا چاہیے۔ کام کاج میں مشغول رہے بیکار نہ بیٹھے۔ مگر رازق پروردگار کو سمجھے بلکہ خیال رہے کہ مولا کریم مقسوم رزق ہر حالت میں پہنچاتا ہے روزی کے لیے فرمانِ الٰہی کو کبھی ہاتھ سے نہ دے۔ کیونکہ مقسوم سے زیادہ ملنا محال بلکہ ناممکن ہے۔ اور نافرمانی کی وجہ سے خرابی دو جہاں میں مبتلا ہونا یقینی ہے، پس چاہیے کہ یقین کو چھوڑ کر موہوم کے لیے مصیبت میں مبتلا نہ ہوے۔

☆…… سب عبادتوں کا مغز اور مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ پس مرید کو چاہیے کہ کسی حالت میں بھی ذکر سے غافل نہ رہے۔ کیونکہ نماز عماد الدین اور مقصود اس سے بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور خدا کا ذکر سب سے بڑا ہے (پ۲۱ ع۱) دوسری جگہ فرمایا میری یاد کے لیے نماز پڑھا کرو (پ۱۶ ع۱۰) اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت اور حج سے بھی مقصود خدا تعالیٰ کا ذکر ہے۔ بلکہ اصل اسلام اور افضل ارکان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور یہ عین ذکر ہے۔ اور باقی جس قدر عبادات ہیں۔ سب ذکر ہی کی تاکید کے لیے ہیں۔ اگر ذرا غور کریں تو فوراً یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نماز بعض حالتوں میں جائز نہیں۔ حج خاص صورتوں میں فرض ہے۔ مگر ذکر کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ یاد کرتے ہیں خدا کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے یعنی ہر حال میں (پ۴ ع۱۱) اور دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے اور پست آواز سے صبح وشام یاد کرتے رہو اور غافل نہ ہونا (پ۹ ع۱۴) اور مزید فرمایا تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کرونگا۔ اس سے بڑھ کر ذکر کی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور چونکہ ذکر کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ اور ذاکر کا دل ذکر کی برکت اور نورانیت کی وجہ سے ماسوٰی سے پاک ہو جاتا ہے۔ جو عبادات کا اصل مقصود ہے۔ اس لیے سوائے فرائض کے مرید کو چاہیے کہ سب اوراد اور اشغال پر ذکر کو ترجیح دے اور ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے۔ تاکہ باری تعالیٰ ذکر کی برکت سے دین و دنیا کے مقصود میں کامیاب کرے۔

ذکر کی بے شمار فضیلتیں اور برکتیں حدیث شریف میں آئی ہیں۔ ذاکر ہر وقت آفت سے محفوظ ہے۔ ہر چیز مخلوقات میں سے اس کی تابع ہوتی ہے اور اس سے مرعوب اور بے شمار عجائباتِ الٰہی سے اس پر مکشوف ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت امام ہمام ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا تھا۔ اور ہفتہ میں ایک دفعہ تھوڑا سابقۂ صِدِ رُمق کھاتا تھا۔ میرے پاس کوئی شخص ہمیشہ آتا تھا اور آ کر السّلامُ علیکم کہتا۔ مگر میرے دیکھنے میں نہ آتا۔ میں صرف سلام کی آواز سُن کر جواب دے دیتا۔ ایک دن جب اُس نے السلامُ علیکم کہا۔ تو میں نے عرض کیا کہ اچھا ہوا گر تو اپنے آپ کو مجھ پر ظاہر کرے تاکہ مجھے

معلوم ہو جائے کہ تو کون ہے؟ اچانک ایک نہایت خوبصورت شخص ظاہر ہوا۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسلمان جن ہوں۔ جب کسی تم جیسے ذاکر کو دیکھتا ہوں تو دوست رکھتا ہوں۔ اور زیارت وسلام کے لیے حاضر ہوتا ہوں۔ اس کے بعد وہ جن ہمیشہ میرے پاس آتا رہا اور مجھ کو چند کلمات بھی اس نے سکھائے ایک دن میں نے اس سے کہا کہ چلو مسجد میں چل کر بیٹھیں اور چند باتیں کریں۔ چنانچہ مسجد کے آخری حصّہ میں ہم دونو جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مجھ سے کہا کہ لوگ مسجد میں موجود ہیں۔ اِن کو کس طرح دیکھتا ہے۔ تو میں نے کہا کہ بعض بیدار ہیں اور بعض سوئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اس نے میری آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے ملا۔ اور پھر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا تو نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا.

اور جو اللہ کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں (پ۲۵ ع ۱۰) یہ شیطان ہیں کہ جتنا کوئی شخص ذکر سے غافل ہے۔ اتنا ہی اس پر وہ مستولی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ (اس سے خدا کی پناہ) آپ فرماتے ہیں کہ وہ جن ہمیشہ میرے پاس آتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے ایک صدقہ کا لقمہ کھایا۔ اس کے بعد وہ میرے پاس نہیں آیا۔

☆...... عادات وعبادات میں کتاب وسنت کو علماء حنفیہ کی رائے کے مطابق اپناؤ اور عزیمت پر عمل کرو۔ شریعت وطریقت میں بدعت سے پرہیز کرو۔

☆...... ظاہر اور پوشیدہ ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہو۔ دولت مندوں کی مجلس اختیار کرنے سے بچو اور اپنے تمام اوقات کو اللہ ورسول کی فرمانبرداری اور عبادت سے آباد رکھو۔

☆......☆......☆

الدنیا مزرعۃ الآخرۃ

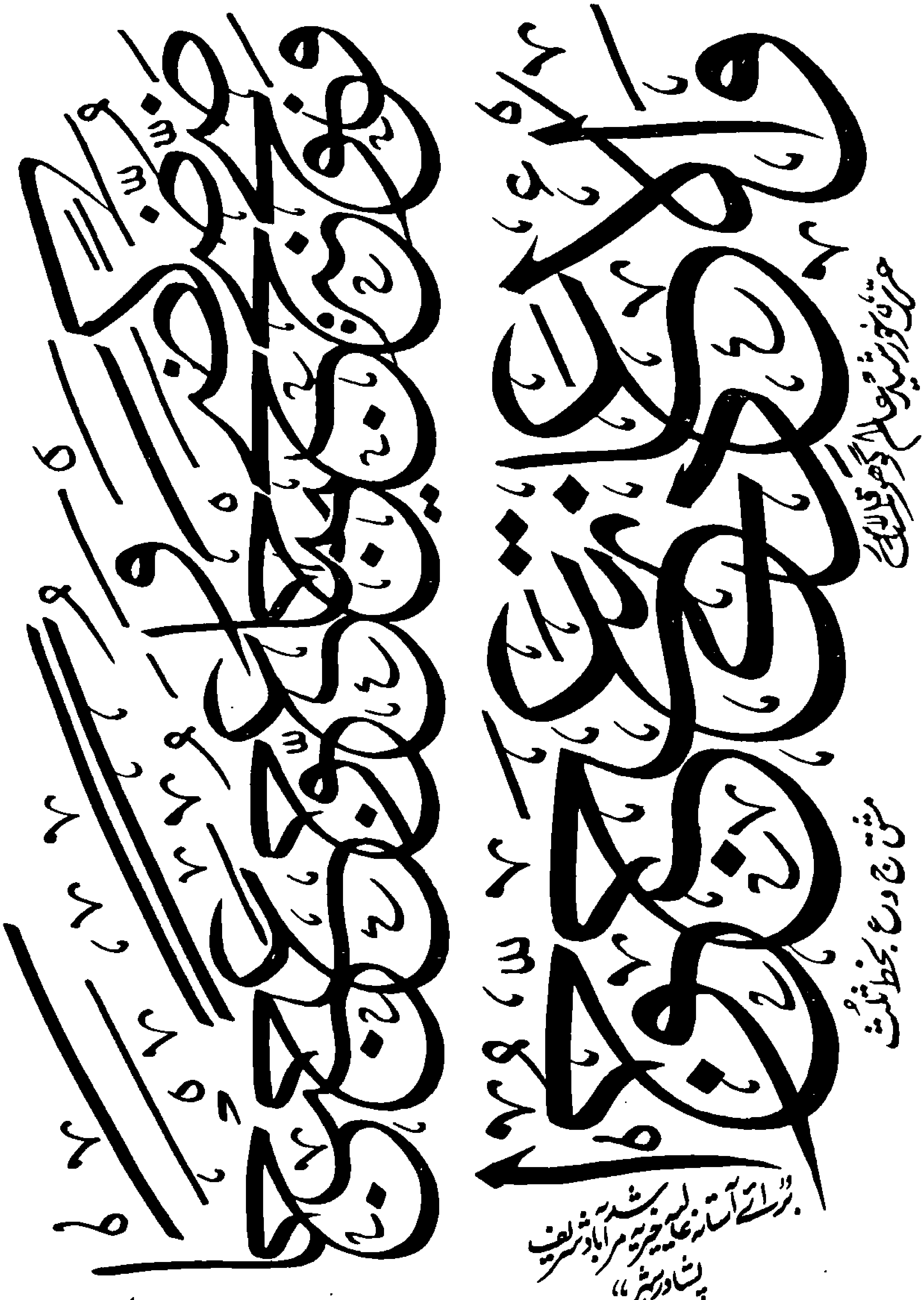
برائے آستانہ عالیہ رشیدیہ خیرمرآباد شریف
”پشاور شہر“

وضجّوا ضجّة كضجيجنا وعجّوا عجيجا والاعاذي تعجّجوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرزا مظہر جان جاناں، تصوف، ادیان و مذاہب کے درمیان گفتگو کا بہترین وسیلہ

ڈاکٹر محمد تعظیم

(جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، بھارت)

☆☆

مقالے کے مندرجات سے مکمل طور پر اتفاق نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ مقالہ نگار ہندوستانی ہیں اور ماحول کا اثر سوچ پر ہوتا ہے جو اس مقالے میں نظر آ رہا ہے۔ موصوف نے اپنے دعوے کے ثبوت میں غیر اہم مآخذ سے بھی رجوع کیا ہے جو مناسب نہ تھا۔ انہوں نے صوفیہ کرام کی وسعت قلبی اور حکیمانہ انداز تبلیغ کو ''ہندو مسلم اختلاط'' سے تعبیر کیا ہے لیکن اس حقیقت پر روشنی نہیں ڈالی کہ صوفیاے کرام کی ان کوششوں کے باوجود ہندوؤں کا طرز عمل کیا رہا اور انہوں نے مذہب کی بنیاد پر کیا کچھ نہیں کیا' مجموعی طور پر مقالہ محنت سے لکھا گیا ہے جس میں اسلام اور مسلمان صوفیہ کے بارے میں ہندوستانی سوچ کی وضاحت کی ہے۔ (مرتبین)

۱۸ ویں صدی ہندوستان کی تاریخ میں ایک لحاظ سے غیر معمولی صدی کہی جا سکتی ہے۔ اس زمانے میں ایک طرف جہاں مغل حکومت اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی وہیں ہندوستان میں سکھ' مرہٹے' افغان' جاٹ اور یوروپی طاقتیں مغلوں کے خلاف اپنی طاقت مستحکم کرنے کی جدوجہد میں مصروف اور آپس میں برسرپیکار تھیں۔ اس صدی میں کئی اہم شخصیات بھی پیدا ہوئیں۔ جنہوں نے ہندوستانی سماج پر اپنے گہرے نقوش مرتب کیے۔ ان میں ملا نظام الدین سہالوی بانی درس نظامی' شاہ ولی اللہ دہلوی' مرزا مظہر جان جاناں

وغیرہ غیر معمولی اہمیت کی حامل شخصیات ہیں۔ جو اپنے اپنے طور پر بالخصوص مسلمانوں اور بالعموم ہندوستان کی مشترک اقدار کا احیاء کرتی نظر آتی ہیں۔ اور یہ تینوں ہی شخصیات دامنِ تصوف سے وابستہ رہیں۔ شاہ ولی اللہ نے جہاں مسلمانوں کے مختلف مسالک کے درمیان تطبیق کی وہیں ملا نظام الدین سہالوی نے ایک ایسا نصاب ترتیب دیا جو مذہبی ہونے کے ساتھ ساتھ بقول شیخ محمد اکرام ایک سیکولر نصاب تھا اور ان کے مدرسہ فرنگی محل میں سنی و شیعہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندو حضرات بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

مرزا مظہر جان جاناں کی ولادت ۱۶۹۹ء میں ہوئی ان کے والد کا نام مرزا جان تھا جن کا تعلق اورنگ زیب کے طبقہ امراء سے تھا۔ مرزا مظہر کی وفات ۱۷۸۰ء میں ہوئی۔ آپ کے ہندو حضرات سے بھی مخلصانہ تعلقات تھے[1] جن کی زندگی شعر و ادب اور تصوف کے لیے وقف تھی۔ غیر معمولی نازک مزاجی اور دل گداختگی کے باوجود مرزا صاحب دقیقہ رسی، علمیت، مذاق سلیم، انصاف پسندی اور تصوف میں یگانہ روزگار تھے۔[2]

مرزا مظہر جان جاناں ہندوستان میں نقشبندیہ سلسلے کے آخری بڑے صوفی ہیں۔ آپ کے مکتوبات جو آپ نے اپنے مریدین و احباب کو تحریر کیے ہیں ان میں بعض مکتوبات میں آپ نے صوفیانہ و شرعی مسائل کی توضیح کی چنانچہ ان کے بعض خطوط سے اس دور کی بد نظمی اور سیاسی اتھل پتھل کے ساتھ تمدنی زندگی کی تفصیلات کا علم ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے ایک طویل مکتوب میں ہندوؤں کے آئین و مذہب کے بارے میں اپنی رائے تحریر کی ہے۔[3] اس مسئلے پر ایسا تفصیلی اظہار کسی مسلم بزرگ نے شاید ہی اس دور تک تحریر کیا ہو۔ اس مکتوب کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ ممالک ہند میں انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجے گئے۔
۲۔ یہ دین (ہندومت) پہلے ایک مرتب دین تھا اب منسوخ ہو گیا۔
۳۔ شرع اکثر انبیاء کے احوال میں خاموش ہے۔ اس لیے ہندوستان کے انبیاء کے حق میں خاموشی ہی بہتر نہ ہمارے لیے ان کی پیروی کرنے والوں کے لیے کفر و ہلاکت کا یقین لازم ہے اور نہ ہی ان کی نجات کا یقین ہمارے لیے واجب ہے۔
۴۔ ہندوؤں کا سجدہ، سجدۂ تحیت ہے نہ کہ عبودیت کیونکہ ان کے مذہب میں ماں باپ، پیر اور استاد کو سلام کے بجائے یہی سجدہ کیا جاتا ہے۔
۵۔ تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے۔

۶۔ متاخرین نے ہندومت میں جو تصرفات کیے ہیں وہ ساقط الاعتبار ہیں۔

مرزا مظہر جان جاناں کے ہندومت کے تئیں نظریات پر بحث سے قبل ضروری ہے کہ ان حالات و عوامل کا جائزہ لیا جائے جنھوں نے اٹھارہویں صدی کے ہندوستان میں ایسا ماحول بنانے میں مدد کی اور ایک نقشبندی صوفی ان خیالات کا اظہار کرنے پر آمادہ ہوا۔

ہندوستان میں اسلام کی شناسائی عرب تاجروں کے ذریعہ ہوئی جو ہندوستان کے مالابار اور کونکن کے ساحلی شہروں سے قبل اسلام سے ہی تجارت کرتے چلے آرہے تھے۔ سیاسی طور پر محمد بن قاسم کے ذریعہ فتح سندھ کے ساتھ ہوئی جو اموی سلطنت اور بعد میں عباسی سلطنت کا ایک حصہ بنا۔ وسطی ایشیا میں علاقائی ریاستوں کے قیام کے بعد محمود غزنوی نے پنجاب و سندھ کے علاقوں کو فتح کرکے غزنوی سلطنت کا حصہ بنایا اور لاہور کو اپنا پایۂ تخت۔ محمد غوری نے ۱۱۹۲ء میں شمالی ہند کو فتح کرکے ہندوستان میں مسلم سلطنت کی بنیاد ڈال دی۔ ہندوستان سے مسلمانوں کا رشتہ ابتدائے اسلام سے چلا آرہا تھا یہی وجہ تھی کہ شمالی ہند میں متعدد شہروں میں مسلمان سکونت پذیر تھے۔ ان میں بہت سے شہر جیسے لاہور، ملتان، بدایوں، اجمیر وغیرہ صوفیہ کے مسکن اور میدان عمل کے طور پر سامنے آئے اور پھر آہستہ آہستہ ہندوستان کے تمام بڑے شہروں یہاں تک کہ دیہات وقصبات میں بھی صوفیہ کی خانقاہیں بنتی چلی گئیں۔ جہاں رشد و ہدایت کے ذریعہ بلالحاظ مذہب وملت اور مسلک اصلاح ہو رہی تھی۔ اور جہاں صوفیہ ''الخلق عیال اللہ'' کے تصور کے ساتھ اسلام کا بین الاقوامی تصور پیش کر رہے تھے۔

جہاں تک صوفی کا تعلق ہے حضرت شیخ علی ہجویری لکھتے ہیں ''صوفی وہ ہے جس کا دل بشری کدورتوں اور مادی آلائشوں سے پاک ہو۔ جب کلام کرے تو حقائق و معارف کے موتی اس کے منہ سے جھڑیں اور جب خاموش رہے تو اس کی خاموشی سے سچی درویشی ظاہر ہو۔[۴] کیونکہ ''تصوف نفسانی لذتوں کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ یہ حق تعالی کی صفت ہے جس سے بندہ بقا پاتا ہے۔ تصوف نیک خصلت کا نام ہے جو شخص جس قدر بھی اچھے اخلاق رکھتا ہے وہ سب سے بہتر صوفی ہے۔[۵] حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں ''تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے جن سے آٹھ پیغمبروں کی پیروی ہوتی ہے:

۱۔ سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء ہے۔

۲۔ رضا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اقتداء ہے۔

۳۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی اقتداء ہے۔

۴۔ اشارات حضرت ذکریا علیہ السلام کی اقتداء ہے۔

۵۔ غربت حضرت یحیٰ علیہ السلام کی اقتداء ہے۔

۶۔ لباس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتداء ہے۔

۷۔ سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتداء ہے۔

۸۔ فقر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کا نام ہے اور یہ اصول عمل اور بندگی کے لیے بہت اچھے ہیں۔[۶] اور قرآن کریم کا ارشاد ہے ''خاص بندگان الٰہی وہ ہیں جو زمین پر جھک کر چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں چھیڑیں تو وہ بجائے جواب کے ان سے کہہ دیتے ہیں کہ اچھا خوش رہو۔[۷]

دراصل محبت ہی راز حیات ہے اور اس کی آگ اگر دل میں نہ ہو تو وہ گوشت کا ایک بے جان ٹکڑا ہے۔ محبت کے معنی یہ ہے کہ انسانی زندگی سمٹ کر ایک نقطہ پر آجائے اور خدا کے لیے جینا مقصد ہو۔ فکر و عمل کی بلندی راست بازی، خدمت خلق، سچائی اور صبر و شکر جیسی خوبیاں اسی جذبے کا نتیجہ ہیں۔ اور قلب انسانی میں یہ صفات خدا کی محبت پیدا ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ اور پھر مقصد یہ ہوجاتا ہے کہ انسان خود اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کرے اور دیگر لوگوں کو بھی مادی نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک و صاف کرے۔ بقول خلیق احمد نظامی

> ''اور یہ کام صرف وہی شخص کرسکتا ہے جس کا مذہبی وجدان پوری طرح نشو و نما پاچکا ہو، جس کی روح پر اسلامی رنگ چڑھ چکا ہو اور جس کی نگاہ حق و باطل میں امتیاز کرنے میں کبھی دھوکا نہ کھائے۔''[۸]

ہندوستان کی تاریخ میں اعلیٰ اخلاقی و انسانی اقدار کو پروان چڑھانے اور یکجہتی کی راہ ہموار کرنے میں صوفیہ کا حصہ ناقابل فراموش باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان خدا رسیدہ اور پاکیزہ نفس لوگوں نے ایک طرف شریعت و طریقت کی آبیاری کی تو دوسری طرف ہندوستانی تہذیب کے تخلیقی عمل میں بھی ایک مثالی و اہم کردار ادا کیا۔

دلی سلطنت کے نامور مورخ ضیاء الدین برنی نے ہندوستان میں ہندو اور مسلمان کو تصادم کی قوت تصور کیا اور اس بنیاد پر اس نے ہندوؤں کو واجب القتل قرار دیا اور سلاطین سے شریعت کا اطلاق ان پر کرانا چاہا۔ اس نے ہندوستان کو ''دارالسلام'' کی طرح دیکھنے کی کوشش کی۔ ہندوستان میں علماء کے درمیان بحث کا موضوع ''دارالحرب'' اور ''دارالسلام'' میں ہندوؤں کو کس درجہ کا شہری تصور کیا جائے بنا رہا۔ اس کے برخلاف صوفیہ نے ہندوستان کو ''دارالامن'' تصور کرتے اور مانتے ہوئے یہاں کے معاشرہ میں کام کیا۔ ہندو اور مسلمان کو انتشار و تصادم کے تناظر میں نہیں دیکھا بلکہ ان لوگوں نے ان دونوں قوتوں کو استحکام کی علامت جانا۔ جس کا نتیجہ تھا کہ اکبر و ابوالفضل نے ''غازیان اسلام و مجاہدین اسلام'' کی اصطلاح کے بجائے ''غازیان دولت'' اور ''مجاہدان دولت'' کے الفاظ سے یاد کیا۔ اکبر اور ابوالفضل کی اس سوچ کی بنیاد دراصل صوفیہ کا یہی کردار و عمل اور فکر رہی ہے۔ اکبر کی صلح کل کی پالیسی کو علماء طبقہ نے ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنایا۔ عہد اکبری کے جید عالم وصوفی، عبدالحق محدث دہلوی کی اکبر کی ''نام نہاد بدعات'' کے سلسلے میں خاموشی بڑی معنی خیز کہی جاسکتی ہے اور اس خاموشی کو اکبر کی صلح کل کی پالیسی کی خاموش حمایت تصور کیا جاسکتا ہے۔

دراصل اسلام نے واضح اعلان کر دیا تھا کہ ''لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ' تو پھر اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔ صوفیہ نے اس حکم کو سمجھتے ہوئے اپنے کردار سے اسلام کی وہ تصویر و تعبیر پیش کی جو اسلام کی روح کے عین مطابق تھی کیونکہ خدا کی صفت ''رحمت للعالمین'' ہے اور رسولِ خدا کو بھی ''رحمت للعالمین'' بنا کر بھیجا گیا رحمت المسلمین نہیں۔ صوفیہ نے بھی الخلق عیال اللہ'' کے تصور کے ساتھ معاشرہ میں کام کیا اور ہر طرح کے تعصب سے اپنے آپ کو دور رکھا۔ مخدم شرف الدین یحیٰ منیری نے واضح رائے دی کہ ''ہر وہ معاملہ جس کا جواز قرآن وسنت میں نہیں ہے ناجائز ہے۔ ہر وہ خواہش جو شریعت میں نہیں باطل ہے ہر وہ دلیل جو دین کی تائید میں لائے لیکن دینی نہیں محض باطل ہے اور ہر استعانت جو دین کی خاطر کی جائے لیکن دینی نہیں مردود ہے۔[9] ایک اور مکتوب میں اہل اقتدار کو مشورہ دیتے ہوئے مخدوم منیری لکھتے ہیں کہ ''امراء ملوک اصحاب منصب، ارباب قدر و منزلت کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کا سب سے نزدیک راستہ یہ ہے کہ وہ عاجزوں کی دستگیری اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کریں، چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچنے کی راہیں تو بہت سی ہیں لیکن سب سے نزدیک راہ دلوں کو راحت پہنچانا ہے۔ ان بزرگ سے کہا گیا ہے کہ جس شہر کے وہ رہنے والے ہیں اس کا بادشاہ شب بیدار ہے نفل نمازیں بہت پڑھتا ہے۔ نفل

روزے بھی رکھتا ہے۔ بزرگ نے فرمایا بے چارے نے اپنے کام کو تو کھو دیا لیکن دوسروں کے کام میں لگا ہوا ہے۔ لوگوں نے ان بزرگ سے پوچھا کہ آخر اس بادشاہ کا اپنا کام کیا ہے تو فرمایا! اس کا کام تو یہ ہے کہ طرح طرح کے کھانے پکوائے اور بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھلوائے۔ طرح طرح کے کپڑے سلوائے اور ننگوں کو پہنوائے اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کرے۔ حاجتمندوں کی دستگیری کرے۔ نفل نماز و روزے تو درویشوں کا کام ہے۔''۱۰ شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانی کا بھی یہی یقین اور تلقین ہے۔ وہ ذخیرۃ الملوک میں لکھتے ہیں۔'' خدا کی نعمت کافر اور مومن پر برابر ہے۔ ایسا ہی عدل اور احسان نیک و بد کے لیے مساوات پر ہونا چاہیے۔۱۱ وہ مزید لکھتے ہیں'' بادشاہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ عوام پر وہی احکام نافذ کرے جن کا نفاذ وہ اپنے اوپر کرسکتا ہو۔۱۲ مخدوم یحیٰ منیری کہتے ہیں اس دنیا میں قلم زبان مال و جاہ سے جہاں تک ممکن ہو محتاجوں کو راحت پہنچاؤ۔ صوم وصلوٰۃ ونوافل اپنی جگہ اچھی ضرور ہیں لیکن دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ سودمند نہیں۱۳ میر سید علی ہمدانی لکھتے ہیں'' مسلمان وہ ہے جس سے مسلمان محفوظ رہے اور مومن وہ ہے جس سے تمام مخلوق خدا محفوظ و مامون رہے۔''۱۴

واقعہ یہ ہے کہ ہندؤ مسلم اختلاط کا عمل قیام سلطنت سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ جس میں صوفی اور ان کی خانقاہوں نے اہم کردار ادا کیا ان صوفیہ کی خانقاہوں کے دروازے بلالحاظ زبان و رنگ و نسل مذہب و مسلک ہر ایک کے لیے کھلے تھے اور جہاں کوئی تفریق نہ تھی حسن سجزی لکھتے ہیں کہ'' شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں ہندو جوگی آتے تھے اور بیباکی کے ساتھ شیخ سے مذاکرے کیا کرتے تھے۱۵ فوائد الفواد میں مرقوم ہے کہ بابا فرید کی خانقاہ میں ہندو یوگی مستقل آتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے بھی ایک دفعہ ہندو یوگی سے، جو ماہر علم نجوم بھی تھا۔ اپنے مستقبل کے بارے میں جاننے کی کوشش کی تھی۔۱۶ صوفیہ اور یوگیوں کے درمیان مذاکرے عام بات تھی۔۱۷ اس زمانے میں بہت سے شہر صوفیہ ودانشوروں اور علماء کے مرکز بن گئے تھے جہاں مشترکہ اقدار جنم لے رہی تھیں۔ دہلی میں یہ بحث ہو رہی تھی کہ کافر اور کبیرہ گناہ کرنے والے (یکساں) ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے یا نہیں۔ جو ایک معتزلی نظریہ ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء اس کی نفی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اشعریہ مذہب میں آیا ہے کہ جو کافر اپنے خاتمے کے وقت ایمان پر ہو اس کا حال مومنوں کا سا رہے گا اور وہ مومن جس کا خاتمہ بخدا کفر پر ہو اس کا حال کافر کا حال ہے۔'' اس سلسلے میں مزید کہا کہ'' خواجہ حمید الدین سوالی نے ناگور میں ایک ہندو کے بارے میں بار بار

یہ بات کہی کہ یہ خدا کا ولی ہے۔[18] ظاہر ہے یہ سوچ اس بات کی غماز تھی کہ ان صوفیہ نے ہندوستان میں ہندو اور مسلمان اقوام کو انتشار اور تصادم کے تناظر میں نہیں دیکھا بلکہ صوفیہ کو علم تھا کہ ہندو قوم ایک خدا پر یقین و تصور رکھتی ہے اور اس یقین و تصور نے ہی ہندو یوگیوں اور مسلم صوفیہ کو قربت بخشی اور نتیجے کے طور پر گرونانک اور کبیر جیسی شخصیات سامنے آئیں اور ان سب نے مل کر معاشرے میں موجود خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی اور پھر حالت یہ ہوگئی تھی کہ ایک ہندو برہمن مسلمانوں کو اسلامی علوم کا درس دیتا تھا[19] بقول حسن سجزی ایک ہندو کلمہ پڑھتا تھا اور خدا کی وحدانیت اور رسولوں کی رسالت کا قائل تھا۔ حسن سجزی نے حضرت نظام الدین اولیاء سے دریافت کیا کہ اس کی عاقبت کیسی ہوگی تو جواب ملا کہ حق تعالیٰ اس کے بارے میں جو بھی فیصلہ فرمائے، چاہے تو معاف کردے چاہے عذاب دے۔[20]

شیخ عبدالقدس گنگوہی لکھتے ہیں ''یہ کیسا شور اور غوغا پھیلا دیا گیا ہے کہ کوئی مومن ہے کوئی کافر کوئی مطیع ہے کوئی گناہگار کوئی صحیح راہ پر اور کوئی بے راہ، کوئی مسلم کوئی پارسا کوئی ملحد، کوئی ترسا (سچ تو یہ ہے) کہ سب ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں[21] ظاہر ہے کہ یہ سوچ و فکر اسی مشترکہ اقتدار کی دین تھی مشترکہ تہذیب کے بڑے نمائندہ اور حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید خاص امیر خسرو سے سلطان المشائخ نے ہندی زبان میں بھی شعر کہنے کی تلقین کی تاکہ مسلمان ہندوؤں کی عام بول چال کی طرف راغب ہوں اور اجنبیت و دوری کا احساس مٹ جائے۔[22] صوفی حمید الدین ناگوری سوالی اپنے گھر میں ہندوی زبان میں ہی بات چیت کیا کرتے تھے اور جب ہندو حضرات ان سے ملاقات کے لیے آتے تو موصوف ان سے ہندوی زبان میں ہی گفتگو فرمایا کرتے تھے[23] حضرت بندہ نواز گیسو دراز سنسکرت زبان سے اچھی طرح واقف تھے۔[24] گیسو دراز ہندوؤں کی کسی بھی قیمت پر تذلیل برداشت نہ کرتے تھے[25] درویشوں کی بھی مجالس میں بت خانوں کا تذکرہ احترام سے کیا جاتا تھا اور بت خانوں میں صوفیہ کرام کا نام عزت سے لیا جاتا تھا۔[26] شیخ رکن الدین گنگوہی ایک یوگی بالی ناتھ سے اسرار توحید معلوم کیا کرتے تھے۔[27] رزق اللہ مشتاقی اور میاں طہ دونوں ہندوؤں کے علوم میں ماہر تصور کیے جاتے تھے۔[28] ان ہی اثرات کا نتیجہ تھا کہ محمد بن تغلق نے عملی اقدام اٹھاتے ہوئے نہ صرف ہندوؤں کو بلکہ برنی کی زبان میں کم اصل، رذیل و پیشہ ور مگر باصلاحیت افراد کو اعلیٰ عہدوں سے نوازا۔ حقیقت یہ تھی کہ مسلمان ہندوستان میں تعداد میں قلیل مگر سیاسی اقتدار کے مالک تھے۔ مسلمان و اسلام کی عظیم الشان تہذیب و روایات اور ہندوستانی تہذیب و تمدن کا ایک آمیزہ تیار ہو رہا

تھا۔ ساتھ ہی ساتھ عراق وعرب، ایران و توران کے علماء، فضلاء، صوفیہ، شعرا کی آمد جاری تھی جن کے باہم اشتراک سے ایک نیا معاشرہ جنم لے رہا تھا۔

صوفیہ کرام کا طرز عمل اور مسلک ''صلح کل'' تھا ہر مذہب ومسلک کے افراد کے لیے ان کی خانقاہوں کے دروازے کھلے تھے اس لیے ان کی خانقاہوں میں میٹھا چاول وکھچڑا پکایا جاتا تھا۔ ان کے یہاں ہندو، مسلم شیعہ سنی کی کوئی تفریق نہ تھی۔ ان کا مسلک انسان دوستی تھا۔ ان کی یہ روش نہ تو کسی وقتی مصلحت کا نتیجہ تھی اور نہ کسی سیاسی دباؤ کی وجہ سے تھی بلکہ الخلق عیال اللہ کے پیش نظر تھی۔ صوفیہ نے ہندوستان میں حادثہ کربلا کو لے کر عزاداری کی روایت کو پروان چڑھایا۔ عزاداری کی ان مجالس میں شیعہ کے ساتھ ساتھ سنی و ہندو حضرات بھی شریک ہوتے اور مرثیہ لکھتے۔ کربلا کے سپاہیوں کی یاد میں ہندو حضرات بھی دسویں محرم کو سبیل لگانے کا اہتمام کرتے۔ صوفیہ کے ایسے ہی طرز عمل کی بنیاد پر عہد اکبری کے عالم قاضی نوراللہ شوستری نے اپنی تصنیف مجالس المومنین میں تمام صوفیہ کا مذہب شیعیت قرار دیا ہے۔ کشمیر میں اسلام کے سب سے بڑے مبلغ میر سید علی ہمدانی کی تحریروں کی بنیاد پر ان کا مذہب طے کرنا کافی مشکل امر ہے۔ ہندوستان میں ان کی اولاد شیعہ اور سنی دونوں مذاہب کی پیروکار رہے۔ اس لیے فکروعمل کی یکسانیت اور یگانگت کا صحیح اندازہ تصوف کے میدان میں لگایا جاسکتا ہے۔

ہندوستان میں سہروردی سلسلے کے صوفیہ نے عوام وطبقہ امراء سے تعلق رکھے اور سلوک وتصوف میں تصانیف اور درس وتدریس پر زیادہ توجہ مرکوز کی جس کی وجہ سے وہ ایک عوامی سلسلہ نہ بن سکا۔ نقشبندیہ صوفیہ نے ذکروفکر کے ساتھ مریدین کی تربیت پر زور دیا تاکہ قلب وروح کی صفائی ہوسکے مگر یہ وعظ وپند اور اصلاح واحتساب کی حد تک رہا ہے۔ ان صوفیہ نے بھی امراء وعوام دونوں سے تعلقات رکھے۔ چشتی صوفیہ نے صالح اعمال پر زور دیا اس لیے انہوں نے کتابی علم کو ضروری سمجھا۔ اخلاق کی درستی اور مریدین کی تربیت کے لیے جماعت خانے تعمیر کیے لیکن امراء وسلاطین سے تعلق نہ رکھا۔ ان کے ذریعہ جاگیروں اور منصب کی پیش کش کو ہمیشہ قبول کرنے سے انکار کیا۔ خدمت خلق کے لیے اپنے تربیت یافتہ مریدوں کو خلافت دے کر مرکزی علاقوں میں بھیجا تاکہ عوام سے ہر حال میں گہرا اور سیدھا رشتہ بنایا جاسکے۔ اس کے لیے ضروری تھا تاکہ عوام کی سماجی زندگی سے مکمل واقفیت ہو ان کے فکرورجحان کا صحیح اندازہ اور زبان کا علم ہو

اس لیے ان کی زبان سے مکمل واقفیت ضروری تھی۔ گروگرنتھ میں موجود بابا فرید کا عارفانہ کلام جس میں تصوف کے لطیف مسائل کو بیان کیا گیا پنجابی زبان میں ہیں جو اس علاقے کی عوامی زبان تھی۔

صوفیہ کے اعمال ومجاہدات میں یوگا سے بھرپور فائدہ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری نے اٹھایا جنہوں نے سنسکرت کی کتاب ''امرکنڈا'' کا ترجمہ فارسی میں ''بحرالحیات'' کے نام سے کیا اس میں یوگا کے ان اعمال کا ذکر ہے جس کے ذریعہ جسم پر روحانی فتح حاصل کی جا سکتی ہے۔ حضرت شاہ عضدالدین امروہوی نے ایودھیا میں رہ کر سنسکرت کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی[۲۹]۔ داراشکوہ نے اسلامی فکر اور ہندوستانی فلسفے کی مشترکہ باتوں کو بڑے دلنشیں انداز میں ''مجمع البحرین'' میں بیان کیا۔ اس نے سرّ اکبر کے نام سے ۵۲ اپنیشدوں کا سنسکرت سے فارسی ترجمہ کیا۔

جہاں تک اسلامی تصوف اور ہندو فلسفے کی فکری ہم آہنگی کا سوال ہے تو ویدوں اور اپنشیدوں کے مطالعہ سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔[۳۰] اپنشید کے لغوی معنی کسی کے پاس باادب بیٹھنا ہے۔ تصوف میں اس کو ارادت کہا جاتا ہے۔ اپنیشد میں خدا کو ''ایکم ادویتم'' کہا ہے۔ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اپنیشد کے مطابق خدا ستیہ سیتم'' (حقیقت الحقائق) ہے۔ جیوتشم جیوتش (نوٌر علی نور) ہے قرآن نے اس کو یوں کہا کہ ''اَللّٰہُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرضِ اور مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح''۔ اپنیشد کے مطابق وہ ظاہر بھی ہے باطن بھی ہے۔ زمان ومکان اور علت ومعلول کی بندشوں سے آزاد۔ قرآن نے کہا ''ھو الاول ھو الآخر ھو الظاھر ھو الباطن۔ اپنیشد کہتے ہیں۔ خدا ''سروویاپی'' (محیط کل) ہے ''انتریامی'' (بھیدوں کا جاننے والا) ہے قرآن کہتا ہے ''یَعلَم مابَینَ أیدِیھِم وَماخَلفَھم اور وَاللّٰہُ مِن وَرَآئِھم مُّحِیطٌ۔ ''اپنشد کے مطابق اسے آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے۔ ''لَاتُدرِکہ الْاَبصَارُ وَھُوَیُدرِکُ الْاَبْصَارَ (اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں (البتہ) وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے)

ویراگ اور سنیاس بہترین طرز حیات ہے۔ صوفیہ نے ترک کا فلسفہ دیا کہ دنیا میں مسافر کی طرح رہو اور دنیا کی لذتوں میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ صوفیہ کے نزدیک حقیقی توحید ماسواء اللہ کا ترک کرنا ہے۔ کیونکہ خدا کی محبت کے ساتھ کسی دوسری چیز کی محبت دل میں نہیں رہ سکتی۔ اپنیشد کہتے ہیں کہ انسان کے حقیقی دشمن نفس امارہ‘ خواہشات نفسانی‘ غضب (کرودھ) حرص لالچ‘ گھمنڈ ہیں جو ان پر قابو پالے اسے نفس مطمئنہ

حاصل ہو جاتا ہے پھر اسے ہر چیز میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا بلکہ دوسروں کی خدمت کے لیے جیتا ہے۔ اپنیشد کے مطابق دھرم کی روح یہ جاننا ہے کہ ایشور میرے اندر جلوہ گر ہے۔ صوفیہ نے اس بات کو من عرف نفسہ فعرف ربہ۔ (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا کے ذریعہ ثابت کیا۔

اپنیشد کی تعلیمات کا خلاصہ سب سے پریم ومحبت اور دلی کینہ کپٹ' نفرت اور دشمنی سے پاک ہو جائے۔ تصوف کی تعلیمات کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ اسی لیے صوفیہ نے کہا الخلق عیال اللہ۔ جو کوئی اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی مخلوق سے نفرت کرتا ہے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

مندرجہ بالا مطالعہ کا حاصل ہندو' مسلم اختلاط کا لازمی نتیجہ تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے دین ومذہب کا مکمل علم رکھیں چنانچہ جب تقابلی ومعروضی مطالعہ وتحقیق ہوئی تو مندرجہ بالا حقائق سامنے آئے جس نے لوگوں کی فکر ورائے کو ایک نئی جہت دی جس کا اظہار مرزا مظہر جان جاناں نے اپنے مکتوب میں یوں کیا۔

> ''جاننا چاہیے کہ اہل ہند کی قدیم کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی پیدائش کے آغاز میں رحمت الٰہی نے ان کی دنیا اور عاقبت کی اصلاح کے لیے وید (بید) نامی ایک کتاب برہما نام کے ایک فرشتے کے ذریعے بھیجی تھی جو دنیا کی ایجاد کا وسیلہ ہے۔ یہ کتاب چار دفتروں پر مشتمل ہے اور احکام امر ونہی اور ماضی ومستقبل کی خبریں اس میں درج ہیں اس کے مجتہدوں نے اس میں چھ مذاہب نکالے ہیں اور اصول عقائد کی بنیاد اس پر رکھی ہے اور اسے دھرم شاستر کا نام دیا ہے یعنی فن ایمانیات جو علم کلام ہی ہے۔ نوع انسانی کو چار فرقوں میں تقسیم کیا ہے اس کتاب سے چار مسلک نکلے ہیں۔ ہر فرقے کے لیے ایک مسلک مقرر کیا ہے اور فروعی اعمال کی بنیاد اس پر رکھی ہے۔ اسے انہوں نے کرم شاستر کا نام دیا ہے یعنی فن عملیات جسے ہم علم فقہ کہتے ہیں۔[۳۱]
>
> مرزا مظہر آگے لکھتے ہیں۔ ''کسی کو قطعی دلیل کے بغیر کافر کہنا آسان نہیں سمجھنا چاہیے۔ اور ان کی بت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو

> اللہ کے حکم سے اس عالم کون وفساد میں تصرف رکھتے ہیں یا بعض کاملوں کی روحیں جو اجسام سے ترک تعلق کے بعد بھی اس دنیا میں تصرف رکھتی ہیں یا بعض زندہ حضرات جو ان کے خیال کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام کی طرح زندہ جاوید ہیں' ان کے بت بنا کر ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس توجہ کے سبب کے کچھ مدت کے بعد صاحب صورت سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں اس کی بنیاد پر دنیا و عاقبت کے تعلق سے اپنی حاجتیں پوری کر لیتے ہیں۔ یہ عملی ذکر رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے جو مسلمان صوفیہ کا معمول ہے کہ وہ اپنے پیر کی صورت کا تصور کرتے ہیں اور اس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے شیخ کا بت نہیں بناتے ہیں لیکن ہندوستان میں کفار عرب کے عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ تو بتوں کو اپنی ذات میں موثر اور متصرف کہتے ہیں۔ اور اللہ کے تصرف کا آلہ نہیں سمجھتے اور انہیں زمین کا خدا جانتے تھے اور خدائے تعالیٰ کو آسمان کا جو الوہیت میں شرک ہے۔[۳۲]

''پس معلوم ہوا کہ یہ مقبول (پسندیدہ) دین تھا جو اب منسوخ ہو گیا اور شرع میں سوائے یہود و نصاریٰ کے دین کے منسوخ ہونے کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں۔ حالانکہ ان کے علاوہ بھی بہت سے دین منسوخ ہوئے اور بہت سے پیدا اور ختم بھی ہوئے۔ اور جاننا چاہیے کہ آیت کریمہ کے مطابق:

وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَافِيهَا نَذِير.

(اور ہر امت میں کوئی نہ کوئی خوف دلانے والا ہوا ہے۔)[۳۳]

ایک دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ''

(اور ہر امت میں ایک رسول ہوا ہے۔)[۳۴]

مشہور ہے کہ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے اور ہر قوم پر صرف اپنے پیغمبر کی اطاعت واجب تھی نہ کہ دوسری قوم کے نبی کی۔[۳۵]

قرآن میں وارد ہوا ہے:

"مِنھُم مَّن قَصَصنَا عَلَیکَ وَمِنھم مَّن لَّم نَقصُص عَلَیکَ"

(سابقہ رسولوں میں سے کسی کے حالات تم سے بیان کیے اور کسی کے حالات بیان نہیں کیے)۳۶

قرآن اکثر انبیاء کے احوال کے بیان میں خاموش ہے اس لیے ہندوستان کے انبیاء کے حق میں خاموشی بہتر ہے نہ تو ہمارے لیے ان کی پیروی کرنے والوں کے کفرو ہلاکت کا یقین لازم ہے اور نہ ہی ان کی نجات کا یقین ہمارے لیے واجب ہے صرف حسن ظن رکھنا چاہتے۔ بشرطیکہ تعصب نہ ہو۔ ۳۷

ڈاکٹر محمد عمر، مرزا مظہر جان جاناں کے ان خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں مرزا مظہر کے اس خط کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ داراشکوہ کا وجود صفحۂ ہستی سے بہت پہلے اٹھ چکا تھا مگر ان کی روح اب بھی کارفرما تھی۔ اور مرزا مظہر کے خیالات دارا کے خیالات کی بازگشت تھے۔ ایسا گمان ہوتا ہے کہ مرزا مظہر نے داراشکوہ کی سراکبر کا مطالعہ کیا ہوگا۔ کیونکہ ان کا انداز بیان اور طرز فکر وہی ہے جس کا دارا نے "سراکبر" کے دیباچہ میں اظہار کیا ہے۔ اگر مرزا مظہر کے اس خط کو دارا سے منسوب کردیا جائے تو کسی کو اس بات کا گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ یہ خط کسی اور صاحب فکر کا بھی ہوسکتا ہے۔ ۳۸ پروفیسر محمد مجیب بھی مرزا جان جاناں کی ہندو، مسلم نظریات میں اتحاد پیدا کرنے کی خدمت کا اعتراف کرتے ہیں۔ ۳۹

اس تناظر میں مرزا مظہر جان جاناں کے اس مکتوب میں مذاکرہ خیالات کے تدریجی ارتقاء کا اندازہ بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے مرزا مظہر کے عہد تک آتے آتے ہندو مسلم تعلقات ایک جان دو قالب کا انداز اختیار کر چکے تھے۔ یہی وہ سوچ تھی جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی۔ اور ایک ایسی عظیم الشان مشترکہ تہذیب وروایت کو جنم دیا جس نے ہندوستان کو ایک دھارے میں باندھ کر مستحکم ومضبوط بنایا۔ ہندو اور مسلمان کو اتحاد ویگانگت کے مضبوط دھاگے میں باندھنے کی کوشش کی جو اس زمانے کے سیاسی حالات کا تقاضا بھی تھا۔ تاکہ بکھرتے ٹوٹتے ہندوستان کو متحدہ ہندوستانی قومیت کی شکل میں بنائے رکھا جاسکے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے حصول علم کو فرض قرار دیا۔ لیکن علم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مزید محنت وریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی محنت وریاضت کے بعد علم کی مکمل تفسیر وتعبیر کی مثال ہمیں صوفیہ

کے یہاں دیکھنے کو ملتی ہے جن کی خانقاہوں میں یہ کام انجام دیا جارہا تھا ان صوفیہ نے ہندوستان میں امن و آشتی و انسان دوستی کو اپنا مسلک بنا کر اصلاح معاشرہ کا کام انجام دیا۔ نسل انسانی کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہادی عالم حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا تھا اسی مقصد کے لیے ہزاروں انبیاء کو دنیا کے مختلف علاقوں میں مبعوث فرمایا۔ اس آخری بعثت کے بعد اس کام کو اہلبیت رسول، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیائے کرام و صوفیائے عظام نے اپنا نصب العین بنا کر انجام دیا۔ اخوت و مساوات اور انسانیت کی مثالیں قائم کیں۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱......مقامات مظہری' ص ۱۲۷
۲......رود کوثر ص_۲۴۵
۳......مقامات مظہری ص ۱۹۷_۱۲۸
۴......کشف المحجوب ص_۳۸۴' ۴۳
۵......کشف المحجوب ص ۳۸۵' ۴۹
۶......کشف المحجوب ص ۴۵
۷......القرآن سورہ الفرقان آیت ص ۶۳
۸......تاریخ مشائخ چشت ص ۲۳
۹......بزم صوفیہ ص ۴۲۱، معدن المعانی ص ۲۵۵
۱۰......بزم صوفیہ ص ۴۲۲_۴۲۱ مکتوبات ص ۴۸۹
۱۱......ذخیرۃ لملوک ص ۱۸۷
۱۲......ذخیرۃ الملوک ص ۱۸۱
۱۳......بزم صوفیہ ص ۴۲۴
۱۴......ذخیرۃ الملوک ص ۴۳
۱۵......فوائد الفواد ص ۱۴۴
۱۶......فوائد الفواد ص ۱۴۴
۱۷......فوائد الفواد ص ۱۵۳_۸۴

۱۸......فوائد الفواد ص ۱۱۸

۱۹......بدایونی جلد ا۔ ۳۲۳

۲۰......فوائد الفواد ص ۲۳۲

۲۱......مکتوبات شیخ عبدالقدوس گنگوہی ص۔ ۲۰۵ منقول از سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص۔ ۴۴۹

۲۲......نظامی بنسری خواجہ حسن نظامی ۳۰

۲۳......مرور الصدور ورق ص ۸۳۵

۲۴......جوامع الکلم ص ۱۹۹

۲۵......جوامع الکلم ص ۱۱۹

۲۶......درر نظامی مولانا محمد بن چاند، مترجم حسین علی نظامی مطبوعہ ۱۹۳۵ء۔ ص ۱۴۱

۲۷......لطائف قدوسی ص ۴۷

۲۸......واقعات مشتاق ص ۱۱۳

۲۹......تصوف اور ہندوستانی معاشرہ ص ۴۲۔ ۴۱

۳۰......تفصیل کے لیے دیکھیے نثار احمد فاروقی کا مضمون تصوف اور ویدانت مشترک قدریں منقول از تصوف اور ہندوستانی معاشرہ، احمد آباد ۱۹۹۸ء۔ ص ۳۹

۳۱......مقامات مظہری ص ۴۹۴، مکتوب نمبر ص۔ ۱۴ ارئیس کفار ہند کا بیان

۳۲......مقامات مظہری ص ۴۰۰

۳۳......القرآن سورہ فاطر ۳۵/۲۴

۳۴......القرآن سورہ یونس۔ ۱۰/۴۷

۳۵......مقامات مظہری ص ۴۹۹

۳۶......القرآن سورہ غافر ۴۰/۷۸

۳۷......مقامات مظہری ص ۵۰۰۔ ۴۹۹

۳۸......ڈاکٹر محمد عمر ہندو تہذیب اور مسلمان برہان دہلی جون ۱۹۲۸ء۔ ص ۳۸۱۔ اس قسم کے خیالات کا اظہار اطہر عباس رضوی نے بھی کیا ہے۔ دیکھیے Rizvi SAA Shah Wali-Allah and Astralia 1980 P-332

۳۹......M. Miyceb: The Indian-London 1967

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ملفوظات مرزا مظہر جانِ جاناں

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

حضرات اہل اللہ کی صحبت اور ان کے تذکروں سے انسانوں کو ہدایت کی روشنی ملتی ہے......ان کے ارشادات وملفوظات بھی ہدایت ہی ہدایت ہیں جن سے ہزاروں بن گئے ہزاروں بن رہے ہیں......حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں علیہ الرحمۃ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور شیخ طریقت اور عارف کامل تھے' آپ کے ملفوظات نشانِ ہدایت ہیں......آپ کا تذکرہ جہانِ امام ربانی کی اقلیم چہارم میں ہو چکا ہے یہاں صرف ملفوظات عالیہ پیش کیے جارہے ہیں جو کہ آپ کے نامور خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ کی تالیف ''مقاماتِ مظہری'' سے ماخوذ ہیں......

☆......ایمان مجمل یعنی کہ ''میں خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لایا۔ اور نیز جو کچھ پیغمبر خدا سے لائے اور خدا ورسول کے دوستوں سے محبت اور دشمنوں سے نفرت رکھتا ہوں'' جو نجات کے لیے کافی ہے۔ ہر مسئلہ کو دلائل سے ثابت کرنا متبحر علماء کا کام ہے۔ عام مسلمان اس کے مکلّف نہیں ہیں۔

☆......ائمہ اہل بیت سے اظہار محبت اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کی یکساں تعظیم لازم ہے اور یہی صراط مستقیم ہے جو قیامت کے دن پل صراط کی صورت میں نمودار ہوگی جو دنیا میں اس سیدھی راہ سے منحرف نہیں ہوگا وہ قیامت کے دن اس سے استقامت کے ساتھ گزر جائے گا۔

☆......تمام اولیاء اللہ کی تعظیم اور تمام مشائخ رحمۃ اللہ علیہم سے محبت بھی لازم ہے اگر نفع واستفادہ کی خاطر اپنے پیر کی افضلیت کا نظریہ اختیار کر لے تو یہ فرط محبت سے بعید نہیں ہے شاید

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے حق میں کہ جنھوں نے ایک نیا طریقہ رائج کیا اور اپنے طریقے کے مقامات وکمالات بکثرت تحریر فرمائے ہیں۔ اور آپ کے برگزیدہ اصحاب ان مذکورہ مقامات وواردات کو پہنچے ہیں جو ہزاروں سے بھی زیادہ ہیں اور ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ ان کا اقرار ہزاروں علماء اور عقلاء نے متواتر کیا ہے۔ (اس کے باوجود) انہیں اولیا کی برابری یا ان کی اکابر مشائخ رحمۃ اللہ علیہم پر افضلیت کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اکابر دین آپ (حضرت مجدد قدس سرہ) کے مشائخ میں سے تھے۔

☆......ان ایام میں لوگوں کے لیے احکام خداوندی پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ معاملات تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے۔ اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتویٰ ظاہر پر عمل کرے اور امور جدیدہ اور بدعات سے اجتناب کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے۔

☆......**السماع یورث الرقۃ والرقۃ یجلب الرحمۃ** (سماع رقت بخشتا ہے اور رقت رحمت کا سبب ہے)۔ پس جو چیز رحمت الٰہی کا باعث ہو وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے؟ مزامیر کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ مگر خوشی کے موقع پر دف بجانا مباح ہے اور بانسری کا استعمال مکروہ ہے۔ حضرت رسول خدا ﷺ ایک جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ بانسری کی آواز آئی تو اپنے کان مبارک بند کر لیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بھی ہمراہ تھے آپ ﷺ نے انہیں سماع سے منع نہ فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ اس سماع سے اعتراض کرنا ہی کمال تقویٰ ہے۔

☆...... چونکہ نقشبندی بزرگوں کا عمل عزیمت پر معمول ہوتا ہے۔ اس لیے وہ رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور سماع سے بھی پرہیز۔ کیوں کہ غنا کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ مختلف فیہ کو ترک کرنا ہی بہتر ہے۔ اور اس طرح کمال تقویٰ سے ذکر خفی اختیار کیا اور ذکر جہر موقوف کر دیا۔

☆......توحید وجودی کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں۔ شرع اس باب میں خاموش ہے۔ صوفیاء کرام نے اسے از روئے کشف ووجدان جو احوال محبت کے غلبہ کی وجہ سے معذور ہیں۔ رسائل توحید اور معنی ''لاموجود الا اللہ'' کے خیال سے توحید حاصل کرنے کی کوشش ارباب معرفت کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

☆......اللہ تعالیٰ جب چاہے کہ مخلصین کو اخلاص میں ثابت قدم اور ان کی بزرگی میں ترقی ہو تو افاضہء فیوض اور حل مشکلات ان کے پیر و مرشد واقعات (مکاشفات و خواب) میں دکھائے جاتے ہیں اور بعض اوقات اس بزرگ کے لطائف اس کی صورت میں متمثل ہو کر ان کے کاموں کو پورا ہونے کا وسیلہ بنتے ہیں اور کبھی اس بزرگ کو اس معاملہ کی اطلاع بھی ہو جاتی ہے۔

☆......اس طریقہ (نقشبندی) میں پیری و مریدی محض بیعت، شجرہ اور کلاہ نہیں ہے بلکہ مرشد کی صحبت میں رہ کر ذکر قلبی، حصول جمعیت اور توجہ الی اللہ کی تعلیم بھی لازم ہے۔

☆......اشغال طریقہ اختیار کرنا غلبہء محبت الٰہی کے حصول ہے۔ کبھی فرط محبت محض عنایت الٰہی ہوتی ہے۔ لیکن ذکر دوام باشرائط، طریقہء دوستان خدا میں فرض ہے تمام مرادات کا ترک کرنا اور بکثرت ذکر کرنا چاہیے۔ کیونکہ دل ذکر کثیر کے بغیر نہیں کھلتا۔ ذکر کرتے وقت اگر کوئی کیفیت یا بے خودی حاصل ہو تو اسے محفوظ رکھنا چاہیے، اور اگر کچھ ظاہر نہ ہو، تو پھر بہت عاجزی اور افتقار کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے۔ اس طرح اشغال کا التزام کرنا چاہیے تاکہ کیفیت دوام حاصل ہو جائے۔

☆............اوقات کو ذکر اور عبادت سے معمور رکھنا چاہیے۔ اپنی قوت مدرکہ کو ماسوا اللہ کی طرف توجہ کرنے سے پاک رکھنا چاہیے۔ اپنی توجہ و ہمت اسم مبارک ''اللہ'' کے مفہوم کے سوا جس پر کہ ہم ایمان لائے ہیں، کسی اور چیز پر صرف نہیں کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ ملکہء حضوری میں راسخ ہو جائے۔ اور دین کامل جو اسلام، ایمان اور احسان ہے، حاصل ہو جائے۔ جس وقت دل کی طرف خیال کرے اسے حق سبحانہ کی طرف متوجہ پائے۔ اس اثنا میں اگر دیگر ذوق و شوق اور کیفیات حاصل ہو جائیں تو یہ مزید عنایت الٰہی ہے۔ ورنہ کار اصل مرتبہ حضور و آگاہی کا حصول ہے۔

☆......ایسا دل سلیم پیدا کرنا چاہیے جس میں غیر اللہ کا گزر نہ ہو واقعات و خواب چنداں قابل اعتبار نہیں ہیں کیونکہ ان میں بہت اشتباہات پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی اتباع سنت کا نور، نور ذکر، نسبت مرشد، کثرت درود، خدمت سادات، درس حدیث اور کبھی تصدیق و اخلاص رسول خدا ﷺ کی صورت مبارک میں نمودار ہوتے ہیں۔ اس طرح اولیاء کی خدمت میں مناسبت کے روابط ان اکابر کی صورتوں میں متصور ہوتے ہیں۔ اور کبھی اخبار مشہورہ اور مقررات واقعہ کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ یہ تمام شعبدے دل کو سرور بخشتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی نہیں ہیں مگر حضرت رسول خدا ﷺ کی زیارت

اور اولیاء کا دیدار احوال، انوارِ باطن اور توفیقِ اطاعت کو زیادہ کرتا ہے۔ واقعات نفس الامر کے مطابق ہوتے ہیں جو بڑی کامیابی ہے۔

☆......حضرت رسول خدا ﷺ کی زیارت رویت الٰہی جسے تجلی صوری کہا گیا ہے، خدائے عزوجل کی نعمت ہے۔ خواہ وہ کسی قسم سے ہوں راسخ مناسبت سے بشارت دینے والی ہیں:

هنيئاً الارباب النعيم النعيمهم

(نعمت والوں کے لیے ان کی نعمتیں مبارک)

☆......غلبہء خواطر کے وقت جناب الٰہی میں التجاء وزاری کرنا چاہیے۔ مرشد کی صورت کو توجہ کا مرکز بنا کر اس کے وسیلے سے باطنی امراض کے ازالہ کے لیے التجاء کرنی چاہیے۔

☆......افتقار وانکسار کی صفت کا ہونا لازم ہے، اور لوگوں کے ظلم وستم صبر وتحمل سے برداشت کرنے کی عادت پیدا کرنی چاہیے:

چیست معراج فنا این نیستی
عاشقاں را مذہب و دین نیستی

نگاہ بلند ہونی چاہیے مجازی امور کو تقدیر جانتے ہوئے چوں وچرا نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت رسول خدا ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی خطا ہو جاتی اور اہلبیت اسے ملامت کرتے تو حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے اسے کچھ نہ کہو اگر مقدر ہوتا تو کیا وہ ایسا کرتا؟

☆......ان تمام تکلفات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کے مکارم صفات کے مطابق تہذیب اخلاق کی جائے کیونکہ ''حضرت ﷺ'' کا خلق، خلق عظیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

بعثت لاتمم مكارم الاخلاق

(میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق تمام کروں)

☆......نفی واثبات کے ذکر کی ورزش سے بشری صفات کم ہو جاتی ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر بری عادت کا جدا جدا تکرار کلمہ طیبہ میں کلمہ لا سے چند روز تک نفی کرے۔ اور اس کی جگہ خدا کی محبت ثابت کرے یہاں تک کہ وہ بری خصلت زائل ہو جائے۔ نفسانی خواہش کے برعکس مقامات سلوک

حاصل کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ بری خصلتیں نیک اوصاف میں تبدیل ہو جائیں۔

☆......حق تو یہ ہے کہ بری صفات تصفیہ وتزکیہ کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کا مکمل خاتمہ ممکن نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا تو سچ مان لو لیکن اگر یہ سنو کہ کسی کی جبلت بدل گئی ہے تو باور نہ کرو " **لاتبدیل لخلق اللہ** "(خدا کی خلقت میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہے)۔

☆......فنا اور اطمینان نفس کے بعد تسلیم ورضاء سالک کا وصف بن جاتا ہے۔ اور فناء قلب میں غلبۂ محبت کی وجہ سے سبب اِفعال لوگوں سے مسلوب ہوتے ہیں اور فاعل حقیقی کے سوا سالک کے شہود میں کچھ نہیں رہتا۔

☆......کھانے پینے، سونے جاگنے اور اعمال وعبادت میں توسط اور حد اعتدال رکھنا مشکل کام ہے۔ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اپنے اوقات کار حضرت خیر البشر ﷺ کی سنت کے مطابق منضبط کیے جائیں۔ انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہر کام میں حد اعتدال حاصل کرنے کے لیے ہے۔ ہر کام میں " **لِيَقُوْمَ النَّاسَ بِالْقِسْطِ** " (تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں) نص قطعی ہے۔

اس باب میں آپ فرماتے ہیں کہ مبدا فیاض کی طرف دوام توجہ سے اس قدر فیوض وبرکات سے فائز ہوتا ہے کہ 'باطن' انوار اور کیفیت محبت سے لبریز ہو کر بہنے لگتا ہے۔ فرماتے ہیں اپنے اعمال کی کوتاہی کو پیش نظر رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی سابقہ محض عنایت کو دیکھنا اس راستے کے کارگزار کے لیے معاون ہے۔ خواہ کتنا ہی عمل کرے پھر بھی استغناء اور صفت کبریاء میں مصروف رہے۔

☆......گناہ کا عذر اور امید واثق کو قبولیت کا وسیلہ بنائے۔ تھوڑے سے گناہ کو بہت زیادہ خیال کرے۔ قلیل نعمت بے شمار خیال کرتے ہوئے شکر ورضا اختیار کرے۔

☆......سالکوں ہزار بار درود اور کثرت استغفار لازم ہے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے مکتوبات جو کہ مسائل شریعت، اسرار طریقت، معارف حقیقت، نکات سلوک، حقائق تصوف اور انوار نسبت مع اللہ پر مشتمل ہیں، عصر کے بعد دائمی درس لینا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے سعادت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

☆......دعاء حزب البحر، وظیفہ صبح شام اور ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم حل مشکلات ہر روز پڑھنا چاہیے۔ تہجد کی نماز میں دس یا بارہ رکعتیں مع سورہ اخلاص اور سورہ یٰسین یا جس قدر آسانی سے ہو سکے پڑھے۔ اشراق کی نماز چار رکعت اور نماز چاشت میں چار یا چھ رکعت اور زوال میں بھی چار

رکعت ایک سلام سے سنت مغرب کے بعد چھے یا بیس رکعت اور عشاء کی سنت کے بعد چار رکعت سنت عصر اور تحیۃ الوضو بھی لازم ہونا چاہیے۔ تلاوت قرآن مجید ایک جز، کلمہ تمجید اور کلمہء توحید سو سو مرتبہ اور سبحان اللہ وبحمدہٖ صبح اور سوتے وقت سو مرتبہ کریں۔ احادیث صحیحہ سے جو موقتہ دعائیں ثابت ہیں ان کا ورد بھی معین کرنا چاہیے۔ لیکن ان تمام اعمال میں حضور قلب کا ہونا لازم ہے۔

☆......فنا کا حصول جس کی علامت ماسوا اللہ سے بے شعوری اور کی طرف دائمی توجہ ہے۔ اگرچہ اس طریقہ میں جلدی حاصل ہوتی ہے۔

جس میں لیکن اس مرتبہ کا متحقق و مثبت ہونا جس میں ماسوا اللہ کے بھول جانا اور علاقہ ''علمی وجبی'' کو دل سے قطع کرنا عرصہ دراز کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

اس طریقہ کے مقامات کے حصول کے لیے میں نے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تیس سال خدمت کی اور تیس سال سے زیادہ طالبان حق عزوجل کو طریقہ کی تلقین میں مصروف ہوں، ساٹھ سال میں حضرت سید (نور محمد بدایونی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہات سے میں فنائے قلب سے مشرف ہوا اور اس مدت میں بڑی کوشش سے باطنی شغل کرتا رہا ہوں۔ اب فنائے قلبی کے آثار جیسے کہ چاہیے ظاہر ہو رہے ہیں۔

☆......کمال فنا کے ظہور سے بارہا یہ یقین ہوا کہ میں اس جہان سے انتقال کرنے والا ہوں اور اگر اس وقت کوئی آ کر سلام کہتا تو ایسا لگتا کہ جیسے کسی نے قبر پر آ کر سلام تحیہ کہا ہے۔ ایک مرتبہ مجھے اس سے آفاقہ ہوا تو گمان گزرا کہ میں ابھی زندہ ہوں اور ابھی رخت سفر بادھنے کا وقت نہیں آیا۔

☆......فنا کے ظہور کے وقت قصور کی دید اس قدر غالب ہوتی ہے کہ اس موقع پر لوگوں کا خدمت اور تعظیم کرنا تعجب کا باعث بنتا ہے، چنانچہ ایک دن حضرت شاہ غلام علی آپ کے حضور میں حاضر تھے۔ اور پنکھا کر رہے تھے اس وقت سختی سے منع کر دیا۔ لیکن دوسرے روز خود حکم دیا کہ پنکھا کرو۔ فرمایا کہ گزشتہ روز نسبت فنا کا ظہور تھا، میں نے خیال کیا کہ تم تمسخر کے طور پر یہ کام کر رہے ہو۔ اس لیے میں نے سختی سے منع کر دیا۔ اس وقت نسبت بقا کا ظہور ہو رہا ہے اور میرے باطن پر عزمت وکبریائی الٰہی کی تجلی جلوہ گر ہے اس لیے اگر تمام دنیا اس کی تعظیم کے لیے اٹھے تو پھر بھی اس مرتبہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

☆......تجلیات الٰہیہ کی شناخت جو ارباب محبت و معرفت کے باطن پر وارد ہو، کی شناخت دشوار کام ہے۔ نظر بصیرت تیز درکار ہے تا کہ تجلیات کی کیفیات جدا جدا معلوم کر سکے۔

☆......مقامات طریقہ کے حصول کے بعد سالک کے احوال مختلف تصویروں والے مرقع کی طرح ہو جاتے ہیں۔ کبھی مقامی نسبت ظہور کرتی ہے اور وہ اپنی کیفیات میں اسے محظوظ کرتی ہے، اور کبھی نسبت مقامی دوسرا پرتو ڈالتی ہے۔ تو اس وقت اس کی کوئی اور ہی حالت ہوتی ہے لیکن جب متوسلان خاندان احمدیہ کی نسبت اپنے کمالات اور عروج کو پہنچتی ہے تو سالک (متوسل) اس کی لطافت و بے رنگی کی وجہ سے ادراک نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ لطافت اور صفا تمام مقامات سافلہ کو متاثر کرتی ہے اور کیفیات کو چھپا لیتی ہے۔ اور وہ واقعات و خواب جو اس طریقہ کے اطفال (مبتدی) کے لیے دل خوش کن ہوتے ہیں کم ہو جاتے ہیں وہاں محض لاعلمی اور دشواری ہی ہوتی ہے۔

☆......خلوت میں بیٹھ کر باطنی نسبت کی حفاظت اور مبداء فیاض پر دائمی توجہ رکھنی چاہیے۔ اپنے اوقات ادائے اعمال ظاہری سے معمور رکھنے چاہییں کیوں کہ اعمال کا نور جمعیت، صفائی نسبت حضور اور آگاہی کا سبب ہوتا ہے۔

☆......ہمیشہ کے مراقبے سے نسبتِ باطنی میں قوت ملک و ملکوت کی اطلاع اور مہربانی کی نظر سے دلوں کو نوازنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ ذکر تہلیل کی کثرت سے صفات بشریت کی فنا، کثرت درود سے اچھے واقعات، کثرت نوافل سے انکسار اور عاجزی اور کثرت تلاوت سے نور و صفا حاصل ہوتا ہے۔ ذکر تہلیل معنوی لحاظ سے اس طریقہ میں مفید ہے اور صرف لفظ کی تکرار ہی آخرت کے ثواب کا سرمایہ اور برائیوں کا خاتمہ کرتی ہے۔

☆......حبس نفس سے نفی و اثبات کا ذکر تین سو بار سے کم کیا جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ جس قدر زیادہ کیا جائے اتنا ہی مفید ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبس نفس کے لیے ذکر کی شرط نہیں رکھی ہے بلکہ اس کا صرف مفید ہونا فرماتے ہیں۔ لیکن ذکر دوام، وقوف قلبی اور مبداء فیاض پر توجہ کو اپنے طریقہ کا رکن مقرر کیا ہے۔

☆......پہلے دل کا ذکر ضروری ہے جب ذکر میں کچھ طاقت آ جائے اور اسم ذات کی آواز خیال کے کان سے سننے لگے تو پھر ہر نفس میں ذات الٰہی کی توجہ اور آگہی رکھنی چاہیے۔ جب کوئی خطرہ دل میں

آئے تو اسی وقت اسے روکنا چاہیے تاکہ نفس کی خواہش اور وسوسے ہنگامہ برپا نہ کریں۔ کیونکہ ہجوم خواطر فیض کے ورود کے مانع ہوتا ہے، یہی ''ہوش در دم'' ہے۔

☆......اسم ذات کی کثرت سے جذبہء الٰہی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ نفی و اثبات سلوک کے راستے کا فاصلہ طے کرنے کے لیے مفید ہے۔

☆......باطنی حالات کی کیفیات کا ادراک مرتبہ ولایات میں محظوظ کرتا ہے۔ لیکن کمالات نبوت میں باطن کا وصف لاعلمی اور دشواری کے سوا کچھ نہیں ہوتا اگرچہ مقامات فوق میں لطافت و بے رنگی لازم ہے حاصل کلام یہ ہے کہ کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔

☆......نسبت مجددیہ کی لطافت و بے رنگی لوگوں کے انکار کا سبب ہوتی ہے لہٰذا جب سالک کی سیر کمالات کو پہنچتی ہے تو مجھے تردد ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ طریقہ ہی ترک کر دے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ اگر عمر نے وفا کی تو سالکوں کو مقامات سافلہ سے مقامات عالیہ پر پہنچا دوں گا۔ اصل مقصد تو خدا کا بندہ اور سنت کا متبع ہونا ہے۔ جو ہر مقام میں حاصل ہے۔

☆......یقین وطمانیت مقامات عالیہ مجددیہ کی طلب کے دوران زیادہ ہوتا ہے، اس کے بعد مقصود سے اتصال بے کیف پیدا ہوتا ہے:

اتصال بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را با نوع ناس

اس وقت کوئی ذوق وشوق اور حضور اس کی برابری نہیں کرسکتا۔

☆......وصول کمالات کی راہ عنقریب بند ہونے والی ہے۔ اور طریق ولایات پامال ہو جائیں گے۔ اس آخری زمانے میں مقامات سلوک کے لیے استعدادیں کوتاہ ہوگئی ہیں جو مقصود تک پہنچانے سے معذور ہیں لیکن تیس سال پہلے طالبوں کی سیر میں سرعت تھی۔ ان کا کشف و وجدان بھی درست ہوتا تھا۔ فی الحال اگر میرے اصحاب میں سے کوئی طالب صادق اخلاص وکوشش سے فیوض طریقہ کے کسب کی کوشش کرے تو عرصہ دراز کے بعد وہ ولایت قلبی یا اس سے بالا مقام پر فائز ہوتا ہے لیکن مقامات عالیہ مجددیہ کا حصول سخت دشوار ہے۔

☆......ارباب شوق و ذوق کی تاثیر گرم اور تیز ہوتی ہے۔ اور اہل دل کو بہت محظوظ کرتی ہے اہل اللہ کے عام طریقوں کی کیفیات وتصرفات میں وہی نسبت شریفہ ارباب طلب میں جذب فرما ہے۔ لیکن اہل اطمینان اور جمعیت کی نسبت جو کہ مرتبہ کمالات نبوت اور اس سے بھی بالاتر ہوتی ہے جو صرف طریقہ مجددیہ کا خاصہ ہے۔ جس میں بہت انوار ہیں اور سالک بہت جلد ترقی کرتا ہے۔ گرم تاثیر جو کہ بے تابی شوق بخشے بہت مفید ہے۔

قدیم زمانے میں جمعیت وطمانیت کا ظہور زیادہ تھا اس لیے اصحاب کو بے تاب حرکات سے منع کرتے تھے۔ کیونکہ فغان ونعرہ اصحاب حضرت رسول خدا ﷺ کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا۔

☆......ضروری مسائل کا پڑھنا یا علماء کی صحبت میں سن کر عمل کی صحت کے لیے یاد کرنا لازم ہے۔ (فرماتے ہیں) علم حدیث ایسا جامع علم ہے کہ اس میں تفسیر، فقہ اور دقائق سلوک سب شامل ہیں۔ اس علم کی برکات سے نور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے نیک عمل اور اچھے اخلاق کی توفیق پیدا ہوتی ہے۔ تعجب ان پر ہے جو صحیح حدیث غیر منسوخ جسے محدثین نے بیان کیا ہے اور ان کے راویوں کے حالات معلوم ہیں اور جو چند واسطوں سے نبی معصوم ﷺ جن سے کبھی غلطی ہونا ممکن نہیں، پر عمل نہیں کرتے اور فقہ کی روایات جن کے ناقل قاضی اور مفتی ہیں ان کے تحریری احوال و عدل معلوم نہیں ہیں اور یہ دس واسطوں سے زیادہ پر ہی مجتہد تک پہنچتی ہیں پر عمل کرتے ہیں، ان سے خطا وصواب ہر وقت ممکن ہے۔

(رَبَّنَا لَا تُوا خِذْنَااِنَّ سِینَا اَوْ اَخْطَانَا)

(اے ہمارے رب اگر ہم بھولیں یا غلطی کریں تو ہم سے مواخذہ نہ کر)

☆......نکاح انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی سنت ہے۔ لیکن ان ایام میں رزق حلال نایاب ہے۔ اور جہالت کا دور دورہ ہے۔ اکثر کی اولاد علم وادب سے بے بہرہ ہے۔ عقد نکاح میں بدعات کے رواج سے بہت خلل پیدا ہو گیا ہے۔ اس لیے سالکوں کے لیے ترک وتجرید بہتر ہے۔ کم روزی کمانا، مولا کی عبادت میں مشغول رہنا، شہر میں مشہور نہ ہونا، کوئی وارثہ، اور وارث نہ چھوڑنا۔ بے شک دولت بزرگ وشریف ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

قال النبی ﷺ ان اغبط اولیای عندی لمومن خفیف الحاذ ذوحظ من الصلوٰۃ احسن عبادۃ ربہ واطاعۃ فی

السر وكان في الناس لا يشار اليه بالاصابع وكان رزقه كفافا فصبر علىٰ ذلك ثم نقد بيدهٖ فقال عجلت منية قلت بواكيه قل تراثة.

نبی ﷺ نے فرمایا:

میرے دوستوں میں میرے نزدیک زیادہ رشک کے قابل وہ مومن ہے جو کم عیال دار ہو نماز کا حصہ رکھتا ہو، اس نے پوشیدہ طور پر اپنے رب کی عبادت و اطاعت اچھی طرح کی ہو اور لوگوں میں غیر معروف ہو، انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اس کا رزق بقدر ضرورت ہو، اس نے اس پر صبر کیا ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور فرمایا اس کی موت جلد واقع ہوئی۔ کیونکہ کم عورتیں اس پر روئیں اور اس کا ترکہ بھی کم تھا۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

☆…………☆…………☆

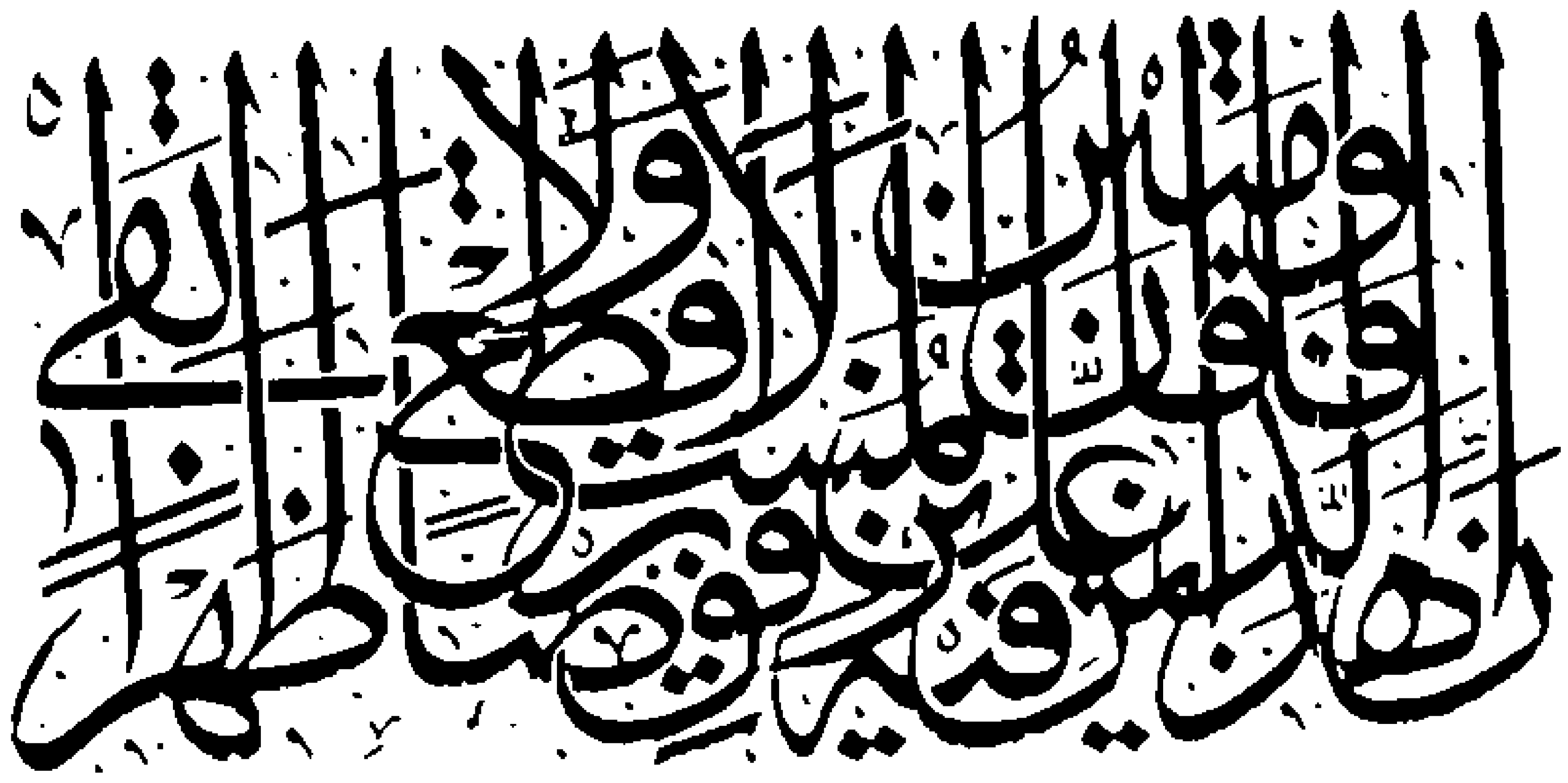

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشورِ چہارم

ہیں دُرج گوہرِ معنی وہ بُرجِ مہر عرفانی
جہاں میں نور ہے گھر گھر مجدد الف ثانی کا

(خواجہ احمد حسین)

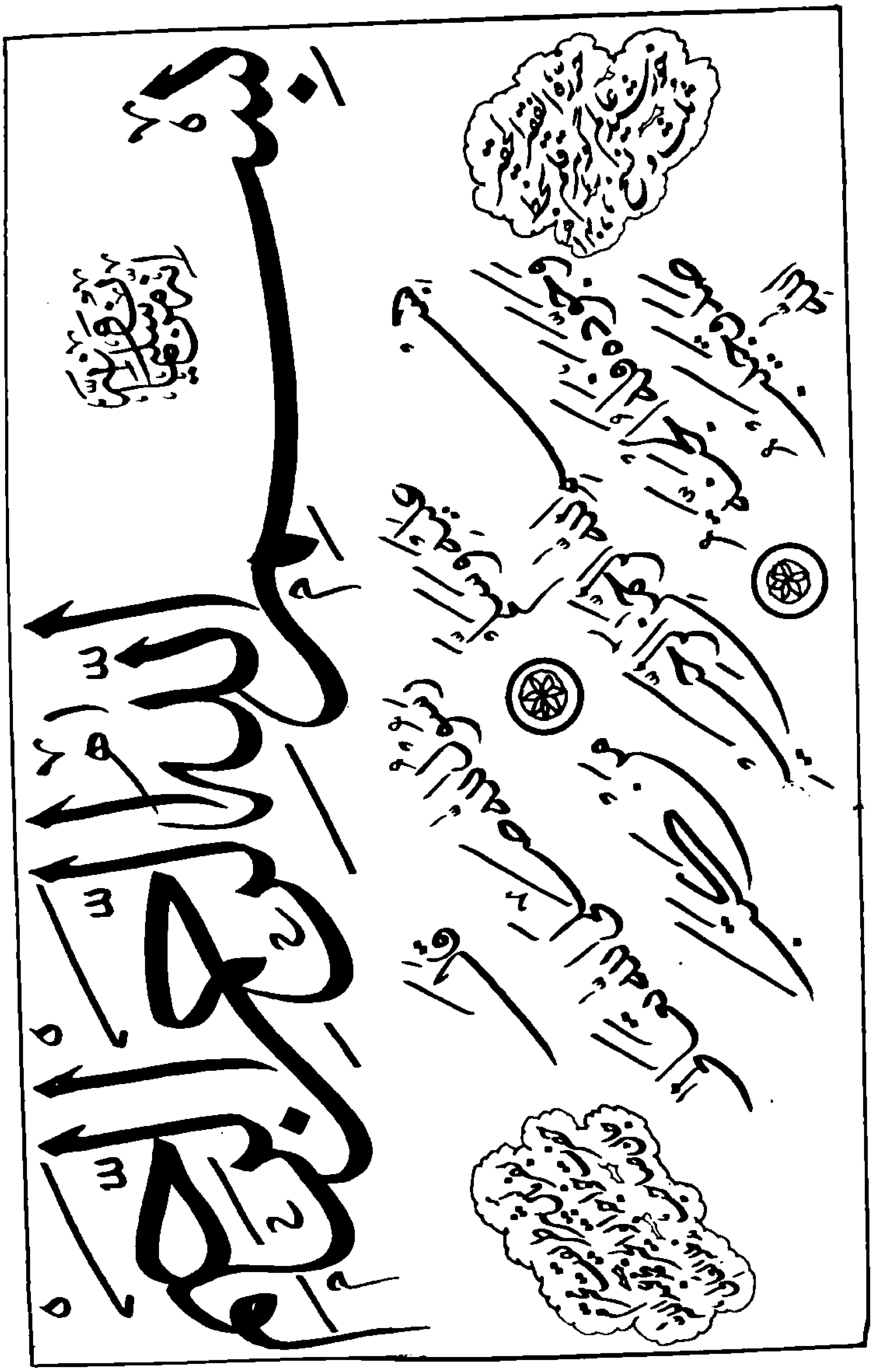
بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

شاہ امان اللہ نقشبندی مجددی افغانی

مولانا عبدالباقی نقشبندی افغانی
(شیخ الحدیث جامعہ قمر العلوم فریدیہ، کراچی)

☆☆

خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ طولی شریف:

یہ خانقاہ افغانستان کے صوبہ فراہ ضلع پرچمن قریہ طولی شریف میں واقع ہے، جو کہ مرجع ہر خاص و عام ہے، اور اس خانقاہ کے بانی حضرت مولانا شاہ امان اللہ قدس سرّہ تھے، اور بانی خانقاہ سے لیکر آج تک تشنگان علم و عرفان اپنی پیاس بجھانے کے لیے ہجوم در ہجوم حاضر ہوتے ہیں۔

حسب و نسب:

حضرت والا شان کا اسم گرامی حضرت مولانا شاہ امان اللہ قدس سرّہ تھا۔ آپ کے والد گرامی کا اسم شریف حضرت مُلا رحمت اللہ قدس سرّہ تھا، آپ کا تعلق قبیلہ ''لودین،، سے تھا، اور قبیلہ، لودین، سید علاء الدین کی طرف منسوب ہے، جو کہ شاہ امان اللہ قدس سرّہ، کے اجداد و امجاد سے ہیں۔ اس طرح آپ کا سلسلہ نسب متعدد واسطوں سے حضرت شیخ سید علاء الدین سے ملتا ہے۔ بہر حال افغانستان میں آپ اور آپ کا جملہ خاندان قبیلہ لودین سے مشہور ہے در حقیقت آپ نسباً سید آل رسول سے ہیں، آپ نسباً سید، موطناً افغانوی، مسلکاً حنفی، اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے۔

(سراج العارفین صفحہ ۳۱ تصنیف حضرت غوث محمد طبع کابل، افغانستان)

ولادت ومعرفت:

حضرت شاہ امان اللہ قدس سرّہ تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں حضرت ملا رحمت اللہ قدس سرّہ کے گھرانے میں پیدا ہوئے" حضرت مولانا شاہ امان اللہ قدس سرّہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ طالب علمی سے اپنی معرفت ومحبت کی طلب کا درد ودیعت رکھا تھا، اور اسی طلب اور جستجو نے آپ کو اولاً حضرت مولوی محمد جان قندھاری قدس سرّہ کی صحبت میں پہنچایا، چھے سال تک مولوی محمد جان قندھاری قدس سرہ کی خدمت میں رہے، اور اس عرصے میں ان سے کافی حصہ پالیا، چونکہ حضرت میاں محمد جان قندھاری قدس سرہ اس دارِ پُر ملال سے اپنے خالق حقیقی سے جاملے، ثانیاً اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت میاں سلیمان قدس سرہ کی خدمت میں پہنچایا۔ کچھ مدت تک میاں سلیمان قدس سرہ کی خدمت میں رہے، اور ان سے بھی کافی فیض حاصل کیا، چونکہ آپ کا استعداد کمال وسعت وقوت اور کشادگی والا تھا، اتنی مقدار سے وہ قانع نہیں ہو رہا تھا، اور ابھی تشنگی باقی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال فضل وعنایت سے آپ کو حضرت حاجی الحرمین حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ کی خدمت میں پہنچایا، حضرت شاہ امان اللہ قدس سرہ نے کافی مدت تک ریاضت اور خدمت شیخ سے اپنے آپ کو اس معنی کے قابل اور مناسب بنایا کہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ نے اپنے باطن سے جو کچھ شربت شفا تھا آپ کے باطن میں انڈھیل دیا، اور چاروں طریقوں میں اذن عام دیا، اور چاروں طریقوں کی خلافت سے نوازے گئے، پھر شیخ طریقت نے ہندوستان کی طرف سے خراسان کی طرف جانے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ آپ ھرات کے نواح میں چلے جائیں اور وہاں کے باشندوں کو اپنے طریقہ شریفہ میں داخل فرمائیں' چنانچہ حضرت شاہ امان اللہ قدس سرہ اپنے مرشد وشیخ طریقت کے امر کو بجالاتے ہوئے صوبہ ھرات کی سمت چل دیے، آپ صوبہ فراہ کے نواحی علاقوں میں تشریف لے گئے، وہاں ایک جگہ جو بنام ''گورزنک'' موسوم ہے وہاں ایک شخص جس کا نام ملا دین محمد اخند تھا، جو بڑا متقی اور پرہیزگار تھا، اس نے اس سے قبل تین رات متواتر خواب دیکھا تھا، کہ ہندوستان کی طرف سے اسی محلّہ وراستہ ہوتے ہوئے ایک بزرگ ھرات کی طرف جائیں گے، تیرا حصہ انہیں کے پاس ہے وہ ہمیشہ اسی بزرگ کی تلاش وجستجو میں ہوتا، یہاں تک کہ ھرات کی طرف جانے والی سڑک (شارع) سے جو شخص گزرتا تھا، وہ اس سے تفتیش کرتا تھا کہ اچانک ایک دن اس نے ایک مردِ درویش دیکھا جو اس کے محلے میں پہنچا، مولانا مذکور کی نظر جب اس ذات بابرکات کے چہرہ پر انوار پر

بڑی نور ولایت ان کی جبین مبارک سے ظاہر اور ہویدار ہو رہا تھا، بہت اعزاز و اکرام سے اپنے گھر لے آیا۔ اور حضرت شاہ امان اللہ قدس سرہ کا مطلب بھی یہی تھا۔ اسی رات کو مولانا مذکور نے عرض کی کہ متواتر تین راتوں سے آپ کو خواب میں دیکھ رہا تھا، لہٰذا مجھے اپنے مریدوں کی لڑی میں پرولیں، حضرت والا نے فرمایا کہ مشائخ کے پاس چلے جاؤ میں اس کا قابل اور لائق نہیں ہوں، مولانا مذکور کی انتہائی اصرار پر ان کو اپنے مریدوں میں شامل کیا، جذبات الٰہی ایسے وارد ہوے، کہ اسی وقت کم و بیش ایک سو آدمیوں نے اپنی گردنوں میں ارادت کا ہار ڈالا، اور دس دن کی مدت میں اس ناحیہ علاقے کے تمام باشندگان طریقہ شریفہ نقشبندیہ میں داخل ہوگئے اور شیخ صاحب نے اسی جگہ اپنا مسکن بنا لیا، اور ھرات کے سفر سے باز رہے اور اس علاقے کے لوگوں نے آپ کو قنات (کاریز) وغیرہ ھبہ کیے اور اس طریقہ شریفہ نے اتنا عروج کیا کہ صوبہ فراہ، ھرات، غور کے تمام لوگ داخل طریقہ شریفہ ہوگئے، جب تک آپ حیات تھے، ایک عالم نور سے منور ہوگیا، ۱۲۹۲ھ کو وہ اس دار پر ملال سے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ (از سراج العارفین طبع کابل، افغانستان)

مقام شاہ امان اللہ قدس سرّہ اپنے شیخ طریقت کی نظروں میں:

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ اپنے مکتوبات صفحہ ۶۸ میں حضرت شاہ امان اللہ قدس سرہ کے متعلق اپنے تاثرات اس انداز میں قلم بند فرماتے ہیں کہ شاہ امان اللہ ھراتی کو چند سالوں کے بعد میں نے ھرات جانے کے لیے رخصت کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور بامداد و توجہات حضرت مرشد ما...... قلبی و روحی فداہ اُس کو ایسے تاثیرات قویہ بخشا کہ پہلے روز ہی تقریباً کوہستان کے سو آدمیوں نے اپنی گردنوں میں طوق ارادت ڈالا، اور مریدوں کی صف میں کھڑے ہوگئے اور داخل طریقہ شریفہ ہوگئے ان کے جذبات قویہ و حالات جلیلہ نے ان کی دستگیری فرمائی، تاحال بفضل خداوہ عروج کی منزلوں کو طے کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو انوار و اسرار و مواجید و فیوضات و برکات پیران کبار کے واسطے منور فرمائیں، کہ یہ مرد باکمال اور خجستر احوال اشاعت طریقہ شریفہ فرماتے ہیں، چنانچہ ہزاروں لوگوں کو روحانیت کے رنگ سے رنگین کیا، اور بہت ساروں کو اجازت دی ان اجازت یافتہ لوگوں میں تیرا آدمیوں کے متعلق اس فقیر (حاجی دوست محمد قندھاری) کو معلومات ہیں تاحال وہ اسی علاقے میں شرف ورود رکھتے ہیں اور خطے کے لوگوں کو برکات پہنچا رہے ہیں، اور شاہ امان اللہ قدس سرہ کے خلفاء سے ایک ملا یٰسین ہے، جو دزدورہ میں رہائش پذیر ہے اور یہ بھی صوبہ فراہ کا علاقہ ہے ملا یٰسین بہت صاحب کرامت اور خوارق عادت ہیں۔ ان کی

کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے، کہ ایک دن ایک مولانا صاحب ان کے پاس تشریف لائے، اوران پرطعن بازی وتشنیع دراز کیا اور کہنے لگا کہ ارشاد کے لیے کثرت علم شرط ہے اور تجھے اتنا علم نہیں ہے ملا یٰسین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم درکار ہے، اس رسمی علم سے کوئی مشکل گرہ نہیں کھلتی، وہ مولانا بولے کہ آپ کونسی کرامت رکھتے ہیں اور کیا برکت آپ میں ہے تو وہاں اس جگہ ایک چالیس دن کا نوزائیدہ بچہ تھا، ملا یٰسین صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ نوزائیدہ بچہ اپنی زبان سے ذکر الٰہی کرے تو کیا میری برکت معلوم ہوگی وہ بولا۔ ہاں تو ملا یٰسین نے اس بچے کی طرف جو جھولے میں پڑا ہوا تھا، اشارہ فرمایا کہ بچہ بولو، **لاالٰہ الا اللہ**، اس بچے نے بزبان فصیح بولا، **لاالٰہ الا اللہ** تو مذکورہ مولانا نادم ہوا اور داخل طریقہ شریفہ ہوگیا۔

(مکتوبات حاجی دوست محمد قندھاری صفحہ ٦٨)

اولاد امجاد:

حضرت شاہ امان اللہ قدس سرہ کی اولاد میں صاحبزادے شاہ ولی اللہ اور پوتے مولوی غوث محمد نے کافی شہرت پائی، آپ نے ان کو چاروں سلاسل میں خلافت واجازت عطا کی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے ١٣١٢ھ کو وصال فرمایا جبکہ ان کے فرزند اور شاہ امان اللہ کے پوتے مولوی غوث محمد نے ١٣٦٦ھ کو وصال فرمایا۔ ان کے بعد حاجی بہاء الدین نے اپنے والد کی مسند ہدایت سنبھالی اور سلسلے کو فروغ دیا، آپ ١٣٩٩ھ کو شہید کردیے گئے، آپ کے بعد آپ کے فرزند سید عبدالقدیر آغا بقید حیات ہیں اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فروغ وابلاغ میں مصروف ہیں، آپ کے بھتیجے اور خلیفہ حضرت شاہ آغا جان بھی خلق کی رشد وہدایت میں مصروف ہیں یہ راقم الحروف بھی آپ ہی سے ارادت رکھتا ہے۔

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سلطان الاولیاء منبع الفیوض والبرکات

حضرت سید فیض محمد شاہ قندھاری

پروفیسر غلام سرور رانا
(گورنمنٹ کالج، لاہور)

☆☆

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی تبلیغ واشاعت ایسے کٹھن فریضے کی انجام دہی کا سہرا بڑی حد تک ان کاملین واکملین، صوفیائے کرام وعظام کے سر ہے جنہوں نے کفر وشرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں حق وصداقت کی قندیلیں روشن کیں...... انہی مشائخ عظام نے گم گشتہ انسانیت کو صراط مستقیم کی تلقین کی اور جگہ جگہ درس وتدریس کے لیے مکاتب وجامعات اور قلب ونظر کی اصلاح احوال کے لیے ذکر وفکر کی مجالس قائم ودائم کیں...... جویان حق دور دراز سے طویل مسافت طے کر کے علمی تشنگی سے سیراب ہوتے...... تبلیغ اسلام کے لیے انہی پاکبازانِ ملت نے ایسی جماعتیں تیار کیں...... جنہوں نے عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمعیں عامۃ الناس کے قلوب میں فروزاں کیں...... ان کا واحد مقصد توحید کی اشاعت تھا۔ برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی آمد ایک بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ تھی...... یہاں کی ہر چیز اس سے متاثر ہوئی...... یہاں کے بسنے والوں کی فطری صلاحیتیں جو صدیوں کی اوہام پرستی اور جماعتی تنگ نظری کی وجہ سے مفلوج ہو گئی تھیں...... اسلام کے پیغام سے چمک اٹھیں...... یہ نفوسِ قدسیہ اپنے ساتھ ایک نئی تہذیب، نئی زبان، نیا معاشرہ اور نیا نظریۂ حیات لائے...... ان کی وجہ سے یہاں کی ثقافت ایک نئے قالب میں ڈھل گئی...... اس انقلاب کو برپا کرنے میں مسلمان سپاہیوں اور حکمرانوں کے دوش بدوش علماء اور صوفیہ کرام نے بھی حصہ لیا...... صوفیہ کی خدمت میں پہنچ کر قلوب کو روحانی تسکین ہوتی تھی۔ اس لیے جو شخص ایک مرتبہ ان کے پاس پہنچ جاتا انہیں کا ہو جاتا۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمان فرمانرواؤں نے کم و بیش ایک ہزار برس حکومت کی ......اس دوران ہندوؤں نے اسلامی کلچر کو تہس نہس کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا......مگر ایسے کاملین حقہ کی مسلسل جدوجہد اور سعی کامل کے سامنے وہ بے بس تھے......''اسلامک کلچر'' مطبوعہ لندن میں پروفیسر ایچ۔ اے۔ آر گب رقمطراز ہے:۔

> ''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا......لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا......اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا......اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔''

انہی بزرگان کرام وعظام میں سے حضور قبلہ عالم سیّد فیض محمد شاہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس ایک روشن مینار اور چراغ راہ کی حیثیت کی حامل ہے......آپ حسنِ اخلاق کے پیکر، بنی نوع انسان کے سچے خیر خواہ اور مخلص و ہمدرد تھے۔

ولادت باسعادت:

حضرت قبلہ عالم فیض محمد شاہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۸۵۰ء میں افغانستان کے مشہور و معروف شہر قندھار کے قریب قلعہ سیّداں میں ہوئی......آپ نجیب الطرفین سیّد تھے......آپ کے والد بزرگوار حضرت سیّد امیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب فراست مرد کامل واکمل تھے......اور جدامجد حضرت سیّد خان محمد شاہ علیہ الرحمۃ نابغۂ روزگار ہستی تھے......جن کے والد گرامی القدر بخارا شریف سے نقل مکانی فرما کر قلعہ سیّداں میں نزول پذیر ہوئے اور آبائی پیشہ باغبانی کو اپنایا......

عہد طفولیت اور تحصیل علم:

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی کامل واکمل تھے......پانچ سال کی عمر میں نصف رات کے بعد تن تنہا یادِ الٰہی میں مستغرق ہونے کے لیے سُوئے دریا تشریف لے جایا کرتے......والدہ ماجدہ کو جب اس امر کا انکشاف ہوا تو انہوں نے ایک علیحدہ کمرہ میں مصلّٰی و تسبیح رکھ دی......تا کہ آپ دنیاوی امور کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تزکیۂ نفس کی خاطر ذکر و فکر میں ہمہ تن گوش ہوجائیں......اسی اثناء میں

حضرت قبلہ عالم علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے حفظ کا آغاز فرمایا...... اور نہایت ہی قلیل عرصہ میں قرأت وتجوید کے ساتھ کلام الٰہی ختم فرمالیا...... مابعد ایک سال کے قلیل عرصہ میں علوم اسلامیہ کی متوسط کتب پر مکمل دسترس حاصل کرلی۔ ایام طفولیت میں ہی اخلاق وکردار اور باطنی اوصاف جمیلہ کا یہ عالم تھا کہ عبادت وریاضت میں ہمہ تن مصروف رہتے...... جس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ جل مجدہٗ نے آپ کی ذات اقدس کو ایک خاص مقصد کے لیے تولد فرمایا تھا۔

تلاش مرشد اور سلسلہ بیعت:

ظاہری علوم کے حصول کے دوران ہی حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ باطنی وروحانی علوم کے حصول کے لیے شیخ طریقت کی تلاش میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اور قلعہ سیّداں میں ایک صاحب کرامت درویش کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے شروع ہوگئے...... لیکن انہوں نے بیعت سے معذوری کا اظہار کردیا اور فرمایا کہ ”کاتب تقدیر نے کسی اور مرد کامل واکمل کا فیض آپ کے مقدر میں کردیا ہے...... اس کے لیے مناسب ہوگا کہ آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کے مطابق استخارہ فرمایئے“...... ارشاد تعمیل فرمائی اور عالم رویا میں ایک درخشاں وتاباں چہرہ نظر آیا...... جس کے دامن میں گوہر مراد مخفی تھا اور طالب ومطلوب دونوں نے خاموشی اختیار فرمائی...... صرف چہرہ انور کی ضوفشانیاں لوح حافظہ پر منقش ہوگئیں...... دوسری شب بھی اس ہستی کامل کی زیارت سے مستفید ومستنیر ہوئے...... اور اس امر کا انکشاف ہوا کہ حضرت کی ذاتِ اقدس کا نام نامی واسم گرامی حضرت ملا راحم دل رحمۃ اللہ علیہ ہے...... ایسے حالات میں آرزوئے دیدار نے اضطراب میں مزید اضافہ کردیا۔

؎ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

”دیدار سے نہ صرف عشق ہی پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کی باتوں سے اور بہت کچھ پیدا ہوتا ہے“۔

اب طبیعت میں اضطراب اور بے چینی زوروں پر تھی...... طبعی میلان حضرت مَلّا راحم دل علیہ الرحمۃ کی طرف ازحد زیادہ تھا اور رُوح ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھی...... چنانچہ یہ عزم صمیم کرلیا کہ مرشد کامل کی بارگاہ عالی مقام میں حاضر ہوکر اکتساب فیض کیا جائے...... چنانچہ موضع ”صوفہ“ میں

تشریف فرما ہوئے جہاں ایک چھوٹی سی مسجد میں وہ ہستی کامل جلوہ افروز تھی...... دل میں اشتیاق قدم بوسی پیدا ہوا...... مگر رعب وجلال سے زبان وقوت گویائی نے ساتھ نہ دیا کیونکہ مطلوب حالت مراقبہ میں تھے۔

حضرت پیر قندھاری رحمۃ اللہ علیہ نے ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں اس بزرگ کامل کی اقتداء میں ادا فرمائیں...... نماز مغرب کے بعد معمولات سے فارغ ہونے کے بعد اس ہستی کامل نے اشارۃً بلایا اور مسجد کے قریب ایک خستہ مکان (جو کہ مال ودولت اور دنیاوی آلائشوں سے پاک تھا) میں کھانے سے تواضع فرمائی...... مگر گفتگو نہ ہو سکی...... بعد نماز عشاء حضرت قبلہ پیر قندھاری علیہ الرحمۃ نے صحن میں ہی آرام فرمایا...... لیکن بزرگ موصوف تمام رات حالت مراقبہ میں ہی رہے...... یہاں تک کہ فجر کی نماز بھی ادا ہو چکی...... مگر شرف ملاقات میں ذکر وفکر، مراقبات اور اللہ حائل تھی...... جب معمولات سے فارغ ہو چکے تو اس برگزیدہ ہستی نے آمد کا مقصد دریافت فرمایا۔ حضرت قبلہ عالم علیہ الرحمۃ نے بیعت کی درخواست فرمائی...... مگر مطلوب کی طرف سے اظہار انکساری اور دوسری جگہ حصول فیض کا مشورہ جاری وساری تھا...... مگر طالب صادق سے یہ گوہر نایاب مل ہی جاتا ہے...... بالآخر قطب زمانہ حضرت ملا راحم دل نور اللہ مرقدہٗ نے بیعت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا، اور سلسلہ عالیہ مجددیہ کا سارا فیض آپ میں حلول ہو گیا۔

ظاہری علوم کا حصول:

ہر شیخ طریقت کے لیے علم ظاہری کا حصول ضروری ہے...... چنانچہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ ملا راحم دل نور اللہ مرقدہٗ سے شرف بیعت کے حصول کے بعد ظاہری علوم کے لیے سرگرداں ہوئے، اور افغانستان کے جیّد علماء مولانا جان محمد اور مولانا بہاء الحق سے علم دین حاصل کیا۔ اور تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم متداولہ پر کامل دسترس حاصل کر لی...... مولانا رومی کے ارشاد کے مطابق:۔

علم را برتن زنی مارے بود
علم رابر جاں زنی یارے بود

خرقہ خلافت:

ظاہری علوم کے حصول کے بعد حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ نے علوم باطنی کی طرف توجہ فرمائی...... کیونکہ ظاہری علوم میں اگر دل کی صفائی ہو جائے تو باطنی معاملات میں آسانی ہو جاتی ہے...... حصول علم کے بعد

جب آپ اپنے گھر واپس تشریف لائے تو اس امر کا انکشاف ہوا کہ ان کے پیر و مرشد حضرت ملا راحم دل رحمۃ اللہ علیہ آپ کے گاؤں کی ایک مسجد میں جلوہ فگن ہیں...... ظاہری علوم سے نخوت کا پیدا ہونا بھی ایک مسلمہ امر ہے...... لیکن یہ بیس سالہ وجیہ و جمیل چہرہ، چندے ماہتاب سیّدزادہ نخوت کے بجائے مرشد کامل واکمل کے سامنے سراپا عجز و نیاز تھا...... مرشد حقانی نے طلب صادق کا احساس فرماتے ہوئے مراقبات کی تعلیم سے نوازا اور خرقہ خلافت کی دولت عظمت سے بھی سرفراز فرمایا...... تاکہ آپ دکھی انسانیت کی رہنمائی فرما سکیں...... کیوں نہ ہو...... ع

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

حضرت مولانا روم نے ایسے ہی کاملین کے بارے میں فرمایا ہے:۔

مکسل از پیغمبرانِ وقت خویش
تکیہ کم کن برفن و بر کام خویش
پس بہر دوری ولی قائم است
آزمائش تا قیامت دائم است

مسلک طریقت:

حضرت قبلہ عالم نور اللہ مرقدہٗ نقشبندی مجددی مسلک طریقت سے تعلق رکھتے تھے...... آپ ساتویں واسطے سے حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ ابن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ سے شرف بیعت رکھتے ہیں...... آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، بچھونا، چلنا، پھرنا شریعت مطہرہ کے عین مطابق تھا...... آپ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل اقوال کی عملی تفسیر تھے:۔

۱۔ صوفی وہ ہے جو نصیحت ایسی کرے جس پر خود عامل ہو چکا ہو۔

۲۔ صوفی وہ ہے جس نے تمام چیزوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہو اور اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہو۔

برصغیر پاک و ہند میں ورود مسعود:

۱۸۷۰ء میں شیخ کامل واکمل نے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو برصغیر پاک و ہند روانہ ہونے کا حکم فرمایا...... اس وقت آپ کے والد ماجد کا سایہ عاطفت سر سے اُٹھ گیا تھا...... مرشد کامل کے ارشاد کی تکمیل کے

لیے والدہ ماجدہ سے اجازت لی اور حضرت خواجہ میاں عبدالحکیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر دو یوم قیام فرمایا...... جو حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ سرہندی کے خلفاء میں سے تھے...... مابعد حضرت کا کارحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض حاصل کیا...... ملتان میں حضرت شاہ رکن عالم، حضرت بہاء الحق ولی الدین زکریا اور دیگر مزارات پُر انوار پر حاضری کا شرف حاصل کیا...... ان کاملین کی رفعت شان اور دلکشی کسی تبصرہ کی محتاج نہیں...... ہندوستان کی قدیم اسلامی جامعہ جہاں سے دین متین کی تلقین وتدریس ہوئی تھی...... ملتان کے اس قلعہ پر تھی...... ملتان گردونواح کے روحانیت کے شمس کی شعاعوں سے پُر انوار تھا...... جہاں جن وانسان اور ملائک تک سطوت نور کے روبرو سجدہ ریز تھے...... سچ ہے:۔

ملتان ما بجنتِ اعلیٰ برابر است
آہستہ پابنہ کہ ملک سجدہ مے کنند

کسب فیض کے لیے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (دہلوی) اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نور اللہ مرقدہ کے مزارات مقدسہ پر حاضری دی...... جن کا قول تھا کہ شریعت مطہرہ دنیا وآخرت کی سعادت کی ضامن ہے...... ان حضرات کرام کی ساری زندگی احیائے نظام اسلامی اور اصلاح احوال اُمت میں گزری...... مابعد حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر شریف میں خواجہ خواجگاں سلطان الہند غریب نواز عطائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ثم سجزی نور اللہ مرقدہ کے مزار پُر انوار پر باطنی فیض کے حصول کے لیے حاضری دی اور کچھ عرصہ قیام فرمایا...... اور باطنی نعمت عظمٰی سے مالا مال ہوئے...... کیوں نہ ہو:۔

خواجۂ خواجگان معین الدین
فخرِ کون و مکاں معین الدین
سرور میں نے جہاں پکارا
مل گئے وہیں معین الدین

بعدہ بمبئی اور دہلی میں مزارات پُر انوار پر حاضری دیتے ہوئے عروس البلاد قطب البلاد لاہور میں سلطان اولیاء مرکز انوار ربانیہ منبع الفیوض والبرکات المخدوم السیّد علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پُر انوار پر حاضری کا شرف حاصل کیا...... کیوں نہ ہو......

اجمیر کا امام ہے اس در سے فیضیاب
یہ حضرت فرید کا باب مراد ہے
آباد تیرے فیض سے ہے سرزمین پاک
ہر فرد تیری چشمِ عنایت سے شاد ہے

حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جن کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے:۔

سیّد ہجویر مخدوم اُمم
مرقد او پیر سنجر را حرم
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

اس کے بعد حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا...... ہر دو کاملین با کمال صوفی اور ولی اللہ تھے...... جن کے کردار اور عمل کی تعلیمات میں اسلام کی سچی روح موجزن تھی...... ہر دو نے ساری زندگی دین حنیف کی نشر و اشاعت میں بسر کی...... اس طول وطویل سفر میں حضرت قبلہ عالم نور اللہ مرقدہ نے بلوچستان، سندھ، سرحد، پنجاب، اُتر پردیش، بہاولپور، پٹیالہ اور جموں و کشمیر کے مزارات مقدسہ منورہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا، اور چلہ کشیاں کیں...... کشمیر میں حضرت شاہ ہمدان رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کے بعد شاہدرہ، لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔

ازدواجی زندگی:

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق شادی کی...... جس کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا ایک شخص کسی مشکل برآری کے لیے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا...... اس وقت حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ مری میں تشریف فرما تھے...... آپ کی باطنی توجہ سے موصوف کی حاجت برآری ہوگئی اور اس کا تعلق ہمیشہ کے لیے حضرت قبلہ عالم علیہ الرحمۃ سے ہوگیا...... چنانچہ موصوف نے اپنی بھتیجی کا رشتہ

آپ کی خدمت میں پیش کیا...... اس وقت آپ کی عمر شادی سے بہت دور معلوم ہوتی تھی...... آپ نے اس کی درخواست کو شرف باریابی بخشتے ہوئے محترمہ فاطمہ بنت عزیز الدین سے عقد کیا...... جو بے شمار وابستگان سلسلہ کی مادر روحانی اور حضرت سیّد حسین علی شاہ صاحب وسیّد عبدالغفور شاہ صاحب کی نسبتی والدہ ماجدہ کے درجے پر فائز المرام ہوئیں......

فیض آباد میں نزول اجلال:

مخلوق خدا کی آمد، مہمان خانہ جات کے اجراء اور طالبین صادقہ کی کثرت تعداد سے شاہدرہ (لاہور) میں تنگ دامنی کا پیش آنا ایک لازمی امر ہے...... اور دوسرے کاملین باصفا اکثر اپنے اس مقام پر ہی ورود مسعود کرتے ہیں، جہاں پر اُن کا آخری گھر ہونا مقصود ہوتا ہے...... چنانچہ حضرت قبلہ عالم علیہ الرحمۃ نے مریدین باصفا کے ساتھ نقل مکانی فرما کر چک نمبر ۴۱۱ گ ب تاندلیانوالہ ضلع فیصل آباد میں یہاں کے حلقہ ارادت کی خواہش کے مطابق نزول اجلال فرمایا...... جو بعدہٗ آپ ہی کے اسم گرامی کی وجہ سے فیض آباد سے مشہور ومعروف ہوا...... راقم الحروف نے ۱۹۵۸ء میں حضرت قبلہ عالم نور اللہ مرقدہ کی زیارت کی تھی...... وہ دانائے راز اور شناور معرفت تھے...... وہ راضی برضائے الٰہی تھے...... مصائب ومشکلات میں اپنے لیے دُعا بھی نہیں کرتے تھے...... کیونکہ یہ بات مسلک عشق میں خلافِ رضا قرار پاتی ہے جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

؎ عاشقم بر لطف و مہر او خوشم
آی عجب من عاشقِ ایں ہر دوام

''یعنی میں اس کے قہر کو بھی اتنا ہی پسند کرتا ہوں...... جتنا کہ اس کی رحمت کو کیونکہ میں اس کی ہر بات کو عزیز رکھتا ہوں''...... آج پاکستان کا ہر فرد مسلمان اصولاً انہی اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ممنون احسان ہے جنہوں نے نہ صرف یہاں کے باشندوں کو مسلمان کیا، بلکہ عظیم تمدن اور عظیم مملکت خداداد کا وارث بھی بنا دیا......

اولاد:

حضرت قبلہ عالم علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان پیر سید علی حسین شاہ صاحب سجادہ نشین اور سیّد عبدالغفور شاہ صاحب حیات ہیں...... تیسرے صاحبزادے سیّد عبدالکریم شاہ رحمۃ اللہ علیہ صغرسنی میں ہی واصل بحق ہو گئے تھے...... سیّد عبدالغفور شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سیّد پرویز شاہ قندھاری نہایت

ہی متقی، پرہیزگار، ڈویژنل پولیس آفیسر ہیں...... حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ کی تین صاحبزادیاں ہیں......

خلفاء اور مجازانِ طریقت:

حضرت قبلہ عالم نور اللہ مرقدہ' کے مریدانِ باصفا کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے...... چند ایک خوش نصیبوں کے نام درج ذیل ہیں جنہیں خرقۂ خلافت سے نوازا گیا:

١۔ پیر طریقت حضرت صاحبزادہ سیّد حسین علی شاہ صاحب سجادہ نشین
٢۔ پیر طریقت حضرت صوفی محمد صدیق صاحب مرولہ شریف (اوکاڑہ)
٣۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب موضع دھڑوڑ شریف (فیصل آباد)
٤۔ حضرت حکیم حاذق محمد لطیف صاحب، چاہ میراں (لاہور)
٥۔ حضرت قاری سیّد عبدالواحد شاہ، موضع میلو کے (اوکاڑہ)
٦۔ حضرت مولانا سیّد طالب حسین شاہ صاحب، موضع ٹانگو والی (سرگودھا)
٧۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب، کنری (سندھ)
٨۔ حضرت مولانا عبدالمجید، رکھوالا نزد پتوکی (قصور)

ان بزرگانِ دین کی صحبت میں جوہرِ قابل صوفی نشو و نما پاتے ہیں...... خلافت کی نسبتوں سے نوازے جاتے ہیں اور خلائق عامہ کے لیے فیوضات اور برکات کا باعث ہوتے ہیں...... حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''صوفی وہ ہے جس نے تمام چیزوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہو، اور اللہ سے دوست رکھتا ہو'' حضرت بشر حافی فرماتے ہیں:۔

''جو شخص خدا کے ساتھ دل صاف رکھے اس کو صوفی کہتے ہیں''۔

صاف شو باحق نہان و آشکار
صوفیان صاف را این ست کار

پروفیسر آربری اپنی کتاب ''صوفزم'' (تصوف) میں رقم طراز ہے کہ:

> ''قرآن مجید صوفیائے کرام کے لیے سند ہے...... جس سے وہ ہدایت حاصل کرنے کے لیے رجوع فرماتے ہیں''

...... ڈاکٹر تاراچند اپنی کتاب ''ہندی ثقافت پر اسلام کا اثر'' میں تحریر کرتا ہے کہ:

’’اسلامی تصوف کا ماخذ قرآن مجید فرقان حمید اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عین حیات ہے‘‘۔

اسی طرح پروفیسر میسی نیون نے اسلامی تصوف کا مطالعہ کر کے رائے دی ہے کہ یہ تحریک اس پرہیزگاری کا نتیجہ ہے جو قرآن مجید سے ماخوذ ہے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ سے اس کی تائید ہوتی ہے...... پروفیسر میکڈانلڈ اپنی تصنیف ’’شیون اسلام‘‘ میں مزید مہر ثبت کرتا ہے کہ ’’اسلامی تعلیمات میں تصوف پیغمبر اسلام کے ہاں موجود ہے‘‘۔

وصال صد ملال:

٢٨/ رجب المرجب (٦/ جنوری ١٩٦١ء) بروز جمعۃ المبارک بوقت نصف شب حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے درویشوں کو جگایا اور حکم فرمایا کہ ’’اب سونا نہیں ہے‘‘...... اسی عالم میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ نے ایک دو گھونٹ قہوہ کے نوش فرمائے...... قے اور اجابت سے بہت زیادہ نقاہت ہوگئی لیکن زبان مبارک پر اللہ کا ورد جاری و ساری تھا...... اسی عالم میں آپ صبح چار بج کر پندرہ منٹ پر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّـا لِـلّٰـهِ وَاِنَّا اِلَيهِ رٰجِعُوْن ط فوری طور پر آپ کو غسل دیا گیا اور آپ کی نماز جنازہ آپ کے خلیفہ حضرت صوفی محمد صدیق صاحب مرولہ شریف نے پڑھائی...... آپ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی عملی تفسیر تھے۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

مزار پُر انوار:

حضرت قبلہ عالم نور اللہ مرقدہٗ کا روضۂ اقدس فیض آباد شریف میں آج بھی مرجع خلائق اور مصدر فیوض و برکات ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آپ کے عرس مبارک میں ہر سال ہزاروں عقیدت مندان شمولیت اختیار کرتے ہیں...... سالانہ

عرس مبارک کے موقع پر وعظ و مراقبات اپنی جگہ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانی دلوں کی ویران بستیوں کو رونق اور تزئین و آرائش کے لیے حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ نے جو فکری، علمی اور عملی سرمایہ فراہم کیا ہے اس کے بارے میں کچھ اہتمام کیا جائے...... تاکہ ہزاروں عقیدت مندان آپ کے افکار عالیہ سے مستفیض و مستنیر ہو سکیں...... آپ کی تحریک اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ نفوس انسانی کو مادی نجاستوں سے پاک کرنے اور اعلیٰ اخلاق و کردار پیدا کرنے کی ایک عظیم الشان تحریک تھی...... آپ نے ہمیشہ سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جاری و ساری رکھا اور بنی نوع انسان کے اخلاق و کردار، فکر و عمل کو صحیح کرنے کی کوششیں فرمائیں...... ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے کے مصداق حضرت قبلہ عالم قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے تذکارِ جمیلہ کا مطالعہ طمانیت قلب اور روحانیت میں ترقی و عروج کا باعث ہوگا۔ اللہ جل مجدہٗ آپ کے خانوادے کو اجر جزیل سے نوازے اور مریدان باصفا کو عمل کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

فیض کا طالب ہوں میں، یہ فیض کی سرکار ہے
فیض ظاہر، فیض باطن کا دربار ہے
پیر قندھاری تمہارے فیض کا طالب ہوں میں
ہم گداؤں پر تمہارا فیض گوہر بار ہے

(بشکریہ، ماہنامہ عرفات لاہور، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

☆......☆......☆

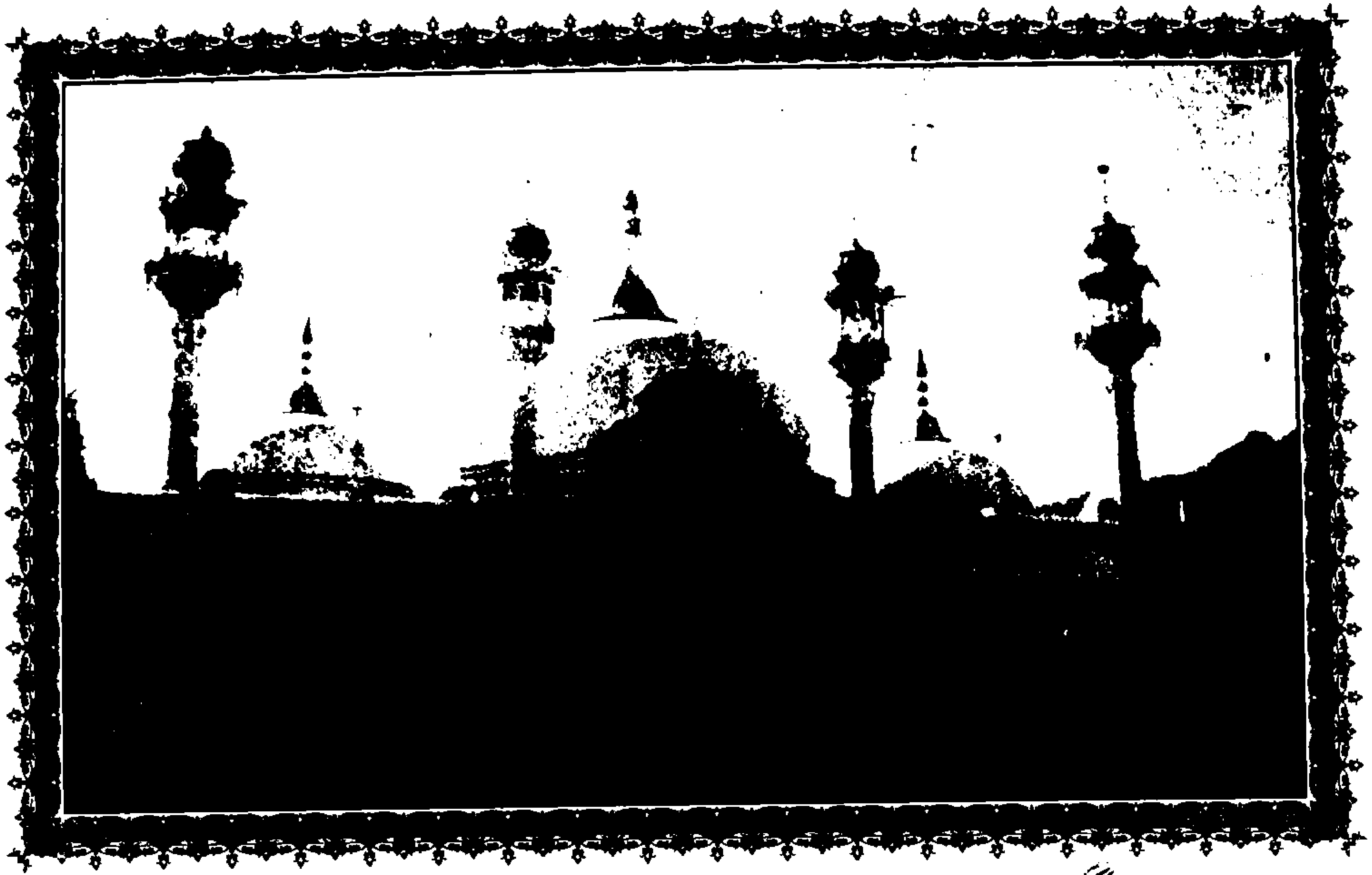

دربارِ عالیہ گھمکول شریف کی خوبصورت جامع مسجد (صوبہ سرحد) بشکریہ: مجاھد رفیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

(صوبہ سرحد)

راجہ نور محمد نظامی نقشبندی مجددی

☆☆

مولانا خواجہ عبدالغفور سمرقندی ثم پشاوری:

مولانا خواجہ عبدالغفور سمرقند ترکستان کے رہنے والے تھے وہاں سے ہندوستان تشریف لائے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر منازل سلوک طے کر کے خلیفۂ مجاز ہوے اور اپنے پیرو مرشد کے حکم پر پشاور شہر میں تشریف لا کر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی نشر و اشاعت کی۔ پشاور قلعہ کے شمال مغرب میں سڑک اوپر جو ریل کا پُل ہے اُس کے ساتھ آپ کی خانقاہ تھی جس کے آثار ابھی تک موجود ہیں۔ علامہ محمد ہاشم کشمی نے اپنی تصنیف میں آپکا ذکر خلفائے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں کیا ہے[۱]۔ خواجہ محمد احسان مجددی آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالغفور سمرقندی علیہ الرحمۃ آپ حضرت قیوم اول مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجل اصحاب سے تھے، آپ نے آنجناب سے با قاعدہ اور مکمل سلوک حاصل کیا[۲]۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تین مکاتیب آپ کے نام ہیں۔ جن میں سے ایک مکتوب آپ کے ساتھ حاجی بیگ فرکتی اور خواجہ محمد اشرف کابلی کے نام صادر ہوا[۳]۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب بھی آپ کے نام ہے۔ جس میں ”میرے مخدوم“ کے لقب سے آپ کو لکھتے ہیں[۴]۔ خواجہ محمد عزیز بن خواجہ محمد صدیق جو آپکے پوتے ہیں کہ زبانی میر صفر احمد معصومی لکھتے ہیں کہ ہمارے دادا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قلعہ گوالیار[۵] کے قید کے ایام میں خدمت کے لیے موجود تھے اور دیگر خلفاء میں آپ کو یہ امتیار حاصل تھا[۶]۔ پشاور میں فوت

ہوئے اور اپنی خانقاہ کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر کچی ہے اور ابھی تک موجود ہے. دو فرزند خواجہ محمد صدیق پشاوری (م ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء) اور خواجہ محمد فاروق تھے۔

مولانا خواجہ محمد صدیق پشاوری:

خواجہ محمد صدیق بن مولانا خواجہ عبدالغفور سمرقندی پشاور شہر میں پیدا ہوئے[۷]۔ علوم ظاہری کی تعلیم والد بزرگوار کے زیر سایۂ پشاور اور لاہور (پنجاب) کے مدارس میں حاصل کی۔ آپکے اساتذہ میں اخوند مُلا یوسف پشاوری خلیفہ شیخ سید آدم بنوری قابل ذکر ہیں[۸]۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوکر سلوک ومعرفت کی تعلیم حاصل کر کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ خواجہ محمد احسان مجددی لکھتے ہیں۔ آپ حضرت قیوم ثانی رضی اللہ عنہ کے دوسرے خلیفہ ہیں۔ سلوک باطنی آنحضرت کی خدمت میں انتہائی درجے تک حاصل کیا۔ آنحضرت نے آپ کو خلافت دے کر پشاور بھیجا۔ وہاں آپ کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ بے شمار لوگ آپ کی رہنمائی کے طفیل گمراہی کے بھنور سے نکل کر نجات کے ساحل پر پہنچے اور بہت سے لوگوں کو خواجہ صاحب نے کامل مکمل کر کے خلافت عنایت کی[۹]۔ آپکے پیر مرشد کے چھبیس مکاتیب آپکے نام ہیں[۱۰]۔ مولانا میاں محمد عمر چمکنی پشاوری ظواہر السرائر میں سید عبدالشکور چھاچھی اٹکی[۱۱] کے حالات میں کیا ہے لکھتے ہیں مولانا محمد اسماعیل غوری پشاوری[۱۲] فرماتے ہیں۔ بھائی (سید عبدالشکور) یہاں فقیری ونامرادی ہے اگر کسی شیخ کی تلاش ہے تو شیخ حبیب[۱۳] کے پاس جاؤ اور اگر روٹی درکار ہے تو خواجہ صدیق کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ[۱۴]۔ آپ ۱۰۹۲ھ/ ۱۶۸۱ء میں پشاور میں فوت ہوئے نماز جنازہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسہ شیخ محمد فضل اللہ فاروقی سرہندی[۱۵] نے پڑھائی اور پشاور شہر میں باغ گنج علی خان میں دفن ہوئے۔ آپکا مزار قلعہ پشاور کے شمال مغربی طرف سڑک کے اوپر جو ریل کا پل بنا ہوا ہے اُس کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ آپکے پانچ چھ فرزند تھے۔ جن میں خواجہ محمد حسین پشاوری آپکے جانشین ہوئے[۱۶]۔

خواجہ ملا حسن علی پشاوری:

خواجہ مُلا حسن علی پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت پشاور میں ہوئی۔ اخوند مُلا یوسف پشاوری خلیفہ شیخ سید آدم بنوری آپکے اساتذہ میں سے تھے۔ بعد ازاں لاہور کے بعض مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ شیخ عثمان نقشبندی مجددی[۱۷] پشاوری ثم دہلوی، خواجہ محمد صدیق پشاوری اور شیخ محمد امین بدخشی[۱۸]

مصنف نتائج الحرمین آپکے ہم مدرس تھے۔ خواجہ محمد احسان مجددی آپکے متعلق لکھتے ہیں۔ آپ حضرت خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب استقامت خلیفہ ہیں[۱۹]۔ جبکہ میر صفر احمد معصومی لکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ (محمد معصوم مجددی سرہندی) کے قدیم اصحاب سے تھے۔ ان کے نام مکتوبات (معصومیہ) کی تینوں جلدوں میں بہت سے مکاتیب موجود ہیں۔ جن میں انہوں نے بڑے عجیب سوالات کئے ہیں جن کے انہیں اسی نوعیت کے جواب بھی ملے ہیں[۲۰]۔ اس مجموعہ میں تین خطوط خواجہ محمد صدیق پشاوری، ملانعمت اللہ اور شیخ محمد امین بدخشی کے نام بھی آپ کے ساتھ مشترک ہیں[۲۱]۔ مولانا حسن علی پشاوری کے اپنے بعض پیر بھائیوں مثلاً شیخ محمد علیم[۲۲] جلال آبادی، خواجہ محمد صدیق پشاوری، مُلا نعمت اللہ پشاوری اور شیخ محمد امین بدخشی وغیرہ حضرات سے بڑے گہرے مراسم تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارھم کے شجرہ طریقت کو فارسی نظم کیا۔ جو حضرت خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی سے شروع کر کے حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا۔

اے حسن تامیتوانی مدح شان احسن بگو
تاتوگردی ازطفیل مدح شان احسن مآل

پشاور مسکن تھا وہاں ہی فوت ہو کر دفن ہوئے[۲۳]۔

مولانا شیخ فرید اکبرپوری پشاوری:

مولانا شیخ فرید بن شیخ عبدالوہاب چشتی صابری المعروف اخون پنجو بابا[۲۴]۔ موضع اکبر پورہ ضلع نوشہرہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد بزرگوار سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشہور شیخ طریقت تھے۔ ابتداً سلسلہ چشتیہ صابریہ میں والد بزرگوار نے تربیت فرمائی اور مجاز کیا۔ والد بزرگوار کی وفات کے بعد رہتاس[۲۵] پنجاب میں شیخ سید آدم بنوری خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ بعد ازاں سرہند شریف صاحبزادگان حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صاحبزادگان نے بہت کرم فرمایا۔ وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد شیخ سید آدم بنوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تصوف وسلوک کی تعلیم حاصل کر کے خلیفہ مجاز سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ہوئے۔ پیرومرشد کے حکم سے اکبر پورہ واپس آ کر لوگوں کی اصلاح اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت شروع کردی۔ اکثر اپنے پیرومرشد کی خدمت میں بنور حاضر ہوتے رہتے تھے۔ رمضان ۱۰۵۱ھ/۱۶۴۰ء میں سرہند شریف تشریف لے گئے حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ

محمد معصوم مجددی سرہندی کے ساتھ خلوت میں اعتکاف کیا۔ آپ فرماتے ہیں اس میں مجھے بہت لطف آیا اس کے باوجود کبھی کبھی بنور کا اشتیاق دل میں بڑھ جاتا تھا۔ ایک بار حضرت عروۃ الوثقیٰ اچانک میری دلی کیفیت سے آگاہ ہوگئے۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ میاں شیخ آدم بہت بڑے بزرگ ہیں اُن کی صحبتیں بڑی بھرپور ہوتی ہیں...... آخر اُن ہی کی اجازت سے میں حضرت بنوری کی خدمت میں مشرف ہوا۔ آپ نے ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔ شیخ محمد امین بدخشی لکھتے ہیں: شیخ فرید پشاوری حضرت شیخ بنوری کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ ان کی توجہ میں بڑی طاقت ہے۔ اور مریدوں پر آپکی صحبت بہت جلد اثر کرتی تھی۔ حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ حج مکمل کرنے کے بعد ہندوستان تشریف لے گئے ؁۱۰۵۴ھ/ ؁۱۶۴۴ء میں اجمیر شریف میں وفات پائی اِن کا مزار پتیل تالاب سے کھوڑی دور مشرق کی طرف واقع ہے[26]۔

سید عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی:

سید عبداللہ بن سید سلطان میر موضع اگرہ[27]۔ صوبہ سرحد میں یکم محرم ؁۱۰۱۷ھ/ ؁۱۶۰۸ء میں پیدا ہوے[28]۔ ابتدائی تعلیم و تکمیل علوم رسمیہ مختلف اساتذہ سے کی۔ عشق حقیقی بچپن سے آپکے دل میں موجزن تھا تکمیل علوم کے بعد اور بڑھا[29]۔ آپ نے ابتدائی صوفیانہ تربیت شیخ پشاوری مرحوم (شیخ فرید اکبر پوری) سے حاصل کی تھی۔ بعد میں اُن ہی کی وساطت سے حضرت سید آدم بنوری کی خدمت میں بنور حاضر ہوکر تکمیل طریقت کی[30]۔ شیخ محمد امین بدخشی لکھتے ہیں۔ شیخ عبداللہ کوہاٹی حضرت شیخ آدم بنوری کے اکابر خلفا میں سے ہیں، صاحب عرفان بزرگ ہیں، حضرت شیخ کی خصوصی معرفت سے بخوبی آگاہ اور فصاحت و بلاغت میں ثانی نہیں رکھتے[31] ؁۱۰۵۵ھ/ ؁۱۶۴۵ء اور ؁۱۰۶۷ھ/ ؁۱۶۵۷ء میں دوبار حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی[32]۔ بادشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو ایک مناظرہ کے سلسلے میں حسن ابدال بلوایا تھا اور دوران مناظرہ آپ کی گفتگو سے متاثر ہوکر آپکے صاحبزادہ حاجی سید عمر کو اپنے ہمراہ لاہور لے گیا تھا اور آپ کے لیے لاہور کے نواح میں جنڈیالہ شیر خان میں جاگیر دے دی[32]۔ آپ اشاعت سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف بھی کرتے تھے۔ آپکی تصانیف میں سے چند یہ ہیں، شرح مشکوٰۃ شریف[34]۔ تبیان الحقائق، بحر الفراست، شرح دیوان حافظ، مکتوب نصاب (نور الافکار)، شرح مثنوی مولانا روم، شرح گلستان، شرح بوستان[35]۔ آپ

تبلیغ واشاعت اسلام کے سلسلے میں اکثر اوقات دورہ پر رہتے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک دفعہ ہڈاخیل کے مقام پر مقیم تھے کہ پیغام اجل آ پہنچا یہ ۱۶/رجب المرجب ۱۰۹۰ھ/۱۶۸۲ء کا واقعہ ہے۔ دوسرے دن میت لاکر کوہاٹ میں دفن کی گئی[۳۶]۔ آپکا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ اولاد نرینہ میں پانچ فرزند تھے۔ سید محمد یوسف، سید محمد قاسم، سید محمد عمر، سید محمد عثمان، سید محمد یعقوب[۳۷]۔

مولانا اخوند یوسف پشاوری:

مولانا اخوند ملا یوسف پشاور کے رہنے والے تھے۔ آپ بیان کرتے تھے کہ جہانگیر بادشاہ کی حکومت کے ابتدائی دنوں میں ہم لاہور میں علم حاصل کرتے تھے۔ فقروفاقہ سے براحال ہوجاتا تھا تو مجبوراً راتوں کو گداگری کیا کرتے تھے۔ اُن دنوں لاہور میں قحط تھا۔ ہمیں دس گھروں سے پانچ لقمے بھی نہیں ملا کرتے تھے۔ بہرحال ہم نے قناعت کی اور تعلیم حاصل کرلی۔ اب دس سال سے پڑھا رہا ہوں، بغیر کسی طلب کے اتنی دولت ملی ہے کہ امیر ہوگیا ہوں۔ بے شک یہ اُس صبر وقناعت اور غناء فراغت کا نتیجہ ہے۔ یہ واقعہ ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء میں بیان فرمایا۔ آپ صاحب درس وتدریس عالم تھے۔ شاگردوں میں شیخ عثمان پشاوری ثم دہلوی وشیخ محمد امین بدخشی خلفائے سید آدم بنوری اور خواجہ محمد صدیق پشاوری وملا حسن علی پشاوری خلفائے حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی جیسی شخصیات شامل تھیں۔ آپ نے پہلے کشمیر میں مُلا شاہ بدخشی[۳۸] کی خدمت میں ریاضت کی اور رسمی توجہ لے کر سید آدم بنوری کی خدمت میں بنور حاضر ہوئے۔ شیخ بنوری سے شروع میں بحث ومباحثہ کرتے رہے۔ دو تین ماہ مناظرہ میں لگ گئے آخر کار آپ مطمئن ہوکر شیخ بنوری سے بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت عطاء ہوئی اور وطن واپس جاکر شریعت اور طریقت کے فروغ میں مصروف ہوگئے۔ دوسری مرتبہ انتہائی محبت اور محویت کے عالم میں بنور حاضر ہوئے اور مزید علوم طریقت کی تکمیل کی۔ شیخ بنوری نے آپ کو اجازت مطلق عطاء فرمائی۔ آپ پشاور اور اُس کے گردونواح میں مرشد کامل کے مرتبہ پر فائز تھے۔ ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء کے قریب وفات پائی[۳۹]۔

شیخ مانون یوسف زئی:

شیخ مانون افغان قوم کے قبیلہ مندڑ سے تعلق رکھتے تھے[۴۰]۔ آباء واجداد کا تعلق موضع تہکال بالا پشاور شہر سے تھا[۴۱]۔ آپ کے والد ماجد بغرض ملازمت دہلی تشریف لے گئے تھے۔ شیخ مانون ۱۴/شوال المکرم ۱۰۰۱ھ بمطابق ۱۵۹۳ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کی تحصیل دہلی اور سہارنپور کے مدارس میں کی۔

شاہجہان بادشاہ کے دورحکومت میں دہلی سے واپس وطن تشریف لائے اور سید عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ حاجی بہادر کوہاٹی نے ۱۲؍ربیع الاول ۱۰۶۷ھ بمطابق ۱۶۵۶ء کو موضع آمیرو میں آپ کو خلافت واجازت کا حکم دیا۔ شیخ مانون حاجی بہادر کوہاٹی کے خلیفہ اکبر تھے۔ آپ نے علاقہ یوسف زئی تحصیل صوابی کے موضع شاہ منصور میں خانقاہ اور مدرسہ قائم کیا۔ آپ اپنے وقت کے اکابر مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں سے تھے۔ صاحب شریعت وطریقت وحقیقت اور صاحب اوصاف حمیدہ وتصوف وسلوک کے امام تھے[۴۲]۔ آپ نے اشاعت سلسلہ کے لیے تمام افغان علاقوں کا دورہ کیا اسی سلسلے میں آپ جلال آباد افغانستان تشریف لے گئے وہاں مولانا اخوند محمد نعیم[۴۳] موضع محمود کامہ نے ۱۹؍محرم ۱۰۶۹ھ بمطابق ۱۶۵۸ء کو آپ سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ بروز جمعۃ المبارک ۱۴؍شوال ۱۰۹۹ھ بمطابق ۱۶۸۸ء میں وصال فرمایا[۴۴]۔ شیخ محمد شعیب تورڈھیری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ شیخ مانون یوسف زئی کی قبر تہکال میں ہے اور تہکال پشاور کے دیہات میں سے ایک ریہ ہے[۴۵] مزار پشاور یونیورسٹی سے مشرق کی طرف محلّہ غریب آباد تہکال بالا کے قبرستان میں واقع ہے۔

مولانا شیخ احمد المعروف اخوند صاحب لُنڈی:

مولانا شیخ احمد بن اسماعیل خان موضع درہ کوٹ تیرھی علاقہ ننگرہار میں پیدا ہوئے آپ نسباً فاروقی تھے۔ آپ کے والد اپنے علاقہ کے حاکم تھے[۴۶]۔ اخوند احمد بچپن ہی سے بہت ذہین اور دانا تھے۔ آغاز جوانی میں راہ سلوک اختیار فرمائی۔ چنانچہ پیر کامل کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے وزیر آباد پنجاب جاکر حاجی سعد اللہ وزیرآبادی[۴۷] کی خدمت میں حاضر ہوکر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوکر مرید ہوئے[۴۸] خواجہ محمد احسان مجددی لکھتے ہیں۔ حضرت اخوند احمد رحمۃ اللہ علیہ آپ حافظ صاحب (حافظ سعد اللہ وزیرآبادی) کے خلیفہ ہیں شریعت اور طریقت کے بڑے پابند ہیں[۴۹]۔ میاں محمد عمر چمکنی لکھتے ہیں۔ حضرت سعدی پہلی بار پشاور آئے تو ملا احمد جو کہ شہر پشاور کے مشاہیر علماء وزہاد میں سے ہیں اور قدوۃ العارفین مولانا حاجی سعد اللہ وزیرآبادی کے ساتھ نسبت ارادت رکھتے ہیں اور استفاضہ اور استفادہ کی خاطر پورے تین ماہ تک حضرت سعدی کی خدمت میں رہے۔

...... پشاور کے اکثر علماء وفضلاء اُن کے شاگرد ہیں[۵۰] شاہ محمد غوث لاہوری لکھتے ہیں، پشاور شہر کے قریب قصبہ لُنڈی میں ایک بزرگ شیخ احمد ہیں جو مرتاض اور متقی عالم باعمل تینتالیس سال سے متواتر یکسوئی

سے عبادت و ریاضت میں مشغول ہیں۔ مالداروں کے ساتھ اُن کا ربط نہ تھا۔ آپ کے مریدین ہر وقت کلمہ طیبہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے اور خود ایک مؤحد صوفی تھے [۵۱]۔ حضرت اخوند احمد کو خداوند تعالیٰ نے بڑی بابرکت زندگی عطاء فرمائی تھی۔ عبادت و ریاضت، ارشاد و ہدایت اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی کام کیا۔ ۱۲/ جمادی الثانی ۱۱۱۳ھ بمطابق ۱۷۰۱ء میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار موضع لنڈی نواح پشاور کی جامع مسجد کی چار دیواری کے اندر مسجد کے جنوبی کونے میں واقع ہے۔ اور آپ کے نام کی نسبت سے یہ گاؤں آج تک موضع اخوند احمد لنڈی کے نام سے مشہور ہے [۵۲]۔

شیخ شہباز مومند پبی

شیخ شہباز بابا ۱۰۴۳ھ بمطابق ۱۶۳۳ء میں موضع ماشوگگر نواح پشاور میں افغان قوم کے مشہور مہمند قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ سعدی لاہوری سے سلوک و معرفت کی تعلیم حاصل کر کے صاحب اجازت و ارشاد ہوئے۔ آپ نے نو سال اپنے پیرومرشد کی خدمت میں گزارے۔ لاہور سے واپسی پر اٹک میں اپنے پیر بھائی شیخ محمد یحیٰ المعروف حضرت جی بابا کے پاس قیام کیا اور وطن واپس آ کر موضع پبی تحصیل و ضلع نوشہرہ میں سکونت اختیار کر کے اشاعت سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ اور اصلاح خلق خدا میں مصروف ہو گئے۔ کبھی کبھی پیرومرشد کی خدمت میں لاہور حاضری دیتے تھے۔ موضع پبی میں جی ٹی روڈ کے ساتھ جنوب میں آپکی خانقاہ تھی جہاں اب بھی آپ کے مزار کے مغرب میں قدیم مسجد جو آپ نے بنوائی تھی موجود ہے ۱۱۱۳ھ بمطابق ۱۷۰۱ء میں فوت ہوئے موضع پبی تحصیل و ضلع نوشہرہ میں آپ کا مزار مرجع خلق اللہ ہے اور شیخ بابا پبو کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے ایک فرزند شیخ عبداللہ تھے جن کی اولاد میاں گان کے نام سے مشہور ہے اور مزار کی متولی ہے [۵۳]۔

مولانا سید زین الدین پیر سباکی:

سید زین الدین بن مولانا سید فرید الدین بن مولانا سید پیر سباک بن مولانا سید ابا جر تقریباً بین ۱۰۳۰ھ/۱۶۲۱ء اور ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۱ء کے درمیان موضع پیر سباک نزد نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کی تعلیم حضرت اخوند ملا چالاک [۵۴] المعروف ملا کامل گرام اور مولانا اخوند محمد یونس گیلانی [۵۵] موضع طورو سے حاصل کی۔ ابتداً سلوک باطنی کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سے کر کے سلسلہ سہروردیہ میں خلیفہ مجاز ہوئے۔ بعد ازاں شیخ سعدی لاہوری خلیفہ سید آدم بنوری کی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں

فیض یاب ہو کر خلیفہ مجاز ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی میں امام عصر اور مقتدائے وقت تھے۔ درس و تدریس وعظ و تبلیغ کے ساتھ ساتھ اکثر کوہستان کے کافروں سے جہاد کے لیے بھی جاتے تھے۔ آپ صاحب تصانیف بھی تھے۔ مناقب خلفائے راشدہ اور اہلبیت رضی اللہ عنہم پر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ایک کتاب ''بضعۃ الاربعین''[۵۶] لکھی۔ موضع پیر سباک سے ترک سکونت فرما کر موضع بیت الفریب کی بنیاد ڈالی اور آباد ہوئے ؁۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء میں فوت ہوئے۔ اور موضع بیت الفریب تحصیل و ضلع نوشہرہ میں دفن ہوئے۔ آپکی وفات کے بعد آپ کے پیر بھائی مولانا شیخ محمد یحیی نقشبندی مجددی المعروف حضرت جی بابا اٹک تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لیے آپ کے گھر تشریف لائے تھے۔ اولاد نرینہ میں گیارہ فرزندان گرامی القدر تھے۔ عبدالشکور، کرم الدین، اسد اللہ، حافظ محمد عمر، محمد علی، نجم الدین، عماد الدین، عبدالحق، قیاس الدین، محمد سعید المعروف مسعو شاہ اور سعد الدین[۵۷]۔

مولانا محمد فاضل پاپینی ثم پشاوری:

مولانا محمد فاضل موضع پاپین نواح کابل افغانستان کے رہنے والے تھے اس گاؤں کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس گاؤں میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے کئی نامور علماء و مشائخ[۵۸] پیدا ہوئے۔ آپ نے علوم ظاہری سے فراغت کے بعد موضع مٹہ مُغل خیل علاقہ دوآبہ ضلع چارسدہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہاں درس و تدریس کرتے تھے۔ ابتدأ مولانا عبدالخالق قصوری سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں نسبت ارادت قائم کی اور خلیفہ مجاز ہوئے[۵۹] ؁۱۰۸۶ھ بمطابق ۱۶۷۵ء میں اُن کی وفات کے بعد حاجی شیخ سعدی لاہوری کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی ؁۱۱۰۵ھ کو آپ کے پیر و مرشد دورۂ پشاور کے دوران آپ کے ہاں موضع مٹہ مُغل خیل بھی تشریف لائے تھے[۶۰]۔ مولانا سید محمد قطب بنوری نبیرہ شیخ سید آدم بنوری جب دوسری بار افغانوں کے علاقے میں تشریف لائے تو باجوڑ میں بیمار ہو گئے تو وہاں سے واپس تشریف لا کر آپ کے ہاں قیام فرمایا اور یہیں ۱۷؍رجب المرجب ؁۱۱۰۸ھ کو فوت ہوئے[۶۱]۔ آپ نے ؁۱۰۸۷ھ بمطابق ۱۶۷۷ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی تھی۔ حرمین شریفین میں شیخ محمد امین بدخشی مصنف ''مناقب الحضرات'' سے ملاقات ہوئی تو اپنے شیخ اول مولانا عبدالخالق قصوری کے حالات و واقعات پر مشتمل ایک رسالہ تحریر کر کے دیا۔ اپنے حالات بھی تحریر کر کے دیے[۶۲]۔ اکثر اپنے شیخ ثانی کی خدمت میں لاہور حاضر ہوتے تھے[۶۳]۔ ؁۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ء میں جلال خان خشی خیل نے اپنا لشکر لے کر موضع مٹہ مُغل خیل پر حملہ کیا۔ اس موقع پر علاقہ

ہشت نگر کے سردار ایمل خان نے اپنی قوم سے مشورہ کے بعد آپ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ جس سے ایک خونریز جنگ ٹل گئی۔ آپ کا انتقال موضع مٹہ مُغل خیل میں ہوا اور آپ کی تدفین موضع کتوزئی کے مغرب میں ہوئی۔ جہاں اب بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے[۶۴]۔

عبدالقادر خان خٹک:

عبدالقادر خان بن خوشحال خان خٹک ۲۵/ذی الحج ۱۰۶۳ھ[۶۵] بمطابق ۱۶۵۳ء موضع سرائے اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ میں پیدا ہوے۔ آپکے والد مشہور افغان سردار اور شاعر تھے۔ عبدالقادر خان کا نام باپ نے ابجد کے حساب سے تاریخی نام رکھا ''عبدالقادر خان'' ۱۰۶۳ھ۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد کے زیر سایہ ہوئی۔ فراغت علوم ظاہری کے بعد شیخ سعدی لاہوری کے ہاں حاضر ہو کر سلوک و معرفت کی تعلیم حاصل کی آپ حضرت شیخ سعدی لاہوری کے ماذون و خلیفہ تھے[۶۶]۔ آپ کی بہن حلیمہ سعدیہ خٹک بھی شیخ سعدی لاہوری کی مریدتھیں[۶۷]۔ اپنے پیرومرشد کی وفات پر قطعہ تاریخ بھی لکھا[۶۸]۔

شیخ سعدی قدوۂ اہلِ یقین
چوں منور گشت از و زیرِ زمین
از خود جستم حساب رحلتش
در جوابم گفت ''شیخ مومنین''
۲ + ۱۱۰۶ = ۱۱۰۸ھ

اکثر لاہور اپنے پیرومرشد کے ہاں حاضری دیا کرتے تھے۔ ۱۱۱۳ھ بمطابق ۱۷۰۱ء میں آپ کے والد فوت ہوے تو اُس وقت آپ کابل میں تھے۔ آپ نے تمام عمر حصول علم، درس و تدریس اور تالیف و تصنیف میں بسر کی۔ آپ ایک عارف زاہد، عالم فاضل، ادیب، شاعر اور مصنف تھے۔ آپ نے ساٹھ کے قریب کتابیں لکھیں جن میں چند یہ ہیں۔ گلدستہ ترجمہ گلستان، نصیحت نامہ، یوسف زلیخا، دآدم درخانی قصہ، شرح قصیدہ بُردہ، ......خلوسنبت حدیث اور دیوان حدیقہ خٹک وغیرہ۔ آخر عمر میں نوشہرہ چلے گئے تھے اور وہیں ۱۱۳۷ھ بمطابق ۱۷۲۴-۵ء کو شہید کر دیے گئے[۶۹]۔

شیخ محمد صبغت اللہ مجددی سرہندی ثم پشاوری:

شیخ محمد صبغت اللہ بن شیخ محمد اسماعیل بن شیخ محمد صبغت اللہ بن قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی[۷۰] سرہند شریف ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ اپنے جد محترم اور والد بزرگوار کے زیر سایۂ علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کر کے تکمیل کی۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے جد محترم شیخ محمد صبغت اللہ مجددی کے فیض یافتہ تھے۔ خواجہ محمد احسان مجددی لکھتے ہیں شیخ محمد صبغت اللہ آپ شیخ محمد اسماعیل کے بڑے بیٹے اور اپنے دادا کے مرید تھے۔ سلوک باطنی بھی انہی سے حاصل کیا۔ میرے والد (شیخ حسن احمد مجددی) فرماتے تھے کہ شیخ محمد صبغت اللہ حضرت حجۃ اللہ (شیخ محمد صبغت اللہ مجددی) کی اولاد میں ممتاز ہیں شیخ محمد صبغت اللہ ورع تقویٰ اور استقامت میں حضرات سرہند سے مستفیض تھے۔ لیکن آپ کی اولاد میں سے کوئی زندہ نہ رہا[۷۱]۔ خواجہ حاجی محمد فضل اللہ مجددی لکھتے ہیں۔ شاہ محمد صبغت اللہ کا ارشاد نواح کابل اور پشاور میں بہت تھا۔ آپ کے خلفاء میں سے بعض بڑے صاحب کمال تھے۔ جن میں سے ایک خواجہ حسن آتا جو نواح کابل میں قریہ گزر میں رہتے تھے۔ آپ کے مختلف خلفاء ملک ماوراالنہر، روم اور بلغار میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ آپ کا کوئی فرزند نہ تھا۔ آپ کی ایک بیٹی تھی۔ (جو شیخ غلام حسن بن شیخ غلام محمد مجددی المعروف حضرت جیو پشاوری کے نکاح میں تھی) جس کا ایک بیٹا میاں مسجدی نام تھا جس نے نواح باجوڑ میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی نشر و اشاعت کی۔ شیخ محمد صبغت اللہ مجددی پشاور میں سکونت رکھتے تھے اور وہاں ہی فوت ہوئے۔ آپکا مزار باغ عبدالرحیم خان میں تھا۔ عبدالرحیم خان آپکا مرید تھا اور اُس نے اپنا باغ آپکے مزار کے لیے وقف کر دیا تھا[۷۲]۔

مولانا سید محمد معصوم پیر سباکی ثم پشاوری:

مولانا حافظ محمد معصوم بن مولانا سید عبدالشکور بن مولانا سید زین الدین شجرہ نسب سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری اُوچ بہاولپور سے جا ملتا ہے[۷۳]۔ موضع پیر سباک نزد نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار کے زیر سایۂ قرآن مجید حفظ کیا اور علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ اپنے والد بزرگوار سے سلسلۂ سہروردیہ کی تعلیم حاصل کی۔ کسب معاش کے سلسلے میں کچھ عرصہ رہتاس اور فتح پور (علاقہ پوٹھوہار) میں مقیم رہے۔ بعد ازاں والد بزرگوار نے اپنے چند خدام بھیج کر آپ کو واپس گھر بلوالیا۔

واپس آ کر عبادت و ریاضت کے ساتھ ذریعہ معاش کے لیے کھیتی باڑی کرنے لگے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور بزرگ سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی بابا اٹک خلیفہ شیخ سعدی لاہوری کی شہرت سُن کر اُن کے گاؤں سروالہ نزد اٹک (کیمبل پور) تشریف لے گئے مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ سلطان معظم بہادر شاہ اول کے دورہ پشاور ۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۷۰۰ء کے زمانے میں تجارت شروع کی مگر اُس میں نقصان ہوا پریشانی کے عالم میں دوبارہ حضرت جی بابا کی خدمت میں مسجد صوفی صالح بیگ اٹک اپنے بھائی سید میر محمد کے ہمراہ حاضر ہوئے اور بیعت ہو کر سلوک کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ بعد پیرومرشد نے خلافت و اجازت عطاء فرمائی۔ شیخ کے خلیفہ اکبر تھے اپنی وفات ۱۱۳۲ھ بمطابق ۱۷۲۰ء کے موقع پر شیخ نے اپنا جانشین مقرر کیا۔ بڑے عرصہ تک وہاں ہی قیام رہا۔ قصہ مشائخ کی تصنیف کے وقت ۱۱۴۶ھ بمطابق ۱۷۳۳ء میں بھی وہاں ہی قیام پذیر تھے[۷۴] بعد ازاں بعض وجوہات کی بناء پر اٹک سے نوشہرہ (شاہجہاں آباد) اور پھر وہاں سے پشاور[۷۵] شہر جا کر مقیم ہو گئے۔ پشاور میں ہی فوت ہوئے اور وہاں ہی دفن ہوئے۔ آپکا مزار گور گھٹڑی کے قریب محلہ شاہ معصوم میں مسجد کے ساتھ مرجع خلائق ہے[۷۶]۔

سید شاہ محمد غوث پشاوری:

سید شاہ محمد غوث بن ابوالبرکات سید حسن قادری[۷۷] پشاوری ۱۰۸۴ھ بمطابق ۱۶۷۳ء موضع سلطان پور پشاور میں پیدا ہوئے۔ شجرہ نسب شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی سے ملتا ہے والدہ ماجدہ سید علی ترمذی پیر بابا کی اولاد سے تھیں۔ علوم ظاہری کی تعلیم پشاور، کابل اور لاہور میں حاصل کی۔ آپکے اساتذہ میں سے کئی حضرات اپنے دور کے فاضل اجل تھے مثلاً مولانا اخوند نعیم کامہ کابل[۷۸]، مولانا نور محمد مدقق لاہوری[۷۹]، مولانا جان محمد کلاں لاہوری[۸۰] وغیرہ۔ علوم ظاہری سے فراغت کے بعد علوم باطنی کی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کر کے سلسلہ قادریہ میں مجاز ہوئے۔ ۱۱۱۵ھ بمطابق ۱۷۰۴ء میں آپکے والد بزرگوار فوت ہوئے تو اُس کے بعد آپ پاکستان اور ہندوستان کے کئی نامور مشائخ عظام کی خدمت میں حاضر ہوئے اس دوران شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی بابا اٹک کی خدمت میں کئی بار تشریف لائے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کی تکمیل کر کے مجاز ہوئے جس کا ذکر آپ نے خود اپنی تصنیف ''رسالہ اسرار طریقت'' میں تفصیل سے کیا ہے۔ علوم ظاہری و باطنی سے فراغت کے بعد آپ نے پشاور میں

باقاعدہ سلسلہ درس وتدریس شروع کیا آپ کے درس میں دور دور سے طلباء آ کر شامل ہوتے تھے۔ آپ اپنے دور کے نامور شیخ طریقت، عالم باعمل، محدث، مصنف اور شاعر بھی تھے۔ آپکی چند تصانیف یہ ہیں (۱) ترجمہ وتفسیر قرآن مجید فارسی (۲) شرح بخاری بعنوان شرح غوثیہ (۳) اصول حدیث (۴) شرح قصیدہ غوثیہ (۵) شرح قصیدہ خمریہ (۶) رسالہ اسرار طریقت (۷) اسرار التوحید (۸) شرح فصوص الحکم وغیرہ۔ آپکی وفات ۱۱۷۳ھ بمطابق ۱۷۵۹ء میں لاہور میں ہوئی اور وہاں ہی دفن ہوے۔ آپکا مزار بیرون دہلی دروازہ سرکلر روڈ لاہور پنجاب میں دو سڑکوں کے درمیان میں واقع ہے۔ مزار کے ساتھ ایک قدیم مسجد بھی موجود ہے۔ آپکی اولاد نرینہ میں چار فرزند تھے۔ سید میر محمد عابد شاہ، سید میر شاکر شاہ، سید میر شاہ میر اور سید میر باقر شاہ[۸۱]۔

شیخ زکریا المعروف بہ شہید میاں

شیخ زکریا بن شیخ نوبہار غازی بن شیخ اورنگ قوم امین زئی افغان موضع خوکی علاقہ داؤدزئی ضلع چارسدہ کے رہنے والے تھے۔ آپکے جدامجد شیخ اورنگ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے مشہور مشائخ اور سید عبدالوہاب المعروف اخوند پنجو بابا اکبر پورہ کے خلفاء میں سے تھے۔ جبکہ آپ کے والد اپنے والد کے فیض یافتہ اور جانشین تھے اور باجوڑ کے پہاڑی علاقے میں اکثر کافروں سے جہاد کے لیے جاتے اس لیے لوگوں میں شیخ نوبہار غازی کے نام سے مشہور تھے۔ آپکی تعلیم وتربیت والد بزرگوار کے زیر سایہ ہوئی۔ جوانی میں اکثر اخوند پنجو بابا کے مزار پر حاضر ہوتے۔ بعدازاں سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی بابا اٹک کی خدمت میں حاضر ہوے تو اُن کے دست گرفتہ ہوگئے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں تصوف وسلوک کی تکمیل کے بعد صاحب اجازت وارشاد ہوے۔ ایک دفعہ گڑھی مومن خان میں اپنے پیر بھائی میاں محمد عمر چمکنی سے مسئلہ ذکر جہر پر بحث ومباحثہ ہوا جو ناراضگی پر پہنچا پیرومرشد نے دونوں میں صلح کروادی۔ احمد شاہ ابدالی بادشاہ نے آپکو دیہات مشی، جالہ بیلہ، اگرہ، منڈ دونہ، خوکی، شکرپورہ، بطور جاگیر دے دیے تھے۔ اس سے قبل یہ دیہات اربابان گل بیلہ کی ملکیت تھے لہٰذا وہ آپ کے دشمن ہوگئے۔ اور انہوں نے آپ کو اجرتی قاتلوں سے شہید کروادیا۔ آپ کا مزار موضع حاجی (دیہہ میاں گوجر) علاقہ داؤدزئی ضلع چارسدہ میں واقع ہے۔ آپکی اولاد نرینہ میں ایک فرزند شیخ محمد صلاح تھے[۸۲]۔ جن کی اولاد چارسدہ کے بعض دیہات کے علاوہ موضع ملاں منصور ضلع اٹک میں بھی آباد ہے۔

شاہ غلام حسن مجددی پشاوری:

شاہ غلام حسن بن شاہ غلام محمد المعروف حضرت جی کلاں پشاوری بن شیخ غلام محمد معصوم المعروف معصوم ثانی بن شیخ محمد اسمٰعیل بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی[۸۳] سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپکی والدہ ماجدہ گوہر آراء بیگم بنت شیخ برکت اللہ بن شیخ محمد ہادی بن مروج الشریعت حضرت خواجہ عبید اللہ مجددی سرہندی تھیں[۸۴] والد بزرگوار سکھ گردی کے دوران سرہند شریف سے لاہور اور وہاں سے پشاور تشریف لائے[۸۵] تو آپ بھی ہمراہ تھے آپ عالم فاضل اور صاحب طریقت تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے جد بزرگوار شیخ غلام محمد معصوم مجددی المعروف خواجہ معصوم ثانی کے فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز تھے۔ والد گرامی کی زندگی میں ارشاد و ہدایت کے کام میں مشغول ہوئے اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں کمالات کو پہنچے۔ اور ہزار ہا مخلوق خدا کو راہ ہدایت نصیب فرمائی۔ پہلی بار جب کابل تشریف لے گئے تو چودہ ہزار مرد و زن داخل طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ہوئے اور دوسرے دن داخل ہونے والوں کا کوئی شمار نہیں ہے آپ کے بہت سے خلفاء تھے جو تقریباً کابل کے تمام دیہات وقصبات میں رشد و ہدایت میں مصروف رہے[۸۶]۔ آپکی خوارق عادات بہت ہیں ۱۲۰۴ھ بمطابق ۱۷۸۹ء میں آپکا انتقال ہوا۔ بجوڑی دروازہ کے باہر باغ اسد اللہ خان (موجودہ شعبہ بازار) میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے[۸۷]۔ آپکا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ اولاد نرینہ میں نو صاحبزادے تھے۔ غلام اسمٰعیل، میاں مسجدی، ابو الحسن، محمد اعظم، محمد بخش، عبدالوہاب، غلام نبی، میاں حاجی اور میاں غازی[۸۸]۔

سید میر عبداللہ بخاری اکبر پوری:

حافظ سید میر عبداللہ بن میر عبدالرحمٰن بخاری شہر بخارا ترکستان میں سادات عظام کے ایک خاندان میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت بخارا میں ہوئی۔ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ بخارا سے بہ ارادہ زیارت حرمین شریفین پشاور تشریف لائے اور یہاں سے براستہ کابل و ایران بغداد شریف اور وہاں سے حجاز مقدس تشریف لے گئے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد ہندوستان تشریف لے گئے وہاں اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر حاضری کے بعد مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے اٹک تشریف لائے۔ اٹک شہر میں شیخ محمد یحیٰی سر الاعظم المعروف حضرت جی بابا اٹک سے ملاقات کے بعد آپ اُن کی خدمت میں اسباق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے لیے ٹھہر گئے۔ کسب سلوک کی تکمیل کے بعد خلیفہ مجاز

ہوئے۔ کچھ عرصہ دریائے نیلاب کے کنارے عبادت وریاضت میں مشغول رہے۔ وہاں سے اپنے پیر بھائی شیخ میاں عنصر قریشی سے محبت اور خلوص کی بناپر علاقہ چھچھ موضع کالو جو چیل ندی کے کنارے واقع ہے تشریف لے گئے کچھ عرصہ موضع کالو میں قیام کے بعد اپنے دوسرے پیر بھائی شیخ زکریا المعروف شہید میاں کی دعوت پر پشاور پہنچے اور کچھ عرصہ پشاور میں قیام کے بعد موضع اکبر پورہ میں ایک مسجد ادر خلوت خانہ تعمیر کروایا عبادت وریاضت کے علاوہ درس وتدریس قرآن مجید بھی کرتے تھے ۱۱۸۴ھ بمطابق ۱۷۷۰ء میں احمد شاہ ابدالی نے میاں محمد عمر چمکنی کے مشورہ سے آپ کو پشاور اور شاہ آباد کا قاضی مقرر کیا ۱۲۰۶ھ بمطابق ۱۷۹۱ء میں فوت ہوئے اور موضع اکبر پورہ ضلع نوشہرہ میں دفن ہوئے۔ اولاد میں تین فرزند سید محی الدین، میر شرف الدین اور میر غیاث الدین تھے[۸۹]۔

ارباب معزاللہ خان مہمند:

ارباب معزاللہ خان بن عبداللہ خان بن محمد خان بن مستجاب خان بن آزاد خان بن محبت خان مہمند افغان قبیلہ کی مشہور شاخ محبّ خیل سے تعلق رکھتے تھے[۹۰]۔

تقریباً ۱۰۸۵ھ بمطابق ۱۶۷۴ء میں کوٹلہ محسن خان پشاور میں پیدا ہوئے آپ کا خاندان اپنے علاقے کا سردار تھا۔ معزاللہ خان نے سرداری چھوڑ کر فقیری اختیار کی۔ آپ ایک جید عالم اور دانا وبینا صوفی تھے۔ علوم ظاہری وباطنی دونوں میں درجہ کمال حاصل تھا۔ اگرچہ آپ کا تعلق ایک ثروت مند اور دنیا دار گھرانے سے تھا مگر خداوند تعالیٰ کا فضل واحسان تھا کہ دنیاداری[۹۱] اپنی جاذبیت اور رنگینیوں کے باوجود بھی آپ کو اپنی طرف مائل نہ کرسکی۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا میاں محمد عمر چمکنی کے مرید وخلیفہ تھے۔ معاصرین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سفر وحضر میں اکثر پیرومرشد کے ہمرکاب رہتے۔ مناقب مولوی دادین میں لکھا ہے کہ سفر باجوڑ میں پیرومرشد کے ساتھ تھے۔ اپنی تصنیف ''مجمع الاسرار'' میں بعض اسفار کا ذکر کیا ہے۔ اکثر دادا پیر سرالاعظم شیخ محمد یحیٰی المعروف حضرت جی اٹک کے پاس اور ان کے فوت ہونے کے بعد مزار پر بھی حاضر ہوتے تھے۔ آپ فارسی، اُردو اور پشتو کے پختہ کار شاعر تھے آپکا دیوان موجود ہے۔ اپنے پیرومرشد کے مناقب میں ایک فارسی منظوم کتاب ''مجمع الاسرار''[۹۲] لکھی ہے۔ آپ کو بانی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی۔ اپنی حویلی کا دروازہ بھی سرہند شریف کے دروازہ کے نمونے پر بنوایا تھا[۹۳] ۱۱۸۵ھ بمطابق ۱۷۶۷ء میں فوت ہوئے

اور موضع کوٹلہ محسن خان میں دفن ہوے۔ آپ کی اولاد میں ایک فرزند مُلّا نعیم اللہ خان کا نام ملتا ہے جس کی اولاد آج بھی کوٹلہ محسن خان پشاور میں موجود ہے۔

میاں احمد معصوم مجددی پشاوری:

میاں احمد معصوم بن میاں عزیز القدر بن میاں محمد عیسیٰ بن شیخ سیف الدین بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی [94] ۱۱۵۲ھ بمطابق ۱۷۳۹ء کو پیدا ہوے۔ آپکی والدہ محترمہ شیخ فقیر احمد بن شیخ محمد اعظم بن شیخ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی کی صاجزادی تھیں [95]۔ آپ والد ماجد اور والدہ ماجدہ دونوں کی طرف سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ سلوک و معرفت کی تعلیم شیخ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری خلیفہ شاہ محمد۔۔۔ مجددی سے حاصل کر کے اجازت وارشاد سے مشرف ہوے۔ پیرومرشد کے کہنے پر کچھ عرصہ بلخ کے علاقے میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج ونشرو اشاعت کا کام کیا۔ بعد ازاں واپس پشاور تشریف لے آئے [96]۔ جبکہ شیخ احمد مکی اپنی تصنیف ''ہدیۂ احمدیہ'' میں لکھتے ہیں، شیخ احمد معصوم کاشغر کے علاقے میں (چلے گئے تھے) اور اُن کی اولاد کے متعلق معلومات نہیں ہیں [97]۔ آپ کا انتقال بعمر تریسٹھ سال ۱۲۱۵ھ بمطابق ۱۸۰۰ء میں ہوا اور قبر پشاور کے علاقے میں ہے [98] اولاد نرینہ میں تین فرزند میاں سیف احمد، میاں فضل عزیز اور میاں عبدالعزیز تھے۔ میاں سیف احمد اور میاں فضل عزیز کی والدہ ماجدہ شیخ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری بن شیخ محمد موسیٰ معصومی کی صاجزادی تھیں [99]۔ جبکہ میاں عبدالعزیز کی والدہ ماجدہ محمد الیاس بن محمد عباس بن شیخ محمد شعیب بن شیخ سیف الدین مجددی سرہندی کی صاجزادی تھیں [100]۔

حافظ گل محمد مرغزی:

حافظ گل محمد بن موسی موضع مرغز علاقہ یوسف زئی ضلع صوابی میں ۱۱۲۶ھ بمطابق ۱۷۱۴ء میں پیدا ہوے۔ شجرہ نسب خلیفہ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔ آپ صدیقی قرشی تھے۔ جد اعلیٰ افغانستان سے آ کر موضع مرغز میں آباد ہوے والد ماجد موسیٰ ایک عابد و زاہد بزرگ تھے جن کا مزار آج بھی مرغز میں موسیٰ بابا کے نام سے مشہور ہے۔ حافظ گل محمد نے حفظ قرآن اپنے علاقہ کے مدارس میں کیا پھر بعد ازاں دوسرے علوم وفنون کی تعلیم کے لیے سرزمین پنجاب کا سفر کیا لاہور اور سیالکوٹ کے جید علمائے کرام سے علم حاصل کیا فراغت کے بعد سلوک طریقت کی طرف توجہ دی اور مولانا میاں محمد عمر چمکنی

کے سامنے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں زانوائے تلمذتہ کر کے استفادہ میں مشغول ہوئے تکمیل سلوک کے بعد، پیرو مرشد نے آپ کو اذن خلافت کے شرف سے نوازا۔ آپ نہایت متقی، عابد وزاہد، عالم فاضل صوفی اور پشتو زبان کے شاعر تھے۔ آپکے علمی وادبی آثار میں سے دو کتابیں یادگار ہیں (۱) شاہنامہ احمدی (تاریخ دور ابدالی) منظوم (۲) رسائل مسائل ذبائح۔ حافظ صاحب کچھ عرصہ اپنے مرشد گرامی کے حکم سے سلسلہ اشاعت وتبلیغ اور فروغ سلسلہ نقشبندیہ کے لیے پنجاب میں بھی مقیم رہے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو لمبی عمر عطاء فرمائی تھی۔ ۱۲۱۷ھ بمطابق ۱۸۰۲ء کو فوت ہوئے اور موضع مرغز ضلع صوابی میں دفن ہوئے۔ اولاد نرینہ میں دو فرزند محمد غوث اور محمدی (م ۱۱۷۶ھ) تھے۔ محمد غوث کی اولاد علاقہ کمال زئی ضلع مردان میں آباد ہے[۱۰۱]۔

میاں گل محمد اکبر آبادی ثم ہزاروی:

میاں گل محمد کا اصل نام شہزادہ گل محمد تھا۔ آپ اکبر آباد (دہلی) میں شاہی مغل گھرانے میں پیدا ہوئے۔ قاضی محمد عثمان ہزاروی ایک قلمی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں حضرت ایشاں میاں گل محمد دہلی کے بڑے امراء میں سے تھے۔ جذب کی حالت طاری ہوئی اور فقیری اختیار کرلی اور ہر چیز سے بیگانہ ہوگئے۔ ابتداء کچھ عرصہ مرزا مظہر جان جاناں شہید متوفی ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء کی صحبت میں رہے۔ اور سلسلہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک ومعرفت کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں گھربار چھوڑ کر دہلی سے نکلے اور پنجاب ہوتے ہوئے کشمیر کی طرف چلے گئے۔ جب کشمیر کے شہر سری نگر میں پہنچے تو وہاں حافظ عبدالصبور بارہ مولی[۱۰۲] سے ملاقات ہوئی تو اُن کی خدمت میں رہ کر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اسباق کی مزید تعلیم حاصل کی۔ تکمیل سلوک کے بعد مرشد گرامی نے خلافت عنایت فرمائی۔ پیرو مرشد کے حکم پر اشاعت سلسلہ طریقت کے لیے ہزارہ تشریف لائے اور اشاعت طریقہ کے ساتھ ساتھ ایک مسجد میں جو بانڈہ پیرخان گاؤں میں تھی امامت اور درس و تدریس شروع کی۔ کچھ عرصہ بعد وہاں سے اس وقت کے مشہور شہر مانگل تشریف لے گئے اور شہر سے باہر ایبٹ آباد مانسہرہ روڈ پر خانقاہ اور مسجد قائم کرلی اور وہاں مستقل قیام فرما ہوگئے۔ آپ نے تمام زندگی اشاعت سلسلہ کے ساتھ ساتھ درس وتدریس میں گزاری۔ بروز جمعۃ المبارک ۲۴ر محرم الحرام ۱۱۹۸ھ بمطابق ۱۹ر دسمبر ۱۷۸۳ء کو فوت ہوئے اور اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے آپکا مزار قصبہ مانگل میں ایبٹ آباد مانسہرہ روڈ پر آج بھی مرجع خلائق ہے[۱۰۳]۔

میاں حامد رسا مجددی پشاوری:

میاں حامد رسا بن شیخ غلام ابراہیم بن شیخ حق رسا (م ۱۱۵۷ھ/ ۱۷۴۶ء) بن خواجہ محمد پارسا (م ۱۱۴۲ھ/ ۱۷۳۰ء) بن مروج الشریعت عبیداللہ بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی[104]۔ آپ کی والدہ ماجدہ قطبی بیگم بنت شیخ محمد رسا بن شیخ محمد پارسا تھیں[105]۔ سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ سکھ گردی کے دوران سرہند شریف سے ہجرت فرما کر پشاور تشریف لے آئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت سرہند شریف میں حاصل کی تھی۔ آپ کی پھوپھی شیخ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری کی بیوی تھیں۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جیو پشاوری سے سلوک و معرفت کی منزلیں طے کر کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ آپ اپنے آبائی سلسلہ طریقت کے نامور شیخ اور عالم فاضل تھے۔ آپ سے ہزاروں لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ آپ کے خلفاء کرام میں مرزا دزا مشہور عالم، شیخ اور مصنف تھے۔ آپکی بیوی عطرس بیگم بنت شیخ محمد رضی بن شیخ محمد مہدی بن شیخ محمد صدیق بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی تھیں اور آپ کی اولاد میں ایک فرزند میاں صدیق احمد اور ایک بیٹی امامی بیگم تھیں۔ آپ ۱۲۲۴ھ بمطابق ۱۸۰۹ء میں فوت ہوئے اور میاں سراج الاسلام[106] کے مقبرہ میں پشاور شہر میں دفن ہوئے[107]۔

میاں نور مہدی مجددی پشاوری:

میاں نور مہدی بن شیخ محمد رضی بن شیخ محمد مہدی[108] بن شیخ محمد صدیق بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی[109] سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ اپنے ماموں شیخ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری کے ہمراہ سرہند شریف سے ہجرت فرما کر پشاور میں آ کر آباد ہوئے۔ شیخ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری سے سلوک و معرفت کے اسباق کی تعلیم حاصل کر کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ زندگی کا بیشتر حصہ پیرو مرشد کی صحبت میں گزارا عالم فاضل اور دانا شخص تھے۔ شریعت کے پابند، عبادت و ریاضت میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ سلوک طریقت نقشبندیہ مجددیہ میں بڑے پختہ تھے۔ آپ کے بھائی میاں ظہور مہدی جو کابل میں اشاعت طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں مصروف رہے اور وہاں ہی فوت ہوئے آپ کے خلیفہ تھے۔ ۱۲۲۴ھ بمطابق ۱۸۰۹ء میں آپ فوت ہوئے اور اپنی نانی محترمہ والدہ محترمہ شیخ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری کے مقبرہ میں باغ اسداللہ خان بیرون بجوڑی دروازہ پشاور شہر میں دفن ہوئے۔ آپ

کے تین فرزند تھے عطاء مجدد، فضل مجدد اور نیاز مجدد، میاں نیاز مجدد حضرت فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری کے داماد تھے۔ اور اشاعت طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے لیے بخارا گئے ہوئے تھے اور وہاں ہی فوت ہوگئے[۱۱۰]۔

مُلا محمد نسیم صدیقی دہروی:

ملا محمد نسیم اُچ نزد چکدرہ ضلع دہر کے ایک صدیقی خانوادہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام چنگزئی بابا تھا۔ ابتدائی تعلیم علاقے کے علماء سے حاصل کی تیرہ سال کی عمر میں ہندوستان تشریف لے گئے اور وہاں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی[۱۱۱] اور دیگر علماء سے پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ پھر دہلی میں مرزا مظہر جان جاناں شہید خلیفہ نور محمد بدایونی نقشبندی[۱۱۲] مجددی سے سلوک کی تعلیم حاصل کر کے فیض یاب ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ بحکم پیرومرشد اشاعت سلسلہ کے لیے وطن روانہ ہوئے بوقت روانگی پیرومرشد نے دیگر تبرکات کے علاوہ پانچ سو کتابوں کا ہدیہ بھی دیا جن میں سے اکثر قلمی تھیں ۱۲۰۰ھ بمطابق ۱۷۸۶ء میں وطن واپس آئے اور درس وافادہ کے علاوہ اشاعت طریقہ میں مصروف ہوگئے۔ اپنے گاؤں میں مسجد اور مدرسہ بنوایا۔ ہر سال اپنے ”پیرومرشد“ کی خدمت میں حاضری دیتے[۱۱۳] شاہ غلام علی دہلوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ملا نسیم مرزا مظہر کے اجل خلفاء میں سے ہیں...... ہر سال اپنے وطن سے آپ کی خدمت میں آتے طریقہ کے انوار حاصل کرتے۔ اخلاص ومحبت اور آپ کی اتباع میں راسخ ہیں۔ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے...... ان کی کثیر البرکت ذات بہت غنیمت ہے اپنے اوقات علم کے درس اور طریقہ کی تعلیم میں صرف کرتے ہیں[۱۱۴]۔ آپ ۱۰/ شعبان ۱۲۳۱ھ بمطابق ۶/ جون ۱۸۱۶ء میں فوت ہوئے اور خانقاہ نور محل اُچ ضلع دیر میں دفن ہوئے۔ اولاد نرینہ میں چھ فرزند غلام محمد، غلام محی الدین میر حسین، مرید احمد، زین العابدین اور فضل احمد ہیں[۱۱۵]۔

قاضی محمد ادریس مجددی پشاوری:

محمد ادریس المعروف قاضی ادریس بن شیخ غلام حسین بن شیخ غلام محمد المعروف حضرت جیو کلاں پشاوری بن شیخ غلام محمد معصوم المعروف معصوم ثانی بن شیخ محمد اسمٰعیل بن محمد صبغت اللہ بن عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی[۱۱۶]۔ آپ ۱۱۸۷ھ بمطابق ۱۷۷۲ء کو پشاور شہر میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کی تحصیل پشاور

میں کی صرف، نحو، فقہ، اصول، منطق وکلام میں فرید عصر اور یگانۂ دہر تھے[۱۱۷]۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تکمیل والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی اور درجہ کمال پر فائز ہوے کم عمری میں والد گرامی نے اشاعت طریقہ کی اجازت دے دی تھی۔ شیخ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری خلیفہ شیخ محمد رسا مجددی سے بھی صحبت رہی۔ آپ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کو بہت فروغ حاصل ہوا اشاعت سلسلہ کے علاوہ درس و تدریس بھی آپکا شُغل تھا دیگر تمام درسی کتب کے ساتھ ساتھ صحیح بخاری شریف کا درس بھی دیتے تھے[۱۱۸]۔ علم الفقہ کی متعدد کتب پر آپ کے حواشی موجود ہیں جن میں حاشیہ متخلص الحقائق اور کتاب منیۃ المصلی کے نام قابل ذکر ہیں۔ نامور شیخ طریقت، عالم، فاضلِ مدرس، قاضی، ادیب اور شاعر تھے۔ آپ نے طویل عمر پائی ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۸۵۹ء میں وفات پائی اور پشاور شہر کے قبرستان بیرون گنج دروازہ احاطہ مزارات بنوری سادات میں دفن ہوے[۱۱۹]۔ آپکی اولاد میں تین فرزند شاہ غلام صدیق، غلام احمد اور محمد یحییٰ تھے ان تینوں کی اولاد موجود ہے[۱۲۰]۔

شاہ سعد اللہ ہزاروی:

شاہ سعد اللہ موضع اچھڑی (اچھڑیاں) علاقہ پھکلی ضلع مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوے۔ قوم تاجک سواتی سے[۱۲۱] ابتدائی تعلیم علاقے کے علماء کرام سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے ہندوستان کا رُخ کیا۔ دیگر علماء کے علاوہ دہلی شہر میں مولانا اخوند شیر[۱۲۲] محمد خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے بھی تحصیل علم کی۔ دوران تعلیم اپنے استاد محترم کے ہمراہ شاہ غلام علی دہلوی[۱۲۳] خلیفہ مرزا مظہر جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوے اور سلوک کی منازل طے کر کے خلیفہ مجاز ہوے۔ شاہ عبدالغنی مجددی لکھتے ہیں۔ شاہ سعد اللہ نے حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں پہنچ کر سلوک شروع کیا۔ اس کے بعد شاہ ابو سعید مجددی سے توجہات لیں اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوکر حج بیت اللہ کے لیے حرمین شریفین چلے گئے وہاں سے شرف اندوز ہوکر حیدر آباد دکن میں مقیم ہوگئے ارشاد میں کامل تھے[۱۲۴]۔ آپ براہ کرنول ۱۲۴۵ھ بمطابق ۱۸۲۹ء میں حیدر آباد دکن پہنچے وہاں دو سال قیام کے بعد گولکنڈہ چلے گئے۔ بخارا، کابل، قندھار اور پشاور وغیرہ سے علماء وفضلاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت ہوے۔ نواب افضل الدولہ حیدر آباد دکن آپ کے معتقد تھے۔ آپ کا وصال ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۴ء میں ہوا۔ آپکے مشہور خلفاء میں مولوی محمد عثمان پشاوری سید اشرف علی حیدر آبادی، مولوی نیاز محمد بدخشانی، مولوی سید سعید الدین حسین،

پیر عبدالوہاب، مولوی محمد نواز، حکیم سید آصف علی مولوی محمد فضل اللہ عرف فیض اللہ، مولوی عبدالقوی برادر مولوی عبدالرحیم حیدر آبادی، مولوی عبدالرحیم حیدر آبادی، مولوی محمد حسین بخاری، میر رفعت علی نبیرہ نواب فتح الدولہ اور مولوی محمد نعیم عرف مسکین شاہ وغیرہ ہیں[۱۲۵]۔

خواجہ دوست محمد قندھاری موسیٰ زئی:

خواجہ دوست محمد ۱۲۱۶ھ بمطابق ۱۸۰۱ء میں قندھار افغانستان کے ایک یوسف زئی افغان خاندان میں پیدا ہوے[۱۲۶]۔ ابتدائی تعلیم و تربیت قندھار اور کابل میں ہوئی۔ آپ میں بچپن ہی سے بزرگی اور کرامات کی علامات جلوہ گر تھیں۔ علوم و فنون میں شہرہ آفاق تھے۔ جب کسی بزرگ اور عارف باللہ کا علم ہوتا تو اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتے۔ ایران سے ہوتے ہوے بلاد عراق میں تشریف لے گئے سلمانیہ شہر میں شیخ عبداللہ ہروی کی شہرت سن کر خدمت میں حاضر ہوے انہوں نے دہلی میں شاہ ابوسعید مجددی[۱۲۷] خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ بالآخر عازم دہلی ہوے۔ شاہ ابوسعید مجددی سے بمبئی میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پیر و مرشد حرمین شریفین چلے گئے۔ تو آپ نے خانقاہ مظہریہ دہلی شاہ احمد سعید مجددی کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت کی۔ کچھ عرصہ قیام کر کے سلوک و احسان کے مراحل طے کرنے کے ساتھ صحاح ستہ کا درس بھی لیا۔ آپ نے قلیل مدت میں خلافت پائی۔ پیر و مرشد نے اشاعت طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے لیے واپس آپ کے وطن قندھار بھیج دیا۔ آپ نے قندھار اور موسیٰ زئی شریف میں خانقاہیں قائم کیں ۱۲۷۴ھ بمطابق ۱۸۵۸ء میں آپ کے پیر و مرشد شاہ احمد سعید مجددی موسیٰ زئی تشریف لائے تھے[۱۲۸]۔ آپ سے ہندوستان، افغانستان، خراسان، عربستان اور ترکی کے بہت سے طالبان حق آ کر بیعت ہوے۔ آپکی سکونت موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں تھی[۱۲۹]۔ وہاں ہی ۱۲۸۴ھ بمطابق ۱۸۶۸ء کو فوت ہو کر دفن ہوے۔ آپ کے وصال کے بعد خواجہ حاجی محمد عثمان دامانی (متوفی ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء) حاجی صاحب کی وصیت کے مطابق سجادہ نشین ہوے[۱۳۰]۔

مولانا فتح محمد ڈیروی:

مولانا شیخ فتح محمد بن محمد حیات ۱۲۵۰ھ بمطابق ۱۸۳۴ء میں قصبہ چودھواں نزد ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک راجپوت سیال خاندان میں پیدا ہوے۔ آپکا گاؤں بابڑ افغان قوم کا مسکن ہے۔ اور ایک عرصہ سے

علم دین اور حفظ قرآن کا مرکز چلا آرہا ہے[۱۳۱]۔ آپ نے ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم اپنے قصبہ کے ایک مشہور عالم دین مولانا غلام حسن[۱۳۲] سے حاصل کی۔ فراغت علوم ظاہری کے بعد علوم باطنی کے لیے خواجہ شاہ سلمان تونسوی[۱۳۳] کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو کر سلوک و معرفت طریقہ چشتیہ نظامیہ کی تعلیم حاصل کی۔ کافی عرصہ آپ سے تعلق رہا۔ بعد ازاں خانقاہ موسیٰ زئی شریف حاجی دوست محمد قندھاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور باطنی علوم کے تمام اسباق پڑھ کر کامل ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ اور تبرکاً اپنے پیرومرشد سے حدیث شریف کی کتب پڑھیں آپ کے مسودات میں پیرومرشد کی عطاء کردہ سندِ حدیث موجود ہے۔ فقہ اور اصول کے علوم میں بڑی مہارت تھی ساری زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزاری۔ آپ کی تصانیف میں تلخیص رسالہ حضرات نقشبندیہ، خلاصہ تفسیر احمدی، شرح حاشیہ وقایہ، مجموعہ فتاویٰ، رسالہ ذبح علی القبور اور تقلید کے بارے میں بہت سے رسائل شامل ہیں[۱۳۴]۔ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ بمطابق ۱۸۸۶ء میں فوت ہوئے اور اپنے گاؤں میں ہی دفن ہوئے۔ اولاد نرینہ میں دو فرزند مولوی پیر محمد (۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) اور مولوی حبیب اللہ (م ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) تھے[۱۳۵]۔

فقیر محمد رضا نوحانی زکوڑوی:

فقیر محمد رضا موضع زکوڑی نزد ڈیرہ اسماعیل خان کے مشہور افغان نوحانی قبیلہ میں پیدا ہوئے۔ اگرچہ آپ نے علوم ظاہری کی تعلیم بہت کم حاصل کی تھی۔ لیکن علوم لدنی کی دولت سے مالا مال تھے۔ آپ شاہ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری کے خلیفہ مجاز اور بانی خانقاہ زکوڑی تھے۔ یہ خانقاہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کی وہ خانقاہ ہے جہاں سے سارے علاقے میں رشد و ہدایت کی روشنی پھیلی۔ اس خانقاہ سے علاقے کے لاتعداد لوگ فیض یاب ہوئے۔ فقیر محمد رضا نوحانی ایک صاحب کمال اور صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ کے ارشاد کا شہرہ بہت تھا ہر طرف سے لوگ تعلیم طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے لیے آتے اور آپ سے پہلی ملاقات میں متاثر ہو کر بیعت ہو جاتے۔ آپ اپنے دور کے ایک نامور صوفی اور شیخ طریقت تھے۔ آپ زکوڑی میں فوت ہوئے اور وہاں ہی دفن ہوئے جہاں آج بھی آپ کا مزار پرانوار مرجع الخلائق ہے۔ آپ کی اولاد نرینہ میں دو فرزند مولانا محمد حسن (م ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء) اور مولانا محمد حسین (م ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) تھے۔ آپکی وفات کے بعد آپ کے فرزند مولانا محمد حسن المعروف لالہ جی نے

آپکی مسندِ کو رونق بخشی۔ مولانا محمد حسن ایک نامور شیخ طریقت، مدرس اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ آپ نے دیگر کتب کے علاوہ اخوند درویزہ پشاوری[۱۳۶] کی کتاب ''ہدایت الطالبین'' کے جواب میں ''ارشاد الطالبین'' لکھی آپ اونچے پایۂ کے شاعر بھی تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت کے لیے بڑا کام کیا۔ مولانا محمد حسن ۱۳۱۶ھ بمطابق ۱۸۹۸ء میں فوت ہوے اور زکوڑی نزد ڈیرہ اسماعیل خان میں دفن ہوے[۱۳۷]۔

بابالعل خان کانشوی بالاکوٹی:

لعل خان بن علی خان درہ غور بند علاقہ سوات میں ۱۳۴۵ھ بمطابق ۱۸۲۹ء میں پیدا ہوے۔ ابتدائی تعلیم سرحد کے مختلف مدارس میں حاصل کی تکمیل علوم شہر رام پور ہندوستان میں کی وطن واپس آ کر سلوک ومعرفت کی تعلیم کے لیے اخوند عبدالغفور کی خدمت حاضر ہوے مگر بغیر بیعت کیے واپس آ گئے۔ بعدازاں کوٹھہ تحصیل صوابی ضلع مردان میں مولانا سید امیر المعروف حضرت جی صاحب کوٹھہ خلیفہ شاہ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی پشاوری کی خدمت میں حاضر ہوے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوکر مرید ہوے اور سلوک کی تکمیل کے بعد خلیفہ مجاز ہوے۔ وطن واپسی پر آپ کی بے حد مخالفت ہوئی۔ پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر وطن سے ہجرت کا اردہ ظاہر کیا۔ پیرومرشد نے آپ کے ارادہ کی تائید فرمائی۔ چنانچہ آپ ہل کوٹ ہزارہ اور موضع لچھرات کشمیر میں کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس موضع کانشیاں علاقہ بالاکوٹ ضلع مانسہرہ میں آ کر مقیم ہوگئے۔ زندگی کے پچاس سال موضع کانشیاں اور اُس کے گردونواح کے ہزاروں لوگوں کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مستفید کیا۔ بے شمار لوگوں کے دل کی دنیا آپ کی ایک نگاہ سے بدل گئی۔ آپ نے تمام زندگی درس وتدریس، وعظ وتزکیہ اور اشاعت وتبلیغ میں بسر کی۔ ۲۲ر رجب المرجب ۱۳۴۵ھ بمطابق ۱۹۲۷ء کو فوت ہوے اور موضع کانشیاں علاقہ بالاکوٹ ضلع مانسہرہ میں دفن ہوے۔ آپکی اولاد نرینہ میں تین فرزند عبدالرحمٰن، عبدالجلیل اور عبدالمنان تھے[۱۳۸]۔

میاں حاجی محمد مجددی بفوی:

میاں حاجی محمد بن میاں نصیر احمد بن میاں مقبول احمد بن میاں کریم احمد بن میاں بشیر احمد بن میاں فقیر احمد بن شیخ محمد اعظم بن خواجہ سیف الدین[۱۳۹] بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی موضع بفہ ضلع مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوے۔ آپ کے اجداد سرہند شریف سے پشاور وہاں سے مردان اور سوات میں آباد

ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ہزارہ میں تشریف لائے اور موضع بفہ ضلع مانسہرہ میں آباد ہو گئے جن کا ذکر بعض کتب میں بڑے پیر صاحبزادہ محمد نصیر احمد کے نام سے ملتا ہے۔ میاں حاجی محمد مجددی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد گرامی کے فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز تھے۔ محمد خواص خان اعوان اپنی کتاب میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ میاں حاجی محمد مجددی کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ورثہ میں ملا۔ علم وعرفان میں کمال مرتبہ پایا اور بیعت وطریقت کے رتبے کو پہنچے۔ اُن کے خلفاء تو بہت ہوئے مگر اُن میں دو حضرات نے بڑی شہرت پائی سید نیک عالم شاہ موضع گوہڑہ سیداں ضلع میرپور آزاد کشمیر اور محبت الدین مجددی شہر بھڑوچ محلہ گھوسلوارہ گجرات ہندوستان۔ آپ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء میں فوت ہوئے اور موضع بفہ تحصیل وضلع مانسہرہ میں دفن ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند صاحبزادہ میاں بشیر احمد عرف صاحب گل مسندِ نشین ہوئے جو ایک نامور شیخ الطریقت اور عالم فاضل تھے۔ جو ۱۳۰۳ھ بمطابق ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۹۶۵ء کو فوت ہوئے اور موضع بفہ میں دفن ہوئے۔ آپکی اولاد بفہ میں آباد ہے[۱۴۰]۔

☆……☆……☆

حواشی

۱...... محمد ہاشم کشمی، مترجم ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں وڈاکٹر ابوالفتح صغیر الدین، زبدۃ المقامات، مکتبہ نعمانیہ، سیالکوٹ، ۱۴۰۷ھ، ص ۵۲۹

۲...... محمد احسان مجددی سرہندی، ترتیب اقبال احمد فاروقی، روضۃ القیومیہ (احوال ومقامات قیوم اوّل)، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۵۴۲

۳...... یار محمد جدید بدخشی، مترجم قاضی عالم الدین، مکتوبات امام ربانی، مکتبہ مدنیہ، لاہور، س، ن، ج ۱، ص ۲۵۰، ۳۳۷، ۴۱۳

۴...... محمد عبید اللہ مروج الشریعت، مترجم سید زوّار حسین شاہ، مکتوبات معصومیہ، ادارہ مجددیہ ناظم آباد، کراچی، ۱۴۰۶ھ، ج ۳، ص ۴۳۲

۵...... قلعہ گوالیار ہندوستان میں واقع ہے یہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۱ ماہ خورداد ۱۰۲۸ء سے ۲۱ ماہ خورداد ۱۰۲۹ھ تک قید رہے۔ نور الدین محمد جہانگیر، مترجم اعجاز الحق قدسی، توزک جہانگیری، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۰ء، ج ۲، ص ۱۱۸، ۲۱۷

۶...... میر صفر احمد معصومی، بتصحیح وتقابل محمد اقبال مجددی، مقامات معصومی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ج ۳، ص ۴۳۲

۷......ایضاً، ج ۳، ص ۴۳۲

۸......شیخ محمد امین بدخشی، مترجم ڈاکٹر صاحبزادہ معین نظامی، مناقب الحضرات، خانقاہ فتحیہ گلھار، کوٹلی، آزاد کشمیر ۲۰۰۲ء، ص ۴۶۶

۹......محمد احسان مجددی ترتیب وتعلیقات اقبال احمد فاروقی، زوضۃ القیومیہ (احوال ومقامات قیوم ثانی)، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۴۲۳ھ، ص ۳۵۷

۱۰......مکتوبات معصومیہ، جلد اوّل، بیس مکتوب، جلد دوم چہار مکتوب، جلد سوم دو مکتوب، تفصیل کے لیے مکتوبات معصومیہ دیکھیں

۱۱......مولانا سید عبدالشکور بن سید محمد اسحاق موضع ابوبکر علاقہ چھچھ ضلع اٹک مولد، مسکن اور مدفن ہے۔ شیخ سعدی لاہوری کے مرید اور خلیفہ تھے ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ء کو فوت ہوے۔ میاں محمد عمر چمکنی، ظواہر السرائر، قلمی، کتب خانہ واحد نور محمد نظامی بھوئی گاڑ ضلع اٹک، ص ۴۸۱ تا ۴۹۹ سے ماخوذ

۱۲......مولانا محمد اسماعیل غوری پشاوری، مولانا حاجی اسماعیل خلیفہ مولانا یار محمد گل مہاری خلیفہ سید آدم بنوری شیخ سعدی لاہوری سے بھی اکتساب فیض کیا۔ پشاور شہر میں قیام تھا حصول رزق حلال کے لیے دکان کرتے تھے صاحب خوارق وکرامت تھے ۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء کو وفات پائی پشاور میں دفن ہوے۔ ظواہر السرائر ص ۴۸۲۔ مفتی غلام سرور لاہور، مترجم محمد ظہیر الدین بھٹی، خزینۃ الاصفیاء، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۴۱۴ھ، ج ۳، ص ۲۱۹

۱۳......شیخ حبیب پشاوری خلفائے سید آدم بنوری میں سے تھے۔ سید محمد قطب نبیرہ سید آدم بنوری کو ۱۱۰۸ھ/۱۶۹۷ء کو آپکی خانقاہ میں اماناً دفن کیا گیا تھا۔ آپ ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۲ء کو فوت ہوے اور وزیر باغ پشاور میں دفن ہوے۔ مناقب الحضرات ص ۲۳۴۔ ظواہر السرائر ص ۴۷۶۔ ڈاکٹر محمد حنیف، حیات وآثار میاں محمد عمر چمکنی، اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی، پشاور، ۱۴۰۷ھ، ص ۱۳۵

۱۴......ظواہر السرائر ص ۴۸۲

۱۵......شیخ محمد فضل اللہ بن شیخ عبدالقادر بن شیخ محمد امین بن شیخ عبدالرزاق (برادر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء کو سرہند شریف میں پیدا ہوے۔ عالم فاضل شیخ الوقت تھے اپنے ماموؤں کے فیض یافتہ تھے ۱۱۱۷ھ/...... میں پشاور میں فوت ہوے اور سرہند شریف میں میت لاکر دفن کی گئی۔ مصنف مقامات معصومی آپ کے فرزند تھے۔ مقامات معصومی، ج ۳، ص ۳۶۲ تا ۳۸۶ سے ماخوذ......

۱۶......مقامات معصومی، ج ۲، ص ۴۳۶، ۴۳۷......

۱۷......شیخ عثمان پشاوری بن سید عبدالوہاب اخوند پنجو بابا اکبر پورہ۔ پشاور اور دہلی میں تعلیم حاصل کی سند حدیث شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے لی۔ صاحبزادگان سرہند شریف سے بھی فیض حاصل کیا۔ سید آدم بنوری کے خلیفہ

مجاز تھے اورنگ زیب عالمگیر آپ کا بڑا معتقد تھا۔ دہلی میں رہتے تھے۔ وہاں ہی دفن ہوے۔ مناقب الحضرات ص۳۸۳ تا ۳۸۸ روضۃ القیومیہ، ج۱، ص ۵۶۸

۱۸......شیخ محمد امین بدخشی بن شیخ علی ۱۰۲۰ھ/۱۶۱۱ء میں طالقان بدخشاں (افغانستان) میں پیدا ہوے۔ خواجہ خاوند محمود لاہوری، خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی اور سید آدم بنوری سے فیض حاصل کیا۔ سید آدم بنوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ نتائج الحرمین (مناقب الحضرات) آپ کی تصنیف ہے۔ مصر میں فوت ہوے۔ مناقب الحضرات ص ۴۰۸ تا ۴۰۹۔ ظوہر السرائر ص ۱۷۰

۱۹......روضۃ القیومیہ (احوال ومقامات قیوم ثانی) ص ۳۶۹

۲۰......مقامات معصومیہ، ج ۳، ۴۵۸

۲۱......مکتوبات معصومیہ، ج۱، نمبر مکتوبات ۱۳۹ اور ۲۱۴، جلد۲، نمبر مکتوبات ۱......

۲۲......شیخ محمد علیم جلال آبادی، روضۃ القیومیہ اور مکتوبات معصومیہ میں آپکا نام عبدالعلیم جلال آبادی لکھا ہے۔ جبکہ مقامات معصومی میں شیخ محمد علیم جلال آبادی۔ کندی باغ نواح جلال آباد (افغانستان) میں پیدا ہوے اور شاہجہان آباد (دہلی) میں فوت ہوکر دفن ہوے۔ حضرات خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ مقامات معصومیہ، ج ۳، ص ۴۵۱......

۲۳......مقامات معصومیہ، ج ۳، ص ۴۵۸......

۲۴......شیخ عبدالوہاب المعروف اخوند پنجو ۹۴۵ھ/۱۵۳۹ء میں موضع چوہا گجر ضلع مردان میں پیدا ہوے ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء میں موضع اکبر پورہ ضلع نوشہرہ میں فوت ہوکر دفن ہوے۔ آپ کے فرزند شیخ فرید اور شیخ عثمان وغیرہ سید آدم بنوری کے خلفیہ تھے۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیں، میر احمد شاہ رضوانی، تمغۃ الاولیاء، مطبوعہ لاہوری ۱۳۲۱ھ، ...... مناقب الحضرات، ص ۳۳۴

۲۵......رہتاس، علاقہ پوٹھوہار صوبہ پنجاب میں ایک مشہور قلعہ ہے جو شیر شاہ سوری نے ...... تحفتہ تعمیر کروایا تھا۔ یہاں بہت سے نقشبندی مجددی مشائخ ہوے۔ تفصیل کے لیے راقم الحروف کا مقالہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پوٹھوہار دیکھیں

۲۶......مناقب الحضرات۔ ص ۳۳۴ تا ۴۴۷

۲۷......موضع اگرہ ضلع چارسدہ علاقہ دوآبہ میں واقع ہے

۲۸......تواریخ مجمع الانساب (قلمی) کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ ضلع اٹک

۲۹......غلام فرید، احوال العارفین، نذیر سنز، لاہور، ۱۹۷۹ء ص ۴۱

۳۰......ظواہر السرائر، ص ۱۷۱

۳۱……مناقب الحضرات، ص ۲۸۰

۳۲……مناقب الحضرات ایضاً ص ۲۸۰، ۲۸۱

۳۳……محمد درویش لاہوری، تحفۃ السالکین (مناقب حاجی بہادر)، مطبع آفتاب، کوہاٹ، ۱۲۹۴ھ، ص ۶ تا ۱۵

۳۴……شرح مشکوٰۃ تصنیف حاجی بہادر کوہاٹی قلمی نسخہ کتب خانہ ڈاکٹر عبدالقادر سلطان پشاور میں موجود ہے

۳۵……سید شوکت محمود، حضرت حاجی بہادر کوہاٹی، ضیا سنز پرنٹرز، پشاور، ۲۰۰۱ء، ص ۲۳۰

۳۶……مناقب الحضرات، ص ۲۸۵۔ سید لعل شاہ، سوانح حیات حضرت حاجی بہادر کوہاٹی، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، ۱۹۷۲ء، ص ۷۶

۳۷……تواریخ مجمع الانساب (قلمی)

۳۸……مُلا شاہ بدخشی، شاہ محمد نام تھا باپ کا نام ملا عبدی، مولد اور وطن موضع ارکسان ملک بدخشان تھا۔ میاں شاہ میر قادری لاہوری کے خلیفہ تھے۔ کشمیر میں بڑا عرصہ قیام رہا، ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۷۲ھ میں لاہور میں فوت ہوئے۔ محمد اعظم دیدہ مری، تاریخ کشمیر اعظمی، اقبال اکادمی، لاہور ترجمہ ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید ۱۹۹۵ء ص ۳۴۲، ۳۴۳۔ مفتی غلام سرور لاہوری تحقیق وتعلیق محمد اقبال مجددی، حدیقۃ الاولیاء تصوف فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۲۰ھ، ص ۵۶، ۵۷

۳۹……مناقب الحضرات، ص ۳۴۳، ۴۶۶، ۴۶۷

۴۰……قاضی عبدالحلیم اثر افغانی، روحانی رابطہ، دارالاشاعت، باجوڑ، ۱۹۶۷ء، ص ۶۳۴

۴۱……احوال العارفین، ص ۴۷

۴۲……روحانی رابطہ، ص ۶۳۴، ابوالاسفار علی محمدن البلخی، تاریخ الاولیاء، قاری حبیب اللہ قورجی، فاریاب، افغانستان، ۱۴۰۳ھ، ص ۲۵۰، ۲۵۱

۴۳……اخوند نعیم کامہ

۴۴……احوال العارفین، ص ۴۷

۴۵……شیخ محمد شعیب تورڈھیری، تصحیح وتحشیہ، ڈاکٹر غلام ناصر مروت، مرآۃ الاولیاء، مرکز تحقیقات فاری ایران پاکستان، اسلام آباد، ۱۴۲۱ھ، ص ۱۰۹

۴۶……حیات وآثار حضرت میاں محمد عمر چمکنی ص ۱۳۸

۴۷……شیخ سعد اللہ وزیرآبادی، روضۃ القیومیہ اور ظواہر السرائر میں اور بعض دوسرے تذکروں میں آپکا اسم گرامی سعد اللہ ہی درج ہے جبکہ مناقب الحضرات میں اسد اللہ لکھا ہے۔ وزیرآباد پنجاب کے رہنے والے اور سید آدم بنوری کے خلفاء میں سے تھے مرشد کے حکم سے پسرور، پشاور اور لاہور میں بھی رہے ۱۱۰۲ھ/ کو فوت ہوئے اور وزیرآباد میں

ہی دفن ہوئے۔ مناقب الحضرات ص ۳۵۴ تا ۳۶۵۔ ظوار السرائرص ۲۰۴۔ روضۃ القیومیہ ص ۵۶۶ سید محمد امیر شاہ قادری، تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، طبع اتحاد پریس، لاہور، ۱۳۸۳ء ص ۲۸۶

۴۸......حیات وآثار حضرت میاں محمد عمر چمکنی ص ۱۳۸۔۱۳۹

۴۹......روضۃ القیومیہ (احوال ومقامات قیوم اول) ص ۵۶۶

۵۰......ظواہر السرائرص ۴۲۶، ۴۲۸

۵۱......شاہ محمد غوث قادری، اسرار الطریقۃ، قلمی، کتب خانہ سید محمد امیر شاہ پشاور، ص ۶۲

۵۲......حیات وآثار حضرت میاں محمد عمر چمکنی ص ۱۴۱ حاشیہ

۵۳......میاں سعد اللہ نسیم، حضرت شیخ شہباز بابا، دانش کتب خانہ، پشاور، ۱۹۹۳ء، ص ۷۔۸

۵۴......اخوند ملا چالاک، حقائق ومعارف آگاہ فضیلت دستگاہ اخوند محمد چالاک غازی قوم توغی علاقہ یوسف زئی، آپ پیر سید زین الدین پیر سباک کے استاد تھے۔ عہد اورنگ زیب میں جو جنگ یوسف زئیوں سے ہوئی تھی اس میں بھی آپ شامل تھے، اور قلعہ جھانجل پکھلی پر قبضہ کرلیا تھا۔ آپ اپنے دور کے نامور مدرس اور مجاہد تھے۔ مآۃ العالم تاریخ اورنگ زیب، محمد بختاور خان۔ تصحیح ساجدہ س، علوی ادارہ تحقیقات پاکستان، تحفۃ السالکین (مناقب حاجی بہادر کوہاٹ) ص ۱۶، لاہور ۱۹۷۹ء، ج ۱، ص ۳۶۸۔ فضل حسین، مناقب پیر زین الدین، قلمی، کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ ضلع اٹک

۵۵......سید محمد یونس گیلانی ۹۷۹ھ/...... میں پیدا ہوئے موضع طورو ضلع صوابی کے تھے اپنے وقت کے نامور مشائخ اور مدرسین میں سے تھے۔ خاندانی طور پر قادری سلسلہ تھا لیکن سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں سید آدم بنوری کے فیض یافتہ اور خلیفہ تھے ۱۰۵۹ھ/...... میں فوت ہوئے۔ ڈاکٹر چراغ حسین شاہ، تذکرہ پیر سباک وسادات پیر سباک، عکاس پرنٹرز، پشاور، ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۶۔۱۲۷۔۱۲۸

۵۶......بضعۃ الاربعین کی عکسی اشاعت سید محمد ایوب بخاری نے ۱۹۹۱ء میں اٹک سے شائع کی جبکہ اس کا اُردو ترجمہ بھی سید محمد ایوب بخاری نے ۲۰۰۰ء میں اٹک سے شائع کیا

۵۷......تذکرہ پیر سباک وسادات پیر سباک، ص ۱۶۶ تا ۱۸۳ سے ماخوذ۔ مناقب پیر زین الدین (نثر) قلمی۔ ملنگ، مناقب پیر زین الدین (منظوم) قلمی، کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ ضلع اٹک

۵۸......مولانا محمد فاضل پاپینی کے علاوہ مولانا یار محمد پاپینی خلیفہ سید آدم بنوری، مولانا دوست محمد پاپینی خلیفہ مولانا یار محمد پاپینی اور مولانا عبدالرحمٰن پاپینی خلیفہ حاجی محمد پاپینی خلیفہ حاجی بہادر کوہاٹی اخوند شیخ پاپینی ساکن کامہ خلیفہ حاجی بہادر کوہاٹی حاجی شیخ سعدی لاہوری کے علاوہ بعض دیگر مشاہیر شخصیات کا تعلق بھی موضع پاپین نواح کابل سے تھا

۵۹......مناقب الحضرات ص ۳۱۰۔ روحانی رابطہ ص ۶۴۲

۶۰۔ ظواہر السرائر ص ۴۳۲

۶۱...... ایضاً ص ۴۷۸، ۴۷۹، روحانی رابطہ ص ۶۴۷

۶۲...... مناقب الحضرات ص ۳۱۰ تا ۳۳۲

۶۳...... ظواہر السرائر ص ۴۳۱

۶۴...... روحانی رابطہ ص ۶۴۲۔ حیات و آثار حضرت میاں محمد عمر چمکنی ص ۱۵۷

۶۵...... پروفیسر پردل خٹک، پشتو شاعری اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء ص ۷۰

۶۶...... پروفیسر محمد نواز خالد، صوبہ سرحد ہر مجلی لسانی و ثقافتی کانفرنس (مقالات) پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی، پشاور ۱۹۸۶ء، ص ۲۷۰

۶۷...... روحانی رابطہ ص ۶۴۱

۶۸...... عبدالقادر خان خٹک، حدیقہ خٹک، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، س، ن، ص ۲۸۰

۶۹...... عبدالحی جیبی، پبخانہ شعراء، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، سنہ، ن، ص ۹۱۔ روحانی رابطہ ص ۶۴۱۔ حدیقہ خٹک ص ۷۔

۷۰...... شیخ احمد مکی، ہدیہ احمدیہ، مطبع انتظامی واقع کانپور، ۱۳۱۳ھ، ص ۳۶، ۳۷

۷۱...... روضۃ القیومیہ (احوال، مقامات قیوم ثانی) ص ۲۸۸

۷۲...... حاجی محمد فضل اللہ مجددی، عمدۃ المقامات، حقیقت کتابوی استنبول، ترکی ۱۹۹۶ء، ص ۳۸۶

۷۳...... خواجہ محمد زاہد اٹکی، قصۃ المشائخ، قلمی، کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ ضلع اٹک، ص ورق ۸۷ ب۔ مناقب سید پیر زین الدین، ص ۹۰۸

۷۴...... قصۃ المشائخ (قلمی ۱۱۴۶ھ) میں ۸۷ ب، ۹۴ ب، ۹۵، ا، ب، ۹۶، ا، ب، ۹۷، ا، ب، ۱۳۳، ب، ...... احوال العارفین ص ۵۰۹، محمد شفیع صابر، شخصیات سرحد، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، س، ن، ص ۴۹

۷۵...... شیخ محمد شعیب تورڈھیری متوفی ۱۲۳۸ھ/ ۱۸۲۳ء نے اپنی کتاب مرآۃ الاولیاء ۱۲۲۶ھ کے صفحہ ۲۵۱ پر آپ کی پشاور میں سکونت کے بارے میں لکھا۔ سید معصوم شاہ جہان آبادی ساکن در پشاور قدس سرہ

۷۶...... شخصیات سرحد ص ۴۹

۷۷...... سید حسن بن سید عبداللہ قادری ٹھٹھہ سندھ میں پیدا ہوئے سلسلہ قادریہ میں اپنے والد کے فیض یافتہ تھے والد کی وفات کے بعد لاہور، گجرات، پوٹھوہار سے ہوتے ہوئے پشاور تشریف لائے اور وعظ و تبلیغ اور اصلاح خلق خدا میں مصروف ہو گئے ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ میں فوت ہوئے [illegible] خوارق العادات قلمی ۱۱۸۹ھ، کتب خانہ سید محمد [illegible] امیر شاہ [illegible] ی پشاور سے ماخوذ

۷۸...... مولانا اخوند نعیم موضع پاپین میں پیدا ہوئے اور موضع کامہ نزد جلال آباد میں سکونت رکھتے تھے۔ حضرت حاجی بہا کوہاٹی کے خلیفہ اور اولیاء عصر میں صاحب کمال تھے۔ شاہ محمد غوث قادری نقشبندی لاہوری نے آپ سے بعض کتب کی تعلیم حاصل کی اور طریقہ نقشبندیہ کا سلوک بھی آپ سے حاصل کیا۔ ۱۱۲۱ھ میں فوت ہوئے اور موضع محمود کامہ نزد جلال آباد افغانستان میں پہاڑ کے دامن میں دفن ہوئے۔ تحفۃ السالکین ص ۵۴۔ اسرار طریقہ ص ۱۰۶۔۱۰۷، روحانی رابطہ ص ۶۸۱۔۶۸۲

۷۹...... مولانا نور محمد مدقق بن محمد فیروز بن فتح اللہ لاہوری۔ حسن ابدال میں جو مناظرہ حاجی بہادر کوہاٹی اور دیگر علماء کے درمیان ہوا تھا اُس میں پیش پیش تھے مگر بعد میں تائب ہو کر حاجی بہادر کوہاٹی کے مرید ہو گئے تھے۔ اپنی ساری زندگی تدریس، تصنیف، تالیف اور عبادت میں گزاری۔ اورنگ زیب عالمگیر سے قریبی روابط تھے۔ ابو الغیاث محمد یحییٰ المشہور بہ نور محمد بن مولانا عبدالرحیم المعروف بہ خلیفہ مصنف وسیلۃ الایمان، مدفن موضع راجیکی ضلع گوجرانوالہ بھی آپ کے شاگرد تھے۔ تحفۃ السالکین ص ۱۱،۱۲،۱۶۴۔ اعجاز الحق قدوسی، تذکرہ صوفیائے سرحد، مرکزی اُردو بورڈ، لاہور، ۱۹۶۶ء ص ۳۸۱۔ عارف نوشاہی، نقد عمر، اورنٹیل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۶۹ بحوالہ وسیلۃ الایمان، قلمی

۸۰...... مولانا شیخ جان محمد لاہوری، شریعت، فقہ وحدیث میں عالم کامل اور طریقت و معرفت میں مقتدائے زمانہ تھے۔ مولانا محمد اسماعیل المعروف میاں وڈا اور مولانا تیمور سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ خافی خان نے آپ کو افضل الفضلائے لاہور لکھا ہے۔ مصنف وسیلۃ االایمان نے آپ کے متعلق لکھا وقتاً فوقتاً بر مشرق و مغرب میں شہرت رکھنے والے تفاسیر واحادیث کے سمندروں میں ڈوبے ہوئے۔ آپ ۱۱۲۰۔۲۱ھ/ ۱۷۰۹ء میں فوت ہوئے۔ نقد عمر بحوالہ وسیلۃ الایمان ص ۱۶۹۔ مولوی فقیر محمد جہلمی، مرتبہ خورشید احمد خان، حدائق الحنفیہ، المیزان اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۴۵۲،۴۵۳

۸۱...... اسرار طریقت (قلمی) ص ۹۶۔۹۷۔ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی، محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری، مکتبۃ الحسن یکہ توت، پشاور، ۱۹۹۰ء سے ماخوذ۔ غلام دستگیر نامی، تاریخ جلیلہ، درگاہ جلیلہ میکلوڈ روڈ، لاہور، ۱۹۴۷ء، ص ۱۷۰

۸۲...... تحفۃ الاولیاء ص ۴۱،۴۲۔ روحانی رابطہ ص ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱

۸۳...... ہدیہ احمدیہ ص ۳۸

۸۴...... ایضاً ص ۶۱۔ روضۃ القیومیہ (احوال ومقامات قیوم ثانی) ص ۳۳۱

۸۵...... تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، ج ۱، ص ۱۰۲

۸۶...... عمدۃ المقامات ص ۴۳۵

۸۷...... تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، ج ۱، ص ۱۰۳، عمدۃ المقامات ص ۴۳۶

۸۸......ہدیہ احمدیہ ص ۴۳

۸۹......تحفۃ الاولیاء، ص ۴۳، ۴۴۔ روحانی رابطہ ص ۶۸۷۔ ۶۸۸

۹۰......ڈاکٹر ظہور الدین احمد، پاکستان میں فارسی ادب، ادارہ تحقیقات پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء، ج ۳، ص ۸۴۸

۹۱......حیات و آثار حضرت میاں محمد عمر چمکنی ص ۴۵۸ تا ۴۶۴

۹۲۔ مجمع الاسرار قلمی مناقب میاں محمد عمر چمکنی پر مشتمل منظوم تصنیف معز اللہ خان مہمند کی ہے جو کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران، پاکستان، اسلام آباد میں موجود ہے

۹۳......خیال بخاری مرتب، کلام معز اللہ خان مہمند اُردو، پشتو اکیڈمی، پشاور یونیورسٹی پشاور ۱۹۹۲ء، ص ۱۹

۹۴......ہدیہ احمدیہ ص ۴۷

۹۵......ایضاً ص ۷۱

۹۶......سید نظام الدین بلخی، تحفۃ المرشد، مطبع فیض عام، لاہور، ۱۸۸۶ء، ص ۱۵۷

۹۷......ہدیہ احمدیہ ص ۴۷

۹۸......تحفۃ المرشد ص ۱۵۸

۹۹......ایضاً ص ۱۵۷

۱۰۰......ہدیہ احمدیہ ص ۴۷

۱۰۱......احوال العارفین ۷۹۔ حیات و آثار حضرت میاں محمد عمر چمکنی ص ۱۱۲ تا ۱۱۵

۱۰۲......حافظ عبدالصبور بارہ مولہ کے رہنے والے تھے سری نگر میں ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۲ء میں فوت ہو کر دفن ہوئے۔ محمد دین فوق، تواریخ اقوام پونچھ، ظفر برادرس، لاہور، ۱۹۳۶ء، ص ۴۸۹

۱۰۳......محمد ارشاد خان، تاریخ ہزارہ (عہد ترکاں) طفیل آرٹ پرنٹر، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۹۱ تا ۲۹۳۔ سید آل احمد رضوی، عظمت رفتہ (ہزارہ کے علماء و مشائخ کا تذکرہ) سرحد اُردو اکیڈیمی، قلندر آباد ۱۹۹۴ء، ص ۶۹ تا ۷۱۔ ڈاکٹر شیر بہادر پنی، تاریخ ہزارہ دار الشفاء، ایبٹ آباد ۱۹۶۹ء، ص ۶۸۳، ۶۸۴

۱۰۴......ہدیہ احمدیہ ص ۶۴

۱۰۵......ایضاً ص ۶۳

۱۰۶......میاں سراج الاسلام بن شیخ نور الاسلام بن شیخ الاسلام بن شیخ محمد پارسا بن مروج الشریعت محمد عبید اللہ مجددی سرہندی خواجہ ضیاء اللہ کشمیری کے خلیفہ تھے۔ پشاور میں فوت ہو کر دفن ہوئے تین فرزند نجم الاسلام، نور پارسا اور مرید احمد تھے۔ ہدیہ احمدیہ ص ۶۲۔ صاحبزادہ محمد اشرف، سوانح حیات حضرت سید امیر صاحب، صاحبزادہ بک فاؤنڈیشن، کوٹھہ ضلع صوابی) ۱۴۱۹ھ، ص ۴۷۶۔ تحفۃ المرشد ص ۱۶۷

۱۰۷......تحفۃ المرشد ص ۱۶۷

۱۰۸......شیخ محمد مہدی بن شیخ محمد صدیق بن عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی آپ شیخ محمد صدیق کے بڑے لڑکے ہیں۔ سلوک باطنی والد ماجد سے حاصل کر کے علم ظاہری بھی انتہائی درجے تک حاصل کیا۔ ہر وقت حضرت قیوم ثانی کی خانقاہ میں عبادت اور اطاعت میں مشغول رہتے۔ شریعت اور طریقت کے سخت پابند تھے۔ آپکا ایک لڑکا محمد رضی اور ایک لڑکی امت اللہ بیگم تھیں۔ روضۃ القیومیہ (احوال ومقامات قیوم ثانی) ص ۳۵۴۔ ہدیہ احمدیہ ص ۸۵

۱۰۹......ہدیہ احمدیہ ص ۸۴۔۸۵

۱۱۰......تحفۃ المرشد ص ۱۶۰۔ ہدیہ احمدیہ ص ۸۵

۱۱۱......قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ شیخ جلال الدین کبیر اولیاء پانی پتی کی اولاد میں سے تھے حافظ القرآن اور عالم فاضل تھے۔ ابتدأ شاہ محمد عابد سنامی سے بیعت تھے اُن کی وفات کے بعد مرزا مظہر جان جاناں سے بیعت ہو کر خلیفہ مجاز ہوے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بیہقی وقت کا لقب دیا تھا۔ آپ صاحب تصانیف تھے ۱۲۲۵ھ/...... میں فوت ہوے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حواشی وضیمہ۔ محمد عبدالاحد، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۲۸ھ، ص ۳، ۴

۱۱۲......خواجہ نور محمد بدایونی۔ سید السادات، عالم ظاہر وباطن اور فقیہ کامل تھے۔ کسب سلوک شیخ سیف الدین مجددی سرہندی سے کیا اور کئی سال حافظ محمد محسن دہلوی کی خدمت میں رہے۔ حضرت شیخ سیف الدین سرہندی مجددی کے خلیفہ مجاز تھے ۱۱۳۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور دہلی میں دفن ہوے۔ محمد نور، بخش توکلی، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، نوری بک ڈپو، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۹۵۔۲۹۷

۱۱۳......ڈاکٹر فیوض الرحمٰن جدون، شاہیر علمائے سرحد، مجلس نشریات اسلام ناظم آباد، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۱

۱۱۴......شاہ غلام علی دہلوی، مترجم محمد اقبال مجددی، مقامات مظہری، اُردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۴۲۹

۱۱۵......مشاہیر علمائے سرحد ص ۱

۱۱۶......ہدیہ احمدیہ ص ۳۸۔۳۹

۱۱۷......مشاہیر علمائے سرحد ص ۵

۱۱۸......عمدۃ المقامات ص ۴۳۴

۱۱۹......مشاہیر علمائے سرحد ص ۵

۱۲۰......ہدیہ احمدیہ ص ۳۹

۱۲۱......مقامات مظہری ص ۶۴۲ بحوالہ احوال العارفین، محمد قطب وخلیل الرحمٰن، مطبوعہ حیدر آباد دکن، ۱۳۱۷ھ

۱۲۲......اخوند شیر محمد شاہ غلام علی دہلوی کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں گزاری۔ ہندوستان دارالحرب ہونے کی بنا پر چھوڑ کر ہجرت کی نیت سے حرمین الشریفین روانہ ہوے ملتان کے علاقہ میں وفات پائی اور وہاں ہی دفن ہوے۔ مقامات مظہری، ص ۶۱۹، ۶۲۰

۱۲۳......شاہ غلام علی دہلوی۔ آپکا نام سید عبداللہ لیکن شاہ غلام علی دہلوی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ خلیفہ اکبر و سجادہ نشین مرزا جان جاناں تھے والد ماجد کا نام سید عبداللطیف تھا۔ آپ مادرزاد ولی اللہ تھے ۱۱۵۸ھ/ میں (بٹالہ میں) پیدا ہوے اور ۱۲۴۰ھ/......کو (دہلی میں) فوت ہوے۔ امام بخش بن پیر بخش، حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار، مطبوعہ، ص ۱۸۰۔۱۸۱

۱۲۴......مقامات مظہری ص ۶۱۲

۱۲۵......ایضاً ص ۶۴۲، ۶۴۳

۱۲۶......ایم زمان کھوکھر، پشاور سے کوئٹہ تک، یاسر اکیڈمی گجرات ۲۰۰۳ء، ص ۵۲۶

۱۲۷......شاہ ابوسعید مجددی۔ سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ نسبت باطنی شاہ غلام علی دہلوی سے تھی۔ عالم فاضل اور شیخ الطریقت تھے۔ زیارت حرمین شریفین کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔ ٹونک میں ۱۲۵۱ھ/......کو فوت ہوے اور دہلی میں میت لا کر دفن کی گئی۔ حافظ نذیر احمد، حضرات کرام نقشبندیہ، خانقاہ سراجیہ کندیاں، میانوالی ۱۴۱۸ھ، ص ۲۵۹۔۲۶۰

۱۲۸......محمد نذیر رانجھا، تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور ۲۰۰۵ء، ص ۱۵۲ تا ۱۵۵۔

۱۲۹......مقامات مظہری ص ۲۱۸

۱۳۰......محمد یوسف مجددی، جواہر مجددیہ، مکتبہ انوار مجددیہ، فیصل آباد ۱۹۹۰ء، ص ۷۰۶۔۷۰۷

۱۳۱......مشاہیر علمائے سرحد ص ۳۲

۱۳۲......مولانا غلام حسن قصبہ چودھواں کے مشہور عالم دین، مدرس اور شاعر تھے۔ دہلی کے سند یافتہ اور شاہ احمد سعید مجددی کے ہمدرس تھے۔ اپنے وقت کے نامور فارسی شاعر اور فائض تخلص تھا ایک قلمی دیوان آپکی اولاد کے پاس موجود ہے ۱۲۷۲ھ (۱۸۵۵ء) میں فوت ہوے۔ محمد عیسیٰ گورمانی، چشمہ حیات، دارالعلوم محمدیہ لنڈی جنوبی، تونسہ شریف، ۱۳۹۸ھ ص ۱۱۹

۱۳۳......خواجہ شاہ سلیمان تونسوی ۱۱۸۳ھ/ ۱۷۶۹ء کو موضع گڑگوجی دامن کوہ وردگ میں زکریا بن عبدالوہاب بن عمر خان کے گھر پیدا ہوے ظاہری تعلیم تونسہ شریف، قصبہ لانگھ اور کوٹ مٹھن میں حاصل کی سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں خواجہ نور محمد مہاروی سے کسب سلوک کر کے خلیفہ مجاز ہوے۔ سلسلہ چشتیہ کو آپ سے بہت فروغ حاصل ہوا ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء میں فوت ہوے۔ نجم الدین سلمانی، مناقب المحبوبین، مطبع دین محمدی، لاہور ۱۳۱۲ھ سے ماخوذ

۱۳۴...... چشمہ حیات ص ۱۱۹۔۱۲۰

۱۳۵...... مشاہیر علمائے سرحد ص ۳۲

۱۳۶...... اخوند درویزہ

۱۳۷...... تحفۃ المرشد ص ۱۸۶۔۱۸۷۔ شخصیات سرحد ص ۱۳۵۔ ترجمان (اہلسنت) کراچی، جلد ۷، شمارہ ۹، مارچ ۱۹۷۸ء، ص ۴۳

۱۳۸...... سوانح حیات سلطان الاولیاء، حضرت سید امیر کوٹھہ ص ۳۶۲ تا ۳۷۵ سے ماخوذ

۱۳۹...... شیخ سیف الدین مجددی، عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی کے فرزند تھے ۱۰۴۹ھ کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم اپنے والد بزرگوار کے زیر سایۂ حاصل کی۔ اورنگ زیب عالمگیر کے ہمراہ بھی بڑا عرصہ اُس کی اصلاح کے لیے رہے۔ نامور شیخ طریقت اور پابند عالم شریعت تھے۔ ۱۰۹۶ھ میں فوت ہوئے۔ مقامات معصومی، ج ۳، ص ۳۳۴ تا ۳۴۶ سے ماخوذ

۱۴۰...... خواص خان، تذکرہ علمائے ہزارہ، تحقیقاتی اکیڈمی ادب و ثقافت بفہ ہزارہ) ۱۹۸۹ء، ص ۹۷ تا ۱۰۱ سے ماخوذ خواص خان، روئیداد مجاہدین ہند، مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۴۰۳ھ، ص ۲۱۴۔۲۱۵۔ ہدیہ احمدیہ ص ۷۱، ۷۲۔ مقامات معصومی، ج ۴، ص ۲۴۶

☆......☆......☆

ولقد علموا لمن اشتراه ما له في الآخرة

خوشگزار ۰ ۲۲۵

خط ديواني جلي

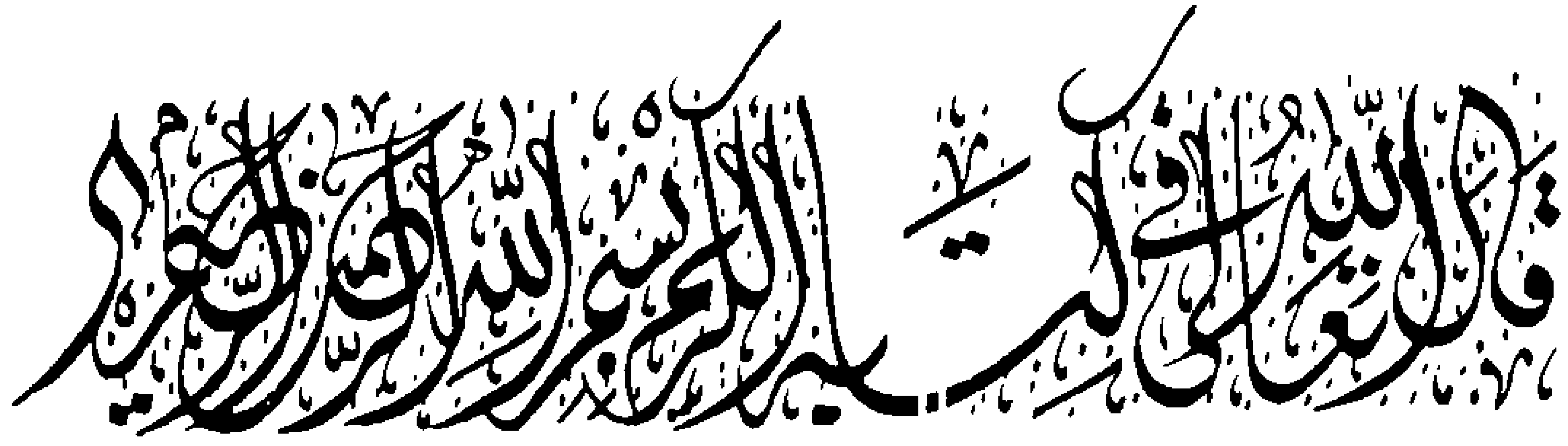
قال الله تعالى في كتابه الكريم بسم الله الرحمن الرحيم

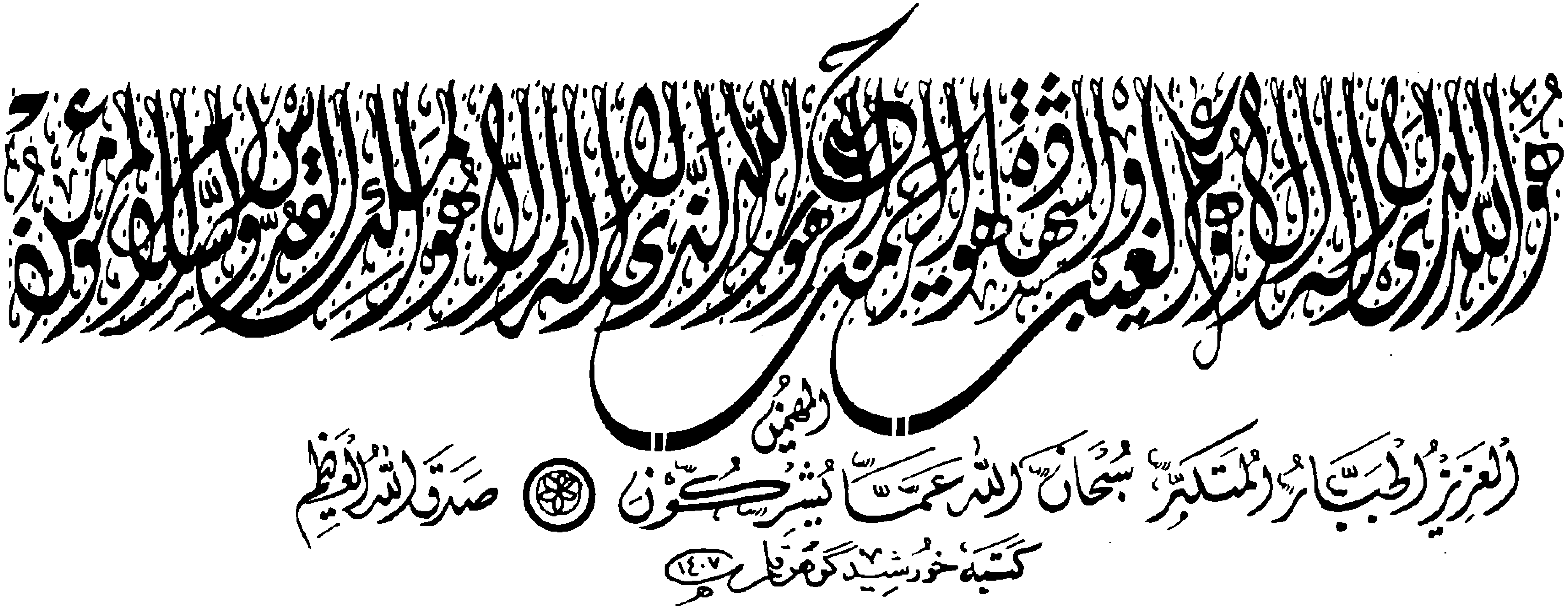
هو الله الذي لا إله إلا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم هو الله الذي لا إله إلا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن
العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون ۝ صدق الله العظيم
كتبه خورشيد گوهر قلم ١٤٠٧

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خواجہ غلام حسن نقشبندی (سواگ شریف)

محبوب احمد بھٹی نقشبندی

☆☆

آپ کی ولادت باسعادت تقریباً ۱۲۶۱ھ میں چاہ گاڑا موضع ڈگر سواگ تحصیل کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ میں ہوئی آپ کے والد بزرگوار ملک لعل محمد تحصیل آفس بھکر میں ملازم تھے۔ پیدائش کے چند روز بعد ہی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں تو آپ کے والد صاحب ملازمت چھوڑ کر اپنے نونہال کی پرورش میں مصروف ہو گئے۔ علاقہ کی ایک نیک سیرت اور مہربان خاتون مائی فاطمہ صاحبہ نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا۔ ابھی آپ صغر سن ہی تھے کہ والد بزرگوار بھی انتقال فرما گئے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص خلیفہ حضرت مولانا غلام حسن پونگر کی خدمت رہ کر حاصل کی۔ کچھ عرصہ علاقہ کروڑ نشیب کے خدا رسیدہ بزرگ حضرت مولانا جان محمد بستی ناوڑیں والے جو کہ حضرت پیر امام شاہ بخاری خلیفہ حضرت خدا بخش خیر پوری کے خلیفہ تھے کے پاس بھی پڑھتے رہے۔ بعد ازاں آپ چکڑالہ ضلع میانوالی میں حضرت مولانا نور خان جو کہ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی کے خلیفہ تھے کے ہاں تکمیل علوم کرنے لگے، مولانا نور خان کی وساطت سے ہی آپ کو حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی کی غلامی حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

پیرو مُرشد کی بارگاہ میں پہلی حاضری نے ہی دل کی دنیا میں عظیم انقلاب برپا کر دیا تھا۔ قرار و سکون رخصت ہو گیا دل کسی کام میں نہ لگتا تھا، پیرو مُرشد کی محبت ہر وقت بے چین کیے رکھتی اس لیے آپ نے بارگاہ مُرشد کو ہی اپنا مسکن بنا لیا۔ کبھی کبھی اجازت مل جاتی تو آپ گھر تشریف لاتے ورنہ آپ وہیں بارگاہ مُرشد میں قیام پذیر رہتے، لنگر کے مختلف کام آپ کے ذمہ ہوتے تھے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ فقیر ۲۱ رسال حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی کی خدمت میں رہا سات سال تک آپ نے یہ بھی نہ پوچھا کہ آپ کا

نام کیا ہے، اور کہاں کے رہنے والے ہو لیکن آپ لنگر کی خدمات میں ہمیشہ مصروف رہتے آپ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ صاحب کی توجہ مبارک ایسی ہوتی تھی کہ اِس عرصہ میں مراتب سلوک اور مقامات مجددیہ کی برابر تکمیل ہوتی رہی۔

ایک روز حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی نے اپنی دستار مبارک آپ کے سرمُبارک پر رکھی اور آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت کی اجازت فرمائی، حضرت خواجہ قدس سرہ نے آپ سے فرمایا:

> ''مولوی غلام حسن! اگر آیندہ سال زندگی رہی تو فقیر آپ کو بے حد توجہات دے گا اور فیضان کے حصول کی پوری پوری کوشش کرنا''

قضائے الٰہی سے اسی سال ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۷ء میں حضرت خواجہ قدس سرہ کا وصال ہوگیا، بعدازاں آپ نے حضرت خواجہ قدس سرہ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد سراج الدین نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت کی اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات کی تکمیل میں مصروف ہوگئے تکمیل سلوک کے بعد حضرت خواجہ محمد سراج الدین نقشبندی نے اجازت طریقہ نقشبندیہ وخلعت خلافت سے سرفراز فرمایا اور اِس وقت یہ ارشاد فرمایا۔

> ''فقیر نے آپ کو ایسا رنگ دیا ہے کہ بزرگوں کے مرید تو صرف مسلمان ہوتے ہیں لیکن آپ سے مسلمان اور ہندو سب فیضیاب ہوں گے''

آپ نے علاقہ کروڑ نشیب ڈبھی مکوڑی میں اپنے پیرومرشد کے نام مبارک کی نسبت سے خانقاہ سراجیہ قائم کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت میں مصروف ہوگئے آپ کے پیرومُرشد کے فرمان مبارک کے مطابق آپکی نِگاہ میں ایسی تاثیر تھی کہ کوئی ہندو آپکی نِگاہ مبارک کا سامنا نہ کرسکتا تھا جس ہندو پر بھی آپکی نگاہ پڑتی اس کی زباں سے بے اختیار کلمہ شریف جاری ہوجاتا تھا آپکی اِس کرامت کی وجہ سے ہندو آپ سے خائف رہتے تھے، اور آپ کے سامنے نہ آتے تھے، ایک مرتبہ ایک ناواقف ہندو نے آپ سے کروڑ کا راستہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ کروڑ کا راستہ بتاؤں یا توڑ کا (یعنی حق سبحانہ تک پہنچنے کا راستہ) تو اِس ہندو نے کہا کہ توڑ کا آپ نے اس ہندو پر ایسی نگاہ کرم فرمائی کہ وہ اسی وقت مسلمان ہوگیا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب نے لاہور میں ایک ہندو نوجوان کو مشرف بہ اسلام کیا اِس نوجوان کا حقیقی بھائی لاہور میں تھانیدار تھا اِس نے لاہور کی عدالت میں آپ پر دعویٰ دائر کر دیا کہ میرے بھائی کو جبراً مسلمان کیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ عدالت میں پیش ہوئے تو جج نے پوچھا کہ آپ نے ہندو نوجوان کو جبراً مسلمان کیوں کیا ہے۔ آپ نے جوش میں فرمایا کہ اِس کو تو میں نے مسلمان کیا مگر تھانیدار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے کس نے کلمہ پڑھایا ہے۔ صرف آپ کی انگلی مبارک کے اشارہ سے ہی تھانیدار کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا۔

ہندو آپ سے خوف زدہ رہتے تھے، آپ کے دست حق پرست پر ہندوؤں کے قبول اسلام کے واقعات نے ہندوؤں کو بے چین کر رکھا تھا وہ طرح طرح کے حیلے بہانوں سے آپ کو پریشان کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے جب مشہور مقدمہ قتل نُورپُور کی مثل جھنگ سے میانوالی منتقل ہوئی تو حضرت صاحب بھی میانوالی عدالت میں تشریف لے گئے تو وہاں ہندوؤں نے باہم مل کر آپ کے خلاف عدالت مذکور میں ایک مقدمہ دائر کر دیا کہ حضرت صاحب جادوگر ہیں اور ہندوؤں کو جادو کے زور سے مسلمان بناتے ہیں، سیشن جج ہندو تھا اتفاقاً دو اور ہندو آفیسر تحصیلدار اور تھانیدار بھی عدالت میں موجود تھے، جب مثل خواں نے مثل استغاثہ پڑھکر سنائی تو حضرت خواجہ صاحب جوش میں آ گئے اور باری باری ہر سہ ہندو آفیسروں کی طرف انگلی مبارک کا اشارہ کر کے فرمایا کہ انہیں بھی میں نے جادو کے زور سے کلمہ پڑھایا ہے۔ تو تینوں ہندو آفیسروں کی زبان سے کلمہ شریف جاری ہو گیا۔ عدالت میں موجود ہندو حضرت خواجہ صاحب کی یہ زندہ کرامت دیکھ کر اتنے خوف زدہ ہوئے کہ عدالت سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحب سرائیکی میں سادہ تقریر فرماتے تھے لیکن آپکی تقریر اتنی مؤثر ہوتی کہ مجلس میں موجود تمام لوگ کھڑے ہو کر گناہوں سے تائب ہو جاتے تھے۔ ضلع میانوالی کے اکثر لوگ نسوار کے عادی ہیں اور منہ میں نسوار رکھتے ہیں جو کہ تمبا کو چونا اور راکھ سے بنائی جاتی ہے۔ اس کے استعمال سے دانت سیاہ ہو جاتے ہیں اور منہ سے بدبو آتی ہے ایک مرتبہ آپ واں بھچراں ضلع میانوالی تشریف لے گئے آپ نے دوران تقریر نسوار اور بیڑا کی مذمت فرمائی لوگوں کی کثیر تعداد مجلس وعظ میں حاضر تھی لوگ آپکی تقریر مبارک سے اِس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی جیبوں سے نسوار کی ڈبیاں نکال کر مسجد سے باہر پھینک دیں مسجد کے باہر ڈبیوں کا ڈھیر لگ گیا۔

آپکی پوری زندگی تبلیغ اسلام میں صرف ہوئی آپ جس جگہ بھی تشریف لے گئے اپنی روح پرور تقاریر سے مُردہ دلوں کو حیات جاوداں بخشی ہزاروں گم کردہ راہ لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے راہ ہدایت پائی آپکی پُر اثر تقریر قلوب واذہان کو اِس قدر متاثر کرتی کہ لوگ رسم ورواج کو چھوڑ کر احکام شریعت پر عمل کرنا شروع کردیتے۔ ہزاروں ہندو اپنے زنار توڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہوے ایک مرتبہ جس غیر مسلم پر آپکی نگاہ مبارک پڑی اسکی عاقبت سنور گئی، ہندوؤں کو مسلمان بنانے پر آپ کو کئی مقدمات میں ملوث کیا گیا لیکن ہندو آپ کا بال بھی بیکا نہ کرسکے آپ مسلسل تبلیغ اسلام میں مصروف رہے۔

ملفوظات شریف:

فرمایا: سالک جب شیخ کی خدمت حاضر ہو تو دل میں کوئی خیال نہ لائے بلکہ ذکر کرنے سے بھی اجتناب کرے اور شیخ کی طرف سے فیض کے آنے کا منتظر رہے۔

فرمایا: اپنے شیخ کے تصور سے کوئی وقت اور کوئی لمحہ غافل نہیں ہونا چاہیے مگر نماز میں یہ تصور نہ کریں ہاں اگر نماز میں بے اختیار یہ تصور قائم رہے، تو نعمت عظمیٰ ہے، جب یہ تصور شیخ کمال کو پہنچتا ہے تو سالک کی نظر جہاں پڑتی ہے، اُسے شیخ کی صورت ہی نظر آتی ہے۔

فرمایا: دِن رات میں تین مرتبہ مراقبہ ضرور کرنا چاہیے (١) بعد نماز فجر (٢) بعد نماز عصر (٣) بعد نماز تہجد اور ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے۔

فرمایا: جو شخص اپنے پیر ومُرشد کی مخالفت کرے خواہ وہ امور دین میں ہو یا دنیا میں تو وہ مردود طریقت ہے۔

فرمایا: مبتدی طالب سلوک کو ذکر اور مراقبہ بہت زیادہ کرنا چاہیے فرائض اور سُنتیں بلا ناغہ ادا کرے باقی نوافل واوراد کی کثرت مناسب نہیں۔

فرمایا: جب مُرید اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہو تو کھانے پینے اور قیام کرنے کے سامان حاصل کرنے کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ اس چیز کی طلب کرے جس کو حاصل کرنے کے لیے گھر چھوڑ کر آیا ہے۔

فرمایا: سب پیران کرام اور بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور مقبول ماننا چاہیے، لیکن اپنے پیر کا درجہ بلند سمجھنا چاہیے اور اس کے برابر کسی کو نہ سمجھے۔

فرمایا: کامل اور طاقتور بزرگ اپنے تصرف سے اپنی سات پشتوں تک ولایت صغریٰ کا سلوک طے کرا دیتا ہے۔

فرمایا: ابتدا میں یہ فقیر گرہ سواگ میں مقیم تھا۔ تو مولوی حسین علی واں بھچراں والے کو خط لکھا کہ فقیر کے مقامات کو دیکھ کر مطلع فرمادیں انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے لطائف کے انوار بحرزخار کی مانند ہیں، پھر خود فرمایا سبحان اللہ مولوی حسین علی صاحب خود دُور بیٹھے ہوئے فقیر کے متعلق غیب کی باتیں جانتے ہیں لیکن حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے منکر ہیں۔ (مولوی حسین علی حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی کے خلیفہ تھے اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے۔)

فرمایا: جس شخص کی داڑھی قبضہ سے کم ہو اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔

فرمایا: قطب دوراں حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان دامانی جب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو چار ماہ عرب شریف میں مقیم رہے اِس تمام عرصہ میں آپ نے کھانے، پینے سے اِحتراز فرمایا تاکہ پیشاب پاخانہ کی حاجت نہ ہو یہ خوف لاحق تھا کہ اِس سرزمین پاک پر ممکن ہے کہ ایسی جگہ کی بے ادبی نہ ہو جائے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہوں اور اِس طرح بے ادبی ہو جائے تو پھر یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

فرمایا: جب بہت غم اور مشکلات لاحق ہو جائیں تو درود شریف کی کثرت ہی تمام مشکلات کو حل کرتی ہے۔

وصال مبارک:

آخری عمر میں آپ کو بُخار اور اسہال کی شدید تکلیف ہوگئی موسم سرما میں تکلیف رہنے لگی اور گرمیوں میں قدرے افاقہ رہتا علاج کرانے کے باوجود صحت اور طاقت روز بروز کمزور ہوتی گئی غذا برائے نام ہی استعمال فرماتے کبھی طعام کے چند لقمے یا شوربہ کے چند گھونٹ اور کبھی کئی ہفتے صرف پانی پر ہی اکتفا فرماتے اتنی نقاہت اور کمزوری کے باوجود نماز باجماعت ادا فرماتے رہے۔ حکماء نے علاج بہت کیا لیکن افاقہ نہ ہوا حتیٰ کہ ربیع الثانی میں مرض شدید ہوا مزاج پُرسی ہوگیانے والوں کو اپنے وصال کی خبر خود دیتے رہے۔

چنانچہ ۱۳؍ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ بعد از نماز عشاء شریعت وطریقت کا یہ آفتاب عالمتاب اپنی نورانی کرنیں بکھیر کر آسمان دنیا سے غائب ہوگیا۔

خلق خدا کا جم غفیر اور مسلمانوں کا انبوہ کثیر آپ کی نماز جنازہ میں شریک ہوا جب آپ کا جنازہ کروڑ شہر سے گزر رہا تھا تو ایک ہندو نے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جو ہمارے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنادیتا تھا۔

آج تو فوت ہو چکا ہے اور اب تو مسلمان نہیں بنا سکتا اِس کو جا کر دیکھیں تو سہی کہ کیسا جوان تھا جو ہمارے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنا دیتا تھا۔

یہاں کروڑ ریلوے اسٹیشن کے قریب جنازہ مبارک رکھا ہوا تھا، اور لوگ کثیر تعداد میں لائن میں آ کر زیارت کر رہے تھے۔ یہ ہندو بھی زیارت کرنے والوں کی لائن میں شامل ہو گیا، جونہی حضرت خواجہ صاحب کے رخِ انور پر نظر پڑی، بے ساختہ اِس کی زباں سے کلمہ شریف جاری ہو گیا اور اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

آپ کا مزار مبارک کروڑ شہر ضلع لیہ سے تقریباً چھ کلومیٹر جنوب مشرق میں مرجع الخلائق ہے۔

☆……☆……☆

کتابیات

۱……فیوضات حسنیہ از مولانا محمد حیات آف ڈیرہ اسماعیل خان، تصحیح و تجدید صاحبزادہ احمد حسن حسنی ناشر مکتبہ حسنیہ دربار عالیہ سواگ شریف، نزد کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ۔ سنہ اشاعت مئی ۱۹۹۹ء

۲……شہباز قدس۔ صاحبزادہ محمد اقبال احمد باروی، ناشر مکتبہ حامدیہ بارویہ جامع نعمانیہ رضویہ لیہ سنہ اشاعت ۱۹۸۱ء

۳……مقامات سراجیہ الحاج خواجہ محمد اسماعیل سراجی نقشبندی، ناشر، مکتبہ سراجیہ مجددیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سنہ اشاعت ۱۹۸۹ء

۴……تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف از محمد نذیر رانجھا صاحب، ناشر جمعیت پبلی کیشنز وحدت روڈ لاہور سال اشاعت جنوری ۲۰۰۵ء

۵……جواہر نقشبندیہ محمد یوسف مجددی، ناشر مکتبہ انوار مجددیہ منصورہ آباد فیصل آباد سال اشاعت مارچ ۲۰۰۳ء

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللّٰہ الر حمٰن الر حیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خواجہ غلام قاسم کمبوہ نقشبندی مجددی

(م ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۲ء)

قاری محمد شریف کمبوہ

☆☆

ولادت اور نسبی تعلق:

آپ یکم اپریل ۱۹۰۲ء کو کمبوہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد، پاکستان) میں پیدا ہوئے، آپ کا نسبی تعلق برصغیر کے مشہور قبیلے کمبوہ سے ہے۔ آپ کے جد امجد ملک لطف علی بغرض دینی تعلیم شورکوٹ ضلع جھنگ سے بلوٹ شریف حضرت پیر شاہ عیسیٰ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد ان کے استاد محترم نے میاں وڈا بھیج دیا جو کمبوہ شریف سے ملحق ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس کے بعد آپ کے صاحبزادہ حافظ بدرالدین علیہ الرحمۃ (جو کہ اپنے وقت کے ولی کامل تھے) نے موضع امیر شاہ کو اپنا مسکن بنایا۔ وہاں آپ نے تمام زندگی رشد و ہدایت اور قرآن مجید کی تدریس میں گزاری۔ کثیر تعداد میں خلق خدا آپ سے فیض یاب ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب درج ذیل ہے:

حضرت خواجہ غلام قاسم کمبوہ، ولد ملک شمس الدین، ولد ملک غلام حسین، ولد ملک محمد اعظم، ولد حضرت حافظ بدرالدین، ولد مولانا لطف علی۔ آگے چل کر آپ کا نسب کمبوہان شورکوٹ سے جا ملتا ہے۔

تعلیم و تربیت:

آپ کا گھرانہ ابتداء ہی سے اہل علم اور راستباز چلا آیا ہے۔ اسی لیے آپ نے قرآن مجید ناظرہ اپنے چچا مولانا غلام حیدر سے شروع کیا لیکن ابھی تک آپ کا سبق جاری تھا کہ چچا کا وصال ہو گیا۔ اس لیے آپ نے دوسرے اساتذہ سے تکمیل کی قرآن مجید کے بعد آپ مڈل اسکول رنگ پور میں بتاریخ ۱۶ مارچ ۱۹۱۴ء کو جماعت اول میں داخل ہوئے، پرائمری پاس کرنے کے بعد بغرض دینی تعلیم مولانا سید احمد علیہ الرحمۃ

کے پاس ''پٹیالہ'' تشریف لے گئے۔

علم باطنی:

تحصیل علم کے بعد آپ نے زکوڑی خاندان سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت پیر سواگ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی شیخ محمد معصوم کے ایما پر غوث زماں قطب دوراں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عنفوان شباب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ بیعت کے آٹھویں سال آپ حضرت پیر سواگ کے ساتھ آستانہ عالیہ موسیٰ زئی شریف حاضر ہوئے تو حضرت پیر سواگ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر رکھوایا اور اوپر اپنا دست اقدس رکھ کر فرمایا:

> فقیر کو جو کچھ اس صاحب مزار سے فیض ملا ہے وہ فی سبیل اللہ تیرے حوالے کیا''

پھر تین دفعہ فرمایا:

> ''مبارک، مبارک، مبارک''[1]

سلسلہ طریقت:

آپ کا سلسلہ طریقت مختلف واسطوں سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

☆......خواجہ فقیر غلام قاسم کمبوہ	۱۵/ جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ/ ۱۴/ نومبر ۱۹۶۲ء[2]
☆......حضرت خواجہ غلام حسن سواگ	۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ[3]
☆......خواجہ محمد سراج الدین	۲۶/ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ[4]
☆......خواجہ محمد عثمان	۲۲/ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ[5]
☆......خواجہ دوست محمد قندھاری	۲۲/ شوال المکرم ۱۲۸۴ھ[6]
☆......حضرت شاہ احمد سعید احمدی	۲/ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ[7]
☆......حضرت شاہ ابو سعید	یکم شوال ۱۲۵۰ھ[8]

☆......حضرت شاہ غلام علی دہلوی	۲۲ر صفر سنہ ۱۲۴۹ھ[9]
☆......حضرت مرزا مظہر جان جاناں	۱۰ر محرم الحرام سنہ ۱۱۹۵ھ[10]
☆......خواجہ سید نور محمد بدایونی	۱۱ ذی القعدہ سنہ ۱۱۲۵ھ[11]
☆......خواجہ حافظ محمد محسن	
☆......خواجہ شیخ سیف الدین	۲۶ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۹۶ھ[12]
☆......خواجہ محمد معصوم	ربیع الاول سنہ ۱۰۷۹ھ[13]
☆......امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی	۲۸ر صفر سنہ ۱۰۳۴ھ[14]

آپ کو اپنے شیخ کامل سے انتہائی عقیدت تھی بایں وجہ آپ کی کوئی محفل حضرت پیر سواگ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوا کرتی تھی۔ آپ اپنے شیخ کے فرمودات کا انتہائی پابندی سے اہتمام فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ اگر آپ کے عزیز و اقارب میں کوئی شخص فوت بھی ہو جاتا تو وظائف مکمل کرنے کے بعد اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرماتے تھے۔

حضرت پیر محمد عبداللہ عرف پیر بارو[15] رحمۃ اللہ کو آپ کے ساتھ بڑی محبت تھی، جب بھی ان کی خدمت میں حضرت کمبوہ کے صاحبزادگان یا مریدین حاضر ہوتے تھے تو آپ اکثر اوقات انہی کے ذکر میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت پیر بارو رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کمبوہ کے خلیفہ حافظ اللہ دتہ کلیرہ کو فرمایا کہ میرے نزدیک حضرت غریب نواز (پیر سواگ) کے خلفاء میں پہلا مقام تمہارے پیر (حضرت خواجہ غلام قاسم رحمۃ اللہ علیہ) کا ہے۔

عبادات:

آپ عبادت کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے تہجد، اشراق، چاشت، اوابین وغیرہ نوافل اور اڑتالیس ہزار اسم ذات، بارہ ہزار نفی اثبات، صبح کی نماز کے بعد تلاوت قرآن مجید، دلائل الخیرات شریف، اور حزب البحر وغیرہ یہ آپ کے روزانہ کے معمولات تھے جن کو آپ حتی الامکان قضا نہیں فرمایا کرتے تھے۔ نماز پنجگانہ باجماعت ادا فرماتے تھے حتیٰ کہ مرض موت میں بھی جب تک آپ مسجد میں آنے کے قابل تھے تو مسجد میں پہنچ کر نماز باجماعت پڑھتے تھے۔

توکل:

شریعت وطریقت کے تمام فضائل وکمالات سے آپ کی ذات سجی ہوئی تھی۔ آپ کی زبان سے کبھی کوئی ناشائستہ لفظ نہیں نکلا، دنیا والوں سے کبھی آپ نے اپنی غرض وابستہ نہیں کی۔ بلکہ آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہم ان پیروں میں سے نہیں جو مریدوں کے دروازوں سے خیرات مانگتے ہیں۔ استغنا اور بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کیا آپ جلوت سے خلوت کو زیادہ پسند فرماتے تھے امراء اور دنیاداروں سے آپ کو نفرت تھی، آپ بسا اوقات یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

میکوں پیر سکھائی ایہا رِیت
ہِک حجرہ ہِک مَسیت
بہا پروتھا ٹکڑا کھا
غیر دے در مول نہ جا

(مجھے اپنے مرشد کامل نے یہ بات سکھائی، کہ ایک حجرہ اور ایک مسجد ہو، باسی روٹی کا ٹکڑا کھاؤ لیکن غیر کے در پر ہرگز نہ جاؤ)

کرامات:

آپ صاحب کرامت بزرگ تھے جو بات منہ سے نکلتی تھی وہ ہو کر رہتی تھی۔ آپ کی کرامات سے ایک زندہ کرامت آپ کے نام سے موسوم ''دارالعلوم قاسمیہ رضویہ'' ہے جس میں اس گئے گزرے دور میں تین سو کے قریب طلباء زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں۔ جس وقت حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام خلفاء عظام کو حکم فرمایا کہ اپنی اپنی خانقاہوں میں دینی مدارس قایم کریں تو آپ نے یہ عظیم ذمہ داری اپنے صاحبزادوں پر چھوڑتے ہوئے فرمایا کہ یہ گنہگار زادے مثالی درسگاہ بنائیں گے۔ اس زمانے اور پسماندہ علاقے میں یہ کثیر تعداد حضرت کا تصرف ہی ہے۔

اولاد امجاد:

جس طرح آپ متقی اور پرہیزگار تھے اسی طرح آپ کی زوجہ محترمہ بھی تقوای اور پرہیزگاری میں بے مثال تھیں، آپ ہر وقت تسبیح پڑھتی رہتی تھیں کثرت سے درود شریف پڑھا کرتی تھیں، اگر کوئی ملنے کے

لیے آتا تو تھوڑی دیر کے لیے آپ کی زبان ذکر اللہ سے رکتی، گفتگو فرمالینے کے بعد آپ دوبارہ ذکر اللہ میں مشغول ہو جاتیں۔ صاحب کرامات خاتون تھیں، جو بات فرمادیتیں وہ ہو جاتی تھی، آپ کی اولاد میں چار صاحبزادگان ہیں صاحبزادہ ابوالحسن نقشبندی، صاحبزادہ سراج الحسن نقشبندی، صاحبزادہ عارف الحسن نقشبندی اور صاحبزادہ ممتاز الحسن نقشبندی۔ جو کہ تمام کے تمام عالم دین اور حافظ قرآن ہیں۔ دو مدارس قایم کیے ہیں ایک ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں اور ایک مضافاتی گاؤں کمبوہ شریف میں۔ دارالعلوم قاسمیہ رضویہ کے مہتمم اور صدر مدرس صاحبزادہ ابوالحسن صاحب ہیں اور نورانی دارالعلوم کے صدر مدرس صاحبزادہ عارف الحسن ہیں اور صاحبزادہ سراج الحسن ان دونوں مدارس کے منتظم اعلیٰ ہیں اور سب سے چھوٹے صاحبزادے ممتاز الحسن صاحب لاہور میں درس و تدریس اور امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

الحمد للہ دونوں مدارس میں درس نظامی اور حفظ قرآن کریم پڑھایا جاتا ہے۔ درجنوں علماء ان مدارس سے فارغ التحصیل ہو کر مختلف علاقوں میں دین اسلام کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

وفات:

۱۹۶۲ء میں آپ کو گلے کا سرطان ہوا جس کی وجہ سے آپ کو نشتر ہسپتال ملتان داخل کرایا گیا وہاں آپ کا آپریشن ہوا چند ماہ نشتر ہسپتال میں رہنے کے بعد میو ہسپتال لاہور لایا گیا لیکن مرض میں افاقہ نہ ہوا۔ ساٹھ سال سات ماہ اور تیرہ دن اس دار فانی میں رہنے کے بعد ۱۵ر جمادی الآخر ۱۳۸۲ھ بوقت ایک بجے شب مطابق ۱۴ر نومبر ۱۹۶۲ء کو اس دار فانی سے کوچ فرما گئے۔ آپ کا مزار پُر انوار حسن آباد کمبوہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں ہر سال ۱۵ر جمادی الآخر کو آپ کا عرس مبارک بڑے عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے جس میں ملک کے جید علماء کرام شریک ہوتے ہیں۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱...... صاحبزادہ احمد حسن الحسنی، فیوضات حسنیہ، مطبوعہ لیہ، ص ۴۹۵

۲...... ایضاً، ص ۴۹۸

۳...... ایضاً، ص ۳۹۹

۴......ایضاً، ص ۳۹۸

۵......ایضاً، ص ۳۹۶

۶......ایضاً، ص ۳۹۵

۷......مولانا محمد حسن نقشبندی مجددی، مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مطبوعہ لاہور، ص ۴۷۰

۸......صاحبزادہ احمد حسن الحسنی، فیوضات حسنیہ، مطبوعہ لیہ، ص ۳۹۲

۹......ایضاً، ص ۳۹۱

۱۰......مولانا محمد حسن نقشبندی مجددی، مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مطبوعہ لاہور، ص ۴۱۸

۱۱......ایضاً، ص ۳۸۵

۱۲......مولانا محمد حسن نقشبندی مجددی، مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، مطبوعہ لاہور، ص ۳۸۲

۱۳......ایضاً، ص ۳۸۵

۱۴......پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، سیرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۵ء، ص ۲۶۴

۱۵......آپ کا اسم گرامی محمد عبداللہ تھا آپ موضع نوشارہ تھل کلاں نزد فتح پور ضلع لیہ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے آپ کا نام عبداللہ تجویز کیا بعد ازاں آپ ''بارو'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کو حضرت پیر سواگ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ (فیوضات حسنیہ، ص ۴۸۳)

☆......☆......☆

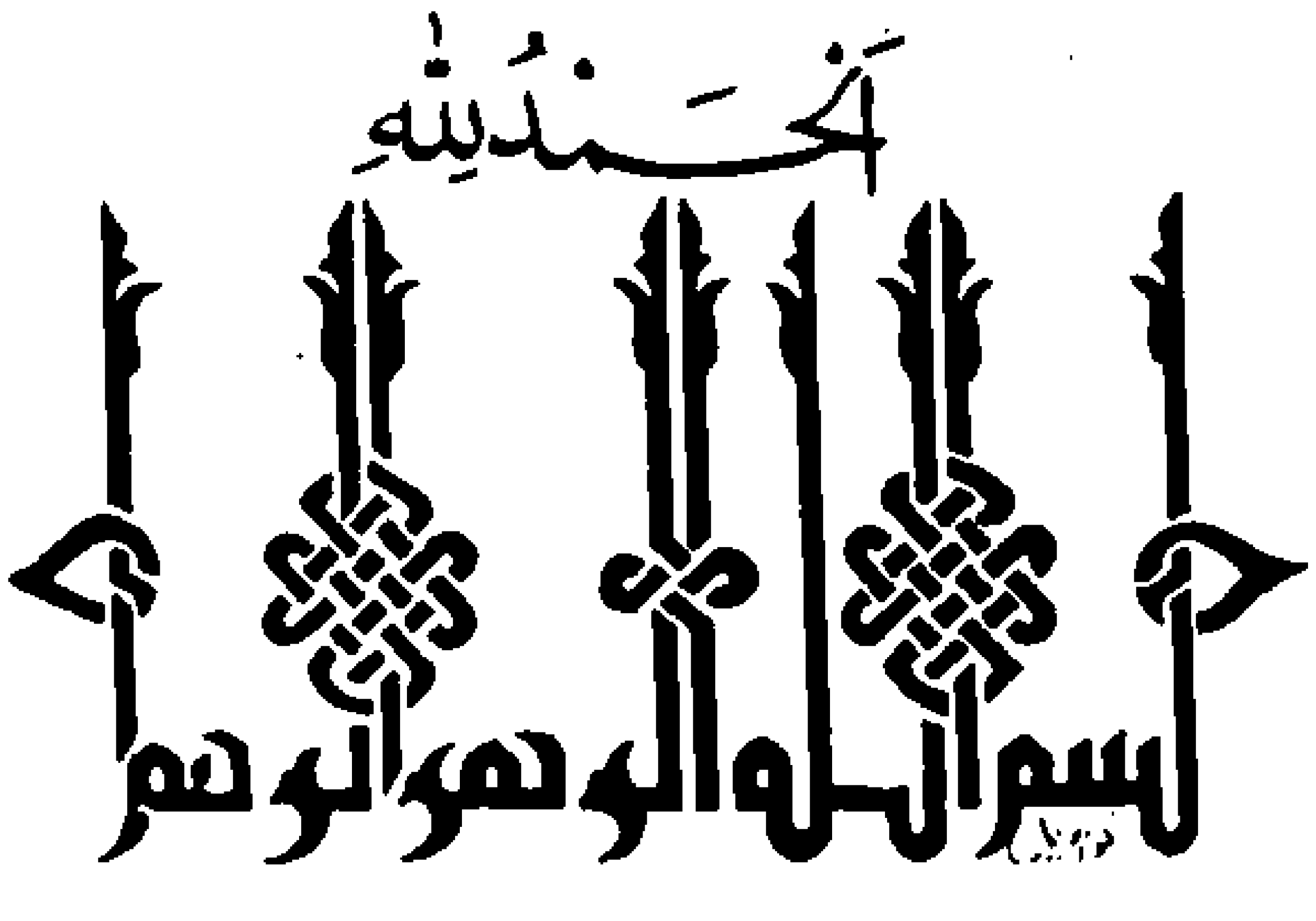

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت خواجہ رکن الدین صدیقی

محترمہ کوکب زمان

☆☆

حکومت سندھ کا آخری شہزادہ شمس الدین عرف دول بادشاہ جنگل میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکار کھیل رہا ہے، دوران شکار ایک نیلے ہرن کے پیچھے جو سرپٹ گھوڑا دوڑایا تو آن کی آن میں سب کچھ چھوٹ گیا، ساتھیوں کا ساتھ بھی، راستے کا سراغ بھی اور نیلا ہرن بھی۔ دوپہر کا وقت ہے، سخت گرمی کا عالم ہے، شہزادہ پیاس سے نیم جان ہے۔ ایسے عالم میں دور سے کنویں کے چلنے کی آواز سنائی دی تو اس حیات بخش آواز نے شہزادے کو اپنی طرف بسرعت کھینچا۔ ایک دوشیزہ سراپا حسن ڈول سے پانی کھینچ رہی ہے۔ شہزادہ لڑکی کے حسن و جمال کو دیکھ کر وارفتہ ہوگیا، عشق مجازی نے سلطنت چھوڑنے پر مجبور کیا اور پیشہ کوزہ گری اختیار کیا۔ لڑکی کے والد ولی کامل تھے، انھوں نے شہزادے میں چھپے ہوئے گوہر کو پہلی نظر میں پہچان لیا اور اپنی بیعت میں لے کر عشق الٰہی کے رنگ میں رنگ دیا۔

عشق مجازی سے عشق حقیقی تک پہنچنے والا یہ شہزادہ عاشقوں کے سردار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تھا۔ اسی شہزادے کی نسل سے قدوۃ الاولیاء، قطب الاقطاب، خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ رکن الدین علیہ الرحمۃ ۱۸۴۶ء کو موضع ماچھی ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔

نام و نسب:

اسماً.........رکن الدین

نسباً.........صدیقی

مشرباً.........نقشبندی مجددی

ملۃً.........حنفی

امۃ.......... محمدی ہیں

آپ مسند آلومہار شریف کے تاجدار قطب العالم حضرت خواجہ سید چنن شاہ نوری قدس سرہ کی دعا سے پیدا ہوئے۔

حلیہ مبارک:

آپ نہایت خوبصورت اونچے لمبے سرو قد تھے۔ سر سے سینہ تک نہایت کنڈل دار حسین زلفیں تھیں، سر مبارک اور داڑھی مبارک کے بال نہایت چمکدار تھے۔ بازو گوشت سے معمور اور اس قدر قوی تھے کہ تین من تک وزن اُٹھا لیتے تھے۔ زبان اس قدر میٹھی تھی کہ جو ایک بار پاس آ کر بیٹھ جاتا وہ اٹھنا ہی بھول جاتا۔

بیعت وخلافت:

علماء و اولیاء کی محبتیں سونے پر سہاگے کا کام کر گئیں، بارہ برس کی عمر میں ہی عشق اور غلبہ شوق نے اتنا بے خود کیا کہ درس و کتاب چھوڑ کر ایک رات عشاء کی نماز کے بعد ماچھی سے نکل کھڑے ہوئے اور بارہ کوس کا طویل فاصلہ پا پیادہ طے کر کے نماز تہجد سے پہلے آلومہار شریف پہنچ گئے اور شمس الہند حضرت خواجہ سید چنن شاہ نوری علیہ الرحمۃ کے حجرہ اقدس سے باہر بغیر دستک دیئے پیکر ادب بن کر دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ ادھر آپ نے نماز تہجد کے لیے وضو سے فارغ ہو کر خادم سے فرمایا کہ جاؤ باہر دیکھو، کوئی بچہ کھڑا ہے؟ خادم نے جھانک کر دیکھا تو عرض کیا حضور ایک چھوٹا سا لڑکا کھڑا ہے۔ قطب وقت فوراً خود باہر تشریف لے آئے خواجہ صاحب کو سینے سے لگا کر فرمایا آج ساری رات تم نے ہمیں بے قرار رکھا ہے، سخت سردی کا موسم ہے، آؤ میرے بستر میں آرام کرو۔ نماز سے فارغ ہو کر تاجدار آلومہار شریف نے خواجہ صاحب کو بیعت بھی کیا اور روحانی فرزندی کا منصب بھی عطا کیا۔ بچپن سے تیس سال کی عمر تک آپ کی تعلیم و تربیت خود سید چنن شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمائی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ علیہ الرحمۃ نے خواجہ صاحب کو اپنی فرزندی میں لے کر شادی کرائی اور اپنے گھر کے تمام خانگی معاملات کا مختار نامہ دے کر ظاہری و باطنی درجات کو بلند کر دیا۔ عمر کے آخری ایام میں خواجہ صاحب کو خلافت سے نوازا اور بغرض تبلیغ و ارشاد کشمیر کے علاقہ جموں کی طرف بھیج دیا۔

دربار رسالت سے دوبارہ بادۂ حیات کی لبریزی:

ان دنوں طاعون کی وبا گھر گھر میں صفِ ماتم بچھائی ہوئی تھی چنانچہ خواجہ صاحب بھی طاعون کا شکار

ہو گئے ان پر طاعون کا پھوڑا نکلا لیکن اپنی اس حالت کو چھپا کر حضرت پیر سید امین شاہ صاحب کے فرزند صاحبزادہ سید محمد حسین شاہ صاحب کی شادی کے امور میں مصروف رہے لیکن بارات (جس کے سربراہ آپ بنا کر بھیجے گئے تھے) کی واپسی پر راستے ہی میں بے ہوش ہو گئے۔ بامر مجبوری آپ کے دوست حافظ امام دین صاحب آپ کو اپنے گھر لے گئے طبیبوں نے مرض لاعلاج قرار دیا اور ٹھیک رات کے ایک بجے خواجہ صاحب وصال فرما گئے۔ دوسری طرف آلو مہار شریف میں آپ کے پیر خانے پر موجود ہر سید اور غیر سید آپ کے لیے دست بدعا تھا۔ قبلہ عالم حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ صاحب اپنے والد ماجد قطب الارشاد حضرت خواجہ سید چنن شاہ قدس سرہ کے مزار پر انوار پر دعا اور مراقبے میں مصروف تھے۔ آخر سر مبارک اٹھا کر خدام کو خوشخبری سنائی کہ جلدی سے گوجرانوالہ پہنچیں اور خواجہ صاحب کو (جس حالت میں بھی ہوں) آلو مہار شریف لے آئیں۔ ادھر ٹھیک رات کے تین بجے خواجہ صاحب نے آنکھ کھول کر سرہانے مغموم بیٹھے حافظ صاحب کو السلام علیکم کہا۔ حافظ صاحب حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ چونک کر بولے حضرت! آپ وصال فرما چکے تھے یہ کیا صورت حال ہے؟ فرمایا درست ہے مگر میرے ساتھ عجب معاملہ پیش آیا۔ مجھے دربار رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ میں پیش کیا گیا۔ وہاں حضرت قبلہ چنن شاہ نوری علیہ الرحمۃ اور حضرت خواجہ سید امین شاہ قدس سرہ اللہ اسرار ہما بارگاہ رسالت میں حاضر ہیں اور عرض گزار ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ابھی ہمیں خواجہ رکن الدین کی ضرورت ہے فرمان رسالت جاری ہوا کہ خواجہ رکن الدین کو ان کے مقام پر واپس پہنچا دو، ان کی باری ابھی نہیں آئی، ہم نے ان سے دنیا میں ابھی کچھ کام لینے ہیں اس کے بعد ایک نورانی صورت بزرگ مجھے واپس چھوڑ گئے۔ میں نے آنکھ کھولی تو آپ کو روتے دیکھ رہا ہوں۔

حافظ صاحب نے جب یہ باتیں سنیں تو وجد کی حالت میں اللہ اکبر اللہ اکبر کے نعرے لگانے لگے۔

توجہ باطنی:

آپ کے مریدوں کی تعداد بہت کم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جس کو مرید کرتے اس پر ایک ہی توجہ ڈالتے اسی توجہ میں مرید کی حالت بدل جاتی اس پر اتنے اسرار و تجلیات وارد ہوتے کہ وہ بالکل مجذوب ہو جاتا اور دنیا کے کسی کام کا نہ رہتا، دینے والے کے پاس کمی نہ تھی بلکہ لینے والوں کا دامن ہی تنگ اور کوتاہ تھے لہٰذا آپ نے بیعت کا سلسلہ موقوف فرما دیا۔

اولادامجاد:

آپ نے دوبیٹوں اور چار بیٹیوں کو داغ مفارقت دیا جن میں فرزند اکبر حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ ولایت کی ان بلندیوں سے ہمکنار ہوئے جن سے اس خانوادۂ فقر و ولایت کو مزید چار چاند لگ گئے۔

وصال:

آخر کار یہ آفتابِ فقر و ولایت ۱۵ر فروری ۱۹۷۶ء کو زندگی کی ۱۳۰ بہاریں دیکھتے ہوئے عشاء کی نماز کے آخری سجدہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون

آپ کا مزار پُر انوار کلاں قبرستان مباک شاہ بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں بقعۂ نور ہے جہاں ہر سال مورخہ ۲۶/ مارچ کو نہایت عقیدت کے ساتھ آپ کا عرس پاک منعقد کیا جاتا ہے۔

☆……☆……☆

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

خطہ پوٹھوہار میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اولین کرن

شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی

راجہ نور محمد نظامی

بھوئی گاڑ، حسن ابدال

☆☆

آپ کا نام کریم الدین عرف عبدالکریم اور علاقائی نسبت بابا حسن ابدالی [١] تھی۔ عثمان کھٹڑ تحصیل ٹیکسلا ضلع راولپنڈی خطہ پوٹھوہار میں پیدا ہوئے آپ وہاں کے زمینداروں [٢] میں سے تھے۔

علامہ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں:۔

> شیخ کریم الدین قدس سرہ مسکن وے عثمان پور کھتر من اعمال پرگنہ اٹک است، نزدیک بابا حسن ابدال کے میان لاہور و کابل واقع است از آنجا راہے بکشمیر جدامی کردند۔ [٣]

> ترجمہ:۔ شیخ کریم الدین قدس سرہ پرگنہ اٹک کے موضع عثمان پور کھٹڑ کے رہنے والے تھے۔ یہ مقام حسن ابدال کے نزدیک ہے۔ جو لاہور اور کابل کے درمیان ہے اور وہیں سے کشمیر کے لیے راستہ جدا ہوتا ہے۔

سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:۔

> شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی علیہ الرحمۃ آپ موضع عثمان پور ضلع اٹک متصل حسن ابدال کے رہنے والے تھے جہاں سے کشمیر کو بھی راستہ جاتا ہے۔ [۴]

علامہ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں:۔

> آپ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور ترین خلفاء اور مریدین میں سے تھے اور صاحب تصرف وخوارق تھے اس علاقے میں آپ کے تصرفات کا بڑا چرچا ہے۔ آپ وہاں کے زمینداروں میں سے تھے۔ [۵]

علامہ محمد ہاشم کشمی لکھتے ہیں:۔

> حضرت مجدد قدس سرہ کے قدیم مریدوں میں سے ہیں اور بلند احوال اور قوی جذبات والے ہیں۔ [۶]

علامہ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں:۔

> حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا سبب وہ مجھ سے اس طرح بیان فرماتے تھے کہ میں عالم جوانی میں تحصیل علم کی خاطر لاہور آیا۔ علم ظاہری کی تحصیل شروع کر دی تھی کہ میرے دل میں بات آئی کہ اگر میں اسی حال میں مرگیا تو گویا میں خدا کو بغیر پہچانے ہوئے مرگیا۔ پس میں نے پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنے وطن کو واپس چلا گیا، اور طاعت وعبادت میں لگ گیا اور میرے دل میں مرشد کی تلاش کا جذبہ پیدا ہوا۔ ایک رات خواب میں ایک بزرگ کی صورت مبارک دیکھی کہ جمال یوسفی کی نشانی تھی اور بڑی وجاہت اور بڑا وقار تھا۔ میرے دل میں گزرا کہ میں تو اسی بزرگ کا مرید بنوں گا۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں اب حیرت میں تھا کہ اس بزرگ کو میں کہاں پاؤں گا۔ میں نے دل میں کہا کہ جو چیز خواب میں دیکھی جاتی ہے وہ بیداری میں ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ دوسری رات پھر وہی حلیہ مبارک نظر آیا تو مجھے زلیخا کی طرح اس صورت سے عشق ہوگیا۔ اور اسی طرح کئی مرتبہ اس حسن وجمال والے بزرگ کا دیدار ہوا۔ جو

میرے بے چین دل کے لیے موجب قرار ہوا۔ اس کے بعد چند روز تک اُن کی زیارت مجھے خواب میں نہ ہوئی تو مجھ پر بیقراری اور بے آرامی غالب ہوگئی۔ پھر تو میں نے اپنے ایک دوست سے جو ہمراز تھا یہ قرار کرالیا کہ آج رات تہجد کے بعد مجھے اشارہ کردینا تو میں والدہ اور گھر والوں کو بغیر بتائے ہوئے اللہ کی راہ کی طلب میں باہر نکل جاؤں گا۔ وہ دوست اسی وقت آیا گھر والے سو رہے تھے کہ میں دیوانہ وار گھر سے باہر نکل آیا اور ہندوستان کو روانہ ہوکر سرہند پہنچا۔ وہاں شیخ جوہرؒ کے پاس گیا جو مشہور اہل علم اور اہل تقوی تھے۔ ان سے میں نے عرض کیا کہ مجھے ایک ایسے پیر کی طرف راہبری فرمائیں جو شریعت کا پابند ہو۔ شیخ نے کہا فکر مت کرو۔ ایسا ہی پیر تم کو مل جائے گا۔ میں نے اُن سے رخصت چاہی اور خیال کیا کہ اکبر آباد چلنا چاہیے ممکن ہے کہ وہاں ایسا پیر مل جائے۔ اتفاق یہ ہوا کہ بازار سرہند میں ایک صوفی منش سے میری ملاقات ہوگئی۔ اُن سے میں نے اپنا مقصد بیان کیا۔ انہوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا پتا بتادیا۔ اور آپ کی مسجد اور خانقاہ دکھلائی۔ میں وہاں گیا اور دروازہ کے باہر کھڑا ہوگیا۔ میری ظاہری حالت بہت افلاس کی تھی تو مجھے دیکھ کر ایک درویش اندر گیا اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ایک مفلس شخص آیا ہے وہ چاہتا ہے کہ حاضر خدمت ہوجائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُسے لے آؤ۔ میں اندر گیا تو جو میں نے حضرت فائض الانوار رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو وہی صورت اور وہی حلیہ تھا جو میں نے کئی مرتبہ خواب میں دیکھا تھا، مجھے گریہ شوق اور فریاد ذوق کا غلبہ ہوگیا میں نے چاہا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر جاؤں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بغل میں لے لیا اور تھوڑی دیر

لگائے رکھا۔ پھر میں غلبہ حال کے زور کی وجہ سے حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور دیر تک خوب روتا رہا اور بے چین رہا۔ حضرت نے میرا سر اپنے قدم مبارک سے اُٹھایا اور فوراً اسی وقت مجھے اپنے حجرے میں لے گے۔ اور ذکر کا طریقہ سکھایا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے اپنا مقصود مل گیا ہے۔ حالانکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول یہ تھا کہ طالب مدت تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آمدورفت رکھتا تھا۔ تب کہیں آپ اس کو (مرید بنا کر) تعلیم طریقہ فرماتے تھے۔ [8]

علامہ محمد ہاشم کشمی لکھتے ہیں:۔

> اور محض حاضر خدمت ہوتے ہی آپ کا حال دگرگوں ہوگیا اور عنایات شامل حال ہوگئیں اور جب ذکر و مراقبہ کی تعلیم سے سرفراز ہوئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر کی برکت سے تھوڑی ہی مدت میں ترقیاں ظاہر ہونے لگیں۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) کی تعلیم کی اجازت بھی دے دی۔ پھر آپ کے علاقے کے بہت سے لوگ آپ کے ذریعے توبہ وانابت اور اس سلسلے کے ذکر سے مستفیض ہوئے اور بہت فیوض و برکات حاصل کیے۔ [9]

خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی لکھتے ہیں:۔

> آپ سے اس علاقے (عثمان کھٹڑ کے گردونواح میں) سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو بہت رواج ہوا۔ چنانچہ ہزارہا آدمی آپ کے مرید ہوئے اس ولایت میں آپ کا سلسلہ اب تک (۱۲۰۱ھ روضۃ القیومیہ کی تصنیف کے وقت تک) جاری ہے۔ [10]

درجہ:

ایک مرتبہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا گزر شیخ کریم الدین کے وطن [11] میں ہوا۔ اتفاق سے ان کے مریدوں کی ایک جماعت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور اپنی روحانی

نعمتوں کے دستر خوان سے ہم کو بھی کچھ عطا فرمائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کو بلایا اور دریافت کیا کہ آپ نے ان لوگوں کو طریقے کی تعلیم دی ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ جو کچھ حضور سے مجھ تک پہنچا ہے وہ میں نے ان کو پہنچا دیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میری زبان شیخ کریم الدین کی زبان ہے اور جو کچھ انہوں نے بتایا ہے وہ میں نے بتایا ہے جاؤ اور اپنا کام کرو'' پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کرتا جو جسم مبارک میں تھا اُتار کر شیخ کریم الدین کو عنایت فرمایا۔ [۱۲]

قدسیہ:

راقم الحروف (علامہ بدر الدین سرہندی) سے شیخ نے بتایا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے کوئی ڈھائی سال بعد کا واقعہ ہے کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں صبح صادق سے پہلے مراقبے میں بیٹھا تھا کہ مجھے استغراق ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے ہم شکل چار شخص میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ چاروں میں ہوں، پھر مجھے ہوش آیا تو میں نے لاحول پڑھا اور پھر مراقب ہو گیا۔ پھر وہی چار ہم شکل لوگ مجھے اپنے پاس بیٹھے ہوئے دکھائی دیے۔ پھر میں ہوش (صحو) میں آیا تو میں نے پھر لاحول پڑھا۔ تین مرتبہ اسی طرح ہوا۔ چوتھی مرتبہ جب مجھے استغراق ہوا تو دیکھا کہ ایک نورانی شخص سفید ریش، عصا ہاتھ میں لیے ہوئے مسجد کے حجرے کی طرف سے ظاہر ہوئے انہوں نے سلام کیا۔ میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ تم خود کو کیسا دیکھتے ہو؟ اُن کا اتنا فرمانا تھا کہ میرا حال دگرگوں ہو گیا۔ پھر جب میں ہوش میں آیا تو میں نے کہا کہ میں خود کو ایسا دیکھ رہا ہوں کہ گو کہ میرا وطن یہاں سے دو سو کروہ [۱۳] ہے۔ لیکن یہاں سے میں اگر اپنا ہاتھ لمبا کروں تو جو کچھ وہاں ہے یہاں لے آؤں۔ تمام ملک میرے متصل اور قریب ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ جانتے ہو ایسے صاحب وقت کو کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا، نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسے شخص کو قطب کہتے ہیں۔ [۱۴]

قدسیہ:

شیخ یہ بھی بتاتے تھے کہ مجھ پر ایسا بھی وقت آیا کہ اُس وقت خود کو ایسا پایا کہ اگر تمام عالم میری نظر میں آجائے تو میں ایک نگاہ میں اسے اس کے مقصود تک پہنچا دوں۔ [۱۵]

قدسیہ:

شیخ یہ بھی کہتے تھے کہ میں ایک بار حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے وطن سے آ رہا تھا فضل آباد[۱۶] کی سرائے میں واقعہ میں دیکھا کہ مجھے سلطنت کے تخت پر بٹھا دیا گیا ہے اور بادشاہ دست بستہ میرے سامنے کھڑا ہے۔ وہاں سے میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خلافت مطلق عنایت فرمائی۔ شیخ یہ بھی بتاتے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی مرتبہ مجھے دس آدمیوں کو مرید کرنے کی اجازت دی تھی اور دوسری مرتبہ جب خدمت میں پہنچا تو ستر آدمیوں کو تعلیم طریقہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور تیسری مرتبہ جب کہ اوپر کا واقعہ میں نے دیکھا تھا۔ لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض نہیں کیا تھا حضرت نے مجھے خلافت مطلق عنایت فرمائی تھی۔

قدسیہ:

شیخ نے یہ بھی بتایا کہ میں نے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو واقعہ میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں ''تم ہماری جانب آؤ'' مجھے اس وقت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا خوف غالب آیا اور خیال کیا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نعمت کا پروردہ ہوں تو غوث اعظم قدس سرہ کی جانب اگر آ جاؤں تو ٹھیک نہیں ہے۔ میں خاموش ہوگیا اور غلبہ خوف سے اس واقعہ سے میں ہوشیار ہوگیا۔ اس کے بعد ایک سال تک یہ حالت رہی کہ میں جس کسی کو طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم دیتا تو عین ذکر کی حالت میں اسے از خود طریقہ قادریہ کی نسبت بھی حاصل ہو جاتی۔[۱۷]

درجہ:

ایک روز ایک ملازمہ حضرت شیخ کے پاس آئی اور کہا کہ فلاں بی بی نے رقم نذرانہ آپ کی خدمت میں بھیجی ہے۔ اتفاق سے اس وقت شیخ اپنے مریدوں کے ساتھ مراقبے میں تھے۔ آپ نے جو اپنا سر اٹھایا تو آپ کی نظر اس ملازمہ پر پڑی تو اس کا حال دگرگوں ہوگیا اور وہ مستی کے عالم میں بڑے جذب کے ساتھ اس بی بی کے پاس گئی۔ بی بی سمجھدار تھی۔ سمجھ گئی کہ شیخ کی نظر اس پر پڑ گئی ہے۔ اسی لیے وہ دیوانہ کی طرح ہوگئی ہے۔ لیکن اس ملازمہ کو دیکھ کر خود بی بی پر جذبہ طاری ہوگیا اور اس نے چاہا کہ بے پردہ شیخ کی طرف دوڑے۔ اس کے شوہر نے بڑی کوشش سے اُسے روکا اور کہا کہ تجھ کو پردے کے ساتھ شیخ کے پاس بھیجوں

گا۔ جب اس واقعہ کی خبر شیخ کو پہنچی تو انہوں نے اپنے خلیفہ شیخ جوہر کو اس کے گھر بھیجا اور انہوں نے اُسے طریقے کی تعلیم دی جس کا اس پر بہت اثر ہوا۔ [18]

تصرف:

شیخ عبدالنبی بڑے عالم وفاضل اور مرجع خلق تھے۔ شیخ ہی کے قریے میں تھے۔ ایک روز انہوں نے شیخ کی دعوت کی اور کھانے کے بعد اصرار کیا کہ مجھے ذکر کا طریقہ بتایئے۔ شیخ نے کہا کہ گھر کے باہر جو مسجد ہے اس میں آیئے۔ وہاں بیعت ہو جایئے اور ذکر کا طریقہ سیکھ لیجیے۔ انہوں نے کہا کہ تنہائی میں طریقہ بتا دیجیے۔ شیخ سمجھ گئے کہ وہ لوگوں کی وجہ سے شرما رہے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ میں تنہائی میں طریقہ نہیں بتاتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر مجھے تنہائی میں طریقہ نہیں بتاتے تو میں مرجع خلائق ہوں لوگوں میں خبر اڑاؤں گا کہ آپ بدعتی ہیں۔ شیخ کو غیرت اور غصہ آیا۔ اٹھ کھڑے ہوے اور فرمایا جو کچھ آپ سے بن پڑے لوگوں سے خوب شکوہ وشکایت کیجیے اور اس میں کسی طرح کی کسر نہ اٹھا رکھیے" انہوں نے اس وقت سے شیخ کی شکایت کا پیشہ اختیار کر لیا اور چند روز نہ گزرے تھے کہ اُن کا گھر بار تباہ ہو گیا اور وہ اور اُن کا لڑکا بھی فوت ہو گیا اور اُن کے گھر ویران ہو گئے۔ [19]

تصرف:

شیخ موسیٰ شوین۔ [20] جو اپنے ملک میں صاحب جاہ وحشمت بزرگ تھے اور ممتاز مشائخ میں سے تھے۔ کسی کام کے سلسلے میں شیخ کے قصبہ میں آئے۔ اور اتفاق سے شیخ کو بھی دیکھنے چلے آئے۔ شیخ نے پوچھا کہ آپ کس سلسلہ میں مرید ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ شیخ عیسی بلوتی۔ [21] کا مرید ہوں اور اُن ہی سے خلافت بھی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ آپ متوجہ (مراقب) ہو جاییے تا کہ مجھ سے آپ کو کچھ مل سکے۔ انہوں نے مراقبے میں سر جھکایا اور شیخ نے اُن پر توجہ ڈالی اور زبان سے طریقہ نہیں بتایا۔ اور شیخ کا طریقہ بھی یہی تھا کہ محض توجہ اور تصرف سے وہ طالب کے دل میں طریقہ نقشبندیہ کا القاء کر دیتے تھے اور ذکر کے پودے کو مرید کے دل کے کھیت میں اپنے تصرف سے لگا دیتے تھے کہ تھوڑی دیر میں مرید کا دل ذکر سے بارود ہو جاتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ موسیٰ نے سر اٹھایا اور کہا کہ شیخ عیسیٰ کی نسبت میرے دل سے زائل ہو گئی ہے اور آپ کی نسبت میرے دل میں قایم ہو گئی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر چلے گئے۔ اور اپنے فرزند شیخ اسحٰق [22]

سے اس معاملے کا اظہار کیا۔ اور اُس کو حضرت شیخ کی صحبت میں جانے کی ترغیب دلائی۔ وہ فرزند اپنی پیرزادگی کی شان کے ساتھ شیخ کو دیکھنے کے لیے آیا۔ اور اُس وقت شیخ اپنے ہاتھ سے اپنے حجرے کی تعمیر میں مشغول تھے اور مٹی کیچڑ سے اُن کے ہاتھ، پاؤں بھرے ہوئے تھے۔ اس حالت میں وہ شیخ زادہ (شیخ اسحٰق) آیا اور سلام کیا۔ شیخ نے اُن کی طرف نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ ہاتھ دھولوں تو آپ سے مصافحہ کروں۔ اُس نے فریاد کی کہ حضرت آپ کی صرف ایک نگاہ کے پڑتے ہی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے خلیفہ شیخ تاج سنبھلی۔ [23] کی نسبت جو سات ماہ سے میرے باطن میں موجود تھی ایک دم زائل ہوگئی اور اُس کی جگہ آپ کی نسبت قائم ہوگئی۔ آپ اس شیخ زادہ کو حجرے کے اندر لے گئے۔ اس پر توجہ فرمائی اور اسی کے ساتھ طریقہ نقشبندیہ کا القاء فرمایا۔ محض توجہ پڑتے ہی شیخ اسحٰق مستی کے عالم میں ہوگیا۔ اونٹ کی طرح اس کے منہ سے جھاگ آنے لگا، اضطراب اور بے طاقتی ظاہر ہوئی۔ پھر وہ بے اختیار ہوکر اچھلنے لگا اور خود کو حجرے کی چھت سے مارنے لگا اور درودیوار سے ٹکرانے لگا اور دیوانہ جیسا ہوگیا، شیخ اٹھے اور حجرے کے دروازے کی زنجیر باہر سے لگالی۔ صبح سے دوپہر ہوگئی اور وہ بے ہوشی اور مدہوشی میں رہا۔ اس کے بعد شیخ نے حجرے کا دروازہ کھولا اور اُس کے پاس بیٹھ کر توجہ دی تو اُس کو افاقہ ہوگیا اور اُس نے اپنا سر شیخ کے پاؤں پر رکھ دیا اور کہا کہ ''دوات وقلم منگوا دیجیے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لے آئے تھے اور جو کچھ فرمایا اُسے لکھنا چاہتا ہوں تا کہ بھول نہ جاؤں۔ انہوں نے فرمایا ہے۔

> **عن احمد السرهندی الیٰ اسحٰق السندی یا اسحٰق! انت**
> **ولدی وخلیفتی فی جمیع الرموزات الحقیقی ولد قیقی**
> **وانی مغفور وانت مغفور ومن توسل بک ایضاً مغفور واقرأ**
> **الجیبی وخلیفتی مولانا کریم الدین منّی السلام''۔**

شیخ نے ان سے فرمایا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی تم کو خلافت دیدی ہے، یہی تمہارے لیے سند ہے۔ اور پھر ان کو رخصت کیا وہ اپنے گھر گئے۔ اور وہاں کے بہت سے لوگ ان کے معتقد بن گے۔ سب سے پہلے ان کے مرید میرک مسعود بیگ۔ [24] بن احمد بیگ خان۔ [25] کابلی تھے جو امراء میں سے تھے، لیکن ان میرک کے ساتھ جو علماء فضلاء اور مشائخ تھے۔ انہوں نے حسد اور غیرت کی بنا پر کہنا شروع کیا کہ اسحٰق تو شیخ عیسیٰ بلوتی کا مرید ہے۔ خود کو نقشبندی کہتا ہے وہ غلط ہے میرک (مسعود بیگ) یہ سن کر شیخ اسحٰق سے مرید ہونے پر پشیمان ہوئے اور دو تین دن تک وہ شیخ اسحٰق کے پاس نہیں گئے۔ شیخ اسحٰق اٹھے

اور میرک کے گھر تشریف لے گئے۔ لیکن چونکہ طعن کرنے والوں کے طعن نے اُن پر خاصا اثر کیا ہوا تھا۔ اس لیے انہوں نے شیخ اسحٰق کی کوئی تعظیم نہیں کی۔ شیخ کو غیرت آئی اور وہ نہ بیٹھے اور الٹے پاؤں واپس اپنے گھر آ گئے۔ اسی رات میرک نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ نقشبند بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں، اور وہ کبھی اتنے بڑے ہو جاتے ہیں کہ تمام زمین و آسمان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور کبھی سوئی کی طرح دبلے ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے میرک کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اے مروک'' تو مردان خدا کو نہیں پہچانتا'' میرک خوف کے مارے لرزنے لگا اور غلبہ خشیت کی وجہ سے خواب سے بیدار ہو گیا، وہ اسی لمحہ شیخ اسحٰق کی خدمت میں حاضر ہوا، اور بہت عاجزی اور انکساری کے ساتھ اُن کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے قصور کی معافی چاہی اور کہا کہ ان حاسدوں کے لیے آپ جس طرح فرمائیں کیا جائے کیونکہ ان لوگوں نے میری جان و ایمان کو خطرے میں ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ شیخ اسحٰق نے فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنے پاس سے دور کر دو۔ پس اُس نے ایسا ہی کیا۔[۲۶]

دوسری مرتبہ جب شیخ اسحٰق کریم الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ذکر نفی و اثبات کی تعلیم دی اور آپ کے فرماتے ہی شیخ اسحٰق کے باطن میں ذکر سرایت کر گیا اور اس قدر حرارت اور گرمی پیدا ہوئی کہ اگر تمام دریا کا پانی پلا دیا جاتا تو وہ کفایت نہ کرتا۔ ان کو ایک ایک کوزی پانی دیا جاتا وہ پیتے لیکن سیراب نہ ہوتے اور بار بار وہ کہتے کہ میں جل گیا، میں جل گیا، پھر وہ چند روز تک خاموش رہے۔ اس کے بعد شیخ نے اُن کا احوال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں، مرد ہوں یا عورت۔ زمین میں ہوں کہ آسمان میں۔[۲۷]

تصرف:

شیخ (کریم الدین) نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں اپنی اہلیہ کو لے کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے چاہا کہ اب رخصت چاہوں۔ تو میری اہلیہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ میں بھی حضرت سے طریقہ ذکر سیکھ لوں۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حاضر ہو کر رخصت چاہوں۔ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ ''خلوت کے وقت آئے'' چنانچہ میں اس کو لے گیا اور عرض کیا کہ وہ آپ سے طریقہ ذکر حاصل کرنا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا ''اچھا'' پھر آپ مراقب ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا ''شیخ کریم الدین'' اس کو میں نے تمہارے سپرد کیا۔ وہ تم سے ذکر حاصل کرے گی''۔ اس کے بعد میں نے اس پر بہت زیادہ توجہ ڈالی، لیکن اس پر اثر نہ ہوا، نماز تہجد

کے بعد میں کلمہ لاالٰہ الا اللہ کے ذکر میں بیٹھا ہوا تھا اور میری اہلیہ بھی تہجد پڑھ کر میرے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ میری زبان سے لاالٰہ الااللہ نکلا کہ اس کا حال متغیر ہو گیا اور اُس میں جذب پیدا ہو گیا اور مُرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگی۔ [٢٨]

اس زمانے میں جب کہ شیخ اپنے اعیال وغیرہ کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے ہوئے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عزلت۔ [٢٩] کا زمانہ تھا اور بہت کم کسی محرم کو بھی (چہ جائے کہ غیر محرم کو) حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کی اجازت تھی لیکن حکم تھا کہ شیخ کریم الدین اور ان کے تعلق والوں کو ملنے کے لیے آنے دیا جائے۔ [٣٠]

کرامت:

ایک مرتبہ آپ کا (شیخ کریم الدین) ایک مرید بیمار ہوا، آپ کو خبر ہوئی تو آپ اس کے یہاں گئے اور اسی کے برابر دوسرے بستر پر آرام کیا تا کہ ''واقعہ'' میں اس کی حیات وممات کے متعلق معلوم کریں۔ آپ کو نیند آ گئی۔ تو دیکھا کہ ایک لشکر سیاہ پوشوں کا ظاہر ہوا۔ شیخ نے بھی اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ مسلح ہو جائیں۔ دونوں لشکروں کا آپس میں مقابلہ ہوا اور اس بیمار مرید نے سب سے آگے بڑھ کر گھوڑا دوڑایا اور زخمی ہو گیا۔ اور گھوڑے سے گر پڑا اور اس کا گھوڑا ان (دشمن) کی فوج سے جا ملا۔ شیخ نیند سے بیدار ہوئے اور اس مرید کی زندگی سے نا اُمید ہو کر اُس کے دوستوں کو حکم دیا کہ اس کے کفن دفن کا اہتمام کریں سب لوگ اس بات کو صحیح سمجھنے میں تامل کر رہے تھے، کیونکہ اس کی بیماری ایسی شدت کی نہ تھی کہ اسے موت کے قریب سمجھا جائے اس لیے انہوں نے عرض کیا کہ یا شیخ، اپنی زبان سے ایسی بات نہ نکالیے اتنے میں بیمار کا سانس لمبا چلنے لگا اور بعض ایسے طلبہ علم جو درویشوں کے منکر تھے وہاں موجود تھے کہ ہم بھی دیکھیں کہ ایسے وقت میں پیری مریدی کیا کام آتی ہے۔ شیخ نے دعا کی کہ ''خدایا! اگر اس حالت میں اس شخص کا ذکر جاری نہ ہو تو اس کی زبان کو اپنے ذکر میں جاری کر دے''۔ ابھی آپ کی دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ اُس مریض نے حالت نزع میں اللہ اللہ کا ذکر شروع کر دیا اور دوسرا کلمہ پہلے کلمہ سے زیادہ بلند آواز سے ادا کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کا آخری سانس اللہ پر ختم ہوا۔ سب منکر لوگ معتقد اور تائب ہو گئے۔ [٣١]

شیخ فرماتے تھے کہ آخری بار جب میں اپنی اہلیہ کے ساتھ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میری اہلیہ حاملہ تھی۔ چونکہ میں نے پیادہ پا حاضر ہونے کا قصد کیا تھا۔ اس لیے میرے پیروں

میں آبلے ہوگئے تھے۔ میں نے اہلیہ کو ایک دوست کے یہاں چھوڑا اور تنہا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے حاضر ہوتے ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بغل میں لے لیا اور فرمایا کہ ''شیخ کریم الدین! تمہارے پیر بہت زیادہ زخمی ہوگئے ہیں اللہ تعالیٰ تم پر فضل فرمائے، تمہاری اہلیہ پر فضل فرمائے اور جو اس کے پیٹ میں ہے اس پر فضل فرمائے حالانکہ میں ابھی ابھی حاضر ہوا تھا اور اہلیہ کو لانے اور اس کے حاملہ ہونے کا ابھی کوئی ذکر ہی نہ آیا تھا۔[۳۲]

آپ شاعر بھی تھے اور کریمی تخلص فرماتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر قطعہ تاریخ کہا:۔

شہ ملک ولایت شیخ احمد — کہ مثلش مادرِ ایام کم زاد
ازیں راہِ خطرناک وپُر آشوب — قدم در شاہراہ خلد بنہاد
پرسیدم زہاتف سال تاریخ — بگفتا ''ساکنِ خلدِ بریں باد''[۳۳]

۱۰۳۴ھ

شیخ کی وفات ۳ رمحرم ۱۰۵۰ھ (۱۶۴۰ء) میں واقع ہوئی اور اپنے گاؤں میں اپنے رہنے والے حجرے میں دفن ہوئے۔

حضرات القدس میں لکھا ہے،

> ارتحال شیخ بتاریخ سوم محرم در حدود سنہ یکہزار و پنجاہ واقع شد و در قریہ خود در حجرہ مسکن مدفن است۔[۳۴]

ٹیکسلا ضلع راولپنڈی سے تین میل شمال میں حطار روڈ پر عثمان کھٹڑ کا قصبہ واقع ہے اس کے مین بازار سے ایک گلی مشرق کی طرف نکلتی ہے کونے میں قدیم شاہی مسجد ہے اور اس سے چند قدم آگے بائیں جانب ایک حویلی کے اندر گنبد دار مزار ہے اس کے اندر دو قبریں ہیں جن میں سے مغربی قبر شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی کی ہے۔ مسجد اور مزار عہد شہ جہان بادشاہ میں تعمیر کیے گئے تھے۔[۳۵] آپ کے مزار کے صحن میں بھی چند قبریں ہیں۔ آپکے مشہور خلفاء میں سے چند حضرات یہ ہیں۔

(۱) شیخ جوہر عثمان کھٹڑ (۲) قاضی شیخ موسیٰ شوین (۳) شیخ اسحٰق بن قاضی شیخ موسیٰ شوین۔

☆……☆……☆

حواشی

۱......حسن ابدال ضلع اٹک کا مشہور تاریخی مقام اور تحصیل ہیڈ کواٹر ہے مغلیہ عہد کی تقریباً تمام کتب تاریخ و تذکروں میں اس کا نام بابا حسن ابدال لکھا ہوا ہے۔ یہاں ہی سکھوں کا مشہور گوردوارہ پنجہ صاحب ہے۔ اور عثمان کھٹڑ اس سے قدیم سڑک کے راستے دس میل مشرق میں واقع ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے، منظور الحق صدیقی، تاریخ حسن ابدال، ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۷ء۔

۲......عثمان کھٹڑ۔ کھٹڑ قوم نے اپنے نام پر آباد کیا اور وہی اس کے زمیندار تھے اور آج بھی ہیں۔

۳......شیخ بدر الدین سرہندی، تحقیق و تصحیح مولانا محبوب الٰہی، حضرات القدس، محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۳۵۵

۴......سید زوار حسین شاہ، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، ادارہ مجددیہ، ناظم آباد، کراچی، ص ۲۷۷

۵......شیخ بدر الدین سرہندی، مترجم ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان، قومی ہجرہ کونسل پاکستان، اسلام آباد، ۱۴۰۴ھ ص۔ ۳۳۵، ۳۳۶

۶......علامہ محمد ہاشم کشمی، ترجمہ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان و ڈاکٹر ابو الفتح صغیر الدین، زبدۃ المقامات، مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ، ۱۴۰۷ھ، ص ۵۲۵

۷......شیخ جوہر عرف تھا شیخ عبدالحی نام ہے۔ سرہند کے رہنے والے تھے، اور شیخ بدر الدین سرہندی (یہ حضرات القدس والے نہیں ہیں) خلیفہ شیخ یحیٰی سندیلہ کے تمام شاگردوں میں افضل اور جامع کمالات صوری و معنوی تھے...... محمد غوثی مانڈوی، مترجم محمد افضل جیوری، اذکار الابرار ترجمہ گلزار ابرار، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور ۱۳۹۵ھ، ص ۴۹۹

۸......حضرات القدس، طبع اسلام آباد، ص ۳۳۶، ۳۳۷

۹......زبدۃ المقامات، ص ۵۲۵

۱۰......خواجہ محمد احسان مجددی، روضۃ القیومیہ، مکتبہ نبویہ، لاہور ۱۴۱۷ھ، ج ۱، ص ۵۳۸

۱۱......نور الدین جہانگیر بادشاہ

۱۲......حضرات القدس، طبع اسلام آباد، ص ۳۳۷

۱۳......کروہ زمین کو ناپنے کا پیمانہ کروہ یا کوس، تین ہزار گز اور بعض کے نزدیک چار ہزار گز، تقریباً ڈھائی میل، علامہ ابو الفضل، مترجم مولوی محمد فدا علی طالب، آئین اکبری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، جلد اول حصہ دوم ص ۱۱۱۸، ۱۱۱۹

۱۴......حضرات القدس، طبع اسلام آباد، ص ۳۳۷، ۳۳۸

۱۵......ایضاً،ص ۳۳۸

۱۶......سرائے فضل آباد، شاہدرہ (لاہور) سے آٹھ میل اور پُل شاہ دولہ (گجرات) سے دس میل کے فاصلے پر تھی۔ ہری رام گپتا، لٹر مغل ہسٹری آف دی پنجاب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۳۰۰۔ بحوالہ تاریخ منازل الفتوح، محمد جعفر شملو

۱۷......حضرات القدس، طبع اسلام آباد، ص ۳۳۸

۱۸......ایضاً،ص ۳۳۸۔۳۳۹

۱۹......ایضاً،ص ۳۳۹

۲۰......شیخ موسیٰ شوین، اصل فارسی متن حضرات القدس مطبوعہ لاہور میں اسی طرح یہ نام لکھا ہوا ہے جبکہ فاضل مترجم ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان مرحوم نے ترجمہ میں شیخ موسیٰ سہونی لکھا ہے، جبکہ حاشیہ میں لکھتے ہیں فارسی متن اور ترجمہ میں شیخ موسیٰ شوین ہے جو صحیح نہیں، مکتوبات شریف (دفتر سوم، ۶۹۔۷۰) میں شوین ہے۔ لیکن صحیح لفظ سہون (سہونی) ہے جو سندھ کا مشہور شہر ہے۔ جہاں حضرت شہباز قلندر (م ۶۷۳ء) کا مزار ہے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب مرحوم سندھ میں رہتے تھے اور آپ کی نظر سندھ کے مقامات پر تھی اور پنجاب کا یہ مشہور خطہ پوٹھوہار اس کا جغرافیہ آپ کو معلوم نہ تھا۔ اور نہ ہی تمام عبارت مدنظر رکھی۔ جس کی تصحیح از حد ضروری ہے۔ (۱) سواں اور سوہاں نام کی بستیاں راولپنڈی شہر کے گردونواح میں اب بھی موجود ہیں، سواں راولپنڈی شہر سے باہر مشہور لاری اڈہ ہے اور سوہاں اسلام آباد لاہور ہائی وے پر فیض آباد کے قریب اب بھی موجود ہے۔ یہ دونوں تاریخی بستیاں ہیں (۲) عبارت میں لکھا ہے "کسی کام کے سلسلے میں شیخ کے قصبہ میں آئے وہ ایسا کون سا کام تھا کہ سندھ سے کئی سو میل دور عثمان کھٹڑ میں آئے۔ ظاہر ہے کہ کہیں قریب کے رہنے والے تھے اور شیخ کا نام سن رکھا تھا کہ آپ کو دیکھنے چلے آئے۔

۲۱......شیخ عیسیٰ بلوتی۔ بلوت ضلع ڈیرہ اسماعیل کے مشہور بزرگ سید عبدالرحمٰن نوری پیر بن سید عبدالوہاب بخاری کے فرزند تھے۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت اُوچ کی اولاد سے تھے۔ سہروردی سلسلے سے تھے آپ کی اولاد خطہ پوٹھوہار میں آباد ہے اور آپ کے مرید ہیں۔

۲۲......شیخ اسحٰق، قاضی شیخ موسیٰ شوین کے فرزند تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب بھی دفتر سوم مکتوب نمبر ۷۰ آپ کے نام ہے۔ شیخ کریم الدین سے اس سلسلہ کا ذکر سیکھ کر متواتر اکیس راتوں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرتے رہے۔ مکتوبات شریف امام ربانی، زبدۃ المقامات، ص ۵۲۵

۲۳......شیخ تاج سنبھلی:۔ سنبھل ضلع مرادآباد کے رہنے والے تھے پہلے شیخ اللہ بخش خلیفہ سید علی قوام جونپوری سے خلافت حاصل تھی۔ بعد ازاں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور اکابر خلفاء میں سے کشمیر وغیرہ کی سیاحت کے بعد حرمین شریفین چلے گئے اور وہاں سکونت کرلی سنہ ۱۰۵۲ھ میں فوت ہوئے اور مکہ مکرمہ میں دفن ہوئے۔ شیخ بدرالدین سرہندی، حضرات القدس، حصہ اول، ص ۳۱۶ تا ۳۲۱

۲۴......میرک سعود بیگ بن احمد بیگ خان کابلی محمد مسعود نام تھا والدہ ملکہ نور جہان کی ماموں زاد بہن تھی۔ والد کے حالات نیچے درج ہیں۔

محمد مسعود بیگ ۱۰۲۹ھ (۱۶۶۰ء) میں جنگ افاغنہ تیراہ نزد کوہاٹ میں مارا گیا۔ اس کی تمام زندگی کشمیر پنجاب اور سرحد میں بسر ہوئی۔ نورالدین جہانگیر مترجم اعجاز الحق قدوس، توزک جہانگیری، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۸ء، صمصام الدولہ شاہنواز خان، مترجم محمد ایوب قادری، ماثر الامراء، مرکزی اُردو بورڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء، ج ۱، ص ۱۳۵

۲۵......احمد بیگ خان کابلی، عہد اکبری اور جہانگیری کے مشہور امراء میں سے تھے۔ کشمیر کے صوبہ دار بھی ۱۰۲۴ھ سے ۱۰۲۷ھ تک رہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے، ماثر الامراء، ج ۱، ص ۱۳۴ تا ۱۳۶

۲۶......حضرات القدس، طبع اسلام آباد، ص ۳۳۹ تا ۳۴۱

۲۷......حضرات القدس، طبع اسلام آباد، ص ۳۴۱

۲۸......ایضاً ص ۳۴۱، ۳۴۲

۲۹......عزلت کا زمانہ۔ آپ اپنی عمر کے آخری سال گوشہ نشین ہو گئے تھے، تمام تعلقات سے کلی انقطاع کر کے خلوت اختیار کر لی۔ سوائے مخدوم زادوں اور دو تین خاص خادموں کے اور کسی شخص کو آپ کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔ محمد داؤد پسروری، سیرت امام ربانی، ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۹ھ ص ۱۴۳

۳۰......حضرات القدس، طبع اسلام آباد، ص ۳۴۲

۳۱......ایضاً ص ۳۴۲۔ ۳۴۳

۳۲......ایضاً ص ۳۴۳

۳۳......ایضاً ص ۲۰۰

۳۴......حضرات القدس، طبع لاہور، ص ۳۶۲

۳۵......ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار، ٹیکسلا، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۵

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پوٹھوہار

راجہ نور محمد نظامی

(بھوئی گاڑ، حسن ابدال)

☆☆

خطہ پوٹھوہار پنجاب کے شمال میں دریا سندھ اور دریا جہلم کے درمیان ساڑھے چار ہزار مربع میل کے رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں پاکستان کا دارالخلافہ اسلام آباد اضلاع اٹک، راولپنڈی، جہلم اور چکوال کے بعض علاقے شامل ہیں۔ عہد عالمگیری کے ایک مشہور مقامی مصنف اور شاعر دنی چند نے اپنی کتاب ''کیگوھر نامہ'' میں اس کا ذکر ایک شعر میں اس طرح کیا ہے۔

زمینش خوش ہوائش خوش بہار است
ز رعنائی گلستان پوٹھوہار است [۱]

زمانہ قبل از تاریخ سے لے کر آج تک وسط ایشیا کو پاک و ہند کو ملانے والی مشہور شاہراہ اس ہی خطہ زمین سے گزرتی ہے۔ اس سرزمین کو اسلام کی روشنی نے اپنی کرنوں سے عہد حضرت امیر المومنین امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ میں منور کیا۔ وسط ایشیا افغانستان اور ایران سے درہ خیبر کی راہ سے آنے والے تقریباً تمام بزرگان دین، مشائخ عظام وعلمائے کرام نے اپنے قدموں سے اس سرزمین کو بابرکت کیا بعض نے اس علاقے میں قیام فرمایا، دفن ہوے اور بعض گجرات، لاہور اور دہلی کی طرف نکل گئے۔ اس علاقے کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہاں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی تشریف لائے اور آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کشمیر اور لاہور جاتے ہوے دو بار تشریف لائے۔ اس علاقے میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء

میں سے شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی کا مولد، مسکن اور مدفن بھی یہاں ہے۔ بانی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے دور سے لے کر آج تک اس علاقے میں سلسلہ نقشبندیہ کو عروج حاصل ہے۔ اس علاقے میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تاریخ قلمبند کی جائے تو وہ ایک ضخیم کتاب کی صورت میں ہو مگر میں یہاں اپنے اس مقالہ میں خطہ پوٹھوہار کے بعض مشاہیر مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے حالات وواقعات مختصر مختصر تحریر کررہا ہوں۔

میر عمادالدین حسینی:

میر عمادالدین محمد الحسینی الہروی بن میر عابد حضرت خواجہ سید امیر کلال بخاری حسینی (م۔۷۷۲ھ) کی اولاد میں سے تھے۔ آپکے اجداد میں سے کوئی صاحب ہندوستان میں ہرات سے تشریف لائے تھے اور سرہند میں مقیم ہوگئے تھے۔ آپ سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی (م۔۱۰۷۹ھ) کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ آپکے نام عروۃ الوثقیٰ کا ایک مکتوب، مکتوبات معصومیہ میں موجود ہے۔

آپ پہلے شاہجہان بادشاہ کے پانصوی ہمراء میں سے تھے مگر بعد میں امارت چھوڑ کر درویشی اختیار کرلی۔ آپکے پانچ فرزند تھے۔ میر مفاخر حسین ثاقب، میر شرف الدین حسین جامع جلد ثانی مکتوبات معصومیہ، میر جلال الدین حسین، میر ظفر حسین اور میر مراد[2] اول ذکر تین حضرات روضۃ عروۃ الوثقیٰ سرہند شریف میں دفن ہیں۔ آپکے تمام فرزند عروۃ الوثقیٰ کے خلفاء اور مریدین میں سے تھے۔

میر عمادالدین حسینؒ اپنے آباد کردہ قصبہ عماد نگر نزد جہلم علاقہ پوٹھوہار میں دفن ہوئے۔[3]

حضرت شیخ رحمت اللہ المعروف شیخ تُلّا اٹکی:

حضرت شیخ رحمت اللہ المعروف شیخ تُلّا قلعہ اٹک (اٹک خورد ضلع اٹک) کے قرب وجوار میں سکونت رکھتے تھے۔

حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ اٹکی آپ کے حوالے سے فرماتے ہیں:۔

کہ میں تمباکو بہت پیتا تھا، ایام جوانی میں صحراء میں مویشی چرایا کرتا تھا۔ ایک روز صحراء میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے مجھے تمباکو پینے سے منع فرمایا۔ میں نے یہ بات سن کر فرمایا کہ میرا تمباکو کے ساتھ کثرت سے التفات اور میلان نفس ہے۔ آپ نے یہ سن کر اپنا لعاب دہن شیخ تُلّا کے مُنہ میں ڈالا سرالاعظم فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ سے شیخ تُلّا صاحب لفظ ہوگئے اور جو بات آپ کے مُنہ سے نکلتی مقبول ہوتی۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کے فرزند حضرت عروۃ الوثقیٰ مولانا محمد معصوم سے کسب سلوک کر کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ کمالات کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ دریائے سندھ کے کنارے برسرراہ رفاہ عامہ کے لیے ایک کنواں بھی کھدوایا تھا جو بعد میں دریائے سندھ کی وجہ سے دریا بُرد ہو گیا تھا۔

بہت بڑے عالم و فاضل بزرگ تھے۔ قرآن مجید کی سورہ یوسف کو پنجابی زبان میں خوبصورت اور فصیح ترین انداز میں نظم کیا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاعر بھی تھے۔

حضرت سرالاعظم (مولانا شیخ محمد یحییٰ اٹکی کے والد بزرگوار حضرت شیخ پیردار بن شیخ الیاس چغتائی موضع سروالہ نزد اٹک شہر (کیمبل پور) آپ کے فیض یافتہ تھے۔

سرالاعظم حضرت شیخ محمد یحییٰ اٹکی ابتدا میں اکثر آپ کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ سرالاعظم حضرت شیخ محمد یحییٰ نقشبندی مجددی اٹکی فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رات کے وقت اٹک شہر (اٹک خورد) میں شیخ تلاّ کی صحبت میں تھا۔ دوران گفتگو مجھ سے فرمایا۔ کہ میں تمہاری طرف اپنے دل کا میلان دیکھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں (کمالات باطنی) رکھتا ہوں تجھے ارزانی کردوں۔ لیکن چونکہ یہ نعمت عظمیٰ تمہیں بغیر کسی محنت اور مشقت کے ملے گی، لہٰذا تم اس کی قدر کھو بیٹھو گے۔ اس کے بعد آپ کچھ عرصہ شیخ تلاّ کے پاس رہے۔ اور جب آپ واپس اپنے گاؤں سوالہ آئے تو شیخ تلاّ آپ کو وداع کرنے کے لیے موضع حاجی شاہ اٹک آئے۔

آپ کے ایک فرزند حضرت مولوی محمد یوسف اٹکی [4] تھے۔ جن کا نام اُن کی مشہور تصنیف منتخب التواریخ (۱۰۵۶ھ) کی وجہ سے آج بھی زندہ ہے۔

حضرت شیخ رحمت اللہ المعروف شیخ تلاّ اندازاً ۱۰۶۲ھ (۱۶۶۳ء) میں فوت ہوئے۔ اور اٹک قلعہ کے قرب وجوار کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ [5]

حضرت صوفی محمد صالح بیگ اٹکی:

حضرت صوفی محمد صالح بیگ اٹک شہر (اٹک خورد۔ قلعہ اٹک) کے ایک مُغل خاندان کے فرد تھے۔

صاحب حال بزرگ اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت عروۃ الوثقیٰ قیوم ثانی حضرت مولانا خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کے فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز تھے۔

آپ نے اٹک شہر میں ایک مسجد بنوائی تھی جو مسجد صوفی محمد صالح بیگ کے نام سے مشہور تھی۔ سرالاعظم حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی اٹک جب سروالہ گاؤں سے ترک سکونت کر کے اٹک تشریف لائے تو ابتدا میں اسی مسجد میں کچھ عرصہ قیام فرمایا تھا۔

۱۰۷۶ھ/۱۶۶۵ء میں حاجی عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی خلیفہ حضرت شیخ سید آدم بنوری فتح شاہ زمیندار موضع ٹمن تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال کی رہائی کے سلسلے میں کامل خان صوبہ دار اٹک کے پاس ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے تو آپ کے ہاں قیام کیا تھا۔

سرالاعظم حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف حضرت جی اٹک، حاجی عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی جیسے بزرگوں سے قریبی روابط تھے۔

آپ کے ایک فرزند محمد مراد بیگ تھے جنہوں نے اٹک میں ایک سرائے تعمیر کروائی تھی۔ سرحد پشاور کی مشہور شخصیت حضرت مولانا حافظ سید محمد معصوم پیر سبا کی موضع پیر سباک ضلع نوشہرہ جب پہلی بار اٹک میں حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ سے بیعت کے لیے ۱۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء میں تشریف لائے تو اپنے بھائی سید میر محمد پیر سبا کی کے ہمراہ رات اسی سرائے میں بسر کی تھی۔[6]

قصہ المشائخ تالیف ۱۱۴۶ھ میں آپ کو مرحوم لکھا ہوا ہے۔

مولانا سید عبدالشکور چھاچھی:

سید عبدالشکور بن سید محمد اسحاق موضع ابابکر تحصیل حضرو ضلع اٹک کے ایک مشہور سادات خاندان میں پیدا ہوئے۔ علوم ظاہری کی تحصیل اپنے علاقے کے علماء کرام سے کی۔ پیرو مرشد کی تلاش کے لیے پشاور کا سفر کیا مولانا محمد اسماعیل خلیفہ مولانا یار محمد گل مہاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک معرفت کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۰۹۹ھ میں شیخ سعدی لاہوری پشاور تشریف لائے اور واپسی میں آپ نے ولایت یوسف زئی میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھ اپنے گھر موضع ابابکر لے آئے ایک رات قیام کے بعد شیخ سعدی لاہور روانہ ہوئے تو آپ بھی اُن کے ساتھ لاہور چلے گئے لاہور پہنچ کر شیخ سعدی لاہوری نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بہرہ مند کیا۔ تقریباً چھ ماہ پیرو مرشد کی خدمت میں رہے۔ اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً پیرو مرشد شیخ سعدی لاہوری کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بالآخر آپ نے مجاز فرما کر ارشاد و ہدایت کے منصب جلیل پر فائض فرمایا۔ اپنے وطن آ کر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی

خوب اشاعت کی۔ درمیان میں کچھ عرصہ وطن کی ترک سکونت کرکے موضع تیراھیاں نزد پشاور میں بھی سکونت اختیار کی۔ بعد ازاں واپس گاؤں آ گئے تھے۔ حضرت جی بابا اٹک نقشبندی مجددی اور میاں محمد عمر چمکنی سے قریبی مراسم تھے۔ مولانا سید عبدالشکور نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے۔ آپ بروز جمعرات ۲۳ رمحرم ۱۱۱۳ھ/ ۱۷۰۱ء کو اپنے گھر میں آرام فرما رہے تھے کہ ایک شقی القلب چور نے آپ کو شہید کر دیا آپکا مزار موضع ابا بکر میں ہے۔ آپ کی قبر موضع ابا بکر کے شمال میں جہاں قدیم موضعِ ابا بکر تھا تقریباً ایک میل کے فاصلے پر دریا سندھ کے کنارے ایک ٹیلے پر واقع ہے ارد گرد اور قبریں بھی ہیں۔ [۸]

حضرت مولانا دلدار بیگ اٹکی:

حضرت مولانا دلدار بیگ مُغل خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بچے تھے جب حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ اٹکی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سرالاعظم کے ابتدائی مریدین میں سے تھے۔ حضرت ایشاں شیخ سعدی لاہوری نے ایک بار فرمایا کہ یہ بچہ صاحب استعداد و مقبول الٰہی ہے اس کو اپنے حلقہ میں رکھیں۔ حضرت شیخ سعدی لاہوری آپ پر بے حد مہربان تھے۔ حضرت مولانا میاں محمد عمر چمکنی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں ''حضرت ایشاں (شیخ سعدی لاہوری) نے مجھ سے فرمایا کہ ''محمد عمر دلدار بیگ سے ایک بار تو پوچھو کہ وہ ہم سے کس بات پر گلہ مند ہے۔ حالانکہ تمام عالم کو اس بات کی آرزو ہے کہ ایک بار حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں دید ہو۔ اور اس کو بے شمار مرتبہ خواب اور بیداری میں دیدار ہو چکا ہے اور آپ کی جانب سے بشارات و اشارات بہت ملی ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت سرالاعظم (حضرت شیخ محمد یحییٰ اٹکی) کے فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز تھے، آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ کی صحبت میں گزارا اور اپنے مرشد کے مقبول و منظور نظر تھے۔ حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحییٰ فرماتے تھے دلدار بیگ اولیاء (اللہ) میں سے ہے اور بندگان خدا کو ارشاد طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) فرمایا کریں۔

سرالاعظم حضرت مولانا شیخ محمد یحییٰ اٹکی حضرت شیخ سعدی لاہوری کی وفات پر ۱۱۰۸ھ (۱۶۹۶ء) کو لاہور گئے تو مولانا معموری اور آپ بھی ان کے شیخ کے ہمراہ تھے۔ بہت بڑے زاہد و عابد، صاحب استعداد بزرگ تھے۔ حضرت مولانا میاں محمد عمر چمکنی کے ساتھ آپ کے قریبی مراسم اور تعلقات تھے۔

آپ نے ۳ رربیع الثانی ۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۶۹۹ء میں اتوار کے دن انتقال فرمایا اٹک میں دفن ہوئے۔ [۹]

حضرت مولانا عنایت کفش گر:

مولانا عنایت کفش گر سرائے سرجلال (نزد واہ گارڈن) تحصیل ٹیکسلا ضلع راولپنڈی علاقہ پوٹھوہار کے رہنے والے تھے۔

مولانا عنایت سرائے سرجلال کے باہر بیٹھ کر کفش گری کا کاروبار کرتے تھے اور اسی پیشے کو اخفا حال کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔ جو کچھ اپنے کاروبار میں کماتے وہ اللہ کی رضاجوئی کی خاطر فقراء اور مساکین پر صرف فرماتے تھے۔ حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحیٰ المعروف حضرت جی اٹک کے مشہور خلیفہ اور اپنے دور کے مشہور صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں۔

حضرت مولانا میاں محمد عمر چمکنی حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحیٰ کی زبانی مولانا عنایت کفش گر سے ملاقات کا ذکر لکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ایشاں (حضرت شیخ سعدی لاہوری) علیہ الرحمۃ و رضوان کی رحلت کے بعد (۱۱۰۸ھ/۱۶۹۶ء) لاہور سے واپس اٹک ایک دفعہ آ رہا تھا کہ جب میں سرائے سرجلال میں پہنچا کہ مولانا (عنایت کفش گر) کو دیکھا کہ دکان کفش گری پر بیٹھے ہوئے تھے مجھے جب دیکھا تو بہت ہشاش بشاش تھے اور مجھے گلے لگا کر ملے اور فرمایا کہ میں نے دروازہ کے ساتھ اپنی جائے نشست اس لیے رکھی ہوئی ہے کہ جو آدمی بھی ہندوستان سے خراساں (ایران) و ترکستان کی طرف آتا جاتا ہے میں اس کو دیکھتا ہوں۔ آپ چند روز مولانا عنایت کے مہمان رہے۔

خواجہ محمد زاہد اٹکی نے اپنی تصنیف میں سرالاعظم حضرت شیخ محمد یحیٰ کے خلفاء میں آپ کا نام لکھا ہے۔ حجاز مقدس کا سفر بھی کیا تھا اور وہاں رہ کر چند بار حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔

مولانا عنایت اپنے ملک میں کشف و کرامت کی وجہ سے بہت مشہور تھے آپ نے ۳ ربیع الثانی جمعہ کے دن ۱۱۱۲ھ بمطابق ۱۷۰۰ء کو وفات پائی۔[۱۰]

حضرت شیخ میاں عنصر قریشی:

میاں عنصر قریشی پنڈی گھیپ ضلع اٹک علاقہ پوٹھوہار کے ایک قریشی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت سرالاعظم شیخ محمد یحیٰ المعروف حضرت جی بابا اٹکی کے فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز تھے۔ صاحب زہد و ریاضت اور کشف و کرامات تھے۔ بڑے عرصے تک حضرو کے نواح میں چبل

ندی کے کنارے اپنے پیر بھائی حضرت قاضی حافظ سید میر عبداللہ بخاری (متوفی ۱۲۰۶ھ/ ۱۷۹۱ء مدفن اکبر پورہ نزد پشاور) کے ساتھ اکٹھے ذکر وفکر میں مشغول رہے۔ حضرت قاضی حافظ سید میر عبداللہ بخاری اکبر پوری سے ربط وتعلق کی بنا پر اپنی ہمشیرہ کا نکاح اُن سے کر دیا۔

علاقہ پنڈی گھیپ اور اعوان کاری (تلہ گنگ) کے لوگ آپ کے معتقد اور مرید تھے۔

وفات کے بعد موضع کالوخورد نزد حضرو ضلع اٹک میں دفن ہوئے۔ موضع کالوخورد (کالوکوٹھہ) میں ایک تالاب کے کنارے آپ کا مزار آج بھی موجود ہے۔ [۱۱]

حضرت شیخ عبدالشکور شاکر اٹکی:

شیخ عبدالشکور بن حضرت مولانا شیخ اسماعیل بن سر الاعظم حضرت شیخ محمد یحیٰ المعروف حضرت جی اٹک ۱۱۰۷ھ سے ۱۱۱۲ھ (۱۶۹۷ء تا ۱۷۰۰ء) اٹک خورد کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ تعلیم وتربیت جد امجد حضرت سر الاعظم شیخ محمد یحیٰ کے زیر سایہ ہوئی۔ اپنے جد امجد سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں سلوک کی منازل طے کیں اور خلیفہ مجاز ہوئے۔

حضرت مولانا میاں محمد عمر چمکنی نے ۱۱۴۳ھ (۱۷۳۰ء) میں آپ کو ایک قلمی کتاب ''الصواعق المحرقہ'' کا تحفہ دیا اور اُن پر تحریر کیا ''مخدوم ابن مخدوم ابن مخدوم''۔

حضرت شیخ عبدالشکور نے اپنی ساری زندگی اٹک میں بسر کی درمیان میں کچھ عرصہ نوشہرہ صوبہ سرحد میں بھی مقیم رہے۔

۱۱۸۳ھ (۱۷۶۹ء) میں آپ نے اٹک سے نوشہرہ ہجرت کی ۱۱۸۶ھ (۱۷۷۲ء) میں آپ کے اکلوتے فرزند (صاحبزادہ احمد) اور بعد ازاں آپ کی بیوی بھی فوت ہو گی جس کے بعد آپ واپس اٹک چلے آئے۔

حضرت شیخ عبدالشکور شاکر اپنے وقت کے عظیم صوفی بزرگ، عالم باعمل، ادیب اور شاعر تھے آپ نے اُردو، فارسی، عربی اور پشتو کلام میں شاکر تخلص کیا ہے۔

آپ کی چند تصانیف قلمی اور مطبوعہ آج بھی موجود ہیں۔

(۱) دیوان شاکر (فارسی، عربی، اُردو) مجلس نوادرات علمیہ اٹک کے معتمد حضرت نذر صابری صاحب نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

(۲) دیوان شاکر (پشتو) خطی :۔ کتاب خانہ صاحبزادگان ملاں منصور ضلع اٹک

(۳) فاتح الدعافی شرح سامع الدعا :۔ خطی :۔ کتب خانہ گنج بخش اسلام آباد

(۴) رسالہ ظہر احتیاطی

(۵) شرح اذان واقامت وصلوۃ

اولاد میں دو فرزند ایک نومولد فوت ہو گیا اور دوسرا احمد بارہ سال کی عمر میں ۱۵ شعبان ۱۱۸۶ھ میں فوت ہوا اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ بے شمار مریدین اور خلفاء تھے۔ جن میں خواجہ عبدالرزاق پشاوری بہت مشہور ہیں۔ شیخ عبدالشکور شاکر اٹک خورد میں فوت ہوئے اور آپ کی قبر سرالاعظم شیخ محمد یحیٰی المعروف حضرت جی بابا کے مزار کے پچھواڑے ایک چاردیواری میں موجود ہے۔ [۱۲]

صوفی گل محمد رہتاسی:

صوفی گل محمد رہتاسی قلعہ رہتاس نزد دینہ ضلع جہلم علاقہ پوٹھوہار کے رہنے والے تھے۔ حضرت قیوم رابع خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۵۲ھ سے سلوک باطنی کی تعلیم حاصل کر کے اور اُن کی خدمت میں رہ کر خلافت پائی۔

حضرت خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی لکھتے ہیں۔ صوفی گل محمد رہتاسی لاہور اور کابل کے درمیان رہتاس ایک قلعہ ہے (آپ وہاں کے رہنے والے تھے) آپ نے سلوک باطنی آنحضرت (حضرت قیوم رابع خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ شریعت وطریقت پر کاربند ہیں۔ صوفی فیض بخش رہتاسی آپ کے فرزند ہیں۔ [۱۳]

صوفی فیض بخش رہتاسی:

صوفی فیض بخش بن صوفی گل محمد رہتاسی قلعہ رہتاس نزد دینہ ضلع جہلم علاقہ پوٹھوہار کے پیدائشی اور مقیمی تھے۔ حضرت قیوم رابع خواجہ محمد زبیر سرہندی متوفی ۱۱۵۲ھ کے فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی لکھتے ہیں۔ صوفی فیض بخش، صوفی گل محمد رہتاسی کے فرزند ہیں، آپ نے سلوک باطنی حضرت خلیفۃ اللہ (حضرت قیوم رابع خواجہ محمد زبیر سرہندی) کی خدمت سے حاصل کر کے خلافت پائی۔ شریعت وطریقت پر ثابت قدم ہیں۔ [۱۴]

مولوی محمد افضل رہتاسی:

مولوی محمد افضل رہتاسی ۔ آپ قلعہ رہتاس نزد دینہ ضلع جہلم علاقہ پوٹھوہار کے رہنے والے تھے۔ حضرت قیوم ثالث حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند مجددی سرہندی متوفی ۱۱۱۴ھ (۱۷۰۲ء) کے مرید تھے، اُن کی وفات کے بعد حضرت قیوم رابع خواجہ محمد زبیر سرہندی کے مرید ہوئے اور آپ کی خدمت میں رہ کر سلوک باطنی کی تکمیل کی اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ خواجہ کمال الدین محمد احسان مجددی لکھتے ہیں۔ آپ حضرت خلیفۃ اللہ (قیوم رابع حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی) کے ایک مخصوص خلیفہ ہیں۔ پہلے حضرت حجۃ اللہ (خواجہ محمد نقشبند سرہندی) کے مرید تھے۔ بعد میں حضرت خلیفۃ اللہ کی خدمت سے سلوک باطنی کر کے خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ ظاہری و باطنی علم کے جامع تھے پرہیزگاری اور عبادت سے موصوف اور حضرات سرہند کے طریقے اور شریعت کے پابند تھے۔ [15]

شیخ محمد جیا سندھی:

آپکا نام شیخ محمد جیا ہے مگر شہرت شیخ محمد جیا سندھی کے نام سے ہوئی۔ آپکا وطن سندھ تھا۔ خرقہ خلافت سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ المشایخ شاہ محمد قریشی عباسی لاہوری خلیفہ شاہ محمد خان لودھی خلیفہ شیخ سعدی لاہوری سے حاصل کیا۔ اس تاب (اسی بانٹنا) آپ کا ذریعہ معاش تھا اس لیے اہل پنجاب اور ملتان آپ کو شیخ محمد رسیوتہ کہتے تھے۔ اس آمدنی سے جو کچھ حاصل ہوتا اہل وعیال کے مصارف پورا فرماتے اور غرباء ومساکین کی مدد فرماتے۔ مریدین کو کسب معاش اور لقمہ حلال حاصل کرنے کی بڑی تاکید فرماتے اور ہدایت فرماتے کہ لقمہ حلال حاصل کر کے عبادت حق میں مشغول ہونا چاہیے لقمہ حلال کے بغیر قرب حق نصیب نہیں ہوتا۔ کسب معاش مانع درویشی نہیں ہے۔ غیبی اشارہ پر سندھ سے لاہور تشریف لائے تھے۔ نواب زکریا خان حاکم لاہور کے معاصر تھے۔ بعدازاں لاہور سے قلعہ رہتاس علاقہ پوٹھوہار میں آ کر سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کا قیام قلعہ رہتاس ضلع جہلم پنجاب میں تھا کہ وہیں آپ کا وصال ہوا۔ قلعہ رہتاس گڑھ کے قریب نہر (نالہ) کے شمالی جانب جوئی سہن آپ کا مزار ہے۔ تاریخ وصال کا علم نہیں۔ آپکے خلفاء ومریدین کی تعداد کثیر تھی۔ آپ نے اپنا جانشین مولانا مہر محمد زکریا دہلوی کو بنایا جو ۹ ؍ ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ جمعہ کے روز دہلی میں فوت ہوئے آپ کا مزار شریف حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے مزار کے عقب میں احاطہ سنگین میں بانی ہمدرد حکیم عبدالمجید دہلوی کی قبر کے پیچھے ہے۔ [16]

خواجہ بابا نور محمد فاروقی چوراہی:

حضرت خواجہ نور محمد، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، بن الخطاب کی اولاد میں سے تھے ۱۱۷۹ھ (۱۷۶۵ء) موضع تیزئی علاقہ تیراہ صوبہ سرحد میں پیدا ہوے۔ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ خلیفہ خواجہ سید محمد عیسیٰ چودھواں تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان نے آپکا نام نور محمد رکھا۔ اور فرمایا کہ یہ لڑکا ولی عہد حضرت خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی ہوگا اور خاندان نقشبندیہ کو اس کے وجود سے فروغ ہوگا کہ کل دنیا میں اس کے نور سے فیضیاب ہوگی۔

تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور علوم متداولہ میں قابلیت کے مقام پر پہنچے۔ اپنے والد گرامی سے بیعت ہو کر باطنی فیض کی منزلیں طے کیں۔ اور خلافت و اجازت سے بہرہ ور ہوے۔ آپ نے تحصیل علوم ظاہری بہت کم فرمائی تھی۔ لیکن حضرت خواجہ سید محمد یحیٰی کی توجہ اور برکت سے آپ کو علم لدنی سے حصہ وافر حاصل ہوا۔ اور ایسا شرح صدر ہوا کہ آپ دقیق سے دقیق مسئلہ کو مستند اسناد کے ساتھ حل فرما دیتے تھے اور جس طالب علم کو چاہتے قلیل عرصہ میں درجہ کمال تک پہنچا دیتے۔

اپنے والد ماجد کی وفات ۱۲۳۵ھ (۱۸۱۹ء) کے بعد آپ اُن کے جانشین ہوے۔

مصنف انوار اصفیاء لکھتے ہیں:۔

> ”حضور قبلہ عالم کی عادت مبارک میں بغایت اتباع سنت اور اجتناب از مشروعات و بدعات تھی۔“

آپ شریعت کے پابند، طریقت کے شہسوار اور معرفت کے بلند مقام پر فائز تھے۔

آپ کے آخر زمانہ میں ایک مُلا مسمی ولی خان آپ کا مخالف ہو گیا اور جگہ جگہ آپ کے خلاف بدگمانیاں پھیلانے لگا، جاہل لوگ ایسی خرافات سن کر مشتعل ہو گئے اور آپ کے عقیدت مندوں کو جو ملک ہندوستان سے آپ کی زیارت کے لیے آیا کرتے تھے راستے میں لوٹ لیتے۔ آپ چند سال تو اسی طرح تکلیف کو برداشت کرتے رہے لیکن آخر کار آپ کو یاروں کی تکلیف گوارا نہ ہوئی اور آپ دل آزردہ ہو کر تیزئی سے موضع ڈراڈر میں تشریف لے آئے۔

کئی یاران طریقت نے خدمت اقدس میں استدعا کی کہ آپ یہاں سے علاقہ پنجاب کی طرف تشریف لے چلیں۔ یاران طریقت کے اس شوق دید کی پیش نظر آپ نے ۱۲۸۴ء میں چورہ شریف ضلع

کیمبل پور (اٹک) تشریف لے آئے اور خلق خدا کی روحانی تربیت فرمانا شروع کر دی۔ چورہ شریف تشریف لانے کے صرف ڈیڑھ سال بعد ۱۳؍شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء کو اس دنیا فانی سے عالم جاودانی کی طرف نقل فرما گئے۔ اور چورہ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک علاقہ پوٹھوہار میں دفن ہوئے۔

آپکے چار فرزند تھے۔ حضرت احمد گل، حضرت فقیر محمد، حضرت دین محمد، حضرت شاہ محمد آپکے مشہور خلفاء میں، حضرت عجب نور خٹک، حضرت اللہ نور خٹک، خلیفہ ہادی نامدار شاہ نتھیال تحصیل فتح جنگ، خلیفہ حسن علی بھورے مار نزد چورہ، میاں فقیر محمد چورہ، میاں احمد فقیر چورہ، جان محمد کنٹ تحصیل فتح جنگ، مولوی فضل الدین خونی چک ضلع گجرات، خان عالم باڈلی شریف ضلع گجرات، میاں صوبہ کھاریاں ضلع گجرات، خلیفہ احمد شاہ افغان، خدا بخش بنی والا پوڑ پسوال نزد سنگ جانی راولپنڈی، ملاں بہادر گڑھی تحصیل فتح جنگ مولوی مست علی میتراں والی ضلع سیالکوٹ، حافظ حبیب شاہ بسائیں پونچھ آزاد کشمیر، فضل احمد ڈھمتوڑ ضلع ایبٹ آباد، خواجہ نظام الدین کہیاں شریف آزاد کشمیر، حافظ عبداللطیف پشاور، مُلا محمد نصیر ملک مالہ نزد حضرو، سید مرتضےٰ شاہ مکان شریف [۱۷] ضلع گورداس پور انڈیا، سید چمن شاہ آلومہار ضلع گوجرانوالہ، قاضی میاں محمد پنڈی گھیپ شامل ہیں۔

خواجہ محمد نامدار شاہ:

خواجہ محمد نامدار شاہ موضع نتھیال تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک کے سادات میں سے تھے۔ ابتدائی اور اعلیٰ کتب کی تعلیم اپنے علاقہ کے علمائے کرام سے حاصل کی۔ موضع کاث ضلع کوہاٹ میں پڑھتے تھے کہ رات کو خواب میں خواجہ نور محمد فاروقی چوراہی کی زیارت ہوئی جو اُن دنوں موضع تیزئی شریف کوہاٹ میں سکونت پذیر تھے۔ فوراً آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور چھ سال اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہ کر باطنی علوم کی تکمیل کی۔ پیرومرشد نے آپ کو فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ تمہارے فیض سے ایک جہاں کو منور کرے گا، انوار تیراہی میں لکھا ہے۔ بابا جیو صاحب (خواجہ نور محمد فاروقی چوراہی) کو استخارہ کے ذریعہ سے حکم ہوا کہ نامدار شاہ صاحب کا خلیفہ بنا کر پنجاب روانہ کرو۔ چنانچہ صبح کے وقت حضرت بابا جیو صاحب نے شجرہ شریف نقشبندیہ بمعہ اجازت وخلافت دے کر پنجاب روانہ فرمایا پنجاب میں پہنچتے ہی ہجوم در ہجوم خلق آپ سے فیضیاب ہونے لگی جس کے شمار سے قلم قاصر ہے۔

۷ جمادی الاولیٰ ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء میں فوت ہوئے اور موضع نتھیال نزد ڈھنڈا سیال ضلع اٹک میں مزار

ہے۔ آپ کے خلفاء میں سید چنن شاہ بانی خانقاہ آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ، مولانا خواجہ شیخ احمد جی موضع روپڑ کلاں ضلع راولپنڈی اور مولانا شیخ محمود موضع پنڈوڑہ راولپنڈی شہر جیسی نامور شخصیات تھیں۔ [18]

حضرت خواجہ فقیر محمد چوروی:

خواجہ فقیر محمد بن خواجہ نور محمد بن خواجہ فیض اللہ فاروقی النسب تھے ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء میں موضع تیزئی علاقہ تیراہ (قبائلی علاقہ) صوبہ سرحد میں پیدا ہوئے۔ بروز ولادت آپ اپنی والدہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔ ہر چند کوشش کی گئی مگر نہ پیا، اتنے میں آپ کے دادا فیض اللہ نقشبندی مجددی تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ یہ تو ابھی سے اپنا حصہ طلب کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زبان ولعاب دہن آپ کے مُنہ میں ڈال دیا، تو آپ نے اپنی والدہ مکرمہ کا دودھ پیا، آپ نے علوم مروجہ اپنے والد ماجد سے پڑھے، اور باطنی فیوضات بھی انہیں سے حاصل کیے۔ ایام صغیر سنی سے ہی ذکر وفکر، مراقبہ اور اتباع شریعت میں مصروف رہے۔ اپنے والد ماجد سے بیعت اور مجاز تھے۔ آپ کو وہ کمالات حاصل تھے جو اس وقت دوسروں کو بہت کم حاصل تھے۔ قرآن مجید کے ایک، ایک حرف کے جُملہ فوائد وخواص، اسرار ونکات آپ کو ایسے معلوم تھے کہ دوسروں کے لیے ان کا سمجھنا دشوار تھا۔ اپنے وقت میں مرجع الی اللہ تھے۔ بیس سال کی عمر میں خرقہ خلافت سے نوازے گئے اور اپنے برادر اصغر خواجہ دین محمد کے ساتھ اندرون پنجاب کا اصلاحی وتبلیغی سفر کیا۔ دوماہ کے اس سفر میں انہوں نے ضلع گجرات اور ضلع سیالکوٹ میں رشد وہدایت کی روشنی عام کی۔ خواجہ فقیر محمد کے ذریعہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اُن سے ایک دنیا نے استفادہ کیا۔ جب کسی شخص کو حلقہ ارادت میں داخل کرتے تو اُسے ''دوست'' کہہ کر پکارتے اور بوقت بیعت ایسے اشعار پڑھتے جن میں تعلق باللہ اور حبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زور ہوتا تھا بعض مواقع پر یہ شعر پڑھتے ہوے۔

ہردم خدا را یاد کُن، دلہائے غمگیں شاد کن!
بُلبل صفت فریاد کن، مشغول شودر ذکر ہو

۲۹ رمحرم ۱۳۱۵ھ/ (۵ر جولائی ۱۸۹۷ء) کو فوت ہوے چورہ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک علاقہ پوٹھوہار میں دفن ہوے۔

آپکے پانچ صاحبزادے تھے (۱) خواجہ گل نبی (۲) خواجہ محمد نبی (۳) خواجہ احمد نبی (۴) خواجہ سید شاہ (۵) خواجہ قادر شاہ

آپکے خلفاء بے شمار تھے چند خلفاء جو مشہور ہیں یہ حضرات تھے۔

(۱) امیر ملت سید جماعت علی شاہ، علی پور ضلع سیالکوٹ پنجاب

(۲) حاجی سید جماعت علی شاہ ثانی، علی پور ضلع سیالکوٹ

(۳) خان عالم، باؤلی شریف ضلع گجرات پنجاب

(۴) حافظ عبدالکریم، محلہ عیدگاہ گوالمنڈی راولپنڈی علاقہ پوٹھوہار

(۵) مولوی غلام نبی قریشی، چک قریشیاں

(۶) مولوی محمد حسن، گجرات پنجاب

(۷) فاضل اجل مولانا مولوی غلام محمد بگوی، امام بادشاہی مسجد لاہور

(۸) صاحبزادہ نواب الدین علی، موضع بشند و تحصیل گوجرخان علاقہ پوٹھوہار

(۹) حافظ فتح الدین، موضع رنگ پورہ ضلع سیالکوٹ

(۱۰) راجہ شیر باز خان، موضع بڑکی تحصیل گوجرخان علاقہ پوٹھوہار

(۱۱) سید غلام قادر شاہ، کوٹلی سیداں

(۱۲) حافظ جی، جوڑی گاؤں ضلع اسلام آباد علاقہ پوٹھوہار

(۱۳) صاحبزادہ غلام محی الدین

(۱۴) مولوی مست علی، میترانوالی ضلع سیالکوٹ۔ [۱۹]

حضرت حافظ عبدالکریم راولپنڈی:

مولانا حافظ عبدالکریم بن میاں نذر محمد بروز سہ شنبہ ۷؍ جمادی الاوّل ۱۲۶۴ھ/ ۱۱؍اپریل ۱۸۴۸ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ابھی تین ماہ کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔ اور ابھی دو سال کے بھی نہ تھے کہ والد ماجد بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ کی پرورش عم محترم میاں پیر بخش نے کمال محبت اور شفقت سے فرمائی۔ آٹھ سال کی عمر میں مکتب میں قاضی محمد زمان سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ اُن ہی سے کتب درسیہ پڑھیں۔ سولہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا اور ڈھائی سال میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ فن تجوید مولانا محمد حسین مکّی سے سیکھا۔ خواجہ فقیر محمد چوروی راولپنڈی تشریف لائے تو اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے اشغالی واذکار میں مصروف رہے اور خواجہ فقیر محمد چوروی

سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ راولپنڈی اور گردونواح میں اُن کی ذات سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو کافی فروغ ہوا۔ اُن کی تلقین وارشاد سے سیکڑوں افراد ذکر وفکر کی لذت سے آشنا ہوئے اور بہت سے بے نماز تہجد گزار بن گے۔

حافظ عبدالکریم ابتدائے جوانی میں کاروبار کرتے تھے لیکن جب ہجوم خلائق رہنے لگا تو کاروبار لپیٹ دیا اور ہمہ تن وعظ وارشاد میں لگ گئے معاصرین میں پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، میاں شیر محمد شرق پوری، سائیں توکل شاہ انبالوی، اور پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری سے مراسم رکھتے تھے۔ دو مرتبہ حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوے۔ آپ عابد وزاہد اور شب بیدار تھے، مزارات اولیاء پر حاضری آپ کا معمول تھا۔ سفر ہو یا حضر شریعت کی پابندی میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔ اکثر اوقات گوشہ تنہائی میں رہ کر یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ مریدوں کو مذہب حقہ اہل سنت والجماعت کی پابندی کی تلقین فرماتے۔ فرماتے ''شریعت حقہ کی پابندی حیات ابدی ہے اور امراض باطنی کا ازالہ کرتی ہے''۔

آپ کی وفات ۲۸ رصفر ۱۳۵۵ھ/ ۲۰ رمئی ۱۹۳۶ء کو ہوئی اور محلّہ عیدگاہ (گوالمنڈی) راولپنڈی علاقہ پوٹھوہار میں دفن ہوے حافظ عبدالکریم مصنف بھی تھے آپ کی حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں:۔

(۱) ہدایت الانسان الی سبیل العرفان (۲) فیض الکریم (۳) مجموعہ گلزار کریم (۴) ترتیب وتصحیح دعائے حزب البحر۔

آپکی اولاد میں چار صاحبزادے تھے مولانا عبدالعزیز (متوفی ۱۳۴۲ھ) مولانا عبدالرحیم (متوفی ۱۳۳۸ھ)، مولانا عبدالحق، مولانا عبدالرحمان آپ کے مشہور خلفاء یہ ہیں۔

(۱) مولانا حافظ محمد شریف کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ
(۲) صوفی نواب الدین موہری شریف ضلع گجرات
(۳) مولانا قاضی عالم الدین سیالکوٹی (مصنف کنز القدیم فی آثار الکریم) مدفن کھوکھر کلاں ضلع گوجرانوالہ
(۴) مولانا حکیم خادم علی سیالکوٹ۔ [۲۰]

مولانا خواجہ شیخ احمد جی عثمانی:

شیخ احمد جی بن عبدالقادر بن محمد شریف موضع شہلال خطہ کشمیر میں پیدا ہوے۔ آپ کا نسب حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ عثمانی قریشی تھے۔ آپ کے اجداد مدینہ منورہ سے مصر وہاں سے بغداد اور وہاں سے کشمیر میں آکر سکونت پذیر ہوے۔ شیخ احمد جی حصول علم کے لیے

پنجاب کے علاقہ پوٹھوہار میں تشریف لائے۔ اپنے وقت کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ بھوئی گاڑ نزد ٹیکسلا سے فراغت کے بعد موضع روپڑ کلاں علاقہ سواں تھانہ چونترہ ضلع کیمبل پور (حال تحصیل وضلع راولپنڈی) میں مقیم ہوگئے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں مولانا خواجہ ہادی محمد نامدار شاہ نتھیال تحصیل فتح جنگ خلیفہ خواجہ نور محمد چوراہی کے فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز تھے۔ عمر بھر اتباع شریعت اور عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ درس وتدریس اور اصلاح مخلوق خدا میں مصروف رہے۔ آپ ۱۴ر شوال ۱۲۸۴ھ/ ۸ر فروری ۱۸۶۸ء میں فوت ہوئے اور موضع روپڑ کلاں (حال تحصیل وضلع راولپنڈی) میں دفن ہوئے۔ آپ کے تین فرزند تھے مولانا خواجہ فقیر محمد، مولانا خواجہ حبیب اللہ، مولانا خواجہ محمد امین۔ آپکے خلفاء میں تینوں فرزنداں گرامی کے علاوہ مولوی گل حسن روپڑی (م۔ ۱۳۴۶ھ) مدفن موضع کرمال نزد ٹیکسلا، میاں اللہ بخش موضع سوہان راولپنڈی، میاں گل محمد موضع ڈھڈیاں متصل کھینگر کلاں علاقہ روات اسلام آباد، میاں فیض علی کھینگر کلاں علاقہ روات (پ۔ ۱۳۱۸ھ) وغیرہ تھے۔ [۲۱]

سید لعل شاہ ہمدانی:

حضرت سید لعل شاہ ہمدانی آپ دندہ شاہ بلاول ضلع اٹک کے رہنے والے تھے۔ حضرت سید لعل شاہ ہمدانی کے اجداد میں سے شاہ بلاول ہمدان سے دندہ تشریف لائے تھے اور آپ کے نام پر موضع دندہ شاہ بلاول مشہور ہوا آپ کا مزار آج بھی وہاں موجود ہے۔ صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ سید لعل شاہ نے علوم ظاہری کی تحصیل مولانا احمد دین انگوی سے کی جو حاجی دوست محمد قندھاری کے خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری سے فراغت کے بعد بڑا عرصہ درس وتدریس میں مصروف رہے۔ بعد ازاں حاجی صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے اور اب اُن کی صحبت میں رہ کر ولایت صغریٰ حاصل کرلی۔ اکثر پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ حاجی صاحب کی وفات (۱۲۸۴ھ/۱۸۶۲ء) کے بعد اُن کے جانشین خواجہ محمد عثمان دامانی سے تجدید بیعت کی اور سلوک کے تمام اسباق پڑھ کر شرف اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ تمام زندگی درس وتدریس اور ارشاد وتلقین میں بسر کی۔ ۳ر ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء کو ایک پرسعید تقریب کے اندر خواجہ محمد عثمان دامانی نے اپنے فرزند خواجہ سراج الدین قدس سرہ کو دستار فضیلت باندھی تو اُس وقت سید لعل شاہ کو ایک جبہ پہنایا۔ آپ کے نام پیرومرشد کے بعض خطوط بھی ''تحفہ زاہدیہ'' مکتوبات شریف خواجہ محمد عثمان دامانی میں موجود ہیں۔ علاقہ

تلہ گنگ کے خاص و عام لوگ اور اعوان قوم کے سیکڑوں افراد آپ کی تعلیم و تربیت کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہو کر شاد کام ہوئے۔

۲۷؍ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ/ ۱۲؍ فروری ۱۸۹۶ء کو فوت ہوئے اور اپنے گاؤں دندہ شاہ بلاول تحصیل تلہ گنگ میں دفن ہوئے۔[۲۲]

خواجہ محمد ہاشم بگھاروی:

مولانا خواجہ محمد ہاشم موضع بگھار تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی علاقہ پوٹھوہار کے رہنے والے تھے۔ آپ راجپوت جنجوعہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی آف موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) سے بیعت و خلافت کے بعد موضع بگھار تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں نقشبندی فیض کے چشمے جاری کیے ہزاروں لوگ آپ سے مستفید و مستفیض ہوئے۔

فوائد عثمانی میں اُن کے بارے میں لکھا ہے مرد خلیق و مسکین طبیعت تھے اور ہمیشہ یہ آرزو کرتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب تک زندہ رکھیں مسکین ہی رہوں اور خاتمہ بھی مسکنیت پر ہو اور روز قیامت زمرہ مسکیناں ہی میں میرا حساب کتاب ہو۔

تحفہ زاہدیہ میں آپ کے پیرو مرشد کا ایک خط آپ کے نام تحریر ہے۔ بنام مولوی ہاشم علی صاحب سکنہ موضع بگھار تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی فقیر کو اُس وقت سے اب تک کتابوں کی الماری دیکھنے کا موقع نہیں ملا کتاب ''مناقب احمدیہ'' کا مجھے خیال ہے اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل سے طبیعت اسی طرح ٹھیک رہی جیسا کہ اس وقت ہے تو ضرور کتابوں کی الماری میں تلاش کروں گا اگر وہ کتاب مل گئی تو یقیناً ارسال خدمت کروں گا۔ مطمئن رہیں۔

۲۷؍ رجب ۱۳۱۳ھ/ ۱۴؍ جنوری ۱۸۹۶ء کو اپنے مولد و مسکن میں فوت ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔

آپکے دو فرزندوں کے نام معلوم ہوئے۔

(۱) خواجہ عبدالرحمٰن (متوفی ۱۹۴۳ء)[۲۳]

(۲) خواجہ محمد یعقوب۔

ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے مجلّہ فکر ونظر کے مدیر ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن آپکے پوتے ہیں۔

میاں محمد فاضل مکھڈی:

میاں محمد فاضل اعوان خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ موضع کوٹلی علاقہ سون سیکسر تحصیل وضلع خوشاب میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں آپکا مسکن تھا۔ ابتداء سید شیر محمد شاہ گیلانی المعروف پیر میاں صاحب جو شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی کی اولاد میں سے تھے اور خلیفہ خاص حاجی دوست محمد قندھاری موسیٰ زئی شریف کے تھے۔ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی اور پانچ برس اُن کی خدمت میں رہے۔ اُن کی وفات کے بعد سجادہ نشین خانقاہ موسیٰ زئی شریف خواجہ محمد عثمان دامانی کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ چند سال بعد پیرومرشد نے خلافت واجازت سے سرفراز کیا۔ آپ تقریباً بیس سال تک ہر سال اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر توجہات سے فیض یاب ہوتے رہے۔ چند روز پیرومرشد کی خدمت میں رہ کر اپنے وطن مکھڈ (بعدازاں آپ مکھڈ ضلع اٹک تحصیل جنڈ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے) واپس چلے جاتے اور اسی طرح مقامات سلوک تا آخر مکمل کیے۔ آپ اور آپ کی ہمشیرہ محترمہ کے نام پیرومرشد کے خطوط ''تحفہ زاہدیہ'' مکتوبات شریف خواجہ محمد عثمان دامانی وخواجہ محمد سراج الدین موسی زئی میں موجود ہیں۔

آپ کا انتقال مکھڈ شریف تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں ہوا اور وہاں ہی دفن ہوئے۔ [۲۴]

مولانا خواجہ حافظ محمد امین عثمانی:

مولانا خواجہ حافظ محمد امین بن خواجہ شیخ احمد جی موضع روپڑ کلاں تحصیل وضلع راولپنڈی کے مشہور عثمانی قریشی خاندان سے تھے۔ آپ نے مروجہ علوم کی تعلیم والد گرامی کے علاوہ فاضل اجل مولانا قاضی محمد شفیع قریشی سے بھوئی گاڑ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک میں حاصل کی۔ دورہ حدیث مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی شاگرد مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی سے پڑھا اور سند حدیث حاصل کی۔ فراغت کے بعد اپنے گاؤں واپس تشریف لائے اور اپنے والد گرامی القدر سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوکر سلوک کی تعلیم حاصل کی اور خلیفہ مجاز ہوئے۔ آپ حافظ قرآن، عالم باعمل، عظیم صوفی، مصنف اور شاعر تھے اور اپنے والد گرامی کے وصال کے بعد اُن کے سجادہ نشین ہوئے آپ موضع روپڑ سے موضع مستال (موجودہ سیکٹر ایچ۔۱۰ احاطہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد) میں تشریف لے آئے تھے اور آپکا وصال بھی یہاں ہی بروز ہفتہ ۲ر شوال ۱۳۱۸ھ/ ۲۳ر جنوری ۱۹۰۱ء کو ہوا اور یہاں ہی دفن ہوئے آپ کی اولاد میں دو صاحبزادے

مولانا خواجہ عبدالحی عثمانی اور مولانا خواجہ محمد عبدالعلی عثمانی تھے۔ آپکے علمی آثار میں دو کتب دستیاب ہیں (۱) زاد الامین لاھل الیقین، سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مسائل پر بہت عمدہ اور اعلیٰ کتاب ہے۔ خطی نسخہ کی عکسی اشاعت مرکز تحقیقات فارسی ایران، پاکستان، اسلام آباد نے کی ہے۔ (۲) تحفہ احمدیہ: حالات، واقعات، خوارق عادات، زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت خواجہ شیخ احمد جی روہڑی وغیرہ، منظوم پنجابی، مطبوعہ لکشمی آرٹ پریس راولپنڈی ۱۹۲۹ء۔ [۲۵]

مولانا خواجہ عبدالرحیم باغ دروی:

مولانا خواجہ عبدالرحیم ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء کو موضع باغ درہ (واقع گندگڑھ پہاڑ) تحصیل غازی ضلع ہری پور کے ایک مُغل خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدا کچھ عرصہ موضع بھوئی گاڑ تحصیل حسن ابدال میں مولانا قاضی امیر حمزہ قریشی اور موضع جلالی تحصیل حضرو ضلع اٹک کے مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ درس نظامیہ کی تکمیل ہندوستان کے بعض مدارس میں کی دورہ حدیث مدرسہ ڈابھیل میں پڑھا اور سند حدیث حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی موضع بھوئی گاڑ میں ہی آپ کے قلب میں معرفت الٰہی کا ذوق پیدا ہوا اور آپ موہڑہ شریف تحصیل مری ضلع راولپنڈی میں پہنچے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور شیخ طریقت خواجہ محمد قاسم کیانی کے دست پر بیعت فرمائی۔ تکمیل علوم ظاہری کے بعد آپ دوبارہ پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک کی تعلیم حاصل کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اور وطن واپس آ کر رشد وہدایت کے کام میں مصروف ہوگئے۔ چونکہ باغ درہ ایک بڑے پہاڑ پر واقع تھا اور طالبان حق کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس لیے آپ اپنے مریدوں کے اصرار پر حسن ابدال ضلع اٹک کے قریب موضع پیر مندربالہ (سالک آباد) میں مقیم ہوگئے۔ اور یہیں مسجد اور خانقاہ تعمیر کروا کر آخر عمر تک اعلائے کلمۃ الحق اور تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ تقریباً پچاس سال تک آپ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیمات کو عام کرتے رہے۔ ۹ر جمادی الاول ۱۳۶۶ھ/ ۳۱ر مارچ ۱۹۴۷ء کو فوت ہوئے۔ آپکا مزار پرانوار موضع پیر مندریالہ (سالک آباد) تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک میں مرجع خلائق ہے۔ آپکے پانچ فرزند تھے خواجہ محمد مسکین، خواجہ عبدالعلیم، خواجہ عبدالحکیم، خواجہ عبدالقیوم اور خواجہ محمد اعظم، آپکے چند مشاہیر خلفاء میں خواجہ حاجی گل رحمان بٹ دریاں مانسہرہ، سید محمد یوسف گیلانی کراچی، سید غلام حسین شاہ گیلانی سلطان پور حویلیاں ہزارہ، غلام محمد قریشی پشاور جیسی شخصیات ہیں۔ [۲۶]

حضرت خواجہ مولانا غلام یحییٰ قریشی:

حضرت خواجہ مولانا غلام یحییٰ علی بن سلطان احمد بن باغ علی بن قاضی محمد سعید قریشی بھوئی گاڑ تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک کے ایک قریشی خاندان میں پیدا ہوئے۔ شجرہ نسب امام محمد حنیفہ بن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ سے جاملتا ہے۔

علوم ظاہری کی تحصیل مدرسہ بھوئی گاڑ کے جید علماء مولانا قاضی امیر حمزہ قریشی اور مولانا عبدالنبی قریشی اور بعض دوسرے علماء کرام سے حاصل کی۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑہ شریف تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی کے خلیفہ مجاز تھے۔

شادی موضع قطبال نواح فتح جنگ ضلع اٹک کے ایک علمی خاندان میں کی۔ اور بعدازاں وہاں ہی منتقل ہو گئے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا خواجہ پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑہ ضلع اسلام آباد سے گہرے تعلقات تھے۔
بسلسلہ تبلیغ ڈوگرہ دور حکومت میں جموں کشمیر کا دورہ بھی کیا تھا۔
اپنے وصال کے بعد موضع قطبال تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک علاقہ پوٹھوہار میں دفن ہوئے۔
آپکے دو فرزند تھے (۱) علاء الدین (۲) معین الدین۔ [۲۷]

☆……☆……☆

حواشی

۱......راہزارہ دیوان ڈنی چند، کیگوھرنامہ، پنجابی ادبی اکادمی، لاہور، ۱۹۶۵ء، ص ۴۷

۲......میر مراد کے فرزند میر محمد زمان راسخ مشہور شاعر تھے جو ۱۱۰۷ھ میں فوت ہوئے اور اُن کے شاگردوں میں غنیمت کنجاہی اور ارادت خان واضح جیسے شعراء تھے۔ مولانا غلام رسول مہر، مقدمہ تاریخ ارادت خان، ادارہ تحقیقات پاکستان، لاہور ۱۹۷۱ء ص خ۔ میر صفر احمد معصومی۔ مقامات معصومی، تصحیح محمد اقبال مجددی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ج ۳، ص ۵۰۰

۳......مقامات معصومی، ج ۳، ص ۵۰۰۔۵۰۱۔ مقامات معصومی ج ۴، ص ۴۲۳۔ حدیقہ ہندی، بھگوان داس ہندی، قلمی، کتب خانہ آیت اللہ مرعشی، قم، ایران، روٹوگراف ڈاکٹر سید عارف نوشاہی، ماڈل ٹاؤن ہمک اسلام آباد، ورق ۱۶۵ ب

۴......شیخ محمد یوسف اٹکی بن شیخ رحمت اللہ اٹک کے رہنے والے تھے آپ کے والد سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور مشائخ میں سے تھے آپ نے ایسے علمی اور روحانی ماحول میں پرورش پائی۔ آپ کا نام آپ کی تصنیف منتخب التواریخ ۱۰۵۶ھ (۱۶۴۷ء) کی وجہ سے زندہ ہے۔

۵......میاں محمد عمر چمکنی، طواہر السرائر، قلمی، کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ ضلع اٹک، ۱۱۱۹ھ، ورق ۲۷۴ الف تا ۲۷۶ ب

۶......خواجہ محمد زاہد اٹکی، قصہ مشائخ، قلمی، ۱۱۴۶ھ، کتب خانہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ ضلع اٹک، ص ۱۹۰، ۲۵۳

۷......سید محمد اسحاق ٹھٹھہ، سندھ میں پیدا ہوئے پیر و مرشد کی تلاش میں ہندوستان کا سفر اختیار کیا بنور میں سید آدم بنوری نقشبندی مجددی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جن کے کہنے پر نظام الدین تھانیسری کے پاس جا کر اُن کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے کئی سال پیر و مرشد کی صحبت میں گزارے سخت مجاہدات و ریاضت کے بعد اذن و خلافت سے سرفراز ہو کر ہندوستان سے واپس آئے اور پیر و مرشد کے حکم پر اٹک کے نواح میں رہا بکر میں سکونت اختیار کی اور یہاں ہی فوت ہوئے۔

(طواہر السرائر، ورق ۲۳۹ ب، ۲۴۰ الف)

۸......طواہر السرائر، ورق ۲۳۹ ب تا ۲۴۷ ب

۹......طواہر السرائر، ورق ۳۴۶ تا ۳۵۳

۱۰......طواہر السرائر، ورق ۳۵۳ ب ۳۵۵ ب۔ قصہ مشائخ ص ۱۶۴

۱۱......میر احمد شاہ رضوانی، تحفۃ الاولیاء، مفید عام پریس، لاہور، ۱۳۲۱ھ ص ۴۳۔۴۵۔ عبدالحلیم اثر افغانی، روحانی رابطہ، یونیورسٹی بک ایجنسی، پشاور، ۱۹۶۵ء، ص ۶۸۹۔ سکندر خان، دامن اباسین، ملی کتب خانہ ویسہ، ضلع اٹک، ص ۲۶۴

۱۲......شجرہ نسب صاحبزادگان ملاں منصور (قلمی) مملوکہ راجہ نور محمد نظامی بھوئی گاڑ۔ ڈاکٹر ظہور الدین احمد، پاکستان میں فارسی ادب، ادارہ تحقیقات پاکستان، لاہور، ۱۹۷۷ء ج ۳، ص ۲۔۲۰۱، تو ثیر احمد صاحبزادہ، شاکر (کتابچہ)، ہمدرد بک سٹال، سرگودھا ۱۹۹۵ء نزد صابری، نوادرات علمیہ، مجلس نوادرات علمیہ، اٹک ۱۹۶۳ء ص ۴۔۲۳۔ نزد صابری مرتب، دیوان شاکر، مجلس نوادرات علمیہ، اٹک ۱۹۷۰ء، شرح احوال۔ خواجہ عبدالرشید، تذکرۂ شعرائے پنجاب، اقبال اکیڈمی کراچی، ۱۹۶۷ء، ص ۹۴۷

۱۳......روضۃ القیومیہ (احوال و مقامات قیوم رابع)، ص ۱۴۔۴۱۳

۱۴......ایضاً ص ۴۱۴

۱۵......ایضاً ص ۴۱۴

۱۶......محمد انور علی فریدی، تذکرہ آبادانیہ، خانقاہ قادریہ آبادانیہ فریدیہ، محلّہ کیمنگراں بدایوں، یوپی ہندوستان ۱۹۹۴ء، ص ۹۔۳۸۔۴۵

۱۷......محمد عادل شاہ، انوار تیراہی معروف بہی گلزار نوری، مطبوعہ، ۱۹۱۰ء ماخوذ از صفحات ۱۸ تا ۱۷۔ محمد شفیع نقشبندی، برکات نقشبندیہ مع انوار تیراہی، محمد شفیع غلام نقشبند چورہ شریف، ضلع کیمبل پور، ۱۹۵۷ء، ص ۶۹ تا ۷۳ سے ماخوذ، محمد یوسف مجددی، جواہر نقشبندیہ مکتبہ انوار مجددیہ، فیصل آباد، ۱۹۹۰ء، ص ۶۔۳۴۴

۱۸......جواہر مجددیہ ص ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹۔ برکات نقشبندیہ، ص ۱۔۷۰، حافظ محمد امین، تحفہ احمدیہ، لکشمی آرٹ پریس، راولپنڈی، ۱۹۲۹ء ص ۳۷ بمعہ حاشیہ

۱۹......برکات نقشبندیہ، ص ۱۲۹ تا ۱۳۸۔ انوار تیراہی ص ۶۹ ۷۔ اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ۱۹۸۰ء ج ۱ ص ۱۸۹

۲۰......قاضی عالم الدین، کنز القدیم فی آثار الکریم، حاجی محمد علی وحاجی محمد زمان خادمان دربار عالیہ راولپنڈی، س، ن، سے ماخوذ

۲۱......تحفہ احمدیہ سے ماخوذ

۲۲......ڈاکٹر لیاقت علی خان، تاریخ چکوال، انجمن توقیر ادب، چکوال، ۱۹۹۲ء ص ۳۷۷۔ تذکرہ علمائے پنجاب، ج ۲، ص ۵۸۵، قاضی عبدالدائم، حیات صدریہ، خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ صدریہ، ہری پور، ۱۹۹۹ء، ۹۔۹۸

۲۳......ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، حضرت مولانا محمد یعقوب، یعقوبیہ پبلی کیشنز، بگھار شریف کہوٹہ، ص ۱۱، ۱۲، ۱۳۔ تحفہ زاہدیہ مکتوبات شریف خواجہ محمد عثمان دامانی وخواجہ سراج الدین، زوار اکیڈمی کراچی، ۱۴۲۰ھ، ص ۱۳۲

۲۴......محمد نذیر رانجھا، تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، جمعیۃ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء ص ۷۔۳۰۶

۲۵......تحفہ احمدیہ سے ماخوذ......تذکرہ علمائے پنجاب، ج ۲، ص ۶۳۷

۲۶......راجہ نور محمد نظامی، تذکرہ علماء ومشائخ ضلع اٹک (قلمی)۔ اعجاز الحق قومی، تذکرہ صوفیائے سرحد

۲۷......راجہ نور محمد نظامی، تذکرہ علماء ومشائخ ضلع اٹک (قلمی) قاضی عبدالحق ہاشمی، خزینۃ المشائخ، دارالاشاعت فیض القرآن قطبال، ضلع کیمبل پور، س، ن، ۔ص ۳۰

☆......☆......☆

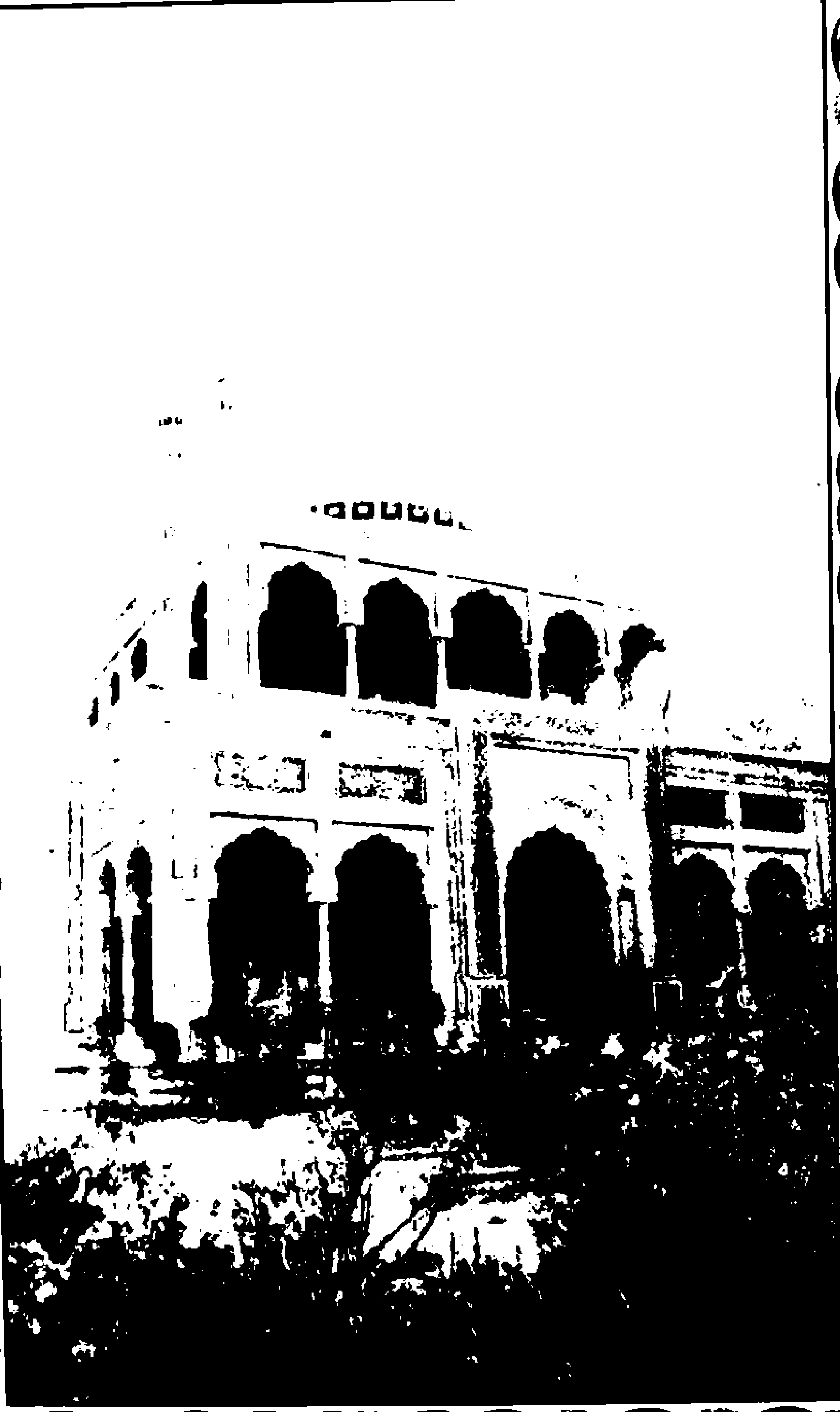

مزار شریف حضرت شاہ سید ابو السعد سالم مجددی علیہ الرحمہ

ہی قنبرانی، سرآب، کوئٹہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بلوچستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ممتاز خانقاہیں

ڈاکٹر سلطان الطاف علی
(کوئٹہ، بلوچستان)

☆☆

بلوچستان میں دورۂ اسلامی سے قبل کے تصوف کے آثار بڑے نمایاں ملتے ہیں، اور پھر پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور فرمانے کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ تصوف اسلامی کے انوار تمام عالم اسلام، برصغیر پاکستان وہند کے ساتھ ساتھ پاکستان کے جنوب مغرب یعنی بلوچستان میں چمکتے دمکتے نظر آئے۔ صوفیہ تصوف کی اصولی تعلیمات کے ساتھ جہاں جلوہ افروز ہوئے تو وقت کی ضرورت کے مطابق آگے چل کر تحریکِ تصوف کے بھی داعی بن کر اُبھرے۔ بلوچستان میں صرف معروف چہار سلاسل صوفیہ کے اثرات مرتب نہ ہوئے بلکہ کچھ دیگر سلاسل رفاعیہ اور مہدویہ کے پیروکار بھی ذاتِ الٰہی میں محو اور شریعت محمدیہ پر گامزن ملتے ہیں۔ تمام سلاسل کے رہنما وصوفیہ ''دست بہ کار و دل بہ یار'' کے مصداق طریقت ومعرفت میں باعمل ہوئے ہیں۔ اُن کی زیست خلقِ خدا کی اصلاح کرنے میں بسر ہوئی۔ خود تزکیۂ نفس اور علم وعمل سے آراستہ رہے اور پیروکاروں کو اسلامی محبت واخوت کی عادلانہ زندگی گزارنے کی تلقین کرتے رہے۔ اُن کی زندگی قرآن وسنت کی مکمل پیروی میں رہی۔ باطن میں صدق وصفا وعجز وتوکل کی آمیزش رہی۔ بلاشبہ صوفی ہمیشہ باعمل وپُرکار رہتا ہے، اور اُس کا ایک لمحہ بھی نیک مقاصد کے حصول اور یادِ خداوندی سے غافل نہیں رہتا۔ بلوچستان کے صوفیہ میں یہ تمام صفات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اکثر وبیشتر صوفیہ عبادت گزار اور مستجاب الدعوات ہیں۔ وہ جو کچھ زبان پر لائے قدرت کی طرف سے وہی کچھ ہو کر ظاہر ہوا۔ صوفی بنیادی طور پر مجاہد ہوتا ہے نفس کے ساتھ جہاد کرتا رہتا ہے، اور جب کبھی مسلمان معاشرہ

پر ظلم واستکبار کے حملے دیکھے تو انہوں نے جہاد بالسّیف بھی اختیار کیا۔ بلوچستان کے صوفیہ محمد بن قاسم سے قبل اور محمد بن قاسم کے ساتھ بھی جہاد واشاعت اسلام میں شامل رہے۔ پانی پت کی جنگ اور جہاد کشمیر میں بھی فعال نظر آئے۔ فلسطین، کشمیر، چیچنیا، افغانستان وعراق میں علمائے ربانی ومشائخ روحانی جدوجہد آزادی کے معاون رہے۔

بلوچستان کے قبائل پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ ہر قبیلہ میں تصوّف اسلامی کی اصولی اور تحرّکی تعلیمات اثر انداز ہیں۔ ان میں اخلاق ومحبت، توکل وعبادت، ریاضت ومہمان نوازی کے اوصاف موجود ہیں، جو دراصل صوفیہ کی تعلیمات کا حاصل ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم اگر آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی تمام بلندیوں کو بھی چھولیں مگر دنیائے اخلاق، اور ذکاوت نفس کے آداب سے جو سیرت محمدی سے اخذ ہوتے ہیں، اور رُوح تصوّف ہیں۔ اُن سے بے بہرہ رہیں تو محض فرعون، قارون، نمرود ویزید ہو کر رہ جائیں۔

بلوچستان میں صوفیہ اسلام کی خدمات کے ضمن میں زیر نظر مضمون سلسلۂ نقشبندیہ کے احوال ومعارف تک محدود ہے جو عصر حاضر میں بھی فروغ پارہا ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ بلوچستان میں تصوّف اسلامی کی ترویج میں ترتیب کے لحاظ سے آخر میں آتا ہے، اور اس سلسلہ میں تصوف کی نہایت معتبر شخصیات نے نمایاں کام سرانجام دیے ہیں، اُن کا ذکر خیر اختصار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اکثر وبیشتر سلاسل تصوّف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے اور سلسلۂ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر وعلی المرتضٰی کے ذریعے پیغمبر اسلام تک پہنچتے ہیں۔

۱۔ پیر عبدالحکیم نانا صاحب علیہ الرحمۃ (۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء۔۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء):

آپ کے والد سکندر شاہ تحصیل پشین کے یوسف کچھ علاقہ کے شموزئی کاکڑ تھے۔ وہ شاہ حسین ہوتک غلزئی اور نادر شاہ کے ہمعصر تھے۔ کہتے ہیں کہ اُنہیں قندھار سے نکالا گیا تھا، جہاں دینی تبلیغ کے لیے گئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے خانوزئی میں اپنے والد ماجد کی خانقاہ قائم کی۔ علاقہ تھل (نزد زیارت) میں چھے سال تک لاسیانی ترین قبیلہ کی مسجد میں معتکف رہے۔ پھر چوتیالی علاقہ دُگی میں گئے اور وہیں بعد از وصال آپ کی تدفین ہوئی۔ قندھار سے اب بھی وہاں زائرین آتے ہیں، اور بلوچستان جنوبی سے بھی عقیدت مند زیارت کے لیے چوتیالی میں آپ کی درگاہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ آپ کی پہلی بیعت سیّد لعل شاہ جیونکر ہاری اور دوسری بیعت میاں اللہ یار لاہوری قادری نقشبندی سے ہوئی۔ آپ قندھار میں ۱۲۱۱ھ

/ ۱۷۰۹ء تا ۱۲۴۹ھ/ ۱۷۳۶ء کا عرصہ رہے۔ عالم فاضل اور صاحب کرامت ولی اللہ تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے جو انہوں نے فارسی میں تصنیف کیں، اور تصوّف و عرفان کے مضامین میں آپ نے اچھے پیرایوں میں اضافہ کیا۔ ''مجموعہ رسائل، مقاماتِ تصوّف، رسائل حکیمیہ اور حصن الایمان'' آپ کی چار تصانیف ہیں۔

۲۔ میاں فقیر اللہ علوی علیہ الرحمۃ (۱۱۰۰ھ/ ۱۱۹۵ھ)

آپ جلال آبادی بھی مشہور ہیں۔ میرویس خان ہوتک جب ہلمند وارغنداب میں آزادی بخش تحریک جاری کیے ہوئے تھے، تو آپ خلق خدا میں ہدایت و عرفان کی تبلیغ میں مصروف تھے، اور شریعت و معرفت کی مسند پر متمکن تھے، احمد شاہ بابا جب شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳ء۔ ۱۷۶۲ء) اور ہند کے مسلمانوں کی پکار پر مرہٹوں پر حملہ آور ہوئے، تو میاں فقیر اللہ علوی جلال آبادی کے متوجہ کرنے سے ہی نصیر خان بلوچ اور سندھ کے حکمران جہاد میں شامل ہوئے۔

بلوچستان میں میاں فقیر اللہ علوی کے علمی و دینی روابط وہاں کے علماء و مشاہیر و عرفاء سے جاری رہے۔ جن میں ملّا فیض اللہ کاکڑ قندھاری، شیخ عبدالحکیم کاکڑ المعروف نانا جیو صاحب، جن کا مزار تھل چوتیالی لورالائی میں ہے، اور اوپر ذکر آ چکا ہے۔ ملّا رحیم داد سنزرخیل کاکڑ وادی ژوب، سیّد موسیٰ شاہ شین غری منطقہ پشین پسر سیّد مدو بن سیّد موسیٰ، محبت خان بلوچ فرزند میر عبداللہ خان براہوی بلوچ، جو اپنے بھائی محبت خان کی حکمرانی کے خاتمہ کے بعد ۱۱۶۴ھ میں دربار احمد شاہی کی امداد سے قلات کی حکومت پر متمکن ہوا۔ اور پھر اپنے لشکر کے ساتھ احمد شاہ کے ہمراہ ہند و خراسان کی جنگوں میں شرکت کی، جو ۱۲۰۸ھ فوت ہوا۔ اسی طرح فقیہ الصالح ملّا جیونہ کاکڑ ژوبی سے روابط رہے۔ آپ نے شیخ محمد مسعود دائم المشہور پشاوری سے سلسلۂ نقشبندیہ میں اکتساب فیض کیا، اور اُن کی وساطت سے حضرت بہاء الدین محمد نقشبند علیہ الرحمۃ (ف ۷۹۱ھ) تک سلسلۂ بیعت پہنچتا ہے۔ اگرچہ وہ دیگر سلاسل قادریہ چشتیہ، شطاریہ، شاذلیہ وغیرہ سے بھی فیضیاب ہوئے۔ آپ کا مقبرہ شکارپور میں مرجع خلایق ہے، جو احمد شاہ ابدالی نے تعمیر کرایا۔ جہاد و تبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے بلوچستان، سندھ، پنجاب اور ہند کا کئی بار سفر کیا۔ آپ کی علمی اور مجاہدانہ سرگرمیوں کے اثرات خراسان و بلوچستان پر مثبت انداز میں اثر انداز ہوئے۔ بیس تصانیف فارسی و عربی میں مشہور ہیں۔ ''محمود الاوراد'' پنجابی میں ہے۔ مکتوبات کو علامہ حبیبی نے مرتب کیا ہے۔

۳۔ باباخرواری علیہ الرحمۃ:۔

اسم مبارک ملاّ طاہر المعروف باباخرواری علیہ الرحمۃ (ف ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) سارنگ زئی قبیلہ کے فرد تھے، اور میاں عبدالحکیم ناناصاحب علیہ الرحمۃ کے مرید خاص تھے۔ ناناصاحب علیہ الرحمۃ جب ایک بار آپ کے ہاں قیام پذیر ہوے، اور رات کو دوران عبادت پانی طلب کیا تو آپ فوراً ہی پانی کا پیالہ بھر کر لائے، مگر ناناصاحب تو عبادت میں پھر سے ایسے محو ہوے کہ انہیں پیالہ لینے کا خیال بھی نہ ہو۔ آپ پانی کا پیالہ لیے کھڑے رہے اور رات کا بیشتر وقت ڈھل گیا۔ سردی کے باعث آپ کے ہاتھ کی کھال پیالے کے ساتھ چمٹ کر اُدھڑ گئی۔ جب ناناصاحب علیہ الرحمۃ متوجہ ہوے تو فرمایا ''اے ملاّ طاہر! میں نے دوسروں کو تو تھوڑی سی بزرگی دی ہے تمہیں خرواروں (یعنی بوریوں) کے حساب سے دیتا ہوں''۔ اس کے بعد آپ ''باباخرواری'' ہی مشہور ہوگئے۔ آپ کی جائے تدفین کے قریب صنوبر کے خوبصورت جنگلات میں ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء جب شہر آباد ہوگیا تو آپ کی نسبت سے شہر کا نام ''زیارت'' ہی پڑ گیا۔ بڑے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ سالانہ عُرس' میلہ اور وہاں پر زائرین کے اجتماعات کا سلسلہ جاری رہتا ہے' سیاحوں کے لیے بھی یہ مقام بڑی کشش کا باعث ہے۔

۴۔ ملاّ عثمان اخوند سنڈیا کاکڑ علیہ الرحمۃ:۔

آپ سرانان (پشین) میں صاحب کرامت بزرگ ہوے ہیں اور ناناصاحب علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے۔

۵۔ ملاّ جان محمد کاکڑ علیہ الرحمۃ:۔

آپ کا زمانہ ۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء کا تھا کیونکہ اُسی سال میں آپ نے اپنی غزلیات کا مجموعہ ''حلیدین'' مرتب کیا تھا۔ آپ ژوب کے باشندہ تھے۔ قادرالکلام شاعر تھے، اور تحصیل علم کے لیے بنوں (صوبہ سرحد) گئے تو وہاں حضرت محمد عمر چمکنی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوے۔ تحصیل علم کے بعد ژوب میں آ کر تعلیمات تصوّف و تبلیغ دین پر توجہ دی۔

۶۔ حضرت حریف علیہ الرحمۃ:۔

فورٹ سنڈیمن (ژوب) کے شمال مغرب میں ۳۲ میل کے فاصلہ پر خوشنما زیتون و چلغوزوں کے

جنگلات سے پیراستہ پہاڑ ''شین غر'' ہے۔ یہاں کے مشہور شیرانی قبیلہ کا حریف آل (دھریپال) بھی آپ کی نسبت سے مشہور ہوا۔ آپ بخارا سے افغانستان کے راستہ ایک خچر پر سفر کرتے ہوئے اِدھر وارد ہوئے، اور قیام پذیر ہوگئے۔ آپ بخارا کے سیّد تھے اور عبادت میں محو رہتے تھے۔ یہاں کا معاشرہ آپ سے تعلق رکھنے سے جاہلانہ لوٹ مار اور قتل و غارت کو ترک کر کے اخوت و محبت سے آشنا ہونے لگا۔ شیرانیوں نے آپ کی اولاد کی بود و باش کے لیے خاطر خواہ جاگیر مختص کر دی جہاں اب تک آپ کا قبیلہ آباد ہے۔

۷۔ **محمد عظیم صاجبزادہ علیہ الرحمۃ (۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء۔۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء):۔**

آپ ملاّ رحمت اللہ اخوند کے فرزند اور ملاّ خوشحال اخوند کے پوتے تھے۔ تکمیل علم کے بعد قندھار سے پشین آئے۔ یہاں پرشور میں شادی کی، اور سلیمان زئی گاؤں کی مسجد میں امامت کی ذمہ داری لے لی۔ تکلف و نمود سے بہت دور اور سادہ زندگی بسر کرنے والے اسلاف کا نمونہ تھے۔ ضروریات زندگی نہایت مختصر رکھتے تھے' مزار مبارک شہر پشین سے مغرب کی جانب ۹ میل کے فاصلے پر سلیمان زئی کے شرق میں ہے۔ والدگرامی کا مزار قندھار میں، دادا کا مزار مبارک پشین کے غیژ نامی گاؤں میں ہے۔

۸۔ **عبداللہ دُرخانی علیہ الرحمۃ (۱۲۹۸ھ/۱۸۷۸ء۔۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء):۔**

اس سے قبل آپ کے نانا محمد فاضل درخانی (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء۔۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) کا ذکر خیر بھی مناسب ہے۔ جنہوں نے دُرخان نزد ڈھاڈر قیام کر کے قرآن و تفسیر کے ذریعہ براھوی اقوام کو انگریزوں کے شر اور عیسائی مبلغوں کی مشنری سے محفوظ کیا۔ عبداللہ درخانی نے بھی اپنے نانا کے نقش قدم پر چل کر دور فتن میں اصلاح بدرسوم کے زمرہ میں جہاد کیا۔ یہی وہ دور تھا جب دُرخانی علمائے حق کے ساتھ ساتھ خانوادہ قادریہ حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے نامور بزرگ سلطان محمد نواز عارف علیہ الرحمۃ (ف ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء) ڈھاڈر' مستونگ' چوہان' اسپلنجی' اسپز نڈ اور مونگچر تک رسوم بد کا قلع قمع کرنے لگے، اور عوام کو اولیائے کرام کی تعلیمات سے آگاہ کرنے لگے۔

۹۔ **محمد عبدالحکیم علیہ الرحمۃ:۔**

آپ کا زمانہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء کا تھا۔ عشق و عرفان میں سراپا ڈوبے ہوئے درویش تھے۔ ہری پور

ہزارہ (صوبہ سرحد) کے باشندے تھے۔ بلادِ اسلامی کی سیاحت کرتے ہوئے بلوچستان آئے، اور مستونگ میں قیام فرمالیا۔ روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کے شوق میں ۱۶ سال کی عمر میں ہی جا کر مشرف ہوئے، اور حج بیت اللہ کا فریضہ بھی ادا کیا۔ ''گلدستۂ حکیم'' ''آپ کے منظوم فارسی کلام کا مجموعہ ہے جو ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔ ایک بار خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت سے نوازا اور اُن کا ایک مسئلہ حل فرما کر اُن کے ساتھی کے ساتھ صلح کرادی جو پھر ہمیشہ کی دوستی میں تبدیل ہوگئی۔ آپ نے طب کا کورس کیا اور اس پیشہ کو اختیار کرلیا اور پھر کئی بار حج وزیارت پر گئے، مولانا محمد صدیق نقشبندی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوئے اور مرشد کے نقش قدم پر رواں دواں رہے۔ آپ کا کلام بھی مرشد سے محبت و ربط کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۰۔ حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین خیرؔ فاروقی مجددی دہلوی علیہ الرحمۃ (۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء۔ ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۳ء):۔

والد ماجد کا نام شاہ محمد عمر بن شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ تھا۔ تحصیل علم جیّد علمائے کرام سے کیا۔ حضرت شاہ عبدالغنی سے ۱۲۹۱ھ کو سند حدیث حاصل کی جو آپ کے والد ماجد کے چچا تھے۔ اُن کے ہمراہ سفر دیارِ حبیب بھی ۱۲۹۶ھ کو اختیار کیا۔ آپ کی علمی سطح نہایت بلند رہی، اور اساتذہ میں مولانا حبیب الرحمٰن سے خصوصی تعلق وارتباط تھا۔ قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، علوم بلاغت، ادب، نحو وصرف وتصوّف میں کامل دستگاہ تھی۔ شاعری میں کمال حاصل تھا۔ آپ کے پیرومرشد والد مکرّم تھے، جنہوں نے سیر سلوک میں آپ کو لطائفِ خمسۂ عالمِ امر کی تعلیم دی۔ مراقبہ احدیت کرنے کو فرمایا، مرشد کی وفات کے بعد ۱۳۰۲ھ کو پھر سفر حجاز کو گئے۔ واپس اگر اکثر دِلّی (دہلی) تشریف لائے اور زیادہ قیام خانقاہ شریف میں فرماتے۔ دو مرتبہ سرہند گئے۔ خلق خدا کی بڑی جماعت بیعت ہوئی۔

بارہ سال تک خانقاہ شریف دِلّی میں مقیم رہے۔ پھر اطبّاء کے مشورہ پر موسم گرما آپ نے کوئٹہ (بلوچستان) میں گزارنا پسند کیا۔ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ/ مئی ۱۹۰۰ء معہ اہل وعیال کوئٹہ آئے۔ جامع مسجد قندھاری بازار کے قریب ایک بالاخانہ کرایہ پر لیا اور وہاں قیام فرمایا۔ یہاں علماء اور دیگر لوگ کافی تعداد میں بیعت ہوئے۔ افغانستان سے لوگ کثرت سے آنے لگے اور بیعت ہوتے رہے۔ آپ نے تیئس ۲۳ سال تک کوئٹہ میں موسم گرما گزارے۔ نومبر ۱۹۰۰ء کو آپ کے پہلے فرزند زرینہ حضرت بلال علیہ الرحمۃ

دہلی میں تولد ہوئے۔ ۱۹۰۹ء میں آپ نے کوئٹہ میں اپنا کرایہ والا رہائشی مکان خرید لیا، جہاں اب شارع ابوالخیر کا بورڈ آویزاں ہے۔ ۱۹۱۳ء میں آپ کے مکان کے قریب مسجد حضرت بلال علیہ الرحمۃ کی تعمیر ہوئی۔ کوئٹہ میں آپ کا آخری قیام ۲۹/ مارچ ۱۹۲۲ء کا سال تھا۔ شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے احباب اور عقیدت مندوں کا دائرہ بہت ہی وسیع تھا۔ کوئٹہ' سکھر' لاہور اور دہلی میں لوگ آپ کے منتظر رہتے۔ سائیں توکل شاہ' مولوی عبداللہ قندھاری' میر حسن صاحبزادہ ابن سیّد امان اللہ افغانی' ملاّ خیر اللہ' میر محبوب علی خان نظام حیدر آباد دکن' نواب قلب علی خان آف رامپور' رئیس لطافت علی و رئیس کرامت علی آف سعد آباد' مولانا شوکت علی' مولانا محمد علی (علی برادران)' میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ ڈاکٹر شوق امرتسری' ڈاکٹر اشفاق محمد امرتسری' پیر عبدالخالق ہوشیار پوری اور امان اللہ خان بادشاہ افغانستان جیسی شخصیات آپ کے عقیدت گزار اور مدآح تھے۔

گویا بلوچستان میں سلسلۂ نقشبندیہ کے فروغ میں حضرت عبدالحکیم نانا صاحب علیہ الرحمۃ اور میاں فقیر اللہ علوی علیہ الرحمۃ کے بعد سید شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ تیسری بڑی شخصیت ہیں جن کے تمام معاشرہ پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ آپ کا علم و حلم' کرامات و استقامت' پابندی وقت اور وضعداری ہر دل پر گہرے اثرات مرتب کر دیتے تھے۔

۱۱۔ ابوسالم ابوالسعد فاروقی علیہ الرحمۃ (۱۳۶۲ھ/ ۱۸۸۸ء۔ ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء):۔

آپ کے والد گرامی حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ اور جدّ اعلیٰ شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ تھے۔ آپ کی ولادت دہلی میں خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب نو واسطوں سے حضرت امام ربانی مجد دالف ثانی علیہ الرحمۃ (۱۵۶۴ء/ ۱۶۲۵ء) سے جا ملتا ہے اور چالیس واسطوں سے سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ مشاہیر عالم اسلام سے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ اس کے بعد کئی نامور اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ ۱۹۲۹ء کو اپنے بھائی علامہ زید ابوالحسن فاروقی علیہ الرحمۃ کے ساتھ مصر جا کر جامعۃ الازھر میں داخل ہوئے۔ صرف' نحو' فقہ' عقاید' انشاء اور منطق و بلاغت کی وہاں تعلیم حاصل کی۔ حج پر گئے تو شیخ احمد سنوسی علیہ الرحمۃ سے حدیث مسلسلات سنیں اور اجازت نامہ پایا۔ طریقہ سنوسیہ کی اجازت بھی پائی۔ ۱۳۵۱ھ کو شیخ ابوالاسیعا صدیقی سے احادیث میں اجازت پائی۔ مصر کے شیوخ سے بھی فقہ و احادیث میں اسناد حاصل کیں۔ ۱۹۳۵ء میں

کوئٹہ کے زلزلہ میں آپ کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوا۔ دسمبر ۱۹۳۵ء کو بیت المقدس گئے، وہاں سے متعلق اور شام کی زیارات سے استفادہ کیا۔ علامہ بدرالدین دمشقی سے بھی اسناد لیں۔ بغداد شریف گئے اور وہاں کی زیارات سے مستفید ہوئے۔ ۱۹۳۶ء کو بصرہ سے دہلی وکراچی پہنچے۔ آپ فرماتے تھے: ''حضرات متقدمین کی تصانیف پڑھا کرو۔ جدید تصانیف میں بے اعتقادی' فرقہ پرستی اور گروہ وبندی کا پرچار ہے'' تصوّف پر ترغیب وترہیب کی تلخیص' ''فقہ اسلامی کی تاریخ تدوین' سفرنامے' جامع سوانح شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ ''سعید البیان'' تصنیف شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ کا فارسی ترجمہ اور ہزار مکاتیب وروزنامچے وبیاضی آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ عربی فارسی اور اردو پر مکمل دسترس تھی۔ تقسیم ہند کے موقع پر دہلی سے افغانستان اور پھر کوئٹہ تشریف لائے۔ گوشہ نشینی میں علمی خدمات کوئٹہ میں جاری رکھیں۔ آپ کی سادگی صحابہ کرام کی یاد دلاتی تھی۔ صابر' ذاکر اور شاکر ہونے کی تلقین کرتے تھے۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ/ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۷ء کوئٹہ میں وصال ہوا۔ بعد وصال مطابق وصیّت خاک پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنکھوں میں ڈالی گئی تو آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ کحل خاک مدینہ ڈالنے کے بعد آنکھیں خود بخود بند ہوگئیں۔ تدفین کلی قمبرانی میں ہوئی، جہاں عالیشان خانقاہ ومسجد تعمیر ہوچکی ہے۔

شاہ ابوالخیر روڈ کوئٹہ میں حضرت آغا محمد عمر طریقت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علمی وتعلیمی امور میں مشغول کار رہتے ہیں، جہاں اُن کا خانوادہ آباد ہے، اور اپنے والد حضرت ابوسالم ابوالسعد فاروقی علیہ الرحمۃ کی خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ جہاں پورے اہتمام سے تقاریب عُرس مناتے ہیں علم دوست شخصیت ہیں۔

۱۲۔ محمد صدیق مستونگی علیہ الرحمۃ (ف ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء):۔

مستونگ میں محمد حسنی درویش تھے۔ ولادت قندھار میں ہوئی تھی۔ میاں ولی محمد سے علوم ظاہر وباطن حاصل کیے جن کا سلسلہ طریقت حضرت فقیر اللہ علوی علیہ الرحمۃ جلال آبادی شکارپوری تک جا پہنچتا ہے۔ آپ حج بیت اللہ شریف کو گئے تو مدینہ شریف کے سفر میں جوتیاں اتار دیں، اور شہر مدینہ میں پابرہنہ رہے۔ مستونگ میں وفات کے بعد آپ کی تدفین وہاں اپنی مسجد کے صحن میں ہوئی۔ آپ کا جاری کردہ ''درس صدیقیہ'' آج بھی جاری ہے۔

۱۳۔ خانوادہ حضرت چشموی، کوئٹہ:۔

میاں عبدالحکیم نانا صاحب علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اور فیض یافتہ میاں نور محمد قندھاری تھے۔ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے خلیفہ قاری حافظ سیّد عبدالمجید تھے جن کے فرزند فیض الحق جان چشموی علیہ الرحمۃ (۱۲۵۵ھ/ ۱۳۱۸ھ) مشہور عالم ومتدین بزرگ تھے۔ پھر اُن کے فرزند محمد عمر جان چشموی علیہ الرحمۃ (۱۲۸۸ھ/ ۱۳۲۰ھ) نامور ہوئے۔ اُن کے فرزند خواجہ عبدالحسنی جان چشموی نے مسند ارشاد سنبھالی۔ اتباع سُنت اور رضائے الٰہی کی تعلیم دیتے رہے۔ ''ارشاد السالکین'' آپ کی تصوف پر کتاب ہے۔ معین الدین جان، فخر الدین جان اور عبدالقدوس اُن کے فرزندان ہیں۔ سلسلۂ نقشبندیہ کی بڑے عالمانہ انداز میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں، محمد عمر جان علیہ الرحمۃ کا مزار شریف چشمہ شریف کوئٹہ میں مرجع خلایق ہے۔

۱۴۔ سیّد گلاب شاہ مشہدی علیہ الرحمۃ (۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء۔ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۹۲ء):۔

سلسلۂ طریقت میں آپ قادری اور نقشبندی تھے۔ ولادت موضع فقیر محمد سیدان (صوبہ سرحد) میں ہوئی۔ آپ کے جدّ اعلیٰ سیّد نادر علی شاہ مشہدی عارف وقت تھے۔ آباؤ اجداد مشہد خراسان سے ہجرت کر کے بلوچستان کے راستہ صوبہ سرحد وارد ہوئے۔ تحصیل علوم کے بعد دہلی کی زیارات کو گئے۔ وہاں قطب مینار کی سیاحت میں آواز آئی کہ: ''کوئٹہ چلے جاؤ'' چنانچہ ۲۵/جنوری ۱۹۲۷ء کوئٹہ پہنچے۔ موہڑہ شریف کے خواجہ محمد قاسم نقشبندی سے بیعت ہوئے۔ آپ کے مریدین کا سلسلہ حیدر آباد دکن میں بھی ہے۔ کوئٹہ میں دربار حسینیہ کے نام سے آستانہ قائم کیا ہے۔ حلقۂ ارادت میں غیر مسلم بھی آئے۔ ''سرّ لامکان'' آپ کی غیر مطبوعہ تصنیف ہے جو اذکار، عبادات اور وظائف پر مشتمل ہے، اور ان کے فرزند سیّد محبوب حسین مشہدی کے پاس ہے، جو آپ کے جانشین ہوئے اور حال ہی میں ان کا انتقال ہو چکا ہے۔

۱۵۔ سیّد محسن شاہ بخاری (۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء):۔

عصر حاضر کے صاحب ولادیت بزرگان میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ موسیٰ خیل اور نواح کے علاقہ میں اہلسنت کی تبلیغ میں رہے۔ حضرت غلام حسن سہاگ شریف لیّہ (پنجاب) المتوفی ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلۂ نقشبندیہ قادریہ صابریہ سے منسلک ہوئے ذوالحج میں آپ کے سالانہ عُرس میں

علماء ومشائخ خطاب کرتے ہیں۔ آپ کے خانوادہ کے افراد اب تحصیل علم میں پیشرفت کر رہے ہیں اور سلسلہ طریقت کی بھی خدمت کر رہے ہیں، آپ کا مقام مدفن کنگری ضلع لورالائی میں محسن آباد مشہور زیارت گاہ ہے۔

۱۶۔ صوفی خیر محمد نقشبندی مجدّدی (۱۹۰۸ء/۱۹۸۱ء):۔

ضلع لورالائی کے علاقہ رکھنی میں الہ آباد کے مقام پر آپ سکونت پذیر ہوئے۔ سلسلۂ نقشبندیہ میں پیر طریقت تھے۔ آپ قبیلہ بُغلانی سے تھے، جو تونسہ شریف کے قریب آباد ہیں۔ آپ وہاں سے نقل مکانی کر کے یہاں آباد ہوئے۔ صوفی صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت غلام حسن سہاگ علیہ الرحمۃ (سواگ) جو ۱۹۳۹ء کو فوت ہوئے سے بیعت کی۔ آپ نہایت متشرع' بااستقامت' صاحب مجاہدہ بزرگ تھے۔ اُن کی صحبت بابرکت تھی۔ خوش اخلاق' مہمان نواز اور پُر درد شخصیت تھے۔ پنجگانہ باجماعت نماز کے زندگی بھر پابند رہے، اور اپنی مسجد میں خود امامت کرتے رہے۔ فرض نماز کے بعد خشوع وخضوع سے دُعا مانگنا آپ کا معمول رہا۔ عبدالواحد اور پروفیسر عبدالہادی بزمی آپ کے فرزندان ہیں۔

پیر غلام حسن سواگ علیہ الرحمۃ کے ذریعہ نقشبندی سلسلہ نے راڑہ شم ضلع موسیٰ خیل کے غرشین سادات میں بھی فروغ پایا ہے۔

۱۷۔ خواجہ محمد عمر جان اویسی بنوری نقشبندی (ف ۱۹۰۲ء)

آپ بہرام خان جمالزئی رئیسانی کے فرزند تھے۔ محمد صدیق مستونگی علیہ الرحمۃ سے کسب فیض کیا۔ اُن کو ولی محمد قندھاری علیہ الرحمۃ سے، اُن کو محمد نور قندھاری علیہ الرحمۃ سے' اُن کو فرخ الدین قندھاری علیہ الرحمۃ سے' اُن کو حضرت فقیر اللہ علوی شکارپوری علیہ الرحمۃ سے بیعت وتلقین ہوئی۔ اور اُن سے ۳۸ واسطے اوپر جائیں تو سلسلۂ بیعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا مزار سبّی میں نور پور روڈ پر مرجع خلایق ہے۔ آپ کے فرزند نور احمد جان نقشبندی علیہ الرحمۃ نے تبلیغی اور دینی خدمات مستونگ وکوئٹہ میں جاری رکھیں۔ مستونگ میں جامع مسجد اور مدرسہ خزینۃ العلوم اُن کی یادگار ہیں۔ کانک اور سبّی میں قیام پذیر رہے۔ کوئٹہ میں سینی روڈ (پہلوان بابا روڈ) پر اُن کا مزار ایک گنبد میں زیارت گاہ ہے۔ خانوادہ حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ سے حاجی سلطان نور حسین قادری علیہ الرحمۃ سے اُن کی صحبت رہی۔ نور احمد جان علیہ الرحمۃ کی وفات ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء کو ہوئی۔ پھر اُن کے فرزند پیر نور اللہ جان نقشبندی علیہ الرحمۃ کا ۲۲ مئی ۲۰۰۳ء

کو انتقال ہوا تو اُن کے بھائی فقیر اللہ نقشبندی مجددّی جانشین قرار پائے۔

اس جائزہ کے اختتام کے ساتھ رقمطراز ہوں کہ بلوچستان میں نقشبندی صوفیہ کی طرف سے مدارس کا اہتمام بہت کم ہے۔ اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ البتہ مولانا حبیب احمد نقشبندی قادری کا قائم کردہ مدرسہ کوئٹہ میں دار العلوم نمایاں مقام کا حامل ہے۔

☆……☆……☆

کتابیات

۱……آرھز بلر، میجر میکانگی، میجر ایچ ایل شاورز، میجر منچن، گزیٹیئرز آف بلوچستان، کوئٹہ ۱۹۰۶ء

۲……غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، نولکشور، کانپور ۱۹۱۴ء

۳……ڈاکٹر انعام الحق کوثر، تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور ۱۹۷۶ء

۴……پیر معظم شاہ، تواریخ حافظ رحمت خانی، پشاور ۱۹۷۰ء

۵……ڈاکٹر سلطان الطاف علی، تحقیق دربارۂ احوال و آثار فارسی حضرت سلطان باھو و نظری درافکار وی، اسلام آباد ۲۰۰۳ء

۶……عبید اللہ قدسی، آزادی کی تحریکیں، لاہور ۱۹۸۸ء

۷……سیّد ابوظفر ندوی، تاریخ سندھ، کراچی ۱۹۸۹ء

۸……شاہ ابوالحسن زید فاروقی، مقامات خیر، دہلی ۱۹۸۹ء

۹……اے عزیز لونی، افغانز آف دی پاسز، کوئٹہ ۱۹۹۲ء

۱۰……شیرین جان ناصر، دپشتو قبیلومنی شجری، اوٹو میالی، لاہور ۱۹۹۳ء

۱۱……عبد اللہ سمندر غوریالی، گزیرۂ از مکتوبات میاں فقیر اللہ جلال آبادی، کابل ۱۳۵۹ھ

۱۲……مولوی جعفر علی فریدی، مکتوبات عالیہ، کراچی ۱۹۸۵ء

روزنامہ مجلّہ ھا و مخطوطات

۱……مقالہ شیخ عبد العزیز مجدّدی، حضرت سالم ابوسعد فاروقی، روزنامہ جنگ کوئٹہ، ۲۱؍جولائی ۲۰۰۱ء

۲……مکتوب ملک صاحب جان شیرانی مرحوم، ۶۹-۱۹۶۸ء

۳……روزنامچہ سلطان الطاف علی، ۱۹۷۸ء

۴……روزنامچہ ڈاکٹر سلطان الطاف علی، ۱۷؍اپریل ۲۰۰۲ء

۵……روزنامہ جنگ، مڈویک میگزین، ۱۷؍اپریل ۲۰۰۲ء

☆……☆……☆

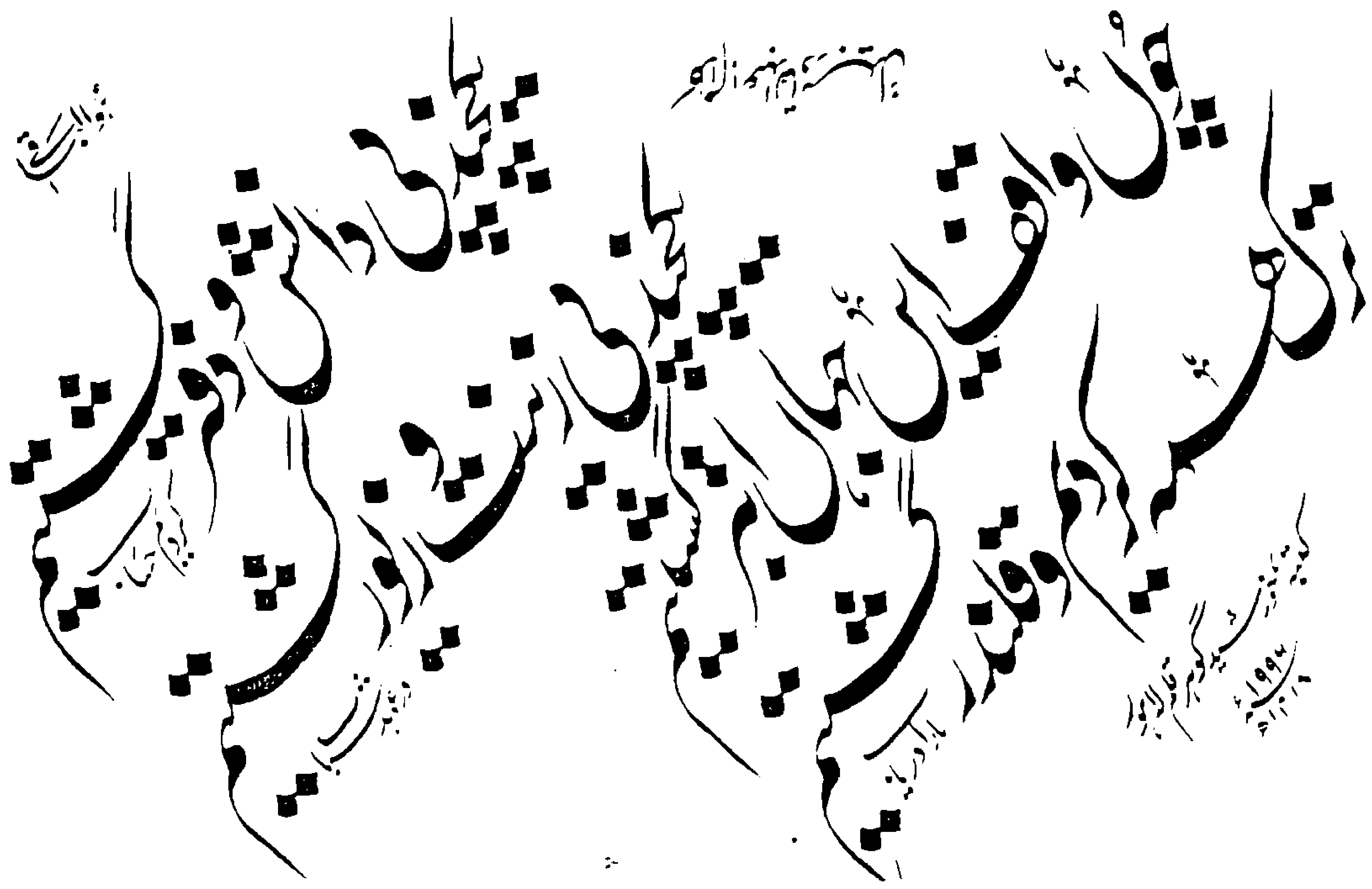

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پروفیسر علامہ محمد نور بخش توکلی

صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی

☆☆

ولادت باسعادت:

فخر اہل سنت علامہ محمد نور بخش توکلی ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۷۷ء میں بمقام کوچک ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ [۱]

تحصیل علم:

آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدارس میں حاصل کی، پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخل ہوئے، جہاں سے ایم۔ اے عربی میں امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوئے۔

ذریعہ معاش:

ذریعہ معاش کے لیے آپ نے تعلیم وتدریس کا شعبہ اختیار کیا، ۱۸۹۳ء میں ہندو محمڈن اسکول، انبالہ چھاؤنی میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ [۲]

۱۸۹۶ء میں میونسپل بورڈ کالج، امرتسر میں پروفیسر مقرر ہوئے، بعد ازاں لاہور تشریف لائے اور ایک عرصہ تک دار العلوم نعمانیہ، لاہور کے ناظم تعلیمات اور انجمن نعمانیہ کے ماہوار رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔ انہی ایام میں گورنمنٹ کالج، لاہور کے شعبۂ عربی کے پروفیسر بھی رہے کچھ مدت کے بعد کالج سے مستعفی ہوگئے۔ [۳]

ریٹائر ہونے کے بعد آپ نے چک قاضیاں میں اپنے پیرومرشد کے نام کی مناسبت سے "مدرسہ اسلامیہ توکلیہ" قایم کیا جس سے کثیر طلباء مستفید ہوئے۔ [۴]

علوم دینیہ کی تحصیل:

علوم دینیہ سے والہانہ محبت کا عالم یہ تھا کہ میونسپل بورڈ کالج کے پروفیسر ہونے کے باوجود ۱۸۹۶ء میں مولانا مفتی غلام رسول قاسمی امرتسری (م۔ ۱۹۰۲ء) المعروف ''رُسل بابا'' کے حلقہء درس میں شامل ہوتے اور دینی طلبا کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ کر تفسیر وحدیث اور فقہ کا درس لیتے۔[۵] ان سے علوم دینیہ کی تکمیل کر کے فاضل اجل بن کر آسمان علم پر آفتاب ومہتاب بن کر چمکے۔[۶]

بیعت وخلافت:

۱۸۹۷ء میں تدریسی خدمات کے سلسلے میں ہندو محمڈن اسکول، انبالہ چھاؤنی میں آپ کی بحیثیت ہیڈ ماسٹر تعیناتی ہوئی، وہاں سلسلہء عالیہ نقشبندیہ کے معروف شیخ طریقت سائیں توکل شاہ انبالوی علیہ الرحمۃ کی صحبت پُر تاثیر میں اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملا۔ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب لکھتے ہیں:

> ''آپ کے والد گرامی جہاں خیلاں شریف کے ارادت مند تھے بدیں وجہ آپ کو بچپن سے بزرگان دین کی ارادت وعقیدت کی دولت ملی، اپنے اسکول میں اپنی خداداد ذہانت، محنت اور شریف النفسی کی وجہ سے مقبول تھے۔ اساتذہ شفقت فرماتے، ہم سبق احترام کرتے، قصبہ کے معززین ناصیۂ بخت سے آثار کمال کی جھلک پاتے تھے''[۷]

دریں اثناء آپ حضرت سائیں توکّل شاہ انبالوی علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء) کے دست اقدس پر بیعت ہوے اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوے۔[۸] اسی نسبت کے باعث اپنے نام کے ساتھ توکلی لکھا کرتے تھے۔ علامہ نور بخش صاحب جب حضرت سائیں توکل شاہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ:

> ''آپ کے والد کس حلقہء طریقت سے وابستہ ہیں؟''

علامہ صاحب نے جب یہ بتایا کہ ''حضرت جہاں خیلاں شریف کے عقیدت مند ہیں'' تو شاہ صاحب نے فرمایا:

''آجاؤ! پھر تو تمہارا اپنا گھر ہے''

اس طرح انوار و فیضان کے دروازے کھل گئے۔ [9]

حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی ثم لدھیانوی سے سلسلہ عالیہ صابریہ میں فیض یاب ہوئے۔[10] حضرت مولانا مشتاق احمد علیہ الرحمۃ جلیل القدر عالم دین اور مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ کی وجہ سے سلسلہ عالیہ صابریہ کے علمی و روحانی کمالات مخلوق خدا تک بڑی عمدگی سے پہنچے۔[11]

ایک ناقابل فراموش دینی خدمت:

یوں تو ساری زندگی دین کی خدمت کرتے ہوئے گزری آپ کی دیگر دینی خدمات میں سے ایک اہم ترین خدمت یہ ہے کہ ۱۲؍ربیع الاول شریف کو عام طور سے ''بارہ وفات'' کہا جاتا تھا۔ انھوں نے غلط الرائج اصطلاح کو ''عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے نام سے تبدیل کروایا۔ یہ علامہ توکلی صاحب کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ گورنمنٹ گزٹ میں ''عید میلاد النبی'' کا نام منظور کرایا اور اس مقدس دن کی عام تعطیل منظور کرائی۔[12]

بحمدہٖ تعالیٰ آج ''عید میلاد النبی'' کا نام بچے بچے کی زبان کی زینت ہے، اور آج یہ مبارک دن ''جشن عید میلاد النبی'' کے نام سے ہر طرف روح پرور نظارے دے رہا ہے۔ جب تک جشن عید میلاد النبی منایا جاتا رہے گا اس دینی خدمت کا ثواب یقیناً اُن کی روح کو پہنچتا رہے گا۔

تقریری خدمات:

امرتسر سے لاہور تشریف آوری پر جہاں آپ دیگر خدمات سرانجام دیتے رہے وہاں آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت کی گراں قدر خدمات انجام دیں اور آپ کے فیوض و برکات بڑی فراوانی سے پھیلے۔ لاہور میں ملازمت کے دوران آپ ہمیشہ دینی اور مجلسی زندگی میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے، اہل سنت کے مشاہیر آپ سے ہر دینی اور علمی کام میں مشورہ لیتے ہر دینی جلسہ میں آپ کی تقاریر ہوتی تھیں۔ آپ نے اپنی دینی تبلیغ سے عوام الناس کے اذہان و فکر کو اسلامی رنگ بخشا۔[13]

تحریری خدمات:

ان کی تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع اور علوم دینیہ پر بہت گہری نظر تھی۔ آپ کی جملہ تصانیف سے نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والہانہ محبت کا پتا چلتا ہے بلکہ پڑھنے والے کا ایمان بھی تازہ ہوجاتا ہے۔ حضرت علامہ توکلی تصنیف و تالیف کی ضرورت، اہمیت اور افادیت سے پوری طرح باخبر تھے اسی لیے انھوں نے اس طرف خصوصی توجہ فرمائی، اور اس میدان میں خاصا کام کیا۔ قدرت نے انھیں وسیع معلومات، قوت استدلال اور عام فہم انداز تحریر کا ملکہ عطا فرمایا تھا اس دعوے پر ان کی تمام تصانیف شاہد ہیں۔

انجمن نعمانیہ لاہور کے ماہوار رسالہ میں اکثر و بیشتر آپ کے پرمغز مضامین اور فتاویٰ شائع ہوتے تھے۔[۱۴] آپ کے لاتعداد علمی اور اعتقادی مضامین اخبار ’’الفقیہ‘‘ امرتسر میں شائع ہوئے۔[۱۵]

سیرت رسول عربی کا اعزاز و امتیاز:

یوں تو آپ کی تصانیف ہر خاص و عام میں مقبول ہوچکی ہیں لیکن ’’سیرت رسولِ عربی‘‘ کا اعزاز و امتیاز یہ ہے کہ یہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی شرف قبولیت پا چکی ہے۔ تاج کمپنی، لاہور کے زیر اہتمام ۱۳۷۶ھ/ جنوری ۱۹۵۷ء میں شائع ہونے والے تیسرے ایڈیشن کے دیباچہ میں چوہدری محمد سلیمان نوری توکلی لکھتے ہیں:

> ’’محترمی مفتی عبدالحمید صاحب نقشبندی مجددی لدھیانوی جو ایک عابد و صالح بزرگ ہستی ہیں، سال ۱۹۴۸ء میں ملتان شریف میں رہائش رکھتے تھے، نے بندہ کو ایک چٹھی بدیں مضمون تحریر فرمائی جبکہ حضرت صاحب توکلی کے انتقال کو تقریباً ایک ماہ گزر چکا تھا:
>
> ’’ایک رات خواب میں میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا ایک خوبصورت معطر باغ میں ایک سنہری تخت پر جلوہ افروز ہیں، میں نے دریافت کیا کہ مولانا صاحب یہ سرفرازی کیسے نصیب ہوئی؟ فرمانے لگے مفتی صاحب یہ انعام ’’سیرت رسول عربی‘‘ کی وجہ سے نصیب ہوا ہے‘‘[۱۶]

’’سیرت رسولِ عربی‘‘ کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ

حرف آغاز میں تحریر فرماتے ہیں:

> "اس پر آشوب زمانہ میں ملک ہند میں کئی فتنے برپا ہیں جو سب کے سب صراط مستقیم یعنی مسلک اہل سنت و جماعت سے منحرف ہیں۔ اردو میں سیرت پر جو چند کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں شاید ہی کوئی بہ ہمہ وجوہ اہل سنت والجماعت کے معیار پر پوری اترے۔ فقیر نے بتوفیق الٰہی اس کتاب میں مسلک اہل سنت کی پابندی کا پورا التزام رکھا ہے اور مستند اور معتبر روایات مع حوالہ درج کی ہیں"[۱۷]

معاصرین سے روابط:

مولانا نور بخش توکلی علیہ الرحمۃ عالم دین ہونے کے باوجود بڑے بلند پایہ صوفی اور ولی کامل بھی تھے۔ صاحبِ کمالات ظاہریہ و باطنیہ ہونے کے باوجود نہایت سادہ مزاج انسان تھے۔ دیکھنے والے یہ محسوس نہ کر سکتے تھے کہ یہ سادہ لباس انسان اتنا بڑا عالم دین، شیخ طریقت اور پروفیسر ہے۔ علماء و مشائخ وقت آپ کا بے حد احترام کرتے، آپ خود بھی اہلِ علم سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

☆......علامہ اصغر علی روحی، لاہور

☆......مولانا محمد شریف، کوٹلی لوہاراں

☆......حضرت پیر عبدالغفار شاہ

☆......حضرت پیر سید جماعت شاہ، علی پور شریف

☆......حضرت مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری

☆......حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری

رحمہم اللہ سے آپ کے گہرے مراسم تھے اور یہ سارے بزرگانِ اہلِ سنت آپ کی قابلیت اور فضیلت کے معترف تھے۔

وصال:

قیام پاکستان کے بعد آپ لائل پور (حال فیصل آباد) میں قیام پذیر ہوگئے اور یہاں بھی سلسلہ

تصنیف کو جاری رکھا۔ زندگی کے آخری ایام میں قرآن پاک کی تفسیر کے تقریباً چار سو صفحات لکھ چکے تھے کہ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ/ ۲۴/ مارچ ۱۹۴۸ء کو واصل بحق ہو گئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو نور شاہ ولی علیہ الرحمۃ کے مزار کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

چوہدری محمد سلیمان بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی لائل پور نے آپ کا خوبصورت مقبرہ تعمیر کرا کے زائرین کے لیے بڑی سہولت پیدا کر دی ہے۔[۱۸]

آثار علمیہ:

☆ ...... قرآنیات

۱ ...... اعجاز القرآن
۲ ...... مقدمہ تفسیر القرآن
۳ ...... تفسیر سورہ فاتحہ و بقرہ

☆ ...... سیرت و سوانح

۱ ...... سیرت رسول عربی (ﷺ)
۲ ...... عید میلاد النبی (ﷺ)
۳ ...... حلیۃ النبی (ﷺ)
۴ ...... معجزات النبی (ﷺ)
۵ ...... غزوات النبی (ﷺ)
۶ ...... سیرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۷ ...... تذکرہ مشائخ نقشبند
۸ ...... امام بخاری شافعی علیہ الرحمۃ

☆ ...... عقائد و نظریات

۱ ...... عقائد اہل سنت و جماعت
۲ ...... کتاب البرزخ
۳ ...... رسالہ نور

☆......تحقیقی جائزہ

۱......تحفہ شیعہ

۲......افضل المقال فی رد علی الرافضی القتال

۳......اقوال الصحیحہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ

☆......تراجم

۱......الرسالۃ الجلیلہ

۲......تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام

☆......حواشی

۱......التحفۃ الابراہیمیہ فی اعناء اللحیہ

☆......شروح

۱......قصیدہ بردہ شریف (عربی)

۲......قصیدہ بردہ شریف (اردو)

۳......مولود برزنجی

۴......ہدیہ یوسفیہ

☆......☆......☆

حواشی

۱......محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۵۵۹، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۲......اقبال احمد فاروقی، علامہ: تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور، ص ۲۹۴، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

۳......محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۵۵۹، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۴......غلام مہر علی، علامہ: الیواقیت المہریہ، ص ۱۴۶، مطبوعہ ۱۹۶۴ء

۵......محمد عبدالحکیم شرف قادری، علامہ: کلمہ آغاز ''سیرت رسولِ عربی'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۶......اقبال احمد فاروقی، علامہ: تعارف مصنف ''سیرت غوثِ اعظم''، ص ۸، مطبوعہ لاہور

۷......تعارف مصنف ''سیرت غوثِ اعظم''، ص ۷

۸......تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۵۵۹

۹......تعارف مصنف ''سیرت غوثِ اعظم''، ص ۷۔۸

۱۰......کلمہ آغاز ''سیرت رسولِ عربی''

۱۱......تعارف مصنف ''سیرت غوثِ اعظم''، ص ۸

۱۲......تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور، ص ۲۹۸

۱۳......تعارف مصنف ''سیرت غوثِ اعظم''، ص ۹

۱۴......کلمہ آغاز ''سیرت رسولِ عربی''

۱۵......تعارف مصنف ''سیرت غوثِ اعظم''، ص ۱۱

نوٹ: ان رسائل کی فائلوں سے علامہ توکلی علیہ الرحمۃ کے نادر روزگار علمی شہ پاروں کو عنوانات کے تحت مجموعہ کیا جاسکتا ہے: مقالات توکلی، فتاوٰی توکلی...... (طاہر)

۱۶......مقدمہ ''سیرت رسولِ عربی'' ص ۷، طبع سوم، تاج کمپنی، لاہور ۱۹۵۷ء

۱۷......محمد نور بخش توکلی، علامہ: ''سیرت رسولِ عربی'' ص ۳، مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور ۱۹۵۷ء

۱۸......اقبال احمد فاروقی، علامہ: تعارف مصنف ''سیرت غوثِ اعظم''، ص ۱۱

☆......☆......☆

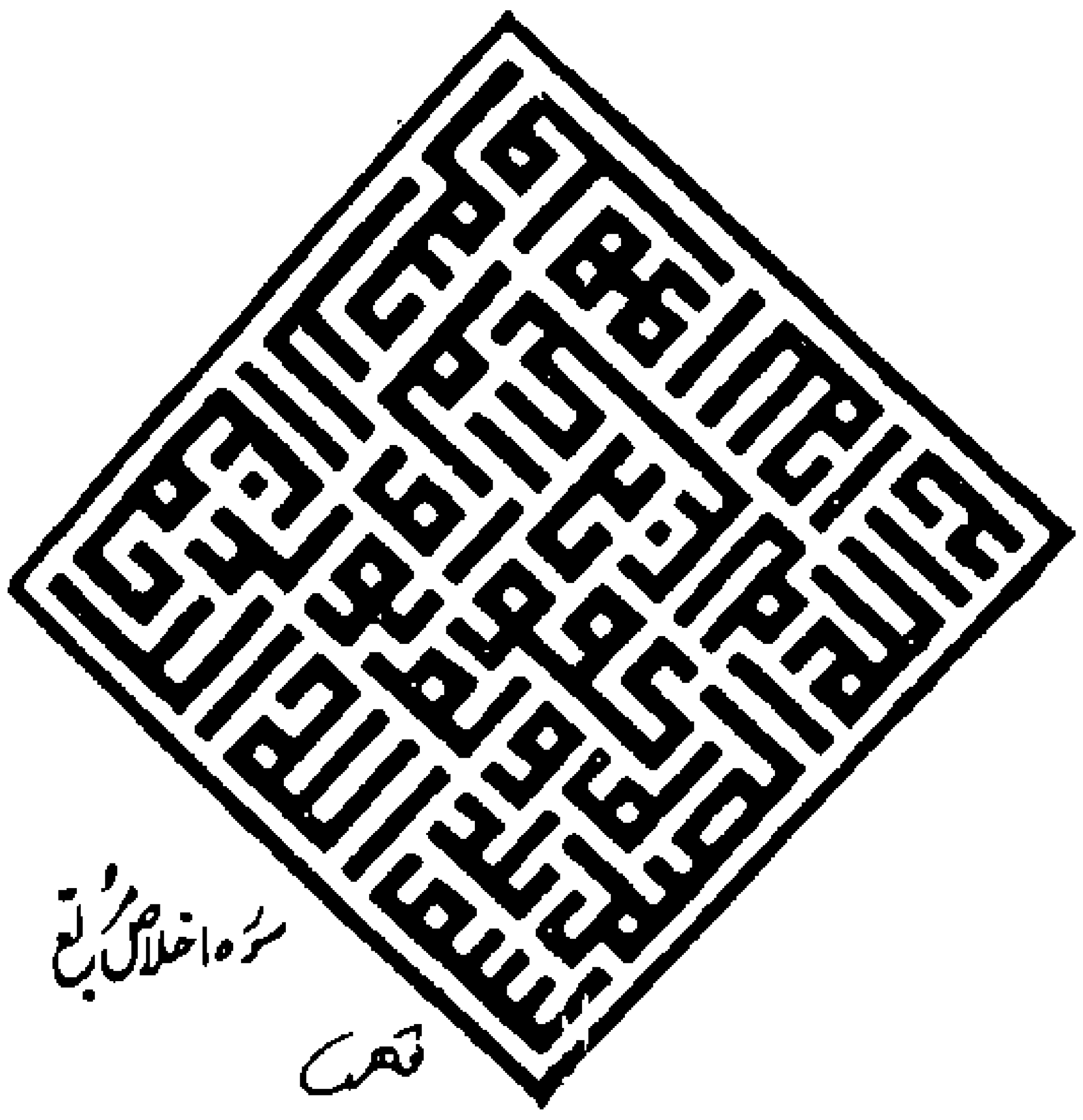

سورہ اخلاص مربع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا سید محمد حبیب اللہ نقشبندی توکلی

(۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء)

پروفیسر سید محمد کبیر احمد مظہر
(شعبۂ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

☆☆

یہ جنوری ۱۸۹۵ء اور رجب ۱۳۱۲ھ کے مبارک مہینے کی کوئی رات تھی جب سید عطا محمد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی، آپ اپنی گود میں ایک بچے کو اٹھائے ہوئے تھے جو بشکل آفتاب تھا اور اس کی شعاعیں تمام جہان کو منور کر رہی تھیں۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بچہ حضرت سید عطا محمد کی گود میں ڈال دیا اور فرمایا:

”یہ میرا بیٹا ہے مگر میں اسے تمہیں دیتا ہوں“

اس بچے نے اس جہان آب و گل میں ۱۲/ رجب ۱۳۱۲ھ مطابق ۹/ جنوری ۱۸۹۵ء بروز بدھ ظہر کے وقت قدم رکھا اور اپنے دادا جان حضرت تھے شاہ صاحب سے محمد حبیب اللہ نام پایا۔ آپ کو بچپن ہی سے تعلیم کا انتہائی شوق تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپریل ۱۹۰۵ء میں لوئر مڈل اسکول بلہڑ وال سے مکمل کی اور یہاں سے چھٹی جماعت پاس کی پھر اسپیشل جونیئر کلاس میں اینگلو ورنیکلر چرچ مشن اسکول مجیٹھہ میں داخلہ لیا اور اپریل ۱۹۰۸ء میں مڈل پاس کر کے یہیں بطور ان ٹرینڈ ٹیچر ملازم ہوگئے۔ چار سال ملازمت کر کے رقم جمع کی، پھر اپریل ۱۹۱۲ء میں ایم اے او ہائی اسکول امرتسر میں ہائی کلاسز کی تعلیم میں داخل ہوگئے اور یہاں سے ۱۹۱۴ء میں اعلیٰ نمبروں سے میٹرک پاس کیا۔

ازاں بعد پھر چرچ مشن ہائی اسکول مجیٹھہ میں بطور مدرس ملازم ہوگئے تاکہ مزید تعلیم کے لیے کچھ رقم جمع ہو جائے چنانچہ ۱۹۱۶ء میں ایف۔ اے کا امتحان پرائیویٹ طور پر امتیازی نمبروں سے پاس کیا، اس

میں تاریخ یورپ آپ کا خاص مضمون تھا۔ اسی سال گورنمنٹ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں داخل ہو گئے تاکہ تدریس کے پیشہ ورانہ امتحان J.A.V کی تیاری کرسکیں۔ ۱۹۱۷ء میں یہ امتحان امتیاز سے پاس کر کے مئی ۱۹۱۷ء کو سی۔ ایم زمیندارہ ہائی اسکول گجرات میں بطور انگریزی کے استاد ملازم ہو گئے اور بی۔ اے کی تیاری کے لیے کتب خرید کرلیں۔ مگر آپ کے پیشوائے پاک حضرت خواجہ محبوب عالم سیدوی علیہ الرحمۃ نے روک دیا اور ارشاد فرمایا:

> ''ہمارے لیے فی الحال اتنی ہی پڑھائی کافی ہے جو آپ پہلے کر چکے ہیں اور تعلیم باطنی کے اسباق شروع کر دیے''

چونڈہ دیوی امرتسر کے رہنے والے آپ کے ایک بزرگ عزیز رشتہ دار جناب برکت علی قریشی مقیم گمٹالہ نے، گمٹالہ پیغام بھیجا کہ یہاں ایک بزرگ تشریف لائے ہیں آپ بھی بہر زیارت آجایئے۔ ان دنوں گمٹالہ کی کھوئی (چھوٹا کنواں) میں ایک خوبصورت پتھر دریافت ہوا تھا جس پر قدرتی رنگوں میں اسم ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم واضح طور پر کندہ تھا اور لوگ اس کی زیارت کے لیے اس کھوئی سے بطور تبرک پانی لینے کے لیے گمٹالہ کی طرف دھڑا دھڑ جا رہے تھے۔ گمٹالہ مجیٹھہ سے چند میل کے فاصلے پر تھا۔ چنانچہ آپ ایک برتن لے کر اور اپنی بڑی ہمشیرہ حضرت زینب بی بی سے جو گھر کی منتظم تھیں، پانی لانے کی اجازت لے کر گمٹالہ پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ بزرگ چونڈہ دیوی چلے گئے ہیں۔ آپ بھی وہاں سے چونڈہ دیوی پہنچ گئے، حضرت میاں غلام علی (بابا رتی داڑھی والے) کی حویلی میں ایک چبوترے پر نماز عصر باجماعت پڑھی جا رہی تھی۔ آپ بھی پانی والا برتن ایک طرف رکھ کے نماز کی دوسری رکعت میں شامل جماعت ہو گئے۔ نماز ختم ہوئی تو جناب امام صاحب کی صورت دیکھ کر حیران رہ گئے، عین بعین وہی صورت تھی جسے کچھ روز پہلے آپ نے خواب میں دیکھا تھا اور بیعت ہوئے تھے۔ دوسری طرف حضرت امام صاحب نے آپ کو اپنے قریب کر کے محبت سے ارشاد فرمایا:

> ''مولوی صاحب! آپ کو پیر کی تلاش ہے یہیں بیعت ہو جایئے''

چنانچہ نماز مغرب بھی ان کے پیچھے پڑھ کے اور ان سے اجازت لے کے آپ مجیٹھہ واپس آگئے۔ اگلے دن پھر آپ چونڈہ پہنچ گئے۔ میاں غلام علی قریشی بیعت ہوئے اور انھوں نے آپ سے بھی اصرار کیا اور کہا:

''مولوی صاحب آپ کو پیر کی تلاش ہے یہیں بیعت ہو جایئے''

مگر اس کی اس بات کا جواب آپ کی بجائے اس بزرگ ہستی نے خود دیا:

''مولوی صاحب بیعت ہو چکے ہیں''

اور پھر آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''مولوی صاحب! وہ خواب والی بیعت درست ہے، نئی بیعت کی ضرورت نہیں''

یہ تھے موضع سیدا شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پنجاب کے مشہور نقشبندی بزرگ ابوالوقت حضرت خواجہ محبوب عالم توکلی سیدی علیہ الرحمۃ۔ چنانچہ تمام دن خدمت میں رہ کر نماز مغرب کے بعد رخصت ہونے کی اجازت لی اور عرض کیا ''حضور! مجیٹھ تشریف لایئے'' آپ نے قبول فرمایا۔ رات مجیٹھ گھر واپس آئے اور تمام احوال اپنی ہمشیرہ صاحبہ کو بتائے۔ اگلے دن حضرت خواجہ صاحب مجیٹھ تشریف لے آئے۔ اور مشہور ہو گیا کہ مولوی حبیب اللہ صاحب بیعت ہو گئے ہیں اور ان کے شیخ طریقت تشریف لائے ہیں چنانچہ آپ کی برادری کے اور کثیر دوسرے لوگ جو اس انتظار میں تھے کہ جہاں مولوی صاحب بیعت ہوں گے وہیں وہ بھی بیعت ہوں گے گروہ در گروہ جلد آ پہنچے اور حضرت خواجہ صاحب سے بیعت ہوئے۔

آپ نے عربی زبان و ادب، قرآن، حدیث، اصول اور جدل و مناظرہ کی تعلیم حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری سے پائی اور آپ کا ان کے ساتھ یہ رابطہ ان کی وفات ۱۹۴۴ء تک بہت گہرا رہا۔ حدیث نبوی میں صحاح ستہ کی مرویات کی سند آپ نے صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی جو حضرت صدر الافاضل کے اپنے ہاتھ کی تحریر کی صورت میں حضرت قطب الارشاد کے کتب خانے میں موجود ہے۔

اپنے دادا جان کی وصیت کی تعمیل میں آپ نے خاندانی وراثت فقر کو قایم رکھنے کے لیے جس ہستی مبارک کا دامن پکڑا وہ کمال ولایت اور دنیائے فقر میں یگانہ روزگار تھی۔ یعنی ابو الہاشم خواجہ محمد مصطفیٰ محبوب عالم نقشبندی مجددی توکلی سیدوی قدس سرہ (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۱۷ء) آپ نے متواتر گیارہ سال شب و روز حضرت خواجہ توکل شاہ صاحب انبالوی (م۔ ۱۸۹۷ء) کی خدمت میں رہ کر سلوک مجددی اور مقامات عالیہ کو حاصل کیا۔ پھر بغداد شریف میں چند سال بسر کیے اور وہاں کے مشائخ سے سلسلہ شاذلیہ اور

دیگر سلاسل کی اجازات پائیں۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر دو سال معتکف رہے اور فیوضات کثیرہ حاصل کرنے کے علاوہ آپ کی نیابت کی دولت حاصل کی۔ دریائے دجلہ کے کنارے پانی میں کھڑے ہوکر الامام احمد بن علی البونی (م۔ ۶۲۲ھ) کی فن عملیات پر شہرہ آفاق کتاب "شمس المعارف الکبریٰ ولطائف العوارف" کے تمام عملیات پر دسترس کے لیے چلے اور مجاہدے کیے۔ مزید برآں یہ کہ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی علیہ الرحمۃ کے علاوہ دیگر سلاسل کے اکابر سے بھی نسبتیں حاصل کیں یہاں تک کہ اپنے زمانہ میں علم وعمل اور فقر وولایت کا نسخہ جامعہ اور نمونہ نادرہ بن گئے تھے۔

حضرت قطب الارشاد آپ سے اگست ۱۹۱۳ء میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ میں بیعت ہوئے اور آپ کی وفات جولائی ۱۹۱۷ء تک کامل چار سال تک صحبت اٹھائی۔ سلوک کو مکمل کیا اور قریباً دو سال بعد ۱۹۱۵ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ اس طرح کہ حضرت محبوب کے حبیب بن گئے۔ حضرت خواجہ صاحب جب بھی آپ کا ذکر فرماتے تو خوشی سے کہتے "ہمارے مولوی صاحب کی یہ بات، ہمارے مولوی صاحب کی وہ بات" آپ سیدا شریف حاضر ہوتے تو حضرت خواجہ صاحب پر خوشی کا عالم طاری ہوجاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ کو سالانہ شریف کی تاریخ میں غلطی لگ گئی (مغالطہ ہوا) اور ایک دن تاخیر سے پہنچے۔ اس وقت عرس شریف ہوچکا تھا اور حضرت خواجہ صاحب اہل طریقت کو رخصت کر رہے تھے جب آپ کو دیکھا اور تاخیر کی وجہ معلوم ہوئی تو رخصت یافتہ تمام لوگوں کو روک لیا اور فرمایا "ہمارے مولوی صاحب آگئے ہیں، اب عرس پھر ہوگا" حضرت خواجہ آپ کے لیے کھانے کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور عام لنگر کی بجائے گھر سے پھلکے پکواتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب کی بڑی صاحبزادی سیدہ صالحہ بی بی نے بیان کیا "ایک دفعہ ہمارے جی صاحب (وہ اپنے والد صاحب کو جی صاحب کہتی تھیں)۔۔۔ تیز تیز چلتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے، والدہ سو رہی تھیں ان کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور مجھے فرمایا "صالحہ بی بی جلدی کر، میں آٹا گوندھ دیتا ہوں اور تو پھلکے پکا دے، ہمارے مولوی صاحب گجرات والے آئے ہیں، وہ موٹی روٹی نہیں کھاتے" میری عمر گیارہ سال تھی میں بڑی حیران ہوئی کہ کسی مرید کے لیے آپ اتنا اہتمام نہیں کرتے یہاں تک کہ جرنیل صاحب (حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ خاص) بھی لنگر ہی کا کھانا کھاتے ہیں پھر مولوی صاحب گجرات والے کون ہیں جن کے لیے جی صاحب اس قدر اظہار محبت کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکا دیں تو جی صاحب انھیں

چھابی میں رکھ کر باہر لے گئے۔

دوسری جانب حضرت قطب الارشاد نے حضرت خواجہ صاحب کو پیشوا بھی سمجھا اور باپ دادا بھی۔ چنانچہ یکم تاریخ کو تنخواہ موصول ہوتی تو سیدا شریف حاضر ہو کر پورا بٹوا پیش کر دیتے۔ پھر جتنی رقم حضرت خواجہ صاحب چاہتے رکھ لیتے اور جتنی رقم چاہتے واپس کر دیتے۔

حضرت خواجہ صاحب نے آپ کو سلوک کی تکمیل کے علاوہ عملیات میں سے سورۃ الشمس، سورہ جن اور سورہ مزمل باموکل کے تین چلے اپنی نگرانی میں کروائے اور فرمایا ''مولوی صاحب! ہتھیار پاس ہونا چاہیے کسی وقت ضرورت پڑ جاتی ہے''۔

حضرت خواجہ صاحب کے وصال کے بعد دردمجبوری میں حضرت قطب الارشاد جہاں حضرت قاضی صاحب اعوان شریف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے نسبت سہروردی و قادری وصول کی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے پاس بھی حاضر ہوئے، انھوں نے اپنی نسبت چشتیہ پیش کی اور ساتھ ہی فرمایا:

> ''مولوی صاحب! میں حاضر اور گزشتہ تمام ارواح بزرگان کو آپ کی طرف متوجہ دیکھتا ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ قطبیت عالم کا تاج آپ کو عنایت ہوگا''

حضرت پیر مہر علی شاہ کا یہ ارشاد حرف بحرف درست ثابت ہوا اور تمام اکابر کی نسبتوں نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ ۱۹۳۵ء میں آپ منصب قیومیت سے سرفراز ہوئے جس کی بشارت حضرت خواجہ سیدوی صاحب نے پہلے سے دے رکھی تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات میں اور رسالہ مبداء و معاد میں قیوم اور قطب ارشاد کے بارے میں ابحاث فرمائی ہیں جنہیں مزید تشریح کے ساتھ حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوبات میں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے اپنے مکتوبات میں بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ نے زبدۃ المقامات میں، خواجہ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرات القدس میں، خواجہ محمد احسان رحمۃ اللہ علیہ نے روضۃ القیومیہ میں اور ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۶۔۲/۵۶۰ میں بیان کیا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت قطب الاشاد کے دوستانہ تعلقات

(۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۳ء) رہے اور قطب الارشاد جب بھی برائے ملاقات گولڑہ جاتے تھے حضرت قبلہ پیر صاحب کو بذریعہ کشف پہلے اطلاع ہو جاتی تھی اور آپ اپنے آدمی برائے استقبال گولڑہ اسٹیشن پر بھیج دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت قطب الارشاد گولڑہ شریف پہنچ گئے اور حضرت قبلہ پیر صاحب کو بوجہ سماع خانہ میں ہونے کے اطلاع نہ مل سکی۔ چنانچہ حضرت قطب الارشاد سماع خانہ کے باہر انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں سماع خانہ کے سازندوں کے تار ٹوٹ گئے اور باوجود کوشش کے جلد مرمت نہ ہو سکے اس دوران حضرت قبلہ پیر صاحب سے حال کی کیفیت بھی اتر چکی تھی آپ نے فرمایا۔ ارے سازندو! یہ تمہارے ساز درست نہیں ہوں گے باہر ایک نقشبندی بزرگ کھڑے ہیں اور جلدی سے باہر نکل کر آپ سے بغل گیر ہو گئے۔ حضرت قطب الارشاد نے عرض کیا حضور گستاخی کی معذرت چاہتا ہوں واپسی کی ٹرین میں تھوڑا وقت رہ گیا تھا اور بغیر ملاقات کیے واپس جانا مناسب نہ تھا لہٰذا یہ جرأت کرنا پڑی۔

حضرت قطب الارشاد نے اپنے پیشوائے پاک کی وفات کے بعد ۱۹۱۷ء سے اپنی وفات ۱۹۶۱ء تک ۴۴ سال تک پورے برصغیر اور اس سے باہر اسلامی دنیا کو اپنے فیض رشد و ہدایت سے بھرپور انداز سے سیراب کیا اور بقول حفیظ جالندھری:

یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

سبحان اللہ! یہ عجیب کرامت ہے کہ حضرت قطب الارشاد کی وفات ۱۹۶۱ء کو آج ۳۲ (اب ۴۵ برس ہو گئے) برس ہو گئے لیکن آپ سے عالی مقامات تک سلوک طے کرنے والے اور فیض پانے والے ابھی تک پشاور سے کراچی تک پورے بھارت اور عرب دنیا میں موجود ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری مثال حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی علیہ الرحمۃ کی ہے جیسے آپ سے سرچشمہ فیض جاری ہوا ہے ویسے ہی میرا فیضان بھی دنیا کو گھیرے رکھے گا اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

> ”مجھے بشارت دی گئی ہے کہ میرے روضہ پر خلقت کا ہجوم اسی طرح کثرت کے ساتھ ہوا کرے گا جس طرح حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے روضہ پر ہوتا ہے“

حضرت قطب الارشاد کے جملہ فضائل و کمالات ولایت کا احصار ان چند صفحات میں ممکن نہیں ہے البتہ اس ضمن میں چند واقعات درج ذیل ہیں۔

ا......آپ چوتھی جماعت میں پڑھتے تھے اور رشتہ کے تایا جی عمر دین کے گھر جعفر کوٹ میں رہتے تھے۔ گرمیوں کا موسم تھا تمام لوگ کوٹھے پر سوئے ہوئے تھے اور آپ نیچے بتی کی روشنی میں پڑھائی کر رہے تھے۔ آدھی رات کو کسی کام سے میاں عمر دین کوٹھے سے اتر کر نیچے آئے تو دیکھا کہ آپ کے جسم کے اعضاء الگ الگ ہو کر بکھرے پڑے ہیں ڈر کر چیخ ماری اور کوٹھے پر واپس ۔ گئے گھر والوں کو اٹھا کر لائے کہ حبیب اللہ قتل ہو گیا ہے۔ لیکن جونہی اہل خانہ نیچے آپ تک پہنچے میاں عمر دین صاحب نے دیکھا کہ آپ ٹھیک ٹھاک کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ چنانچہ میاں عمر دین کی بات پر کسی نے توجہ نہ دی۔ انھوں نے الگ ہو کر پوچھا حبیب اللہ! یہ کیا ماجرا ہے تو فرمایا تایا جی خاموش رہیں یہ رازِ الٰہی ہے۔

٢......اسی طرح آپ چھٹی جماعت میں پڑھتے تھے اور ایک دن دوپہر کے وقت بیرونی بیٹھک میں سو گئے آپ کے رشتہ کے دوسرے تایا سید محمد ابراہیم پاس تھے۔ وہ مسجد میں نماز ظہر ادا کرنے جانے لگے تو باہر سے دروازہ کو کنڈی لگا دی تاکہ کوئی شخص آپ کو بیدار نہ کر دے اور آرام میں مخل نہ ہو۔ جب واپس آئے دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ جسم کے اعضاء بکھرے پڑے تھے۔ وہ بھی ڈر کر بھاگے اور شور مچا دیا کہ حبیب اللہ قتل ہو گیا جب چند عزیز اکٹھے ہو کر آئے، آپ ٹھیک ٹھاک کھڑے مسکرا رہے تھے۔ وہ عزیز واپس ہو گئے تو جناب محمد ابراہیم نے پوچھا حبیب اللہ! یہ کیا واقعہ تھا۔ تو آپ نے کہا "تایا جی چپ رہیں یہ رازِ الٰہی ہے"۔

ان واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ مادرزاد ولی تھے اور لوگوں میں آپ کا احترام بچپن ہی سے اس انداز کیا جاتا تھا۔

٣......دسمبر ١٩٤٢ء کا واقعہ ہے کہ کوٹلی مولہ نارووال میں جناب محمد شاہ ولد سید محمد ابراہیم جعفر کوٹی کی بیٹی زہرہ بی بی کی شادی تھی۔ حضرت قطب الارشاد اس موقعہ پر وہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے سگے پھوپھا حاجی نور احمد نہایت متقی و پرہیز گار قسم کے طویل القامت ــــ آدمی تھے اور اولیاء کرام کے فیضان توجہ کے قائل نہ تھے۔ البتہ وہ حضرت قطب الارشاد کا ادب بوجہ آپ کے عالم دین اور متقی ہونے کے بہت کرتے تھے اور آپ کے سامنے ہمیشہ نیچے بیٹھا کرتے تھے۔ انہی ایام میں ایک دن آپ کے حضور کسی نے اولیاء کرام کی تاثیر توجہ کے بارے میں بات شروع کر دی اور چند ایک واقعات اس ضمن میں سنا دیے۔ حاجی نور احمد صاحب نے انکار کیا کہ یہ توجہ وغیرہ کوئی چیز نہیں لوگوں کا وہم ہے۔ بالآخر معاملہ آپ تک پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا "میاں جی توجہ ہوتی ہے" مگر انھوں نے پے در پے دو تین بار انکار کیا۔ آخر آپ کو جوش

آ گیا اور فرمایا ''اچھا دوزانو ہو جائیں اور دیکھیں'' ازاں بعد آپ نے لمحہ بھر کے لیے توجہ دی۔ حاجی صاحب پھڑک کر دور جا گرے اور سینے کے درمیان انگلی بھر سوراخ ہو گیا خون ابلنے لگا اور بے ہوش گئے۔ حضرت قطب الارشاد نے عزیزوں سے فرمایا۔ بس ان کو اب لے جاؤ گاؤں میں شور نہ مچ جائے کہیں لوگ جادو کا افسانہ نہ تراش لیں۔ پھر فرمایا تین دن یونہی رہیں گے پھر فوت ہو جائیں گے، ان کی نماز جنازہ میں خود پڑھاؤں گا۔ پھر آپ گجرات تشریف لے گئے تیسرے دن حاجی نور احمد فوت ہو گئے آدمی گجرات بھیجا گیا لیکن آپ پہلے اسکول سے چھٹی لے کر آ گئے۔ نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا ''بڑا نور برس رہا تھا'' یہ تھا آپ کا زور ولایت۔

حضرت قطب الارشاد کے بارے میں حضرت مولانا بشیر حسین شاہ خلیفہ خاص حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

> ''حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا دفتر آپ کے گھر میں ہے اور کثیر ارواح طیبہ کی ہر وقت آمد آپ کے ہاں رہتی ہے آپ کوئی پہلی دوسری صدی کی مبارک روح ہیں جو ہم غریبوں کے لیے اس زمانے میں بھیجی گئی ہیں''

حضرت قطب الارشاد ۲۴ر ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ/ ۵ر اکتوبر ۱۹۶۱ء بروز جمعرات ۱۱ بجے قبل دوپہر واصل بحق ہوئے اور اپنے خاص احاطے میں دفن ہوئے جو فروری ۱۹۶۰ء میں آپ نے اپنے مرض وفات کے آغاز میں اسی خاص غرض کے لیے خریدا تھا اور آج کل آستانہ عالیہ حبیبیہ (حبیب ٹرسٹ، نیو مسلم آباد گجرات) کے نام سے مشہور ہے اور زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

☆……☆……☆

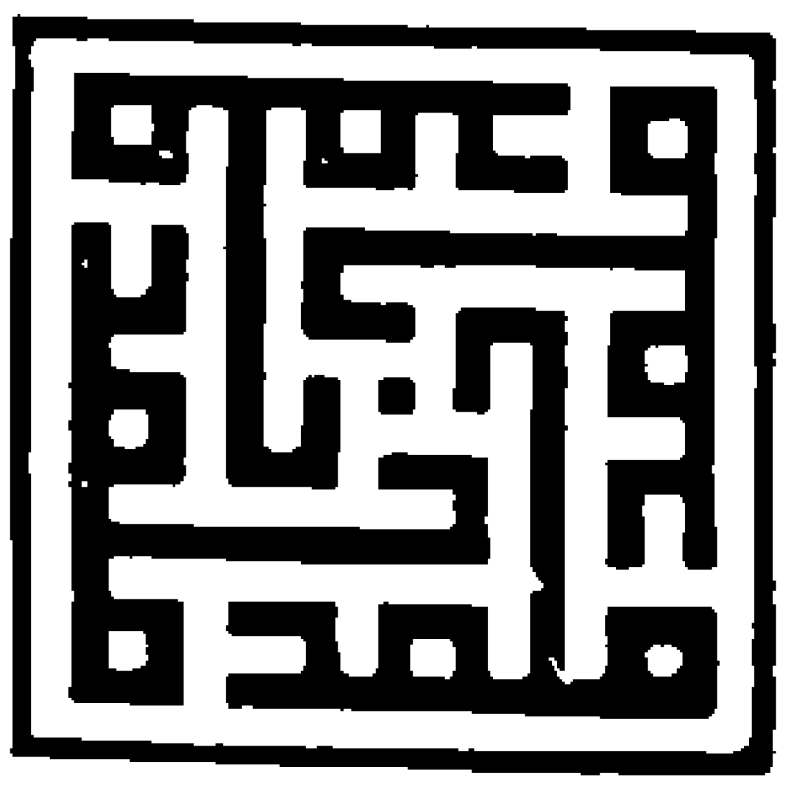

محمد، چار دفعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا سید محمد یوسف نقشبندی

(۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء......۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء)

پروفیسر سید محمد کبیر احمد مظہر
(ایسوی ایٹ پروفیسر شعبہ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

☆☆

صوفیائے گجرات میں فاروق طریقت حضرت مولانا سید محمد یوسف نقشبندی علیہ الرحمۃ کا نام نامی ہمیشہ ادب و احترام کے ساتھ لیا جائے گا۔ کیونکہ انھوں نے قریباً چوتھائی صدی تک اس سرزمین کو اپنے سرچشمۂ فیض سے سیراب کیا اور نہ صرف یہ کہ قرون اولیٰ کے متقدمین اکابر کے طرز حیات سے آشنا کیا بلکہ یہ درس بھی دیا کہ گرگٹ کی طرح ہر لحظہ رنگ بدلنے والی اس دنیا میں اثبات و استقامت کے ساتھ اصولوں پر کیسے زندہ رہا جا سکتا ہے۔

آپ کا تعلق موضع جعفر کوٹ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر (بھارت) کے برگزیدہ علمی و عرفانی خانوادہ کے ساتھ تھا جو سادات جعفر کوٹ کے نام سے مشہور تھا۔ آپ کے والد ماجد قطب ارشاد قیوم زماں حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ قدس سرہٗ (۱۸۹۵ء......۱۹۶۱ء) دور حاضر کی نہایت بلند پایہ نقشبندی علمی و عرفانی شخصیات میں شمار ہوتے تھے اور ان کے فیض سے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ تمام عالم عرب بھی مستفید ہوا تھا۔ چنانچہ انھوں نے وہ عزت و احترام پایا جو شاید بادشاہوں اور حکمرانوں کو بھی نصیب نہ ہوا ہو، وہ ان معدودے چند ہستیوں میں سے تھے جو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔

آیۂ کائنات کا معنیٔ دیر یاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ ایسی شخصیات بنی نوع انسان کے سیرت و کردار کے لیے بطور میزان عدل پیدا ہوتی ہیں اور خدائے لم یزل کے مقاصد کو پورا کرنے کی خاطر اس دنیائے ہست و بود میں جلوہ افروز ہوتی

ہیں۔

قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان ، قیامت میں بھی میزان

حضرت فاروق طریقت اپنے اسی عظیم والد بزرگوار کی روایات اور انعامات خداوندی کے امین تھے اور ان کے بڑے صاحبزادے تھے، اور سچ یہ ہے کہ:

ہر نفس شمع شبستانِ وفا تھا اس کا
مسند شیخ پہ وہ صورت ہمراز آیا
کیوں نہ وہ گھر ہو سیادت کی سعادت کا امیں
جس گھرانے میں ولایت کا وہ شہباز آیا
رفعتِ فکر مسلم تھی جہاں میں اس کی
سر جھکا کر ہی گیا جو یہاں طنّاز آیا
اس نے ٹھکرادیے خالد سبھی ارباب دول
فقر غیور سر حلقہ بصد ناز آیا

حضرت فاروق طریقت علیہ الرحمۃ ۶/ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ/ ۱۵/اکتوبر ۱۹۱۵ء جمعۃ المبارک کے دن نماز فجر کے وقت قصبہ مجیٹھہ ضلع امرتسر (بھارت) میں پیدا ہوے۔ ان کی پیدائش کی بشارت ان کے والد ماجد کو ان کے عظیم شیخ طریقت ابوالوقت حضرت خواجہ محمد مصطفیٰ محبوب عالم نقشبندی مجددی توکلی سیدوی علیہ الرحمۃ (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۱۷ء) نے دی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر انھوں نے فاروق طریقت کا نام محمد یوسف رکھا اور انھیں خود بتاشے کی گڑھتی دی جس کا ایک ریزہ نیچے گر پڑا اسے ان کی آیا بے جسی نے کھالیا اور بے ہوش ہوگئی۔ حضرت خواجہ صاحب سیدوی علیہ الرحمۃ نے یہ منظر دیکھا تو ارشاد فرمایا بادشاہوں کے کھانے ہر ایک کو ہضم نہیں ہوتے اور آپ کو ظرف عالی کا لقب دیا۔

حضرت فاروق طریقت علیہ الرحمۃ نے مجیٹھہ چرچ مشن ہائی اسکول سے میٹرک کرنے کے بعد حضرت مولوی سید حمد اللہ صاحب سے عربی اور فارسی کی تعلیم پائی، اور پھر والد ماجد سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

مجددیہ توکلیہ محبوبیہ میں بیعت ہوئے۔ تربیت اٹھائی اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ یہ ۱۹۳۲ء۔ ۱۹۳۳ء کی بات ہے ازاں بعد والد گرامی اور شیخ طریقت نے ارشاد فرمایا:

> ''دنیا ہیروں کو نہیں دیکھ سکتی، خزانے مخفی ہی رہیں تو اچھے ہوتے ہیں
> لہٰذا درویشی کو عیاں کرنے کی بجائے پردۂ اخفا میں رکھو اور رزق حلال
> کماؤ اور صدق مقال کو اپنا شعار بناؤ۔ ابھی ترویج طریقت کی
> اجازت نہیں وقت آئے گا تو یہ منصب بھی سپرد کر دیا جائے گا''

یہی وجہ تھی کہ حضرت فاروق طریقت نے عامیانہ طرز حیات میں اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا اور اکیس سال محکمہ زراعت میں بطور جونیئر کلرک وسینئر کلرک ملازمت اختیار کی۔ یہاں تک کہ آپ کے والد ماجد نے ۱۹۵۶ء میں ارشاد فرمایا:

> ''اب ملازمت سے استعفاء دے دو اور میرے پاس قیام کرو، میری
> عمر کے چار سال باقی ہیں لہٰذا ضروری اور آخری اسباق مکمل کر کے
> میرے اہل سلسلہ کو سنبھال لو''

چنانچہ حضرت فاروق طریقت گوجرانوالہ سے اپنی ملازمت ختم کر کے اور اپنا کاروبار اپنے بڑے بیٹے کے سپرد کر کے گجرات اپنے والد گرامی اور شیخ طریقت کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو گئے اور پھر اکتوبر ۱۹۶۱ء میں ان کے حسب الحکم اب کی وفات کے بعد سجادہ نشین بنے اور اس مسند دعوت وارشاد پر اپنی وفات ۳۰/ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ/ ۱۸/اکتوبر ۱۹۸۲ء تک متمکن رہے تمام اہل سلسلہ کے لیے ایک تناور شجر سایہ دار بنے رہے اور اہل دل اور طالبان خدا کے لیے مرکز عقیدت ورہنمائی سامان رہے۔ بے شمار خلق خدا نے ان سے فیض پایا اور انھوں نے اپنوں اور غیروں کو ہر طرح سیراب کیا۔

بلاشبہ وہ نہ صرف یہ کہ خود ایک مرد کامل تھے بلکہ دوسروں کو درجہ تکمیل تک پہنچانے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ سلوک نقشبندیہ میں حقیقت محمدیہ ان کا گھر ہو گئی تھی اور تکوینی امور میں وہ اپنے والد ماجد قطب الارشاد وقیوم زماں حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کے دست راست تھے اور امام یمین کے عہدہ پر فائز تھے جو ابدالوں کا سربراہ ہوتا ہے۔

انھوں نے سنایا کہ اوائل میں ایک دفعہ وہ اپنے دادا پیر حضرت خواجہ سیدوی علیہ الرحمۃ کے سالانہ عرس

سے واپس ہو رہے تھے اور منڈی بہاء الدین کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تھے کہ غلبہء فیضان نے بے قابو کر دیا چنانچہ سترِ احوال کے لیے قریبی مسجد میں چلے گئے وہاں ان کے جسم کے جملہ اعضاء الگ الگ ہو گئے اور باآواز بلند ذکر کرنے لگے اور یہ کیف ان پر قریباً دو گھنٹے طاری رہا۔ پھر ارشاد فرمایا یہ اوائل کی بات تھی اب تو سب کچھ ضبط ہو گیا ہے۔ وہ اکثر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا قول دہرایا کرتے تھے کہ:

> ''حسین بن منصور حلاج ایک بچہ تھا جس نے ایک قطرہ پی کر شور مچا دیا۔ یہ مقام مردان کامل کا ہے جو سمندر پی جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے''

اس سے ان کی شخصیت کی جامعیت اور کاملیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اپنے دور کے جملہ اکابر وقت سے ان کی ملاقاتیں ہوئی تھیں اور سبھی نے ان کی تعریف کی تھی ان کی کرامات بھی قابل ذکر ہیں لیکن ان کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ جو شخص بھی ان کے دامن سے متوسل ہوا اس کے دینی اور دنیاوی جملہ احوال سدھر گئے اور اسے استقامت احوال نصیب ہوئی۔ وہ بڑے صاحب نظر اور صاحب کشف بھی تھے لیکن ان باتوں کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔

وہ شعر بھی کہتے تھے اور معیار نہایت اونچا تھا چنانچہ انھوں نے اپنے دادا پیر کی مدح میں ایک قصیدہ ''عنوان تمنا'' کے نام سے تحریر کیا ہے جو چھپ چکا ہے اور شعر و ادب کی دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان کے اشعار ان کی واردات روحانی کے امین ہوتے تھے۔ چنانچہ ولایت کبریٰ کے دوائر محبت کا فیض جب ان پر وارد ہوا اور انھیں تمام جہان اسم خداوندی ''الودود'' کا مظہر نظر آیا تو انھوں نے بے ساختہ ایک نظم کہی جو اپنی نوعیت میں واحد ہے اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

محبت دی دنیا نرالی نرالی
محبت دی دنیا عجب شان والی
محبت دے پاروں ای حرکت چ آئی
جو خوبی خدا دی اے تخلیق والی
زمیں تے سماوات تے عرش کرسی

محبت دے فیضان توں کچھ نہ خالی
ایہ باغ جہاں اے نمود محبت
خدائے محبت اے خود اسے دا مالی
سراپا محبت، محبت دے بوٹے
جے ڈالی چ پتے تے پتیاں چ ڈالی
جے ڈالی تھیں بن دے نیں لکھاں ای پتے
تے پتیاں دی رگ رگ دے اندر اے ڈالی
نہ ڈالی ڈالی جدا اے نہ پتے جدا نیں
نہ ڈالی اے پتے، نہ پتے نیں ڈالی
بڑی شان والا اے خالق انہاں دا
بڑی شان والا محبت دا مالی
سلامت رہن میرے شجرہ دے پتے
سلامت رہے میرے شجرہ دی ڈالی

آپ کا وصال ۶۷ سال کی عمر میں ۳۰/ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ/ ۱۸/اکتوبر ۱۹۸۲ء کو سحری کے وقت ہوا جبکہ صبح سوموار کا دن تھا اور آپ کو آپ کے والد ماجد حضرت قطب الارشاد کے بائیں پہلو میں دفن کیا گیا۔
جناب نظام الدین مخمور توکلی نے تاریخ وفات کہی۔

''مونس غربا چلے''

.......۱۴۰۲ء.......

اور سید محمد عارف محمود مہجور رضوی نے کہا:

چل دیے جانب جنت یارو
رہبر عشق محمد یوسف

سربسر صدق و صفا ، مہر و وفا
مظہر عشق محمد یوسف
بزم عشاق کے تھے فرماں روا
پیکر عشق محمد یوسف
آج بھی ہیں ان کے جلوے قایم
گوہر عشق محمد یوسف
کہہ دے مہجورؔ سال رحلت تو
”دفتر عشق محمد یوسف“

……۱۴۰۲ھ……

اور راقم نے یہ تاریخ لکھی:

یوسف جاں صاحب خیر کثیر
عارف دنیا و دیں مرد خبیر
جانشین حضرت شاہ حبیب
ناطق حق مرشد روشن ضمیر
جست چوں مظہر پئے سال وصال
گفت ہاتف ”رفعت لعل بے نظیر“

……۱۹۸۲ء……

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدهٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حافظ محمد رانجھا نقشبندی مجددی

(م۔ ۱۲۰۱ھ)

شاہد احمد خان مسعودی

☆☆

ہندوستان کی اسلامی سلطنت کی ایک روشن برکت یہ تھی کہ اکابرِ دین جوق در جوق اپنے قدم پاک کی پامالی کا شرف اس سرزمین کو عطا فرمایا کرتے تھے۔ اُسی وقت کی بات ہے کہ ایک قرشی النسب ایرانی النسل گھرانہ ہندوستان میں آیا اور صوبہ پنجاب کی زمین کو اقامت کے لیے پسند فرمالیا، اسی گھرانے میں حضرت حافظ محمد رانجھا نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کی ولادت ہوئی، آپ کے اسم مبارک ''حافظ محمد'' سے آپ کا سنہ ولادت نکلتا ہے۔

عالمِ شیرخوارگی:

اس زمانہ میں کرامات کا ظہور اس قدر ہوا کہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے اور ویسے بھی آپ کی حرکات وسکنات ایسی پسندیدہ تھیں کہ ہرکوئی آپ کا شیدائی تھا اور آپ کی ادائے دلرُبانہ پہ قربان تھا۔ ع

نازت بکشم کہ نازنینی

عالمِ طِفلی:

خداپرستوں کا گھرانہ تھا۔ ماں، باپ دونوں کلامِ پاک کے حافظ تھے۔ ہردو پابندِ حمولاتِ خاندانی اور شب زندہ دار تھے۔ آغوشِ پدری کا تو کہنا ہی کیا تھا آنکھ کھلتے ہی جس ماں کی گود میں پلے اُن کو دیکھا تو مادر زاد حافظہ عارفہ کاملہ گویا رابعہ ثانیہ پایا۔ عبادت وبندگی کا ایسا ذوق کہ کبھی نماز تہجد بھی قضا نہ ہوتی تھی اور اپنے بچے کو بے وضو تو کیا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ قرآن پاک کے کامل ختم کے بعد روزانہ دودھ پلایا کرتیں۔ غرضیکہ

والدین یقیناً اولیاء اللہ کے زمرہ میں تھے۔ اوران کی توجہات عالیہ کا مرکز صرف یہی ایک بچہ حافظ محمد تھے۔ اس کا اثر یہ کہ آپ فطرتاً نیک نفس، کم گو، اور سادہ مزاج تھے۔ آپ کا عہدِ مبارک عالمِ طفلی جس کو عوام الناس نافہمی کا زمانہ کہا کرتے ہیں، عام بچوں کی طرح نہ تھا بلکہ آپ کا لڑکپن اور بچوں سے بالکل علیحدہ اور مشاغل جداگانہ تھے۔ آپ تنہائی کو پسند فرماتے تھے۔ غور وخوض کی عادت تھی۔ اِس چھوٹی عمر میں ہی آپ کی فصاحت وبلاغت کا شہرہ اور ذہانت وذکاوت کا چرچا اطراف واکناف میں تھا۔ آپ خوش خلق، متواضع، حاملِ، اوصافِ حمیدہ واخلاقِ پسندیدہ گویا اخلاقِ محمدی کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ لہوولعب اور افعالِ مذمومہ سے متنفر تھے۔

ذِکر تعلیم قرآن مجید:

والد ماجد حافظ فتح محمد صاحب قبلہ نے اپنے بزرگوں کے معمول کے مطابق جب صاحبزادہ صاحب کی عمر شریف چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو خود جناب نے بسم اللہ شریف شروع کروائی۔ فرزند بلند اقبال کی تعلیم وتربیت میں مشغول ہوگئے۔ قدرتی ذہن وذکاوت اور شفقتِ پدری کا یہ عالم تھا کہ کلامِ الٰہی سات برس کی عمر شریف میں ساتوں قرأتوں سے حفظ فرمالیا تو باپ نے اب علم وکمال خاندانی کی طرف ان کو جھکا دیا اور بصد شوق علوم دِینیہ کی تعلیم شروع کردی گئی۔ آپ حقائق علمیّہ معارفِ قرآنیّہ کی فہم بدرجہ اتم رکھتے تھے اور شغف علمی کا یہ عالم تھا کہ جو وقت عبادات ومعمولات سے بچتا، مطالعہ کتب میں مشغول رہتے۔

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت:۔

حضرت ابھی درجہ ابتدائی میں ہی تعلیم حاصل کررہے تھے کہ والد ماجد جناب حافظ فتح محمد صاحب کو ایک شقی نے جو موضع اوپی کے نانہال سے تھا، زہر دے دی۔ آپ نے شہادت کا جام نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْن۔

تکمیل علوم دینیہ:

ان دنوں آپ کے چچا جناب حافظ میر محمد رحمۃ اللہ علیہ جو ہر علم وفن میں ایک کامل استاد کی حیثیت رکھتے تھے اور رموزِ طریقت کے بھی ماہر تھے۔ بھائی کی شہادت کے بعد بھتیجے کی تعلیم وتدریس میں زیادہ وقت صَرف فرمانے لگے لیکن شہبازِ طریقت کی تعلیم وتربیت کا بار اٹھانا آسان نہ تھا۔ ذمہ داری بڑی تھی۔ ہر

ہفتہ جناب خضر علیہ السلام تشریف لا کر ان کی تعلیم و تربیت کے متعلق خاص ہدایات دے جایا کرتے آخر وہ وقت آیا کہ عمِ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی کہ بیٹا! اب شاگرد کی علمی قابلیت استاد کی مرہونِ منت نہیں رہی۔ لہٰذا اب سیالکوٹ چلے لے جاؤ۔ چنانچہ حضرت حافظ محمد نے اپنے چچا کے ارشاد فیض بنیاد کے مطابق بغرض تعلیم و تکمیل علوم دینیہ سیالکوٹ کا قصد فرمایا اور حضرت فیصد رجت عالم نبیل فاضل جلیل علامہ عصر یگانۂ دہر واقفِ اسرارِ طریقت کاشف اِسرار حقیقت حضرت مولانا گل احمد رحمۃ اللہ علیہ نواسۂ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔

علمِ و فضل میں شرفِ یکتائی:

آپ نے بکثرت شیوخِ علم سے اِستفادہ کیا۔ آپ کی عِلمی فضیلت کا مرقع اپنی پوری رنگ آرائیوں کے ساتھ نظر افروزِ عالم ہوا۔ آپ خود اندازہ لگائیں جس طالب عِلم نے اس پایہ کے بزرگوں اور استادوں سے تعلیم حاصل کی ہو اور اس شوق و محنت سے پڑھا ہو اور پھر ذہن و حافظہ بھی لاثانی اور ایک مدت اکتساب علوم کے لیے وقف کی ہو اُس کی علمی منزلت کیا ہو گی؟ یہی وجہ تھی کہ آپ آگے چل کر فلکِ شہرت کے آفتاب بنے اور آپ کو برآمد روزگار بنا دیا۔ اور تمام اسلامی دنیا میں آپ کی دھوم مچ گئی۔ علم کلام میں آپ کو اتنا ملکہ تھا کہ افغانستان سے ایک عالم بغرض مناظرہ پنجاب آیا اور آپ کے استاد حضرت مولانا گل احمد کے درس کی مشہوری سُن کر سیالکوٹ پہنچا۔ صبح درس میں شریک ہوا اور حضرت مولانا گل احمد کی خدمت میں حاضر ہو کر چند ایک نہایت مشکل سوال کیے۔ حضرت سمجھ گئے کہ گو رنگ سائلانہ ہے لیکن اصل غرض مناظرہ ہے۔ حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ ان معمولی سوالات کے لیے کیوں اتنا طویل سفر اختیار کیا اور صعوبتِ سفر برداشت کی۔ افغانی عالم نے کہا "جناب سوال تو معمولی ہیں جواب دو گے تب جانوں گا"۔ تو آپ نے فرمایا کہ "میں تو کیا میرے شاگرد حافظ صاحب تمہاری تسلّی کے لیے موجود ہیں چنانچہ استاد صاحب کا ارشاد پا کر حضرت صاحب نے تقریر شروع فرمائی اور اس خوش اسلوبی سے جوابات ارشاد فرمائے کہ افغانی عالم آپ کی ذکاوتِ طبع اور زورِ بیان پر عش عش کر اٹھا اور لاجواب ہی نہیں بلکہ مبہوت ہو کر رَہ گیا۔ اسی ذکاوت ذہانت و جودتِ طبع کے باعث آپ کی ذات عِلمی دنیا میں بے مثال تھی اِس لیے کہ آپ جملہ علوم وفنون معقول و منقول مثلاً قرآن و حدیث، تفسیر و فِقہ، روائیت و درائیت، صَرف و نحو، فلسفہ و منطق، ادب و معانی، مناظرہ و کلام، اصولی و فروع، طب و حِکمت، ہیّت و نجوم، رمل و جفر، قواعد عروض و قوافی، کیمیا و سیمیا، ریمیا،

ہیمیا وغیرہ غرضیکہ ہر علم وفن میں ایک کامل اُستاد کی حیثیت رکھتے تھے اور کتب ہنود کی زبانوں مثلاً گورمکھی، ہندی، بھاشہ اور سنسکرت اور اُن کی دیا کرن میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے اور بیگانے حضور کی بے حد عقیدت و نیاز مندی اپنے دلوں میں رکھتے تھے اور کمال ادب و احترام سے پیش آتے تھے روایت ہے کہ ایک سو چودہ عِلم ظاہری میں آپ کو کمال عبور حاصل تھا۔ لِکھا ہے کہ ایک لاکھ پچیس ہزار ارشاداتِ نبویہ (حدیث) صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حفظ تھے۔

بیعت واَرادت:

حُسنِ اتفاق سے حقیقت آگاہ شریعت پناہ عالم باعمل کامل واکمل سرتاج العاشقین سردار العارفین حضرت شیخ اصغر رحمۃ اللہ علیہ کا قیام فرحت التیام بھی سیالکوٹ میں تھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور عالم باعمل تھے۔ علاقہ بھر میں آپ کے علم وعمل لطف وکرم اور آپ کے فیضان واوصافِ حمیدہ کا چرچا تھا۔ آپ نے جب سُنا، دِلی تمنا کو پورا کرنے کے لیے حاضر خدمتِ اقدس ہو کر اظہارِ مدعا کیا۔ حضرت شیخ نے شفقتِ کا برتاؤ کیا اور کمال محبت سے پیش آئے۔ چوں کہ آپ واقف اسرار الٰہیہ تھے اور نظر بر اَوج تھی آپ کی ژرف بین نگاہ نے قابل جوہر کو فوراً بھانپ لیا۔ اور فرمایا کہ بیٹا! ہمارے پاس آیا کرو۔ ان شاء اللہ العزیز دلی مقصد حاصل ہوگا اور ایک روز بالہام خاص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سِلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) میں داخل فرمایا اور بالآخر شوق بیعت اپنے وقت پر پورا ہوا۔ اس کے بعد آپ کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ دن میں آپ مدرسہ میں حاضر رہ کر علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول رہتے اور رات کو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اکتساب فیضِ باطِنیہ کرتے۔

رُوحانی کمال:

حضرت کمالات دستگاہ حافظ سعد اللہ وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ مَیں بھی حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا مرید تھا۔ یعنی حضرت حافظ صاحب قبلہ کا پیر بھائی تھا۔ بارہا ایسا ہوا کہ جب حضرت شیخ قبلہ مریدین کو حلقۂ ذکر میں توجہ دیتے اور مریدین مراقب ہوتے تو جذب میں فرمایا کرتے معلوم نہیں حافظ محمد (قدس سرہٗ) کس جگہ ہے؟ حالانکہ اُس وقت جناب حافظ صاحب اُسی مجلس میں آپ کے رُوبرو بیٹھے ہوتے تھے۔ حاضرین مجلس تعجب کیا کرتے کہ اس استفسار کا کیا مطلب ہے۔ چنانچہ ایک روز حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں مریدین نے عرض کیا۔ حضور! بسا اوقات ایسا ہوا ہے۔ کہ

جب ذکر حلقہ میں آپ توجہ دیتے ہیں اور مراقبہ فرماتے ہیں تو بار بار یہ بھی فرماتے ہیں کہ حافظ محمد کہاں ہیں؟ حالانکہ وہ جناب کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔ خدامِ درگاہ پر یہ راز ظاہر فرمائیں کہ اس سوال کا کیا مطلب ہے؟ تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ اُن کا جسم تو میرے سامنے مجلس میں ہوتا ہے۔ مگر اُن کی رُوح ملاء اعلیٰ کی طرف عروج کرتی ہے۔ یہاں تک کہ میری نظروں سے غائب ہو جاتی ہے۔ اس لیے میری زبان سے بے اختیار اُس وقت نکل جاتا ہے کہ حافظ محمد کہاں ہیں؟ یعنی فضائے لامکانی میں اُن کا عروجِ روحانی و پرواز کہاں تک ہے؟۔

سیر وسیاحت:

آپ فطرتاً آزاد تھے اور عبادت کے ساتھ اُس کے اخفا کا اہتمام اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ آپ کسی ایک جگہ مدّت تک ٹھہرنا پسند نہ فرماتے تھے۔ اس لیے عرب وعجم میں اپنے آپ کو چھپائے رکھنے کے لیے سفر پر سفر فرماتے رہے۔ جب کہیں راز کُھلتا ہوا دیکھتے تو بلا توقف کسی دوسری جگہ تشریف لے جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب وطن مالوف میں آپ کی کرامات کا چرچا ہوا۔ اور شہرت انتہا کو پہنچ گئی۔ اور رجوع خلائق ہوا تو آپ اس خیال سے کہ معمولات میں فرق نہ آئے۔ پھر غریب الوطنی اختیار کر کے سیر وسیاحت پر نکل پڑے۔

سفر بورنیو (جزائر انڈونیشیا):

جزیرہ بورنیو میں جب تشریف لے گئے تو شاہی خاندان سب آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر داخل سلسلہ نقشبندیہ ہوئے اور شاہِ وقت نے آپ کو تخت پر بٹھلا کر خود گوشہ نشینی اختیار کی۔ پورے تین سال میں آپ نے اس کو سلوک کی تمام منازل طے کرا کر دوبارہ تخت اُس کے حوالے کر کے جب واپس تشریف لانے لگے تو کافی خزانے اور فوج بادشاہ نے آپ کی خدمت کے واسطے ہمراہ کر دی۔ جب آپ سرحد پہنچے۔ تو سارے جواہرات لشکریوں میں تقسیم کر کے صرف اپنی سواری کا گھوڑا اپنے واسطے رکھ کر اُن کو واپس کر دیا۔

سفر سوات بُنیر:

سوات بُنیر میں کئی ہزار آپ سے ولی اللہ صاحب کمال ہوئے ہیں۔ اور کم سے کم اُس جگہ تعداد آپ کے خلفاء کی ڈھائی ہزار سے زیادہ ہوئی ہے۔

سفر لنکا:

جدِ مخلوق حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کے مزار شریف پر جب آپ تشریف لے گئے تو اُس وقت وہاں اردگرد آبادی کا نام ونشان نہ تھا۔ اور پہاڑی پر چڑھتے ہوئے راستہ میں ایک پُل جس کو سکندر اعظم نے تعمیر کرایا تھا پڑتا ہے۔ اگر ہوا مخالف چلے تو آدمی یخ ہو کر مر جاتا ہے آپ کئی ماہ اوپر رہے۔ جانوروں کے انڈے اور درختوں کے پتے آپ کی خوراک تھی۔ آخر آپ کے جسمِ مبارک پر پرندوں کی طرح پر نکل آئے۔ جب آپ وہاں سے مراجعت فرما ہوئے اور آبادی میں آئے تو حجام سے ایک ایک پر وبال کو نوچوایا۔ تا کہ درد ہو اور نفس میں جو اس کامیابی سے غرور پیدا ہونا ممکن ہے نہ ہو سکے۔ کہتے ہیں آج کل وہاں خُوب آبادی ہے اور عام مخلوق زیارت سے مستفید و مستفیض ہوتی ہے۔

سفر کاکیشیا (کوہ قاف):

سیر وسیاحت فرماتے ہوئے آپ کوہ قاف تشریف لے گئے۔ اور ایک مدّت تک صحرانوردی اور بادیہ پیمائی فرماتے رہے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے تقریباً تمام دُنیا کا سفر کیا۔ ارض عراق۔ روم شام۔ چین وافغانستان ہندوسندھ کے ویرانے جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرتے اور مجاہدے کرتے رہے۔ جب کوہ قاف پہنچے تو طبیعت زیاہ نحیف ہو چکی تھی۔ تاہم مہینے گزر جاتے اور کوئی چیز پیٹ میں نہ جاتی تھی۔ ایک جذبہ کا عالم طاری رہتا تھا۔ یہ جذبہ جب ذرا کم ہوتا۔ بھوک کچھ غلبہ کرتی تو جنگل کے پھل ہی نوش فرما لیتے۔ جذبۂ عشق طاری ہو جاتا تو دیوانوں کی طرح دوڑتے، بے تابانہ چیخیں مارتے اور جسم کے ہر بُن مُو سے خون کے فوارے جاری ہو جاتے۔ مگر آپ کو کوئی پتہ نہیں لگتا تھا۔ قوم جنّات جوق در جوق حضور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے لگی۔ آپ اُنہیں دولت ایمان سے مالا مال کرتے اور تعلیم تلقین فرماتے۔ اور سلسلہ عالیہ میں داخل کرتے اس طرح پر شیخ الانس والجن قرار پائے۔

سفر بخارا:

حضرت حافظ صاحب قبلہ قدس سرہ بخارا تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے علماء وصلحاء نہایت تپاک سے استقبال کے لیے تسریف لائے۔ آپ نے شہر میں اس طریق سے داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ آخر مزارات مقدسہ کی حاضری کی کشش کے باعث مجبوراً تشریف لے گئے۔ ہر روز پُر لُطف محفلیں ہونے

لگیں۔ بے شمار لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اور گھر گھر آپ کا چرچا ہونے لگا۔ تمام علماء نے آپ سے سندیں حاصل کیں۔ اور صلحاء نے اپنے اپنے اشغال معمولہ اوراد مخصوصہ کی بطیب خاطر آپ کے سامنے پیش کش کی۔ جسے آپ نے بکمال شفقت شرف قبولیّت بخشا۔ یہ جگہ بھی طبیعت کے راس نہ آئی۔ چنانچہ رات کی تاریکی میں ہی خدّام و معتقدین سے بغیر ذکر کیے رختِ سفر باندھ کر تنہا روانہ ہو گئے۔

مزاراتِ مقدسہ بزرگانِ سلسلہ کی حاضری:

حضرت حافظ صاحب قبلہ قدس سرہ کے غرض سیر و سیاحت میں سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ اولیائے کرام کے مزارات مقدسہ پر اعتکاف فرما کر فیضان لازوال حاصل فرمائیں۔ اور خلقِ خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لیے میدان رشد و ہدایت میں عمل پیرا ہو سکیں۔ چنانچہ اس پاکیزہ جذبہ کے ماتحت آپ نے مندرجہ ذیل حضرات کے مزارات پر حاضری دی اور فیضانِ ولایت سے مالا مال ہوئے:

- ○......امام عالی مقام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
- ○......سُلطان العارفین حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ
- ○......واقفِ اسرار یزدانی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ
- ○......واقفِ رموزِ شریعت و طریقت حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ
- ○......خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ
- ○......شیخ المشائخ حضرت سید کلال رحمۃ اللہ علیہ
- ○......سُلطان العاشقین حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ
- ○......مُرشد الانام حضرت شیخ محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ
- ○......حضرت خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ
- ○......حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ
- ○......حضرت خواجہ احمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

○...... ہادیٔ گمرہان مرشدِ پاکان حضرت شیخ علی اصغر رحمۃ اللہ علیہ۔

سیالکوٹ میں جن مزارات پر اعتکاف فرمایا۔ اُن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ لاہور میں تشریف لا کر عرصہ تک قیام فرحت التیام فرماتے اور مزاراتِ مقدسہ سے استفاضہ کرتے۔ چنانچہ مزارات بی بی پاکدامنان۔ حضرت دیوان صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ حضرت میراں سید محمد اسحاق گادروئی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت شیخ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ۔ میراں سید حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کی حاضری میں زیادہ اہتمام فرماتے۔

فِرقہ جوگیاں کا اسلام لانا:

ایک مرتبہ سفر میں جوگیوں کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور آپ کے ساتھ سفر کرنے لگا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ ان کے پاس جس قدر پانی تھا وہ ختم ہوگیا۔ آبادی دُور تھی۔ جنگل میں ہر چند تلاش کیا مگر پانی نہ مِلا۔ پیاس سے جوگیوں کی زبانیں خشک ہوگئیں۔ حلق میں کانٹے پڑ گئے اور بے مَوت مرنے لگے تو جوگیوں کا سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اپنے ساتھیوں کی حالتِ زار بیان کیں۔ آپ نے فرمایا جنگل کا کوئی پھل جلدی سے لے آؤ۔ تلاش کرنے پر بڑی مشکل سے ایک حنظل (اندرائن) مِل سکا۔ جو حاضر کر دیا گیا۔ آپ نے دستِ مُبارک میں لے کر اُسے دبایا تو اُس سے نہایت شیریں اور سرد پانی کا چشمہ پُھوٹ نکلا۔ تمام جوگیوں نے بافراغت پیا۔ برتن بھی بھرے اور جب ان کی تسکین ہوگئی تو آپ قدس سرہ نے ہاتھ سے حنظل کو نیچے زمین پر پھینک دیا۔ جوگی آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سب کے سب آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام لے آئے اور دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ بعض ان میں سے منازل سلوک طے کر کے ابدالیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

دُعا کا فوری اَثر:

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ لامع النور حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کشتی میں سوار ہو کر دریا کو عبور فرما رہے تھے اور بابا رحمت وغیرہ خادمانِ خاص خدمت میں حاضر تھے۔ ابھی کشتی درمیان میں ہی تھی کہ بارش شروع ہوگئی اور ژالہ باری اِس شدّت سے ہونے لگی کہ اہل کشتی گھبرا کر فریاد کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اور اپنے عصا مبارک پر کچھ پڑھ کر دَم فرما دیا اور خادم کو حکم دیا کہ اس ہمارے عصا کو کشتی

کے اردگرد چاروں طرف پھیر دو۔ چنانچہ ژالہ باری اور بارش بدستور اَب بھی ہورہی تھی لیکن کشتی کے باہر باہر۔ کشتی میں پانی کی ایک بوند بھی نہ گرتی تھی۔ بارش وژالہ باری کشتی سے کترا کر ہوتی رہی لیکن اہلِ کشتی اس سے مامون ومصئون رہے۔ سچ ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

سفرِ حرمین شریفین:

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ آپ لامع النور حضرت حافظ صاحب قبلہ قدس سرہٗ اعمال حسنہ کو چھپانے میں انتہائی کوشش فرمایا کرتے تھے۔ آپ پانچ مرتبہ حج بَیت اللہ شریف و زیارت مدینہ منورہ زاد ھما اللہ شرفاً و تعظیماً تشریف لے گئے لیکن کسی کو اس پر مطلع نہ فرمایا اور اس مبارک سفر میں بھی ہزار ہا مصری اور عرب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوکر منازل سلوک طے کر گئے۔ جب کبھی کوئی خادم دوسرے ممالک سے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا تب معلوم ہوتا کہ ممالک غیر میں بھی آپ کے خدام کا ایک سِلسلہ ہے۔ اب بھی کچھ عرب جو آپ سے عقیدت و نیازمندی رکھتے تھے حاضر ہوئے تو خدامِ درگاہ نے دریافت کیا کہ تم نے کب بیعت کی تھی تو جواب میں انہوں نے کہا کہ مکّہ معظّمہ میں آپ پانچ مرتبہ تشریف لے گئے ہیں۔ یہ سُن کر خدامِ درگاہ کو معلوم ہُوا۔

وِصال شریف:

سچ ہے کہ **اولیاء اللہ لایموتون بل ینتقلون من دارِ الیٰ دارِ**۔ اللہ کے پیارے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کو چلے جاتے ہیں۔ موت تو عالمِ تعیّن کی ایک خوفناک صورت ہے اور جو تعین معدوم کے حدود سے باہر ہوگیا ہے اور خوف وحزن کے علاقہ سے نکل چکا ہے اس کو مَوت سے کیا علاقہ ہوسکتا ہے۔ اُن کا دارِ دنیا سے دارِ آخرت کا سفر کرنا ایک نقل مکانی ہے جس طرح آج ہم کسی کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ مسافر ہے یا مقیم ہے۔ دوست احباب کی تیاری سے پتا لگا لیتے ہیں کہ کہیں جانے کا قصد ہے۔ اِسی طرح اربابِ فراست صادقہ اس حقیقی سفر کو پہچان لیتے ہیں کہ فلاں ہستی اب ہم سے رخصت ہوکر اپنے اصلی وطن کی طرف کوچ کرنے والی ہے۔ بلکہ اسلامی تاریخ پر نظر پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسافرِ آخرت

اگر خدا رسیدہ ہے تو مختلف انداز سے لوگوں کو اپنے اس عظیم الشان سفر سے باخبر کر دیتا ہے۔ جس کو مغرب انسان پہلے ہی سمجھ لیتا ہے اور بعد میں تو ہر کس و ناکس بیان کرتا ہے۔ کہ حضرت نے اپنے وصال کی خبر دی تھی مگر ہم نہیں سمجھے تھے۔

حج وداع میں جب نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم نے فرمایا کہ اے حاضرین غائبوں تک میری ان باتوں کو پہنچا دینا۔ تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فراق کے صدمہ سے بے چین ہو کر گریہ فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام کو اعتراف ہے کہ حضور کی پردہ پوشی کا علم ہم کو اس ارشاد سے نہ ہوا اور صدیق اکبر اعلم الصّحابۃ ہونے کی وجہ سے اس حقیقت کو جان گئے۔

حضور پُر نور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو وصیّت فرمائی کہ ''اے معاذ! قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور شاید تم میری اس مسجد اور قبر پر گزرو''۔ یہ کلمہ جاں گداز سُن کر معاذ رضی اللہ عنہ فراقِ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے بے قرار ہو کر رونے لگے۔ (مشکوٰۃ شریف)

علامہ جلال الدّین سیُوطی رحمۃ اللہ علیہ روض النفیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ اولیاء کاملین اس سے واقف ہوتے ہیں کہ اُن کا وصال کب ہو گا۔ رَأَینَا جماعۃً عَلِمُوْا امتیٰ یمُوتُونَ وَعَلِمُوا مَافِی الاَرْحَامِ فرماتے ہیں ہم نے ایک جماعت دیکھی وہ جانتی ہے کہ کب مریں گے اور وہ جانتے ہیں کہ پیٹوں میں کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں اَلعَارِفُ یَنْجَذِبُ الٰی حَیِّنِ الْحَقِّ فَیَصِیرُ عنداللہِ فَتَجَلّٰی لہ' کُلُّ شَیئٍ. مرد عارف بارگاہ حق کی طرف جذب ہو جاتے ہیں۔ پس وہ اللہ کے نزدیک ہوتے ہیں اور اُن کو ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت حافظ صاحب قدس سرہ العزیز نے بھی وِصال سے قبل ارشاد فرمایا کہ اب وقت قریب آ گیا ہے۔ شب ہائے فرقت کا اختتام اور روز وِصال طلوع ہونے والا ہے۔ چنانچہ عرض کیا گیا کہ کسی طبیب کو بلا لیا جائے۔ ارشاد فرمایا انسان آخری وقت بھی تدبیر نہیں چھوڑتا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب وقت تدبیر کا نہیں رہا۔ وطن اور بَیرون جات کے دور و نزدیک مقامات سے مسلمان عیادت اور بیعت کے لیے آتے

رہے۔ باوجود نقاہت کے آپ کی ہر مجلس عیادت تذکیر و نصائح کا ذخیرہ ہوتی تھی۔ سرکارِ دو عالم، تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف اکثر فرماتے۔ آخر غذا ترک فرمادی۔ اہل بیعت نے چاہا کہ جاگیں، شاید کوئی ضرورت ہو تو منع فرمایا۔ جب انہوں نے اصرار کیا تو فرمایا

ہے ”تو رات ہی لیکن یہ وہ رات نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے“۔

۲۷/ ذی الحجہ جو اس آفتابِ فلکِ ولایت کے طلوع کی آخری شب ہے زمین پر استراحت فرما ہوئے۔ خدام واہلِ بیعت کا مخصوص مجمع ہے کہ مسمّی فیض چرم رنگ کو داخلِ سلسلہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اب میری قبر پر مجاورت کرنا تاکہ تکمیل سلوک ہو۔

شہزادہ حافظ نور احمد سلمہ کو بلایا چہرہ پر ہاتھ پھیرا۔ (سینہ سے لپٹا لیا اور روحانی برکات سے نوازا اور اس طرح چہرہ پر نگاہ ڈالی جیسے (ایک رُخصت ہونے والا آقا اپنے ولی عہد کو دیکھتا ہے)۔ میاں عارف شاہ صاحب بھی حاظر تھے عرض کیا کچھ کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ ارشاد فرمایا:

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

ذکرِ شاہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ ہی ذخیرۂ آخرت ہے۔ بسم اللہ شروع کیجیے، انہوں نے کچھ توقف فرمایا تو فوراً خود بہ نفس نفیس ذکرِ پاک سید لولاک سیّار افلاک علیہ افضل التحیۃ والتسلیمات شروع فرمایا۔ بعدہ شاہ صاحب قبلہ نے ذکرِ پاک شروع کیا۔ اب آپ بصد ادب واحترام سماعت فرماتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد رداء شریفہ سے چہرہ انور کو چھپا لیا اور سلطان الاذکار میں مشغول ہوگئے۔ عُشاق کے دل پہلوؤں میں بے قرار ہوگئے کہ ”دل را بدل رہیست“ مشہور ہے۔

سب جان گئے تھے کہ وصالِ محبوبِ حقیقی کا وقت قریب آگیا ہے۔ عزیز و اقارب اور خدّام گرد و پیش حاضر ہیں مگر کسی کی طرف نظر بھر کر دیکھنا اب گوارا نہیں یقیناً وہ ایسی ذات سے عنقریب ملا چاہتے ہیں جو ان سب پیاروں سے کہیں زیادہ پیاری ہے۔ یکا یک کمرہ ایک بے مثال خوشبو سے مہک اُٹھا۔ بابا جواہر نے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا۔ تو گھبرا کر چہرہ مبارک سے رداء شریف کو ہٹایا۔ دیکھا تو چہرہ پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور آپ واصل بحق ہو چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رٰجِعُون۔

تاریخِ وِصال:

از حافظ سعد اللہ صاحب وزیر آبادی:۔

آہ کز گردشِ دور گُرداں
شیخ ہمامِ نبی شد ز جہاں
گفت تاریخ وفاتش حافظ
رفت از عالم قطب دَوراں

۱۲۰۱ھ

حضرت حافظ محمد رانجھا علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد ان کے بڑے فرزند حافظ نور احمد رانجھا علیہ الرحمۃ خلیفہ وسجادہ نشین ہوئے، آج کل اس مسندِ رشد وہدایت پر میاں سکندر حیات رانجھا متمکن ہیں۔

(ماخوذ: ذکر العارفین از میاں غلام احمد اردو ترجمہ از غلام قادر اشرفی فرید کوٹی، مطبوعہ گجرات، پاکستان)

☆……☆……☆

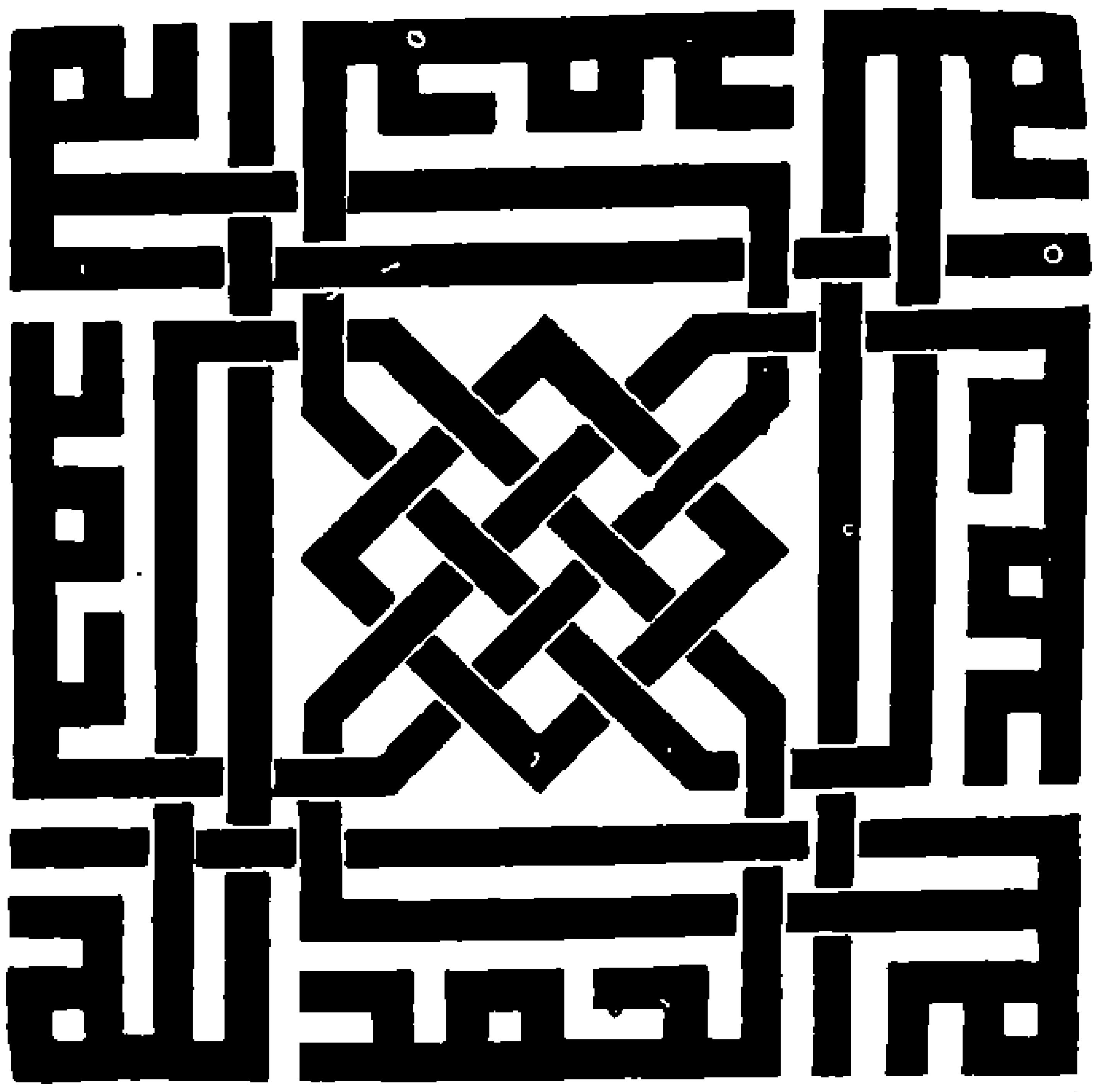

خط کوفی چہار ضربی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

چند ممتاز مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

☆......خواجہ نامدار المعروف ہادی پاک
☆......صوفی محمد علی نقشبندی مجددی
☆......خواجہ سید محمد امین شاہ

☆☆

ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت خواجہ محمد نامدار شاہ المعروف ہادی پاک

(وارث اعلیٰ مسند بالا نتھیال شریف ضلع اٹک)

☆☆

اسم گرامی ولقب:

آپ کا اسم گرامی محمد نامدار شاہ اور لقب ہادی پاک تھا۔

مقام وتاریخ ولادت:

آپ کی پیدائش کرنیتال علاقہ گھپی (مضافات پشاور) میں ہوئی۔ آپ فرخ شاہ کابلی کی اولاد سے ہیں۔

حضرت پیر محمد فضل شاہ سجادہ نشین نتھیال شریف نے راقم الحروف (محمد سعید احمد مجددی) کو ایک ملاقات کے دوران بتایا کہ مجھے استخارہ کے ذریعے القائی طور پر بتایا گیا کہ حضرت ہادی نامدار شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ المعروف حضرت زید رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے ہیں (واللہ اعلم)

آپ کی تاریخ ولادت ایک محتاط اندازے کے مطابق ۱۲۰۰ھ سے ۱۲۰۹ھ کے درمیان معلوم ہوتی ہے۔

وجہ لقب:

“آپ روزانہ یا ھادی انت الھادی لیس ھادی الاھو” کا ورد کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات جذبۂ الٰہیہ میں “ھادی اللہ” کا پرجوش نعرہ بلند فرمایا کرتے تھے۔ اسی بناء پر آپ کا لقب ہادی پاک مشہور ہو گیا۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل فرمائی۔ اس کے بعد مضافات کابل میں ایک قصبہ کاشہ (جوکہ ڈراڈر سے دس میل کے فاصلہ پر واقع تھا) کی ایک دینی درسگاہ میں علوم متداولہ کی تکمیل فرمائی۔ وہیں آپ نے کتاب ''شرح الیاس'' بھی پڑھی۔ حضرت خواجہ محمد حبیب اللہ (اتر ولی شریف) جوکہ آپ کے خلیفہ خاص تھے، نے اپنی تصنیف ''تبلیغ عجیب'' میں تحریر فرمایا کہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل وتکمیل کے بعد آپ نے مسند درس وتدریس سنبھالی۔ آپ کے علم وفضل کا شہرہ سن کر خود حضرت حبیب اللہ جوان دنوں فتح جنگ میں قیام پذیر تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر تحصیل علوم ظاہری وباطنی کرتے رہے۔ بعد میں یہی بزرگ آپ کے خلیفہ اول بھی بنے۔ انہوں نے حضرت ہادی پاک کے حالات زندگی وکرامات وتصرفات پر ایک کتاب ''تبلیغ عجیب'' لکھی جو بسیار کوشش کے باوجود ابھی تک بندہ کی نظر سے نہیں گزری۔

جذب الٰہی اور بیعت:

ابتداء میں آپ درس وتدریس میں مشغولیت رکھتے تھے اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے زبردست عالم وماہر تھے، اچانک جذبہ الٰہی نمودار ہوا اور ایک رات خواب میں قطب العالمین حضرت باواجی خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت بخشی اور فرمایا:

> ''اے نامدار شاہ، جلدی ہمارے پاس آ کر شرف بیعت حاصل کرو''

چنانچہ آپ نے علی الصبح تیاری فرمائی، تمام کتابیں طلبہ میں تقسیم کیں، اور تلاش مقصود میں نکل پڑے۔ ہر خانقاہ میں جاتے، ہر بزرگ کی زیارت کرتے تاکہ خواب والی صورت نظر آ جائے۔ دور دراز کے سفر کیے اور بسیار تردد کے باوجود گوہر مقصود نہ مل سکا۔ آخر ایک دن جب مایوسی کی صورت نے غلبہ کیا تھا اسی رات خواب میں دوبارہ حضرت باواجی تیراہی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں فرمایا:

> ''نامدار شاہ! ہم تمہارے منتظر ہیں تم ہم سے بہت دور آگے نکل گئے
> ہو واپس آؤ ہم تو تمہارے قریب رہتے ہیں۔''

آپ نے عرض کی: ''حضور خدارا اپنا پورا پتا اور نشان ارشاد فرمائیں'' تو آپ نے تیراہ شریف کا پتا بتایا۔ جس پر آپ فی الفور خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے۔ پہلی نظر میں ہی بے خودی اور وجد طاری ہوگیا۔ حواس درست ہوئے تو آپ نے حضرت باواجی کی خدمت میں شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد

ایک عدد سرمہ دانی اور ایک پیسہ نانک شاہی نذر کیا اور کہا کہ ”یہ پیسہ نانک شاہی مجھ کو ایک مرتبہ جنازہ ادا کرنے کے بعد حیلہ اسقاط میں سے عطا ہوا تھا“ آپ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ تم کو ہر قسم کی دولت سے نوازے گا۔“

خدمت و ریاضت:

چنانچہ اس کے بعد آپ نے مستقل طور پر لنگر اور مہمانوں کی خدمت اور حضرت باوا جی کی معیت و رفاقت کی درخواست پیش کی جو قبول ہوئی۔ چنانچہ آپ بارہ سال تک خدمت میں ہمہ تن حاضر باش رہے۔ دن کے وقت تیراہ شریف کے ایک پہاڑ میں مصروف ذکر و عبادت رہتے، اور کچھ وقت نکال کر جنگل سے لکڑیاں جمع کرتے۔ رات کے وقت لکڑیوں کا گٹھا سر پہ اٹھا کر باوا جی کے لنگر میں جلانے کے لیے لا کر جمع کرتے رہتے۔ اور رات بھر جانوروں اور مویشیوں کے گوبر اٹھاتے، تھان صاف کرتے چارہ کھلاتے اور تہجد کے وقت واپس پہاڑ میں جا کر خلوت نشین ہو جاتے، اور اکثر اوقات مخلوق کی نظروں سے اوجھل رہتے۔ اس عرصہ کے دوْران آپ کے جسم پر لباس سادہ اور پھٹا ہوا ہوتا تھا۔ ایک گدڑی تھی جس کے نیچے لباس چھپائے رکھتے۔ اکثر اوقات درختوں کے پتوں اور چشموں کے پانی پر گذارا کرتے۔ کبھی وقت نکال کر دن کے وقت تیراہ شریف میں باوا جی کی خدمت گزاری کے لیے حاضر ہوتے۔ اسی دوران ایک دن حویلی کی چھت پر آستانہ عالیہ کی کسی خدمت میں مصروف تھے کہ اچانک حضور باوا جی اس طرف تشریف لے آئے، اور ساتھ والی گلی سے گزرے تو اس خیال سے کہ میں اوپر ہوں، اور آپ نیچے ہیں یہ تو بے ادبی ہے۔ آپ فوراً چھت سے نیچے کود پڑے اور باوا جی کے قدموں میں جا گرے۔ باوا جی نے اٹھا کر سینے سے لگایا اور ایک ہی توجہ دے کر سارے مقامات باطنی طے کرا دیے۔

اجازت و خرقۂ خلافت:

جب حضرت نامدار شاہ ہادی پاک علیہ الرحمۃ بارہ برس حضرت باوا جی خواجہ نور محمد تیراہی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہ کر تکمیل سلوک نقشبندیہ اور تحصیل جذب الٰہیہ کر چکے، تو حضرت باوا جی کو بارگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ ”نامدار شاہ کو خلافت دے کر بلاد ہند (پنجاب کشمیر وغیرہما) کی طرف روانہ کرو“ چنانچہ حضرت باوا جی نے آپ کو اجازت خاصہ اور خلافت مطلقہ سے نوازا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ”تیراہ کے کوہستانوں میں جو کچھ جذب و عشق تھا وہ آخون صاحب محمد نامدار شاہ نے کھینچ لیا ہے اب میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ ہمارا جسم یہاں ہے اور ہماری روح ان کے پاس ہے“۔

شہباز لامکاں:

قلمی نسخہ ''تذکرہ مشائخ امینیہ'' مصنف حضرت خواجہ صوفی محمد علی علیہ الرحمۃ گوجرانوالہ، کتاب ''تذکرہ'' مصنف حضرت خلیفہ محمد سعید آلومہاروی و ''تبلیغ عجیب'' مصنف حضرت خواجہ حبیب اللہ شاہ اترولی شریف (علی گڑھ بھارت) میں مرقوم ہے کہ حضرت قبلہ عالم باواجی خواجہ نور محمد تیراہی علیہ الرحمۃ، حضرت خواجہ ہادی نامدار شاہ تھیالوی علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا کرتے تھے:

> ''میں نے علاقہ پنجاب میں ایک شہباز چھوڑا ہوا ہے اس کی بلند پروازیاں اور قلابازیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔''

تبلیغ وارشاد:

حضرت باواجی علیہ الرحمۃ نے حضرت نامدار شاہ ہادی پاک قدس سرہ کو خلافت عطا فرما کر تبلیغ وارشاد کا فریضہ سونپا، اور فرمایا کہ میرے پاس سوا لاکھ اولیاء کاملین کا فیض تھا، جو میں نے نامدار شاہ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ اس کے سوا کسی شخص میں اتنی استعداد نظر نہیں آتی۔ چنانچہ آپ نے ہادی پاک کو پنجاب کشمیر اور دیگر بلاد ہند میں اس مشن کی تکمیل کے لیے جانے کا حکم دیا اور دعا مانگی ''الٰہی جس قدر ترقی ممکن ہے نامدار شاہ کو اس پر فائز فرما''۔

شجرہ فارسی اترولی شریف سے چند اقتباسات

کلمہ دعائیہ:

شجرہ فارسی منظوم ومنثور دربار عالیہ اترولی شریف ضلع علی گڑھ (ہندوستان) میں مرقوم ہے کہ حضرت قبلہ عالم باواجی خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خلیفہ اول حضرت خواجہ ہادی نامدار شاہ قدس سرہٗ العزیز کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا فرمایا کرتے تھے:

> ''الٰہی ہر قدر ترقی کہ ممکن باشد آخون صاحب را بآں فائز کن''
>
> ''اے اللہ جس قدر ترقی ممکن ہے نامدار شاہ کو اس پر فائز فرما۔''

روحی محبت کا اظہار:

جب ہادی نامدار شاہ رحمۃ اللہ علیہ بغرض تبلیغ وارشاد بلاد ہند اور کشمیر، پنجاب کی طرف روانہ ہو گئے تو حضور باواجی خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ مفارقت صوری کے بعد طالبان خدا سے فرمایا کرتے تھے:

> ''ہر چہ دریں کوہستان جذب وعشق بود آخون صاحب بردند حالا باخود چیزے ندارم کالبد ما اینجا است وجان من نزد اوشان است۔
>
> ''تیراہ کے پہاڑوں میں جتنا جذب اور عشق تھا سب کچھ آخون صاحب (نامدار شاہ) لے گئے ہیں۔ اب میں اپنے پاس کچھ نہیں رکھتا، میرا جسم یہاں ہے اور میری جان ان کے پاس ہے۔''

توجہ کاملہ:

آپ کی توجہ کی تاثیرات کے متعلق مرقوم ہے:

> کہ ''بیک توجہ اکثر کسان را بمقامات عالی می رسانیدند وہماں وقت اجازت وخلافت بخشیدہ رخصت می فرمودند''۔
>
> ''آپ (ہادی نامدار شاہ رحمۃ اللہ علیہ) ایک ہی توجہ کے ساتھ اکثر لوگوں کو مقامات عالیہ تک پہنچادیتے، اور اسی وقت اجازت اور خلافت دے کر رخصت فرماتے۔''

مجدد ثانی:

حضرت خواجہ محمد حبیب اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ساکن اترولی شریف علی گڑھ (بھارت) نے اپنی کتاب ''تبلیغ عجیب'' میں تحریر فرمایا کہ حضرت خواجہ ہادی نامدار شاہ رحمۃ اللہ علیہ جب بلاد ہند میں تبلیغی دورہ فرماتے ہوے دہلی سے لوٹے، تو راستے میں پانی پت سے گزر ہوا۔ تو حضرت بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے مشائخ میں سے ایک بزرگ کو خواب میں فرمایا کہ ''مجدد ثانی آمد ورفت وشما ملاقات نکردید''۔

یعنی مجدد ثانی (دوسرا مجدد) آیا اور چلا گیا، اور تم نے ملاقات نہ کی۔ چنانچہ اس شیخ نے اپنے مریدوں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ تم میں سے جو خدا کا طالب ہے حضرت آخون نامدار شاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر گوہر مقصود حاصل کرے۔ میں بوجہ بیماری معذور ہوں اور حرکت کرنے سے قاصر ہوں ورنہ میں بھی حاضر ہوتا اور آپ کی زیارت وفیض عام سے بہرہ ور ہوتا۔

باقیات صالحات:

آپ نے اپنے باقیات میں ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی کو چھوڑا۔ صاحبزادے کا اسم گرامی خواجہ غلام نبی شاہ (یہ مجذوب الحال بزرگ تھے) صاحبزادی کا نام معلوم نہیں۔

ان کے علاوہ بے شمار صاحبان علم و معرفت مقتدر علماء و مشائخ اور خلفائے کرام اولیائے عظام آپ کے فیضان باطنی کے وارث ہوئے جن کی توجہات و تصرفات سے ایک جہاں فیضیاب ہوا اور آج تک ان کے روحانی فیوض و برکات جاری ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ حضرت باواجی تیراہی قدس سرہ' فرمایا کرتے تھے۔ ''کہ سب چراغ بجھ جائیں گے مگر نتھیال کا چراغ جلتا رہے گا۔''

وصال:

آپ کی عمر مبارک تقریباً پچاس سال یا کچھ اوپر تھی۔ تھوڑے وقت کے اندر قدرت نے آپ سے وہ کام لیا جو بڑی بڑی تحریکیں سرانجام نہیں دے سکیں۔ آپ نے مرشد برحق حضور باواجی خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی وصال فرمایا۔ زندگی کے آخری تین سال آپ نے نتھیال شریف میں گزارے۔ وصال کے وقت آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ کے بعد **حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولٰی و نعم النصیر** کا ورد جاری رہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ **انا للہ و انا الیہ رٰجعون** آپ کی تاریخ وصال سات جمادی الاول بروز منگل ۱۲۵۹ھ ہجری ہے۔

خلفائے کرام:

جب آپ اپنے مرشد و مربی قطب اوحد حضرت باواجی خواجہ نور محمد (تاجدار چورہ شریف) سے اجازت و خلافت پا کر ہندوستان کی طرف تبلیغی دورہ کے لیے تشریف لے گئے تو ہزار ہا افراد نے ظاہری و باطنی فیوض و برکات حاصل کیے اور متعدد اشخاص کو خرقہ ہائے خلافت و اجازت سے نوازا۔ ہمیں صرف درج ذیل خلفائے عظام کے اسمائے گرامی دستیاب ہوئے:۔

☆ ...... شمس الہند حضرت سیدنا چنن شاہ نوری دائم الحضوری (آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ)

☆ ...... حضرت خواجہ محمد خان عالم (باولی شریف کھاریاں)

☆ ...... حضرت خواجہ شیخ احمد جیو (روپڑ کلاں)

☆ ...... حضرت خواجہ فضل احمد (ہزارہ)

☆ ...... حضرت خواجہ حبیب اللہ (اترولی شریف روہیل کھنڈ بھارت)

☆ ...... حضرت خواجہ عبدالرحمٰن (کوملی)

☆......حضرت خواجہ محمد قاسم (موہڑہ شریف)

☆......حضرت خواجہ شاہ محمد (لدھیانہ)

☆......حضرت خواجہ محمد مرتضٰی (رتوی)

☆......حضرت خواجہ الٰہی بخش (لدھیانہ)

☆......حضرت خواجہ مولوی امام الدین (سرہند شریف)

☆......حضرت خواجہ مولوی صدر الدین (سرہند شریف)

☆......حضرت خواجہ مولوی الٰہی بخش (تھانیسر انڈیا)

☆......حضرت خواجہ میاں محمد بخش (انڈیا)

☆......حضرت خواجہ شاہ محمد (ملک پور)

☆......حضرت خواجہ مولوی خدا بخش (ملتان)

☆......حضرت خواجہ اخوان احمد (مسقط) ملک عرب

☆......حضرت خواجہ اخون صاحب (ریاہی)

☆......حضرت خواجہ محمد شاہ (ٹہلا پور)

☆......حضرت خواجہ مولوی شیر محمد (ملکوال)

☆......حضرت خواجہ مولوی خان (ملکوال)

☆......حضرت خواجہ محمد مرتضٰی (رملہ)

☆......حضرت خواجہ میاں سلام الدین (کشمیر)

☆......حضرت خواجہ میاں رحیم الدین (کشمیر)

☆......حضرت خواجہ ملنگ شاہ (سہال)

☆......حضرت خواجہ الف دین (بجر رتیال)

☆......حضرت خواجہ بابا نادر دین عرف دودہ صاحب (ڈھوک مرید سرائے عالمگیر)

☆......حضرت خواجہ عبد الصمد خان المعروف بابا رنمست

☆ حضرت خواجہ مولوی نظام الدین (کیہاں شریف کشمیر)

☆ ... سوہاوہ کے قریب برلب جی ٹی روڈ آپ کے ایک خلیفہ صاحب کا مزار مبارک ہے جن کا نام مستحضر نہیں (قدس اللہ اسرارھم اجمعین)

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام، گوجرانوالہ، جون ۲۰۰۴ء)

☆......☆......☆

نصر من الله وفتح قريب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی مجددی

☆☆

ہمارے مرشد ومربی، آقائے ولی نعمت، تاجدار اقلیم ولایت، حضرت خواجہ صوفی محمد علی قدس سرہٗ الخفی مادرزاد ولی اللہ تھے...... آلومہار شریف میں ولادت ہوئی' آپ کے والد حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے...... ولایت کی گود میں پرورش پائی...... حضرت ثانی حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب مولود مسعود کی خبر سنی تو آپ بچے کو دیکھنے خود تشریف لائے' گود میں اٹھایا اور گڑتی دی، اور اپنے ہاتھ مبارک والی تسبیح یعنی تسی گلے میں ڈال کر بشارت سنائی کہ:

''یہ بچہ فقیر اور ولی ہوگا''......

بچپن سے ہی آپ کے انداز نرالے تھے...... عام بچوں سے الگ تھلگ مزاج رکھتے تھے...... کھیل کود، گالی گلوچ سے طبعاً متنفر تھے...... والدین نے تعلیم قرآن کے لیے حافظ صاحب کے پاس بٹھایا' صرف پہلا آدھا پارہ پڑھا، باقی سارا قرآن خود حافظ صاحب کو سنا دیا...... اسکول میں داخل کیا پہلی کلاس پڑھی مگر علم کتابی راس نہ آیا...... باطنی علم نے فقر کی سان پر چڑھایا تو دو ہی کاموں سے غرض رہی، کبھی حضرت ثانی کے کندھوں پر سواری اور کبھی کھیتوں میں چھپ کر آہ وزاری۔

عشق لگا کھیڈاں کھیڈ دی نوں
کھیڈاں بُھلدیاں بُھلدیاں بُھل گیاں

حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت ثالث خواجہ سید محمد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (المعروف تانگے والے پیر) کی تربیت نے اور بھی رنگ دیا، حلقۂ بیعت میں لیا تو سونے پر سہاگے کا کام

کیا...... والدین نے حصول معاش کے لیے استاد محمد دین رنگساز کے پاس چھوڑا۔ چند ماہ ان کے پاس گزارے، مگر قدرت نے انسانوں کو رنگ چڑھانے کا کام لینا تھا، جی نہ لگا، نقشہ نویسی کا فن طبع زاد ہوا۔ بغیر کسی ماہرِ فن استاد کے اس میں دلچسپی لی۔ شاید نقاش ازل نے دلوں پر ”اللہ ھو“ نقش کرنے کے لیے یہ ذوق ارزانی فرمایا تھا...... ایک ایک کر کے ہر کام ادھورا رہا لیکن عشق کا جام پورا رہا...... بستیوں اور آبادیوں سے جی اکتا گیا، خلوتوں کا ذوق غالب آیا، درد نے عشق کا جام پلایا، ہجر نے وصل کا پیغام سنایا، جنگلوں کی راہ لی...... ۲۸ برس تک تخلیہ، تصفیہ اور تزکیہ کی منزلیں طے کرتے رہے...... عشاق فراق کے خوگر ہوتے ہیں...... عشق، فراق کے آتش کدوں میں جوان ہوتا ہے۔ کیونکہ ہجر و فراق میں عاشق کی شخصیت نکھرتی، سنورتی، ابھرتی اور پروان چڑھتی ہے۔

فراق...... آہوں کی مالا ہے، لیکن...... امیدوں کا اُجالا ہے
فراق...... دردِ مہجوری ہے، لیکن...... دلیلِ حضوری ہے
فراق...... غموں کی سوغات ہے، لیکن...... جلووں کی بارات ہے
فراق...... ترکِ شاخ وگل ہے، لیکن...... ادراکِ جزو وکل ہے
عشق والے...... فراق میں زہر کے جام پیتے ہیں
لیکن ...... روز مرتے اور روز جیتے ہیں
اور ہر آن نئی جان اور نئی شان کے ساتھ ابھرتے ہیں

ہمارے حضرت رئیس العشاق تھے، زندگی میں جوانی کا دور امنگوں اور ترنگوں کا زمانہ ہوتا ہے...... جوانی کبھی دیوانی اور کبھی مستانی ہو جاتی ہے...... جوانی کی بہاریں کس کو مست نہیں بناتیں؟ ”در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری“۔ جوانی کی سہانی رُت میں دُھت رہنے کے بجائے ذکر و فکر کی شرابِ الست سے سرمست رہنا ہی نبیوں کی سنت اور ولیوں کی استقامت ہے۔

ہمارے حضرت کی زندگی عشق خدا و مصطفیٰ سے عبارت تھی...... جذب و شوق کے عالم میں جنگلوں، صحراؤں، تاریک غاروں اور سربفلک پہاڑوں تک آپ کے سوز جنوں کی داستانیں پھیلی ہوئی ہیں...... لبوں پر نیم شبی کے نالے اور قدموں پر خارِ مغیلاں کے چھالے...... شب غم کے اندھیرے اور صبح وصل کے اجالے آپ کی زندگی کا حاصل تھے۔

جنگلوں میں یادِ خدا آپ کی غذا تھی...... درود خضری آپ کا وظیفہ تھا...... بھوک کے وقت ہاتھوں کی انگلیوں سے دودھ اور شہد کا مزہ پاتے...... ذکر کرتے تو شجر وحجر بھی یہی نغمہ گاتے...... درود پڑھتے تو جانور بھی سنتے...... تلاوت کرتے تو پرندے وجد کرتے۔

چالیس برس کی عمر ہوئی تو سرہند شریف کی حاضری کا حکم ملا... حاضر ہوئے تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت باطنی سے نوازا...... جذب وسلوک کی تکمیل ہوئی......

آلومہار شریف واپس پہنچے تو مرشد پاک نے ظاہری خلافت عطا کی، اور مخلوق خدا کی ہدایت کے لیے مسند ارشاد پر بٹھایا...... آپ بظاہر اُمی تھے لیکن علم باطنی اور لدنی سے مشرف تھے...... علماء کو بھی وعظ ونصیحت فرماتے...... تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کے لیے جمعہ کا خطبہ بھی دے لیتے لیکن امامت وخطابت کو بطور پیشہ اختیار نہ فرمایا، گفتگو جیسے مصری کی ڈلیاں۔ مسند ارشاد کے حوالے سے آپ کے ارشادات جمال وجلال کا آمیزہ۔ تہجد سے فجر کی نماز تک دس پارے تلاوت قرآن اور روزانہ پانچ ہزار مرتبہ درود خضری اور چوبیس ہزار مرتبہ ذکر ''اسم ذات'' ان کی عادت ثانیہ تھی، ادراکات وانکشافات معمولات کا حصہ تھے...... بارگاہ رسالت علیٰ صاحبھا الصلوات کی حاضری اور حضوری کی سعادتوں سے مالا مال تھے...... کئی بار مشاہدہ ہوا کہ آپ کی محفلوں میں انوار چمکتے' خوشبوئیں مہکتیں اور خوشگوار ہواؤں کے مشک بار جھونکے حاضرین کی مشام جان کو معطر کر جاتے۔ جب چاہتے ارواح صالحین سے رابطہ جوڑ لیتے...... آپ کا طریق دعوت اسماء کے بجائے مسمیٰ تھا...... اسم اعظم شغل دائمی تھا...... دو مرتبہ مردے زندہ کیے لیکن آپ کی توجہات نے کئی مردہ دلوں کو زندہ جاوید کر دیا تھا...... آپ کی صحبت اکسیر کا درجہ رکھتی تھی...... آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے لوگ خدارسی اور خداشناسی کے ذوق سے سرشار ہو جاتے...... رحمدلی' سخاوت اور مہمان نوازی آپ کا اثاثہ تھا' حق گوئی آپ کا نصب العین تھا' غریب پروری' بندہ نوازی اور انسانی ہمدردی آپ کا جوہر تھا...... آپ اکثر فرمایا کرتے تھے:۔

علم کیا ہے؟...... جاننا یعنی عرفان ذات!
فقیری کیا ہے؟...... درد وغم کا نام ہے
تصوف کیا ہے؟...... عمدہ اخلاق اور اعلیٰ کردار کی تعلیم!
درویشی کیا ہے؟...... خدمت انسانیت!

پیر کس کو کہتے ہیں؟...... جو مرید کو خدا تک پہنچائے

مرید کس کو کہتے ہیں؟...... جو پیر سے خدا کے سوا کچھ نہ چاہے

تربیت کے معاملے میں آپ سخت گیر تھے...... جو آپ کی سختی برداشت کر لیتا وہ کندن بن جاتا...... اکثر مریدوں کو تصرفات کے ذریعے برائیوں سے روکتے اور مشکلات سے نجات دلاتے۔

غرضیکہ آپ اسلاف کا نمونہ اور اخلاف کے لیے مشعل راہ تھے...... اخلاق حسنہ اور صفات محمودہ کا مجموعہ تھے...... آپ سراپا کمالات اور مجسمہ کرامات تھے...... وصال سے تھوڑی دیر پہلے آپ کے لبوں پر **حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر** کا وظیفہ تھا...... وصال کے وقت ذکر اسم ذات اور نفی اثبات ورد زبان رہا اور داعی اجل کو لبیک کہا...... اناللہ وانا الیہ راجعون!

آپ کا عرس بمقام دربار عالیہ حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ محلہ مبارک شاہ کلاں قبرستان بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں ہر سال مورخہ ۲۲ نومبر کو منعقد ہوتا ہے۔

(ماہنامہ دعوت تنظیم اور اسلام۔ گوجرانوالہ۔ نومبر ۲۰۰۴ء)

☆......☆......☆

کوفی بنائی متوسط

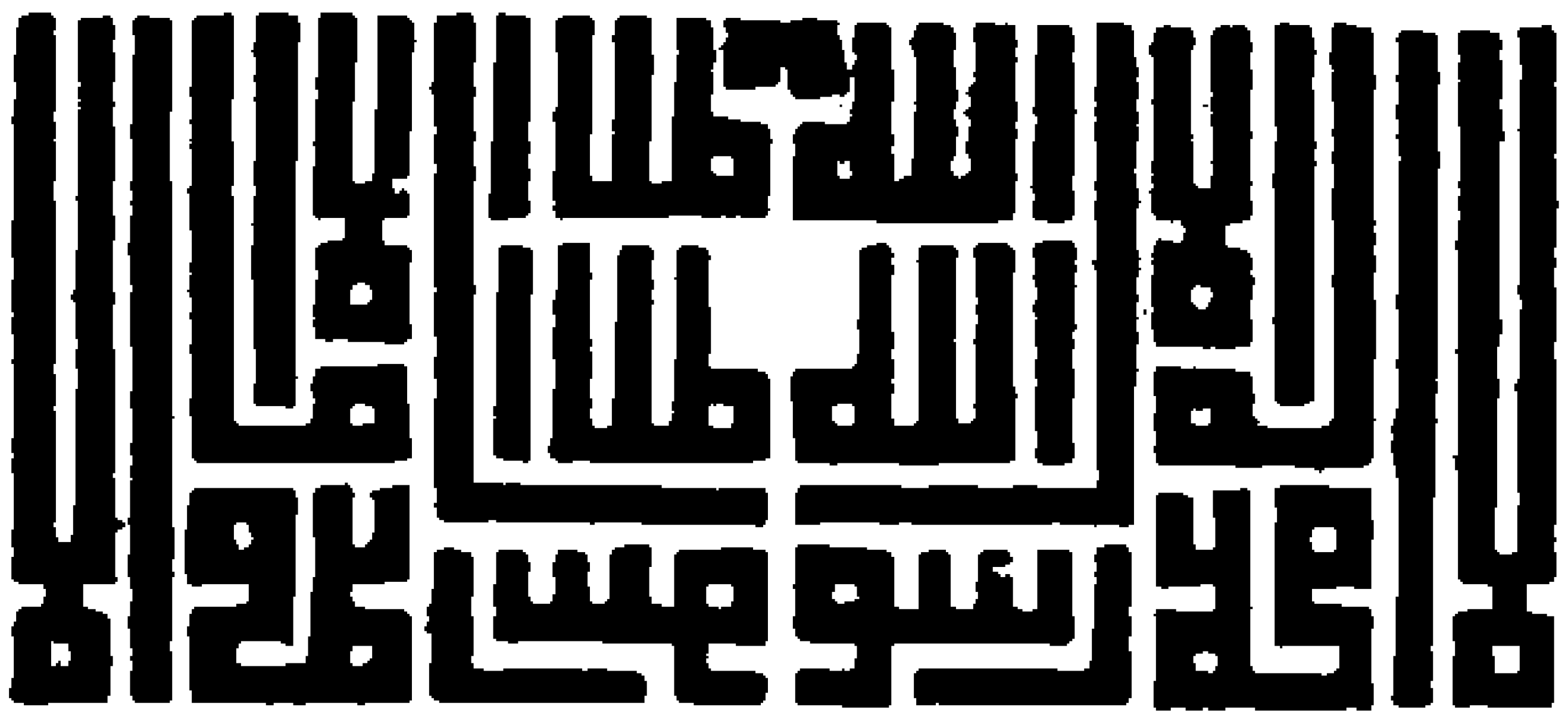

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ ←
بطور منعکس راست
(چپ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

قطب الاقطاب

حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ

المعروف حضرت ثانی

☆☆

زبدۃ العارفین حجۃ اللہ فی العالمین خواجہ خواجگان حضرت قبلہ سید محمد امین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، قبلۂ عالم حضرت شمس الہند حضرت سیدنا چنن شاہ نوری رحمۃ اللہ علیہ تاجدار آلومہار شریف کے اکلوتے فرزند ارجمند تھے، اور اپنے والد گرامی کا عملہ نمونہ تھے۔ زُہد و عبادت، ذکر و فکر اور اخلاق و اطوار میں سلف صالحین کی حقیقی تصویر تھے۔ آپ کا چہرہ دیکھ کر خدا یاد آجاتا۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے کی آنکھیں اشکبار اور دل محوذکر ہو جاتا۔ آپ کی نظر کیمیا اثر سے لاکھوں درماندۂ راہ صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے۔ آپ جس طرف رخ فرماتے مخلوق خدا پروانہ وار ادھر کا رخ کرتی۔ آپ جہاں بھی قیام فرماتے ایک عرس کا سماں ہوتا۔

پیدائش:۔

آپ کی ولادت باسعادت کی تاریخ کے متعلق حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ آپ کی عمر ۸۴ برس ہوئی۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۲۳/مارچ ۱۹۱۴ء میں ہوئی۔ اس لحاظ سے آپ کی ولادت کا سال ۱۸۲۴ء قرار دیا جاسکتا ہے۔ سلسلہ واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت اعلیٰ شمس الہند رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ طریقت سے منسلک ہونے سے قبل پیدا ہو چکے تھے۔ حضرت قبلہ عالم حضرت ہادی نامدار رحمۃ اللہ علیہ جب آلومہار شریف تشریف لائے تو آپ نے موصوف کو گود میں اٹھا کر پیشانی کو چوما اور فرمایا کہ: ''بچہ سلسلہ مجددیہ کو جہان میں روشن کرے گا۔''

حلیہ:۔

آپ اپنے والد کا عملی نمونہ تھے۔ نہایت خوبصورت وجیہ اور پُر جلال چہرہ کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر نظریں ملانے کی جرأت نہ ہوتی۔ اسی بناء پر آپ اکثر چہرہ مبارک چھپائے رکھتے لیکن اس پر جمال کی بناء رعنائیاں اور حُسن خلق اور جود و مروت کی جلوہ سامانیاں مستزاد۔

حصولِ فیض:۔

حضرت خواجہ محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شمس الہند رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اثر سلوک کی راہ طے فرماتے رہے۔ حضرت شمس الہند رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ ہر سال چورہ شریف لے جاتے۔ ایک دفعہ سفر میں آپ خلیفہ محمد صدیق صاحب اور حضرت صاحبزادہ والا شان کو بھی ساتھ لے گئے، اور حضرت باواجی نور محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری کے بعد عرض کی کہ ’’حضرت! یہ محمد صدیق میرا نہایت ہی پیارا خلیفہ ہے...... اسے فیض سے نوازیں۔‘‘ حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ فرمایا۔ بعدازیں فرمانے لگے:

> ’’شاہ صاحب! جو کچھ آپ نے اسے عطا کر دیا ہے وہ ہی بہت کچھ ہے مزید گنجایش نہیں ہے۔‘‘

راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شمس الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار اصرار کیا مگر حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ وہی جواب دہراتے رہے۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا تو حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً سینہ سے لگایا اور کافی دیر سینہ سے لگائے رکھا اور فرمایا:۔

> ’’اس کا ظرف بہت بڑا ہے...... میں نے اس کو چورہ شریف کا فیض عطا کر دیا ہے۔‘‘

اس کے بعد حضرت شمس الہند رحمۃ اللہ علیہ پھر عرض کرتے ہیں:

> ’’حضور کچھ تو خلیفہ محمد صدیق کو عطا کر دو‘‘

مگر حضرت باواجی نے پھر انکار فرمایا، اور دوبارہ حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو سینہ اقدس سے لگایا، فرمایا:

> ’’ان کے ظرف کی کیا بات ہے ان کے خادموں کے خادم بھی اولیاء ہوں گے۔‘‘

تقریب سجادہ نشینی:۔

شمس الہند حضرت اعلیٰ سیدنا محمد چنن شاہ نوری دائم الحضوری قدس سرہ الصبوری کے وصال اقدس کے بعد بتاریخ ۱۸۹۰ء عیسوی مطابق ۱۳۰۸ء ہجری ۵ کا تک شمسی کو آپ کے ایصال ثواب کے لیے منعقد ہونے والے ختم چہلم شریف کے موقع پر نقشبندی مشائخ، خلفاء اور مریدین آلومہار شریف کا عظیم اجتماع ہوا۔ جس میں آپ کے نور نظر لخت جگر حضرت خواجہ پیر سید محمد امین شاہ المعروف حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سجادہ نشینی کی باقاعدہ تقریب منعقد ہوئی۔ ہزاروں علماء، پیران عظام و خلفاء کرام کی موجودگی میں شمس العارفین، غوث العالمین، حجۃ اللہ فی الارضین، مقبول صمد، شیخ مجدد، قطب اوحد، حضرت باوا جی خواجہ فقیر محمد قدس سرہ الامجد وارث مسند چورہ شریف نے اپنے دست مبارک سے آپ کے سر اقدس پر دستار خلافت واجازت باندھی، اور ساتھ ہی حضرات چورہ شریف کے فیضان کا بھی امین اور وارث بنا دیا۔

فتنہ مرزائیت پر فتح یابی کے لیے محدث علی پوری کی آلومہار شریف حاضری:۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جو فتنہ برصغیر میں پھیلا رکھا تھا وہ سب پر عیاں ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر فالج کا حملہ ہو چکا تھا، اور آپ کافی کمزور ہو چکے تھے۔ جس وقت حضرت محدث علی پوری حاضر ہوئے تمام خدام اور حضرت خواجہ صاحب مراقبہ میں تھے، محدث علی پوری بھی مراقب ہو گئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے مراقبہ سے سر مبارک اٹھایا تو فرمانے لگے:

"مجاہد اسلام کیسے آنا ہوا؟"

حضرت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ عرض کرنے لگے:

"فتنہ مرزائیت ترقی کرتا جا رہا ہے ہم فیصلہ کن مباہلہ یا مناظرہ کرنا چاہتے ہیں آپ ہمارے ساتھ چلیں۔"

حضرت فرمانے لگے:

"شاہ جی! میں بیمار بھی ہوں اور کمزور بھی۔ آپ جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو شاندار فتح عطا فرمائے گا اور مرزا کو ذلیل و خوار کرے گا اور دیکھو ساتھ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کو بھی لے لو۔"

حضرت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف پہنچے اور حضرت خواجہ صاحب کا پیغام دیا تو آپ فوراً تیار ہو گئے۔

ملفوظاتِ عالیہ

☆

سلوک نقشبندیہ کی پہلی منزل ولایت صغریٰ ہے:۔

قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ
''سلوک نقشبندیہ میں سالک کی پہلی منزل کیا ہوتی ہے؟''
آپ نے فرمایا کہ

''نقشبندیہ خاندان میں سلوک کی ابتدائی منزل ولایت صغریٰ ہے۔ فنائے قلب اور فنائے نفس کی تکمیل کے بعد سیر فی اللہ کی منازل شروع ہو جاتی ہیں، جن کی پہلی منزل ولایت صغریٰ ہے۔ اس سے بلند تر منزل ولایت کبریٰ ہے، اور بہترین منزل ولایت علیا ہے جو کہ ملائکہ مقربین اور انبیاء کی ولایت ہے اور اس کی انتہا سیر مع اللہ باللہ یا سیر الی اللہ سے موسوم ہے۔ حضرت قبلہ مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے ماوریٰ کے مقامات کی نشاندہی کی ہے لیکن یہ وہ مقامات ہیں جو عوام اور متوسط الحال لوگوں کے فہم وفکر اور رسائی سے بلند تر ہیں۔ بہر حال نقشبندی خاندان کا ابتدائی عمومی سلوک، ولایت صغریٰ کی تکمیل تک ہی محدود ہے، اور اس کے بعد مرشد کامل طالب صادق کو اجازت وخلافت سے نواز دیتا ہے۔

مخلوق سے انقطاع کا مطلب تطہیر قلب ہے:۔

ایک محفل میں آپ نے فرمایا:

''مخلوق سے ترک تعلق سے مطلب یہ نہیں کہ انسان تمدنی ذمہ داریوں یا حقوق العباد کو چھوڑ کر دنیا سے الگ تھلگ بیٹھا رہے۔ دراصل یہ دنیا سے انقطاع نہیں بلکہ فراڈ ہے۔ مخلوق کے انقطاع سے مطلب دراصل تطہیر قلب ہے تاکہ دل میں خدا کی یاد کے بغیر کچھ نہ ہوا اور آدمی باہمہ ہوتے ہوئے بھی بے ہمہ ہو جائے۔'' (یعنی ان میں ہوتے ہوئے جدا ہو جاے)

ریا والی کرامت سے بے ریا قناعت بہتر ہے:۔

اسی سلسلہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک مرد کامل نے ایک بڑی دیگ بنوائی۔ قحط کا زمانہ تھا اور ان کا معمول تھا کہ ایک دفعہ دیگ پکواتے اور دن بھر تقسیم فرماتے، خواہ کتنے مہمان آ جائیں وہ

دیگ ختم نہ ہوتی۔ کچھ قحط کی وجہ سے بھوکے لوگوں کی کثرت تھی، کچھ ان کی کرامت کا تذکرہ سن کر لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا۔ ایک روز ایک مرد درویش محفل میں آیا تو آپ نے حسب معمول اس کو کھانے کے لیے بلوایا۔ اس نے آنے سے انکار کیا، حتیٰ کہ آپ خود اسے بلانے گئے تو اس نے کہا:

میں تو صرف انسانوں کے ہاتھ کا پکا ہوا کھاتا ہوں۔ تو آپ نے کہا:

''کیا میں انسان نہیں''؟

اس نے کہا:

''ذرا نظر باطن سے اپنے اندر کی کیفیت دیکھو''......

انہوں نے دیکھا تو اپنے آپ کو مور کی شکل میں پایا تو درویش نے کہا:

''تم ابھی مور کی طرح اپنی نمائش کے لیے دیگ کی کرامت دکھا رہے ہو۔ رازق تو اللہ کریم ہے کیا تم کو اس کی تقسیم میں کچھ شک ہے؟''

چنانچہ اس بزرگ نے شدت تاسف میں دیگ کو توڑ دیا اور صحیح مقام توکل اختیار کیا۔

کرامت سے استقامت بہتر ہے:۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خرق عادات اور کرامات درویشی کے لوازمات میں سے نہیں ہیں۔ درویش جب مقام عروج پر پہنچتا ہے تو عالم اسباب سے بلند ہو جاتا ہے۔ اور بغیر وسائل و اسباب کے کام سرانجام دینے لگتا ہے۔ لیکن مقام نزول پر وہ عالم اسباب میں آ جاتا ہے، اور عام لوگوں کی طرح ہر کام کو مبنی بر رضا سمجھتے ہوئے سرانجام دے لیتا ہے۔ لیکن اس کا نزول مخلوق کی ہدایت، تربیت و تعلیم اور رہنمائی کے لیے ہوتا ہے۔ اس میں وہ صاحب استقامت ہوتا ہے۔ اس لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استقامت کرامت سے بہتر ہوتی ہے۔

وظائف و معمولات کی پابندی:۔

ایک معترض آدمی تین ماہ کی مدت آپ کی خدمت میں رہا، اور جاتے وقت اس نے کہا کہ میں نے آپ کے ہاں مولویت ہی دیکھی ہے کچھ فقر و کرامات کا اثر نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا سفر و حضر اور مرض و صحت میں کبھی تم نے میرے مذہبی فرائض اور طریقت کے معمولات میں کوئی کمی دیکھی ہے؟ تو اس نے جواب نفی میں دیا تو آپ نے فرمایا یہی میری کرامت ہے۔ تاہم آپ کی متعدد کرامات مشہور ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:۔

کرامات

☆

حضرت شمس الھند کے خلفاء کا وسوسہ اور ندامت: ۔

حضرت خواجہ رکن الدین علیہ الرحمۃ راوی ہیں کہ حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گجرات جہلم اور راولپنڈی کے تبلیغی دورہ پر روانہ ہوئے تو وزیر آباد سے ہوتے ہوئے گجرات میں حافظ محمد بخش کے گھر قیام فرمایا۔ دوران گفتگو چند خلفاء کہنے لگے۔

''جن تصرفات کا اظہار بڑے حضرت صاحب سے ہوا کرتا تھا، ان کا اظہار موجودہ حضرت صاحب سے نہیں ہوتا۔''

''حضرت کو ان کی بے یقینی پر تاسف ہوا۔ آپ نے حضرت خواجہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا''۔

''لوٹا پکڑو اور باہر چلیں۔''

خلفاء پریشان ہو گئے حضرت جلدی سے گھر سے نکل کر ایک گراؤنڈ کے قریب سے گزرے۔ وہاں پولیس کے چند سپاہی پریڈ کر رہے تھے۔ جونہی آپ کی نگاہ ان پر پڑی، تمام تڑپنے لگے، اور بے خودی میں اللہ ھو کے نعرے بلند کرنے لگے۔ ہوش میں آنے پر حضرت کی تلاش میں چل نکلے، اور قدموں میں گر کر تائب ہوئے اور غلامی کے حلقے میں شامل ہو گئے۔ معترض خلفاء بھی حضرت کے پیچھے نکل آئے تھے انہوں نے یہ منظر دیکھا تو نادم ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

طوائف کا توبہ کرنا: ۔

آپ میدان سے آگے بڑھے تو خلق خدا کا ہجوم پیچھے ہو لیا۔ مسلم اور غیر مسلم دو رویہ قطاریں بنائے دیدار کے مزے لوٹ رہے تھے۔ راستہ میں اچانک ایک طوائفہ (بازاری عورت) کا مکان تھا۔ اس نے مکان کی چھت سے نیچے جھانک کر دیکھا تو پکار اٹھی:

''قربان جاؤں یہ تو آلومہار شریف کے پیر معلوم ہوتے ہیں۔''

اسی دوران آپ شہر سے باہر شمال کی طرف چل پڑے۔ راستے میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ ایک مسجد سے اذان کی آواز سنی۔ نماز کے لیے مسجد میں داخل ہوئے۔ نماز با جماعت ادا کر کے جب سلام پھیرنے

کے لیے دائیں طرف رخ پھیرا تو دائیں طرف والے نمازیوں کو وجد ہو گیا۔ بائیں طرف سلام کے لیے رخ پھیرا تو بائیں طرف والے تمام نمازی وجد و حال میں غلطاں ہونے لگے، حتیٰ کہ ساری مسجد کے نمازی ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ مسجد کی در و دیوار سے بھی اللہ ھو کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ ہوش آنے پر تمام نمازی حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ سبحان اللہ۔

مرید کو برائی سے بچا لیا:۔

ایک شخص بختاور نامی حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوا۔ کچھ عرصہ آستانہ عالیہ میں مقیم رہا۔ گھوڑیوں کے لیے دانا چارہ مہیا کرنے کی خدمت پر مامور رہا۔ ایک دن اچانک شیطانی وسوسہ پیدا ہوا اور بغیر اجازت کے فرار ہو کر ملتان چلا گیا۔ وہاں محنت مزدوری کرتا رہا اور آوارہ گردی میں وقت ضائع کرتا رہا۔ جب کچھ رقم اس کے پاس جمع ہو گئی تو عیاشی کی رغبت ہوئی، اور ایک بازاری عورت کے گھر چلا گیا۔ جب دونوں برائی کے ارتکاب پر تیار ہو گئے تو اچانک حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نمودار ہوئے اور پورے جلال کے عالم میں آپ نے بختاور کے منہ پر ایک ایسا طمانچہ رسید کیا کہ اس کی چیخیں نکل گئیں۔ روتا چیختا اٹھ بھاگا اور سیدھا آلو مہار شریف میں پہنچ کر ایک کھیت میں چھپ کر روتا رہا۔ شرم کے مارے سامنے نہ ہوتا کہ کس جرأت کے ساتھ حضرت کو منہ دکھاؤں۔ حضرت ثانی نے ایک خادم سے فرمایا کہ جاؤ فلاں کھیت میں بختاور چھپا ہوا ہے اس کو پکڑ کر لے آؤ۔ چنانچہ بختاور زار و قطار روتا ہوا حاضر ہوا اور معافی مانگنے لگا۔ آپ نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: ''بھائی تم ہمیں چھوڑ گئے تھے ہم نے تمہیں نہیں چھوڑا''...... بالآخر وہ سچی توبہ کر کے صالحین کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔

منظور حسین مجذوب:۔

منظور حسین چودہ پندرہ برس کا حافظ قرآن نہایت ذہین و فطین نوجوان تحصیل علم کے لیے چکوال سے لاہور شہر کی طرف روانہ ہوا۔ تو راستہ میں گجرات شہر میں حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم شیخ امام دین عطار سے ملاقات ہوئی۔ ان سے مثنوی شریف کے اشعار سے اور درد و سوز کی کیفیت دیکھی تو اس خواہش کا برملا اظہار کیا کہ یہ درد اور سوز جہاں سے آپ نے پایا ہے مجھے بھی وہاں لے چلیں۔ چنانچہ ان کے بتانے پر آستانہ عالیہ آلو مہار شریف میں حضرت خواجہ محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا ''بیٹا تمہارا نام کیا ہے''؟۔ عرض کی ''منظور حسین''۔ فرمایا ''اچھا! تو منظورِ حسین

ہے؟'' تین مرتبہ یوں فرمایا اور محبت کی نظر سے دیکھا۔ دست شفقت پشت پر رکھنے کی دیر تھی کہ منظور حسین واقعی منظور حسین بن گیا۔

تیری پہلی نظر کا وار توبہ
دل اب تک دعائیں دے رہا ہے

منظور حسین سب کچھ بھول کر جذب و مستی کے عالم میں قبلہ حضرت صاحب کے قدموں میں ہی رہنے لگا۔ اس کے والدین اپنے اکلوتے لخت جگر کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہوئے آلومہار شریف تک پہنچے تو عجب حال میں اپنے بیٹے کو دیکھا۔ والد نے لاکھ کوشش کی کہ بیٹا ساتھ چلے مگر بیٹے نے جانے سے انکار کر دیا۔ باپ نے بیٹے سے کہا:

''بیٹا چلو یہاں کیا رکھا ہے میں نے بڑے بزرگ دیکھے ہیں کسی کے پاس کچھ نہیں۔''

بیٹے نے برجستہ جواب دیا کہ

''آپ نے تو بڑے بزرگ دیکھے ہیں مگر افسوس کہ آج تک آپ کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اگر کوئی بزرگ آپ کو دیکھ لیتا تو آپ کو بھی پتا چل جاتا کہ یہ لوگ کیا ہیں۔''

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

انتقال پر ملال:۔

۲۳ ؍مارچ ۱۹۱۳ء بمطابق ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ کو نماز تہجد کے وقت وضو فرمایا اور نماز تہجد ادا فرمائی اور ورد و وظائف اور ذکر و مراقبہ میں نماز فجر تک مشغول رہے۔ بعد ازاں نماز فجر کی دو سنتیں ادا فرمائیں اور فرض نماز شروع کی۔ آپ نے ایک رکعت صحیح ادا فرمائی اور دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر مبارک نہ اٹھ سکا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون آپ کو آلومہار شریف میں حضرت شمس الہند علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام گوجرانوالہ، مارچ ۲۰۰۵ء)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حضرت خواجہ محمد سعید المعروف پیر مٹھا

محبوب احمد بھٹی

☆☆

آپ کی پیدائش مبارک بستی لنگر نزد جلال پُور پیر والا ضلع ملتان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مقامی طور پر اصل کی۔ والد گرامی کا نام مبارک حضرت مولانا غلام مصطفیٰ تھا۔ ابھی آپکی عمر مبارک دس پندرہ سال کے میان تھی کہ والد صاحب نے آپ کو اپنے دوسرے بھائی کے ہمراہ خواجۂ خواجگاں حضرت مولانا یدالغفار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں روانہ فرمایا اور ساتھ وصیّت بھی فرمائی کہ حضور اجہ خواجگاں کی خدمت میں ہی رہنا واپس نہیں آنا جب تک کہ حق سبحانہ کی محبت حاصل نہ ہو جائے اور س دوران آپ دونوں بھائیوں کو اگر میرے اِس دار فانی سے کوچ کر جانیکی خبر پہنچ جائے تو پھر بھی و مُرشد کو چھوڑ کر نہ آنا بلکہ جس مقصد کے لیے آپ دونوں کو بھیج رہا ہوں وہ حاصل کر کے ہی آنا۔

آپ نے اپنے والد کی نصیحت پر دل وجان سے عمل کیا اور خود کو اپنے پیر و مُرشد کی خدمت کے لیے ف کرلیا۔ لنگر کا جو کام بھی ہوتا آپ اس میں پیش پیش ہوتے تقریباً ۲۵ سال آپ اپنے پیر و مُرشد کی مت اقدس میں رہے اِس دوران آپ درگاہ شریف کی حدود میں برہنہ پا رہتے تھے۔

آپ نے پیر و مُرشد کی صحبت مبارک میں رہتے ہوئے جب مراتب سلوک کی تکمیل کر لی تو خواجۂ اجگان نے آپ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج اور اشاعت کے لیے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ پ کے پیر و مُرشد کا طریقہ مبارک تھا کہ تمام خلفائے کرام کو اجازت وخلافت مشروط عنایت فرماتے تھے ن شرائط میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی سے خلافت سلب تصور ہوتی تھی لیکن آپ کو اجازت غیر روط عنایت فرمائی اور ساتھ صرف ایک نصیحت فرمائی کہ کسی پر ناراض نہ ہونا آپ نے اِس نصیحت پر تادمِ

آخر عمل کیا اور پوری حیات طیبہ میں کسی پر ناراض نہ ہوئے آپ اکثر اپنے متعلق فرماتے کہ یہ فقیر پہ
تو کسی پر ناراض نہیں ہوتا اگر کسی پر ناراضگی آتی ہے تو لمحہ بھر کے لیے آپ اکثر فرماتے کہ یہ فقیر تمام فقراء
راضی ہے۔

آپ لڑکپن میں ہی اپنے پیرومُرشد کی خدمت اقدس میں تشریف لائے تھے اس لیے آپ ے
پیرومُرشد آپ کو چھوکرا کے لقب سے یاد فرماتے تھے یہ چھوکرا کا لقب ایسا مقبول ہوا کہ بارگاہ نبوت میں بھ
آپ کو اِسی لقب سے یاد کیا گیا وہ اِس طرح کہ شمالی پنجاب کا ایک حاجی صاحب حج کے بعد جب مدی
شریف پہنچا تو اِس نے اپنے لیے ایک عصا خرید کیا اِسی رات اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب
ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمان ہوا عصا ہمارے چھوکرے کو جا کر دینا، بیدار ہوا تو پریشا
مزید بڑھ گئی کہ ایسا بزرگ جو چھوکرے کے نام مبارک سے مشہور ہو میں کہاں تلاش کروں گا۔ حج کے بعد ب
اِسی پریشانی میں واپس کراچی پہنچ گیا جب یہ گاڑی میں سوار ہوا تو بجائے پنجاب کی طرف جانے والی گاڑ
کے یہ کوئٹہ جانیوالی گاڑی پر سوار ہو گیا کیونکہ دونوں گاڑیاں اکٹھی کھڑی تھیں۔ جب کوٹری سے یہ گاڑ
اندرون سندھ کی طرف مُڑی تو یہ پریشان ہو گیا کہ یہ گاڑی کس طرف جا رہی ہے ساتھ والے مسافرو
سے دریافت کیا کہ یہ گاڑی کہاں جا رہی ہے تو انہوں نے بتایا کہ یہ گاڑی تو کوئٹہ جا رہی ہے آپ سے غلطی
ہوگئی ہے۔ اب آپ واپس نہ جائیں بلکہ اِسی گاڑی پر لاڑکانہ یا حبیب کوٹ تک چلے جائیں وہاں سے ک
اور گاڑی پر روہڑی چلے جائیں وہاں سے آپ کو پنجاب کی طرف جانیوالی گاڑی مل جائیگی۔ پھر یہ حاجی
صاحب اِسی گاڑی میں چلا آیا۔ اِسے خیال آیا کہ نیا علاقہ ہے اِس طرف سے بھی معلوم کرتا جاؤں تا ک
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے مطابق آپکی امانت بزرگ تک پہنچاؤں راستے میں راد
سے بہت سے فقیر گاڑی میں سوار ہوئے یہ فقیر یہاں درگاہ رحمت پور شریف لاڑکانہ گیارہویں شریف میں
شمولیت کے لیے آ رہے تھے، تمام فقیر متشرع تھے۔ فقیروں کے نورانی چہرے دیکھ کر یہ بہت خوش ہوا ک
ضرور میں اب منزل تک پہنچ جاؤں گا۔ ان فقیروں سے بزرگ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ
ہمارا گیارہویں شریف کا ماہانہ اجتماع ہو رہا ہے۔ پورے صوبہ سندھ سے فقیر اکٹھے ہو رہے ہیں وہاں کئی
بزرگ فقیر بھی ہوں گے آپ ہمارے ساتھ چلیں ضرور آپ کو بزرگ کے بارے معلومات مل جائیں گی یہ
شخص ان کے ساتھ درگاہ رحمت پور شریف (یعنی مزار پاک حضرت خواجہ خواجگان مولانا عبدالغفار فضلی

نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ) پر چلا آیا یہ واقعہ آپ کے پیر و مُرشد کے وصال کے تقریباً پندرہ سال بعد کا ہے یعنی ۱۹۷۹ء کا واقعہ ہے پیر و مُرشد کے وصال پُر ملال کا آپ کے دل پر گہرا اثر ہوا تھا اسی اثر کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ نے اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود تبلیغ کا سلسلہ شروع نہ کیا تھا۔ طبیعت مبارک ہمیشہ مغموم رہتی تھی۔

اِس حاجی صاحب کو درگاہ شریف کے لانگری سے ملایا گیا۔ لانگری صاحب نے سارا حال سُن کر حاجی صاحب کو مبارک دی کہ تم منزل پر پہنچ گئے ہو۔ لانگری صاحب نے کہا کہ آپ کو آپ کے پیر و مُرشد چھوکرا کہہ کر یاد فرماتے تھے صرف آپ کے پیر و مُرشد ہی آپ کو چھوکرا کہتے تھے باقی تمام جماعت اور خلفاء آپ کا بے حد ادب و احترام کرتے تھے۔ اس طرح کے الفاظ اور کوئی نہ کہتا تھا، کیونکہ آپ چھوٹی عمر ہی میں اپنے پیر و مُرشد کی خدمت میں آئے تھے اسی وقت سے ہی آپ کو حضرت خواجہ خواجگان چھوکرا کے لقب سے یاد کرتے تھے آپ جوان ہو گئے شادی ہو گئی لیکن آپ کے پیر و مُرشد آپ کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے۔

لانگری صاحب اِس حاجی کو ساتھ لیکر درگاہ غریب آباد نزد شیخ زید کالونی لاڑکانہ آئے اور حاجی صاحب نے حضور قبلہ عالم کی زیارت کرتے ہی عصا مبارک آپ کے حوالے کر دیا حضور قبلہ عالم نے عصا مبارک کو بوسہ دیا اور آنکھوں مبارک پر رکھا۔ اِس عصا مبارک کے لیے آپ نے غلاف بنوایا اور بعد میں اِس عصا مبارک کی زیارت کسی خاص موقع پر کرائی جاتی تھی۔

عصا مبارک کا آنا تھا کہ حضور قبلہ عالم نے تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے غائبانہ اشارہ ہے کہ اب گھر نہ بیٹھو اور عصا لیکر تبلیغ کے لیے چل پڑو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک پر اِس طرح عمل کیا کہ ساری زندگی تبلیغ کے لیے وقف کر دی گرمی ہوتی یا سردی آپ نے تبلیغی دورے جاری رکھے حتیٰ کہ آپ کا وصال مبارک بھی سفر کے دوران ہوا۔

۱۹۸۷ء تک آپ کا قیام لاڑکانہ میں ہی رہا لاڑکانہ سے آپ ہر ماہ متواتر گیارہویں شریف کے موقع پر پنجاب تشریف لاتے تھے، آپ کا یہ معمول مبارک تھا کہ ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ کو فقیروں کا ماہانہ اجتماع کراتے تھے۔ اِس موقع پر آپ حلقہ مراقبہ اور وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ ہر گیارہویں شریف پر تمام فقیروں کی شمولیت لازمی ہوتی تھی۔ آپ فرماتے فقیرو آمد و رفت رکھا کرو آمد و رفت رکھنے سے فائدہ ہوتا ہے کہ سستی و کاہلی شیطانی فعل ہے سستی و کاہلی سے اجتناب کیا کرو۔

آپ حلیم الطبع، صاحب خلق عظیم اور خوش مزاج تھے، آپ اپنے تمام مُریدین ومتوسلین سے اپنی اولاد سے زیادہ محبت وشفقت سے پیش آتے تھے ہر فقیر ہی سمجھتا تھا کہ جتنی محبت وشفقت حضور قبلہ عالم کو مجھ سے ہے اور کسی سے اتنی محبت وشفقت نہیں ہے ہر شخص جو بھی ایک مرتبہ آپ کی محبت مبارک سے فیض یاب ہوتا وہ آپ کا دل وجان سے گرویدہ ہو جاتا تھا۔ تمام مُریدین آپکی محبت سے سرشار تھے آپکی جدائی برداشت نہ ہوتی تھی جب آپ سندھ سے پنجاب کے لیے تشریف لاتے اور چند دن کے بعد جب آپ تشریف لے جاتے تو ہفتہ عشرہ تک فقیروں کی حالت سنبھل نہ پاتی تھی۔

آنکھوں سے آنسوؤں کی ایک جھڑی سی لگی رہتی تھی۔ بے اختیار آنسو برستے رہتے تھے۔ نہ کھانا پینا اچھا لگتا اور نہ ہی کاروبار اور بچوں میں دل لگتا تھا۔ ایک کشش سی ہوتی جو دل کو حضور قبلہ عالم کی طرف کھینچے رکھتی۔ اگلی گیارہویں شریف کا بے قراری سے انتظار رہتا کہ کب گیارہویں شریف آئیگی اور حضور قبلہ عالم کی زیارت نصیب ہوگی۔

تقوٰی وپرہیزگاری کا آپ خاص خیال فرماتے تھے۔ بازار کا کھانا استعمال نہ فرماتے تھے۔ فروٹ کھجور وغیرہ دھو کر استعمال میں لاتے تھے۔ جماعت کو بھی تقوٰی وپرہیزگاری کی تاکید فرماتے تھے۔ فقیروں کو ہوٹل کے بھرے ہوئے پانی کے استعمال سے بھی منع فرماتے تھے۔ کیونکہ ہوٹل کا بھرا ہوا پانی پاک نہیں ہوتا اگر کسی نئی جگہ آپ دعوت پر تشریف لے جاتے تو آپ نئے لوگوں کی دل جوئی کے لیے دعوت تو قبول فرمالیتے لیکن یہاں کا کھانا استعمال نہ فرماتے لیکن صاحب دعوت کو اس کی خبر بھی نہ ہوتی تھی کیونکہ صاحب دعوت جب برتن اٹھانے آتا تو حضور قبلہ کے ہاتھوں مبارک پر کھانے کا اثر ہوتا تھا تو وہ یہی سمجھتا کہ حضور قبلہ عالم نے کھانا تناول فرمالیا ہے۔

ایک مرتبہ سابق وزیر اعلیٰ سندھ سید غوث علی شاہ بہت اصرار کے بعد آپکی دعوت کر گیا۔ حضور قبلہ عالم کے ساتھ قدیم خادم فقیر سخی داد ساتھ تھا آپ جتنے دن یہاں مقیم رہے۔ یہاں کا کھانا تناول نہ فرمایا صرف پانی استعمال کر لیتے تھے لیکن صاحب دعوت کو اس کی خبر بھی نہ ہونے دی تا کہ دل شکنی نہ ہو۔

آپ جب کبھی نئے فقیروں کو ذکر میں داخل فرماتے تو فقیروں کے ہاتھوں میں ہاتھ دیکر بیعت فرماتے اور اگر فقیروں کی تعداد زیادہ ہوتی تو پھر فقیر اپنے عمامے اتار کر پھیلا دیتے تمام عماموں کے سرے حضور قبلہ عالم کے ہاتھ مبارک میں ہوتے جب تمام حاضرین ان عماموں کو پکڑ لیتے تو پہلے آپ ایمان

مفصل پڑھتے پھر کلمہ شہادت اور بعد میں استغفار پڑھتے اور تمام فقیروں کو ساتھ ساتھ پڑھنے کا حکم فرماتے اس کے بعد آپ دعا فرماتے اور بعد میں تمام حاضرین کے قلب پر فرداً فرداً اپنی انگشت شہادت رکھ کر اللہ اللہ کا ذکر سمجھاتے اور تمام حاضرین کو بیٹھنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ ذکر کا طریقہ سمجھ کر جاؤ۔ آپ فرماتے جہاں انگلی رکھی ہے یہاں دل ہے، چلتے پھرتے سوئے ہوئے لیٹے ہوئے وضو ہو یا نہ یہی خیال رکھو کہ ہمارا دل اللہ اللہ کر رہا ہے۔ اس خیال کے رکھنے سے اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت پیدا ہوگی دنیا کی محبت کم ہوتی جائیگی اور اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھتی جائیگی۔ حقہ، بھنگ، بیڑی اور بدمذہب کی محبت سے پرہیز کرو نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور جتنا وقت گزرے دو کام نہ چھوڑو ایک ذکر دوسرا نماز کبھی کبھی آپ فرماتے کہ تین کام نہ چھوڑو ایک ذکر دوسرا نماز اور تیسرا جو مسئلہ شریعت کا سنو اس پر عمل کرو اور کبھی تیسرے نمبر پر فرماتے کہ تواضع وانکساری اختیار کرو۔ داڑھی مبارک کے متعلق فرماتے کہ داڑھی شریعت کے مطابق رکھو۔

آپکی نصیحت جامع ہوا کرتی تھی۔ ہر کسی کو اپنے اپنے سوالات کے جوابات مل جاتے تھے، کوئی فقیر اگر کسی الجھن کا شکار ہوتا تو عرض کیے بغیر ہی آپ مجلس وعظ ونصیحت میں اسے اس الجھن کا حل فرما دیتے۔ اگر کوئی فقیر قصداً دل میں کسی سوال کو رکھ آپکی مجلس مبارک میں بیٹھتا اور اسکی یہ خواہش ہوتی کہ مجھے میرے سوال کا جواب ملے تو آپ دوران نصیحت ہی اس کے سوال کا جواب مرحمت فرما دیتے کہ اس فقیر کی تشفی ہو جاتی۔ ابتداء میں یہ عاجز حضور قبلہ عالم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اس طرح کی باتیں سن کر حیرانگی ہوتی تھی کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ والے دل میں جو سوال ہو اس کا جواب بھی عنایت فرما دیتے ہیں۔ عاجز کو ابھی اتنی سمجھ بھی نہیں تھی کہ اللہ والے کے متعلق امتحاناً دل میں کوئی خطرہ یا وسوسہ نہیں رکھنا چاہیے۔ عاجز عصر کی نماز کے لیے حاضر ہوا تو دل میں یہ خیال آیا کہ حضور قبلہ عالم قلب کے متعلق فرما دیں کہ قلب کی حقیقت کیا ہے اس وقت حضور قبلہ عالم لاڑکانہ میں تشریف فرما تھے۔ تو جب حضور نے بعد نماز نصیحت شروع فرمائی تو نصیحت کا آغاز ہی قلب سے کیا قلب پر جامع مدلل تقریر فرمائی کہ عاجز کی تسلی ہوگئی اور آئندہ کے لیے توبہ کی کہ اس طرح کے خطرات وسوالات کو پھر دل میں نہیں آنے دینا حضور قبلہ عالم کا خوف ودبدبہ دل میں پیدا ہوگیا کہ یہاں تو دل میں آنے والے خیال کی بھی پکڑ ہوتی ہے۔

حضور قبلہ عالم کا معمول مبارک تھا کہ صبح کی نماز میں خود امامت فرماتے تھے بعد نماز فقیروں کو حکم ملتا کہ تمام فقیر گول حلقہ بنالیں تمام فقیر گول حلقہ بنا لیتے تھے اگر جگہ کم ہوجاتی تو رہ جانے والے فقیروں کو حلقہ

کے اندر بیٹھنے کا حکم ملتا تھا۔ بعد میں آپ مراقبہ فرماتے تمام فقیر اور خود حضور قبلہ عالم اپنی دستار مبارک اتار کر نیچے رکھ لیتے اور بڑا رومال چہرہ مبارک پر ڈال کر موٹے دانوں والی تسبیح مراقبہ میں چلاتے تھے جس سے کھٹک کھٹک کی آواز پیدا ہوتی تھی۔ جس سے قلبی ذکر کو جلد فائدہ ہوتا تھا۔ آپ دوران مراقبہ پہلے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرماتے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بلند آواز سے اللہ کی ضرب لگاتے تھے جس سے فقیروں کے دلوں کو ایک جھٹکا سا لگتا تھا جس سے قلب جلد رواں ہو جاتا تھا۔ قرآنی آیات کے بعد فارسی اور سرائیکی اشعار بھی پڑھتے تھے۔

دوران مراقبہ فقیروں کو زور کا جذبہ ہو جاتا تھا۔ کئی فقیر زور سے اللہ اللہ کی ضربیں لگاتے تھے تو کئی مُرغ بسمل کی طرح زمین پر لوٹ رہے ہوتے تھے پھر کئی فقیر دوزانو بیٹھے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر اتنے زور سے مارتے کہ ایسے محسوس ہوتا کہ ان کے ہاتھ ابھی ٹوٹ جائیں گے۔ نووارد اشخاص ڈرے اور سہمے ہوئے ہوتے تھے کہ ان فقیروں کو کیا ہو گیا ہے۔ اللہ کے نام کی ضرب اتنے زوردار آواز سے فقیر لگاتے کہ عاجز جیسے فقیروں کی پھرکی نکل جاتی تھی۔ تو کئی فقیر زاروقطار رو رہے ہوتے تھے روتے روتے ان کی ہچکی بندھ جاتی تھی۔ آپکی توجہ ومہربانی کا ایسا اثر تھا کہ کئی فقیر جذبہ کی گرمی کی وجہ سے اپنی قمیص اتار دیتے سخت سردی میں بھی ان فقیروں کی یہی حالت ہوتی تھی جن فقیروں کا جذبہ ختم نہ ہوتا تھا تو ایسے فقیروں کو سخت سردی میں بھی انتہائی ٹھنڈا پانی پلایا جاتا تھا۔ تو ان کی طبیعت قدرے سنبھل جاتی تھی۔

بعد مراقبہ ایک فقیر اپنی مسواک لیکر اٹھ کھڑا ہوتا۔ یہ فقیر حلقہ میں بیٹھے ہوئے تمام فقیروں کے مسواک باری باری چیک کرتا جس کے پاس مسواک نہ ہوتا تو اسے حلقہ میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ آخر میں ایسے فقیروں کو مسواک کی پابندی کی تاکید کی جاتی تھی جب مسواگ چیک ہو جاتے تو تمام فقیر حضور قبلہ عالم کے اردگرد جمع ہو جاتے تھے تو آپ نصیحت شروع فرما دیتے۔ یہ نصیحت سورج میں چمک آ جانے تک چلتی رہتی تھی۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لے جاتے پھر آپ ظہر کی نماز کے لیے تشریف لاتے تھے ہر نماز کی سُنتیں حضور قبلہ عالم گھر میں ہی ادا فرماتے تھے ہر نماز سے پہلے فقیروں کو وضو کرنے کا حکم ملتا تھا جب تمام فقیر وضو کر لیتے پھر آپ باہر تشریف لاتے تھے جب آپ تشریف لاتے تو فقیر اپنے دوشالے، چادریں، رومال اور عمامے آپ کی راہ میں بچھا دیتے تھے تاکہ حضور قبلہ عالم کے قدم مبارک ان کپڑوں پر آئیں۔ نماز کی امامت اکثر آپ خود فرماتے تھے آخری سالوں میں امامت کے فرائض صاحبزادہ صاحب انجام فرماتے

تھے۔ ظہر کے فرض پڑھا کر آپ گھر تشریف لے جاتے تھے اور پھر عصر کی نماز کے وقت باہر تشریف لاتے تھے۔ عصر کی نماز کے بعد آپ تشریف فرما رہتے اگر نئے فقیر ذکر میں داخل ہونے والے ہوتے تو انہیں ذکر میں داخل فرماتے ورنہ عصر سے مغرب تک فقیروں کو نصیحت فرماتے رہتے مغرب کی نماز پڑھا کر آپ گھر تشریف لے جاتے تھے عشاء کی نماز کبھی آپ دیر سے پڑھاتے اور کبھی اول وقت میں پڑھاتے۔ بعد نماز عشاء کبھی آپ تشریف فرما ہو جاتے اور تلقین ذکر اور نصیحت کی محفل جاری رہتی اور کبھی آپ فرض پڑھا کر گھر تشریف لے جاتے۔ اور کبھی کبھی آپ گھر مبارک جاتے جاتے نصیحت جاری رکھتے اور کبھی آپ دروازے مبارک پر گھنٹوں کھڑے کھڑے نصیحت فرماتے رہتے حضور قبلہ عالم کی عمر مبارک ۷۰ سال کے قریب تھی گھنٹوں کھڑے رہنے کے باوجود آپ پر تھکاوٹ کے آثار نہ ہوتے تھے جبکہ ہم فقیر کھڑے کھڑے اتنے تھک جاتے تھے کہ کبھی ایک پاؤں زمین سے اٹھاتے تو دوسرا رکھتے اور کبھی دوسرا پاؤں زمین پر رکھتے تو پہلا پاؤں زمین سے اٹھاتے ہماری ٹانگیں مسلسل کھڑے رہنے سے شل ہو جاتی تھیں کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ فقیر حضور قبلہ عالم کے لیے کرسی لے آتے تو آپ کرسی پر تشریف فرما ہو جاتے اور فقیروں کو حکم ہوتا کہ تمام فقیر بیٹھ جائیں اور پھر رات گئے تک یہ نصیحت کی محفل جاری رہتی تھی۔ حضور قبلہ عالم کے نصیحت فرمانے کا انداز ایسا محبت بھرا ہوتا تھا کہ دل چاہتا تھا کہ حضور اسی طرح بیان فرماتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ رات ڈھل جاتی تھی کبھی کبھی رات کا ایک بج جاتا تھا۔

فقیروں کا اجتماع بہت زیادہ ہوتا تھا لیکن تمام فقیروں پر خاموشی چھائی رہتی تھی صرف حضور قبلہ عالم کی آواز آ رہی ہوتی تھی۔ جو فقیر جس جگہ بیٹھا ہوتا اسی جگہ پر بیٹھا رہتا تھا۔ فقیروں پر آپ کا خوف و دبدبہ طاری رہتا تھا کسی فقیر کو آپ کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اگر کسی فقیر کو آپکی خدمت میں کسی قسم کی عرض کرنا ہوتی تو وہ آپکی خدمت میں اپنی عرض نہ کر سکتا تھا۔ حضور قبلہ عالم کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ حالانکہ حضور تمام فقیروں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے کسی پر سختی نہ فرماتے تھے لیکن اللہ والے کا خوف دلوں پر ایسا چھایا ہوا ہوتا تھا کہ تمام کوشش کے باوجود بندہ اپنی عرض پیش نہ کر سکتا تھا۔ بعض اوقات فقیروں کو مقرب فقیروں کی خدمات حاصل کرنا پڑتی تھیں۔

جب آپ نصیحت فرماتے تو تمام فقیر ڈرے اور سہمے ہوئے ہوتے تھے کیونکہ بعض اوقات آپ فقیروں کی لغزشوں اور خلاف شرع امور کے متعلق پکڑ فرماتے تھے لیکن کسی فقیر کا نام لیکر تنبیہ نہ فرماتے تھے

دوران نصیحت ایسے فقیروں کو سخت تنبیہ فرماتے صرف کسی فقیر کو ہی معلوم ہوتا تھا جو ان خلاف شرع افعال کا مرتکب ہوا ہوتا تھا۔

بعض اوقات فقیروں کے دل میں آنے والے خطرات اور وسوسوں کی بھی پکڑ فرما لیتے تھے فرماتے ایسے خیالات دل میں نہ لایا کرو اس طرح ہر فقیر دل ہی دل میں معافی کا طلب گار رہتا تھا اور دل ہی میں حضور قبلہ عالم کی خدمت عرض کرتا رہتا کہ مجھے اب معافی عنایت فرماؤ پھر ایسا غلط کام نہیں کروں گا حضور قبلہ عالم فقیروں کی دل کی حالت دیکھ کر کبھی اظہار فرما دیتے اور کبھی درگزر فرما دیتے۔

ایک فقیر کو نظر بازی کی عادت تھی یہ خواہ مخواہ غیر محرم عورتوں کو دیکھتا رہتا تھا سنانواں ضلع مظفر گڑھ میں آپ نے نصیحت فرمائی اس نظر بازی کو ہی موضوع بنایا اور سخت تنبیہ فرمائی پھر فرمایا اب بھی ایسے فقیر یہاں موجود ہیں جن کے منہ پر داڑھیاں ہیں لیکن ایسی بدحرکات سے باز نہیں آتے۔ یہ فقیر بھی اس وقت موجود تھا اس نے کہا کہ میری جان نکل گئی کہ کہیں مجھے کھڑا نہ کریں لیکن حضور قبلہ عالم ایسے نہ کرتے تھے فرمایا پہلے نظر غلط پڑتی ہے تو پھر شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اگر نظر ہی کنٹرول میں ہو تو شیطان غلط وسوسہ نہیں ڈال سکتا۔

بعض فقیروں کی اصلاح کسی جذبہ والے فقیر کے ذریعے کرا دی جاتی تھی وہ ایسے ہوتا تھا جماعت میں کسی فقیر کو جذبہ ہو جاتا تو وہ ہر سامنے آنے والے فقیر کی اندر کی بیماریاں ظاہر کرتا رہتا تھا۔ جو فقیر کسی خلاف شرع کام کا مرتکب ہوا ہوتا تھا کسی دوسرے کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی لیکن یہ جذبہ والا فقیر ایسے فقیروں کی لغزشوں کو ظاہر کر دیتا تھا۔ تو فقیر بیچارے ایسے جذبہ والے فقیر سے چُھپتے پھرتے تھے تاکہ نہ اس فقیر کے سامنے جائیں اور نہ اپنی گوشمالی ہو۔

ایک فقیر اپنے چند دوستوں کے ہمراہ مری سیر کے لیے گیا۔ تو وہاں انہوں نے چند عورتوں کے ساتھ فوٹو بھی بنوائے جب یہ فقیر یہاں آیا تو اس کے افعال کی کسی کو کوئی خبر نہ تھی لیکن ایک جذبہ والے فقیر نے اس کی تمام خفیہ کہانی ظاہر کر دی اور ساتھ اس فقیر کو وہ خفیہ فوٹو بھی دکھائے جو صرف اسی ایک فقیر کو نظر آئے۔ اس نے حضور قبلہ عالم کی خدمت سے جا کر معافی مانگی اور آئندہ کے لیے سچے دل سے توبہ کی کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

ذکر کے متعلق آپ بہت زیادہ تلقین فرماتے۔ فرماتے ذکر کرنے سے بُغض، ریا، حسد، عجب، غرور، تکبر جیسی بیماریاں ختم ہوتی ہیں۔ اور مہربانی یہ ہوتی ہے کہ سوز و گداز، درد طلب ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔

فرماتے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا o وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًاo هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا o

سورۃ احزاب ۴۲، ۴۱

آپ اس آیت مبارک کا ترجمہ اس طرح بیان فرماتے۔ اے ایمان والو میرا ذکر کرو اور ذکر بھی کثیر کرو صبح و شام مجھے یاد کرو میری اور میرے ملائکہ کی رحمت ہوگی میں خود تمہیں ظلمات اندھیرے سے نکال کر نور میں داخل کر دوں گا۔ آپ فرماتے نور سے مراد یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سنگت میں پہنچا دوں گا اور مومنوں پر میرا یہی رحم ہے اس آیت مبارک کے حوالہ سے آپ ذکر کثیر کی تشریح یوں فرماتے کہ ذکر کثیر سے مراد صرف قلبی ذکر ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ جو بھی ذکر ہوگا وہ ذکر زباں سے ہوگا اور لسانی ذکر قلیل کے درجہ میں آتا ہے نہ کہ کثیر کے درجہ میں ذکر کثیر سے مراد ایسا ذکر ہے جو گنتی و شمار میں نہ آئے جب کہ لسانی ذکر کے لیے وقت کی ضرورت ہے۔ جب تک زبان سے ذکر کرتا رہے گا اور کوئی کام نہ کر سکے گا کھانا کھائے گا تو ذکر بند ہو جائیگا۔ کسی سے بات کرے گا تو بھی ذکر بند ہو جائیگا۔ سوئے گا تو بھی ذکر بند ہو جائیگا۔ تو پھر یہ ذکر قلیل ہوا نہ کہ کثیر۔ ذکر کثیر صرف دل کا ذکر ہے۔ کیونکہ جب ایک مرتبہ دل ذکر میں مشغول ہو گیا تو پھر اسے نہ موت ہے اور نہ ہی نیند۔

چوں دل زندہ شود ہرگز نہ میرد
چوں زندہ گشت خوابش ہم نہ گیرد

فرمایا جس وقت مردہ دل زندہ ہو گیا پھر اسے نہ نیند ہے اور نہ ہی موت۔ چاہے ذکر کرنے والا فقیر فوت بھی ہو جائے لیکن دل زندہ رہے گا۔ دل اللہ اللہ کرتا رہے گا۔

فقیر سخی داد حضور قبلہ عالم کا قدیم خادم تھا۔ سفر حضر میں حضور قبلہ عالم کے ساتھ رہتا تھا اس فقیر کی موت نشتر ہسپتال ملتان میں واقع ہوئی۔ جب یہ فقیر فوت ہوا تو فقیروں نے ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر سے کہا کہ ہمارا مریض فوت ہو گیا ہے لہٰذا ہمیں اجازت دی جائے کہ اسے لے جائیں ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر نے آ کر چیک

کیا تو فقیر کا دل تو چل رہا تھا لیکن سانس نہیں چل رہا تھا۔ ڈاکٹر نے خیال کیا کہ مریض زندہ ہے اس کا سانس بحال کرنے کے لیے فقیر کے سینے کو دبانا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب دبا دبا کر تھک گیا لیکن فقیر کا سانس بحال نہ ہوا لیکن فقیر کا دل مسلسل چل رہا تھا۔ فقیروں نے ڈاکٹر صاحب کو کہا کہ ہمارا مریض فوت ہو چکا ہے ہمیں آپ اجازت دیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ جب تک میں اپنی تسلی نہیں کر لوں گا۔ میں آپ کو اجازت نہیں دے سکتا۔ پھر اس ڈاکٹر صاحب نے وارڈ کے انچارج ڈاکٹر کو ٹیلی فون کیا۔ تقریباً شام کے پانچ بجے تھے انچارج ڈاکٹر ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر جا چکے تھے اس ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ سر ایک ایسا مریض ہے جس کا دل تو چل رہا ہے لیکن سانس بند ہے آپ جلد تشریف لائیں ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں ابھی آ رہا ہوں تھوڑی دیر میں یہ انچارج ڈاکٹر بھی پہنچ گیا۔ اس نے بھی فقیر کے دل کو دیکھا اور سانس بھی چیک کیا پھر دونوں ڈاکٹر صاحبان نے فقیر کے سینے کو دبانا شروع کر دیا۔ اتنے زور سے دبایا کہ دونوں کو پسینہ آ گیا لیکن فقیر کا سانس بحال نہ ہوا۔ دونوں تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ فقیروں نے کہا کہ اس فقیر کے دل پر ہمارے پیرو مرشد کی انگلی مبارک لگی ہوئی ہے۔ یہ دل اس طرح چلتا رہے گا۔ لیکن فقیر فوت ہو گیا ہے ہمارے جتنے بھی پیر بھائی فوت ہوئے ہیں اُن کی بھی یہی حالت تھی۔ بعد میں ڈاکٹرز نے فقیر کو لے جانے کی اجازت دے دی۔

اس طرح کے کئی واقعات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں حضور قبلہ عالم کی یہ زندہ کرامت تھی کہ پہلی ہی صحبت میں قلب جاری ہو جاتا تھا۔

بعض حاضرین کی دل کی کیفیت کو دیکھ کر آپ فرماتے کہ آپ حیران نہ ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کبھی آپ جماعت کے ایسے فقیر کو کھڑا کر دیتے کہ ذکر کی مہربانی ایسے ہوتی ہے اس فقیر کا قلب اتنے زور سے چلتا تھا کہ فقیر کا بایاں حصہ قلب کے ساتھ زور سے حرکت کرتا تھا فقیر کا بازو بھی قلب کے ساتھ زور سے حرکت کرتا تھا، دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔

کبھی کبھی آپ گھڑی کی مثال دیتے تھے فرماتے کہ یہ گھڑی ہے اسے چابی دینے کی ضرورت نہیں ہے پہلے گھڑیاں ہوا کرتی تھیں جنہیں چابی دینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تب وہ چلتی تھیں۔ اس گھڑی کو کاریگر نے ایسا بنا دیا ہے کہ اب اسے چابی دینے کی ضرورت نہیں ہے یہ گھڑی رات ہو یا دن ہمیشہ چلتی رہتی ہے فرمایا کیا اللہ والا دل کو ایسی چابی نہیں دے سکتا کہ دل ساری زندگی اللہ اللہ کرتا رہے کبھی آپ یہ حدیث مبارک پڑھتے۔

اَلشَّیطَانُ جَاثِمٌ علیٰ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِذَاذَکَرَ اللّٰہَ خَنَّسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ. (بُخاری شریف)

فرماتے ہر بنی آدم کے دل پر شیطان پنجہ گاڑے بیٹھا ہوا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو پھر شیطان وسوسہ ڈالنا شروع کر دیتا ہے آپ فرماتے کہ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ چاہے کوئی حاجی ہو نمازی ہو علامہ ہو چاہے کچھ بھی ہو اس کے دل پر شیطان مضبوطی سے بیٹھا ہوا ہے اگر حق سبحانہ کا ذکر کرے گا تو شیطان چھوڑ دے گا ورنہ نہیں۔ فرماتے اللہ کا نام تو پھر کسی کو آتا ہے اگر گھر بیٹھ کر خود ہی اللہ اللہ کرنے بیٹھ جائے تو کیا اسے فائدہ ہوگا۔ فرماتے مہربانی پیر کرے گا لیکن یہ مہربانی ہوگی ذکر کے طفیل ذکر کرو گے تو مہربانی ہوگی۔ آپ فرماتے کہ ایک مسجد نہایت عالیشان بنی ہوئی ہے اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے اب یہ مسجد بنائی تو مستری نے ہے لیکن کیا یہ مستری ایسی عالیشان مسجد بغیر اپنے اوزار کے بنا سکتا تھا۔ ہرگز نہیں اسی طرح ہی ذکر کی مثال ہے مہربانی ولی اللہ کرے گا لیکن یہ مہربانی ہوگی ذکر کرنے سے۔ فرمایا اللہ کا ذکر شیطان کے لیے ایسے ہے جیسے لوہار کے ہتھوڑے کی ضرب یعنی جس طرح کسی کے سر پر ہتھوڑا کی ضرب لگائی جائے تو اسے کتنی تکلیف ہوگی ذکر سے بھی شیطان کو ایسے تکلیف ہوتی ہے شیطان کی کوشش ہوتی ہے کہ یہ فقیر ذکر نہ کرے۔

ایک فقیر خادم حسین نے بتایا کہ ایک رات میں ذکر میں مشغول تھا رات کا تقریباً ایک بج چکا تھا میں آنکھیں بند کیے ذکر میں مشغول تھا کہ اچانک ایسے محسوس ہوا کہ جیسے اندر کوئی داخل ہوا ہے۔ میں نے جونہی آنکھیں کھولیں سامنے ایک بدشکل شخص کھڑا تھا لمبا قد تھا موٹے موٹے بازو تھے آنکھیں بڑی بڑی اور انتہائی سرخ اور شکل اسکی سیاہ تھی اتنی ڈراونی اور خوفناک شکل تھی کہ میرا پسینہ چھوٹ گیا اس نے ایک ہاتھ میں ایک بڑا پتھر اٹھایا ہوا تھا یہ پتھر مارنے کے لیے اٹھایا ہوا تھا دوسرے ہاتھ سے مجھے سختی سے روکا کہ بند کرو فقیر نے کہا کہ مجھ میں پیر کی مہربانی سے ہمت پیدا ہوگئی اور میں نے بھی زور سے کہا کہ میں ذکر بند نہیں کروں گا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ سے اپنے پیٹ اور سینہ سے کپڑ اٹھایا اور کہا کہ تمہارے ذکر کرنے سے میرے ساتھ یہ حال ہو رہا ہے فقیر نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ گرم سرخ لوہے کی سلاخیں آتی ہیں اور اس کے آر پار ہو جاتی ہیں جس جگہ سے یہ سلاخ آر پار ہوتی ہے وہاں اس کے جسم میں سوراخ ہو جاتا ہے چند لمحوں میں تقریباً سات مرتبہ اس کے جسم سے سلاخ آر پار ہوئی۔ پھر اچانک یہ شخص غائب ہو گیا۔ یہ دراصل شیطان تھا۔

حضور قبلہ عالم کے فرمان کی اس واقعہ سے تصدیق ہو جاتی ہے کہ ذکر سے شیطان کو بہت تکلیف ہوتی ہے ذکر کے علاوہ جو بھی عمل کرو گے شیطان نہیں روکے گا لیکن ذکر نہیں کرنے دے گا طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرے گا سستی و کاہلی کو غالب کرے گا مراقبہ نہیں کرنے دے گا کیونکہ شیطان کو علم ہے کہ ذکر والے کا میں کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

بعض اوقات آپ دوران نصیحت فرماتے کہ شیطان ذکر والے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بے شک شیطان اپنا زور لگائے۔ ذکر والے کا شیطان کچھ نہیں کر سکتا کبھی کبھی آپ شیطان کے لیے چیلنج کا اعلان فرما دیتے کہ شیطان کو چیلنج ہے کہ وہ ذکر والے فقیر کا کچھ کر سکے شیطان جرات بھی نہیں کر سکتا کہ ذکر والے فقیر کو خلاف شرع کام میں مبتلا کر سکے۔ بعض اوقات آپ فقیروں کو چیلنج فرما دیتے کہ چلو فقیر خود کوشش کر کے دیکھ لے کسی برے کام کرنیکی۔ نصیحت کے دوران ایک فقیر کے دل نے اللہ والے کی اس بات کو قبول نہ کیا اور یہ خطرہ اس کے دل پر جم گیا کہ جو فقیر خود برائی کرنا چاہے اسے کون روک سکتا ہے بس حضور قبلہ عالم نے ایسے ہی فرما دیا ہے۔

بزرگوں کا فرمان ہے کہ اللہ والے کی بات کو دل و جان سے قبول کر لو ورنہ پکڑ میں آ جاؤ گے جو فرما دیں آمنا و صدقنا کہو دل میں شک اور وسوسہ کو جگہ نہ دو اس فقیر کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ حضور کے اس فرمان کو عرصہ گزر گیا اس دوران حضور قبلہ عالم کا وصال مبارک بھی ہو گیا۔ وصال مبارک کو تقریباً تین سال کا عرصہ گزر گیا کہ یہ فقیر امتحان میں پھنس گیا وہ اس طرح کہ اس کی بیوی گھریلو جھگڑے کی وجہ سے روٹھ کر اپنے میکے چلی گئی اس نے بڑی کوشش کی لیکن صلح نہ ہوئی بیوی کو گئے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا اس پر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوتا جا رہا تھا آخر ایک دن مجبور ہو کر یہ اپنی پرانی دوست کے گھر کار لیکر پہنچ گیا۔ قبل از بیعت اس کا یہاں آنا جانا رہتا تھا۔ بیعت ہونے کے بعد تمام بدافعال سے توبہ کر لی تھی۔ لیکن اب پھر شیطان اسے پرانی جگہ پر لے گیا۔ جب یہ عورت باہر آئی تو فقیر کی وضع قطع دیکھ کر حیران ہو گئی کہ یہ کیا تم نے شکل بنا رکھی ہے اتنی لمبی داڑھی رکھ لی ہے اتنا عرصہ گزر گیا ہے تم کہاں رہے ہو اس فقیر نے کہا کہ اب باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے لہٰذا تیاری کرو جلدی چلنا ہے یہ عورت تیاری کر کے کار میں بیٹھ کر اس کے گھر پہنچ گئی یہ فقیر اس عورت کو کمرے میں بٹھا کر خود اس کے لیے فروٹ وغیرہ لینے چلا گیا گھر میں یہ اکیلا رہتا تھا جب فروٹ لیکر گھر واپس آیا اور اس کمرے کے دروازے پر پہنچا ہی تھا جہاں یہ عورت اندر بیٹھی ہوئی تھی کہ

اچانک سامنے حضور قبلہ عالم آگئے آپ پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ دائیں ہاتھ مبارک کو حضور نے تھپڑ رسید کرنے کے لیے اٹھایا ہوا تھا۔ فقیر نے بتایا کہ میں تھپڑ سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹتا آیا اور حضور قبلہ عالم اسی طرح غصے میں مجھے تھپڑ رسید کرنے کے لیے میرے اوپر چڑھے آئے فروٹ کے شاپرز میرے ہاتھ سے گر گئے اور میں خوف سے کانپ رہا تھا میں اسی وقت حضور قبلہ عالم کے قدموں پر گر گیا اور رو رو کر عرض کہ قبلہ غلطی ہوگئی ہے معافی فرماؤ پھر ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ میرے اوپر گریہ کی حالت طاری تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب میں نے اوپر دیکھا تو حضور موجود نہ تھے جبکہ میرے اوپر شیطان کا غلبہ ختم ہو چکا تھا۔

فقیر نے کہا کہ پھر مجھے خیال آیا کہ حضور قبلہ عالم کا تو وصال ہو چکا ہے مجھے بد فعل سے بچانے کے لیے آپ تشریف لائے تھے۔ اسی وقت عورت کو دھکے دیکر باہر نکال دیا اور اندر سے دروازہ بند کر دیا۔ کافی دیر تک میں اپنے کمرے میں روتا رہا۔ دل نے تصدیق کر دی کہ حضور قبلہ عالم سچ فرماتے تھے، کہ فقیر کو چیلنج ہے کہ برائی کا کام کرنے کی جرات تو کر لے اگر یہ فقیر اسی وقت حضور کے الفاظ مبارک کو دل سے قبول کر لیتا تو اس امتحان میں گرفتار نہ ہوتا۔ اور حضور قبلہ عالم نے جو تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہوا تھا وہ تھپڑ در اصل شیطان کے لیے تھا کیونکہ فقیر پر شیطان کا غلبہ ہو چکا تھا وہ اسے گناہ پر آمادہ کر چکا تھا تھپڑ شیطان کو مارنے کے لیے آپ نے اٹھایا ہوا تھا جب تک شیطان نہیں بھاگا آپ وہاں موجود رہے جونہی شیطان حضور قبلہ عالم کو دیکھ کر بھاگا، فقیر اپنے حال پر آ گیا تو حضور بھی تشریف لے گئے۔

آپ کا ایسا تصرف تھا کہ کوئی فقیر خلاف شرع کام کرنا تو کجا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا آپ خود بھی شریعت کی پابندی فرماتے اور جماعت کے لیے بھی شریعت کی پابندی کی تاکید فرماتے۔ خلاف شریعت رسم و رواج سے سختی سے منع فرماتے۔ شادی پر خلاف شرع رسوم سے ممانعت فرماتے۔ فقیروں کو شریعت کی پابندی کی تلقین فرماتے۔

آپ کا ایسا روحانی تصرف تھا کہ ذکر میں داخل ہونے کے بعد خود بخود اتباع شریعت کا شوق پیدا ہو جاتا تھا۔ خلاف شریعت کام خود چھوٹ جاتے تھے۔ داڑھی شریعت کے مطابق فقیر رکھ لیتے تھے سفید عمامہ ہر فقیر کے سر پر بندھا ہوتا تھا۔ مسواک ہر فقیر کے پاس موجود ہوتی تھی۔ سگرٹ، حقہ پینے کو خود بخود ان سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔ حضور قبلہ عالم کی یہ کرامت تھی کہ جو فقیر ذکر میں داخل ہو گیا بعد میں وہ سگرٹ حقہ خود ترک کر دیتا تھا۔

جن خاندانوں میں حقہ ورثہ کے طور پر مدت سے چلا آ رہا تھا۔ جونہی حضور قبلہ عالم کی غلامی میں داخل ہوئے۔ حقہ پینا ترک کر دیا۔ اور حقہ کو توڑ کر پھینک دیا۔

کراچی شہر پر حضور قبلہ عالم کی خصوصی مہربانی اور شفقت تھی جب کبھی کراچی فتنہ وفساد یا قدرتی آفات کا شکار ہوا۔ حضور خود کراچی تشریف لے جاتے اور اس وقت تک کراچی میں مقیم رہتے جب تک کہ فتنہ وفساد کا خاتمہ نہ ہو جاتا۔

ایک مرتبہ کراچی کو سمندری طوفان کا زبردست خطرہ لاحق ہو گیا محکمہ موسمیات والوں نے پیش گوئی کر دی کہ آئندہ چند روز تک کراچی شہر کو سمندری طوفان کا شدید خطرہ ہے جس سے سارا شہر پریشان تھا ساحلی علاقے خالی کرائے جا رہے تھے انہی دنوں حضور قبلہ عالم کراچی میں مقیم تھے اور آپ روزانہ شام کے بعد ساحل سمندر پر تشریف لے جاتے اور کافی دیر تک ساحل سمندر پر تشریف فرما رہتے پہلے پہل سیکورٹی والے منع کرتے تھے بعد میں یہ خاموش ہو گئے۔ حضور قبلہ عالم دیر تک تشریف فرما رہتے چند فقیر بھی ساتھ ہوتے تھے جس دن طوفان نے آنا تھا اس رات آپ دیر گئے تک ساحل سمندر پر تشریف فرما رہے تقریباً رات کے ایک بجے کے بعد آپ واپس تشریف لائے۔ صبح محکمہ موسمیات والوں نے کراچی کے شہریوں کو یہ خوشخبری سنائی کہ طوفان کا خطرہ ٹل گیا ہے طوفان کا رخ مشرقی جانب ہندوستان کی طرف مڑ گیا ہے۔ اس لیے اب کراچی شہر کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ صبح کراچی کے تمام اخباروں میں یہ خبر جلی سرخیوں سے شائع ہوئی۔ دوسرے دن آپ ساحل سمندر پر دوبارہ تشریف نہ لے گئے۔ آپ نے اپنے روحانی تصرف سے طوفان کا رخ موڑ کر کراچی کو ایک آنے والی بڑی تباہی سے بچا لیا۔

حضور قبلہ عالم کی محبت وشفقت ہر کسی کے ساتھ تھی گھر مبارک میں حضور تشریف فرماتے ہو تو چھوٹے بچے میلے کچیلے کپڑوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں جاتے تو صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہم ان کو پکڑ لیتے کہ حضور کے کپڑے مبارک خراب ہو جائیں گے تو آپ منع فرماتے اور بچوں کو گلے لگا لیتے۔

کروڑ ضلع بفہ میں جب حضور قبلہ عالم تشریف لاتے تو چھوٹے چھوٹے لڑکے حضور کے ارد گرد ہجوم کر دیتے تھے کوئی ہاتھ مبارک کو بوسہ دیتا کوئی قدمبوسی کرتا فقیران کو ہٹاتے تو حضور منع فرماتے کہ ان کو کچھ نہ کہو بعض اوقات چھوٹے بچے حضور کو چلنے نہ دیتے تو فقیران کو ادھر ادھر ہٹاتے تو پھر بھی آپ منع فرما دیتے کہ ان کو کچھ نہ کہو۔

وصال مبارک:

عمر مبارک کے آخری تین سال سے حضور قبلہ عالم کی طبیعت مبارک ناساز رہنے لگی تھی پہلے آپ یہاں ملتان میں زیر علاج رہے۔ پھر کچھ عرصہ کراچی میں زیر علاج رہے لیکن طبیعت مبارک دن بدن زیادہ ناساز ہوتی گئی۔ آخر میں آپ پر اتنی کمزوری غالب آگئی کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی۔ کمزوری کی وجہ سے آپ کے ہاتھ مبارک کانپتے تھے لیکن آپ اپنے ہاتھوں کو کپڑے میں چھپالیتے تھے تاکہ گھر والے مغموم نہ ہوں۔

آخرکار یہ آفتاب علم وعرفاں ۲۳ر ذیقعد ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۴ر اپریل ۱۹۹۵ء بروز سوموار ہزاروں دلوں کو منور فرما کر ملتان کے افق میں غروب ہوگیا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

آپ کا مزار پُرانوار ملتان شہر میں چوک براراں کے قریب مرجع الخلائق ہے...... آپ کی کرامات وتصرفان کی تعداد بے شمار ہے اور یہ سلسلہ بعداز وصال بھی جاری ہے۔

اولاد امجاد وسجادہ نشین:

آپ کو اللہ کریم نے چار صاحبزادگان گرامی اور پانچ صاحبزادیاں عطا فرمائیں آپ کے صاحبزادگان بھی نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں چاروں صاحبزادگان گرامی کو آپ نے طریقہ کی اشاعت کے لیے خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱...... **حضرت صاحبزادہ محمد نُورالعین نقشبندی مجددی مدظلہ العالی**

آپ اپنے والد بزرگوار قدس سرہ کے وصال مبارک کے بعد مسند ارشاد پر فائز ہیں علم ظاہری وباطنی اور زہد وتقویٰ میں یگانۂ روزگار ہیں۔

۲...... **حضرت صاحبزادہ محمد قرۃ العین مدظلہ العالی**

۳...... **حضرت صاحبزادہ غلام فضل مدظلہ العالی**

۴...... **حضرت صاحبزادہ محمد دلربا مدظلہ العالی**

☆......☆......☆

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اقبالؒ

کتبہٗ خورشید گوہر قلم لاہور ۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولانا غلام محی الدین نقشبندی قصوری

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
(نگراں مرکزی مجلس رضا، لاہور)

☆☆

مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد حاجی حافظ قاری عبد المالک صدیقی عہد شاہجہانی میں وارد سندھ ہوئے۔ ان کے صاحبزادے مخدوم حافظ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ''مخدوم پنجاب'' کے لقب سے اپنے زمانہ میں خاصی شہرت حاصل کی۔ یہ وہی بزرگ تھے جن کے فیض سے عارف پنجاب حضرت بلھے شاہ اور ترجمان حقیقت حضرت سید وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہما نے آسمان کمال تک رسائی حاصل کی۔ مخدوم پنجاب کے دو صاحبزادے شیخ محمد اور حافظ غلام مصطفیٰ تھے۔ حافظ غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کے والد اور شیخ محمد آپ کے مربی اور چچا تھے۔

اس صاحب علم وعرفان خاندان کی نسبت سے ضلع لاہور کا شہر قصور تاریخ میں بغداد ثانی بن کر طالبان علم روحانیت کا مرجع بن گیا اس شہر سے علم وہدایت کے چشمے رواں ہوئے۔ عرفان وتصوف کے دھارے بہے۔ سید بلھے شاہ اور سید وارث شاہ ایسے باکمال شاعر مفتی عنایت علی ایسے ادیب اور مولانا غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ قصوری ایسے عالم دین اور مناظر، آسمان شہرت پر طلوع ہوئے۔ اس خاک پاک نے مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری ایسے ولی اللہ اور جید عالم دین کو اپنی گود میں پرورش کی۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان بزرگوں کے عزم وہمت سے پاک وہند کے اکثر علمی خانوادے علم وعرفان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ للہ شریف اور بیربل شریف کی بارگاہیں اسی آفتاب روحانیت کی شعاعوں سے روشن ہوئیں اور اسی شہر کے بوریا نشینوں نے علمائے وقت کے قلب ونظر کو ضیاء بخشی جو آسمان شہرت پر مہتاب بن کر چمکے۔ قصور کی خانقاہوں کے درویشوں نے برصغیر کے ذرہ ذرہ کو چمکا دیا اور اسی شہر کے خرقہ پوشوں نے تاج وتخت کے وارثوں کو علوم تصوف کے رموز سے آگاہ کیا۔

آج بھی اس شہر کے مشرقی کنارہ پر پھیلے ہوئے وسیع قبرستان پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات ماننا پڑے گی کہ اس شہر خموشاں کا ذرہ ذرہ زندہ ہے اور خاموش مکینوں کی قبریں علم و عرفان کے خزانے لیے بیٹھی ہیں۔ ان قبروں کی گود میں وہ الوالعزم انسان سو رہے ہیں جنہوں نے پاک و ہند کی علمی تاریخ میں عشق و تصوف کے رنگ بھرے تھے۔

شدیم خاک و لیکن ز بوئے تربت ما
تواں شناخت کہ زیں خاک مرد می خیزد

اسی شہر قصور میں مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۰۲ھ میں اس مقتدر خاندان میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ ابھی ایک سال ہی کے تھے کہ آپ کے والد مولانا حافظ غلام مصطفیٰ کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا آپ کے عم بزرگوار مولانا شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تربیت کے ساتھ ساتھ آپ کی عمر کے ابتدائی برسوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ مولانا نے کتب منقول و معقول اپنے اسی قابل قدر چچا سے پڑھیں اور ابتدائی مقامات سلوک بھی ان ہی کے زیر نظر طے کیے۔

آپ کے چچا کو سلسلہ قادریہ سے خرقہ خلافت ملا تھا یہی وجہ ہے کہ مولانا غلام محی الدین قصوری کی ابتدائی زندگی قادریہ سلسلہ تصوف سے بڑی متاثر نظر آتی ہے آپ کے ننھیال بریلی (یوپی) میں تھے۔ مولانا شیخ محمد بریلی جاتے تو اپنے ہونہار بھتیجے کو بھی ساتھ لے جاتے اور چند روز بریلی قیام کے بعد دہلی روانہ ہو جاتے۔ دہلی میں نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ طریقت کی عظیم شخصیت حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی شاہ صاحب نے اس سالک نوخیز (مولانا غلام محی الدین قصوری) کی پیشانی سے آثار عرفان دیکھے تو آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں شمولیت کی دعوت دی۔ آپ اپنے عم بزرگوار کے پاس ادب سے چپ رہے اور قصور لوٹ آئے مگر شاہ غلام علی دہلوی کی نظر کیمیا اثر نے آپ کے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا کر دی تھی جو آپ کی ساری زندگی کا سرمایہ بن گئی۔ چچا کے انتقال کے بعد آپ برہنہ پا دہلی پہنچے اور شاہ غلام علی کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ اور ایک سالک کی حیثیت سے تربیت پانے لگے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے والد مکرم اپنے والد کے زیر تربیت مسند فتاویٰ پر جلوہ فرما تھے۔ مولانا کی حاضری سے تھوڑی دیر پہلے حضرت شاہ غلام علی دہلوی حاضرین مجلس کو فرما رہے تھے:

''آج ایک امر عظیم ظاہر ہونے والا ہے اور ایک فاضل اجل سلسلۂ نقشبندیہ میں شامل ہونے والا ہے''

''حالات مشائخ نقشبندیہ'' میں لکھا ہے کہ جب آپ تشریف لائے تو حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا غلام محی الدین قصوری کا ہاتھ اٹھا کر فرمایا:

''اے میرے اللہ! جو فیض حضرت غوث پاک سے وراثتاً، عطاءً یا کسباً مجھے پہنچا ہے وہ انھیں نصیب فرما''

پھر آپ نے دایاں ہاتھ اٹھا کر فرمایا:

''میں نے تمہارا ہاتھ غوث اعظم کے ہاتھ میں دے دیا''

اپنی ٹوپی اتار کر آپ کے سر پر پہنائی اور دعائے خیر فرمائی۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی نے مولانا کی روحانی تربیت میں جانفشانی اور شفقت سے کام لیا۔ آپ اس خصوصی توجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں سلوک کی منازل طے کرتے چلے گئے آپ کی روحانی تربیت کے واقعات کو سامنے رکھا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مولانا غلام محی الدین قصوری کو ایک خاص نصب العین کے تحت تربیت دی جا رہی تھی۔ حضرت شاہ صاحب کے سامنے سارے پنجاب کی روحانی تربیت کا بہت بڑا منصوبہ تھا جو آپ اس روحانی شاگرد سے پورا کرانا چاہتے تھے۔ مولانا غلام دستگیر الہاشمی قصوری اپنی کتاب ''تحفہ دستگیری'' کے صفحہ ۱۳ میں یوں رقمطراز ہیں:

''در مقامات شریفہ در احوال حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری مرقوم است کہ زبانی یکے از ثقات شنیدہ ام کہ استاد ایشاں مولوی بشارت اللہ ارادہ زیارت مزار فائض الانوار حضرت غوث الثقلین نمود وآں حضرت در خواب ایشاں آمدہ فرمودند فرزندم غلام محی الدین پیش شما تلمذ ے نماید دیدن او دیدن من است، حاجت اختیار رنج سفر نیست''

۲۷ر رمضان المبارک ۱۲۴۵ھ کو آپ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا صاحبزادہ رؤف احمد (مؤلف تفسیر روفی) اور مولانا محمد عظیم مجددی بھی اس مبارک تقریب میں شامل تھے ان دونوں بزرگوں کو حضرت شاہ

صاحب نے حکم دیا کہ:

''خلعت خلافت پہناتے وقت میرے شریک کار رہیں، کیونکہ بزرگان نقشبندیہ کا یہی طریقہ ہے''

''حالات مشائخ نقشبندیہ'' کے مصنف مولانا محمد حسن نقشبندی قدس سرہ نے آپ کا سلسلہ طریقت یوں لکھا ہے:

''مولانا غلام محی الدین قصوری ، شاہ غلام علی دہلوی، مرزا مظہر جانِ جاناں، سید نور محمد بدایونی، خواجہ محمد معصوم سرہندی اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین''

شاہ غلام علی دہلوی نے جس رنگ میں آپ کی تربیت کی وہ آپ کی خوش نصیبی کی بڑی دلیل ہے۔ ''حالات مشائخ نقشبندیہ'' میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ مولانا رمضان کے روزے کی افطاری کے لیے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ٹھنڈا پانی لے کر حاضر ہوئے اور آپ نے از راہ محبت فرمایا:

''بگو مجنوں چہ آوردی برائے تحفہ لیلیٰ''

آپ نے ہاتھ بڑھا کر ٹھنڈا پانی پیش کرتے ہوئے کہا:

''دل صد پارہ آوردم اگر داری بدان میلی''

شاہ صاحب نے خوش ہو کر فرمایا:

''اللہ تمہارے دل کو اپنی معرفت کی ٹھنڈک سے نوازے''

''منجملہ انعامات الٰہی سبحانہ ہست کہ مولوی غلام محی الدین از قصور از بندہ لاشیء آمدہ چند ماہ نسبت ہائے احمدیہ رسیدہ و باجازت و خلافت امتیازے یافتند''

حضرت شاہ غلام علی دہلوی اپنی کتاب ''مقامات مظہری'' میں لکھتے ہیں:

''جامع الکمالات علوم ظاہر و باطن حضرت مولوی غلام محی الدین قصوری کہ تلامذہ و مستفیدان بسیار دارند از بلد قصور نزد ایں سراپا قصور آمدہ سعادت فیوض باطن کردند۔ بعنایت الٰہی سبحانہ در اندک مدت

بہ نسبت ہائے احمد یہ مناسبت بہم رسانیدہ اجازت بلکہ خلافت یافتند''

ایک خط میں جو حضرت مولانا شہادت اللہ براچی کو تحریر کیا گیا تھا فرماتے ہیں کہ:

''اکثر می گویم کہ سہ چہار کس در یار ان من شا و میاں ابو سعید، رؤف احمد و محمد سعید و دیگر مولوی قصوری غلام محی الدین پیدا شدہ است''

ان خطوط و اشارات سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولوی غلام محی الدین قصوری علیہ الرحمۃ کی روحانی تربیت پر حضرت شاہ صاحب کو کس قدر اطمینان خاطر تھا اور ان کا داخل سلسلہ ہونا خود ان کے لیے کتنا باعث فخر تھا۔ دہلی میں ایک عرصہ قیام کے بعد مولانا قصور لوٹ آئے اس چھوٹے سے شہر میں جو سکھوں کی دست برد سے ویران ہوتا جا رہا تھا جان پڑ گئی۔ علوم و عرفان کی بارشیں ہوئیں تصوف و طریقت کے چشمے پھوٹ پڑے، تشنگان علم گوشے گوشے سے امڈے چلے آئے۔

تشنگان علم سے یہ بارگاہ سجتی گئی

آپ کے فیضان نظر اور علمی تربیت نے بڑے بڑے روحانی خانوادے پیدا کیے ان کے تربیت یافتہ علماء و صوفیہ پر تاریخ سنّیت جس قدر ناز کرے کم ہے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری (مؤلف تقدیس الوکیل) حضرت مولوی غلام نبی للٰہی اور حضرت مولانا غلام مرتضٰی بیربل شریف حضرت صاحبزادہ عبدالرسول قصوری کے نام تو آسمان شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ آگے چل کر ان خانوادوں سے روحانیت کے چشمے پھوٹے اور علم و فضل کی نہریں جاری ہوئیں۔ جن سے سارا ملک سیراب ہو گیا۔

آپ کو جس زور میں علمی اور روحانی کام کرنے کا موقع ملا وہ بڑا پرفتن اور بدامنی کا زمانہ تھا، سکھ چیرہ دستیوں نے مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ مغلیہ خاندان کے زوال کے ساتھ ساتھ پنجاب کے مسلمانوں کو من حیث القوم جس ابتلاء سے گزرنا پڑا اس ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لاہور کی تاریخ کا یہ باب اس قدر خونچکاں اور مکروہ ہے جس کی مثال ہمیں صدیوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ پنجاب میں اسلامی تمدن کے آثار کی تباہی اس زمانے سے بڑھ کر کبھی نہیں ہوئی تھی مسلمانوں کی تہذیب کی عمارت کی بنیادیں ہلا دی گئی تھیں۔

مگر بایں ہمہ وہ عزم و ہمت کا علم اٹھائے ایسے نا مساعد حالات میں میدان عمل میں نکلے اور پنجاب کی

دکھی انسانیت کو جس طرح سہارا دیا وہ اہل اللہ کا ہی حصہ ہے۔ وہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کو فروزاں رکھنے کے لیے ان طوفانوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔ سیاسی ابتری کے باوجود علمی اور روحانی تربیت کو جاری رکھا۔ اس باعزم شخصیت نے اس ظلمت کدہ پنجاب میں نور کی شعاعیں بکھیرنے میں جس پامردی سے حصہ لیا اس کی مثال عصر حاضر کے سیاسی تحریک سازوں کے ہاں نہیں ملتی۔

آپ کے شاگرد رشید حضرت غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب ''ذکر خیر حضرت قصوری'' میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ خدمت خلق میں بہت دل چسپی لیتے تھے اور اس دور میں جس جبر و تشدد نے بڑے بڑے صاحب اثر مسلمانوں کی گردنیں خم کر دی تھیں آپ نہایت جرأت کے ساتھ پیچیدہ مسائل کے حل کرنے میں مدد فرماتے۔ نواب امام الدین گورنر کشمیر آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے سکھ امراء ملک میں طوفان بن کر گھومتے تھے لیکن جب آپ کے سامنے آتے سر جھکا دیتے تھے۔ آپ قصور سے لے کر ڈیرہ جات تک مخلوق خدا کی امداد فرماتے۔

مولانا کی روحانی اور دینی مصروفیات کے باوجود یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ آپ نے شعر و ادب میں بڑا کمال پایا تھا۔ آپ کا کلام عربی، فارسی اور اردو ادب کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ نے ''تحفہ رسولیہ'' اور اپنے خطبات میں جس بلند خیالی کو پیش کیا ہے وہ آپ کے معاصرین کے ہاں بہت کم ملتی ہے آپ کے کلام میں دنیا کی بے ثباتی ملاحظہ ہو:

کجا رفتند شاہان و وزیراں
کہ می بودند با تدبیر و راہا
بنوشیدند شیر و شہد و شکر
بپوشیدند از دیبا قبایا
چو موت آمد ہمہ بے چارہ گشتند
شدند آخر غریق آب فناہا
''غلام محی الدین'' بگداز غفلت
چو از مرگت بگوش آمد نداہا

''دیوان حضوری'' آپ کی مشہور کتاب ہے۔ حضرت غوث الاعظم کی مشہور کرامت جس میں آپ

نے بارہ سال بعد ایک غرقاب کشتی کو برات سمیت نکالا تھا مولانا نے فارسی نظم میں بیان فرمایا ہے اس واقعہ کو پیش کرتے وقت مصنف نے جن تشبیہات و استعارات کو پیش کیا ہے اس میں اساتذہ کی سی پختگی چمکتی ہے غمزدہ بڑھیا کی یوں تصویر کھینچتے ہیں:

قدش کمال زہ از عصا تیرش ز آہ جانگزا
اشک رواں چوں سیلہا لرزاں و لغزاں دست و پا

بڑھیا اپنا خونچکاں واقعہ سناتی گئی اور سیل اشک بہاتی گئی۔

در کشتی ایں بحر خون، آمد برات از بخت دوں
کشتی چو گردوں شد نگوں، شد غرق طوفان فنا
نوشہ عروس و ہمرہاں در طرفہ عین ناگہاں
گشتند در دریا نہاں گویا نبودہ گاہ بقاء
یک من بماندم زاں ہمہ میشے نشانی زاں رمہ
ورد زبانم دمہ ہیہات و واویلا و واء

مولانا غلام محی الدین قصوری کشف کی دولت سے بہت نوازے گئے تھے مستقبل کے کوائف کو حال کے آئینہ میں دیکھنا تو آپ کا معمول بن چکا تھا لوگ بعض معاملات جن کے نتائج عام حالات میں غیب میں ہوتے آپ کے سامنے پیش کرتے اور صحیح نتائج پر پہنچتے۔ آپ کے اس واقعہ نے تو آپ کے کشف کو تاریخی شہرت دی کہ آپ نے اپنے صاحبزادہ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے ایک سال قبل ہی ان کا نام اور کنیت، عمر، حالات زندگی، حلیہ اور دیگر کوائف اور حالات زندگی ''تحفہ رسولیہ'' میں ایک طویل نظم میں بیان فرما دیے تھے۔ یہ کتاب ۱۲۳۴ھ میں چھپی جب کہ آپ کے بیٹے صاحبزادہ عبدالرسول کا سال پیدائش ۱۲۳۵ھ ہے آپ لکھتے ہیں:

اے کہ ہنوزی تو بکتم عدم
زود بہ گلزارِ جہاں نہ قدم
منتظر تست دل و جان من
مثل گہر جلوہ کن از کان من

راحت دل و نور جاں چشم منی
آب زن آتش خشم منی
بہ کہ نہم نام تو عبدالرسول
باد بہ بارگاہ رسولت قبول
کنیت تو بہ کہ نہم بو سعید
عمر تو باید کہ بود بر ''مزید''

اس نظم میں بیٹے کی ساری زندگی کی داستاں درج کی ہے یہ نظم ۱۲۳۴ھ میں لکھی گئی تھی جب کہ مولانا عبدالرسول ۱۲۳۵ھ میں پیدا ہوے۔ چنانچہ ''تحفہ رسولیہ میں فرماتے ہیں:

تاریخ تمام ایں رسالہ شد لفظ چراغ کے حوالہ

صاحبزادہ عبدالرسول کا وصال ۱۲۹۶ھ میں ہوا جس سے اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آپ ۶۱ سال زندہ رہے حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری نے اپنی مندرجہ بالا نظم میں فرمایا ہے ''عمر تو باید کہ بود بر مزید'' لفظ مزید کے عدد ۶۱ بنتے ہیں یہ نکتہ تذکرہ نگاروں کی نگاہ سے اس لیے پوشیدہ رہا ہے کہ مولانا کے کلام وتصانیف پر اس پہلو سے تحقیقات نہیں کی گئی۔ ''ہدیۃ الشیعتین'' میں مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتے ہیں کہ ۲۱رذی القعدہ للہ والے مولوی صاحب حضرت خواجہ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کو درس ''مثنوی مولانا روم'' دے رہے تھے گو کتاب ابھی باقی تھی مگر آپ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! کتاب زندگی اب ختم ہوگئی ہے''۔ اسی دن دوپہر ۲۱رذی القعدہ ۱۲۷۰ھ کو اسم ذات کا ورد کرتے ہوے داعی اجل کو لبیک کہا آپ کا مزار اقدس قصور کے قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔ مولانا غلام دستگیر قصوری نے ''بےنظیر زماں'' سے تاریخ وفات لی ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے خزینۃ الاصفیاء میں آپ کی تاریخ پیدائش ووصال کو یوں بیان فرمایا ہے:

آن شہ والا غلام محی الدین
مرشد دیں رہبر ہر خاص و عام
چوں بدنیا آمد آن مرد سخی
بخشش آمد سال تولیدش تمام

.... ۱۲۰۲ھ ....

مرشد حق متقی ہم گفتہ ام
نیز کردستم رقم ’’شیخ الکرام‘‘
کن بیاں تاریخ ’’منظور جمال‘‘
ہم بخواں ’’بحر سخاوت والسلام‘‘

......۲۷۰ھ

صاحب ’’انور مرتضوی‘‘ حکیم عبدالرسول نے یہ تاریخ نقل کی ہے

’’دشمن دین نبی زوال گرفت‘‘

۱۲۷۰ھ

۱۲۹۵ھ میں مولانا غلام دستگیر قصوری نے جو آپ کے ہمشیرہ زاد تھے اور اہل سنت کے جید عالم دین تھے آپ نے ایک معری نظم سنگ مرمر پر لکھوا کر مزار اقدس پر نصب کی۔ مولانا غلام دستگیر قصوری ہاشمی (م: ۱۳۱۵ھ) اپنے وقت کے مناظر اسلام اور بلند پایہ مصنف تھے۔ انھوں نے پنجاب بھر میں مرزائیوں، بدمذہبوں، عیسائیوں اور نیچروں کو مناظروں میں شکست فاش دے کر اہل سنت کے سر بلند کر دیے تھے۔ دار العلوم نعمانیہ لاہور کے علمائے کرام کا ایک وفد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر پنجاب میں بد اعتقادی کے بڑھتے ہوئے طوفان کا ذکر کرنے کے بعد درخواست کی کہ آپ ایک بار پنجاب تشریف لائیں تاکہ بڑھتی ہوئی بدعقیدگی کو روکا جا سکے آپ نے فرمایا:

> ’’جب تک ---(بدعقیدوں) کے سرکوب مولانا غلام دستگیر قصوری موجود ہیں مجھے پنجاب میں آنے کی ضرورت نہیں‘‘

مولانا غلام دستگیر قصوری نے قادیان میں جا کر مرزا قادیانی کو للکارا، گوجرانوالہ و امرتسر کے بدمذہبوں کو شکست فاش دی۔ بدمذہبوں کے سرخیل ---کو ریاست بہاولپور سے نکلوا دیا۔ پادری مناظرہ کرنے سے ڈرتے، سرسید کے نیچری، امرتسر کے اہل قرآن، رافضیوں کے ذاکر نام سن کر بھاگ جاتے۔ یہ وہ معرکے ہیں جو آپ کے شاگرد و داماد مولانا غلام دستگیر قصوری نے سرانجام دے کر سنیوں کے سر بلند کر دیے۔

(بشکریہ: جہان رضا، فروری ۲۰۰۶ء لاہور)

☆……☆……☆

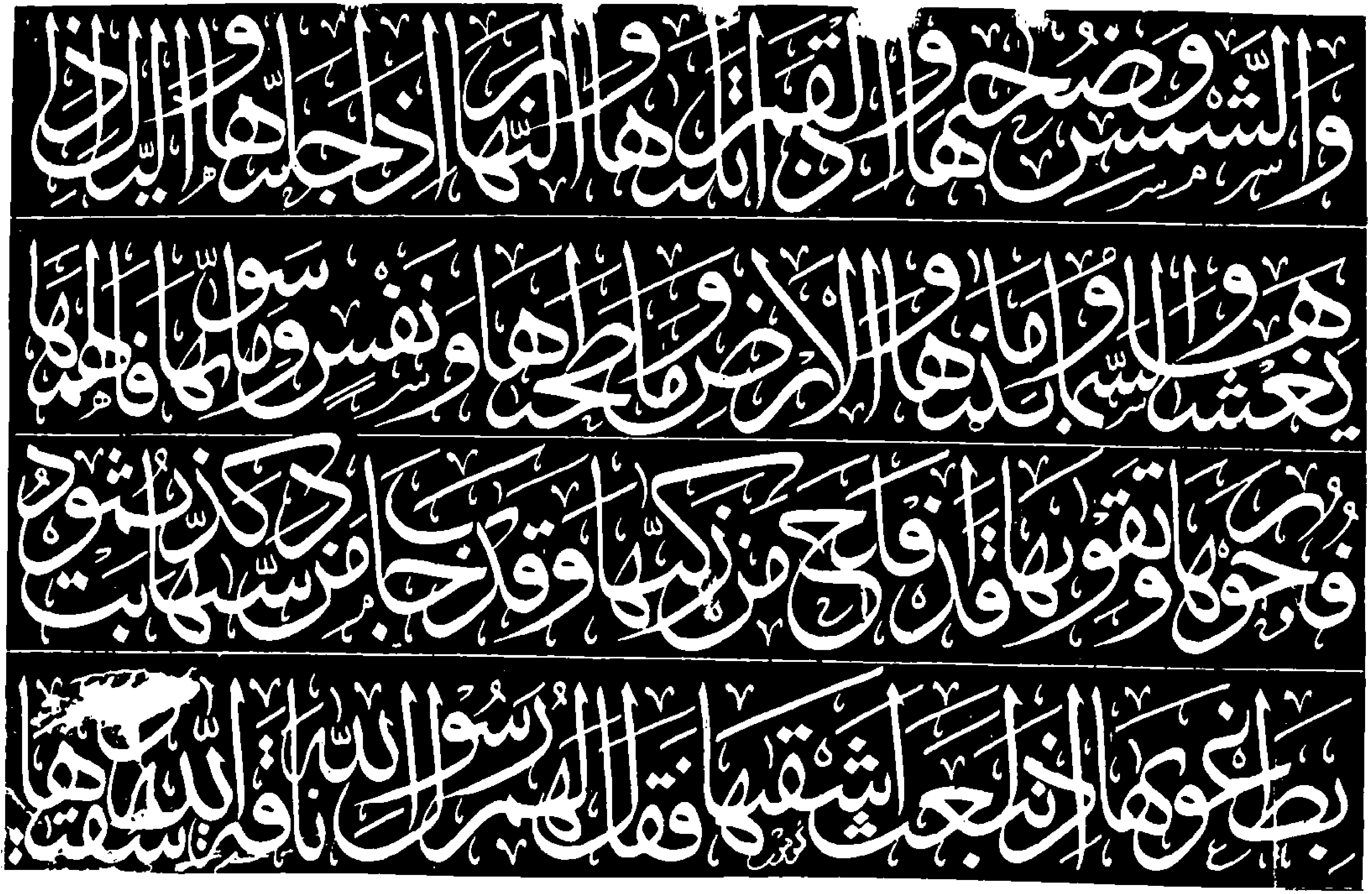

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا وَالَّيْلِ إِذَا

يَغْشٰهَا وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰهَا فَأَلْهَمَهَا

فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا كَذَّبَتْ ثَمُودُ

بِطَغْوٰهَآ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقٰهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

خواجہ محمد فضل علی نقشبندی مجددی

(م ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میانوالی)

محبوب احمد بھٹی نقشبندی

☆☆

حضرت شیخ المشایخ خواجہ محمد فضل علی قریشی نقشبندی مجددی برصغیر ہند و پاک میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے نامور شیخ طریقت اور کامل ترین بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت پورے ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔ آپ کے آباء واجداد بنو عباس کی فتوحات کے ساتھ عرب سے سندھ اور وہاں سے ضلع میانوالی میں آ کر آباد ہوے تھے۔ داؤد پوترے ہونے کی وجہ سے اس بستی کا نام داؤد خیل مشہور ہو گیا۔ آپ کی ولادت باسعادت داؤد خیل میں تقریباً ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد داؤد خیل سے کالا باغ میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کا اسم گرامی فضل علی اور والد ماجد کا اسم گرامی مراد علی شاہ تھا۔ ہاشمی قریشی ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کو قریشی صاحب یا پیر قریشی کہا کرتے تھے۔ کیونکہ پیر کا نام لینا بے ادبی ہے اس لیے جماعت کے فقیر آپ کے نام مبارک کی بجائے حضور قریشی کہا کرتے۔

تعلیم و تربیت و حصول سلوک:

حضور قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا ابتدائی زمانہ کالا باغ میں گزرا اور اسی علاقہ میں اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم مکمل کی، فارسی زبان پر آپ کو مکمل دسترس تھی، ایام جوانی میں آپ کی آمد و رفت حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی نقشبندی، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) کی خدمت میں شروع ہو گئی تھی۔ چونکہ حضرت خواجہ آخری عمر میں بہت کم بیعت فرمایا کرتے تھے اس لیے جو اس نیت سے آیا کرتا تھا اسے اپنے خلیفہ اول لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ساکن دندہ شاہ بلاول یا اپنے فرزند حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی

طرف بھیج دیتے تھے۔ اس لیے آپ کی اول بیعت حضرت خواجہ سید لعل شاہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ لیکن ابھی سلوک ناتمام تھا کہ حضرت لعل شاہ ہمدانی کا وصال ہو گیا دم آخر آپ کو حضرت خواجہ لعل شاہ ہمدانی نے یاد بھی فرمایا لیکن آپ تشریف نہ رکھتے تھے۔ اور اپنے شیخ کے وصال کے بعد پہنچے آپ کو شیخ کی جدائی اور اپنی ناکامی کا سخت رنج تھا انہی ایام میں حضرت خواجہ محمد سراج الدین، حضرت لعل شاہ ہمدانی کی تعزیت کے لیے دندہ تشریف لائے۔ آپ حضرت خواجہ لعل شاہ ہمدانی کے مزار مبارک پر انتہائی رنج وغم کے ساتھ گریہ فرما رہے تھے۔ حضرت خواجہ محمد سراج الدین کو آپ کی بے تابی اور گریہ وزاری پر رحم آیا اور نہایت شفقت ومحبت سے موسیٰ زئی شریف آنے کا حکم فرمایا۔ جب آپ موسیٰ زئی شریف پہنچ کر حضرت خواجہ محمد سراج الدین کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ نے آپ کو از سرنو ذکر کی تلقین کی اور غلامی میں داخل کر کے تمام سلوک دائرہ لاتعین تک طے کرایا، جب حضرت خواجہ محمد سراج الدین بغرض علاج دہلی تشریف لے گئے تو آپ کو خط لکھ کر دہلی بلایا، دہلی میں محلہ چتلی قبر کے قریب جہاں حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت غلام علی شاہ اور حضرت شاہ ابوسعید رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے مزارات پرُ انوار ہیں اور ان دنوں حضرت ابوالخیر مجددی وہاں کے سجادہ نشین تھے، وہیں حضرت خواجہ محمد سراج الدین کا قیام تھا، حضرت خواجہ نے اسی متبرک مقام پر آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا شروع میں خلافت پچاس آدمیوں تک محدود تھی، یعنی پچاس آدمیوں کو تلقین ذکر کی اجازت تھی جب یہ تعداد پوری ہو گئی تو خلافت مطلقہ عنایت فرمائی۔

پیر و مرشد کا ادب:

آپ فرماتے تھے کہ جب میں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو فرطِ ادب سے جوتوں کے قریب مجلس کے کنارے بیٹھا کرتا تھا، اور حضرت خواجہ محمد سراج الدین کی خدمت میں کبھی اونچی آواز سے نہ بولا اور نہ ہنسا بلکہ سر جھکائے ادب سے بیٹھا رہتا۔

کالاباغ سے ہجرت:

جب ۱۸۹۶ء میں میانوالی اور اس کے گرد ونواح میں سخت قحط پڑا تو حضرت نے مع اہل عیال ہجرت کا ارادہ فرمایا اسی خیال سے چند بھائیوں کے ساتھ مل کر سفر حجاز کی تیاری فرمائی چونکہ اس وقت تک اس علاقہ

میں ریل نہیں آئی تھی اس لیے کراچی تک کے سفر کے لیے ایک بڑی کشتی خریدی گئی، ارادہ تھا کہ سکھر تک سفر بذریعہ کشتی کریں گے اور وہاں سے کراچی پہنچیں گے، پھر جس طرح ممکن ہوا حجاز مقدس روانہ ہو جائیں گے۔ جب آپ جتوئی ضلع مظفر گڑھ پہنچے تو گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے سب نے حسب معمول یہیں رات گزارنے کے لیے دریا کے کنارے قیام فرمایا اسی شب کشتی چور لے گئے دوسرے روز جمعہ تھا، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں سے جتوئی شہر قریب ہے، آپ نماز جمعہ کے لیے جتوئی شہر تشریف لے گئے، وہاں مولوی غوث بخش صاحب خطیب جامع مسجد سے ملاقات ہوئی جو کہ حضرت صاحب کے پرانے دوست اور ہم سبق تھے، حضرت صاحب کے سفر کے مفصل حالات معلوم کرنے کے بعد مولوی غوث بخش نے مشورہ دیا کہ موسم سخت گرم ہے اور دریا میں بھی پورا جوش ہے اس لیے مناسب ہے کہ کچھ روز یہاں قیام فرمائیں۔ یہی عارضی قیام آخر میں مستقل قیام میں بدل گیا پہلے پہل آپ نے کوٹلہ رحم شاہ میں سکونت اختیار کی، آپ بچوں کو فی سبیل اللہ پڑھاتے اور فارغ اوقات میں کاشتکاری فرماتے، کچھ عرصہ بعد مخلوق کا عام رجوع ہو گیا اور راستہ کی تکلیف کی وجہ سے یہاں سے نقل مکانی فرمائی پہلے جتوئی کے قریب ایک جگہ حاصل کر کے فقیر پور کے نام سے ایک بستی آباد کی بعد میں عوام کی سہولت کے لیے یہ جگہ بھی چھوڑ دی اور موجودہ جگہ مسکین پور کو آباد کیا یہ مقام شہر سلطان سے جتوئی روڈ پر تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

ذکر اور توجہ کے اثرات:

آپ لوگوں کو خدا واسطے اللہ، اللہ بتاتے اور موٹے منکوں والی تسبیح چلاتے لوگ تعجب کرتے اور مذاق سے پوچھتے یہ کیا کرتے ہو، آپ فرماتے کہ کھیل کرتا ہوں مداری ہوں آؤ تم بھی میرے ساتھ کھیل میں شریک ہو جاؤ، ایک روز اسی بستی میں ذکر بتا رہے تھے، کہ نمبردار کو جو اس کا منکر تھا جذبہ ہو گیا کچھ دنوں کے بعد اس کے بھائی کو بھی جذبہ ہو گیا پھر تو ہر طرف چرچا ہونے لگا اور اتنا بڑھا کہ دور دور تک پہنچ گیا۔ طبیعت میں وہ جذب اور نظر میں وہ تاثیر تھی کہ جو دیکھتا بے خود ہو جاتا تھا۔ اسی لیے آپ ضلع مظفر گڑھ میں جذبہ والے پیر کے نام سے مشہور تھے۔ فرمایا:

الجذبة جذبة من جذبات الحق

فرمایا،

''جس نے اس کا ذائقہ نہیں چکھا اسے اس کی قدر کا کیا علم''

جب آپ مراقبہ کراتے تو لوگوں میں جذب و وجد طاری ہو جاتا، مراقبہ آپ حلقہ کرا کر کراتے تھے، مراقبہ میں آپ اکثر قرآن کریم کی آیات مبارک تلاوت فرماتے اور فارسی اشعار پڑھتے تھے، دوران مراقبہ فقیروں کو سخت جذبہ ہوا کرتا تھا لوگ اس وجہ آپ کو جذبہ والا پیر کہا کرتے تھے، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جس پر ان کی نظر پڑ جائے اس پر جن چڑھا دیتے ہیں، بعض اہل جذبہ غلبہء حال کی وجہ سے کوٹھے کے اوپر سے زمین پر گر جاتے تھے مگر کوئی ضرب نہ آتی تھی۔

حضرت خواجہ غریب نواز کی توجہ کا اثر صرف ان لوگوں پر ہی نہیں ہوتا تھا جو حلقہ میں شامل ہوتے تھے بلکہ جو لوگ حلقہ میں شریک نہ ہوتے تھے وہ بھی متاثر ہوا کرتے تھے جالندھر میں ایک مرتبہ عشاء کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز حلقہ کرا رہے تھے کہ مکان کے باہر گلی میں ایک راہرو برقعہ پوش عورت کو زور کا جذبہ ہو گیا اور وہ دیر تک فرش پر تڑپتی رہی، حضور نے فرمایا کہ:

> توجہ ایک ہزار میل تک اثر انداز ہوتی ہے، توجہ کی راہ میں اگر کوئی رقیق القلب آ جائے تو اس پر بھی اثر ہو جاتا ہے۔

آپ کی توجہ مبارک کا ایسا اثر تھا کہ انگلی مبارک قلب پر رکھتے ہی قلب جاری ہو جاتا تھا، بعض فقیروں کا قلب اتنے زور سے چلتا تھا کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے۔ جندودا شاہ کے بھتیجے مہر شاہ تھے، ان کے قلب کی یہ حالت تھی کہ قلبی ذکر کا جوش زوروں پر تھا جس کی وجہ سے ان کا بایاں ہاتھ کندھے تک لرزتا رہتا تھا اور کانپتا تھا۔ قلب کی حرکت کی وجہ سے ہاتھ لرزتا تھا مگر ناواقف لوگ شاہ صاحب سے کہتے تھے کہ آپ رعشہ کی بیماری میں مبتلا ہیں اس کا علاج کیوں نہیں کرتے۔

حضور قریشی علیہ الرحمۃ کی جماعت میں اگر کسی ایک فقیر کو جذبہ ہو جاتا تھا تو اگر اس فقیر کا ہاتھ کسی اور کو لگ جاتا تو اسے بھی جذبہ ہو جاتا تھا، قیام جالندھر کے دوران حافظ اللہ بچایا کو جذبہ ہو گیا مولوی محمد خلیل اور مولوی نواب الدین کو ان کا ہاتھ لگ گیا جس سے دونوں کو جذبہ ہو گیا یہ دونوں ابھی بیعت بھی نہیں ہوئے تھے یہ دونوں بعد میں بیعت ہوئے۔ جذبہ کا اثر بھی بجلی کے کرنٹ کی طرح دوسروں پر اپنا اثر کرتا ہے۔

ڈاکٹر محمد افضل صاحب کمالات فضیلہ میں فرماتے ہیں کہ حضور قریشی پہلی بار ۱۹۲۱ء میں اور دوسری بار ۱۹۲۲ء میں جالندھر تشریف لائے اس دور کا حال ڈاکٹر صاحب نے شیخ محمد ممتاز شامی سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ شہر میں چرچا تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں جن کے مرید اللہ، اللہ اور حق، حق کا شور

مچاتے رہتے ہیں اور جلی ڈالتے ہیں (جذبہ کی حالت) اس جماعت کو دیکھنے کے لیے تماشائیوں کا تانتا بندھا رہتا ہے یہ بات بھی مشہور تھی کہ جو ایک بار اس محفل میں جاتا ہے پھر وہیں کا ہو جاتا ہے پھر اسے گھر بار کی سدھ بدھ نہیں رہتی چنانچہ میں بھی یہ تماشہ دیکھنے گیا وہاں سب سے پہلے ایک بزرگ صورت کھدر پوش اور طویل ریش آدمی سے ملاقات ہوئی اس نے جب میرا نام لے کر پکارا تو میں چونک اٹھا بصد مشکل پہچانا کہ یہ تو میرے پھوپی زاد بھائی شیخ عبدالمجید ہیں۔ یا یہ حالت تھی کہ ہر وقت سوٹ بوٹ زیب تن اور داڑھی مونچھ صاف رہتی تھی یا اب یہ وضع قطع کہ پہچانا بھی نہیں جاتا تھا۔ اُن کو دیکھ کر دل میں خیال پیدا ہوا کہ جو بزرگ ان کی کایا پلٹ سکتا ہے وہ ضرور کوئی کامل ہوگا۔ حضور کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی میرے تمام خیالات فاسدہ دور ہو گئے اور ایک قسم کی مدہوشی طاری ہوگئی اور بغیر کسی بات کے حضور کی محبت پیدا ہوگئی، زبان سے بے ساختہ نکلا کہ اس سے بڑا پیر اس زمانہ میں اور کوئی نہیں ہوسکتا اور والہانہ انداز میں آگے بڑھ کر حضور کا دست مبارک چوم لیا۔ تین دن حضور کی محبت میں رہا حلقوں میں شامل ہونے کے علاوہ حضور کے پندو نصائح سے لذت افروز ہوتا رہا تین دن کے بعد بیعت کی۔ بیعت کے بعد جو توجہ ملی اس سے سارے جسم میں ایک قسم کی مستی پیدا ہوگئی اور یوں محسوس ہوا کہ سارے سینہ میں میٹھی میٹھی آگ لگی ہوئی ہے، اس حال میں پانچ دن رات حضور کی خدمت میں رہا اور کچھ خبر نہ تھی کہ وقت کیسے گزر رہا ہے پانچویں دن والدہ کے رونے پیٹنے پر گھر گیا تو معلوم ہوا کہ ان پانچ دنوں میں روٹی کا ایک نوالہ بھی نہیں کھایا۔

حضور قریشی کی خدمت اقدس میں آنے والوں کی دنیا ہی تبدیل ہو جاتی تھی۔ شریعت کی پابندی خود بخود ہو جاتی تھی۔ خلاف شرع کاموں سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔ لوگ از خود شریعت کی پابندی شروع کر دیتے، حقہ سگریٹ چھوڑ دیتے، کانوں کی مرکیاں اور ہاتھوں سے چھلے اتار دیتے، نماز روزہ کے پابند ہو جاتے، داڑھی سنت کے مطابق رکھ لیتے۔

معترضین:

جہاں ایک دنیا حضور قریشی علیہ الرحمۃ کی توجہ سے فیض یاب ہو رہی تھی وہاں کئی لوگ بلاوجہ مخالفت اور اعتراضات میں مصروف رہتے تھے۔ حضور قریشی کے قیام جالندھر کے دوران مولوی شمس الدین، مولوی علی گوہر حاجی نامدار اور امام مسجد پتھر والی پیش پیش تھے۔ یہ لوگ حضور قریشی کی محفل میں جذبہ و مستی اور سکر و مدہوشی کے واقعات دیکھ کر معترض تھے۔ اور تصوف پر کئی طرح کے الٹے سیدھے سوالات کیا کرتے

تھے، ایک دن پتھر والی مسجد میں ایک فقیر کو جذبہ ہو گیا، حضور قریشی نے اسے مسجد کے حجرہ ہی میں چھوڑ کر باہر صحن میں نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد ان پر نکتہ چینوں نے اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی اور کہا کہ یہ کہاں کی روحانیت ہے کہ نماز کا خیال نہیں رہا اور عین نماز کے وقت جذبہ ہو گیا حالانکہ نماز ہی کفر و اسلام میں امتیاز ہے۔ آپ کے اس مرید نے نماز نہیں پڑھی آپ نے اسے ہدایت نہیں کی، حضور نے پہلے تو معترضین کو سمجھایا کہ اعتراض کا یہ طریقہ نہیں ہوتا کہ سب اکھٹے بولنا شروع کر دیں پھر بھی ابھی تک نماز کا وقت باقی ہے کیا عجب کہ وہ صوفی سُکر کی حالت سے نکل کر وقت کے اندر نماز ادا کرے حضور یہ فرما ہی رہے تھے کہ صوفی مذکور حجرہ سے باہر آیا اور وضو کر کے محو نماز ہو گیا معترضین پر حضور کی تقریر کا خاطر خواہ اثر ہوا اور انھوں نے اپنی جہالت کا اعتراف کر کے معافی طلب کی، ان میں مولوی علی گوہر پکے وہابی تھے۔ تائب ہو گئے اور ذکر میں داخل ہو گئے اگلے دن انھوں نے آ کر کہا کہ اگرچہ ذکر میں لذت آتی ہے مگر دوسروں کی دل نہیں چلتا، حضور قریشی نے فرمایا کہ نشہ ترک کر دو کیونکہ ہر قسم کا نشہ قلب کو خراب اور مکدر کر دیتا ہے اور روحانیت کو روکتا ہے فرمایا ایسی حالت میں یہ کیوں کر معلوم ہو گا کہ دل اللہ، اللہ کرتا ہے یا نہیں حضور کے یہ الفاظ سن کر حاضرین حیران ہو گئے کیونکہ مولوی علی گوہر نے کوئی نشہ تو درکنار کبھی حقہ کو بھی ہاتھ نہ لگایا تھا مگر مولوی گوہر نے دیوانہ وار حضور کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا کہ اب میں مان گیا ہوں انھوں نے اعتراف کیا کہ ایام جوانی میں شراب نوشی کی عادت تھی مگر بعد میں توبہ کی اور اس کی بجائے افیون کا ستعمال شروع کر دیا جو اب تک جاری ہے مگر اس کی اس عادت کی کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ تھی۔

اسی طرح بہت سے لوگ مخالفت کے جذبات اور اعتراضات کا طومار دل میں لے کر آتے مگر حضور کا روئے انور دیکھتے ہی تمام خیالات فاسدہ دور ہو جاتے اور محبت کی فراوانی اور عقیدت کا جوش لے کر واپس جاتے۔

کشف قبور:

قیام جالندھر کے دوران ایک مرتبہ معترضین نے کشف قبور کے بارے امتحان کی غرض سے مولوی علی گوہر کے بھائی کی قبر معلوم کرنی چاہی حضور قریشی نے ایک صوفی شرف الدین کو ہمراہ بھیج دیا انھوں نے قبرستان پہنچ کر وضو کیا اور مراقبہ میں بیٹھ گئے اور بعد میں اٹھ کر ایک قبر کے پاس گئے اور کہا کہ یہ اس کی قبر ہے انھوں نے صرف صاحب قبر کا حلیہ بتایا بلکہ گھر کی بعض ایسی خفیہ باتیں بتائیں جنھیں سن کر معترضین قائل

ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضور رنگ پور ضلع مظفرگڑھ تشریف لے گئے چند دن پہلے یہاں کا ایک نمبردار فوت ہو گیا تھا حضور ساری رات آرام نہ کر سکے کیونکہ یہ نمبردار شدید عذاب میں گرفتار تھا اور اس کی آہ وزاری نے حضور کو سونے نہ دیا تھا صبح حضور قریشی نے رات کی کیفیت جماعت میں بیان فرمائی تو کسی طرح یہ خبر نمبردار کے بیٹوں تک بھی پہنچ گئی وہ حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ بخشش کے لیے دعا فرمائیں حضور قبرستان تشریف لے گئے اور دعا فرمائی حضور کی دعا کی برکت سے تمام قبرستان پر مہربانی ہو گئی۔

آپ کی انگلی مبارک میں وہ تاثیر تھی کہ مردوں کے دل زندہ ہو جاتے تھے قیام جالندھر کے دوران شیخ عبدالمجید نے عرض کی کہ قبلہ میرے والد صاحب شریعت اور نماز روزہ کے پابند نہ تھے ان کے لیے دعا فرمائیں آپ مرحوم کی قبر پر تشریف لے گئے اور قبر پر انگلی رکھ کر تین مرتبہ فرمایا اللہ، اللہ، اللہ اور فرمایا کہ ہم نے تیرے باپ کو اللہ، اللہ بتا دیا ہے۔ اسی طرح صاحبزادہ محمد ممتاز پرویز شامی کے والد مرحوم کو بھی حضور نے قبر میں اللہ، اللہ بتایا اس واقعہ کے تین سال بعد حافظ اللہ بچایا کو جالندھر کی خلافت ملی تو پرویز امتحان کی غرض سے انہیں اپنے والد صاحب کی قبر پر لے گئے آپ نے وہاں مراقبہ کیا اور صاحب قبر کا حلیہ بتایا اور چند گھریلو حالات بتانے کے بعد فرمایا کہ محمد ممتاز تعجب کی بات ہے کہ تیرے باپ نے نہ نماز پابندی سے ادا کی اور نہ اس کا کوئی پیر تھا مگر اس کا دل اللہ، اللہ کر رہا ہے پرویز صاحب نے تمام ماجرا سنایا تو حافظ صاحب نے کہا کہ بے شک یہ کام قریشی جوان کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا زمانہ کا مجدد ہی مردوں کو زندہ کرتا ہے۔

نزول ارواح:

حضور قریشی کے حلقوں کے دوران علاقہ کے بزرگان دین کی ارواح کا اکثر نزول ہوا کرتا تھا نزول ارواح کا طریقہ یوں تھا کہ روح آ کر السلام علیکم یا غوث الاعظم کہتی اس کے بعد اپنا نام اور پتہ بتلاتی اور قبر پر تشریف لانے کی التجا کرتی۔ مقامی بزرگان عظام کی ارواح کے علاوہ مختلف سلاسل کے اکابر کی ارواح بھی تشریف لایا کرتی تھیں اور السلام علیکم یا غوث الاعظم کہنے کے بعد اپنا نام و پتہ بتاتیں جب حضرت پیران پیر حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک کا نزول ہوتا تو وہ آپ کو یا اخی فرماتے۔

بعض اوقات انبیاء کرام کی ارواح کا نزول بھی ہوتا ایک مرتبہ حضرت شیث علیہ السلام کی روح مبارک

کا نزول ہوا خلیفہ مولانا لطف اللہ ساکن ڈیرہ غازی خان نے فرمایا کہ ہم حضور کی خدمت میں موجود تھے ہمیں آپ کے کلام کی سمجھ نہ آئی جب روح مبارک تشریف لے گئی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت شیث علیہ السلام کی روح مبارک تھی۔

ایک مرتبہ جلال الدین اکبر بادشاہ ہندوستان کی روح حاضر ہوئی اور عرض کی قبلہ میں سخت تکلیف دہ عذاب میں گرفتار ہوں یا حضرت میرے حق میں دعا فرمایئے کہ اس عذاب سے رہائی نصیب ہو حضور کی دعا کے اثر سے میری رہائی ہو جائے گی۔ چنانچہ حضور نے خود بھی ہاتھ اٹھائے اور تمام حاضرین سے فرمایا کہ سب ہاتھ اٹھا کر اکبر کے حق میں دعا مانگیں بعد میں فرمایا کہ اگر اکبر اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتا تو عذاب میں گرفتار نہ ہوتا اور اس کا نام ہمیشہ زندہ رہتا۔

معمولات:

حضور کا معمول مبارک تھا کہ راستہ میں اگر داڑھی والا مل جاتا تو سلام میں تقدیم کرتے حضور جب کہیں آتے جاتے تو فقراء ساتھ اسم ذات کا جلی ذکر کرتے جاتے سفر میں ایک مسجد میں ایک نماز پڑھاتے تو دوسری نماز دوسری مسجد میں پڑھاتے تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ حاصل کریں۔ مسواک پر آپ بہت زور دیتے تھے فرماتے یہ سنت مردہ ہوگئی ہے اسے زندہ کرو اور ستر شہیدوں کا ثواب حاصل کرو۔ آپ کی طبیعت مبارک انتہائی سادہ تھی سادہ لباس زیب تن فرماتے اور سادہ غذا استعمال کرتے کھانے پینے میں بے حد احتیاط فرماتے ابتداءِ زمانہ میں خود اپنے ہاتھوں سے چکی میں آٹا پیس کر مہمانوں کے لیے کھانا لے آتے بازار کی پکی ہوئی چیزوں سے ممانعت فرماتے، فرماتے ہندو کے گھر کی کوئی چیز نہ کھاؤ ان کے طعام میں پلیدی کا اثر ہوتا ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے، جن کنوؤں پر ہندو پانی بھرتے ان کا پانی استعمال نہ فرماتے، بازار کے انگور اور کھجور وغیرہ دھو کر کھاتے، مرغن غذا استعمال نہ کرتے صرف پانی سے روٹی کھالیتے اور فرماتے لذیذ لقمہ کھانے سے نفس خوش ہوتا ہے اور احتیاط اور پاکی کا خیال رکھنے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔

حقہ سگریٹ سے سختی سے منع فرماتے اور فرماتے کہ اس سے ذکر کی کیفیات بند ہو جاتی ہیں۔ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے اور لبیں کتروانے کی بھی سختی سے تاکید فرماتے تھے۔ بلکہ جن کی لبیں بڑھی ہوئی ہوتی تھیں ان کی لبیں اسی مجلس میں کتروا دیتے تھے۔ سفر و حضر میں آپ کے بعض مریدین یہ خدمت انجام دیتے تھے تمباکو استعمال کرنے والا جو شخص آپ سے بیعت ہوتا وہ خواہ اس کے استعمال کا کتنا ہی عادی ہوتا آپ کا تصرف

کہیے یا ذکر کی برکت کہ اسی وقت یا پھر جلد ہی اس کا استعمال ترک کر دیتا تھا۔

ہر شخص سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور نہایت توجہ سے مزاج پرسی فرماتے جس سے ہر شخص کو یہ خیال ہوتا کہ حضور کی زیادہ توجہ میری طرف ہے اگر کوئی کسی کے دل آزاری کی باتیں کرتا تو فوراً منع فرما دیتے، فرماتے سب فقیر میرے لیے برابر ہیں کسی میں تفاوت نہیں کرتا سب فقیر مجھ کو ایسے نظر آتے ہیں جیسے کہ میرے سر کے بال ہیں جس بال کو کھینچو تو مجھ کو درد ہوگا اسی طرح آپس میں محبت اور یگانگت رکھو آپس میں مفارقت پیدا نہ کرو۔

حضرت مولانا عبدالغفور مدنی کے بیعت ہونے کا واقعہ:

حضور قریشی جس علاقہ میں تشریف لے جاتے وہاں کے اولیاء کرام اپنی اولاد کے لیے سفارش فرماتے کہ قبلہ ہماری اولاد بگڑ گئی ہے خلاف شرع امور میں مبتلا ہے ان پر بھی مہربانی فرمائیں اور کئی افراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر آپ کی خدمت میں آئے ان میں حضرت مولانا عبدالغفور مدنی کا واقعہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ مولانا عبدالغفور صاحب مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس تھے کہ آپ کو حق سبحانہ کی محبت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا بڑی کوشش کے باوجود کہیں مقصود حاصل نہ ہوا بے قراری دن بدن بڑھتی گئی کہ زندگی کی خبر نہیں نہ معلوم کتنے سانس باقی ہیں یہ نعمت نہ ملی تو کیا بنے گا۔ بے قراری حد سے بڑھی تو آپ مدینہ شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کی خدمت میں عرض پیش کروں تاکہ مہربانی ہو آپ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے اسی خواہش کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا یہیں بیٹھے بیٹھے مجھے اونگھ آ گئی اسی وقت حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے فرمایا کہ تمہیں ہمارے قریشی سے فائدہ ہوگا اسی وقت اونگھ ختم ہوگئی پھر پریشانی مزید بڑھ گئی کہ میں قریشی جوان کو کہاں تلاش کروں گا اگر یہ مہربانی بھی ہو جاتی کہ قریشی جوان کہاں تشریف فرما ہیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ چند لمحے بعد یہ خیال آیا کہ جب فرمان ہو گیا ہے تو یہ ضرور پورا ہوگا۔ قریشی جوان خود مہربانی فرمائے گا آپ واپس ہندوستان تشریف لائے لیکن رات دن انتظار رہا ہو کہ کب مہربانی ہوگی ادھر حضور قریشی نے مولانا عبدالمالک گھلو کو اجازت دے کر دہلی بھیجا۔ پہلے پہل مولانا نے وہاں ایک چوبارہ کرایہ پر لیا آپ نے طریقہ کی اشاعت کے لیے یہ طریقہ ایجاد کیا کہ نیچے مزدور کام کرتے تھے آپ چائے تیار کر لیتے اور مزدوروں کو فرماتے کہ آپ کام کر کر کے تھک گئے ہوں گے آؤ ایک ایک پیالہ چائے

پیتے جاؤ جب مزدور آتے تو آپ ان کو حسن اخلاق سے بٹھاتے اور سب کو چائے پلاتے چائے پلانے کے بعد ان سب کو ذکر کی تلقین کرتے اسی طرح سلسلہ چل پڑا مدرسہ امینیہ کے کچھ طالب علم بھی سلسلہ میں داخل ہوگئے تو انھوں نے ایک دن مولانا عبدالمالک صاحب کو مدرسہ آنے کی دعوت دی کہ وہاں بہت سے طالب علم ذکر میں داخل ہونا چاہتے ہیں آپ ضرور تشریف لائیں اب تک اچھی خاصی جماعت بن گئی تھی آپ جب وہاں تشریف لے گئے تو اہل ذکر کی جماعت ساتھ تھی مولانا عبدالغفور مدنی نے دیکھا تو خوش ہوگئے دل میں خیال کیا کہ میرا مقصود مجھے مل گیا ہے، حضرت مولانا عبدالمالک صاحب کی خدمت میں آئے عرض کی آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا عبدالمالک، پھر پوچھا آپ کی قوم کیا ہے؟ فرمایا! گھلو۔ آپ مایوس ہوگئے کہ شاید ابھی مہربانی کو دیر ہے پھر آخری سوال کیا کہ آپ کو اجازت کہاں سے ہے؟ حضرت عبدالمالک نے فرمایا کہ حضور قریشی سے، حضور قریشی کا نام مبارک سننا تھا کہ مولانا عبدالغفور کو جذبہ ہوگیا وہیں مسجد میں آپ زور زور سے ٹپے (جمپ) مارے جارہے تھے اور ہاتھ بلند کر کے یہ نعرہ لگا رہے تھے کہ واہ قریشی واہ، واہ قریشی واہ، جب جذبہ ٹھنڈا ہوا تو آپ حضور قریشی کا پتہ لے کر اسی وقت مظفر گڑھ روانہ ہوگئے۔ مظفر گڑھ سے مسکین پور تک سفر پیدل ہوتا تھا۔ حضور قریشی کی خدمت میں پہنچ کر داخل سلسلہ ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ جب حضور ﷺ کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنا ایک خلیفہ مدینہ روانہ کرو، تو آپ نے حضرت مولانا عبدالغفور کو اجازت دے کر مدینہ شریف روانہ فرمادیا۔ آپ کا وصال مبارک بھی مدینہ شریف میں ۱۸ مئی ۱۹۶۹ء کو ہوا اور جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار کے ساتھ مدفون ہوئے۔

ملفوظات:

☆...... عروج چار چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ کثرت ذکر، اتباع شریعت، تقوٰی، رابطہ شیخ۔

☆...... علم بے عمل اور عمل بے اخلاص غیر مفید ہے۔

☆...... دو رکعتیں جو اخلاص کے ساتھ پڑھی جائیں ایسی بہت سی رکعتوں سے بہتر ہیں جو اخلاص سے خالی ہوں۔

☆...... گناہوں سے ایسا بچو جیسا سانپ اور بچھو سے بچتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ سانپ سے صرف دنیاوی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے مگر گناہوں سے ابدالآباد کی زندگی خراب ہوتی ہے۔

☆......پیر کا حق ماں باپ سے زیادہ سمجھ، یہ جسم کی پرورش کرتے ہیں اور وہ روح وایمان کی اور یہ دونوں چیزیں بڑی نعمت ہیں، ماں باپ خدمت کی طمع رکھتے ہیں جب کہ پیر بے طمع خدا کے لیے خدمت کرتا ہے۔

☆......جس کو یہ انگلی ایک مرتبہ لگ گئی (آپ دل پر انگلی مبارک رکھ کر دل کا ذکر اللہ اللہ بتاتے تھے) وہ ان شاء اللہ جذبہ یا ذکر الٰہی میں فوت ہوگا۔

حضور قریشی کے فرمان کی تصدیق درج ذیل واقعہ سے ہوتی ہے ایک مرتبہ حضور کی جماعت کا ایک فقیر مخالفین کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے خود بھی حضور کا مخالف ہوگیا اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے لگا آپ ہمیشہ درگزر فرماتے رہے اس کی ساری زندگی مخالفت میں گزری جب اس کا آخری وقت آیا تو جو مہربانی ابتدا میں حضور نے فرمائی تھی وہ عود کر آئی اور اس پر رقت طاری ہوگئی قلب زور سے جاری ہوگیا یہ فقیر اپنے آپ سے شرمسار ہوگیا کہ میں نے ساری زندگی حضور کی مخالفت میں گزاری اور حضور قبلہ عالم کی یہ مہربانی واہ واہ جوان تیری مہربانی اس نے تمام لوگوں کو جو آخری وقت اس کے ارگرد جمع ہو گئے تھے یہ کہہ کر اٹھا دیا کہ جو مہربانی میرے پیر نے مجھ پر اول وقت میں فرمائی تھی وہ دوبارہ عود کر آئی ہے اس لیے میرا دل چاہتا ہے کہ اسی ذکر کی لذت میں میرا دم نکلے یہ فقیر ذکر کرتا کرتا اللہ کو پیارا ہوگیا۔ آج کے پیر تو غیر عورتوں سے پاؤں دبواتے ہیں مونچھیں بڑھاتے اور داڑھی منڈاتے ہیں اور لوگوں کو گمراہی کی طرف کھینچے جا رہے ہیں لوگوں کا حال یہ ہے کہ انھیں کامل اور ناقص پیر کی پہچان نہیں رہی بس گل کو دیکھتے ہیں لیکن دل کو نہیں دیکھتے۔

☆......پیر کامل وہ ہے جو متبع شریعت ہو اس کے ایک ہاتھ میں شریعت کا جزدان اور دوسرے ہاتھ میں عشق کا سندان۔

☆......اولیاء اللہ کو دوست رکھو جو تمھاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

☆......جو شخص بیداری میں اپنے خیالات پاکیزہ رکھتا ہے خواب میں اس کے خیالات خراب نہیں ہوتے اگر خواب میں کبھی کوئی حسین صورت نظر آ جاتی ہے تو یہ فوراً اس سے منہ پھیر لیتا ہے یہ بیداری کے وقت محتاط رہنے کا ہی نتیجہ ہے۔

☆......سالک پر بعض اوقات وساوس وخطرات کا ہجوم ہوا کرتا ہے اس سے گھبرانا نہیں چاہیے مکھیاں گڑ پر اکٹھی ہوتی ہیں اور چیونٹیاں گھی پر اور شیطان جب دیکھتا ہے کہ میرا شکار ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اس

کو اپنی قید میں رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور ذکر کی نعمت یعنی اطمینان قلبی کو روکتا ہے۔

☆......جس قدر پیر کی عزت سالک کے دل میں ہوگی اسی قدر اس کو فائدہ ہوگا **الطریق کلهٔ ادب** ، ادب سے ہی سب کچھ ملتا ہے۔ فرمایا میں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سگ کی طرح مجلس کے کنارہ پر بیٹھا کرتا تھا۔

☆......طالبان مولیٰ میں سے بعض پر حالات و واردات اور جذبہ وغیرہ طاری ہوتے ہیں اور بعض پر نہیں ہوتے لیکن انعام الٰہی میں سب برابر ہوتے ہیں فرمایا ریل گاڑی میں سفر کرنے والے دو آمیوں میں سے ایک جاگتا ہوا راستہ کی سیر کرتا ہوا جا رہا ہے اور دوسرا سوتا ہوا سفر طے کرز رہا ہے۔ منزل مقصود پر پہنچنے میں یہ دونوں برابر ہیں یہی حال طالبان مولیٰ کا ہے مولیٰ کی طلب ہی اصل مقصود ہے۔

ذوق وشوق اور جذبات غیر مقصود چیزیں ہیں، امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''طالب ذوق وشوق طالب مولیٰ نیست''

☆......جب مجھے پیر پکڑنے کا خیال ہوا تو خلاف شرع ایک شخص پندرہ روز تک برابر میرے خواب میں آتا رہا میں سمجھ گیا کہ یہ شیطان ہے اور مجھے غیر متشرع پیر کی طرف ترغیب دینا چاہتا ہے صاحبو پیر ہو تو صاحب شریعت ورنہ شیطان سے بدتر ہے۔

بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

☆......مولوی صاحبان طلباء کی خدمت کیا کرو اور اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کیا کرو۔

☆......پیروں کو سفر وغیرہ میں اچھا لباس پہننا چاہیے دنیا دار پر اپنی مسکینی ظاہر کرنا اچھی بات نہیں۔

☆......فقر نیاز مندی سے حاصل ہوتا ہے ناز سے نہیں علم بھی کسی نے ناز سے نہیں پڑھا جس نے سیکھا ہے خدمت اور محنت سے سیکھا ہے۔

☆......نظر کو بچایا کرو بہت سے گناہ اس سے سرزد ہوتے ہیں آنکھوں کا بھی زنا ہے۔

☆......اگر پیر سے محبت سچی و پکی ہو تو ہزار کوس دور بیٹھے ہوئے بھی فائدہ پہنچے گا بشرطیکہ وہ پیر کامل ہو لوٹنے والا رسمی پیر نہ ہو۔

☆......اسم ذات ہی اسم اعظم ہے۔

☆......دنیا میں رہ کر پھر اس سے بے تعلق رہنا کمال ہے مرغابی دریا میں تیرنے اور غوطے مارنے کے باوجود جب اڑتی ہے تو اس کے پر خشک ہوتے ہیں۔

بگیر رسم تعلق دلا ز مرغابی
ز روئے آب چو برخاست خشک پر برخاست

وصال مبارک:

آپ کی عمر مبارک ۸۴ سال ہوگئی تھی لیکن آپ نے سلسلہ کی اشاعت کے لیے تبلیغی سفر جاری رکھے، کثرت ذکر کی وجہ سے گرمی زیادہ محسوس فرماتے تھے، گرمیوں میں مغزیات گھوٹ کر اور ٹھنڈی چیزیں پیتے جس کی وجہ سے ایک ہاتھ میں درد رہنے کے بعد بے حسی پیدا ہوگئی دہلی کے آخری تبلیغی سفر میں درد نے فالج کی صورت اختیار کر لی بیماری کی حالت میں آپ کو مسکین پور شریف پہنچایا گیا تقریباً نصف ماہ طبیعت مبارک ناساز رہنے کے بعد ۸۴ سال کی عمر میں جمعرات کے دن یکم رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ رنومبر ۱۹۳۵ء کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔

جس طرح آپ نے اپنی ظاہری حیات میں سادگی اور انکساری کو اپنا شعار بنایا اسی طرح وصال مبارک کے بعد آپ کا مزار بھی سادگی وانکساری کا مظہر ہے قبر مبارک کچی مٹی اور گارے سے بنی ہوئی ہے اس کے چاروں طرف کمرہ نما دیواریں ہیں لیکن حضور کی قبر کے اوپر چھت نہیں ہے۔ ہر سال مارچ کی ۲۱ سے ۲۵ کے درمیان آپ کا عرس مبارک منایا جاتا ہے۔

خلفاء کرام:

آپ کا سلسلہ رشد وہدایت پورے ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے اس لیے آپ کے خلفاء کرام کی ایک بڑی تعداد پورے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے آپ کے تمام خلفاء کا ذکر کرنا تو بہت مشکل ہے البتہ چند مشہور خلفاء کرام کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱......حضرت مولانا عبدالغفار صاحب نقشبندی	(لاڑکانہ)
۲......حضرت مولانا حافظ قاری کریم بخش	(بہاولپور)
۳......حضرت مولانا محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ	(احمد پور شرقیہ)

	(پیرومرشد حضرت سید زوار حسین شاہ)
۴......حضرت مولانا نذیر احمد	(احمد پور شرقیہ، بہاولپور)
۵......مولانا عبدالمالک قریشی	(چوک قریشی، ضلع مظفرگڑھ)
۶......حضرت مولانا محمد ابراہیم	(بخارا، وسطی ایشیا)
۷......حضرت مولانا محمود علی	(پشاور)
۸......مولانا فقیر محمد بخش حاجی پور	(ڈیرہ غازی خان)
۹......حضرت مولانا عبدالغفور مدنی	(مدینہ منورہ)
۱۰......حضرت مولانا محمد عبداللہ	(رام پور)
۱۱......حضرت مولانا عبدالمجید اخونزادہ	(کوئٹہ)
۱۲......حضرت مولانا محمد احمد	(لکھنو، انڈیا)
۱۳......حضرت مولانا نبی بخش باگڑجی،	(ضلع سکھر)
۱۴......حضرت مولانا علی محمد	(قلات)
۱۵......حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی	(احمد پور، بہاولپور)
۱۶......حضرت مولانا قاضی عبدالرشید	(سورت، انڈیا)
۱۷......حضرت مولانا حافظ ممتاز علی شاہ	(دہلی)
۱۸......حضرت مولانا محمد عبداللہ	(قندھار)
۱۹......حضرت مولانا محمد مسلم	(ضلع سہارنپور)
۲۰......حضرت مولانا محمد یونس	(مرادآباد)

کتابیات

۱......مقامات فصلیہ از سید زوار حسین شاہ مجددی مطبوعہ مارچ ۱۹۷۳ء، ناشر اشاعت المعارف ریلوے روڈ، فیصل آباد

۲......کمالات فصلیہ از ڈاکٹر محمد افضل جالندھری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۴۶ء

۳......تاریخ و تذکرہ خانقاہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان از محمد نذیر رانجھا، مطبوعہ لاہور، جنوری ۲۰۰۵ء، ناشر جمعیت پبلی کیشنز متصل مسجد پائیلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ لاہور

۴......ملفوظات فضلیہ حصہ اول، از حضرت مولانا محمد عبد الغفار نقشبندی، مطبوعہ جنوری ۱۹۸۸ء، ناشر مکتبہ غفاریہ سیٹھارجہ ضلع خیر پور

۵......ملفوظات فضلیہ (قلمی) از حضرت مولانا محمد عبد الغفار نقشبندی، لاڑکانہ

۶......حیات سعیدیہ از سید زوار حسین شاہ مجددی، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء، ادارہ مجددیہ کراچی

۷......ملفوظات سعیدیہ (قلمی) از فقیر محبوب احمد نقشبندی

۸......تذکرہ حضرت مولانا عبد الغفور مدنی نقشبندی از ڈاکٹر فیوض الرحمٰن، مطبوعہ کراچی، صدیقی ٹرسٹ، کراچی

علم الانسان ما لم یعلم

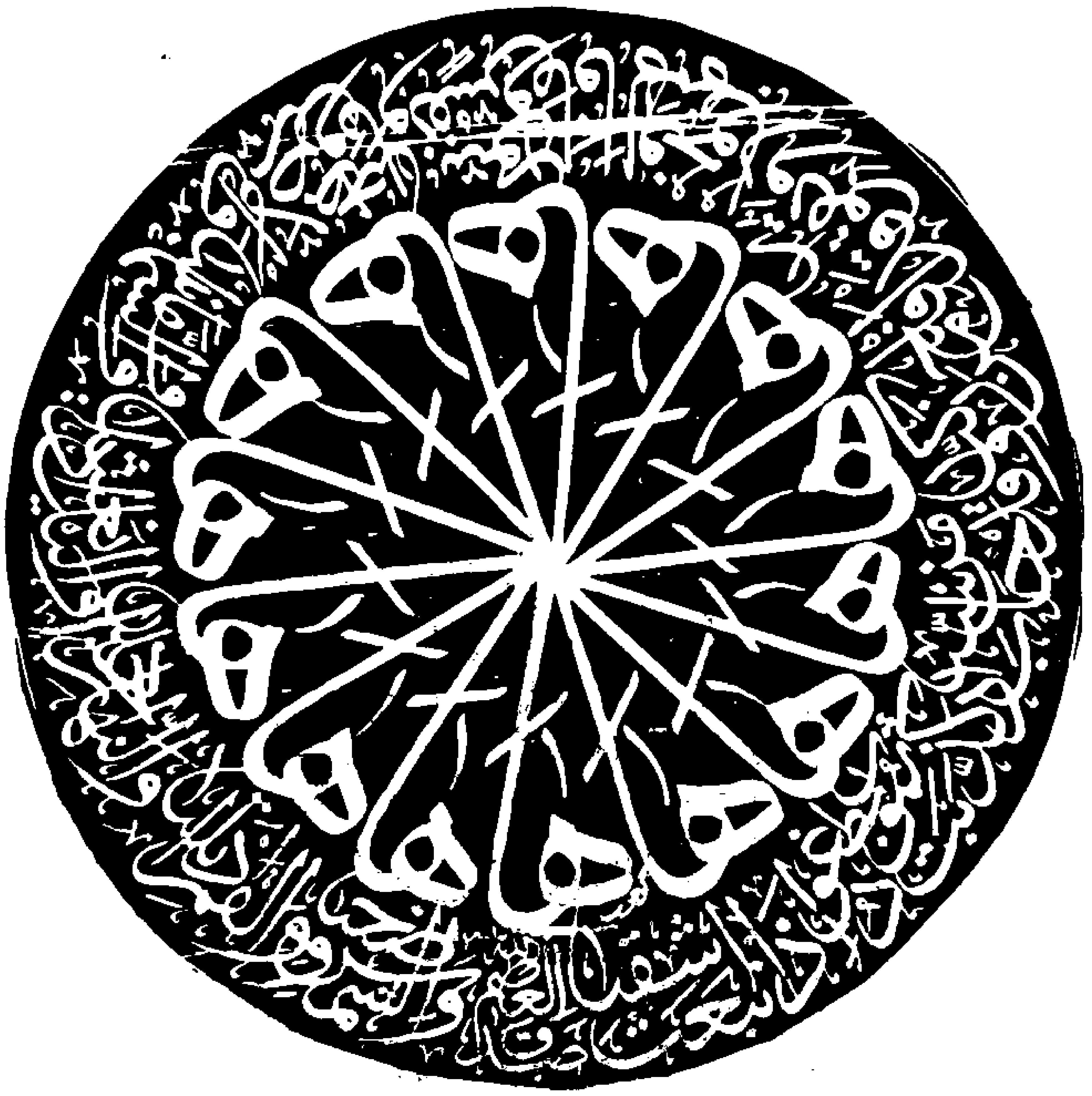

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خواجہ محمد عبد الغفار فضلی نقشبندی

(۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء لاڑکانہ، سندھ)

محبوب احمد بھٹی نقشبندی

☆☆

آپ سلسلہ نقشبند کے ایسے مشہور و معروف بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے روحانی تصرف اور باطنی توجہ سے ہزاروں گم کردہ راہ لوگوں کو راہ ہدایت پر چلایا۔ نماز نہ پڑھنے والے نہ صرف یہ کہ نماز پنجگانہ کے پابند ہوگئے بلکہ تہجد بھی کبھی ان لوگوں سے قضا نہ ہوئی۔ ڈاکو، چور اور شرابی خدمت اقدس میں آئے حضور کی نصیحت اور توجہ مبارک نے ایسا اثر دکھایا کہ پھر اس طرف کا خیال بھی نہ آیا۔ آپ کا سلسلہ رشد و ہدایت صوبہ سندھ، پنجاب اور بلوچستان کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ صوبہ سندھ کے ایسے علاقوں تک سلسلہ کی اشاعت کے لیے تشریف لے گئے جہاں کے لوگ پیر کو خدا تصور کرتے تھے اور کسی دوسرے بزرگ کا وجود ان نام نہاد پیروں کے مرید برداشت نہ کر سکتے تھے۔

ولادت اور تعلیم و تربیت:

آپ کی ولادت باسعادت موضع لنگر نزد جلال پور پیر والا ضلع ملتان میں تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا یار محمد سے حاصل کی آپ کے والد صاحب نیز آپ کے چاروں بھائی صاحبان بھی جید عالم تھے اس کے بعد مولانا امام الدین اور مولانا محمد اشرف صاحب جو کہ آپ کے بڑے بھائی تھے، سے عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی عربی علوم سے فراغت کے بعد حضرت قاری مطیع اللہ سے تجوید و قراءت کی تعلیم حاصل کی جو کہ بہت بڑے ماہر قاری تھے۔

کچھ عرصہ ڈیرہ نواب میں مولوی نظام الدین کے پاس بھی پڑھتے رہے تھے لیکن جب آپ کے

والد صاحب کو یہ معلوم ہوا کہ مولوی نظام الدین مولانا روم اور دوسرے بزرگان دین پر اعتراضات کرتا ہے تو آپ مدرسہ میں تشریف لائے اور آپ کو یہ کہہ کر اپنے ساتھ واپس لے گئے کہ بدعقیدہ عالم کے پاس پڑھنے سے بہتر ہے کہ آدمی ان پڑھ رہ جائے۔

بیعت:

آپ سب سے پہلے قادریہ طریقہ کے بزرگ حضرت مولانا حافظ قاری فتح محمد قادری جلال پور پیروالا کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ قادریہ میں بیعت ہوئے ابھی آپ کا سلوک مکمل نہیں ہوا تھا کہ حضرت حافظ صاحب کا وصال ہو گیا بعد ازیں آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد فضل علی قریشی سراجی نقشبندی مسکین پور شریف ضلع مظفر گڑھ کے دست حق پرست پر طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے پیر بڑی تکالیف و مشکلات کے بعد ملے ہیں، حضرت حافظ صاحب کے وصال کے بعد کافی عرصہ پیر کامل کی تلاش میں گزرا جہاں کہیں کسی بزرگ کے متعلق علم ہوا آپ وہاں تشریف لے گئے لیکن مقصود حاصل نہ ہوا، آپ فرماتے تھے کہ مجھے میرے پیر کی خبر ایک اہل حدیث عالم سے ملی تھی، فرمایا میں اپنے بھائی کے ہاں آیا ہوا تھا یہیں یہ مولوی صاحب ملے والدین کی طرف سے اس کا نام پیر بخش تھا اس نے اہل حدیث مذہب اختیار کر لیا تھا اور اپنا نام تبدیل کر کے الٰہی بخش رکھ لیا تھا۔ یہ مولوی حضور کا ہم سبق تھا آپ نے اس مولوی صاحب سے پوچھا کہ تم دور دراز علاقوں کا سفر کرتے رہتے ہو کہیں کسی اللہ والے کو بھی دیکھا ہے، اس نے کہا کہ تم مجھ سے اللہ والے کا پوچھتے ہو جبکہ ہمارے سامنے اللہ والے کا نام لیا جائے تو ہمیں ایسے تکلیف ہوتی ہے جیسے چٹے والا گدھا (پیٹھ پر ناسور قسم کا ایک زخم) کوے کو دیکھ کر دولتیاں مارنے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح ہماری حالت ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے تمھارا عقیدہ نہیں پوچھ رہا میرا مقصد یہ ہے کہ کہیں کسی بزرگ کو تم نے دیکھا ہو اور تمہارے دل نے گواہی دی ہو کہ یہ بزرگ باطن سے خالی نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں جتوئی کے قریب بستی مدوانیاں گیا تھا مجھے مکانوں کے لیے لکڑی لینی تھی وہیں میں نے نماز پڑھی تو جب بزرگ نے سلام پھیرا میں نے اسے دیکھا تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ شخص ولی اللہ ہے، مزید خبر خود جا کر معلوم کر لو۔ آپ نے فرمایا کہ میں گھر بھی نہ گیا اور سیدھا پیدل سفر کرتا ہوا حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی نقشبندی کی خدمت میں پہنچ کر

طریقہ میں داخل ہوا۔

ذکر میں داخل ہونے کے بعد حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی نے فرمایا کہ اگر عار محسوس نہ کرو تو موٹے منکوں والی تسبیح لیتے جاؤ اور ہر وقت یہی تسبیح چلاتے رہو اور دل پر ذکر کا خیال رکھو، آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ تسبیح لے کر ذکر شروع کر دیا، گھر آیا تو راستے میں لوگ مذاق کرتے کہ یہ کیسی تسبیح ہے، یہ تسبیح ہے یا تسبان، فرمایا کسی کی پرواہ نہ کی اور رات دن ذکر میں مشغول ہو گیا۔ حضور قریشی کی ایسی مہربانی ہوئی کہ سلطان الاذکار تک تمام لطائف جاری ہو گئے، جس سے بے خوابی، جسم میں سخت گرمی، بدن پر کپکپی اور دماغ پر غیر معمولی بوجھ محسوس ہونے لگا جس سے گھبرا کر تیسرے دن ہی پھر حضور قریشی کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال عرض کی۔ آپ نے قرآن مجید کی آیت مبارکہ

''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ
کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا''

تلاوت فرمائی اور فرمایا اس امانت سے مراد ذکر اسم ذات ہی ہے یہ گرمی اسی اسم ذات ہی کی وجہ سے ہے فکر نہ کریں درد سر کے لیے سر پر مکھن کی مالش کریں اور گرمی کے لیے ٹھنڈے پانی سے نہائیں ان دنوں سخت سردی کا موسم تھا، یہ سن کر طبیعت مبارک خوش ہو گئی، تمام خیالات اور فکرات ختم ہو گئے لیکن آپ پر جذبہ کی ایسی حالت طاری رہتی تھی کہ بعض اوقات وجد و مستی کے عالم میں دستار زمین پر پھینک دیتے اور تہہ بند کے علاوہ آپ پر کوئی کپڑا نہ ہوتا تھا آپ ننگے پاؤں ادھر ادھر جذبہ کی حالت میں دوڑتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضور قریشی فرماتے مولوی صاحب کپڑے دھوبی کو دے آئے ہو کیا۔ آپ کو اپنے پیر سے والہانہ عقیدت و محبت تھی، حضور قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ و نصیحت میں اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اپنے پیرو مرشد کی تعریف میں بے شمار مناقب آپ کی محبت کا ثبوت ہیں آپ عمر بھر اپنے پیر کی خانقاہ کی حدود میں ننگے پاؤں چلے، حضور قریشی کو بھی آپ سے خصوصی محبت تھی۔

آپ بہت بڑے عالم تھے لیکن کبھی بھی اپنے علم کو ظاہر نہ کیا ایک مرتبہ حضور قریشی کی خدمت میں کسی فقیر نے کھجوریں آکر دیں کھجوریں تھوڑی سی تھیں جبکہ جماعت کثیر تعداد میں حاضر تھی آپ نے فرمایا کہ کھجوریں تھوڑی ہیں اور جماعت کثیر ہے، ایک فقیر کو فرمایا کہ یہ کھجوریں صرف مولوی صاحبان کو دے دو یہ

فقیر کھجوریں لے کر جماعت میں پھر رہا تھا اور ساتھ یہ کہہ رہا تھا کہ فقیر اور مولوی صاحبان ملے جلے بیٹھے ہیں مجھے معلوم نہیں ہو رہا جبکہ حضور کا فرمان ہے کہ کھجوریں صرف مولوی صاحبان کو دینی ہیں، لہٰذا مولوی صاحبان اپنے اپنے ہاتھ اوپر کرلیں تا کہ کھجوریں دینے میں آسانی ہو، تمام مولوی صاحبان اپنے اپنے ہاتھ اوپر کیے بیٹھے رہے حضرت مولانا عبدالغفار بھی ان میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے اپنا ہاتھ بلند نہ کیا وہ فقیر آپ کو جانتا تھا وہ آپ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ آپ بھی تو کھجوریں لیں آپ نے فرمایا کہ میں مولوی نہیں ہوں میں جاہل ہوں آپ نے کھجوریں نہ لیں، اس فقیر نے حضور قریشی کی خدمت میں ساری صورتحال عرض کی تو آپ نے مولوی صاحبان کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے دو دانے کھجور کی خاطر اپنے علم کو ظاہر کیا پھر تمام مولوی صاحبان پچھتانے لگے کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ ہمارے علم کا امتحان ہو رہا ہے، لیکن حضرت مولانا خواجہ عبدالغفار نے ایک بڑے عالم ہونے کے باوجود اپنے علم کو ظاہر نہ کیا۔

حضور قریشی نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر سندھ کے لیے تبلیغ پر روانہ فرمایا پہلے پہل چنی گوٹھ کے نزدیک عاشق آباد کے نام کی درگاہ قائم فرمائی آپ سندھ کے تبلیغی دورے مسلسل فرماتے رہے جب تک جماعت تیار نہ ہوئی تھی آپ اکیلے سفر کرتے رہے آپ کی صحبت کی ایسی تاثیر تھی کہ جو بھی خدمت میں آتا، چاہے مخالفت کے جذبات لے کر آتا جونہی آپ کی نظر مبارک کا سامنا کرتا تو تمام فاسد خیالات رفع ہو جاتے اکثر مخالفین آئے آپ کی نظر مبارک پڑی اسی وقت جذبہ ہو گیا۔

سندھ میں منتقل ہونے کے بعد کچھ عرصہ رادھن کے قریب بستی دین پور میں قیام فرمایا لیکن یہاں فقیروں کو آمد و رفت میں تکلیف ہوتی تھی اس لیے بعد میں لاڑکانہ میں موجودہ جگہ رحمت پور شریف میں مستقل قیام فرمایا، آپ نے ترویج شریعت اور اشاعت سلسلہ کے لیے انتھک محنت کی، سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے دور دراز علاقوں کے تبلیغی سفر کیے لاکھوں بندگان خدا جو شیطان اور نفس کے پھندوں میں جکڑے ہوئے تھے شریعت مطہرہ کے پابند ہو گئے بے شمار ڈاکو، چور، شرابی تائب ہو کر متقی و پرہیزگار بن گئے۔ آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آج بھی اندرون سندھ کے دور دراز علاقوں میں جہاں بھی آپ کی جماعت غفاریہ کی آبادیاں ہیں وہاں کے تمام باشندے شریعت کے پابند ہیں، عورتیں شرعی پردہ میں رہتی ہیں چھوٹے بڑے بلکہ عورتیں بھی تہجد گزار ہیں۔

آپ کو لوگوں کی اصلاح کی اتنی فکر رہتی تھی کہ آپ کئی کئی گھنٹے مسلسل نصیحت فرماتے رہتے تھے، صبح کی

نماز کے بعد آپ حلقہ مراقبہ کراتے، آپ مراقبہ کراتے وقت موٹے منکوں والی تسبیح چلاتے تھے۔ مراقبہ کے بعد وعظ ونصیحت شروع فرماتے تو دن کے گیارہ بج جاتے تھے بعض اوقات تو یہ سلسلہ نماز ظہر تک جاری رہتا آپ نماز ظہر ادا فرما کر حویلی مبارک تشریف لے جاتے تھے۔ آپ فرماتے کہ مجھے مجلس ذکر سے اٹھنے کے لیے دو چیزیں مجبور کرتی ہیں، نماز اور سامعین کی تھکاوٹ کا احساس، ظہر سے عصر تک گھر میں تشریف فرما رہنے کے بعد نماز عصر کے لیے مسجد میں تشریف لاتے اور نماز عصر سے نماز مغرب تک وعظ ونصیحت فرماتے رہتے تھے۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود آپ کے ان معمولات میں نہ فقط یہ کہ فرق نہیں آیا بلکہ مزید اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ بعض اوقات عشاء کی نماز کے بعد کھڑے کھڑے کئی کئی گھنٹہ خطاب فرماتے رہتے۔

آپ تقوٰی و پاکیزگی کا خصوصی خیال رکھتے تھے بازار کی بنی ہوئی چیزیں اور ہوٹل کے کھانے سے مکمل پرہیز فرماتے تھے، بازار کے گوشت سے بھی پرہیز فرماتے تھے اگر ذبح کرنیوالے کے متعلق یہ تسلی ہو جاتی کہ اس کا ذبح کرنے کا طریقہ سنت کے مطابق ہے تو پھر ایسا گوشت استعمال کر لیتے تھے۔ سفر وحضر میں پاکیزگی کا خصوصی خیال رکھا جاتا تھا، ایک مرتبہ سندھ کے ایک بہت بڑے عالم دین مولانا نور محمد کے ہاں دعوت تھی جماعت بھی حضور کے ساتھ تھی ابھی جماعت کا کھانا تیار ہو رہا تھا مولوی صاحب بھنے ہوئے گوشت کی ایک پلیٹ آپ کی خدمت میں لے آیا حضور نے یہ گوشت تناول نہ فرمایا، البتہ صاحب دعوت کو بکرے کی سری لانے کو فرمایا جب مولوی صاحب بکرے کی سری لایا تو اس بکرے کا ذبح صحیح نہیں تھا، مخصوص گانٹھ سری کے ساتھ نہیں تھی۔ فرمایا مولوی صاحب ایسا گوشت کھلائے گا مولوی صاحب نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی قبلہ ہم نے علم تو پڑھ لیا ہے لیکن ہم نے ان چیزوں کی احتیاط کبھی نہیں کی اب میں ایک اور بکرا حاضر کرتا ہوں آپ کے فقیر خود ذبح کریں یہاں آپ کا کشف بھی ظاہر ہوتا ہے اور احتیاط بھی۔

آپ کے اس تقوٰی کا جماعت پر بھی نمایاں اثر تھا خلفاء کرام سفر پر جاتے وقت ستو، میٹھی روٹی (یعنی ایسی روٹی جو کئی دن تک استعمال میں لائی جاسکتی تھی) بھنے ہوئے چھولے ساتھ رکھتے تھے۔ لیکن کھانے کا سوال کسی سے نہ کرتے تھے۔

سندھ میں یہ رواج عام تھا کہ عورتوں کو جائیداد سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا عورتوں میں اتنی ہمت ہی نہ ہوتی تھی کہ وہ کسی قانونی طریقہ سے اپنا حق وصول کر سکیں۔ جب آپ سندھ تشریف لائے تو آپ نے اس

رسم بد کے خلاف بھی جہاد کیا، پورے سندھ میں تبلیغی دورے فرما کر جہاں بے راہ روی اور بے دینی کا خاتمہ کیا وہاں اس رسم بد کو بھی ختم کیا آپ کے وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر بے شمار زمینداروں نے عرصہ دراز کے بعد اپنی لڑکیوں کو ان کی جائیداد کے حصہ کے کاغذات خود بنوا کر گھر پہنچائے لڑکیوں کے انکار کے باوجود یہ حصہ انھیں دیا اور کہا کہ ہم نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا یہ شریعت نے آپ کا حصہ مقرر کیا ہے اور حضور قبلہ عالم کی مہربانی سے ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہوا ہے۔

وجد و جذبہ:

آپ کی جماعت میں وجد و جذبہ زور سے ہوتا تھا جونہی آپ حلقہ مراقبہ کراتے یا جب آپ نصیحت فرمانا شروع فرماتے یا جونہی آپ گھر مبارک سے مسجد میں تشریف لاتے آپ کے رخ انور پر نظر پڑتے ہی فقیروں میں جذبہ و مستی اور گریہ وزاری کی کیفیت شروع ہو جاتی تھی۔ بعض فقیروں کی گریہ اور آہ و بکا سے فضا گونج رہی ہوتی تھی تو بعض جذبہ کی حالت میں خاک پر مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے ہوتے تھے۔ اس وجد و جذبہ کو دیکھ کر سندھ کے پیروں کے مریدوں کی اکثریت آپ کی طرف متوجہ ہوگئی پیروں کے لیے اپنے مریدوں کو روکنا مشکل ہو گیا تو انھوں نے اس جذبہ کا ہی انکار کر دیا اور اپنے مریدوں کو حضور کے متعلق ایک ہدایت نامہ لکھا اس ہدایت نامہ کی ایک نقل مولوی نور محمد اگڑا والے نے حضور کی خدمت میں پیش کی جس میں لکھا تھا کہ:

> تم سب مریدین کو آگاہ کیا جاتا ہے، اور مطلع کیا جاتا ہے کہ پنجاب سے جو پیر سندھ میں برائے تبلیغ آتے ہیں تم لوگ انھیں جا کر ملتے ہو اور سلام کرتے ہو یہ سب چھوڑ دو کیونکہ ان کی جماعت میں جذبہ ہوتا ہے، یہ جذبہ درحقیقت جذبہ نہیں ہے اس وجہ سے تم ان سے سلام و کلام چھوڑ دو ملنا جلنا چھوڑ دو اگر وہ جذبہ سے توبہ کر لیں تو پھر کوئی مذائقہ نہیں۔

یہ پیر صاحب خود بھی بہت بڑے عالم تھے اور تصوف پر بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔

ملفوظات:

☆......

ذکر عاماں را بود ذکر زباں
ذکر خاصاں باشد از دل بیگماں

عام لوگوں کا ذکر صرف زبانی ہوتا ہے لیکن خاص لوگوں کا ذکر دل کا ذکر ہوتا ہے۔ جو ذکر زبان سے کیے جاتے ہیں ان سے ثواب تو واقعی ملتا ہے لیکن قلبی ذکر سے عشق و محبت جو سلوک کا اہم ترین رکن ہے پیدا ہوتا ہے۔ زبانی ذاکر کا مردہ دل زندہ نہیں ہو سکتا اور نہ عشق و محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، اور نہ قرب الٰہی کی اعلیٰ نعمت حاصل ہو سکتی ہے، درجہ ابرار کا ثواب ملتا ہے نہ کہ مقربین کا۔

☆......ذکر قلبی اتنا کرو کہ دنیا و مافیھا کی محبت دل سے خارج ہو جائے اور ترک ماسوا اللہ، توجہ الی اللہ حاصل ہو جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے جو ذکر کا اصل مقصد ہے، اور امراض باطنی کا ازالہ ہو جائے، عجب، غرور، حسد، حرص، ہوس، شہوت، نفسانیت اور حب جاہ کا علاج صرف ذکر اللہ ہے، جو طالب المولیٰ ذکر کرے گا وہ ضرور واصل باللہ ہو جائے گا۔

☆......طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا فیض دوسرے طریقوں جیسا نہیں ہے ان طریقوں میں سخت محنت، ریاضت اور مشقت ہے جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

خنجر خاموشی و شمشیر جوع
نیزہ تنہائی و ترک ہجوع

یعنی خاموشی اختیار کرنے، بھوکا رہنے، تنہائی اختیار کرنے اور ترک خواب سے نفس مطیع ہوتا ہے۔ بخلاف طریقہ نقشبندیہ کے کہ اس میں ذکر کثیر کرنے سے اور اتباع شریعت سے نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔

☆......طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں ترقی باطن کا دارومدار محبت اور اعتقاد پر ہے جس قدر باطن میں محبت بڑھتی ہے اسی طرح باطن میں ذوق و شوق اور ذکر بڑھتا ہے۔ لہٰذا ترقی باطن کا موجب محبت شیخ ہے۔

☆......بزرگان پیران کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین لکھتے ہیں کہ جس کے دل میں دنیا کی محبت بقدر دانہ حرمل پائی جائے اس پر معرفت الٰہی حرام ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت اور عشق حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ

ذکر کثرت سے کرو تاکہ لطیفوں میں ذکر کی گرمی پیدا ہو جائے، فرمایا

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

☆...... دنیا عیش و عشرت کے لیے نہیں ہے خاص اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کے لیے ہے۔

اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ○ نص قطعی ہے۔

☆...... نفس کے مطیع کرنے کے لیے کثرت ذکر اور محبت شیخ نہایت مجرب علاج ہے۔ رابطہ شیخ ایک نعمت عظمیٰ میں سے ہے۔ ہمارے پیر (حضرت محمد فضل علی قریشی) قلبی و روحی فداہ ابی و امی فرماتے رہتے تھے کہ تین چیزوں کو نہ چھوڑو ایک محبت پیر کی دوسری اتباع شریعت اور تیسری استقامت۔

☆...... زندگانی عزیز کو حضرت حق سبحانہ کی محبت اور عشق میں صرف کرنا چاہیے اور اس منزہ پاک ذات کے شوق اور سوز و گداز میں دیوانہ ہونا چاہیے لیکن بجز محبت پیر کے یہ نعمت میسر نہیں ہو سکتی جیسے شاعر نے کہا ہے

گر تو ذات پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

☆...... اللہ والوں کو کشف صدور، کشف قبور السماء والارض دائمی ہوتا رہتا ہے۔ میرے پیر قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قلبی و روحی فداہ جماعت اہل ذکر سے فرمایا کرتے تھے کہ:

> ''میں عوام اور خواص کے قلوب کا حال اس طرح پڑھ رہا ہوں جس طرح خط پڑھتا ہوں مجھ سے تمہارا کوئی بھی حال مخفی نہیں خواہ تخیلات و تصورات اور عزائم صالح ہوں یا فاسد ضروری ہوں یا غیر ضروری''

جب آپ وعظ و نصیحت فرماتے تو جماعت کے قلوب پر نظر فرما کر انہیں ان کے خیالات اور ارادوں کے مطابق تقریر فرماتے تھے۔

☆...... تصور شیخ کے ساتھ نفی اثبات کا ذکر کیا جائے تو مزید فوائد میسر ہوتے ہیں۔ ہمارے پیران کبار فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ریاضت و چلہ کرنا چاہے تو صرف تصور شیخ اور ذکر کثیر کرے۔ ہمارا طریقہ میں کوئی ریاضت ضروری نہیں، بس رابطہ شیخ کے ساتھ ذکر کثیر سے ان شاء اللہ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔

☆...... کچھ لوگ اولیاء کرام کے حق میں کیسی کیسی گستاخیاں کرتے ہیں۔ اور ناجائز بکتے ہیں حالانکہ اولیاء کرام کے لطائف کی لامکان تک سیر ہوتی رہتی ہے اور ہر جگہ پہنچ کر خلق خدا کی مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدد اور معاونت کرتے ہیں جب ان کے عالم امر کے لطائف فوق العرش تک آناً فاناً کئی بار آجا سکتے ہیں۔ تو آسمان وزمین اور ان کے درمیان کے حالات ان سے کیسے مخفی رہ سکتے ہیں خلق خدا کے سینوں کے احوال کیسے بلکہ اولیاء کرام سے دور ونزدیک کے احوال مخفی نہیں ہوتے وہ جانتے ہیں۔

☆...... جو لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بے علمی کا داغ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو روضہ اطہر اور مزار پاک میں تشریف رکھتے ہیں وہ دور ونزدیک کے حالات کیسے جان سکتے ہیں۔ یہ مرتبہ تو آپ کے غلامان کے غلاموں کا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا حال تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیونکہ دینے والا وہی ہے کسی اور کو کیا معلوم

اولیا را حق کند علم نصیب
بے حساب و بے کتاب و بے ادیب

آپ کے خلفاء کرام کی تعداد تقریباً ۱۴۰ ہے۔ آپ کے خلفاء کرام سندھ، بلوچستان، پنجاب اور سرحد کے علاوہ بیرون ملک خدمات سرانجام دیتے رہے، آپ خلفاء کرام کو خلافت چند سخت شرائط کے ساتھ مشروط طور پر عنایت فرماتے تھے۔ ان شرائط میں اتباع شریعت کی سختی کے ساتھ پابندی، سوال صریحاً، کنایۃً اور اشارۃً سے ممانعت، چندہ کرنے سے ممانعت اور عورتوں کو پردہ میں ذکر سمجھانا اور مراقبہ کرانا وغیرہ شامل ہوتی تھیں۔

چند مشہور خلفاء کرام کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱...... حضرت خواجہ مولانا سعید غفاری نقشبندی المعروف پیر مٹھا (ملتان)
۲...... حضرت خواجہ مولانا حبیب الرحمٰن غفاری نقشبندی (سنانواں ضلع مظفر گڑھ)
۳...... حضرت خواجہ مولانا اللہ بخش غفاری نقشبندی (اللہ آباد کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز سندھ)
۴...... حضرت خواجہ مولانا پیر بخش بروہی
۵...... حضرت خواجہ مولانا عبدالکریم بگٹی
۶...... مولانا محمد صالح

۷......نور محمد

۸......حضرت مولانا عبداللہ شاہ

۹......حضرت مولانا امیر الدین شاہ

۱۰......حضرت اللہ ڈتہ

۱۱......سید غلام حسین شاہ

وصال مبارک:

ہزاروں دلوں کو نور معرفت سے روشن فرما کر حضرت خواجہ خواجگان مولانا عبد الغفار فضلی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ۸؍شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ بمطابق ۱۲؍دسمبر ۱۹۶۴ء کو درگاہ رحمت پور شریف لاڑکانہ میں اتوار کی رات اس جہان فانی سے راہی ملک بقا ہوئے۔ وصال مبارک کے وقت آپ کی عمر مبارک ۸۴ سال تھی۔ اس طرح تصوف وسلوک کا یہ آفتاب تاریک دلوں کو روشن کر کے ہمیشہ کے لیے ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا، لیکن آپ کا فیض اب بھی جاری ہے۔

☆......☆......☆

حواشی

۱......جلال پور پیر والا ضلع ملتان کا معروف قصبہ ہے، ملتان سے جانب جنوب تقریباً ۸۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۲......خطبات غفاریہ، ص ۱۰۱ از حبیب الرحمٰن گبول، مطبوعہ درگاہ اللہ آباد کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز ۲۰۰۱ء

۳......ملفوظات غفاریہ، ص ۱۵، مطبوعہ سیٹھارجہ ضلع خیر پور ۱۹۹۰ء

۴......حضرت مولانا حافظ فتح محمد قادری، جلال پور پیر والا ضلع ملتان میں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ خدا بخش قادری سے خرقہ خلافت عطا ہوا۔ اپنے آبائی قصبہ جلال پور میں قرآن وحدیث کی تدریس کے لیے درس قائم کیا درس قرآن وحدیث اور مثنوی مولانا روم آپ کے درس کی امتیازی پہچان بن گئی تھی، جب آپ شیریں لہجہ میں مثنوی مولائے روم بیان کرتے تو مسلمان تو درکنار ہندو بھی جذبات سے مغلوب ہو کر مسجد کے دروازے پر آجاتے اور زار وقطار گریہ کرتے۔ آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے آپ کا مجموعہ کلام دیوان حافظ ابھی شائع نہیں ہوا

تقریباً ۱۵-۱۹۱۴ء میں آپ کا وصال ہوا، مزار مبارک جلال پور پیروالا میں ہے۔

۵...... حضرت مولانا فضل علی قریشی نقشبندی طریقہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہیں حضرت مولانا خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سے خلافت حاصل تھی۔

۶...... درگاہ مسکین پور شریف شہر سلطان ضلع مظفر گڑھ سے جتوئی روڈ پر تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔

۷...... ملفوظات سعیدیہ قلمی، ص ۱۱۰، از فقیر محبوب احمد، قلمی

۸...... ایضاً ص ۹۷

۹...... سورۃ الاحزاب، آیت ۴۷

۱۰...... خطبات غفاریہ، ص ۱۱

۱۱...... مکتوبات غفاریہ، ص ۴۷

۱۲...... ایضاً ص ۴۳

۱۳...... ملفوظات غفاریہ، ص ۱۲۰

۱۴...... ایضاً ص ۶۰

۱۵...... ایضاً ص ۸۴

۱۶...... ایضاً ص ۸۵

۱۷...... عکس تحریر شرائط برائے خلفاء کرام

۱۸...... حضرت سید غلام حسین شاہ مشہور خلیفہ ہیں، حال ہی میں یعنی فروری ۱۹۹۸ء میں لاڑکانہ کے قریب موضع وارہ میں محمد پناہ ٹوٹانی اور ہارون نامی گستاخ رسول کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور مختیار ہونے پر مناظرہ ہوا تھا دونوں نے حق و باطل میں تمیز کا معیار آگ کو مقرر کیا محمد پناہ آگ میں مطمئن ہو کر کھڑا رہا اور زور سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کا ورد کرتا رہا، جبکہ ہارون بری طرح جھلس گیا اور اسے ہسپتال میں داخل کرایا گیا، تمام قومی اخباروں میں اس واقعہ کی رپورٹنگ ہوئی تھی، یاد رہے محمد پناہ حضرت سید غلام حسین شاہ کا ہی مرید تھا۔

☆......☆......☆

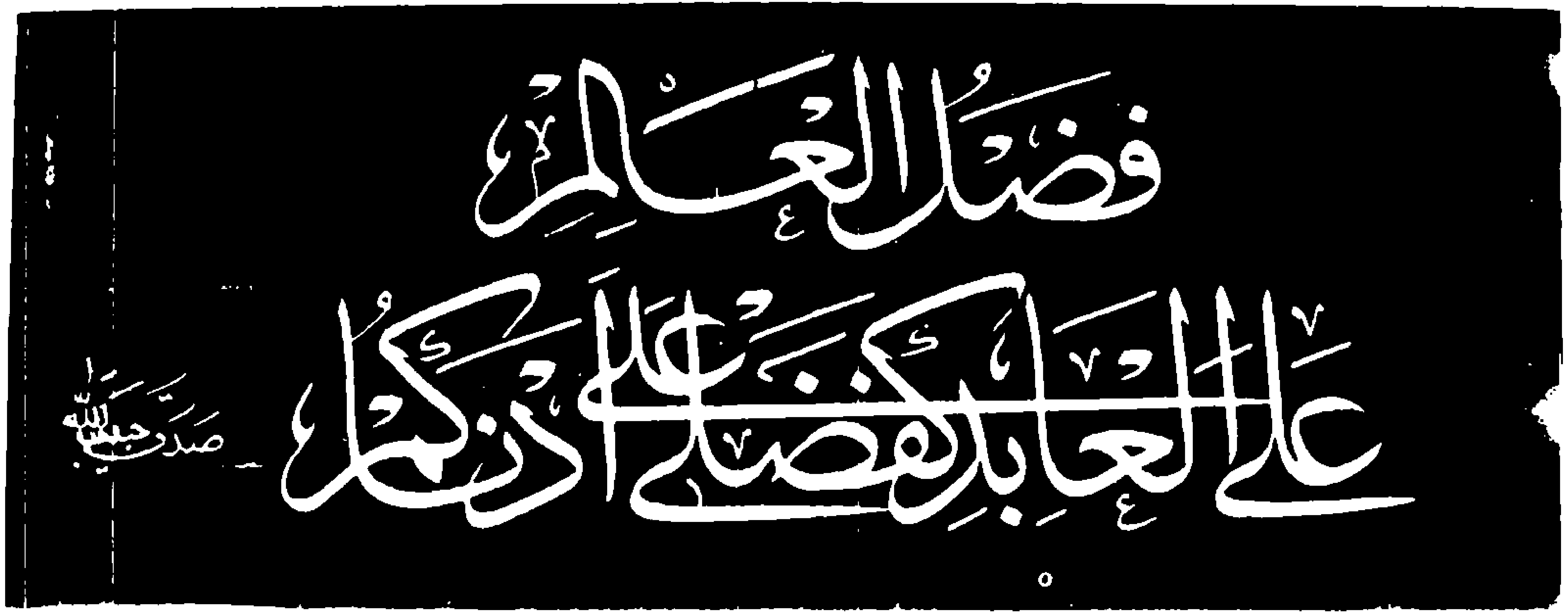
فضل العالم
على العابد كفضلي على أدنكم
صدق حبيب الله

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

علامہ سید حبیب احمد حبیبؔ نقشبندی مجددی

پروفیسر شاہ انجم بخاری

(مدیر "المصداق" حیدر آباد، سندھ)

☆☆

آج جس علمی، دینی اور روحانی شخصیت پر قلم اٹھانے کا موقع نصیب ہوا ہے، اس کا شمار حیدر آباد کی چند بزرگ اور یادگارِ زمانہ ہستیوں میں ہوتا ہے۔ اس عاجز کے نزدیک اعلیٰ حضرت کے قایم کردہ مکتب سے اکتساب فیض کرنا بھی آپ کا ایک اہم تاریخی حوالہ ہے۔

دوسرا اہم حوالہ جو آپ کی ساری زندگی پر محیط ہے، وہ نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہے۔ حمد و نعت آپ کا ایک اہم وظیفہ تھا جسے ساری زندگی آپ نے خوش اسلوبی سے ادا کیا۔

حمد و نعت کے علاوہ آپ کی مناقب، غزلیں اور رباعیات بھی خوش کلامی کا نمونہ ہیں۔ شاعری میں آپ کا سلسلۂ تلمذ فرحتؔ کے واسطے سے حضرت داغؔ سے ملتا ہے۔ آپ نے اردو کے ساتھ ساتھ فارسی کو بھی اظہار کا ذریعہ بنایا ہے جو آپ کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔ چنانچہ آپ ایک خوش گو شاعر کی حیثیت سے بھی صف شعراء میں خوش مقامی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

نعتیہ شاعری کے حوالے سے تو اکثر و بیشتر حضرات آپ کے نام سے سرسری واقفیت ضرور رکھتے ہیں مگر آپ کی شخصیت کے دیگر قابل ذکر پہلوؤں، بالخصوص سوانحی حالات سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ایسے کسی مواد کی عدم دستیابی بھی ہے۔

زیر نظر تحریر میں مقتضابالا کے پیش نظر کوشش کی گئی ہے کہ ہم اپنے ممدوح کے بارے میں کچھ ضروری معلومات فراہم کرسکیں۔ ان معلومات کا ماٗ خذ، محترم سید محمد احمد محسنی صاحب (سجادہ نشین) ہیں یا پھر

حضرت علامہ موصوف کی قلمی بیاض اور مجموعۂ کلام۔

آپ کے اجمالی سوانحی حالات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

آپ کا اسم گرامی سید حبیب احمد تھا۔ حبیب، تخلص فرماتے تھے۔ والد گرامی کی نسبت سے محسنی آپ کے نام کا لاحقہ تھا۔

آپ کے والد گرامی کا نام سید اسد اللہ شاہ محمد محسن بن عبد اللہ المعروف مدنی میاں اور والدہ محترمہ کا نام شرف النساء تھا۔ آپ شاہ جہاں پور کے قصبے تلہر میں تخمیناً ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔

حضرت سید حبیب احمد محسنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے اکلوتے فرزند سعید تھے۔ والد گرامی حضرت مدنی میاں نقشبندی مجددی سلسلے کے شیخ طریقت تھے چنانچہ آپ کی نظر پُر اثر نے اپنے نور نظر کو شروع ہی سے درویشانہ مزاج عطا کیا۔ والد گرامی کی خصوصی تربیت نے طبیعت میں حد درجہ استغناء پیدا کر دیا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے امام اہل سنت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے قایم کردہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں داخل کیے گئے۔ یہیں سے حفظ قرآن کی دولت ہاتھ آئی، اور مختلف علوم دینیہ کا حصول بھی اسی دار العلوم سے ہوا۔

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اپنے والد گرامی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ آپ کا شجرۂ طریقت یوں ہے:

سید حبیب احمد……شاہ اسد اللہ محسن……شاہ الٰہی بخش……شاہ ہادی……خواجہ نور محمد……شاہ محمد فیض……شاہ عیسیٰ……شاہ جمال اللہ……خواجہ شرف……شاہ زبیر……شاہ محمد نقشبند……خواجہ محمد معصوم……

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز علی ہذا القیاس الی آخر۔ (بحوالہ دیوان "نذرِ حبیب" بار اول، لاہور، رضوی کتب خانہ، سنہ ندارد طباعت قطع کے مطابق ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۷ء صفحہ ۱۸۱)

سلسلۂ قادریہ میں آپ نے حضرت سید محمد بشیر میاں قادری رحمۃ اللہ علیہ (بریلی شریف) سے اجازت و خلافت پائی۔

آپ ۱۹۵۰ء میں پاکستان تشریف لائے۔ سندھ کی سرزمین محبت نے بڑھ کے قدم لیے چنانچہ حیدر آباد کو سکونت کے لیے منتخب فرمایا اور تا حیات لطیف آباد نمبر ۱۲ حیدر آباد ہی میں مقیم رہے۔

حیدر آباد آنے کے بعد کچھ عرصے کے لیے آپ لطیف آباد کی مرکزی جامع مسجد یونٹ نمبر ۸ میں

اعزازی امام وخطیب رہے۔ ازاں بعد سدرہ جامع مسجد یونٹ نمبر ۱۲ میں اعزازی خطابت کے فرائض سنبھالے اور یہیں ساری زندگی دین حق کی سربلندی اور ترویجِ شریعت میں گزار دی۔

آپ ایک عالم باعمل، سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، فدائے اولیاء، رہبر شریعت، مخلص ومشفق پیر طریقت تھے۔ آپ کی طبیعت میں حد درجہ سادگی اور انکساری پائی جاتی تھی۔ ورع وتقویٰ سے متصف آپ کی ذات گرامی متلاشیانِ حق کے لیے شمع امید تھی۔ علم وہنر کی جامع یہ نابغۂ روزگار شخصیت نام ونمود سے کوسوں دور تھی۔

یہ ولی روشن ضمیر ہر سال پابندی کے ساتھ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرکزی جلوس کی افتتاحی تقریب سے خطاب دلنواز فرمایا کرتے تھے۔ یہ نورانی محفل ماشاء اللہ آج بھی اس طرح سجتی ہے مگر بہ تغیر خفیف بقول شاعر

ع اب ان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

علماء وصلحاء کے جھرمٹ میں آپ کی ذات ستودہ صفات نمایاں ترین ہوا کرتی تھی۔ راقم السطور نے انہی موقعوں پر متعدد بار آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور آپ کا خطابِ دلنواز بھی سماعت کیا ہے۔

حیدرآباد کی علمی وروحانی فضا میں جن چند قابل ذکر اور یادگار زمانہ ہستیوں کے نام لیے جاتے ہیں بلاشبہ آپ ان میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔

آپ کے قریبی احباب میں حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ مولانا محمد میاں برکاتی بھوپالی علیہ الرحمۃ اور حضرت علامہ سید محمد علی رضوی مدظلہ العالی ایسے ممتاز اور سرکردہ علمائے اہل سنت شامل تھے۔

الحمدللہ حضرت علامہ سید حبیب احمد حبیبؔ نقشبندی مجددی محسنی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی، جسمانی اور علمی یادگاریں موجود ہیں۔

آپ کا دیوان بھی ”نذرِ حبیب“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خان رضوی قادری کے مختصر تعارف کے ساتھ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۷ء میں رضوی کتب خانہ اردو بازار، لاہور سے اس کی اشاعت ہوئی۔ حمد ونعت اور منقبت پر مشتمل اور دو، تین مختصر مجموعے نکل چکے ہیں مگر اب دستیاب نہیں ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کا کلیات شائع کیا جائے۔ تاکہ مجوزہ کلیات حبیبؔ آپ کی علمی اور ادبی یادگار رہے اور شائقین حمد ونعت آپ کے عارفانہ نعتیہ کلام سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔

آپ ایک قادر الکلام نعت گو کے علاوہ جید عالم دین، خطیبِ شیریں مقال، اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ کی پرکشش شخصیت ایک شجر سایہ دار کی مانند تھی جس کے گھنے سائے تلے کل بھی لوگ غموں کی دھوپ سے بچنے کے لیے پناہ لیا کرتے تھے اور آج بھی بے شمار لوگ آپ کے سائے میں بسیرا کرتے ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ مسلمان دینِ حق پر عمل پیرا ہو کر متحد ہو جائیں اور عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مر مٹنے کو سعادت جانیں۔ بلاشبہ آپ نے اپنی ساری زندگی اسی آرزو کی تکمیل میں گزار دی۔

علامہ سید حبیب احمد حبیبؔ نقشبندی مجددی محسنی رحمۃ اللہ علیہ نے لگ بھگ سو برس کی عمر پائی۔ آپ کا وصال شریف ۲۹/صفر المظفر ۱۴۱۳ھ بمطابق ۲۹/اگست ۱۹۹۲ء کو بعد ادائے نماز عصر ہوا۔

مزار مبارک امانی شاہ کالونی لطیف آباد نمبر ۱۱ پہاڑی کے قبرستان میں پختہ بنا ہوا ہے۔ مزار مبارک کا احاطہ خاصا کشادہ ہے۔ مزار کا خوبصورت سرسبز گنبد، گنبدِ خضراء کی یاد دلاتا ہے۔

ہر سال ۲۹/صفر کو آپ کا عرس نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

(ماہنامہ رکن الاسلام، حیدر آباد، شمارہ جون ۲۰۰۵ء)

☆……☆……☆

السَّلَامُ قَبلَ الکَلَام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

گنجِ کرم المعروف حضرت کرماں والے

ملک بشیر احمد سکھے چکوی

☆☆

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو برصغیر پاک وہند میں ایک منفرد مقام حاصل ہے، کیونکہ دین کی ترویج وترقی میں اولیائے نقشبند نے بےنظیر کارہائے نمایاں انجام دیے..... اس سلسلے کے مایہ ناز ایک بزرگ خطہ پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں دنیا حضرت گنج کرم المعروف ''حضرت کرماں والے'' کے نام سے جانتی ہے آپ کا نام نامی حضرت سید محمد اسماعیل شاہ تھا۔ حضرت گنج کرم موضع کرماں والا ضلع فیروز پور (بھارت) میں پیدا ہوئے..... آپ کا شجرہ نسب سادات اُچ شریف سے ملتا ہے..... آپ نہ صرف حافظ قرآن تھے بلکہ بڑے بڑے علماء آپ سے مسائل معلوم کرتے تھے..... آپ روحانی علوم کے ساتھ ظاہری علوم میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے..... علم طب میں بھی آپ کا خاص مقام تھا۔

ابتدائی علوم کے بعد آپ نے فیروز پور کے مشہور بزرگ حضرت شریف الدین چشتی سے بیعت کی اور سلوک کے منازل طے فرمائے مگر مرشد جلد ہی وصال فرما گئے۔ حضرت کرماں والے اس وقت نوجوان تھے..... اس لیے آفتاب ولایت میاں شیر محمد شرقپوری کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت کرماں والے کے تقویٰ اور عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے پہلی ملاقات میں آپ کو خلافت عطا فرمادی۔ حصرت کرماں والے جلد ہی اس مقام پر پہنچ گئے کہ ضلع فیروز پور سے جو لوگ شرقپور میں میاں شیر محمد کے پاس حاضر ہوتے آپ فرماتے کہ: ''اتنی دور آنے کے بجائے کرماں شریف حاضری دیا کرو''..... حضرت میاں صاحب کے بہت سے خلفاء ہیں، مگر حضرت گنج کرم کو خلیفہ اعظم ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ حضرت کرماں والے سیرتِ طیبہ کی عملی تصویر تھے..... آپ کا ہر عمل شرع کے مطابق ہوتا تھا..... بڑے بڑے علماء آپ کی محفل میں خود کو معمولی عالم تصور کرتے تھے.....

حضرت کرماں والے کو کشف کا بادشاہ کہا جاتا تھا...... اکثر لوگوں کو اپنا مدعا بیان کرنے سے پہلے ہی اپنے مسئلے کا حل مل جاتا تھا...... آپ کی ہر بات کرامت ہوتی تھی...... حضرت کرماں والے فرمایا کرتے تھے کہ ''اصل کرامت لوگوں کے دلوں کو اللہ کی طرف موڑنا ہے'' اور حقیقت ہے کہ مرشدی نے لوگوں کے دلوں کو اللہ کی طرف موڑ دیا...... محمد ولی وارثی صاحب کا کہنا ہے کہ مشہور شاعر نفیس خلیلی اکثر پیروں فقیروں کے خلاف لکھا کرتے تھے مگر حضرت گنج کرم کا بہت احترام کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ: ''خلیلی صاحب ایسا کیوں ہے؟'' تو انہوں نے جواب دیا کہ ''حضرت کرماں والے روایتی پیروں سے بہت مختلف ہیں آپ کے ہاں کوئی ایسی بدعت نہیں ملتی جو دین کا حلیہ بگاڑتی ہو...... حضرت کرماں والے نے ہمارے ایک مقروض غریب مسلمان کی اتنی مدد اور شفقت فرمائی کہ ہم حضرت پیر محمد اسماعیل شاہ حضرت کرماں والے کو ولی کامل ماننے پر مجبور ہو گئے''...... اولیائے شرقپور حضرت کرماں والے کو حضرت شیر ربانی کا عکس اور حضرت بابو جی سرکار گولڑہ شریف آپ کو ''قطب زماں'' فرمایا کرتے تھے...... پیر سید باغ علی شاہ اور پیر سید کاکے شاہ آف سیداں والی، حضرت کرماں والے کو ''اولیائے وقت کا سردار'' کہا کرتے تھے...... صاحبزادہ محمد عمر نے آپ کو میاں صاحب کا صحیح جانشین فرمایا...... مولانا مقصود احمد باجڑہ گڑوی، بابا خیر دین سکے چکوی، مولوی محمد عمر اچھروی، مولوی محمد امین شرقپوری اور مولوی محمد اکرم اور محمد صدیق داؤد ضرب گنج کرم کے مایہ ناز مریدوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت بے جی پاک کرماں والی:۔

حضرت بے جی پاک کی کرامات آج بھی زبان زد خاص و عام ہیں...... بیگم میجر سکندر علی کے بھائی کو ایک جرم میں پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ وہ دعا کے لیے حضرت بے جی پاک کی خدمت میں حاضر ہوئیں...... آپ نے کہا: ''جاؤ اللہ رحم کرے گا''۔ اور ایسا ہی ہوا چند روز بعد بیگم سکندر کے بھائی بری ہو گئے...... آپ کے کشف کا یہ عالم تھا کہ ہر آنے والی خاتون کے دل کی بات پہلے سے معلوم کر لیتیں، اور حاجت مند کو بیان کرنے سے قبل ہی مدعا مل جاتا...... حضرت بے جی پاک لوگوں کے دلوں کو اللہ کی طرف موڑ دیا کرتی تھیں...... اخلاق حسنہ کا یہ عالم تھا کہ ہر حاضر ہونے والی خاتون یہ سمجھتی تھی کہ شاید آپ اسی سے زیادہ محبت کرتی ہیں...... ایسا کیوں نہ ہوتا کہ آپ کا تعلق خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نسل سے تھا...... ۱۹۹۲ء میں آپ داخل بہشت ہوئیں...... آپ کو آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت کرماں والے میں سپرد خاک کیا گیا۔

بحرِ کرم محمد علی شاہ علیہ الرحمۃ کرماں والے:۔

سید محمد علی شاہ بخاری حضرت کرماں والے کے فرزند اور صاحب ولایت بزرگ تھے...... آپ نے ابتدائی تعلیم میاں رحمت علی مرحوم سے اور بعد ازاں تعلیم و تربیت حضرت صاحب سے حاصل کی۔ باباجی سرکار علیہ الرحمۃ نے غالباً ۲۷، ۲۸ بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور کئی عمرے کیے...... حج کی ادائیگی کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے جاتے، اور وقت کا زیادہ حصہ مسجد نبوی اور روضۂ اطہر پر گزارتے تھے...... مسجد نبوی اور روضہ مبارک کے نزدیک آپ ہمیشہ دوزانو بیٹھتے، اور دوسروں کو بھی مودب رہنے کی تاکید فرماتے تھے...... حاجی عنایت (رائے ونڈ روڈ لاہور) بیان کرتے ہیں کہ باباجی سید محمد علی شاہ بخاری کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ ان دنوں میں کالروں والی قمیص پہنتا اور داڑھی منڈواتا تھا...... آپ نے مجھے اپنے پاس بٹھا کر فرمایا: ''یہ کیا پہنا ہوا ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''قمیص ہے'' آپ نے اپنے کرتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''اس طرح کے کپڑے پہنا کرو''...... اس ارشاد کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ آج تک کرتا اور شلوار ہی استعمال کرتا ہوں...... کچھ عرصے بعد دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے میری مُنڈی ہوئی داڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ کیا ہے؟'' میں خاموش رہا تو خود ہی فرمایا؟ ''تمہیں ڈر ہے کہ یہ زیادہ لمبی نہ ہو جائے!'' اس کے ساتھ ہی آپ نے ہاتھ سے چھوتے ہوئے فرمایا کہ ''اس سے بڑی نہیں ہوگی''...... میں بوڑھا ہو چکا ہوں لیکن میری داڑھی آپ کے فرمان سے زیادہ نہیں بڑھی۔

منبع کرم عثمان علی شاہ علیہ الرحمۃ کرماں والے:۔

حضرت قبلہ باباجی سرکار کی ولادت موضع کرماں والا ضلع فیروز پور میں ہوئی۔ یہ گاؤں دریائے ستلج کے بائیں کنارے اور فیروز پور شہر سے تقریباً ۱۵ میل کی مسافت پر مشرق میں واقع ہے...... جب آپ نے ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم کے لیے مولوی علی صاحب مرحوم کی خدمت میں بھیجا گیا۔ باقی علوم ظاہری و باطنی اعلیٰ حضرت کرماں والے سرکار کے فیضان نظر سے حاصل کیے...... شروع ہی سے لنگر کا انتظام، زمینوں اور مریدین کی دیکھ بھال آپ کے سپرد کر دی گئی تھی...... آپ اتنے سادہ تھے کہ ناواقف شخص آپ کو پہلی نظر میں ایک زمیندار سمجھتا تھا۔ لیکن جب آپ کی گفتگو کسی ڈاکٹر، انجینئر، دانشور یا اہل علم سے ہوتی تو ان حضرات کو اپنی کم علمی کا احساس ہوتا تھا...... حاجی شفیق احمد میاں کہتے ہیں کہ آپ کے ایک مرید شیر محمد نے بیان کیا کہ وہ باباجی سرکار سے مل کر واپس آیا تو اس نے دل میں خیال کیا کہ باباجی سرکار

اسے پہچانتے نہیں...... کچھ دن بعد وہ باباجی سرکار کی خدمت میں دوبارہ گیا۔ اس وقت موجود نہ تھے تھوڑی دیر بعد تشریف لائے تو اس کے پاس ہی آئے اور فرمایا: ''ترا نام شیر محمد اور ذات کمہار ہے، اور تو نے کالے رنگ کا ایک گدھا بھی رکھا ہوا ہے''۔ یہ بات سن کر وہ آپ کے قدموں میں گر گیا...... چودھری عبدالرؤف فتح پور تھل والے بیان کرتے ہیں کہ شادی کے بعد ان کے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ باباجی سرکار ایک مرتبہ تھل تشریف لائے، تو اولاد نرینہ کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ ''رب کریم تمہیں چار بیٹے عنایت کرے گا' اور ان کے نام بھی تجویز فرمادیے: غلام حسین، ریاض حسین، فیاض حسین اور ممتاز حسین''...... اللہ نے ان کو ۴ بیٹے عنایت کیے جو بقید حیات ہیں۔

ابر کرم پیر سید غضنفر علی علیہ الرحمۃ کرماں والے:۔

آپ باباجی سید محمد علی شاہ بخاری کے اکلوتے لخت جگر نہایت ملنسار اور نرم دل تھے...... آپ اعلیٰ دنیوی اور دینی علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ آپ خطبہ جمعہ سے قبل تقریر کرتے تھے، جو نہایت پر مغز ہوتی تھی...... آپ کا خطاب علوم و معارف سے بھرپور ہوتا تھا...... آپ نے عرس کے موقع پر فرمایا کہ ''جب ہم اولیائے کرام کے پاس جاتے ہیں تو دنیا دار بن کر جاتے ہیں، اور دنیاداری کے سوا ان کی محبت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے...... دوستو ان کی مجلسوں کے فیض کو معمولی خیال نہ کیا کرو۔ ان کے ہاں جاؤ تو کوئی بڑی چیز مانگو کہ جس سے بڑی طلب کائنات میں کوئی نہ ہو...... ہمیں اپنے مانگنے پر شرم آنی چاہیے کہ کتنی بڑی بارگاہ اور کتنا چھوٹا سوال کرتے ہیں...... دوستو جو بارگاہ جتنی بڑی ہوتی ہے اس سے اسی قدر بڑا سوال کیا جاتا ہے بس ان سے وہ کچھ مانگیے کہ جسے مانگ کر یہ بزرگ عظیم ہو گئے''...... دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت کرماں والا کے موجودہ سجادہ نشین پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری ہیں آپ اپنے بزرگوں کے مشن کو احسن طریقے سے چلا رہے ہیں...... ۲۷ اور ۲۸ فروری کو اولیائے حضرت کرماں والا کا عرس منعقد ہوتا ہے اور لاکھوں لوگ شریک ہوتے ہیں۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۲۷ر فروری ۲۰۰۵ء)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

پروفیسر محمد حسین آسی

تاثرات و مشاہدات

غلام مصطفیٰ مجددی

☆☆

گر عشق نبودے و غم عشق نبودے
چندیں سخنے نغز کہ گفتے و شنودے

زاہد شب زندہ دار، عابد خدامست، مجسمہ غیرت و حمیت، پیکر جمال محبت، سراپا علم و آگہی، وارث علوم قدیم، حامل افکار جدید، مقدام العلماء، فخر الجہابذہ، استاذ الاساتذہ، شاعر حمد و نعت، ادیب انشاء طراز، مفکر اسلام، حضرت العلام، علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی قادری حسینی علیہ الرحمۃ جیسی شخصیت کو ایک زمانہ جانتا ہے۔

دیر و حرم کی راہ سے دل بچ گیا مگر
تیری گلی کے موڑ پہ سودائی بن گیا
بزم وفا میں آپ سے ایک پل کا سامنا
یاد آگیا تو عہد شناسائی بن گیا

پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنیے:

''آپ عاشق رسول اور ایک سچے عاشق رسول ہیں، ان کی زندگی کا مطالعہ قریب سے کرنے سے انسان عام لوگوں کی طرح ان سے دور نہیں ہوتا، بلکہ اور قریب تر ہوتا ہے، وہ ایک عالم دین ہونے کی حیثیت سے اپنا ایک مسلک رکھتے ہیں، لیکن وہ جو کچھ بھی ہیں اپنے

دل اور دماغ کی گہرائیوں سے وہی کچھ ہیں“

(اوجِ نعت نمبر، جلد ۱، ص ۶۰۶)

تاریخی پس منظر:

حضرت مفکرِ اسلام حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمۃ نے جس پُر آشوب دور میں آنکھ کھولی، اسلامیان ہند زوال کے کربناک ماحول میں سانس لے رہے تھے۔ انگریزوں اور ہندوؤں نے ہر میدان میں اہل اسلام کا گلہ گھونٹ رکھا تھا، البتہ یہ خوش آئند بات تھی کہ مسلمانوں کا سیاسی شعور ایک تاریخ ساز انگڑائی لے کر بیدار ہو چکا تھا، حضرت علامہ اقبال کے بتائے ہوئے دو قومی نظریے کی گونج سے دشت و جبل کانپ رہے تھے۔ ایک طرف حضرت اقبال کی شاعری صورِ اسرافیل کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی تو دوسری طرف حضرت قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت نے سماں باندھ رکھا تھا۔ مشائخ اہل سنت اور علمائے اہل سنت اپنی فلک بوس شخصیتوں سے ایک مملکت خداداد کے حصول کے لیے سرگرم عمل تھے، وہ زمانہ شخصیات کے اعتبار سے نہایت پروقار اور پرانوار نظر آتا ہے۔

ولادت باسعادت:

دنیا کا حسین ترین ملک پاکستان ابھی معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔ آپ ضلع گورداسپور کے ایک متصوف گھرانے میں ۱۹۳۹ء کو پیدا ہوئے، والد گرامی نے حضرت شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کی خدمت میں نومولود بچے کا نام رکھنے کے لیے عرض کی تو انھوں نے فرمایا ”محمد حسین، محمد حسن“ حضرت شہنشاہ لاثانی قدس سرہ اس قدر سیف اللسان تھے کہ ہمیشہ دیکھنے میں آیا کہ آپ نے جتنے نام بتائے، اللہ تعالیٰ نے اتنے ہی بیٹے عطا فرمائے۔ یہاں بھی بعد میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد حسن رکھا گیا، جو شیر خوارگی میں ہی وصال فرما گیا۔ آپ کے والد گرامی کا تعارف آپ کی زبانی سنیے:

> ”میرے والد مکرم چوہدری محمد مقبول مرحوم جو میرے استاد بھی تھے تاجدار فقر و رضا اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ کے مرید صادق اور آپ کے اولین سجادہ نشین قیوم زمانی حضرت پیر سید علی حسین شاہ لاثانی قدس سرہ کے پروردہ فیض تھے، پیر خانے سے انہیں جو سب سے بڑی دولت ملی تھی وہ محبت رسول پاک

علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی متاع لازوال تھی۔ فرائض منصبی کے علاوہ سکول اور گھر میں اکثر ان کی محفل احباب گرم رہتی تھی۔ فارسی اور اردو پر خاصا عبور تھا۔ حضرت مولانا روم، شیخ سعدی نظامی گنجوی، خواجہ حافظ، حضرت اقبال علیہم الرحمۃ کا اکثر نعتیہ کلام انہیں ازبر تھا۔ پڑھتے وقت ان پر وجد طاری ہوجاتا تھا اور سننے والے بھی (جن میں بعض ان پڑھ بھی ہوتے تھے) جھومتے تھے۔ یوں تو ان کے چھوٹے بڑے بیسیوں شاگرد ہیں مگر لخت جگر ہونے کی وجہ سے مجھے ان کی صحبت میں رہنے کا زیادہ شرف ملا، اگرچہ اپنی قلت استعداد سے ان کے علم وفضل، زہد و ورع، جودوسخا اور سادگی و بے نفسی کا وارث تو نہ بن سکا تاہم ان کے ذوق نعت کی چند جھلکیاں ضرور طبیعت کا جزو بن گئیں'' (اوجِ نعت نمبر، ص ۶۰۷)

حضرت مفکر اسلام کے خاندان میں تاجدار علی پور شریف لاثانی کا فیضان موجزن تھا۔ حضرت شاہ لاثانی قدس سرہ ہر سال آپ کے گاؤں سابقہ رہائش بکنور شریف تشریف لاتے تو آپ کے گھر میں قیام فرماتے، گھر میں فقر محمدی کی کیفیت تھی، مکان بالکل خستہ حال تھے، ایک دفعہ انھوں نے فرمایا کہ ''اب مکان نیا بنانا چاہیے'' یہ حکم مبارک کا اثر تھا کہ اسباب بھی بن گئے حالات سدھر گئے بس جلد ہی اچھا خاصا مکان تعمیر ہوگیا۔ حضرت مفکر اسلام کی ایک یہ بھی خوش نصیبی ہے کہ ان کا نام مبارک حضرت شاہ لاثانی قدس سرہ نے رکھا اور خصوصی دعاؤں سے سرفراز فرمایا:

تو ہزار انداز داری در کمیں
من بہ ہر انداز قربانت شوم

تعلیم وتربیت:

حضرت مفکر اسلام کی اپنی تحریر کی روشنی میں معلوم ہوا کہ آپ نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد گرامی علیہ الرحمۃ سے حاصل فرمائی، آپ کی والدہ ماجدہ بھی نہایت شب زندہ دار، پاکباز اور سخاوت شعار خاتون تھیں، ان کی فیض تربیت نے بھی آپ کی شخصیت میں نکھار پیدا کیا ہے۔

تحریک پاکستان نے زور پکڑا تو ہندو اور انگریز مسلمانوں کے اصولی موقف کے سامنے زیر و زبر ہو گئے، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے عظیم دن پاکستان کے نام سے ایک عظیم مملکت صفحہ ہستی پہ نمودار ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر مستعار آٹھ سال کے لگ بھگ تھی، آپ کی معصوم نگاہوں نے ہجرت کے خونیں واقعات کا بخوبی مشاہدہ کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ ہمہ وقت پاکستان کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ گویا

میرا سانس امانت ہے تیری یادوں کا
ٹوٹ کر اس سے زیادہ تجھے چاہوں کیسے

آپ نے ہجرت فرمائی اور اپنے والدین کریمین کے ہمراہ موضع پھگواڑی تحصیل شکر گڑھ میں قیام فرما ہوئے۔ موضع پھگواڑی شہر شکر گڑھ سے جانب مشرق تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے پھر آپ نے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے ڈی۔ بی۔ ہائی اسکول شکر گڑھ میں داخلہ لیا تو علاقے کے نامور بدیہہ گو شاعر مولانا نور عالم خالد مرحوم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا اتفاق ہوا، ان کی شاعری کے وسیع میدان میں نعت کی گونج زیادہ تھی، اسکول کے ہیڈ ماسٹر چوہدری غلام حسن طور بھی بلند پایہ شاعر تھے ان دو حضرات نے آپ پر خصوصی نظر لطف رکھی اور ہونہار شاگرد کی استعداد کو چار چاند لگائے۔

پیر کامل:

یوں تو حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمۃ کے گھر روحانی فضا میں سب اولیائے کرام کی عظمتیں بیان ہوتی تھیں لیکن دل حضرت شاہ لاثانی قدس سرہ اور ان کے نائب اول حضرت نقش لاثانی قدس سرہ کے نام مبارک سے ازحد مانوس تھے اور آنکھیں ان کے جمال جہاں آرا سے ازبس لبریز تھیں۔

ناموں کا ایک ہجوم سہی میرے آس پاس
دل سن کے ایک نام دھڑکتا ضرور ہے

آپ نے ۱۹۵۶ء میں میٹرک کا امتحان دیا تو نتیجہ نکلنے سے قبل ہی والد ماجد واصل بحق ہو گئے، ان کی وصیت کے مطابق ان کو سرزمین علی پور میں حضرت شاہ لاثانی قدس سرہ کے قدموں کی طرف سپرد خاک کیا گیا، اس کم سنی کے عالم میں شفیق سرپرست کا وصال فرمانا آپ کے لیے ایک جانکاہ سانحہ تھا، لیکن شکر صد شکر کہ زخموں پر مرہم جاں فزاء رکھنے والے طبیب جاں موجود تھے۔ حضرت نقش لاثانی قدس سرہ نے آپ کو

اپنے سایہ عاطفت میں چھپالیا۔

بچشم خلق عزیز جہاں شود حافظ
کہ بر در تو نہد ، روئے مسکنت بر خاک

اللہ اللہ حضرت نقش لاثانی قدس سرہ بھی کیا دلنواز شخصیت کے مالک تھے، آپ کی ذات مقدس علم وعرفاں کا بحر رواں اور فکر وایقاں کی بہار جاوداں تھی، آپ کا سخن بلند تھا، جاں پرسوز تھی، محو کلام ہوتے تو معانی کا چشمہ ابلتا، خاموش رہتے تو افکار کا سمندر لگتے، چلتے تو سرو خراماں کا گماں گزرتا، مسکراتے تو صبح نور کے اجالے بکھرتے ہوئے محسوس ہوتے، آپ باغ تطہیر کے گل خندہ تھے، جس کے خمیر جاں میں طہارتوں، نزاکتوں اور خوشبوؤں کے جہاں آباد تھے۔ میں نے عرض کیا ہے۔

نگاہیں سرمگیں ، قد دلربا، چہرہ کتاب ان کا
ادائیں بے مثال ان کی ، سراپا لاجواب ان کا
بلائیں لیں گل و لالہ نے انداز تبسم کی
اڑایا جب نسیم شوخ نے رخ سے نقاب ان کا
وہ لاثانی ہیں، لاثانی نما ہیں ، نقش لاثانی
ہے نانا سرور عالم تو دادا بوتراب ان کا

حضرت نقش لاثانی قدس سرہ ''صورت ظل الٰہ'' بن کر رہے تو حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمۃ نے علم وعرفاں کی روپہلی منزلوں پر قدم رکھا، پھر کیا تھا مرحلے کٹتے گئے، فاصلے سمٹتے گئے۔ آپ کا عالم شباب بہت پاکیزہ تھا، میرے خال محترم ڈاکٹر محمد اقبال سلیم مرزا آپ کے کلاس فیلو ہیں، ان کا بیان ہے کہ تمام سکول میں حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمۃ ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے، اساتذہ کی آنکھوں کا تارا اور طلباء کی نگاہوں کا سہارا تھے۔ ایک مرتبہ اسکول میں ایک تقریب ہوئی سب نے بڑے شوق سے تصویریں اتروائیں لیکن آپ نے اپنا چہرہ کپڑے سے ڈھانپ لیا، یہ شیخ کریم کی نظر رحمت کا اثر تھا کہ خلاق ازل نے اس گوہر شب دار کو زمانے کی تندوتیز آندھیوں سے محفوظ فرمایا۔ آپ بچپن سے ہی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جزبوں سے سرشار تھے، خود رقم طراز ہیں:

''یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اپنا پہلا اردو شعر جو اس عاجز کی زبان سے نکلا وہ بھی نعت شریف ہی کا تھا یعنی

توقیر جس نے کی ہے خدا کے حبیب کی
مولا نے اس کو جنت اعلیٰ نصیب کی

میں اس وقت چھٹی جماعت میں تھا دوسرے مصرعے کی زبان ہی سے یہ بات ظاہر ہے۔ میرے والد صاحب اکثر درج ذیل شعر پڑھا کرتے تھے۔

تعظیم جس نے کی محمد کے نام کی
مولا نے اس پہ آتش دوزخ حرام کی

میرا شعر اس کی تبدیل شدہ صورت تھی''

(اوجِ نعت نمبر، ص ۶۰۸) (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمۃ حضرت نقش لاثانی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے یہ اہتمام بھی آپ کے والد گرامی علیہ الرحمۃ نے کیا تھا، میٹرک کے بعد آپ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں داخل ہوئے تو شیخ کریم کی نسبت سے رہائشی مسائل نے ستایا نہ تعلیمی مشکلات نے دبایا۔ آپ نے خوب محنت فرمائی ۱۹۵۸ء میں ایف۔ اے کا نتیجہ آیا تو پورے لاہور بورڈ میں جو اس وقت کراچی کے سوا تقریباً سارے مغربی پاکستان پر محیط تھا ایک نمبر سے سیکنڈ آئے۔ کالج کی آزاد فضا میں بہت سے فکری و عملی طوفان سامنے نمودار ہوئے مگر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت یہ تھی کہ جذبۂ عشق کے صدقے آپ کی شمع ایمان روشن رہی۔ آپ خود فرماتے ہیں۔

ہجوم غم میں بھی آسی کو ہم نے مطمئن پایا
کہ اس کو شیخ کامل کی دعاؤں پر بھروسا ہے

جب آپ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں شعبۂ اردو کے استاد تھے اس وقت پرنسپل نے حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی اور نعت گوئی کے بارے میں ہرزہ سرائی سے کام لیا، آپ نے

کالج کی ادبی تقریب میں ایک نعت پیش کی جس کا مقطع کچھ اس طرح ہے۔

آسیؔ کوئی منکر سے پوچھے اس نعت نبی کے دشمن سے
تو نعت سے کیوں گھبراتا ہے کیا نعت تجھے کھا جائے گی

پیر کامل کے ساتھ آپ کی لازوال محبت کا ثبوت ہے کہ آپ تمام منظوم کلام کے مقطع میں ان کی عنایت وحمایت کا ضرور ذکر فرماتے ہیں، اس کی چند مثالیں دیکھیے۔

کیا شکر آسیؔ کر سکے شیخ کریم کا
جس نے سکھائی بھیک تیرے پاک نام کی
مرشد کے در کا کتا بھی ہونا نہیں سہل
آسیؔ یہ تیرا دعویٰ فقط خود ستائی ہے
نقش لاثانی کے صدقے ہم فقیر
آسیؔ متوسل ہیں یار غار کے
شیخ کامل نے لے کے سائے میں
آسیؔ کیا کر دیا خدا جانے
آسیؔ یہ سمجھو نظر عنایت ہے شیخ کی
لکھے جو نعت ایسا ”ظلوم و جہول“ بھی
آسیؔ ابلنے لگا، راز اگلنے لگا
جب سے ہوا اس کا شیخ خانہ دل میں مقیم

حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمۃ پروان چڑھتے رہے شیخ کریم کا سایہ ہما پایہ اور دراز ہوتا رہا، شفقتوں کے ہزاروں انداز دکھائی دیے، محبتوں کے ہزاروں جہاں میسر ہوے، انھوں نے کیا اپنا بنایا کہ ساری دنیا سے بیگانہ کر دیا، بقول اصغر

نمود جلوہ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت پہچانی نہیں جاتی

سیالکوٹ اور شکر گڑھ کے کالجز کی تاریخ گواہ ہے کہ وہاں انجمن طلبائے اسلام کی تنظیم سازی میں مرکزی کردار حضرت مفکر اسلام نے ادا کیا۔ سیالکوٹ کالجز میں آج بھی عشاق رسول کی یہ تنظیم ہر میدان میں غالب ہے۔ اس سلسلے میں دوسری طلباء تنظیموں۔۔۔۔ کی طرف سے طرح طرح کی دھمکیاں بھی موصول ہوتی رہیں مگر آپ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ ایک مرتبہ حضرت نقش لاثانی سے عرض کی تو آپ نے فرمایا! آسی دنیا میں بس ایک مرتبہ ہی آنا ہے، موت سے ہرگز نہیں ڈرنا چاہیے۔ مرد کامل کی زبان سے نکلے ہوئے جملوں نے آپ کی شخصیت کو بے خوف، بے لوث اور بے باک بنادیا کہ عصر حاضر کے مطلق العنان حکمرانوں پر سب سے زیادہ کڑی تنقید آپ نے فرمائی اور گویا اپنے سلسلے کے مرشد کریم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی یاد تازہ کردی۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ نے اردو اور اسلامیات میں ماسٹر ڈگریاں حاصل کیں، لاہور ایجوکیشن کالج سے بی۔ ایڈ کیا، پھر شعبہ تعلیم سے وابستہ ہوگئے۔ سیالکوٹ اور لاہور کے قیام کے دوران حضرت امام علی الحق علیہ الرحمۃ اور حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزارات سے فیوضات حاصل کرتے رہے۔ شکر گڑھ کے دور افتادہ علاقے میں تبلیغی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں، پہلے پہل آپ مختلف ہائی اسکولوں میں پڑھاتے رہے۔ اس سلسلے میں بہاولپور کے ایک ہائی اسکول نور پور نورنگا میں بھی دو سال پڑھانے کا موقع میسر آیا۔ وہاں فیض الملۃ حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی ادام اللہ ظلہ آپ کے خصوصی رفیق تھے۔ اس دوران امام اہل سنت حضرت سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ سے بھی استفادے کا شرف حاصل ہوا، آپ نے ان کی موجودگی میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی ’’محمد‘‘ کے معارف بیان کیے تو انھوں نے خوب داد دی۔ اور فرمایا ’’جی چاہتا ہے یہ بیان کرتے جائیں اور میں سنتا جاؤں‘‘ پھر خود بھی اس موضوع پر اپنے مخصوص علمی اور فکری انداز میں اظہار خیال فرمایا۔ حضرت نقش لاثانی قدس سرہ ہمیشہ آپ پر سایہ گستر رہے۔

یہ کون ہے جو میرے ساتھ چلتا ہے
اندھیری رات ہے سایہ تو ہو نہیں سکتا

۲۷/ جولائی ۱۹۸۷ء کا دن آپ کی زندگی میں قیامت خیز دن تھا جس کے غمناک لمحوں میں وہ غمخوار حیات داغ مفارقت دے گئے، یعنی مرشد کریم وصال فرما گئے۔ پھر کیا ہوا۔

کبھی روئے، کبھی تجھ کو پکارا
شبِ فرقت بڑی مشکل سے گزری

حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمۃ جہاں جہاں بھی گئے اپنے شاگردوں اور دوستوں میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایہ چھوڑ آئے۔ ڈاکٹر ظفر اقبال نوری ہوں یا علامہ نور المصطفیٰ رضوی، مولانا صدیق احمد ضیاء ہوں یا شفقات احمد مجددی، جناب شجاعت علی مجاہد ہوں یا پروفیسر محمد محبوب عارف کتنے ہی ایسے قد آور لوگ ہیں جو آپ کے چھوڑے ہوئے نقش تمام ہیں۔

زندگی شمع کی مانند جلاتا ہوں ندیم
بجھ تو جاؤں گا مگر صبح بھی کر جاؤں گا

آپ نے مختلف علاقوں میں رہ کر کتنے ہی ادارے قایم کیے، سیالکوٹ میں ایک عرصہ قیام فرمایا۔ آپ جناح اسلامیہ کالج میں پروفیسر رہے جہاں سیکڑوں افراد آپ سے مستفیض ہوئے وہاں نقش لاثانی سکول اور مکتبۂ نقش لاثانی جیسے فعال ادارے بھی آپ کی تحریک کے اہم سنگ میل ہیں ۱۹۹۰ء میں آپ گورنمنٹ کالج شکر گڑھ تشریف لائے تو علاقے کے علمی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

پھول کھلتے ہیں تو ہم سوچتے ہیں
تیرے آنے کے زمانے آئے

اس عاجز راقم الحروف نے ۱۹۹۱ء کی ایک شام اپنے خال محترم کے ہمراہ آپ کی زیارت کی اور پھر آپ کے دم قدم سے وابستہ ہو گیا، آپ نے اس ناچیز کو خصوصی نوازشات سے نوازا۔ اور بھی ہزاروں انسان آپ کے دامن کرم سے پیوستہ ہو گئے اور اپنی زندگی میں ایک انقلاب محسوس کیا، شکر گڑھ قیام کے دوران آپ نے کالج میگزین ”عزم نو“ کا چارج سنبھالا اور اسے واقعی ”عزم نو“ بنا دیا، غزلوں، آزاد نظموں،

بے باک لطیفوں کا یہ رسالہ دیکھتے ہی دیکھتے سیرت النبی نمبر، قرآن نمبر اور اسلام نمبر کی صورت میں ڈھل گیا۔ ملک کے عظیم سیاسی، معاشرتی اور مذہبی افراد نے خوب داد تحسین دی۔ بالخصوص حضرت نقش لاثانی قدس سرہ کے فرزند اکبر اور نائب اکمل حضرت نقشہ ء نقش لاثانی پیر سید عابد حسین شاہ قدس سرہ نے خصوصی دعاؤں سے نوازا۔ ان رسالوں کی ترتیب وتہذیب میں یہ راقم الحروف قدم قدم پر آپ کے ساتھ رہا۔ اس طرح پروفیسر محمد محبوب عارف نے بھی اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ حضرت مفکر اسلام، حضرت نقشہ ء نقش لاثانی قدس سرہ کے بھی ازحد قریب رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی موجودگی میں کئی افراد کو حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمۃ سے بیعت کروایا۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

شیخ کریم کی عنایات:

حضرت نقش لاثانی قدس سرہ نے اپنی حیات ظاہری کے آخری دورانیے میں بزم لاثانی پاکستان اور اس کے تحت ماہنامہ انوار لاثانی اور دارالعلوم انوار لاثانی کا اجراء فرمایا اور ان اداروں کی نظامت اعلیٰ، حضرت مفکر اسلام کے سپرد فرمائی، یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جو شیخ کریم کی بارگاہ کرم سے حاصل ہوا تھا۔ دربار شریف سے ایک اور اعزاز یہ بھی نصیب ہوا کہ شیخ کریم نے آپ سے حضرت شاہ لاثانی قدس سرہ کی سوانح حیات ''انوار لاثانی'' کے نام سے قلمبند کروائی۔ یہ کتاب علم وعرفاں کا بیش بہا خزانہ ہے۔ پھر یہ شیخ کریم کی عطا ہے کہ آپ کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ لاثانیہ میں اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور اشاعت سلسلہ کی اجازت مرحمت فرمائی آپ کے ساتھ مولانا محمد شفیق نوری، مولانا محمد بشیر احمد نقشبندی اور دیگر مشاہیر کو بھی سند خلافت سے نوازا گیا۔ اس دن سے لے کر آخر تک شیخ کریم کے بخشے ہوئے خطوط پر خود بھی چل رہے تھے اور اوروں کو بھی چلا رہے ہیں۔ آپ جہاں بھی گئے اپنے بیانات سے دیہاتی علاقوں کو سیراب کیا، سیالکوٹ شکرگڑھ کے دور دراز کے علاقوں میں کتنے گاؤں ہوں گے جہاں آپ خود تشریف لے جاتے یا اپنے شاگردوں کو بھیجتے تا کہ وہاں کے لوگوں کو میلاد مصطفیٰ اور معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار جمیل سے شادکام کیا جائے، بزم لاثانی اور بعد میں تحریک شیران اسلام کے زیر اہتمام تیس روزہ اشتہارات شائع ہوئے ان روحانی اور ایمانی پروگراموں کا پورا شیڈول جاری کیا جاتا، پورا پورا مہینہ کاروان میلاد کے نعروں سے قریے اور بازار گونجتے رہے، آپ خود کار پر یا موٹر سائیکل پر یا ٹیوٹا ہائی ایکس کی فرنٹ

سیٹ پر کاروان میلاد کی قیادت فرمایا کرتے تھے۔ سیالکوٹ میں بارہ روزہ محافل میلاد کا سلسلہ آپ نے شروع کروایا تھا۔

عجیب سماں ہوتا تھا ہر آنکھ عشق رسول سے اشکبار ہوگئی تھی، ہمارے علمائے کرام جن علاقوں میں جانے سے گھبراتے ہیں اور اپنے اوقات کا ضیاع تصور کرتے ہیں آپ وہاں جانے اور سرکار کی محفلیں سجانے کو ترجیح دیا کرتے تھے، لالچ نام کی چیز آپ کے وجود مقدس سے خارج تھی، نہ کرائے کی ہوس تھی اور نہ مرغوں چرغوں کا شوق تھا، بس ایک درد جنوں تھا جو آپ کو کشاں کشاں لیے پھرتا تھا۔

قدم قدم پہ جلاتے ہیں ہم وفا کے چراغ
یہ سوچ کر کہ کوئی پیچھے بھی آرہا ہوگا

نقش لاثانی نگر میں قیام:

جب آپ ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو محلّہ فیصل ٹاؤن کو نقش لاثانی نگر بنا کر وہاں رہائش اختیار فرمائی۔ ساتھ ساتھ تحریک شیران اسلام اور مجلۃ الحقیقہ کا اجراء فرمایا جو کہ تاریخ اہل سنت میں ایک اہم اقدام ہے۔ الحمدللہ! تحریک اور مجلۃ الحقیقہ نے دور دور تک جو اثرات مرتب کیے ہیں ان پر پھر کبھی قلم اٹھایا جائے گا۔

کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

اوصاف وکمالات:

اللہ کریم اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق کرام کو بے شمار صوری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ فرماتا ہے، یہ درد دل بھی اسی قسام ازل کی عنایت ہے اور اس کے ہوش ربا انداز بھی اسی فعال حقیقی کا عطیہ ہیں، یہ اس محبوب کی محبت کا اثر ہے کہ جسے دیکھا جائے، وہ زمانے سے بے مثال نظر آتا ہے۔

ہر گز نمیرد آں دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اسی محبت کے نور عالم افروز نے حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمۃ کے کردار وافکار کو بھی تابناک بنا دیا تھا، آپ علم وفضل کے اعتبار سے خواص وعوام کا مرجع آبرو تھے، فکر وعرفان کے حوالے سے اہل نظر کا قبلہ آرزو

تھے، شعر وسخن کے میدان میں مانے ہوئے شہسوار تھے، آپ کے اشعار بلند فکری، نازک خیالی، صحت لفظی اور محاسن شعری کا حسین امتزاج ہوتے تو مقالات میں تحقیق وتہذیب کے اعلیٰ نمونے دیدہ ودل کو دعوت نظارہ [illegible] تے رہے، آپ کے زہد وتقوای میں اسلاف کا رنگ جھلکتا تھا، سخاوت میں بہتا ہوا جھرنا تھے، کسی بزرگ دین کا قول ہے کہ ''مومن کو سورج کو طرح شفیق، دریا کی طرح رفیق اور سمندر کی طرح عمیق ہونا چاہیے'' یہ قول آپ کی سیرت میں بدرجہ اتم جلوہ ریز ہے، آپ اعتقادی وعملی صورت میں اہل سنت وجماعت کا قابل فخر سرمایہ تھے۔ آپ غیرت عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم تقاضوں پر عمل پیرا تھے۔

آپ زمرۂ لایحزنون میں داخل تھے، اعلائے کلمۃ الحق کے لیے کسی کی پروانہیں کرتے تھے، اس کی دلیل مجلۃ الحقیقہ کے اداریوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کی حیات کا ایک ایک لمحہ استقامت کی تصویر ہے، ایک دیرینہ ساتھی نے بتایا کہ آج سے تیس سال پہلے بھی آپ کی زندگی ایسی ہی تھی جیسی آج ہے۔ ذرہ بھر تبدیلی نہیں آئی۔ راقم عاجز کو آپ کی بارگاہ میں پندرہ سال کا طویل عرصہ گزارنے کا شرف حاصل ہوا ہے میں نے کبھی اپنی آنکھوں سے نوٹ گنتے نہیں دیکھا اس ہاتھ سے وصول کرتے تو دوسرے ہاتھ سے خرچ فرمادیتے، سخاوت بام کمال تک پہنچی ہوئی تھی، آبائی زمین پچیس ایکڑ کے لگ بھگ ہے، ساری کی ساری دین خدا اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ کے لیے وقف کردی، صبح ودوپہر وشام کو بیسیوں طلباء اور مہمان آپ کے دسترخوان پر کھانا تناول کرتے تھے، آپ لوگوں پر خرچ کرکے از حد خوش ہوتے تھے، اکثر اوقات لوگوں کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے قرض لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے، میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی مہمان آیا ہو اور آپ کی بارگاہ سے بغیر کچھ کھائے پئے اٹھ کر چلا گیا ہو، ایک فیض عام تھا جو جاری تھا، ایک چشمۂ نور ابل رہا تھا، ایک دریائے کمال تھا جو تشنہ کاموں کی پیاس بجھا رہا تھا، طلباء کے لیے بہت فراخ دل تھے، ان کی مالی اعانت فرماتے، ان کے لیے وقت نکالتے، اس راقم کے لیے بسا اوقات رات کے بارہ بجے تک بھی تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع رکھا، کبھی شعر وادب پر بات ہوتی، کبھی عربی گرامر پڑھاتے، کبھی حدیث اور فقہ پر درس دیتے، کبھی عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز کوئی واقعہ سامنے آجاتا تو طبیعت کی جولانی قابل دید ہوتی، شاید میں واحد شاگرد ہوں جسے کئی گھنٹے اکیلے لیکچر دیا کرتے تھے،

آپ عبادت وریاضت میں بھی مرد کامل تھے۔ عاجز کو ملتان، فقیر والی، خانیوال، رحیم یار خان، چورہ شریف اور دور دراز کے سفر میں اکثر ساتھ رکھا، خدا شاہد ہے کہ فرض نماز تو کیا میں نے تہجد بھی قضا ہوتے نہیں

دیکھی، نماز کے اوقات کا خیال رکھ کر سفر فرمایا کرتے تھے، دوران سفر نماز کا وقت ہوتا تو گاڑی چھوڑ دینے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے، گاڑی تو اور مل جائے گی نماز قضا ہوگئی تو پھر وہ لذت کہاں نصیب ہوگی، ایسی عزیمت بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ نماز فجر سے لے کر نماز اشراق تک تمام اوراد نقشبندیہ کا اہتمام فرماتے، سفر وحضر میں ختم خواجگان کا انتظام کرتے، کار تو بہت بعد میں حاصل ہوئی، پہلے آپ عام ٹرانسپورٹ پر سفر کرتے اور پاس بیٹھنے والوں کو بھی اپنا گرویدہ بنالیتے، عاجز نے آپ کو ضرورت کی حد تک آرام کرتے دیکھا، بعد میں بمشکل تین گھنٹے تک محو خواب ہوتے، جونہی آنکھ کھلتی، وضو فرما کر لکھنے بیٹھ جاتے یا آنے والے ت واحباب کے ساتھ دینی اور روحانی مسائل پر گفتگو فرمانے لگتے، آپ نے شیران اسلام کے لیے ترانے میں واضح طور پر لکھا ہے۔

دنیا میں ستانا کیا
خلد میں کر لینا آرام
جاگو شیران اسلام
اٹھو شیران اسلام

آپ عقیدۂ توحید کے احسانات اور عشق رسول کے اثرات سے مالا مال تھے۔ فرماتے ہیں

نور جہاں فروز ہے توحید بالیقیں
عشق رسول قلب و نظر کی صفائی ہے

حسنِ سیرت کے ساتھ ساتھ حسنِ صورت سے بھی مزین تھے۔ میانہ قد، روشن آنکھیں، پرنور چہرہ، سفید ریش، سفید لباس، لاثانی ٹوپی، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو۔

تیرے بدن کا ہر جز، اک شعر خوبصورت
لیکن یہ تیری آنکھیں پورا کلام جیسے

جی تو چاہتا ہے کہ آپ کے ذوق شعر اور وفور عشق پر کھل کر لکھا جائے آپ کے سفر حرمین کی وارفتگیوں کو قلم بند کیا جائے۔ آپ کے سفر بارگاہ مجدد کی محبتوں کا تذکرہ چھیڑا جائے، آپ کی تصانیف و مقالات پر سیر حاصل تبصرہ کیا جائے۔ لیکن کیا کیا جائے، اس مضمون نما کا دامن بہت تنگ ہے، محبتوں کے یہ بیش بہا

خزانے چند لفظوں میں نہیں سما سکتے ویسے

حسن کامل بے نیاز از منت مشاطگاں
کاملاں را احتیاجِ جبہ و دستار نیست

بس خدائے بزرگ و برتر کے حضور یہی التجا ہے اپنے محبوب اعظم واکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حضرت مفکر اسلام کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے اور ہم جیسے کم مایہ انسانوں کو بھی آپ کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خامہ بشکستیم و لب بستیم از تعریف دوست
کیں نہ در تحریر ما گنجد در تقریر ما

سانحہ وصال:

اسلام میں جس طرح زندگی کا تصور انوکھا ہے اس طرح موت کا تخیل بھی نرالا ہے، اسلام کے نزدیک موت انسان کی زندگی کا مقدمہ ہے، قرآن پاک نے فرمایا:

’’اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ‘‘

(اس نے موت اور حیات کو پیدا فرمایا)

دیکھیے یہاں موت کا ذکر پہلے اور حیات کا بعد میں، اس لیے بندہ مومن اپنی حیات مستعار کو غنیمت جان کر موت کی تیاری میں مصروف عمل رہتا ہے، حضرت مفکر اسلام نے بھی ہمیشہ موت کو یاد رکھا اور حسنِ خاتمہ کے لیے دعا گو رہے اور بساط بھر کوشش بھی کرتے رہے، زندگی کے آخری چند سال شدید علالت میں بسر کیے، لیکن عجیب کرامت ہے کہ علالت کے دنوں میں صحت کے دنوں کی نسبت بہت زیادہ کام فرمایا، میو ہسپتال میں داخل تھے تو تقریباً سو صفحات پر مشتمل مضمون ’’چل مرے خامے بسم اللہ‘‘ کے عنوان سے رقم کیا جو آپ کے مشاہدات و تاثرات کی ایک کہکشاں ہے، مجلّہ الحقیقہ کی اقساط کا بھی پورا پورا خیال تھا، وہ بھی وقت پر بہم پہنچاتے رہے، اداریوں میں علالت کوئی عنصر دکھائی نہیں دیتا، استقامت ہی استقامت نظر آتی ہے، عصر حاضر کا نامور اسکالر جناب اقبال احمد فاروقی کو بھی کہنا پڑا کہ حضرت آپ زیادہ ہسپتال میں رہا کریں کیونکہ وہاں آپ نے زیادہ کام کیا ہے، آرام کا نام تک بھول چکے تھے، آکسیجن لگی ہوئی تھی، بار بار

طاقت کے انجکشن چل رہے تھے لیکن پھر بھی قلم تھا کہ رکنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ افکار تھے کہ آبشار کی طرح برس رہے تھے، اس شدید علالت میں بھی دربار علی پور شریف کی حاضری قضا نہیں ہوئی، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس فراموش نہ کیے، سالانہ عرس لاثانی کی تقریبات کو نظر انداز نہ کیا، اسی طرح شب و روز بسر ہوتے رہے، کبھی شکر گڑھ ہوتے اور کبھی اسلام آباد اور کبھی لاہور چلے جاتے، سانسوں میں تسلسل تھا یا نہیں تھا، اشاعت مسلک اہل سنت میں غضب کا تسلسل تھا، ایسے لگتا تھا کہ باطل جملہ حصاروں پر ضرب قہاری بن کر برسنے کے لیے بے قرار تھے، امریکہ، انڈیا، برطانیہ اور اسرائیل کا نام آتا تو جلال دیکھنے کے قابل ہوتا، بدمذہبوں اور آزاد خیال لیڈروں کا ذکر چھڑتا تو جذبات کی شدت بیان سے باہر ہو جاتی تھی۔

پاکستان، قائداعظم اور علامہ اقبال سے محبت تھی، ان کے تذکارے چہرے پر مسرت کے آثار ہوتے اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کے لیے سراپا دعا بن جاتے، اسی راستے پر زندگی کا سفر جاری رہا، جدید دور کا ایک قدیم انسان اپنے آخری ایام گزارنے لگا، آخری دنوں کی بات ہے کہ آپ راولپنڈی میں ایک دیرینہ رفیق کار محمد اسلام باجوہ کے گھر قیام فرما تھے، فرمانے لگے یہ کیسی رات ہے یوں محسوس ہوا کہ حضرت لاثانی علیہ الرحمۃ ساری رات میرے پاس جلوہ فرما رہے ہیں، نہ جانے آپ نے مجھے کیا کر دیا ہے۔ سینے میں جس جگہ درد ہوتا تھا وہاں اپنا دست شفا پھیرتے رہے۔ اور فرماتے کہاں ہے درد، کہاں ہے درد، پھر فرمانے لگے آپ نے مجھے چورہ شریف حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمۃ نے اپنے مختصر سے قافلے کو اپنے ساتھ لیا جس میں جناب ممنون احمد آسوی، جناب عطاء الحق آسوی، جناب عبدالرزاق آسوی، جناب عاطف باجوہ. جناب آفتاب احمد اور طالب علم انیس خاں شامل تھے، یہ سب آپ کی قیادت میں چورہ شریف حاضر ہوئے۔ ان حضرات کا بیان ہے کہ آپ حضور باواجی سرکار علیہ الرحمۃ کے آستانہ کرم پر بہت دیر تک روتے رہے، بعدہٗ باہر آئے تو جناب ممنون صاحب کو دوبارہ اندر بھیجا تا کہ ایک بار پھر نیاز پیش کر کے آئیں. اس حاضری کے بعد حضرت خواجہ خواجگان نور محمد چوراہی قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، پھر یہ قافلہ راولپنڈی آ گیا، منگل کا دن تھا، آپ انیس خان صاحب سے اپنا لکھا ہوا ہدیہ نعت سماعت فرمانے لگے، چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

جوصدق دل سے محبوب خدا کا نام لیتے ہیں
خدا کے دامن رحمت کو گویا تھام لیتے ہیں

نبی کے جود کا کیسا تسلسل ہے فقیروں پر
وہ صبح و شام دیتے ہیں یہ صبح وشام لیتے ہیں
اسی امید پہ گزری ہے ساری زندگی اپنی
وہ اپنے کام بھی آئیں گے جن کا نام لیتے ہیں
طفیل نقش لاثانی بچالو اپنے آسی کو
بڑے طوفان اپنی زد میں صبح و شام لیتے ہیں

یہ روح پرور بزم نعت سجی ہوئی تھی، مورخہ ۸/اگست ۲۰۰۶ء بوقت ۱۲ بج کر دس منٹ پر اس مردِ کامل نے عالم برزخ کی طرف جانے کے لیے اڑان بھرلی، خدام بارگاہ نے دیکھا کہ سرانور جھکا ہوا ہے۔ پریشان ہوکر قریب گئے تو دیکھا آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی، انا للہ وانا الیہ رٰجعون۔ آپ کا جسم خاکی علی پور شریف لایا گیا، وہاں سادات کرام نے غسل دیا اور اپنے ہاتھ سے کفن پہنایا، جناب پیر سید سعادت علی شاہ نے نماز جنازہ پڑھائی، سب سادات نے گواہی دی کہ ایسا حسین چہرہ کسی عاشق رسول کا ہی ہوسکتا ہے۔ بعدازاں آپ کے جسد خاکی کو سرزمین شکر گڑھ میں لایا گیا جہاں کا ذرہ ذرہ افسردہ ہورہا تھا، ہزاروں لوگ آپ کے آخری دیدار کے لیے پروانہ وار بے قرار تھے، ساری رات دیدار کا سلسلہ چلتا رہا، سسکیوں سے فضا مغموم ہوتی رہی، اگلے دن ۹/اگست بروز بدھ کو صبح ۱۰/بجے نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا، ملک بھر سے جلیل القدر علماء، اسکالر، دانشور اور مشائخ تشریف لائے، جس میں حضرت قبلہ پیر سید کرامت علی شاہ، حضرت قبلہ عالم پیر سید ظفر اقبال شاہ، علامہ اقبال احمد فاروقی، حضرت قبلہ سید غلام محی الدین گیلانی، علامہ سید احمد فاروق شاہ، صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی، علامہ غلام مرتضیٰ ساقی، علامہ محمد صدیق احمد ضیاء، علامہ شفقات احمد نقشبندی، علامہ طاہر عبد الرزاق، علامہ صاحبزادہ محمد داؤد رضوی اور علامہ مشتاق احمد سلطانی بھی شریک غم ہوئے۔ ان تمام مشائخ اور علمائے کرام نے حمد و نعت کے ترانوں میں جنازہ اٹھایا اور جنازہ گاہ کی طرف لے گئے جو تقریباً چار ایکڑ پر مشتمل تھی، دور دراز سے لوگ قافلہ در قافلہ شریک ہوئے، محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد نے نماز جنازہ ادا کی۔ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا حاضر ہونا آپ کے کردار کو گویا سلام نیاز پیش کیا گیا تھا اور آپ کے پرخلوص کام کو داد تحسین دی گئی تھی، آپ کا مزار

پر انوار محلہ نقش لاثانی نگر میں نقش لاثانی اسلامک یونیورسٹی کے دامن میں تیار کیا گیا ہے جو بحمد للہ مرجع خلائق ہے۔ قل شریف کے روحانی پروگرام میں بھی علماء و مشائخ کی خاصی تعداد حاضر تھی اور عوام اہل سنت ہزاروں میں موجود تھے۔

بنا کردند خوش رسمے کہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

میرے منظوم تاثرات:

شاعری کے میدان میں اس راقم عاجز نے آپ کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا ہے، لہٰذا میرے جذبوں کو اس وقت تک کیسے قرار آ سکتا ہے جب تک ان کی بارگاہ میں خراج محبت پیش نہ کیا جائے، منقبت پیش خدمت ہے۔

صاحب صدق و صفا سرچشمہ جود و سخا
حضرت آسی حدی خون نظام مصطفیٰ
عشق محبوب خدا میں کیا گزاری زندگی
ہر زبان شوق پر ہے مرحبا. صد مرحبا
آج بھی جلوہ نما ہیں میری بزم شوق میں
وہ نہیں مجھ سے جدا اور میں نہیں ان سے جدا
آج بھی چلتے ہیں جب اشک رواں کے قافلے
آج بھی ان کی وفا راہ وفا کی راہ نما
آج بھی ساقی کی چشم ناز میں برپا نشے
آج بھی آباد ہے رندان غم سے میکدا
کیوں پریشاں ہے عطا ، ممنون ، رزاق و نعیم
آج بھی ہم سب پہ وہ ہیں صورت ظل ہما

اصل میں رونا ہے اپنی کم نگاہی کا ہمیں
ورنہ وہ زندہ بھی ہیں اور اب بھی ہیں جلوہ نما
اس غلامِ مصطفیٰ پر کیا نگاہ لطف ہے
آج بھی لکھتا ہے خونِ دل سے جو حرف ثنا

☆……☆……☆

پاکستان کا
مجلہ الحقیقہ

مفکر اسلام حضرت علامہ
مولانا
پروفیسر محمد حسین آسی
نقشبندی مجددی

شجاعت علی مجاہد

مجلس مشاورت
صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی
علامہ شفقات احمد نقشبندی

اخلاق احمد نقشبندی

محمد اکبر

غلام نبی

لاثانی بک

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

پروفیسر محمد حسین آسی کی یاد میں چند بے وقعت آنسو

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری

☆☆

عصر نو میں دین حق کا ترجماں جاتا رہا
مسلک حب نبی کا پاسباں جاتا رہا
رومی و سعدی کی راہ نور کا وہ راہرو
قدسی و جامی کا لوگو ہم زباں جاتا رہا
جس کی نعتوں میں جھلکتی تھی بصیری کی کسک
سیدِ ابرار کا وہ مدح خواں جاتا رہا
وہ مجدد کا سپاہی وہ محدث کا سفیر
غیرت اسلاف کا زندہ نشاں جاتا رہا
حفظ ناموس پیمبر میں رضا کا ہم نوا
وہ فدائے سرور دوجہاں جاتا رہا
قائد و اقبال کے افکارِ زندہ کا امیں
وہ چمن کا دیدہ ور وہ نکتہ داں جاتا رہا
دم بخود تھے جس کے آگے دشمن دین و وطن
دشمنوں کی راہ کا سنگ گراں جاتا رہا
جس کی صحبت نے جوانوں کو دیا ذوق جنوں
وہ خودی کی عظمتوں کا رازداں جاتا رہا
جس نے شیرانِ محمد کو کیا آتش بجاں
لشکر اسلام کا وہ رجزِ خواں جاتا رہا
جس نے رکھا قافلوں کو جانب منزل رواں
وہ سراپا سوز میر کارواں جاتا رہا
ایک زمزم تھا محبت کا کہ جو بہتا رہا
کیف باقی ہے مگر وہ ارمغاں جاتا رہا
جس کی باتوں میں مہکتے تھے محبت کے گلاب
شاعر شیریں سخن وہ خوش بیاں جاتا رہا

لوگ کہتے تھے وفاؤں کے قبیلے کا وہ شخص شاید آخری انسان تھا وہ جانے کہاں جاتا رہا
گھر میرے اجداد کا جس سے ہوا عزت نشاں وہ مسیح قوم فخرِ خانداں جاتا رہا
جس نے ہر مشکل گھڑی میں مجھ کو سنبھالا دیا وہ میرا دمساز میرا مہرباں جاتا رہا
وہ عطائے حق سے جس کی ہر کوئی ممنون تھا غمزدوں کا چارۂ دورِ نہاں جاتا رہا
نقشِ لاثانی کی نگہِ ناز کا پالا ہوا نقشِ لاثانی نگر کا باغباں جاتا رہا
حضرت آسی کی ٹھنڈی چھاؤں میں رہتے تھے ہم آہ اب وہ برکتوں کا سائباں جاتا رہا

شیخ لاثانی کا نوریؔ وہ تھا لاثانی مرید
شیخ کی برکت سے وہ سوئے جناں جاتا رہا

☆……☆……☆

اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ
کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سلسلۂ نقشبندیہ کے مخطوطات کی اشاعت میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی خدمات

ڈاکٹر مسرور احمد زئی

☆☆

اکتوبر ۱۹۴۹ء میں ڈاکٹر صاحب سلسلۂ نقش بندیہ میں بیعت ہوئے تھے۔ حصولِ علم و تحقیق کا شوق ابتداء سے تھا چناں چہ تعلیماتِ تصوف کے ساتھ ساتھ آپ نے اس سلسلے کے بزرگوں کے علمی کاموں کا مطالعہ بھی شروع کیا، اور نادر و نایاب رسائل کو نہ صرف ازسرِ نو شائع کیا بلکہ گراں قدر علمی کتابوں اور رسالوں کے اردو تراجم بھی کیے، نیز ذوقِ تحقیق کے تحت بزرگوں کے حالات کو بھی محققانہ و فاضلانہ انداز میں مرتب کیا اور شائع کیا۔ ان میں بعض بزرگوں سے متعلق تو ایسی معلومات ڈاکٹر صاحب نے تحقیق سے جمع کر دی ہیں جو اس سے پہلے ہمیں نہیں ملتیں، اس کی مثال میں آپ کا مقالہ ”سندھ کے نقش بندی اولیاء“ (۱۹۷۶ء) پیش کیا جا سکتا ہے۔ (بعد میں کتابی صورت میں شائع ہوا۔)

اس روحانی سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کی تصنیف و تالیف، تہذیب و ترتیب کا ایک طویل سلسلہ ہمیں ملتا ہے جو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے ناقابلِ فراموش علمی خدمات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں مشاہیر بزرگوں کی تصانیف، مکتوبات و رسائل کی تہذیب و ترتیب ان کے تراجم و حواشی قابلِ ذکر ہیں، کام کی وسعت، اہمیت اور فضیلت کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسے کام سلسلۂ نقش بندیہ سے متعلق اداروں نے مل کر بھی نہیں کیے ہوں گے جیسے ڈاکٹر صاحب نے فردِ واحد کی صورت مکمل کیے۔ بقول ڈاکٹر اسلم فرخی: ”نقش بندیہ سلسلہ،

علمی وفور کا سلسلہ ہے کہ بزرگانِ سلسلہ نے بڑا گراں قدر تصنیفی اور تالیفی کام سرانجام دیا ہے، ڈاکٹر صاحب بھی اس سلسلۃ الذہب کے رکن رکین ہیں۔

سلسلۂ نقش بندیہ میں ڈاکٹر صاحب کی علمی خدمات کا سلسلہ ۱۹۵۶ء سے قائم ہوتا ہے، جب انھوں نے شاہ ابوسعیدؒ کی ''ہدایت الطالبین'' شائع کی:

۱۔ ''ہدایت الطالبین'' (۱۹۵۶ء)

۱۹۵۳ء میں ڈاکٹر صاحب حج سے واپسی کے بعد اکتوبر میں ہندوستان گئے تھے۔ تاریخ اسلاف (صفحہ: ۴۸) میں حضرت مظہر جانِ جاناںؒ کے مزار پر مراقب ہونے کا حال درج ہے: ''حضرت مظہر جانِ جاناںؒ نے فرمایا کہ شاہ ابوسعید علیہ الرحمہ کا ایک فارسی رسالہ ہدایت الطالبین ہے وہ اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کردو۔ چناں چہ بعد میں حکم کی تعمیل کی گئی۔

سلسلۂ نقش بندیہ کے عظیم بزرگ حضرت شاہ ابوسعید علیہ الرحمہ، رام پور میں ۱۱۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۵۰ھ میں حج سے واپسی پر عین عید الفطر کے دن ٹونک میں رحلت فرمائی، آپ کی تصانیف میں ''رفیق الطلاب'' کے علاوہ خاص کتاب ''ہدایت الطالبین'' ہے، اس کے تمام مضامین نقش بندیہ سلوک سے متعلق ہیں۔ یہ رسالہ فارسی میں تھا، ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے اس نادر رسالے کا ترجمہ کیا اور ابتداء میں مصنف علیہ الرحمہ کے حالات کا اضافہ کیا تہذیب کا اس قدر خیال رکھا گیا ہے کہ ترجمہ اور اصل آمنے سامنے ہیں۔ کیوں کہ آپ کے مرشد کا بھی حکم یہی تھا کہ ترجمہ اور فارسی ایک ساتھ ہو۔

> ''ہدایت الطالبین... نہایت مفید ہے اس کا طبع ہونا نہایت مناسب اور ضروری ہے... لیکن اس عاجز کا خیال ہے کہ محض اصل (فارسی) طبع ہونے سے لوگ زیادہ استفادہ نہیں کرسکتے۔ اس لیے اگر اصل مع اردو ترجمہ (دو کالم کرکے) طبع کرائی جائے تو زیادہ مفید واقع ہوگی۔'' (مکتوباتِ زوّاریہ، ص: ۱۳۷)

آخر میں شاہ ابوسعیدؒ کے کسی معتقد کا فارسی دیباچہ اور خاتمہ ہدایت الطالبین بطور ضمیمہ شامل کرتے ہوئے ۱۹۵۶ء میں شائع کیا دوبارہ ۱۹۶۵ء میں بھی شائع ہوا۔

اس ترجمے کی زبان اتنی آسان اور رواں ہے کہ ترجمے کا احساس ہی نہیں ہو، بعد جگہ تصوف کی اصطلاحات کو ڈاکٹر صاحب نے بریکٹ میں اور آسان انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ ''رسائل مشاہیر نقش بندیہ'' (۱۹۵۸ء)

یہ چار مشاہیر بزرگانِ نقش بندیہ کے چار نادر رسائل کا مجموعہ ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب کی بڑی محنت دیکھی جا سکتی ہے، ان میں سے ایک ''رسالۂ شریفہ'' از خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ (م،۷۱۵ھ) ہے، ان کی ولادت بخارہ کے قصبہ، رامیتن میں ہوئی، اپنے نفس مبارک کو عزیزان کہا کرتے تھے، اس لیے یہی آپ کا لقب ہوا۔ مولانا رومی (م،۶۷۲ھ) نے آپ کے متعلق ایک شعر کہا ہے۔

دوسرا رسالہ ''رسالۂ قدسیہ'' ہے جو خواجہ بہاء الدین نقش بندیؒ (م،۷۹۱ھ) کے ملفوظات پر مشتمل ہے، یہ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ (م،۷۷۲ھ) سے مستفیض ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کے بعد ملک محمد اقبال نے سیالکوٹ سے ۱۹۷۵ء میں رسالۂ قدسیہ مرتب کیا ہے اور آپ کے چند اشعار درج کیے ہیں، ڈاکٹر آفتاب احمد خاں نے اپنی تصنیف ''سلسلۂ نقش بندیہ کی علمی خدمات'' کے صفحہ: ۱۲۸، پر صراحت کی ہے کہ ضروری نہیں یہ اشعار خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کے ہوں۔ تیسرا رسالہ ''رسالۂ اُنسیہ'' ہے جو مولانا یعقوب چرخیؒ (م،۸۵۱ھ) کا ہے اور اپنے مرشد حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بندیؒ کی مناقب میں ہے۔ چوتھا اور آخری رسالہ ''رسالۂ انفاسِ نفسیہ'' ہے یہ خواجہ عبید اللہ احرارؒ (م،۸۹۵ھ) کا ہے (ان کا مکمل اور اصل نام خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار تھا) ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے نہایت عالمانہ انداز میں ان رسائل کی تہذیب فرمائی۔ ان تمام رسائل میں سلسلے کی تعلیمات کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے البتہ سوم رسالہ مناقب پر مشتمل ہے لیکن اس میں بھی

ممدوح کے اوصاف کا بیان سلسلے کے وصف کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ان رسائل کی اشاعت سے سلسلۂ نقش بندیہ میں ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کو نہایت قدر کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ کیوں کہ ابھی انھیں اس سلسلے میں بیعت کے ۸/ سال چند ماہ ہوئے تھے، اور اس سے قبل ہدایت الطالبین بھی شائع ہو چکی تھی مزید یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے غیر معمولی تحقیقی شعور اور معیار سے ایسے کاموں کی تحقیقی اہمیت بھی بڑھ گئی اور بہت سے مخفی پہلو اجاگر ہوئے اس نوعیت کی خدمت سلسلے کے بہت کم علماؤ فضلاء کو حاصل ہوئی ہے۔

۳۔ ملفوظات اکابر نقش بندیہ (۱۹۵۹ء)

سندھ یونی ورسٹی کے کتب خانے میں چند بزرگانِ نقش بند کے ملفوظات پر مبنی ایک مخطوطہ محفوظ تھا، ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں نے اس کی صحیح قرأت کرتے ہوئے بزرگوں کی ترتیب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ۱۹۵۹ء میں مرتب اور شائع کیا۔ اس میں درج ذیل بزرگوں کے ملفوظات شامل ہیں۔

۱۔ خواجہ محمد پارساؒ (م ۸۲۲ھ)

۲۔ مولانا شمس الدین روجیؒ (خلیفہ خواجہ محمد پارساؒ)

۳۔ مولانا سعد الدین کاشغریؒ (م ۸۶۰ھ)

۴۔ مولانا علاء الدینؒ (خلیفہ مولانا سعد الدین کاشغریؒ)

۵۔ مولانا عبید اللہ (احرار) رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۵ھ)

یہ فرمودات و ملفوظات پہلی بار منظرِ عام پر آئے اور اس سلسلے کی بہت بڑی علمی خدمت کے طور پر ہمارے سامنے ہیں جو سالکین کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان ملفوظات سے ایک سال قبل اکابر نقش بند کے چار نادر رسالے شائع ہوئے تھے پھر چار اکابرین کے ملفوظات کے منظرِ عام پر آنے سے ڈاکٹر صاحب کی فضیلت سب پر واضح ہو گئی۔ ان

ملفوظات اور مذکورہ چار رسائل سے ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' (مطبوعہ ۲۰۰۰ء) میں خاص استفادہ کیا گیا ہے۔ (صفحہ:۵۵۶)

۴۔ ارشادِ رحیمیہ موسومہ بہ رحمتِ رحیمیہ (۱۹۵۹ء)

یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م،۱۱۷۶ھ) کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم محدث دہلویؒ (م،۱۱۳۱ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ رسالہ مع اردو ترجمہ بہت مدت ہوئی حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے نواسے سیّد ظہیر الدین نے دہلی سے شائع کیا تھا، ڈاکٹر صاحب نے ترجمے کو سلیس و جدید اردو میں منتقل کرنے کے ساتھ فارسی شاعری کا منظوم اردو ترجمہ کرتے ہوئے اس کی افادیت کو دوچند بھی کیا اور تصنیف کا ترجمہ بھی مکمل کیا ابتداء میں مصنف کے مختصر مگر جامع حالات قلم بند کیے۔ حضرت کے والد کا نام شیخ وجیہ الدینؒ تھا۔ ان کے تین بیٹے تھے، منجھلے بیٹے شیخ عبدالرحیمؒ تھے۔ ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ یہ رسالہ کُل ۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ پہلا اتفاق ہے کہ اس رسالے کے فارسی اشعار (چند عربی اشعار بھی) کا منظوم اردو ترجمہ ہوا ہے۔ آغاز میں ایک رباعی بھی ہے۔ ہمارے مترجم نے رباعی کا ترجمہ بھی منظوم (رباعی ہی کے وزن میں) کیا ہے۔ اس میں کُل ۴ فصل ہیں۔ آخری شعر اس کا ترجمہ اس طرح ہے:

باطن سے آشنا ہو بیگانہ ہو بظاہر
رفتارِ خوب ایسی ہوتی ہے کم جہاں میں

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے اس رسالے کی افادیت بیان کرتے ہوئے ابتداء میں کہا ہے:

> ''نقش بندیہ سلوک، اُس کے اذکار، مصطلحات اور توجہ وغیرہ کے متعلق یہ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود بہت نافع اور جامع ہے۔ اسباق کی تفصیل نہیں ہے اور

اکثر بزرگوں نے اپنی تصنیف میں ایسا ہی کیا ہے۔" (ص: ۵)

اس کا پیش لفظ علی نواز جتوئی مرحوم نے لکھا ہے جس میں رسالے سے متعلق رقم طراز ہیں:

> "ہر سالک کے لیے اس کتاب رحمت رحیم الارشادِ رحیمیہ کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔" (صفحہ: ۷)

۵- آگاہی سیّد امیر کلال (۱۹۶۱ء)

حضرت بہاء الدین نقش بندؒ (م ۷۹۱ھ) کے پیر و مرشد سیّد امیر کلالؒ (م ۷۷۲ھ) تھے، ان کی سوانح حیات اُن کی پوتی کے بیٹے مولانا شہاب الدینؒ نے لکھی تھی، ۱۲۰ صفحات کے اس نادر رسالے کا مخطوطہ مولانا عبیداللہ جان فاروقی نقش بندی (پشاور) کے پاس محفوظ تھا، ڈاکٹر صاحب نے ان سے حاصل کر کے تصحیح و تدوین کی اور ۱۹۶۱ء میں کراچی سے شائع کیا، یہ رسالہ سلوک کی تعلیمات کے ساتھ تاریخی حوالے سے بھی بہت اہم ہے کیوں کہ اس میں امیر تیمور (م ۸۰۷ھ) کے بھی واقعات ملتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے اور اُس کے امراء کو حضرت امیر کلالؒ سے کس درجے عقیدت تھی، وہ اپنی مہمات میں حضرتؒ سے کس طرح راہ نمائی حاصل کرتا تھا، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (م ۱۰۳۴ھ) نے بھی اپنے مکتوب نمبر ۹۲ (دفتر دوّم) میں ان کا ذکر فرمایا ہے، اس رسالے میں حضرتؒ کے حالاتِ زندگی کے علاوہ تاریخی واقعات، تصوف کے مسائل، آیات اور احادیث کے ساتھ فارسی اشعار اور حضرت کے اقوال درج ہیں، ۱۹۹۸ء میں یہ رسالہ حیدر آباد سے پھر شائع ہوا۔ یہ کتاب یا ایسی دیگر کتابوں سے صرف وظائف و لطائف ہی کا علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ بزرگوں کے کردار و افعال کے ساتھ سلسلے پر ان کے احسانات کا علم بھی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ کام بڑے احسن طریقے سے انجام دیا ہے کہ ایسے نادر و نایاب رسائل کو اُن کے مصنفین کے احوال و اذکار کے ساتھ پیش کیا۔ غالباً اسی لیے

روحانی طور پر ان بزرگوں کا فیض ڈاکٹر صاحب کو بہ طورِ خاص حاصل رہا۔

٦۔ انتخابِ مکتوبات، امامِ ربانی قدس سرہٗ (١٩٦١ء)

حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی امام ربانی قدس سرہٗ کے مکتوبات سلسلۂ نقش بندیہ کے لیے بالخصوص اور مسلم امہ کے لیے بالعموم رشد و ہدایت کا منبع ہیں۔ ان کی افادیت کے پیشِ نظر محمد ہدایت علیؒ جے پوری (م، ١٩٥٠ء/ ١٣٧٠ھ) نے مکتوبات کا انتخاب کیا اور ان کا اردو ترجمہ کیا، یہ ترجمہ اس وقت کیا گیا جب مرحوم نے کسی صاحب کی ڈھائی ہزار روپے کی ضمانت دی تھی، رقم ادا نہ ہو سکی اور قرض دینے والے نے ان کے نام ڈگری کرادی اور یہ دو ماہ جے پور جیل میں مقید رہے، دورانِ اسیری انھوں نے ترجمہ کیا، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اس انتخاب کو پہلی بار ١٩٦١ء میں پروفیسر علی نواز جتوئی مرحوم کے تعاون سے شائع کیا۔ دوسرا ایڈیشن ١٩٦٣ء میں شائع کیا اور تیسرا ایڈیشن مئی ٢٠٠٠ء میں طبع ہوا، سلسلۂ نقش بندیہ میں ہمارے ناشر کی یہ ایک عظیم خدمت ہے۔ اور اب کراچی سے مترجم محمد ہدایت علی جے پوری کے مکتوبات حاصل کیے ہیں جو (ڈاکٹر صاحب کے پوتے نے مرتب کیے ہیں) آج کے دور میں فارسی سے واقفیت بہت کم ہوگئی ہے، جب کہ مکتوبات شریف کی فضیلت ہمیشہ برقرار رہنے والی ہے، اس بات کے پیشِ نظر انتخاب سے بہت فائدہ حاصل ہوا ہے اور سالکین نے مقدور بھر اس سے استفادہ کیا ہے۔

٧۔ اثبات النبوۃ (١٩٦٣ء)

یہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی” کا نایاب رسالہ ہے۔ جسے پہلی بار ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا، یہ رسالہ عہدِ اکبری اور فکرِ اکبری کو سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے۔ ہمارے مترجم نے رسالے کے آغاز میں ایک محققانہ مقدمہ قلم بند کیا

ہے جو بہت اہم ہے، مقدمے کا ابتدائی حصہ ملاحظہ کیجیے، اس سے رسالے کی اہمیت ہمارے مترجم کی تحقیقی کاوش اور اس سلسلے میں ان کی علمی خدمات کی وسعت معلوم ہوتی ہے:

> ''اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے نایاب رسالہ اثبات النبوۃ کو پہلی بار شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے، اکبر ۹۹۴ھ سے ۱۰۰۷ھ تک لاہور میں رہا اور اس سے پہلے وہ آگرہ میں تھا، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (م ۹۷۱ھ/۱۰۳۴ھ) قریب ۲۰-۲۲ رسال کی عمر میں آگرہ تشریف لے گئے تھے، وہیں فیضی اپنی بے نقط تفسیر سواطع الالہام لکھ رہا تھا، جس کے لیے حضرت علیہ الرحمہ نے برجستہ ایک بے نقط عبارت مرحمت فرمائی تھی، وہ نظر ثانی کے بعد (بدایونی ص:۳۸۹) ۱۰۰۲ھ میں مکمل ہوئی۔ ابوالفضل اور فیضی بلکہ اُن کے باپ ملا نا گوری کی وجہ سے دین اور پھر نبوت پر اعتراضات ۹۸۷ھ شروع ہو چکے تھے، اور بے دین مصنفین نے اپنی تصانیف سے نعت خارج کر دی تھی۔''

سات صفحات کے اس طویل مقدمے میں تحقیق سے رسالے کا سالِ تصنیف ۹۹۰ھ مقرر کیا ہے، رُودِ کوثر کے مصنف نے صفحہ ۲۳۴ پر ڈاکٹر صاحب سے متعلق بغیر حوالے لکھا ''محترمی ڈاکٹر صاحب نے ایک اور جگہ اثبات النبوۃ کے ۹۹۸ھ کی تصنیف ہونے کا امکان بھی ظاہر کیا ہے۔'' لیکن یہ نہیں بتایا کہ کہاں ظاہر کیا ہے؟ بہرحال وہ یہ ضروری تسلیم کرتے ہیں کہ ''حضرت مجددؒ کی سب سے پہلی تصنیف یہی رسالہ [اثبات النبوت] تھا۔'' (صفحہ:۲۳۴)

یہ بات کس قدر فخر و انبساط کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پہلی تصنیف مع ترجمہ مرتب اور شائع ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کے نصیب میں آئی۔ رسالے کی تخلیق کے محرکات ملکی سطح کے سیاسی حالات اور ذہنی خلفشار کا مدبرانہ، محققانہ اور منطقانہ جواب ہے۔ اس میں سیاسی و سماجی حالات کے ساتھ اکبر کی پالیسی کا مطالعہ پیش کیا ہے۔ پھر رسالے کی

افادیت کے ساتھ اس کا مقام تصنیف آگرہ ظاہر کیا گیا ہے۔

اس رسالے کے بہت کم قلمی نسخے دستیاب ہیں۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے کم و بیش تمام قلمی نسخوں تک رسائی حاصل کی۔ ان کا باہم موازنہ کیا، تصحیح و تطبیق کی گئی، ان میں خانقاہ سراجیہ (میانوالی) سے ۱۲۴۲ھ کا نسخہ، خانقاہِ مظہریہ (دہلی) کا ۱۲۶۷ھ کا نسخہ، مولانا محمد ہاشم جان مجددی (ٹنڈو سائیں داد) کا نسخہ اور خان محمد تالپر کا لکھا ہوا نسخہ (غالباً تیرھویں صدی ہجری) ہمارے مترجم کے پیشِ نظر رہے ہیں۔ اس رسالے میں اکبر کے فتنوں کا ذکر ہے، علماء کا قتل، مسجدوں کا شہید کرنا، اور دیگر فتنوں کا ذکر اور اُس پر زبردست احتجاج اُس کا حصہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ترجمے سے ایک طرف تو یہ رسالہ محفوظ ہو گیا اور دوسری طرف ایک خلقت کو اُس دور کی صحیح صورت اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک کا علم ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کے بعد مولوی محبوب الٰہی نے رسائلِ مجددیہ میں یہ رسالہ شامل کر کے شائع کیا ہے۔

۸- تحفۂ زوّاریہ (۱۹۶۳ء)

یہ حضرت شاہ احمد سعید (م، ۱۲۷۷ھ) کے ۱۳۷، مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ جو انھوں نے اپنے خلیفہ حضرت دوست محمد قندھاری (یوسف زئی) (م، ۱۲۸۴ھ) کو لکھے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ مکتوبات موسیٰ زئی شریف سے ملے تھے۔ اس مجموعے کی ابتداء میں خلاصہ مکتوبات (فارسی) ہمارے مرتب نے محققانہ انداز میں لکھا ہے۔ مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے مختصر حالات بھی اس میں درج کر دیے گئے ہیں اور خطوط کے مطالعے سے اس تذکرے کو مصدقہ بنا دیا ہے۔

ان مکتوبات سے دو فائدے ہوئے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ سلوک کی تعلیمات سے مرصع یہ مجموعہ تشنگانِ سالکین کی سیرابی کا ذریعہ بنے اور دوسرا یہ کہ دو عظیم نقش بند بزرگوں کے حالاتِ زندگی محققانہ انداز میں محفوظ ہوئے اس مجموعے سے سلسلۂ نقش بندیہ میں علمی خدمات اور

''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' جیسی کتابوں کے علاوہ دیگر کتابوں نے استفادہ کیا ہے۔

۹- ''وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول ﷺ'' (۱۹۶۳ء)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ (۱۰۷۹ھ) کے منجھلے صاحب زادے حضرت حجۃ اللہ محمد نقش بندؒ (م،۱۱۱۵ھ) کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ آپ کے صاحب زادے خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (م،۱۱۵۲ھ) کے ارشاد کے مطابق مکتوبات کا یہ مجموعہ مرتب ہوا تھا، یہ اس کا تاریخی نام (۱۱۱۵ھ) ہے، اِس کا ایک نسخہ شاہ فضل احمد سرہندیؒ (م،۱۲۳۱ھ) کے کتب خانے میں تھا، جو ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء میں سرہند شریف سے پشاور تشریف لے گئے تھے۔ انھی کی خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبداللہ جان نے یہ مجموعہ ڈاکٹر صاحب کو عطا فرمایا تھا۔ ساتھ ہی حضرت سیّد امیر کلالؒ کی متذکرہ سوانح عمری بھی دی تھی، مکتوبات کا یہ نسخہ ۱۲۴۲ھ کا لکھا ہوا ہے جس کے بارے میں مرتب نے مقدمے میں لکھا ''کسی نہایت بدخط اور غلط نویس کا لکھا ہوا تھا'' پھر آپ نے رفقاء کی معاونت سے اس کی تصحیح کی، بہت اہم مکتوبات ہیں، اس میں ابتدائی ۶، مکتوبات حجۃ اللہ نے اپنے والد حضرت معصوم سرہندیؒ کو لکھے۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی عالمانہ نظر سے یہ کتاب کاتبین کی غلطیوں سے صاف ہو سکی، ورنہ بہت سی اغلاط رسالے کے ساتھ مُشتہر ہونے کے امکانات تھے۔ اس کے بعد بھی ۲۷۶ صفحات کی اس ضخیم کتاب کے آخر میں ایک تصحیح نامہ شامل کیا گیا ہے۔ ۱۹۹۹ء میں اس کا جدید ایڈیشن بھی شائع ہوا۔

۱۰- عارف نامہ (۱۹۶۳ء)

خواجہ محمد عارف ریوگریؒ (م،۶۳۴ھ) کا نایاب مختصر رسالہ ہے، پروفیسر محمد سعد سراجی دوست محمدی المعروف ''مرشد بابا'' (موسیٰ زئی شریف) نے اس کا عکس ڈاکٹر

صاحب کو دیا تھا، ڈاکٹر صاحب نے اس کی تصحیح کی اور مصنف کے حالات جمع کر کے مقدمے میں درج کیے، ان کے مطابق ۶۲۲ھ کی یہ تصنیف ہے۔ اس رسالے میں نورٌ علی نور سے (۶۲۲ھ) تاریخ کہی گئی ہے جو ہمارے مرتب نے واضح کی ہے۔ ۱۹۹۳ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔

۱۱۔ سعید البیان (۱۹۶۵ء)

یہ بھی حضرت شاہ احمد سعید دہلوی (م، ۱۲۷۷ھ) کا رسالہ ہے۔ اس کے مقدمے میں ہمارے مرتب نے مصنف کے پانچ رسائل کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ جن کی ترتیب یہ ہے۔ الانہار الاربعہ در بیان سلاسل اربعہ۔ (ii) فوائد ضابطہ در اثبات رابطہ (iii) الحق المبین فی ردّ الوہابیین (iv) سعید البیان فی مولا سیّد الانس والجان صلی اللہ علیہ والہ وسلم (v) الذکر شریف در اثبات مولا منیف (فارسی) مکتوبات شریف ''مکتوبات تحفۂ زوّاریہ'' کے نام سے ڈاکٹر صاحب ہی نے مرتب و شائع کیے، جہاں تک زیرِ نظر رسالے کی بات ہے۔ یہ رسالہ اس سے قبل بھی کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے: ور حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر مختصر مگر جامع رسالہ ہے، اس کے مقدمے میں ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں نے ایک اور اہم پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے:

> ''رسالہ سعید البیان کی اردو نثر بھی ادبی حیثیت سے بہت اہم ہے کیوں کہ یہ رسالہ حضرت شاہ احمد سعید نے اپنی ہجرت سے بہت پہلے ۱۸۵۰ء کے قریب لکھا ہوگا، اور یہی وہ زمانہ ہے جب غالب نے اپنے خطوط میں آسان اردو کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس رسالے کا اسلوب وہی ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے صاحب زادوں کے قرآنی ترجموں کا ہے، یعنی فعل اور حروف جار وغیرہ مقدم ہیں اور زبان سلیس ہے۔''

چناں چہ اس بات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر قمر یوسف زئی نے اس متن کو جدید اردو میں منتقل کیا اور حیدر آباد سے شائع کیا۔ اس کے بعد قمر صاحب ہی نے ۱۹۹۷ء میں پہلی مرتبہ اس رسالے کا ترجمہ انگریزی میں کیا۔

Translator's Note میں انھوں نے واضح کیا ہے کہ ترجمے کے اس کام میں انھیں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی راہ نمائی حاصل رہی۔

۱۲- ردِّ روافض (۱۹۶۵ء)

یہ حضرت مجدد الف ثانی ؒ کا رسالہ ہے جو فارسی میں لکھا گیا تھا۔ باوجود کوشش کے راقم الحروف اسے دیکھنے سے محروم رہا۔ ڈاکٹر آفتاب احمد خاں نے اپنی تصنیف ''سلسلۂ نقش بندیہ کی علمی خدمات'' کے صفحہ: ۲۰۸-۲۰۹، اور ۳۱۶، پر اس کا ذکر کیا ہے، صفحہ: ۲۰۸ پر لکھتے ہیں ''شیعوں کے ایک رسالے کے جواب میں [یہ رسالہ] ۱۰۰۱ھ کے قریب لکھا تھا۔'' ڈاکٹر مسعود احمد نے سہ ماہی ''العلم'' کراچی (شمارہ: جنوری تا مارچ، ۱۹۷۵ء، صفحہ: ۱۰۷) میں حضرتِ مجدد الف ثانی کے ایک رسالہ ''ردِّ شیعہ'' (موسومہ بہ تاریخی نام ''کوائفِ شیعہ، ۱۰۰۲ھ) کا بھی ذکر کیا ہے۔ روافض سے مراد ''ردِّ شیعہ'' ہی ہوگی، روافض سے مراد بھی انکاری رافضی اور منکر کے ہیں۔ مسعود احمد صاحب مذکورہ رسالے میں لکھتے ہیں:

> ''عرصہ ہوا مطبع نول کشور میں مکتوبات امام ربانی ؒ کے ساتھ شائع ہوا تھا، لیکن اب یہ نسخہ نایاب ہو چکا تھا، استادِ محترم [ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں] نے اس کا ترجمہ کیا اور متن کے ساتھ مرتب فرمایا، شروع میں ایک مقدمہ تحریر فرمایا جس میں رسالے کے زمانۂ تالیف کے سلسلے میں بعض داخلی شواہد پیش کیے ہیں۔''

آفتاب صاحب نے بھی لکھا ہے کہ ردِّ روافض پہلے نول کشور سے مکتوبات کے ساتھ شائع ہو چکا تھا۔ اس میں شیعوں کی نسبت وہی نقطۂ نظر ہے جو آپ کے مکتوبات میں نظر آتا ہے۔

۱۳- مکاشفاتِ عینیہ (۱۹۶۵ء)

یہ بھی حضرتِ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا (فارسی) رسالہ ہے۔ بعض جگہ اس کا نام مکاشفاتِ غیبیہ بھی ہے۔ اس کے مرتب کے بارے میں صحیح علم نہیں ڈاکٹر صاحب ''منسوبات'' کے صفحہ: ۳۹ پر لکھتے ہیں:

> ''مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب مدظلہٗ نے اپنی کتاب، حضرت مجدد اور اُن کے ناقدین، صفحہ: ۴۶، میں لکھا ہے کہ یہ مجموعہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ ہی نے مرتب فرمایا تھا، بعد میں جناب محمد اقبال مجددی نے بھی حسنا الحرمین کے مقدمے (صفحہ: ۱۹) میں یہی بات کہی ہے۔''

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اس کے مرتب محمد ہاشم کشمیؒ ہیں۔

لیکن چند منسوبات (ص: ۳۹) میں انھوں نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ:

> ''بہ ہر حال راقم الحروف کو اصرار نہیں ہے کہ خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ ہی نے یہ مجموعہ مرتب کیا ہوگا۔''

اس کا تاریخی نام ڈاکٹر صاحب نے ''مکاشفاتِ عینیۂ مجددیہ'' (۱۰۵۳ھ) رکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس رسالے کا سالِ تدوین ہے۔ یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا آخری رسالہ تھا جو اُن کی وفات کے بعد اُن کے فرمودات پر مرتب کیا گیا۔ یہ بات ڈاکٹر صاحب کے لیے کس قدر اعزاز و افتخار کی ہے کہ حضرت مجددؒ کا پہلا رسالہ اثبات النبوۃ بھی پہلی بار ڈاکٹر صاحب نے شائع کیا اور حضرت کا آخری رسالہ مکاشفاتِ عینیہ بھی پہلی مرتبہ ڈاکٹر صاحب ہی نے شائع کیا۔

اس رسالے کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے پہلے یہ غیر مطبوعہ تھا۔ اس کا مخطوطہ مولانا حافظ محمد ہاشم جان مجددی (ٹنڈو سائیں داد، سندھ) کے کتب خانے میں

موجود تھا۔ آپ نے حاجی محمد اعلیٰ صاحب کو اس کی نقل کی اجازت مرحمت فرمائی، پھر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے مدینہ منورہ میں رباطِ مظہریہ کے مجموعۂ رسائل مجددیہ سے اس نقل کی تطبیق فرمائی۔ تصحیح و ترجمے کے سلسلے میں مولانا ابوالفتح صغیر الدین مرحوم کا تعاون حاصل ہوا تھا۔ اس قدر محنت اور عرق ریزی سے یہ رسالہ منظرِ عام پر آیا۔

۱۴- حضرت مجددِ الف ثانیؒ، ایک تحقیقی جائزہ (۱۹۶۵ء)

جس طرح ہم نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی فارسی کے ذیل میں کتاب ”چند فارسی شعراء“ کو بہت تفصیل سے دیکھا تھا اسی طرح ہم اپنے مصنف کی دینی خدمات اور عقائد کے ذیل میں اس کتاب کو قدرے تفصیل سے دیکھیں گے۔ کیوں کہ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب کی تحقیق اور تنقید کے ساتھ اُن کے دینی رجحان، تصوفانہ نظریات، روحانی تعلیمات اور عقائد وغیرہ پر خاص روشنی پڑتی ہے۔

یہ مقالہ کتابی صورت میں ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔ اس کے مقدمے میں حضرت مجددؒ کے عربی رسالے اثبات النبوۃ سے متعلق درج ہے۔ ”جس کی اشاعت (مع ترجمہ) کی سعادت پارسال حاصل ہو چکی ہے۔“ پارسال سے مراد ۱۹۶۳ء ہے۔ اور زیرِ نظر کتاب پہلے مئی، جون، جولائی ۱۹۶۴ء میں قسط وار بینات (کراچی) میں بہ عنوان ”حضرت مجدد الف ثانیؒ پر حرف گیری کا جائزہ“ شائع ہوئی۔ اِسی مقدمے میں کتاب کی وجہ تحریر بھی ہے:

> ”محض اتفاق سے ایک فاضل معروف کی ایک کتاب کا تیسرا ایڈیشن نظر سے گزرا۔ جس میں انھوں نے اکبر بادشاہ (۹۶۳ھ/۱۰۱۴ھ) اور اس کے ہم نشیں فیضی (م، ۱۰۰۴ھ) اور ابوالفضل (م، ۱۰۱۱ھ) کو ان کی مصلحت پسندی اور ترکِ شعائرِ اسلام جس کا نام تقلید سے بیزاری اور عقل سے نزدیکی قرار دیا گیا ہے، کی وجہ سے سراہا ہے اور اس کے برعکس حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور

> ان کے ہم خیال جلالی رنگ والے حضرات کی تنقید یا تنقیص میں بڑا زور صرف کیا ہے بلکہ اس کتاب کے دیباچے سے لے کر کئی سو صفحات تک انھوں نے کوئی دقیقہ اس تنقیص میں فروگذاشت نہیں کیا۔''

ہمارے مصنف کے بہ قول ''محض اتفاق'' سے یہ کتاب اُس وقت سامنے آئی جب آپ اثبات النبوۃ کا عربی سے اردو میں ترجمہ کر رہے تھے۔ جس کتاب میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے لیے ایسا لکھا وہ کون سی تھی؟ کس نے لکھی؟ دراصل ہمارے مصنف کا یہ اندازِ تحریر ہے کہ اس نوعیت کی تنقید کرتے ہوئے عموماً معترضین کے نام ظاہر کرنے میں احتیاط کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب باقیاتِ باقی کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

> ''یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ جو عرض داشت شائع کی گئی تھی، اُس میں اُن کا اور اُن کی کتاب کا نام ظاہر نہیں کیا تھا۔''

بلکہ ایسا کرنے سے پہلے ہمارے مصنف نے معترض کے تمام اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ایک تفصیلی خط انھیں ارسال کیا تھا۔ باقیاتِ باقی (ص:۴) میں ہے:

> ''راقم الحروف نے اس سے متعلق ایک عرض داشت اُن کی خدمت میں بھیجی تھی جو عرصے تک اُن کی خدمت میں پڑی رہی اور صدائے برنخاست آخر مجبور ہو کر اُس کی نقل شائع کرنی پڑی۔''

جب یہ عرض داشت بیّنات میں شائع ہوئی تو معترض نے ڈاکٹر صاحب سے اپنی اصلاح کا اظہار اور اُن کی وضاحت سے اتفاق ضرور کیا ہوگا۔ کیوں کہ زیرِ بحث کتاب کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے:

> ''فاضل محترم نے اس حقیر کی معروضات پر توجہ فرمائی اور سنا ہے کہ اپنی کتاب کے آئندہ ایڈیشن سے تمام قابلِ اعتراض مقامات خارج کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس خبر سے دلی مسرت حاصل ہوئی، چناں چہ فاضل محترم کی خدمت میں مبارک

> باد پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

معلوم ہوا کہ ہمارے مصنف کوئی بات دل میں نہیں رکھتے اور قابلِ لحاظ اقدام کی تعریف میں قطعاً بخل سے کام نہیں لیتے، لیکن بات کو آگے بڑھانے سے قبل ہمیں پھر باقیاتِ باقی کے صفحہ: ۴ سے رجوع کرنا پڑے گا:

> "لیکن مرحوم نے اس عرض داشت پر کچھ اعتراضات اور اپنی انا کو قائم رکھنے کے لیے چند دوسری باتیں اُس کتاب کے بعد والے ایڈیشن میں شامل کر کے قارئین کو پھر غلط فہمی میں ڈالنا چاہا۔"

اور اسی صفحے پر معترض کا نام اور ان کی تصنیف کا نام بھی ظاہر کر دیا: "۱۹۶۴ء کی بات ہے کہ شیخ محمد اکرام کی کتاب رُودِ کوثر کا تیسرا ایڈیشن نظر سے گزرا تھا۔" اس وقت آپ اثبات النبوت کے ترجمے سے فارغ ہوئے تھے۔ ترجمے سے بھی پہلے آپ نے پروفیسر محمد فرمان کی تصنیف "حیاتِ مجدّدؒ" پر ریڈیو کے لیے تبصرہ لکھا تھا۔ (مشمولہ: تحریر و تقریر) اسی کتاب سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ رُودِ کوثر کے مصنف نے کچھ ناقابلِ برداشت اعتراضات حضرت مجدّد الف ثانیؒ پر کیے ہیں۔ فرمان صاحب کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں "تحریر و تقریر" صفحہ: ۵۸ پر لکھتے ہیں:

> "پروفیسر [محمد فرمان] صاحب نے خاص طور پر شیخ محمد اکرام کے ان خیالات کا محاکمہ کیا ہے جو انھوں نے رُودِ کوثر میں حضرت مجدّدؒ کے متعلق ظاہر کیے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیخ اکرام صاحب نے جس انداز سے اکبری عہد کو سراہا ہے اور بے جا رواداری کی خاطر اس عہد کو زریں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے وہ کسی طرح بھی آج کی دنیا میں اور خصوصاً ہمارے ملک میں پسندیدہ نہیں ہے۔"

یہ تبصرہ زیرِ بحث کتاب سے پہلے کا ہے۔ نیز اس کی زبان بھی بتا رہی ہے کہ اس

وقت تک ہمارے مصنف کی نظر سے کتابِ معترضہ نہیں گزری، پھر ۱۹۶۴ء کا حوالہ ہمارے مصنف نے خود دیا ہے۔ بڑی حد تک ممکن ہے کہ فرمان صاحب کی اس کتاب نے ہمارے مصنف کو وہ کتابِ معترضہ دیکھنے کی تحریک دی ہو۔

اب ہم ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی ؒ ایک تحقیقی جائزہ'' سے ایک طویل اقتباس پیش کرتے ہیں جس کے تحت ہم ڈاکٹر صاحب کا تنقیدی لہجہ (جو اس کتاب میں بالکل مختلف ہے) اور تحقیق کی پختگی کو دیکھیں گے اور دوسری طرف ''رُودِ کوثر'' کی کم زوریوں کو بھی سمجھیں گے:

> ''صفحہ:۲۳۱، میں فرماتے ہیں کہ رسالہ ردِّ رفض میں حضرت مجددؒ نے رگِ فاروقیم کی ترکیب پہلی بار استعمال کی ہے۔ پھر محترم اپنے مخصوص انداز میں وہی استفہامیہ بات فرماتے ہیں کہ کیا یہ خیال بے جا ہے کہ اُن (شیخ سلطان) سے ربط وضبط بڑھنے اور اُن کے خیالات واحساسات جاننے سے حضرت مجددؒ کی شخصیت کے اس پہلو کو تقویت پہنچی؟۔ محترم یہاں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شیخ سلطان کے یہاں حضرت مجددؒ کی شادی ہوئی تو اُن کی وجہ سے حضرت مجددؒ کی شخصیت کے اس پہلو کو (یعنی جوش اور رگِ فاروقیم والا جذبہ) فروغ ہوا۔ گویا اس سے پہلے جو انھوں نے رسالہ اثبات النبوۃ لکھا تھا اس میں بڑی خاکساری دکھائی ہوگی اور اس سے بھی پہلے جو ابوالفضل سے مباحثہ یا مناظرہ ہوا تھا تو اُس وقت تو وزیرِ اعظم کے سامنے جھک جھک کر عرض ومعروض کر رہے ہوں گے۔ محترم نے اس رسالے کے جوشِ استدلال کو فصیح و بلیغ انداز (صفحہ:۲۳۲) کہہ کر اپنی جان چھڑا لی اور اُس کے فصیح وبلیغ اندازِ بیان کی مثال دینے سے قاصر رہے۔ کیوں کہ ترجمے ہی سے گزارا کیا ہے....
>
> صفحہ:۲۵۸، میں فرمایا ہے کہ خواجہ محمد صدیق کشمیؒ اور ظہیر الدین حسن (مرید خواجہ

> باقی باللہؒ) اثنائے سفر میں مانڈو پہنچے۔ صفحہ: ۲۰۱، میں بھی فرمایا تھا کہ خواجہ محمد صدیقؒ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مرید ظہیرالدین حسن کے ساتھ دکن پہنچے۔ ۔ ۔ ، یعنی دونوں جگہ آپ نے ظہیرالدین حسن کو خواجہ محمد صدیق کا رفیقِ سفر کہا ہے۔ لیکن گلزارِ ابرار کے ترجمے میں ظہیرالدین حسن کو خواجہ محمد صدیق کا والد کہا ہے۔''

اس کتاب میں ہمارے مصنف نے کتابِ معترضہ کے ایک ایک صفحہ کی ایک ایک سطر پر بلکہ بعض جگہ تراکیب اور استفہامیہ لہجے تک پر گرفت کی ہے اور جس طرح شیخ صاحب مرحوم نے استفہامیہ انداز میں ایک طرح سے حضرت مجددؒ کا تمسخر اڑانے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ ہمارے مصنف نے بھی اسی طرح اُن کی چٹکیاں بھری ہیں اور مصنف کے ایک ایک مبہم لفظ یا کنایئے کو حقیقت آشنا کرتے ہوئے اس کا تحقیقی اور منطقی جواب دیا ہے۔ ''باقیاتِ باقی'' (صفحہ: ٦) میں بھی ہمارے مصنف نے لکھا:

> ''مرحوم نے غالباً لاعلمی کی وجہ سے (جدید ایڈیشن صفحہ: ۳۲۷) ایک خاتون کی بیعت کے سلسلے میں حضرت مجددؒ کے مکتوب کو نہایت دل چسپ کہہ کر ایک طرح کا مذاق اڑایا ہے، انھیں معلوم نہیں تھا کہ سورۃ الممتحنہ (۱۲) میں عورتوں کی بیعت کے متعلق کیا فرمایا گیا۔ اسی طرح صفحہ: ۱۹۴-۲۹۵ میں مراقبے کی تحقیر کی ہے مرحوم کو معلوم نہیں تھا کہ اہلِ اللہ کا مراقبہ کیا ہوتا ہے اور غارِ حرا میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تحنث کیا تھا۔''

''لنا اعمالنا'' میں بھی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اس کتابِ معترضہ سے متعلق اپنی ایک بات کو دھرایا ہے:

> ''انھوں نے [شیخ صاحب مرحوم] فارسی نثر کا ایک انتخاب دربارِ ملی کے نام سے شائع کیا۔ اُس میں بھی اپنے شوق کا قائم رکھا یعنی تزکِ جہاں گیری میں سے وہ عبارت نقل کی جو جہاں گیر نے حضرت مجددؒ کے خلاف (اُن سے عقیدت سے

پہلے) لکھی تھی۔" (ص:۳۲)

رُودِ کوثر کے جواب میں لکھی گئی زیرِ بحث تصنیف میں شیخ صاحب مرحوم کی تمام تر غلط فہمی کو مکمل طور پر دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس کا اعتراف مرحوم نے بعد کے ایڈیشن میں اس طرح کیا ہے:

> "حیدر آباد کے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے مجددی بزرگوں کی قلمی اور نایاب تصانیف وغیرہ کی اشاعت کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے ان سے بھی تاریخ کے طالبِ علم کو بڑی مدد ملتی ہے۔ ہم نے ان سب سے استفادہ کیا ہے۔"

ہم نے ابھی زیرِ بحث تصنیف سے ایک اقتباس دیا ہے، جس میں شیخ صاحب نے ردِّ رفض میں "رگِ فاروقیم" والی بات کہی تھی ڈاکٹر صاحب کے جواب کے بعد معترض نے جدید ایڈیشن ص ۲۴۳ اور ۲۴۴ پر سے یہ بات نکال دی ہے، اور لہجہ نرم کیا ہے۔ ساتھ ہی "رسالۂ تہلیلیہ" کا بھی ذکر کیا ہے:

> "حضرت مجدد الف ثانی کا ایک اور رسالہ جو انھوں نے خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے لکھا اور اب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کی بدولت پہلی مرتبہ منظرِ عام پر آیا رسالۂ تہلیلیہ ہے۔"

شیخ صاحب نے شیخ احمد فاروقی حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت باقی باللہؒ کے اسماء کے ساتھ "قدس سرہٗ" کا اضافہ بھی کیا، لیکن صرف جلی عنوانات میں ڈاکٹر صاحب کی تصنیف باقیاتِ باقی کے مقدمے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے رُودِ کوثر کے علاوہ مصنف کے سلسلۂ کوثر کی سب کتابوں کو دیکھا ہوگا۔

> "شیخ محمد اکرام نے ۱۹۴۰ء میں لاہور سے آبِ کوثر شائع کی تھی اور اُسے شبیر احمد عثمانی کے نام معنون کیا تھا۔ غالباً اس انتساب کی وجہ سے انھوں نے اس کتاب میں حضرت مجددؒ کا نام ادب سے لیا تھا، لیکن بعد میں کسی سیاسی مصلحت

کی بناء پر حضرت مجددؒ پر بے جا اور غلط اعتراضات کرنا ان کا شیوہ بن گیا تھا۔''

اس بات سے کیا یہ اندازہ نہیں ہو جاتا کہ شیخ صاحب مرحوم جس موضوع پر لکھ رہے تھے اُس موضوع پر اُن کی معلومات محدود تھی تب ہی وہ بار بار اپنے بیانات میں تبدیلی کر رہے ہیں۔ انھوں نے ڈاکٹر صاحب کی وضاحت کے بعد صفحہ ۱۲، پر تبدیلی سے متعلق اعتراف کیا: ''قریباً بیس پچیس فیصدی مواد نیا یا نو ترمیم شدہ ہے۔'' انھوں نے اپنی کتاب میں تو اکبر اور ابوالفضل کی فکر کو جدید فکر کے طور پر دیکھا تھا اور تعریف کی تھی۔ بعد میں صفحہ: ۱۴، پر اعتراف کیا ''جن ابواب میں تفصیلی اضافے ہوئے ہیں ان میں روشنیہ فرقہ، ذکرِ حضرت محمد باقی باللہؒ، ابوالفضل اور اکبر کا بگاڑ، صوفیانہ احوال اور نظریہ قومیت، شیخ محدث اور حضرت مجددالف ثانیؒ شامل ہیں۔''

ایک ضمنی موضوع کے علاوہ سب وہ عنوانات ہیں جن پر ڈاکٹر صاحب نے گرفت کی تھی اور انھوں نے پہلے جن افراد کی تعریف لکھی تھی پھر انھیں ''ابوالفضل اور اکبر کا بگاڑ'' (ص: ۱۴) لکھا۔ متعدد جگہ حضرت مجددالف ثانیؒ کے نام اور علمی خدمات کا بڑھ چڑھ کر عمدہ الفاظ میں اعتراف بھی کیا۔ لیکن ہر جگہ تبدیلی نہیں کی بعض جگہ اپنی انا، ضد اور ناقص معلومات کو برقرار رکھا۔ وہ صفحہ: ۱۵، پر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کا نام اور حوالہ دیے بغیر لکھتے ہیں:

> ''اس سلسلے میں دوسری تحریر ایک محترم بزرگ کی ہے، جن کے احسانات محبانِ سلسلہ پر بڑے وقیع ہیں اور جن کا مرتبہ سلوک میں ہی نہیں علم و فضل میں بھی بڑا بلند ہے، ہم نے ان کے ارشادات کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے... لیکن افسوس کہ فاضل موصوف اور ہمارے نقطہ نظر میں بنیادی اختلافات ایسے ہیں کہ بحالاتِ موجودہ اس خلیج کو پُر کرنا ممکنات سے نہیں۔''

یہ سطریں ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں ہی کے لیے ہو سکتی ہیں کیوں کہ اس کے بعد

موصوف نے واوین میں لکھا: ’’حضرت مجدّد کے متعلق یہی ایک ایسی کتاب ... لکھی ہے۔‘‘ (دوسطریں)۔ یہ بیان ڈاکٹر صاحب کی تصنیف تحریر و تقریر کے صفحہ: ۱۵۹، پر ہے۔ اب ’’بہ حالتِ موجودہ‘‘ سے مصنف کی کیا مراد ہے؟ جس کی وجہ سے اختلاف برقرار رکھا۔ یہ اختلاف ’’نہی عن المنکر‘‘ کے باب میں موجود ہے۔

بہ ہر حال یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کو مرحوم کی کتاب سے صدمہ گزرا ہوگا۔ (۱) اگر چہ یہ بالکل صحیح ہے کہ رُودِ کوثر کے مصنف کو ڈاکٹر صاحب کے تجرِ علم کا احساس ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ڈاکٹر پرنسپل محمد شفیع (م ۱۹۶۳ء) کے صاحب زادے احمد ربّانی کو کشف المحجوب کے ایک قدیم مخطوطے کی تصحیح کرانے کی ضرورت پڑی تو شیخ صاحب نے احمد ربانی کو مشورہ دیا کہ ڈاکٹر صاحب سے رجوع کیا جائے۔ (لنا اعمالنا)

ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب بیک وقت تنقید، وسیع تحقیق، اختلاف کی وضاحت کرنے میں مختلف اسلوب، دینی رجحانات اور اس پر مشتمل معلومات کا بہترین مطالعہ پیش کرتی ہے۔ صرف معترضین کو جواب ہی نہیں بلکہ سلسلۂ نقش بندیہ کے معتقدین کو علم بھی فراہم کرتی ہے۔ اس کتاب کو بعد میں حضرتِ باقی باللہؒ پر ایک اعلیٰ مقالے ’’باقیاتِ باقی‘‘ کے ساتھ دوبارہ شائع کیا گیا۔

۱۵- رسالہ تہلیلیہ (۱۹۶۵ء)

یہ بھی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا غیر مطبوعہ رسالہ تھا، جو عربی میں ہے۔ اور کلمہ طیبہ کی تشریح سے متعلق ہے، ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں نے حافظ محمد ہاشم جان صاحب (ٹنڈو

---

(۱) ڈاکٹر صاحب نے ڈاکٹر مسعود احمد کو ایک خط میں لکھا: ’’اکرام صاحب نے بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔ مجھے دو رات سے اضطراب ہے۔ ایک دن کے لیے آپ آ جائیں یا مجھے بلوالیں۔ اضطراب کی وجہ سے میرے دل پر بڑا صدمہ گزرا ہے۔‘‘ (دفتر دوّم، صفحہ: ۴۰۶)

سائیں داد) کے کتب خانے سے نقل کیا تھا۔ پھر اس کی تطبیق رباطِ مظہریہ (مدینہ منورہ) کے نسخے سے کی گئی پھر حاجی محمد اعلیٰ صاحب نے محمد صادق صاحب مجددی کابلی کے قلمی نسخے سے بھی مدینہ منورہ میں اس کی تطبیق کی۔ آخر میں مولانا حافظ رشید احمد صاحب ارشد (سابق استاد کراچی یونی ورسٹی) سے اس عربی رسالے کا سلیس اردو ترجمہ کروایا گیا اور عربی متن کے ساتھ منصۂ شہود پر آیا۔ یہ رسالہ ۱۰۰۸ھ اور ۱۰۱۰ھ کے درمیان کا ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب نے نفسِ مضمون اور داخلی شہادتوں سے ثانی الذکر سال کو مقدم سمجھا ہے اور اس کا تاریخی نام ''معارف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' (۱۰۱۰ھ) منتخب کیا ہے۔ مولوی محبوب الٰہی مرتب رسائل مجددیہ ۱۰۰۷ھ کے آغاز کی تصنیف قرار دیتے ہیں، لیکن ڈاکٹر صاحب کے مطابق حضرت مجددؒ نے ''شیخی ووالدی'' (مخدوم عبدالاحد) کے ساتھ قدس سرہٗ لکھا ہے، جس سے ڈاکٹر صاحب نے صراحت کی ہے کہ یہ رسالہ مخدوم صاحب کی وفات کے بعد لکھا گیا ہوگا۔ یہ ایک مضبوط دلیل ہے۔ اس ایک رسالے کی تطبیق وتحقیق میں محنت دیکھ کر سلسلۂ نقش بندیہ سے ڈاکٹر صاحب کا اخلاص سامنے آجاتا ہے۔

۱۶۔ مجمع البحرین (۱۹۶۵ء)

یہ مختصر مگر کمال رسالہ خواجہ محمد معصومؒ کے بڑے خلیفہ صوفی پائندہ محمدؒ کا ہے، اور صنعتِ توشیح میں ہے۔ صوفی صاحب مرحوم کا تعلق سلسلۂ نقش بندیہ اور قادریہ سے تھا، اور دونوں میں خلیفہ مجاز تھے۔ اس لیے مجمع البحرین میں ان دونوں سلسلوں کے شجروں کو نئے انداز میں مرتب کیا ہے اور اسی لیے اس کا نام مجمع البحرین رکھا گیا ہے یعنی دو سمندروں کا اس طرح ملاپ کہ دونوں کے ذائقے الگ الگ رہیں۔ قرآنِ پاک میں بھی ارشاد ہوا ہے۔ ''مرج البحرین یلتقیٰن'' یہ رسالہ صنعتِ توشیح میں ہے۔ اس طرح کہ ہر سطر کے تمام پہلے حروف اگر جمع کر لیے جائیں تو حضراتِ نقش بندیہ (علیہم الرحمہ والغفران) کے اسماء

گرامی بن جاتے ہیں اور ہر سطر کے آخری حروف سے حضراتِ قادریہ (علیہم الرحمۃ والغفران) کے نام ہائے نامی مرتب ہو جائیں گے۔ ان شخصیات کے اسماء گرامی کے ساتھ ان کے اوصاف بھی نظم ہوئے ہیں۔ مصنف نے رسالے کے آخر میں ایک نعت مثنوی کی ہیئت میں قلم بند کی ہے یہ بھی صنعتِ توشیح میں ہے جس کے ہر مصرعے کے ہر آخری حرف کو ترتیب وار جوڑیں تو ''شاہِ شاہان محمد عربی ست'' برآمد ہوتا ہے۔ (یہ اہتمام ہر پہلے مصرعے کے پہلے حروف کی ترتیب میں بھی ہے)۔

ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کو یہ رسالہ مولانا حشمت علی خاں (م،۱۹۸۴ء) نے رام پور کے شاہی کتب خانے سے نقل کر کے پہنچایا تھا، اور یہاں (حیدرآباد) سے پہلی بار شائع ہوا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے پوتے ڈاکٹر منیر احمد خاں نے پروفیسر احمد سعید انصاری صاحب سے اس رسالے کا اردو ترجمہ کروا کے اصل (فارسی) نسخے کے ساتھ ۲۰۰۳ء میں شائع کیا۔

۱۷- تحقیق الحق المبین (۱۹۶۶ء)

حضرت شاہ احمد سعید دہلوی کا رسالہ ہے جو آپ نے شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ (م،۱۲۶۲ھ) کے جواب میں رقم کیا۔ نواب حبیب الرحمٰن خاں شیروانیؒ کے پردادا نواب محمد زمان خاں نے ۳۵، سوالات معاشرے کے رسم و رواج سے متعلق شاہ محمد اسحٰقؒ سے پوچھے تھے، پانچ سوالات بعد میں شامل ہوئے اس لیے مجموعے کو ''مسائلِ اربعین'' بھی کہتے ہیں۔ شاہ صاحب نے ان سوالات کے جوابات اپنے نظریے کے مطابق دیے تھے، حضرت شاہ احمد سعید نے پھر اُن کا جواب لکھا اور ڈاکٹر صاحب نے فارسی مقدمے کے ساتھ ہی یہاں سے شائع کیا۔

۱۸- مکتوبات خواجہ عبدالاحد سرہندیؒ (۱۹۶۶ء) بہ موسومہ ''گلشنِ وحدت''

حضرت خواجہ عبدالاحد وحدتؒ (م،۱۱۲۶ھ) کے یہ مکتوبات ''موسوم بہ گلشنِ وحدت'' ان کے خلیفہ شیخ محمد مراد کشمیریؒ نے جمع کیے تھے، جو ڈاکٹر صاحب کو مولانا عبداللہ جان صاحب نے مع تصحیح کے دیے تھے۔ بعض جگہ تصحیح ڈاکٹر صاحب نے بھی کی ہے، اور مکتوبات کی ترتیب میں بھی تبدیلی کی ہے۔ اس کے مقدمے میں تمام مکتوبات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے، بعض مکتوبات کی تاریخوں کا تعین تحقیقی انداز میں کیا گیا ہے، قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ آخر میں مکتوبات کی ادبی اہمیت کو بھی اجاگر کیا گیا۔(۱) ڈاکٹر جمیل جالبی نے ''تاریخ ادب اردو'' جلد دوم (حصہ اوّل) کے صفحہ: ۱۲۳، پر فارسی کے چند ریختہ گو سے متعلق باب میں حوالے کے ساتھ ان مکتوبات سے استفادہ کیا ہے کہ خواجہ عبدالاحد فارسی میں جن کا تخلص وحدت اور ریختہ میں گل تھا۔ شاہ گل کے نام سے معروف تھے حضرت مجدد الف ثانیؒ (م،۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے پوتے تھے، صاحب دیوان شاعر اور نقش بندیہ سلسلے کے صاحب کمال بزرگ تھے۔

۱۹- مکتوباتِ خواجہ سیف الدینؒ (۱۹۶۶ء) موسوم بہ ''مکتوباتِ سیفیہ''

یہ حضرت مجدد الف ثانیؒ (م،۱۰۳۴ھ) کے پوتے اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ (م،۱۰۷۹ھ) کے صاحب زادے خواجہ سیف الدینؒ (م،۱۰۹۶ھ) کے ۱۹۰، مکتوبات کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے کے مقدمے میں ہمارے مؤلف نے تمام خطوط کی تقسیم مکتوب الیہم کے حوالوں سے کی ہے اور تاریخی حوالوں سے خطوط کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اس میں چار

---

(۱) آخر میں تعلیقات کے ذیل میں ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت وحدت المعروف شاہ گل کے شاگرد حضرت سعد اللہ گلشن تھے۔ اُن کے شاگرد عندلیب (اور ولی گجراتی بھی) اور عندلیب کے صاحب زادے خواجہ میر درد اور میر اثر سب ایک ہی سلسلے کے تھے۔

مکتوبات حضرت محمد معصومؒ (م، ۱۰۷۹ھ) کے نام ہیں۔ ان میں سے تیسرے مکتوب میں بادشاہ اورنگ زیب کے احوال بھی ہیں۔ خود اورنگ زیب کے نام ۱۸، مکتوبات ہیں۔ کتاب کے آغاز میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ ''نمبر ۱۴۲، میں شرح احوال بادشاہِ دیں پناہ ہے۔ حافظ محمد محسنؒ دہلوی (م، ۱۱۴۷ھ) جو شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے اخلاف میں تھے اور دہلی میں انھی کے قریب دفن ہیں۔ وہ بھی حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلیفہ تھے۔'' یہ نادر مکتوبات مولانا حشمت علی خاںؒ نے رام پور سے ایک نادر نسخے سے نقل کر کے بہ غرضِ اشاعت ڈاکٹر صاحب کو پہنچائے تھے۔

۲۰- وصالِ احمدی (۱۹۶۸ء)

حضرتِ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا شیخ محمد بدرالدین (صاحب حضرات القدس) نے اپنے مرشد کے بالکل آخری ایام کے چشم دید واقعات فارسی میں رقم کیے اور ''وصالِ احمدی'' نام رکھا۔ یہ رسالہ ظہور عالم صدیقی مجددیؒ رام پوری نے قریباً ۱۳۱۶ھ میں اردو ترجمے کے ساتھ مراد آباد سے شائع کرایا تھا، رسالے کی افادیت اپنی جگہ مسلّمہ ہے اور اب نادر ہو چکا تھا۔ چناں چہ بعد میں ڈاکٹر صاحب نے من و عن ترجمہ ۱۹۶۸ء میں شائع کرایا۔ (جیسا کہ مقدمے سے ظاہر ہے۔)

۲۱- رسالۂ سلوک و مشائخِ طرقِ اربعہ (۱۹۶۹ء)

یہ دو مختصر رسالے ہیں پہلے کے مصنف حضرت میر نعمانؒ (خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ) اور دوسرے کے مصنف حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ ہیں، اوّل الذکر کا قلمی نسخہ ڈاکٹر صاحب کو مولانا محمد ہاشم جان مجددی سے حاصل ہوا، اور ثانی الذکر کی نقل کابل میں ابراہیم مجددی سرہندی کے کتب خانے سے حاصل کی پھر یہ دونوں نادر رسالے یک جا شائع کیے۔

یعنی یہ کام بھی آپ کی مساعیِ جمیلہ سے ممکن ہوا۔

اس میں سے پہلا رسالہ ’’رسالۂ سلوک‘‘ (میر نعمانؒ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ) کا اردو ترجمہ ڈاکٹر صاحب کے ایما پر ابوالفتح محمد صغیر صدیقی (م، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء) نے کیا تھا، اس سے قبل ڈاکٹر صاحب نے مولانا ابوالحسن زید فاروقی (م ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء) (دہلی) سے درخواست کی تھی کہ آپ ایک رسالہ ’’قیومیت‘‘ لکھ دیجیے، انھوں نے یہ رسالہ لکھ کر دہلی سے شائع کرایا، مگر زید صاحبؒ کی زندگی نے وفا نہ کی اور ’’قیومیت‘‘ کا کوئی نسخہ یہاں نہیں پہنچ سکا۔ ۲۰۰۱ء میں ڈاکٹر صاحب کے پوتے خانقاہِ مظہریہ دہلی گئے تو وہ اس کا ایک نسخہ لے آئے، چناں چہ انھوں نے رسالۂ سلوک مع اردو ترجمہ اور رسالۂ قیومیت کو یہاں سے ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔ زید فاروقیؒ کا رسالہ درجۂ قیومیت کی تفصیل وتشریح ہے اس کے لیے انھوں نے بالخصوص ’’برکاۃ الاحمدیہ الباقیہ معروف بہ زبدۃ المقامات‘‘ کے قلمی نسخہ ۵۳۳/ ۵۳۴ سے استفادہ کیا ہے۔ اس رسالے کی ابتدائی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے ایما پر لکھا گیا تھا:

> ’’محترمی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، آپ کا کارڈ ۴ر دسمبر کا آٹھ کو ملا، والحمدللہ علی الصحۃ۔ آپ نے اس عاجز سے مرتبۂ قیومیت کے بیان کے سلسلے میں کچھ مضمون طلب کیا ہے۔ یہ آپ کا حسنِ ظن ہے۔ اگر آپ اس مبارک موضوع پر کچھ تفصیل سے لکھیں تو بہتر ہو، مختصر طور پر جو اس عاجز کی سمجھ میں آیا ہے لکھتا ہے۔‘‘ (ص: ۵۳)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب صرف خود ہی سلسلے کی علمی خدمات میں مصروف نہیں رہے بلکہ جس شخص میں جیسی صلاحیت تھی، اُس سے اسی نوعیت کے علمی کام مکمل کروائے، تحریک دینا، شوق دلانا اور ذوق پیدا کرنے کا مبارک کام اس وقت تک سرانجام

نہیں دیا جا سکتا جب تک انسان خود اُس میدان میں کارہائے نمایاں انجام نہ دے رہا ہو۔

۲۲۔ مکتوبات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (۱۹۷۲ء)

سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ میں جیسی شان حضرتِ امام ربانیؒ کے مکتوبات شریف کی ہے کسی اور کی ہے ہی نہیں۔ ان معرکہ آرا مکتوبات شریف کے تین دفتر ہیں۔ دفترِ اوّل میں تین سو تیرہ مکتوبات ہیں۔ دفتر دوّم میں ننانوے مکتوبات ہیں اور دفتر سوم میں ایک سو چودہ مکتوبات ہیں، ایک ایک دفتر ضخیم و عظیم ہے اس کی اشاعت کا کام آسان نہیں ہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے حسنِ طباعت کے ساتھ محفوظ کیے کیوں کہ یہ تینوں دفتر اب نایاب ہو گئے تھے، ڈاکٹر صاحب نے کابل سے حاصل کیے۔ ایک دفتر بہت مشکلات اور کوشش سے حاصل ہوا، پھر ۱۹۷۲ء میں یہ تینوں دفتر حیدرآباد سے آپ نے شائع کرائے یہ ایک عظیم اور تاریخی کام ہے جو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

۲۳۔ لوائح خانقاہِ مظہریہؒ موسومہ بہ ''مکتوبات مدرسہ دیر'' (۱۹۷۵ء)

حضرت مظہر جانِ جاناںؒ (م،۱۱۹۵ھ) کے مکتوبات مع مریدین و متعلقین کے مکتوبات کا یہ مجموعہ ہے۔ اس سے قبل مظہر جانِ جاناں کے مکتوبات مع اردو ترجمہ (۱۹۶۲ء) میں دہلی سے شائع ہو چکے ہیں لیکن یہ غیر مطبوعہ مکتوبات کا الگ مجموعہ ہے۔ اس مجموعے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی کتابت شعبۂ اردو (جامعۂ سندھ) کے اساتذہ نے بالخصوص ڈاکٹر نجم الاسلام نے کی ہے۔ اس سے ایک طرف تو شعبہ کے صدر (ڈاکٹر صاحب) سے محبت کا اظہار ملتا ہے تو دوسری طرف ان اساتذہ کا خط شریف بھی محفوظ ہو گئے ہیں۔

یہ مکتوبات ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کو مولانا حنیف اللہ صدیقی کی معرفت ان کے بڑے بھائی محمد میر آغا جان (نور محل، ریاست دیر) جو سجادہ نشین ہیں، سے حاصل

ہوئے۔ اس کے لیے ڈاکٹر صاحب نے اوچ کا سفر اختیار کیا وہاں سے حضرت مظہر جانِ جاناںؒ کے دس اور اُن کے خلیفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م،۱۲۲۵ھ) کے نو غیر مطبوعہ مکتوبات حاصل ہوئے، اس کے علاوہ ۱۷۳، مکتوبات وہ ہیں جو حضرتِ مظہرؒ کے مریدین و متوسلین نے ایک دوسرے کو لکھے ہیں۔ ان مکتوبات کو حضرت مظہرؒ کے خلیفہ حضرت نسیمؒ نے جمع کیے تھے، اس کی بابت ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

> ''راقم الحروف نے اس ذخیرۂ مکتوبات کو علمی حلقوں سے روشناس کرانے کی سعادت حاصل کی، رسالہ اردو، کراچی میں اس سلسلے کی دو قسطیں بھیجیں، جولائی ۱۹۶۷ء کے شمارے میں حضرت مظہرؒ کے چند غیر مطبوعہ مکتوبات پیش کیے گئے، اور ان مکتوبات شریف کی کیفیت بھی درج کر دی گئی، پھر رسالہ اردو کی دوسری اشاعت بابت اکتوبر ۱۹۶۷ء میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے مکتوبات پیش کیے گئے۔''

۲۴- مکتوبات خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ (تین دفتر) ۱۹۷۶ء

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ (م،۱۰۷۹ھ) کے مکتوبات کے تینوں دفتر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں نے اپنے مرشد حضرت زوّار حسین شاہؒ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شائع کرائے۔ اس کے لیے ایک نسخہ خطی محمد ہاشم جان مجددیؒ نے فراہم کیا تھا۔ ان دفتروں کی تصحیح ڈاکٹر صاحب نے عبدالرشید نعمانی صاحب، مولانا غلام محمد عارفی صاحب ڈاکٹر ابوالفتح صغیر صدیقی اور اپنے مرشد زوّار حسین شاہؒ (م،۱۴۰۰ھ) کی معیت سے مکمل کی، ابتداء میں ایک مقدمہ (فارسی) مع خلاصۂ مکتوبات ہے، لیکن مقدمے کے آخر میں جو ''سنین عہد معصومیہ'' مرتب کیا گیا ہے وہ ہمارے محقق کی تحقیق پر دال ہے۔ جس نے ان مکتوبات کو تاریخی اہمیت بھی دے، دی ہے۔ گویا ڈاکٹر صاحب نے مشاہیر بزرگانِ نقش بند کے مکتوبات کو مرتب و شائع کرنے پر خصوصی توجہ دی ہے، اس لیے کہ مکتوبات داخلی شہادتوں کے ساتھ معاشی، علمی،

روحانی، ادبی اور فکری تحریکات کی وضاحت کا مؤثر ذریعہ ہوتے ہیں۔ ان مکتوبات کی اشاعت سے سالکین کے علم تصوف میں جوگراں قدر اضافہ ہوتا ہے۔ وہ بیان سے باہر ہے۔

۲۵- سندھ کے نقش بندی اولیاء (۱۹۷۶ء)

یہ ایک طویل تحقیقی مضمون ہے جو پہلی بار انگریزی میں Punjab Histotical journal میں شائع ہوا۔ اس کا Vol: نمبر 1976، J.R. SP. Vol, XIII-No.2 ہے۔ انگریزی میں اس کا عنوان تھا:

The Naqshbandi Saints of Sindh --------------------

یہ انگریزی مضمون آپ کی تصنیف Studies in Litrature میں بھی شامل ہے۔ لیکن کتاب میں شامل ہونے سے قبل ہی ڈاکٹر صاحب نے اسے اردو میں بھی منتقل کر دیا تھا اور ۱۹۹۳ء میں گورنمنٹ کالج ناظم آباد کراچی کے میگزین ''روایت'' کے سندھ نمبر میں شائع ہوا، اور اُس کے بعد ۲۰۰۲ء میں سرفراز احمد خاں نے اس طویل مضمون کو کتابی صورت میں شائع کیا۔ اس طویل مضمون کو سندھ میں مسلمانوں کی آمد کے قدیم ترین دور ۷۲۷ء/۱۰۹ھ سے تا حال نقش بندی بزرگوں کی جزوی تاریخ اور مکمل تذکرہ کہنا صحیح ہوگا۔ یہی وہ خطہ ہے جہاں سب سے پہلے مبلغین برِصغیر پاک و ہند میں دینی برکات لے کر آئے۔ اس میں پہلا تذکرہ حضرت ابوترابؒ کا ہے۔ ان سے متعلق معلومات کے لیے ہمارے مصنف نے پہلے سندھ گزیٹر (کراچی، ۱۹۰۷ء) سے استفادہ کیا لیکن ان معلومات کو ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم کی تصنیف صنادید سندھ (۱۹۷۰ء) سے استفادہ کرتے ہوئے صحیح کیا۔ اس کے بعد (۹) بزرگوں کے اسماء اور ان کے ادوار کا تعین کیا ہے۔ جس سے سندھ میں تعلیماتِ اسلام کے عام ہونے کا پتا ملتا ہے۔ ان میں آخری بزرگ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹویؒ (م، ۱۷۶۰ء) ہیں۔ دینی موضوعات پر ان کی تین سو کتابیں ہیں اور آج بھی ان پر تحقیق و

تحریر کا کام ہورہا ہے۔ ان علماء کے بعد سیّد علی مکّیؒ کا نام ہے۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن سے متعلق ڈاکٹر صاحب ہی کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کے ایک مقالے (غیر مطبوعہ) میں ڈاکٹر خدیجہ میمن نے تحقیق کی ہے (۲۰۰۰ء) کہ ان سے راشدیہ خاندان اور پیر پگارا خاندان چلا تھا۔ پھر متعدد بزرگوں کے اسماء اور ادوار ہیں یہ سب نقش بندی بزرگ تھے لیکن اس ابتدائی دور میں ’’سندھ میں اسلام کا آغاز‘‘ ظاہر کرنا مقصود ہوگا۔ البتہ خدیجہ میمن نے سیّد علی مکّیؒ کو نقش بندی ہی کہا ہے ان کی اولاد میں پیر سیّد راشد علی بھی نقش بندی تھے۔ پھر قادری سلسلے میں بیعت ہوئے یوں راشدیہ خاندان قادری سلسلے میں شمار ہوا۔

اب ہمارے مصنف کا لکھنا ہے: ’’حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ (م،۱۶۲۴ء/۱۰۳۴ھ) اپنے غیر معمولی فیوضات و برکات لے کر برصغیر پاک و ہند میں جلوہ فرما ہوئے۔ سندھ میں حضرت مجدد قدس سرہٗ کے قدیم ترین مرید شیخ موسیٰ‘‘ تھے اور پھر ان کے صاحب زادے شیخ الحق‘‘ تھے جن کا تعلق سہون سے تھا۔‘‘ گویا یہاں سے سلسلۂ نقش بند کے بزرگوں کے سندھ پر دینی، علمی اور تہذیبی احسانات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جس میں خاندانوں کے شجرے تفصیل سے دیے ہیں، ان کے مکتوبات کے حوالے، ان کی دین تصانیف، قرآنی تراجم و تفاسیر کے تذکرے مکمل تحقیق کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ بعض بزرگوں کی جائے تدفین تک درج کی ہے۔ جب ایک خاندان کا تذکرہ مکمل ہوجاتا تو پھر دوسرے خاندان کے امجد کا ذکر ہوتا ہے اور اس کی اولاد کی تفصیل ہے۔ حواشی میں ان بزرگوں پر مکمل ہونے والے تحقیقی و تحریری کاموں کے حوالے بھی درج ہیں۔ ایک جگہ غلام محمد معصومؒ کے نویں صاحب زادے صفی اللہ (م،۱۷۹۸ء) کی اولاد کا تذکرہ ہے۔ ان میں آخری فرد صدر المشائخ فضل عثمانؒ کا ذکر ہے جن کا انتقال ۱۹۷۳ء میں لاہور میں ہوا اور کابل میں ان کا مزار ہے ان کا قطعۂ تاریخِ وفات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے لکھا

جو مرحوم کے لوحِ مزار پر کندہ ہے اس قطعے کے ہر مصرعے سے سالِ وفات برآمد ہوتا ہے۔

اس غیر مردف قطعے کے اشعار بھی قابلِ ذکر ہیں:

۱۳۹۳ھ شمسِ علماء امیر متقیاں رہبرِ دیں ، نصرتِ عقبیٰ ۱۳۹۳ھ
۱۹۷۳ء فضلِ عثمان قبلۂ دارین صدر و بدرِ مشائخ تقویٰ ۱۳۹۳ھ
۱۳۹۳ھ حاج و حافظ، فقیہ نیک سگال فاضلِ دود مانِ راہِ صفا ۱۳۹۳ھ
۱۳۹۳ھ گشت صبح بروج و قطب مدار عارفِ زندہ دل ز فضلِ خدا ۱۹۷۳ء
۱۳۹۳ھ آہ از واسطۂ حقیقت رفت ہم طریقت شود ز قدر جدا ۱۳۹۳ھ

سندھ کے کم و بیش تمام نقش بندی بزرگوں کے تعارف اور خدماتِ علمی کے تذکرے کے ساتھ یہ مضمون ان سطور پر ختم ہوتا ہے:

> ''اس سلسلے میں جو حضرات مزید معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کی سہولت کے لیے اس موضوع پر قلمی نسخوں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے جو سندھ کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔''

پھر آٹھ کتب خانوں کے صرف نام ہی نہیں بلکہ وہاں موجود قلمی مخطوطات کی فہرست بھی دی ہے جس میں سب سے زیادہ مولانا حافظ ہاشم جان صاحب ٹنڈو سائیں داد کے ذاتی کتب خانے میں مخطوطات کی تعداد ظاہر کی گئی ہے جو ۳۹ ہیں۔

۲۶- سبیل الرشاد (۱۹۷۷ء)

اس نادر رسالے کا قلمی نسخہ بھی ڈاکٹر صاحب کو حافظ محمد ہاشم فاروقی مجددیؒ (م ۱۳۹۵ھ) کے کتب خانے سے ملا تھا۔ یہ رسالہ خواجہ عبدالاحدؒ (المتخلص وحدتؔ) (م ۱۱۲۶ھ) کا ہے۔ جو عربی اور فارسی میں ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں نے اس مکمل رسالے کا اردو ترجمہ ۱۹۶۷ء میں حیدرآباد سے ''الرحیم'' میں شائع کرایا تھا۔ مگر اس وقت

مصنف کا نام معلوم نہیں تھا، بعد از اشاعت آپ نے غور کیا کہ ورق ۲ (ب) پر ''بالجنات الثمانیہ'' درج ہے اور یہ خواجہ عبدالاحدؒ وحدت کی تصنیف ہے، نیز ان کی تصنیفات کی فہرست میں اس کا نام ''سبیل الرشاد'' ہے اصل تحریر مع اردو ترجمہ (بالمقابل) آپ نے حیدرآباد شائع کیا۔ اس مختصر کتاب میں سلوک کی منازل اور اُن کی تشریحات ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس قدر عام فہم زبان میں اس کا ترجمہ (بعض جگہ دائرے بنا کر یعنی نقشے کے ذریعے، اصل نسخے کے عین مطابق) کیا ہے کہ کوئی بات مبہم نہیں رہتی۔ اس رسالے سے سالکین کو مقامات تصوف کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور ہر مقام کی فضیلت کا بھی علم ہوتا ہے۔

۲۷- حضرات القدس (۱۹۸۳ء)

حضرت مولانا بدرالدین سرہندیؒ (خلیفہ خاص حضرتِ مجدد الف ثانیؒ) کی لاجواب اور بے مثل تصنیف ہے، یہ سلسلۂ نقش بندیہ کے بزرگان و خواجگان کا مستند و معتبر تذکرہ (فارسی) ہے، اس کے دو دفتر ہیں، پہلے دفتر کا اردو ترجمہ حافظ محمد اشرف صاحب نے ۱۹۸۱ء میں کیا اور سیالکوٹ سے شائع ہوا۔ اس میں بھی انھوں نے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں سے استفادہ کیا ہے۔ مقدمے کے صفحہ: ۹، پر لکھا ہے۔ ''چند مقام پر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مدظلہٗ (حیدرآباد سندھ) نے تحقیقی حواشی مرحمت فرمائے تھے، اپنے مقام پر تحریر کر کے وہاں ان کا نام لکھ دیا ہے۔'' دوسرے دفتر کا ترجمہ ڈاکٹر صاحب نے کیا اور سیالکوٹ ہی سے ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء میں اسلام آباد سے شائع ہوا۔ یہ سلسلۂ نقش بندیہ کی بہت بڑی خدمت ہے کیوں کہ یہ تذکرہ سلسلۂ نقش بندیہ سے متعلق تحریر و تصنیف میں بنیادی مآخذ کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور بہت سے بزرگوں کے حالاتِ زندگی اس میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی علم پروری اور سلسلۂ نقش بند کے لیے جذبۂ خدمت کے تحت ایک بہت اہم تصنیف اردو طبقے میں متعارف ہوئی ہے۔

یہ کام ڈاکٹر صاحب نے اُس وقت کیے جب فارسی ختم ہو رہی تھی اور انھیں اندازہ تھا کہ یہ علمی ذخیرہ بہت سے لوگوں سے ممکن ہے کہ پوشیدہ رہے۔ اس نیک جذبے کے ساتھ انھوں نے اردو میں وہ بھی نہایت سلیس زبان میں ترجمہ کر کے ایک طرف تو سلسلے کی علمی خدمت کرتے ہوئے بہت بڑا علمی ذخیرہ وقت کی گرد میں دَب جانے سے محفوظ کر لیا اور دوسری طرف اردو علمی میدان کو وسعت بھی دی ہے۔

۲۸- زبدۃ المقامات (۱۹۸۶ء)

یہ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ (م،۱۰۴۵ھ) کی ضخیم وعظیم تصنیف ہے۔ اس کی حیثیت بزرگانِ نقش بند کے تذکرے کے علاوہ مسائل تصوف اور معمولاتِ روحانیت کو سمجھنے والی کتاب کی بھی ہے، یہ تصنیف فارسی میں ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے مکمل کتاب کا اردو ترجمہ کیا اور تحقیقی حواشی بھی مرتب کیے اس کام میں انھیں پروفیسر ڈاکٹر ابوالفتح صغیر الدین صاحب کا تعاون بھی حاصل رہا۔ یہ بہت مفید اور بلند پایہ تصنیف ہے، مصنف کے مکمل حالات اور اُس دور سے متعلق بہت اہم معلومات مقدمے میں پیش کر دی ہیں، یہ مقدمہ بطور مضمون بھی متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ صفحہ: ۸، پر قمر یزدانی نے قطعہ تاریخ لکھا ہے جس کے ۱۲، اشعار ہیں صرف تین شعر دیکھیں:

ترجمہ اِس کا غلام مصطفےٰ خاں نے کیا   جن کا اِس دنیائے حکمت میں کوئی ثانی نہیں
وہ ادیب محترم، دانشور نکتہ شناس   صدرِ بزمِ فکر وفن وہ فاضلِ روشن جبیں
ہے قمر سالِ طباعت اِس کا تذکارِ بدیع   تا ابد اِس سے جلا پائیں قلوبِ عاشقین
۱۴۰۷ھ

۲۹- باقیاتِ باقی (۱۹۹۰ء)

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ (م،۱۰۱۲ھ) کے متعلق ایک تقریب دہلی

(بھارت) میں اکتوبر ۱۹۸۹ء میں منعقد ہوئی تھی، ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کو اس میں مقالہ پڑھنے کی دعوت دی گئی مگر بوجہ آپ شریک نہ ہو سکے۔ یہ مقالہ اُسی تقریب کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ جو بعد میں اضافے اور ضمیمے (نیز اشاریے) کے ساتھ کتابی صورت میں ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔ اگرچہ کتاب پر سالِ اشاعت درج نہیں ہے لیکن اس کتاب کا پہلا ایڈیشن (مختصر تعداد) ڈاکٹر صاحب کے قلمی عکس (۱) میں شائع ہوا تھا۔ اس پہلے ایڈیشن کی وصولی پر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے ہمارے مصنف کو ایک خط لکھا تھا۔ جو اُن کے عکسی خط کے طور پر ''تحقیق'' شمارہ، ۱۱-۱۰ (صفحہ:۴۶) پر شائع ہوا ہے جس پر تاریخ ۱۸/ جولائی ۱۹۹۰ء درج ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ''باقیاتِ باقی کے مطالعے سے نہ فقط میری ناقص معلومات میں صحیح طور پر اصلاح ہوئی ہے، بلکہ موضوع کے سلسلے میں کلی طور پر تسلی ہوئی ہے، آپ نے حضرتِ مجدد الف ثانیؒ کے اعلیٰ اسلامی کردار کے سلسلے میں مجتہدانہ مدافعت کا حق ادا کیا ہے، و مرداں چنین کنند... جزیاتی تفصیل و تجزیہ سے معیاری علمی تحقیق کی مثال پیش کی ہے۔''

اس کتاب میں حضرتِ باقی باللہؒ کے حالات محققانہ انداز میں مرتب کیے گئے اور شاید آپ سے متعلق اتنی تفصیل (مع طویل حواشی) کہیں اور نہیں ملتی، پھر آپ کی تعلیمات کو ان کے رسائل، مکتوبات کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ پر تحقیقی مقالہ بھی ہے۔ لہٰذا یہ اپنے موضوع پر تام و کمال کتاب ہے۔

۳۰- ''دیوانِ میرزا مظہر جانِ جاناں مع خریطۂ جواہر'' (۱۹۸۸ء)

حضرت مظہر جانِ جاناںؒ (م، ۱۱۹۵ھ) کا فارسی دیوان مع خریطۂ جواہر پہلی بار

---

(۱) یہ قلمی عکس حکیم محمد سعید شہید کی خواہش پر شائع کرایا تھا کہ وہ مدینۃ الحکمۃ کے شعبۂ مخطوطات میں ڈاکٹر صاحب کی عکسی کتاب محفوظ کرنا چاہتے تھے۔

۱۲۷۱ھ میں کان پور سے شائع ہوا تھا، عرصے سے نایاب تھا، ڈاکٹر صاحب کو مولانا حشمت علی خاں (رام پور) سے ایک نسخہ ملا تو آپ نے عکس لے کر یہاں سے شائع کیا، نیز یہ بھی کیا کہ عبدالرزاق قریشی مرحوم نے حضرتِ مظہر کے اردو اشعار جو مختلف تذکروں سے جمع اور طبع کرائے تھے، ڈاکٹر صاحب نے وہ اردو کلام بھی اس نسخے میں شامل کرلیا اور خریطۂ جواہر (جو حضرتِ مظہر کے فارسی اشعار کا انتخاب ہے) کو آخر میں پیش کرتے ہوئے مطالعۂ مظہر جانِ جاناں کو مکمل کر دیا۔ حضرتِ مظہر پر ہمارے مرتب کے چند اور مضامین پہلے شائع ہو چکے ہیں، جس سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی تاریخ میں استفادہ کیا ہے۔ مظہر جانِ جاناںؒ چوں کہ خود نقش بندی بزرگ تھے اس لیے دیوان کی اشاعت بھی اس سلسلے کی علمی خدمات ہی میں شمار کرنی چاہیے۔

☆☆☆

یہ تو ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی سلسلۂ نقش بندیہ سے متعلق تصنیفات و تالیفات کا مختصر تعارف و جائزہ تھا۔ تاکہ ڈاکٹر صاحب کے کام کی وسعت، اس کا معیار اور سطح دیکھتے ہوئے اس ضمن میں اُن کی علمی خدمات کا اعتراف کیا جاسکے، ورنہ کام تو اس تصنیف و تالیف کے علاوہ بھی بہت ہے۔ صرف حضرتِ مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت و تعلیمات پر کئی مضامین ہیں۔ حضرت ہاشم کشمیؒ، عبدالحق محدث دہلویؒ کے مکتوبات، حضرتِ مظہر جانِ جاناں، غلام نبی نقش بندی کی مثنوی اور ایسے کئی بزرگوں پر ڈاکٹر صاحب نے عالمانہ و محققانہ مقالات قلم بند کیے ہیں۔ سلسلۂ نقش بندیہ کی تعلیمات و بزرگان پر متعدد اہلِ قلم کی کتابوں پر دیباچے اور مقدمے بھی آپ نے قلم بند کیے۔ جن میں سے اکثر مقدمات بلند پایہ تحقیقی مقالات یا اعلیٰ علمی تنقید کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمالِہ
حَسُنَت جَمِیعُ خِصالِہ
صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدیؒ

کتبہ گوہر قلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشورِ پنجم

جو آنکھیں ہیں تو پڑھ شیخ مجدد کی وہ تحریریں
نہاں ہیں جن کے ہر نقطے میں دین و دل کی تفسیریں

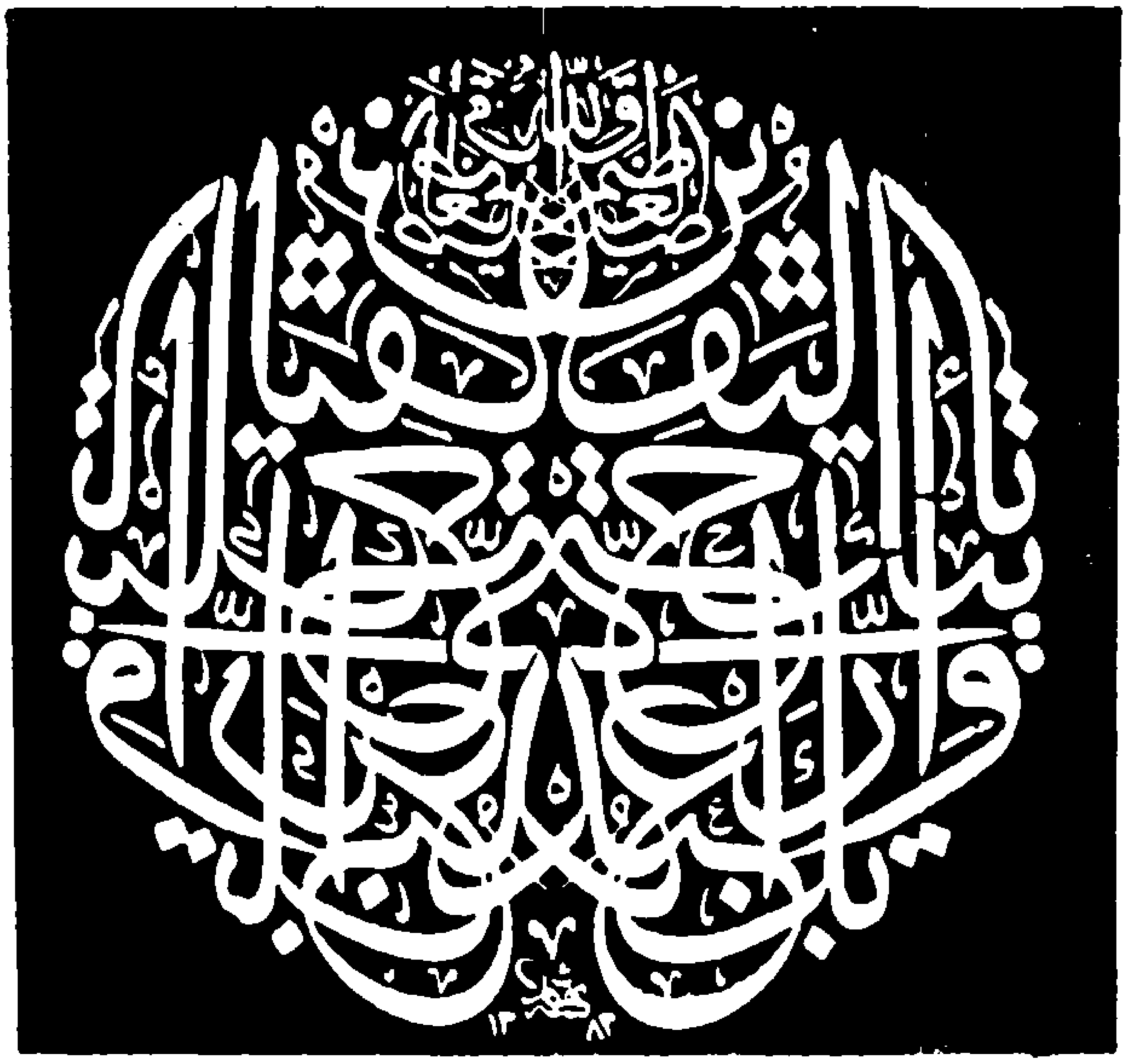

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مرقعاتِ علمی

☆

ابوالسرور محمد مسرور احمد

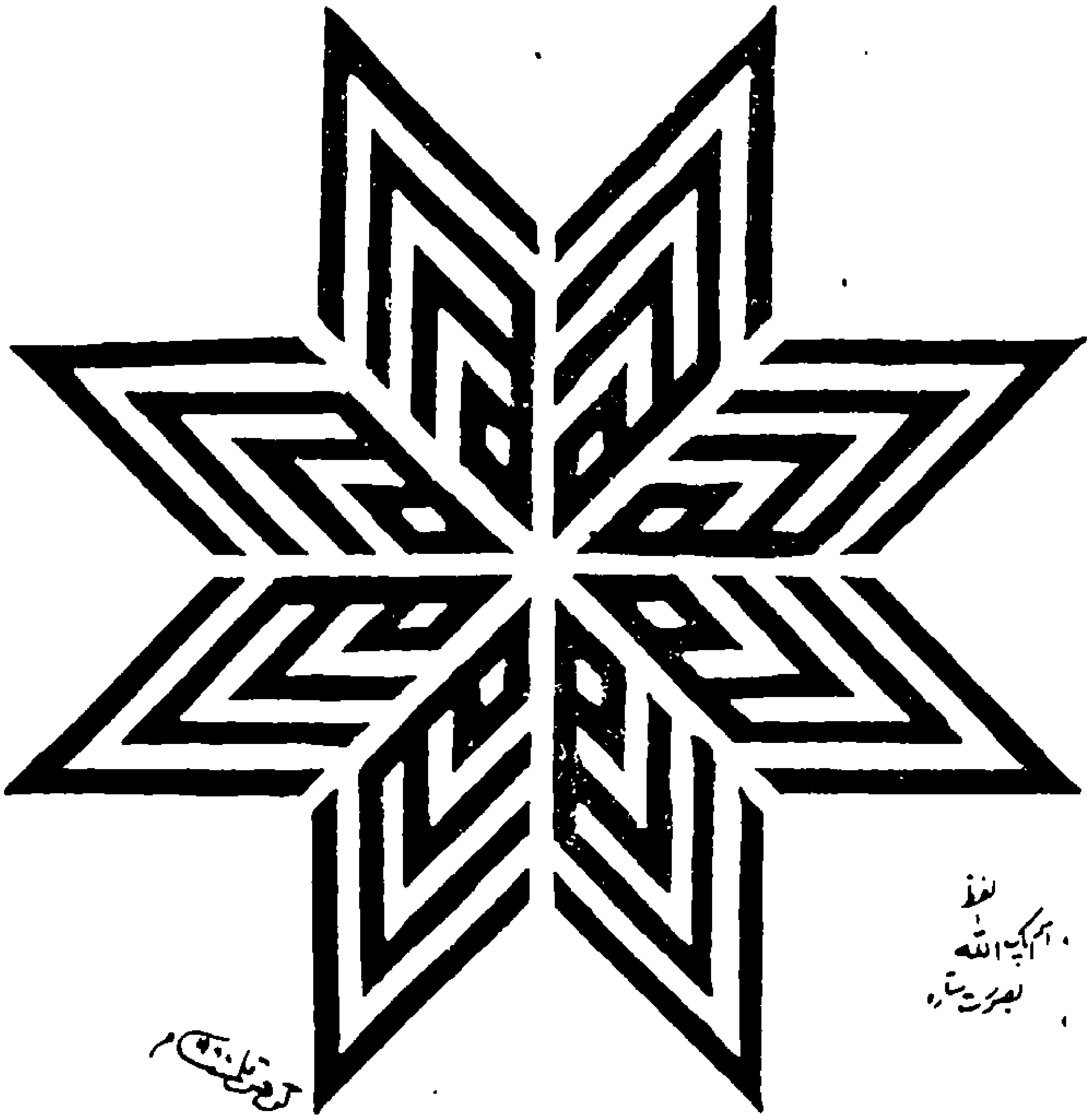

لفظ
اکبر اللہ
بصورت ستارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۱)

مرقعاتِ علمی

اکابر مشائخ نقشبندیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

☆......رسالہ مقاصد السالکین، خواجہ عبدالخالق غجدوانی (م۔ ۵۷۵ھ)، صفحہ اول و آخر

☆......رسالہ جامع الکلم، خواجہ عبدالخالق غجدوانی، صفحہ اول

☆......رسالہ خواجہ عزیزاں، خواجہ علی رامیتنی (م۔ ۷۱۵ھ)، صفحہ اول و آخر

☆......رسالہ قدسیہ، خواجہ محمد پارسا خلیفہ خواجہ علاء الدین عطار (م۔ ۸۰۲ھ)، صفحہ اول و آخر

☆......رسالہ محبوبیہ، خواجہ محمد پارسا، صفحہ اول و آخر

☆......رسالہ خواجہ عبیداللہ احرار (م۔ ۸۹۵ھ)، صفحہ اول و آخر

(عکس بشکریہ: قاری احسان اللہ، کوئٹہ، پاکستان، ۴رفروری ۲۰۰۶ء)

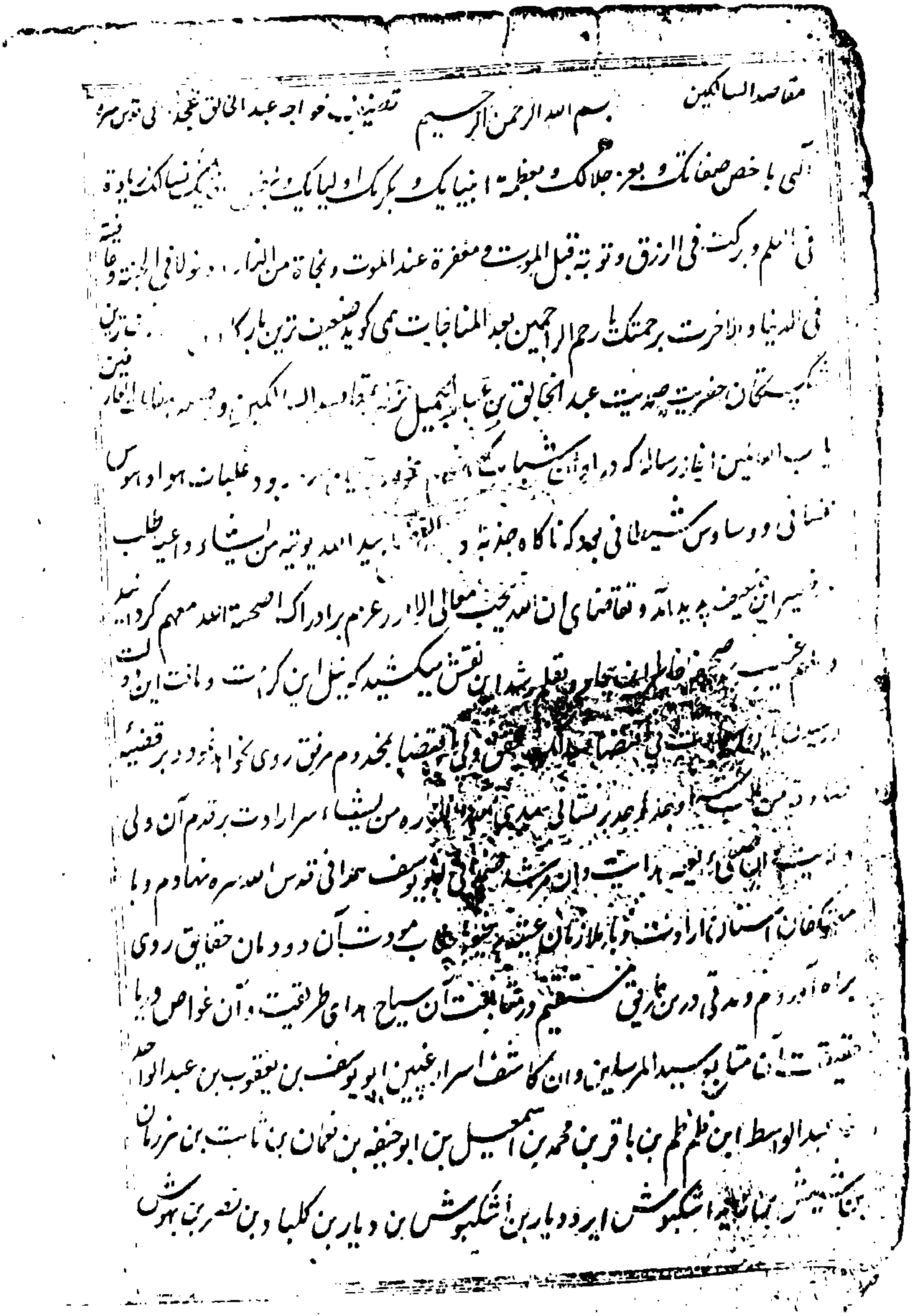

مقاصد السالکین

بسم الله الرحمن الرحیم تصنیف خواجه عبد الخالق غجدوانی قدس سره

الهی باخص صفاتک و بعز جلالک و بعظمة انبیایک و برکات اولیایک [illegible] نسالک زیادة

فی العلم و برکة فی الرزق و توبة قبل الموت و مغفرة عند الموت و نجاة من النار [illegible] دخولا فی الجنة و عافیة

فی الدنیا و الآخرة برحمتک یا ارحم الراحمین بعد المناجات می گوید ضعیف ترین بندگان [illegible] ترین

خاکساران حضرت صمدیت عبد الخالق بن عبد الجمیل [illegible] الکبیر [illegible] الغفار

[illegible] آغاز رساله که در اوائل شباب [illegible] بود و غلبات هوا و هوس

نفسانی و وساوس شیطانی بود که ناگاه جذبه [illegible] بیده الله یوتیه من یشاء داعیه طلب

و تیسیر این ضعیف پیدا آمد و بمقتضای ان الله یحب معالی الامور عزم بر ادراک الصحبة الله مهم گردانید

[illegible] غیب صحیح خاطر [illegible] و قلم [illegible] این نقش میکشید که بنیل این کرامت و ملازمت این دولت

[illegible] بمقتضای [illegible] بمقتضای بخدوم مرفق روی بخواهد [illegible] بر قضیه

[illegible] بعد تردد بسیار [illegible] من یشاء سر ارادت بر قدم آن ولی

[illegible] این [illegible] هدایت و آن مرشد حقانی ابو یوسف همدانی قدس الله سره نهادم و با

[illegible] آستان ارادت [illegible] ملازمان [illegible] آن دودمان حقایق روی

براه آوردم و مدتی در این طریق مستقیم در متابعت آن سیاح هوای طریقت و آن غواص دریا

حقیقت [illegible] سید المرسلین و آن کاشف اسرار غیبی ابو یوسف بن یعقوب بن عبد الواحد

[illegible] سید الاوسط ابن ظلم ظلم بن باقر بن محمد بن اسمعیل بن ابو حنیفه بن نعمان بن ثابت بن مرزبان

بن [illegible] اشکبوش ایزدیار بن اشکبوش بن دیار بن کلباد بن نصر بن بهوش

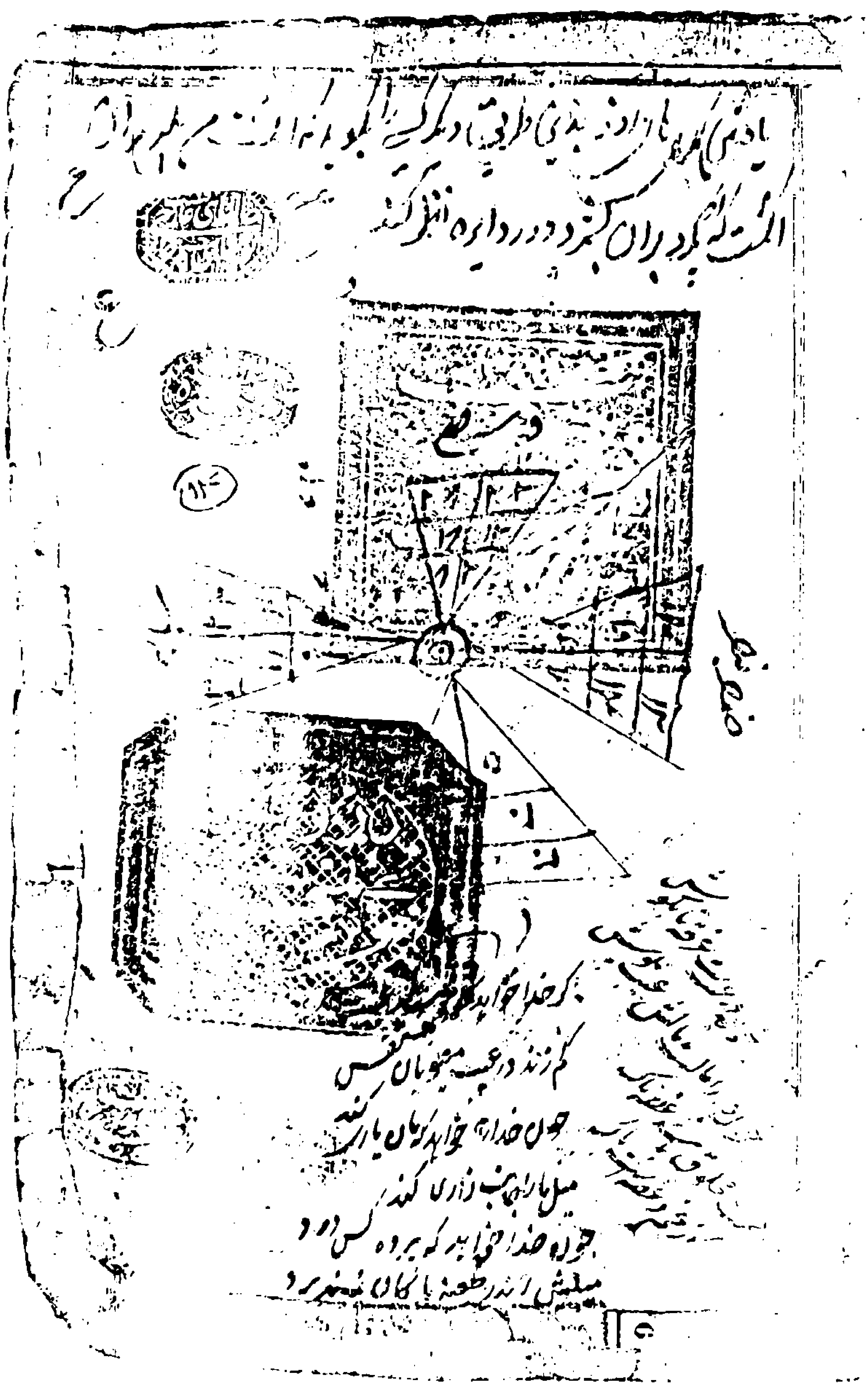

یا دشمن [illegible] بدی [illegible] دیگری را [illegible] برابر [illegible]
انگشت که باید بر آن بگذارد و در دایره انبر کند

گر خدا خواهد [illegible]
کم زند در عیب معیوبان نفس
چون خدا خواهد که مان یاری کند
میل ما را جانب زاری کند
چون خدا خواهد که پرده کس درد
میلش اندر طعنه پاکان برد

[illegible]

کمیان وی و خدای عز و جل چهارم رد مظلمهای خلایق چندانکه قوت دارد پنجم کداختن
کوشتی که از حرام رسته است و ششم چشانیدن بدن خود را الم
طاعت کردن همچنانک خلاف معصیت چشیده بود
حلاوت طاعت نیز بچشد

۲۳

تم الرسالة بیمن الله
توفیقه
تم

جامع الکلم من تصنیف خواجه عبدالخالق غجدوانی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة علی رسوله محمد و آله اجمعین چون مرد سالک بدین دقایق موصوف کردد از چشمه معرفت قطره در جام جانش چکانند که ابداً الآباد مست حضرت کردد یا بنی ای پسرک من ترا وصیت میکنم که تقوی را شعار خود سازی و وظایف عبادت را ملازمت کنی و دایم از حق ترسان باشی و حقوق خدایرا و حق رسول را ادا کنی و حق پدر و مادر را نکاه داری بدین خصلتها برضای خدای تعالی مشرف کردی و فرمان خدای تعالی را نکاه داری تا حق تعالی حافظ و معین تو باشد و بر تو باد که خواندن قرانرا نمانی خواهی ظاهر خواهی در مصحف و قرانرا با تدبر و تفکر و خوف کریه خوان و در جمیع احوال بقرآن باز کرد که حجت خدای تعالی بر خلق قرانست و دیکر قدم از طلب علم دور مدار و علم فقه و حدیث بیاموز و از صوفیان جاهل دور باش که ایشان دزدان دین اند و راه زنان مسلمانان و بر تو باد که ملازمت سنت کنی و بر مذهب ایمه سلف باشی و با جوانان و زنان اهل بدعت و با توانکران صحبت نداری که دین ترا ببرند و از دنیا بدو کروه راضی باشی و از صحبت آدمیان بدو فقیر بسنده کنی و ملازم خلوت خود باشی و حلال خور که مفتاح خیراتست و از حرام دور باش تا زود آتش نسوزدت و حلال پوش تا حلاوت یابی از عبادت و دایم از جلال حق ترسان باشی و فراموش مکن که روزی در موقف حساب خواهی ایستادن و نماز در شب و روز بسیار کذار و جماعت را ترک مکن بی آنکه تو امام یا موذن باشی و در قبالها نام تو منویس

١٢٠

بسم الله الرحمن الرحیم رساله خواجه عزیزان خواجه علی رامتنی قدس سره

٢٥

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی رسوله محمد و آله اجمعین بدان ای دوست خدای ادک الله
تعالی صدقا و نقیا و دولة و اقبالا و عزا و جلالا که روندگان راه را ده شرط است نگاه داشتنی
شرط اول آنست که با طهارت باشی و طهارت بر انواع است طهارت ظاهر و طهارت باطن
و طهارت دل و طهارت سر طهارت ظاهر معلوم خاص و عام است ولیکن در پاکی و حلالی
آب تا امکانست احتیاط باید کرد و در پاکی و حلالی جامه که اثرهای بسیار دارد و طهارت باطن
از لقمه حرام و مشروبات که در حدیث آمده است که هر که یک لقمه حرام خورد چهل روز نه فریضه
او قبول است و نه نافله او و نه دعای وی مستجاب و طهارت دل از صفات ناپسندیده و از
غل و غش و کینه و حسد و مکر و خیانت و بغض و عداوت و محبت دنیا ظاهر که منظور
نظر خلق است تا پاک نمیشود نماز و طاعت او قبول نبود و طهارت سر از توجه کردنست
بغیر حق تعالی و قرائت قران و امر معروف و نهی منکر و اصلاح میان آدمیان و
وآموختن علم و آموزانیدن و رسول صلی الله علیه [illegible] یکب الناس
علی مساویهم فی النار الا حصائد السنتهم یعنی آدمیان را [illegible] انداخته میشوند
در روی از درودهای زبان ایشانست رباعی ایزد چو بنا کرد بحکمت تن و جان در هر
عضوی مصلحتی کرد نهان گر مفسدتی ندیده بودی ز زبان محبوس نمیکرد بزندان دهان
چون مریم رضی الله عنها خاموشی گزید عیسی علیه السلام را بطفلی در سخن در آورد که قال انی
عبد الله آتانی الکتاب چون مریم تن خاموشی گزیند اگر حق تعالی عیسی دل را در گویایی در آرد
هیچ غریب و عجیب نباشد بیت تا مریم تن غرقه قدسی نگزیند با نفخه احیا چو مسیحا نتوان بود
در خبر است که اهل بهشت را هیچ حسرتی بزرگتر از آن نیست که یک لحظه بر ایشان گذشته باشد
در دنیا که در و ذکر حق تعالی نگفته باشند یا بر پیغمبر صلی الله علیه و سلم صلوة نگفته باشند شرط
دوم و سیوم خلوت و عزلت از خلق نادیده در نامحرم ننگرد که رسول صلی الله علیه

چنانکه رسول صلی الله علیه وسلم فرمود کما تعیشون فکذلک تموتون وکما تموتون فکذلک تحشرون
الهی بحرمت مردان میدان طریقت که خوانندگان این رساله را توفیق عمل روزی کنی والسلام م ۱۱

تمت تمام شد

[illegible]

آتره طاوس وهر ار رقص کن در گلزار

قدسیهٔ خواجه محمد پارسا بسم الله الرحمن الرحیم علیه الرحمة والغفران

حمد و ثنای بیحد و منتها و شکر سپاس بی اندازه و قیاس حضرت بادشاهی را که جل ذکره
که طالبان وصال و مشتاقان جمال او را دلیل وجود او هم وجود است و برهان شهود او هم شهود
او نزد او بشناس او را نی بخود راه ازو خیزد بدو نی از خرد تلطف با ولیایک
فعرفوک ولو تلطف باعدائک لما جحدوک وصلوات متعالیات و تسلیمات متوالیات
حضرت سیدی را که جمیع انبیا را پیشوای بحق و همه اصفیا را رهنمای مطلق است خواجه
کونین سلطان همه آفتاب جان و ایمان همه و بر آل و اصحاب و خلفا و احباب او و محبان
و متابعان ایشان اجمعین الی یوم الدین بعد ما این کلمهٔ چندست از انفاس نفیسه و الفاظ متبرکه
حضرت علیه صدر مسند ارشاد و هدایت جامع نعوت و خصایص ولایت ملاذ زمان و قطب
اهل حقیقت و عرفان مظهر صفات ربانی مورد اخلاق سبحانی آنکه کشت بی کبر و ریا و
سینهٔ پر نور قدسی را چنین آینه وان لقای وی جواب و سوال مشکل از وی حل شود
بی قیل و قال شعر و علی تفنن واصفیه بحسنه یفنی الزمان وفیه مالم یوصف اروت له مدحا
فنا من فضیله تاملت الاجل عنها وقلت اعنی حضرت قدوة العارفین انسان عیون
المحققین وارث الانبیا والمرسلین شیخنا و سیدنا شیخ بهاء الدین محمد بن محمد البخاری
المعروف بنقشبند قدس الله روحه و طیب مشهده و نور ضریحه و نفعنا بمحبته والاقتدا الی
بسیرته و شیمته است از لطایف معارف که در اخلال اقوال در مجالس صحبت علی الدوام فی اللیالی
والایام بزبان مبارک ایشان میگذرانیدند و بندهٔ ضعیف محمد بن محمد بن الحافظ البخاری
وفقه الله سبحانه لما یحبه و یرضاه یعنی ازان کلمات قدسیه را از سر صدق و ارادت
و نیت تیمن و استرشاد در قلم می آورد و اکنون بامر و اشارت اعزه دوستان متعنا الله
ببقائهم و دوام برکة لقائهم حرفی چند ازان انفاس برای تبرک و استیناس در قید کتابت
در آورده تا چون طالبان صادق و مخلصان محق باستماع انتفاع گیرند چنان بود که گویا
شرف مجالس صحبت ایشان را دریافته باشند و از ایشان سخن شنیده ذکر احوال و مقامات
شریفه و کرامات و آثار عجیبه که از مبدا تا منتها بر ایشان گذشته است و اکثر من ان تعد
و تحصی است اگرچه درین وقت قومی در خور بسند بده است تا از نسیمات ریاض احوال عجیبه

وطیب است که بوقت خوردن او بنیت قوت طاعت باشد و چون حلال و پاک بود اسراف نکند پیت گرچه خدا گفت کلوا واشربوا از پی آن گفت ولا تسرفوا وچون خورد باید که با ذکر خدای تعالی بود که اگر بغفلت خورد همچنان بود که ذبیحه بی بسمل میخورد ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه ظاهر است این تقاضا میکند که خورد با عاقلان هم کاسه نشود و [illegible] با بدان کم نشین که صحبت بد گرچه پاکی ترا پلید کند آفتابی بدین بزرگی را ذره ابری ناپدید کند سنّم نقد از ناقصان رهمطلب زانکه این مایه کاملی دارد و در آرد بیارگاه حضور هر که همراه عاملی دارد و باید که پزنده طعام با طهارت و ذکر بود تا سبب غفلت و تیرگی نشود که خواجه خضر صلوات الله وسلامه علیه نزدیک خواجه خواجگان عبدالخالق غجدوانی قدس الله روحه آمدند و سفره حاضر ساختند خواجه خضر صلوات الله علیه وسلامه نخوردند وگفتند آنکس که این خمیر کرده است بی طهارت بوده است این لقمه لایق حق ما نیست رزقنا الله تعالی وطعم مجتبنا حلالا طیبا
آمین رب العالمین تمام شد

رساله خواجه عزیزان خواجه
علی رامیتنی قدس الله
تعالی سره

[illegible]

محبوبه خواجه محمد پارسا بسم الله الرحمن الرحیم

ابن مسعود رضی الله عنه قال جاء رجل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یا رسول الله کیف
تری فی رجل احب قوما ولما یلحق بهم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم المرء مع من احب اخر
جه البخاری ومسلم رحمهما الله فی الحدیث روایات اخر صحیحه از انفاس قدسیه مشایخ طریقت
قدس الله تعالی ارواحهم کار دیدار دل دارد نه گفتار زبان بدین پسندیده نباید کرد که گویی مسلمان شدم
مسلمانی گردن نهادن بود حکما ازلی را شعر الخیر اجمع فیما اختار خالقنا وفی اختیار سواه الشر
والشوم ونهی النفس عن الهوا تا نکشی نفس را از و نرهی مرد باید که تن بکار دهد در دل
مردوار بار دهد خرقه کوته کنی چه سود بود زهد کی جامه کبود بود قدم از خود برون نه از مردی تا
چگونه مقربی کردی قربت باید و هوا طلبی انیت بیچاره تا جاه طلبی شربت صدق را بجام
انجمن نوش کن توبه یار را بشکن تا حقیقت ترا نماید روی وارهاند ترا زهای و زهوی
و در صحیح مسلم رحمه الله صحابی رضی الله عنه نزدیک رسول صلی الله علیه وسلم آمد و گفت مرا سخنگوی
در مسلمانی که اصل باشد و بست دران زنم و بسخن دیگر حاجت نباید رسول صلی الله علیه وسلم فرمودند
قل امنت بالله ثم استقم بگو گرویدم بخدای عز و جل باز برین سخن راست باش و پای استوار دار
استقامت و راست باشیدن ان بود که چون یکی گفتی نیز دو نگوئی گفته اند تصوف دو چیز است
همسو نگریستن و یکسان زیستن الله و بس ما سواه هوس آنچه بینی و گوی از هستی بین و گوی
ز مرکز نیست نشود دو دوستی با و داد که مرکز نمیرد هر چه پای این دوستی رد گیرد پس پشیمانی کو
با که گیرد گر بشوق حق دلت شد مبتلا مرگ مرگی کی بود بر تو روا چون خدا گفتی حدیث حق
بر دل بکند ز آن حقیقة الذکر نسیان ما سواه باید که دل تو دایم اندوهگین کار وی بود اهل دنیا صید
شده ای ابلیس اند بکمند شهوت و اهل الله صید شدگان حق اند بکمند اندوه اندوه دین حصار است از حق

بقا و وجود محب را بمحبوب وصول تواند بود و جود محب که بقا یافته است بمحبوب از سطوات نور تجلی
مضمحل ناچیز گردد   در تو کجا رسد کسی تا نرود بپای تو   مرغ تو چون شود دلی تا نپرد ببال تو   بنابراین اهل
وصول را در مشاهدات قوای ایشان از تلاشی محفوظ بود . یحرق بالنار من یحس بها   ومن هو النار
کیف یحرق   مخالطت با خلق محفوظ باشد هیچ چیز از ممکنات سر واصل را از مشاهده محبوب باشتغال
بدو مشغول نتواند کرد چه رجوع واصل بهمه ۴۲ احوال بمحبوب خود بود نه شهود حق سبحانه او را احجاب خلق گردد
چنانکه صاحب فنا را و نه مخالطت او را احجاب حق سبحانه وتعالی گردد چنانکه نارسیدگان منزل
فنا را بلکه هر یک را در مقام خودی آنکه حجاب دیگری گردد مشاهده کند و فنا و بقا در وی باهم موجود بود
در فنا باقی بود و در بقا فانی بود الا آنکه در حال ظهور بقا فنا در وی مندرج بطریق علم بود و مراتب وصول
که سیر فی الله است از نهایت نیست زیرا که کمال اوصاف محبوب را غایت نیست و هرچه در دنیا بدان
رسند از مراتب وصول هنوز اول مرتبه باشد از آن مراتب نیست آنچه مانده است و بعمر ابدی در
آخرت بنهایت آن مراتب نتوان رسید و ازینجا شیخ طریقت شیخ عطار قدس الله سره میفرماید
اندر ره حق جمله ادب باید بود   تا جان باقیست در طلب باید بود   دریکدم اگر هزار دریا بکشی
کم باید کرد و خشک لب باید بود   و سیر بالله مقام مقام بقا بعد از فنا ست و سیر عن الله بالله مقام
تنزل است بمبالغ عقول خلق برای دعوت ایشان بحق . این مقام خاص پیغامبران مرسل است صلوات الله
علیهم اجمعین ما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی و درین مقام تنزل در هر امری
ایشان را رجوع بحق و دوام استغفار لازم بود و اولیا را ازین مقام
بتبعیت انبیا علیهم السلام بهره بود چنانکه فرمود قل هذا سبیلی ادعو
الی الله ببصیرت انا ومن اتبعنی وسبحان الله وما انا من
من المشرکین والله الهادی و
صلی الله علی خیر خلقه محمد
وآله اجمعین والطاهرین
وطیبین

هجر و وصل تو ام مرام باد [illegible]
[illegible]

[illegible] عشق [illegible]

طاعت بیش نیست ز   چو غلام آفتابم همه ز آفتاب گویم   نه شبم نه شب پرستم که حدیث خواب گویم   ودان
مو شده مظهر قبض و بسط شود تا سر و فی انفسکم افلا تبصرون معلوم وی شود القبض و البسط فی
الولی کالوحی للنبی و میفرمودند که ما هر چه یافتیم از علو همت یافتیم و بنده را گفتند وقتی که کلاه خود را
داوند که این را نگاه دار که هرچه گاه که وی را ببینی ما را یاد کن و چون ما را یاد کنی ما را بیابی به برکت این در خانواده
تو باشد وی را نگاه دار و حضرت خواجه علاء الدین رحمة الله علیه روزی بیرون می آمدند و بنده محزون
بودم فرمودند که چه حزن داری گفتم معلوم شما است گفتند معنی این سخن چیست   ما ذات نهاده
در صفاتیم همه   موصوف صفت مسخره ذاتیم همه   تا در صفتیم جمله ما بینیم همه   چون وقت صفت عین
عیانیم همه   و این سخن حکیم غزنوی خواجه سنائی رحمة الله علیه است که هر کس معنی گفته است اگر بنده را
گفتند توجه میکنی گفتم اشارت بتجلی ذاتست که و نفخت فیه من روحی بیان آن میکند بعد گفتند
غم پرست اگر دیر تر ملاقات شود ظاهرا   جانا تو کجا و من کجاییم   بیگانه مشو که آشناییم   حضرت
خواجه بنده را فرمودند که تا توانی باین حدیث عمل کنی که صل من قطعک و اعط من حرمک و اعف
عمن ظلمک که سعادت بسیار است و معنی وی آنست که بپیوسته با آنکه از تو بریده است و بده چیزها
از آنکه ترا محروم کرده است و چیزی بوقت احتیاج بتو نداده است و عفو کن از کسی که با تو ستم رسانیده است
و همه خلاف هوای نفس است و این حدیث فواید بسیار است و میگفتند که در حدیث است که الفقراء
الصبور هم جلساء الله تعالی یوم القیامة الی المقربون غایة القرب یعنی فقیران صبر کننده
همنشینان خدا باشند در قیامت یعنی نیک نیک برحمت او نزدیک اند و فرمودند که فقر بر دو نوع است
فقر اختیاری و فقر اضطراری فقر اضطراری افضل است که اختیار حق است نسبت بنده و میگفتند
که بی فقر ظاهر و باطن کار تمام نمیشود وقتی بود که ما را میسر نبود حالیا چیز بسیار شده است این فقر را
نعمت میدارد و حضرت خواجه علاء الدین عطار رحمة الله علیه میگفتند که همه قرآن اشارت بنفی وجود است

سر و که این ایت کرالا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون با این ایت کرانما المومنون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم متناقض نیست زیراکه درین ایت سلب خوف وحزن از اولیا بنسبت وعد والوهیت وصفات جمال حق است و درین ایت که وجلت قلوبهم بنسبت بشریت وجلال حق است و درین ایت که ومن یکفر بالطاغوت ویومن بالله الایه مراد ازین طاغوت ما سوای حق است ومیفرمودند که روزه ما نفی سواست ونماز ما ترک تراست و این بیت از یشان باین فقیر رسیده که رباعی

تا روی تو دیده ام من ای شمع طراز نی کار کنم نه روزه دارم نه نماز چون با تو بوم مجاز من جمله نماز چون بی تو بوم نماز من جمله مجاز

معنی وی انست که بعد از حصول شهود و وصول بمقصود معلوم میشود که طاعتی که لایق حضرت باشد نمیتوان آورد و ما قدروا الله حق قدره ما عظموا الله بعظمته ومیفرمودند که اگر یاری بی عیب جوی بی یار مانی و این بیت میگفتند

بنده حلقه بگوش ار ننوازی برود لطف کن لطف که بیگانه شود حلقه بگوش

ومیفرمودند که حقیقت اخلاص بعد از فنا دست میدهد تا بشریت غالب است میسر نمیشود و این بیت را میگفتند رباعی

ساقی قدحی کم نیم مستیم مخمور صبوحی الستیم
ما را تو ممالک ما با خویشتنیم بت
پرستیم تمت

تمام شد تاریخ ۲۴
شهر شعبان سنه ۱۰۶

[illegible]

[illegible]

وقل رب اغفر وارحم وأنت خير الراحمين

الحياء شعبة من الإيمان صلى الله عليه وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

(۲)

مرقعاتِ علمی

اکابرِ مجددیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

- ......سرورق، کلیات باقی مرتبہ ابوالحسن زید فاروقی وڈاکٹر برہان احمد فاروقی، لاہور
- ......سرورق، احوال وسخنان خواجہ عبیداللہ احرار، میر عبدالاوّل نیشاپوری (تصحیح وتعلیقات عارف نوشاہی) مرکز نشر دانشگاہی، تہران ۱۳۸۰ھ
- ......سرورق، شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ مع تعلیقات وحواشی حضرت مجدد الف ثانی، کراچی
- ......سرورق، شرح رباعیات خواجہ باقی باللہ مع تعلیقات وحواشی حضرت مجدد الف ثانی، لاہور
- ......شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: کشف الغین شرح الرباعیتین، مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۱۰ھ
- ......ستۃ ضروریہ (رسالہ انفاس نفیسہ، رسالہ خواجہ عزیزاں، رسالہ انسیہ، رسالہ قدسیہ، رسالہ نور وحدت رسالہ پرتو عشق) مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۲ھ

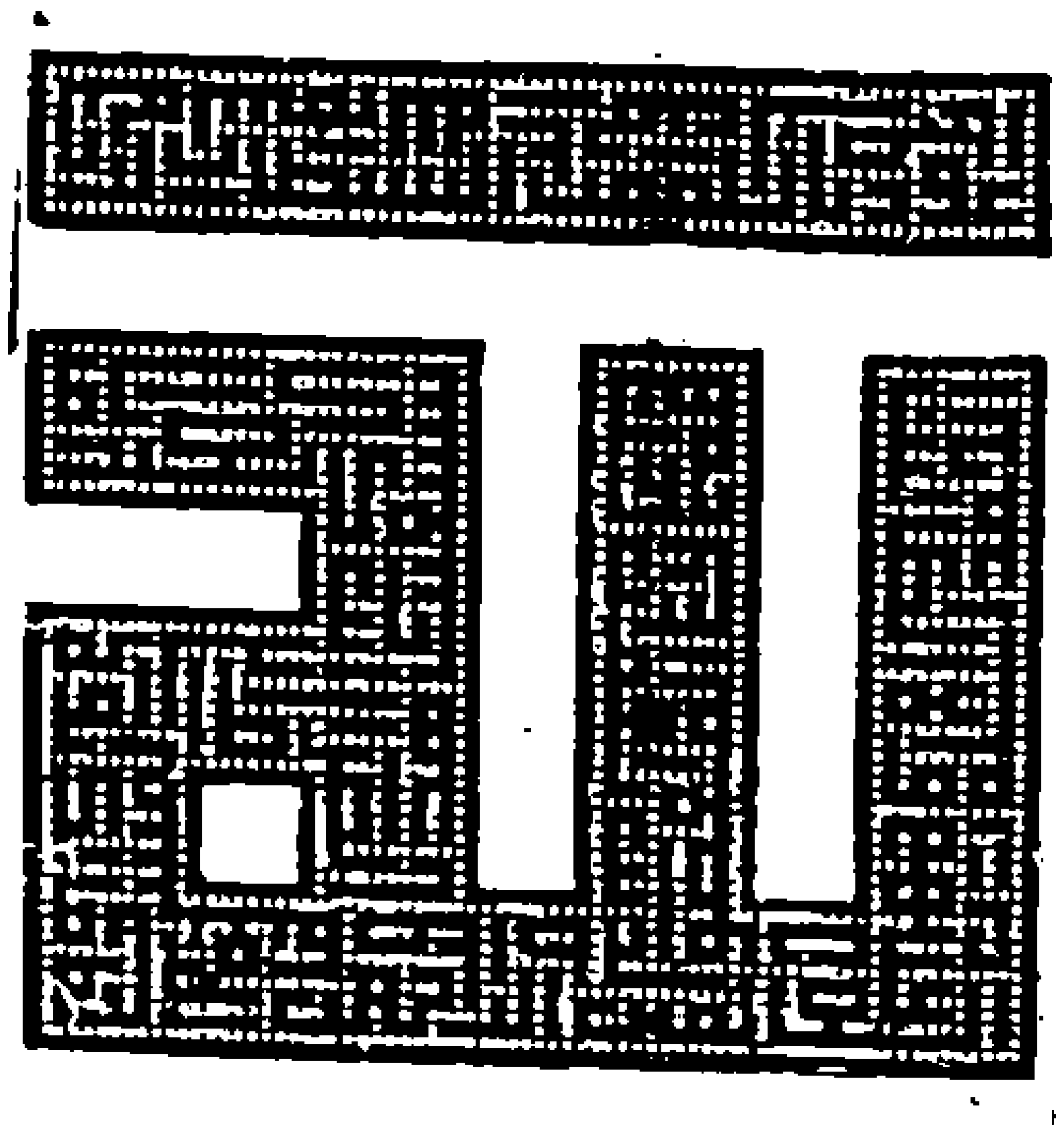

۵۷۱

کلیاتِ باقی باللہؒ

یعنی

مجموعۂ کلام و رسائل و ملفوظات و مکتوبات

مرتّبہ

مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب نقشبندی مجدّدی

و

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی (علیگ)

باعانت محکمۂ اوقاف مغربی پاکستان

ناشران

ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

۶۱۵۵۰

۵۷۲

احوال و سخنان

خواجه عبیدالله احرار

(۸۰۶ تا ۸۹۵ ق.)

مشتمل بر
ملفوظات احرار به تحریر میر عبدالاول نیشابوری
ملفوظات احرار (مجموعهٔ دیگر)
رقعات احرار
خوارق عادات احرار تألیف مولانا شیخ

تصحیح و با مقدمه و تعلیقات
عارف نوشاهی

مرکز نشر دانشگاهی، تهران

۶۱۵۶

۷۸۶

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(وہی اول ہے وہی آخر اور وہی ظاہر ہے وہی باطن اور وہی ہر چیز کا خوب جانے والا ہے)

شرح
رباعیات

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

مع

حواشی و تعلیقات

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ

مع اردو ترجمہ

مترجمہ

جناب ثناء الحق صاحب صدیقی۔ ایم اے (علیگ)

بنظرِ ثانی

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ

باہتمام

ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

۵۷۴

رسالہ

تعلیقات

بر شرح رباعیات

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

از افاضات

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ

○

(بہ ترتیب جدید)

○

ناشر

ادارہ سعدیہ مجددیہ، بیڈن روڈ۔ لاہور

۶۱۵۸

[illegible]

کشف الغین فی شرح الاربعین

١٣١٠ھ

در مطبع مجتبائی واقع دهلی طبع شد

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

للہ الحمد کہ درین آوان خیر و برکت اقتران مجموعہ تصوف رسائل حضرت اکبری نقشبندیہ اعنی

[illegible]

بتصحیح تام وتنقیح مالا کلام از اہتمام احقر الانام محمد عبد الاحد عفا اللہ عنہ الصمد

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

(٦)

مرقعِ علمی

امام ربانی کی تصانیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

- ......اشعار جالی شریف، مکتوبہ حضرت مجدد الف ثانی مخزونہ مدینہ منورہ
- ......جمال السلوک (قلمی) منسوب بحضرت مجدد الف ثانی مخزونہ کتب خانہ مدینہ منورہ
- ......لوامع الاسرار شرح عطویات الاسرار (قلمی) منسوب بحضرت مجدد الف ثانی'' مکتوبہ ۱۲۱۴ھ، ملا بوستان ابن ملا عبدالحنان
- ......مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی، خواجہ محمد سعید وخواجہ سیف الدین علیہم الرحمۃ
- ......مخطوطہ مکتوبات امام ربانی، مخزونہ سید محمد عاشق حسین شاہ نقشبندی مجددی
- ......نمونہ تحریر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ
- ......مخطوطہ، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول (سرورق، صفحہ اول، صفحہ آخر) مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم (سرورق، صفحہ اول، صفحہ آخر) مخزونہ کتب درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم (سرورق، صفحہ اول، صفحہ آخر) مخزونہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......فہرست مخطوطات ورسائل سبعہ، مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، مبداء ومعاد، صفحہ اول مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، معارف لدنیہ، صفحہ اول مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، مکاشفات غیبیہ، صفحہ اول، مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، تحقیق درکلمۂ طیبہ (رسالہ تہلیلیہ) صفحہ اول، مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، شرح بعض رباعیات، صفحہ اول، مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، رسالہ رد روافض، صفحہ اول، مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، تحقیق النبوت (اثبات النبوۃ) صفحہ اول، مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......سرورق مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد دوم نور الخلائق، دہلی ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء
- ......سرورق مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد اوّل، درالمعرفت، حصہ اوّل، دہلی ۱۲۸۸ھ

- ......مکتوبات شریف (حصہ اوّل) در المعرفت، مطبوعہ مطبع مجددی، امرتسر ۱۳۲۸ء
- ......سرورق مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، جلد اول، در المعرفت، حصہ اول، امرتسر ۱۹۱۰ء
- ......الدر المکنونات النفیسہ (ترجمہ عربی مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، ہر سہ مجلدات) معربہ محمد مراد منزلوی، مکہ معظمہ (سرورق صفحات نمبر ۲، ۳، ۱۳۹)، صفحہ ۱۸۶ اسرار المکنونات النفیسہ، جلد سوم وصفحہ ۱۸۷، خاتمۃ الطبع
- ......سرورق المکتوبات الربانیہ (ترجمہ وتخریج مکتوبات امام ربانی) ترجمہ محمد مراد منزلوی، تخریج مصطفیٰ حسنین عبدالہادی مطبوعہ بیروت ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء (جز اول، ثانی، ثالث)
- ......سرورق ترجمہ مکتوبات امام ربانی، قاضی عالم الدین نقشبندی، لاہور (قدیم وجدید ہر سہ مجلدات)
- ......سرورق مکتوبات امام ربانی (ترجمہ اردو سید زوّار حسین شاہ) ہر سہ مجلدات، کراچی
- ......سرورق دُرلاثانی (خلاصہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، ہر سہ مجلدات) ملخصہ محمد ہدایت علی نقشبندی، حیدر آباد، سندھ
- ......سرورق تجلیات ربانی، ترجمہ وتلخیص مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ از نسیم احمد فریدی، امروہوی، موسیٰ زئی (صوبہ سرحد)
- ......سرورق منتخبات مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، استانبول (ترکی)
- ......سرورق انتخاب مکتوبات شیخ احمد سرہندی، مرتبہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن، کراچی
- ......سرورق الشذرات الذہبیہ من المکتوبات المجددیہ معربہ شیخ محمد مراد مکی، اسلام آباد
- ......سرورق ارشادات از مکتوبات شریفہ امام ربانی، موسسۃ الافکار المجددیۃ العالمیہ، پاکستان
- ......سرورق فہارس تحلیلی ہشتگانہ مکتوبات احمد سرہندی، آرتھر بیولر، لاہور
- ......سرورق ومقدمہ شرح مکتوبات قدسی آیات، حصہ اول، شارح علامہ نصر اللہ ہوتکی، کراچی (سرورق ومقدمہ، صفحات ۱۸۔۲۵)
- ......سرورق معارف مکتوبات امام ربانی، محمد نعیم اللہ خاں صاحب خیالی (شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء)
- ......سرورق البیّنات شرح مکتوبات جلد اول، شارح ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی، گوجرانوالہ (پاکستان)

- ......سرورق مکتوبات امام ربانی (ترجمہ وشرح انگریزی)، جلد اوّل، شیخ محمد وجیہ الدین نقشبندی، لاہور
- ......سرورق المجموعۃ السنیۃ، ابوالحسن زید فاروقی، لاہور
- ......سرورق رسائل مجددیہ، لاہور
- ......سرورق رسالہ تہلیلیہ، امام ربانی مجدد الف ثانی، لاہور
- ......سرورق معارف لدنیہ، امام ربانی مجدد الف ثانی، لاہور
- ......سرورق اثبات النبوۃ، امام ربانی مجدد الف ثانی، لاہور
- ......سرورق مکاشفات غیبیہ، امام ربانی مجدد الف ثانی، لاہور
- ......سرورق مبداء ومعاد، امام ربانی مجدد الف ثانی، لاہور
- ......سرورق معارف لدنیہ، مدینہ پریس بجنور، ۱۳۵۱ھ

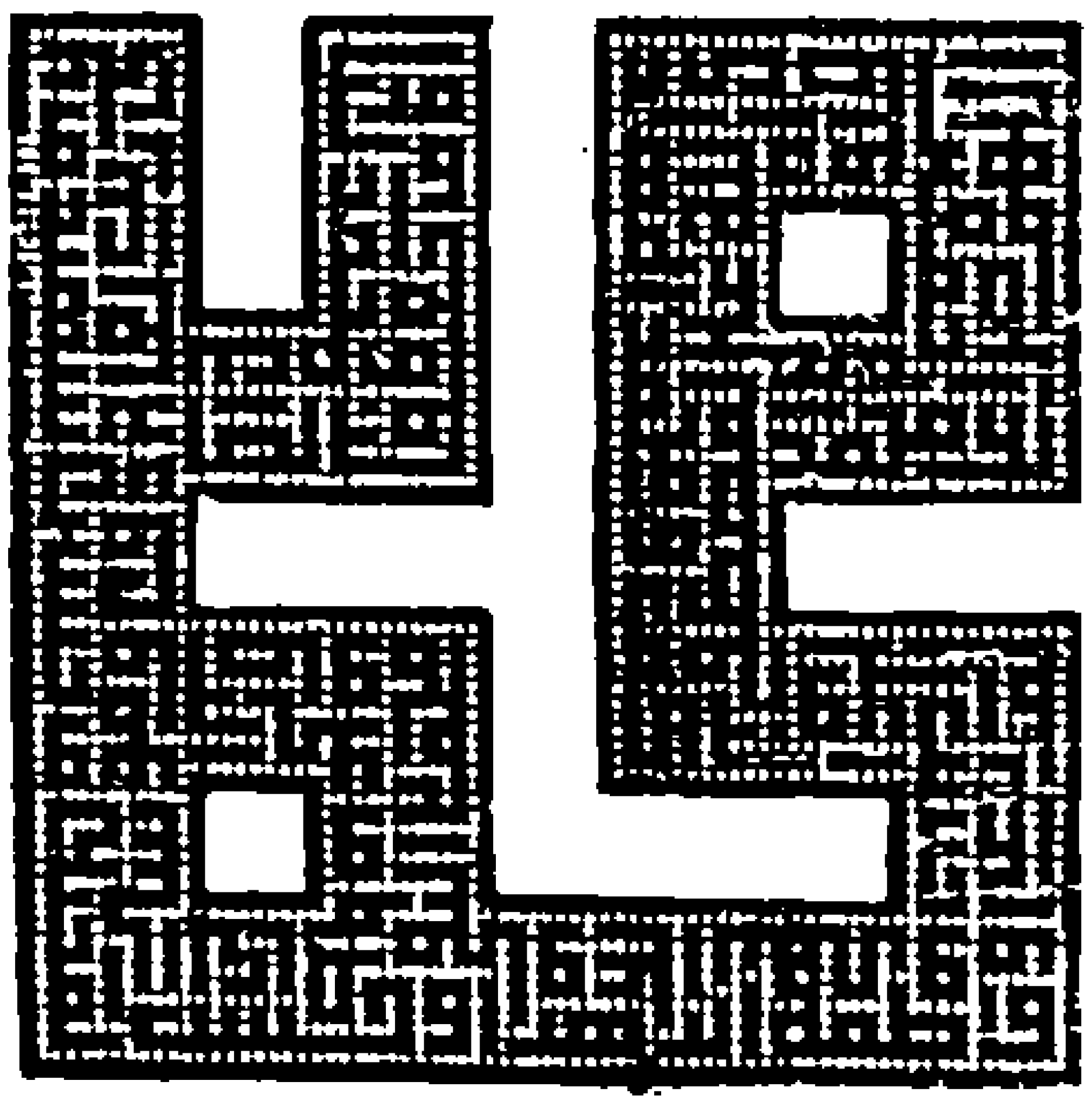

صلی اللہ علیہ وسلم

بسم الله الرحمن الرحيم
هذه القصيدة عرضت على شباك الحجرة الطاهرة النبوية
على مشرفها الف الف صلوة وتحية

يا سيدي يا رسول الله خذ بيدي　　ما لي سواك ولا ألوي على احد
فانت نور الهدى في كل كائنة　　وانت سر الندى يا خير معتمد
وانت حقا غياث الخلق اجمعهم　　وانت هادي الورى لله ذي السدد
يا من يقوم مقام الحمد منفردا　　للواحد الفرد لم يولد ولم يلد
يا من تفجرت الانهار نابعة　　من اصبعيه فروى الجيش بالمدد
اني اذا مسني ضيم يروعني　　اقول يا سيد السادات يا سندي
كن لي شفيعا الى الرحمن من زللي　　وامنن علي بما لا كان في خلدي
وانظر بعين الرضى لي دائما ابدا　　واستر بفضلك تقصيري مدى الامد
واعطف علي بعفو منك يشملني　　فانني عنك يا مولاي لم احد
اني توسلت بالمختار اشرف من　　رقى السموات سر الواحد الاحد
رب الجمال تعالى الله خالقه　　فمثله في جميع الخلق لم اجد
خير الخلائق اعلى المرسلين ذرى　　ذخر الانام وهاديهم الى الرشد
به التجأت لعل الله يغفر لي　　هذا الذي هو في ظني ومعتقدي
فمدحه لم يزل دأبي مدى عمري　　وحبه عند رب العرش مستندي
عليه ازكى صلوة لم تزل ابدا　　مع السلام بلا حصر ولا عدد
والآل والصحب اهل المجد قاطبة　　بحر السماح واهل الجود والمدد

اي لم امل [illegible]

رب تمم بالخير، انك على كل شيء قدير،

بسم الله الرحمن الرحيم، وبه نستعين، بك العون يا معين،

رب اشرح لي صدري، ويسر لي امري، واحلل عقدة من لساني يفقهوا
قولي، ربنا آتنا من لدنك رحمة وهيئ لنا من امرنا رشدا، سبحانك لا علم
لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم، بسم الله وبالله ومن الله والى الله
وعلى الله فليتوكل المؤمنون، بسم الله مجريها ومرسيها ان ربي لغفور رحيم
حسبنا الله ونعم الوكيل، حسبنا الله سيؤتينا الله من فضله ورسوله انا الى
الله راغبون، الحمد لله هادي من يشاء الى سبيله، ومغني من اقتناه لمعرفته بنور
يقينه عن اقامة برهانه ودليله، وجاذب من اصطفاه الى حضرة قدسه
مختطفا له من بين ابناء جنسه، وجبلة احمده حمدا مقولا بلسان الازل والابد
على الدوام، حمدا جديرا بنفسه فعجز عن الاحاطة به جميع الانام، واشهد ان
لا اله الا الله وحده لا شريك له في ملكه ولا نظير اذ هو الفرد الاحد اللطيف
الخبير، واشهد ان سيدنا محمدا عبده ورسوله البشير النذير السراج المنير صح الداعي الى الحضرة
العلية على بصيرة صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وخلفائه الراشدين الوارثين
صلاة تكون لنا عند الله ذخيرة اما بعد فان علم السلوك فرض عين
بلا خلاف على الذكور والاناث والعبيد والاشراف اذ الجميع مخلوقون
للعبادة بوصف الاخلاص واليقين، كما نطق به الكتاب المبين، بقوله تعالى

وما امروا

[illegible] حق

جبل بالكسر الصنف من الناس ق

قوله بحضرة [illegible] اطلقت [illegible] [illegible] ذلك فهو في حضرة [illegible]

والاشتغال بنحو فرض الكفاية قبل الفراغ من فرض العين معصية كما صرح به فانظر الى [illegible] ديارنا فضلا عن متعلميها فانهم يفتخرون بتعلم نحو المنطق الذي اختلفوا في جوازه ويفتخرون [illegible] وببعض مباح [illegible] بالاشتغال بالالات

[illegible] فانا لله وانا اليه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم اهـ

وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين ويقول الكتاب المكنون وما خلقت
الجن والانس الا ليعبدون وما اريد منهم من رزق وما اريد ان يطعمون و
العبادة بدون العلم هباء منثور والعابد على الجهل كالباني على امواج البحور
فتحتم حينئذ معرفة العبد والعبادة والمعبود فهذه الدعائم الثلثة عليها
المدار بالافادة والاستفادة وكتب السلوك لا تكاد تحصر كثرة ومن اجلها
وانفعها كتاب سلك العين لاذهاب الغين تسمية المصطفى عليه الصلاة
والسلام ونظم العارف الرباني سيدي عبد القادر بن حبيب الصفدي من
بلاد الشام ذكر نبذة من بعض فضائل الشيخ ومناقبه تعريفا بقدره وترغيبا
لمستفيد كتابه وطالبه كان رحمه الله تعالى ورضي عنه فيما بلغنا لطيف الذات جميل
الصفات حسن الصوت جدا عارفا بالكتاب والسنة وغيرهما من العلوم حتى
يعلم الالحان والنغم ولم يقدر له لقاء شيخ مرب ينبهه وانما فتح عليه من باب الجذب
وردت عليه حالة تجرد فيها عن الملابس الا قميصا واحدا وكان في ابتداء امره
يطافئه ويقبص بنور بدا الغرام ويشتد به الهيام ويسري فيه من العشق المفرط
والمحبة الزائدة اللازمة حتى يفيض عليه من اناء كبير فيشرب به جسده من
شدة الحرارة فلا يصل البلل الى سرته من شدة الحرارة الكائنة في جسده
وينفرد الايام في البوادي والصحاري حتى جاءته العناية ودافته الهداية
فاجابه ح آه

قوله يطافئه اي اذ ذاك آه الكآبة على الوجد
قوله [illegible] والعذاب
قوله الغرام [illegible] اي ما صب
قوله [illegible] آه [illegible]
والهيام بالضم الجنون من العشق ح

في الماء ح آه

في البوادي ح آه

في القران على سبيل المدح ويترتب عليه الثواب وذلك الشغل بالله
والملك حظ ليس في القران مطلقا او بحسب الارسال وعلى
التعميد بحسب الذكر والوسيلة بل يتلبه النفس بل يلبس بذلك الشغل [illegible]
في الباطن [illegible] اعظم [illegible]
يوم القيامة [illegible] في الباطن [illegible]
هواه وكل من يكون [illegible] فهو رياء وباطل يترتب عليه
العقاب لزعم اهل الرياء يعدلون بالناس وقال الله تعالى ان الذين تدعون من دون الله
وهذا الحكم المعهود المذكور لكائن للوسيلة والارسال
اذا كانا قبل اوان الذكر وبعده واما حين الذكر فلهما حكم اخر
كما سياتي في المذاهب الثلثة الاتية وادلتهما على التفصيل
ذكرهما انفا واما الشغل فعكس ما سوى الله رضى وهو ما يكون مامورا بالحق
بنفسه او بنوعه في القران فحكمه حكم المامور والممدوح من الوجوب والسنة
والندب والاباحة والمامور كالفرائض والواجبات والممدوح كالانفاق في اصفار
المظلوم قولا او فعلا من ايدي الظالمين وسقي الكلب العطشان وشبهه كالكسب
الزائد على الحاجة وغير ذلك فيا الوسيلة اذ كلها عبادة يترتب عليها الثواب للعوام
سواء كان قبل اوان الذكر او بعده او حين الذكر ولذا قال تعالى نظرا في خلق السموات والارض
وقال الله لا تلهيكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله وقال الله تعالى رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع
عن ذكر الله واما الحظ فكعكس ما سوى الله فهو في حكم ما سوى [illegible] انما الله
اذا كان [illegible] مطلقا [illegible] عن الرابطة وانما قلنا في الرابطة
لانها ثابتة بالاجماع وخارجة عن مفهوم اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وانه وانكم [illegible] فاتقوا الله

لوامع الاسرار شرح مطويات الاسرار

نمونہ جات تحریر حضرت مجدد الف ثانی، خواجہ محمد سعید، خواجہ سیف الدین علیہم الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوب شریف حضرت امام ربانی منور مجدد الف ثانی قدس سرہ بسیادت پناہی شیخ فرید بخاری ... یافتہ

مکتوب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا عکس جو خود آپ کے مبارک ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور دفتر اول کا مکتوب ۲۱۳ ہے۔

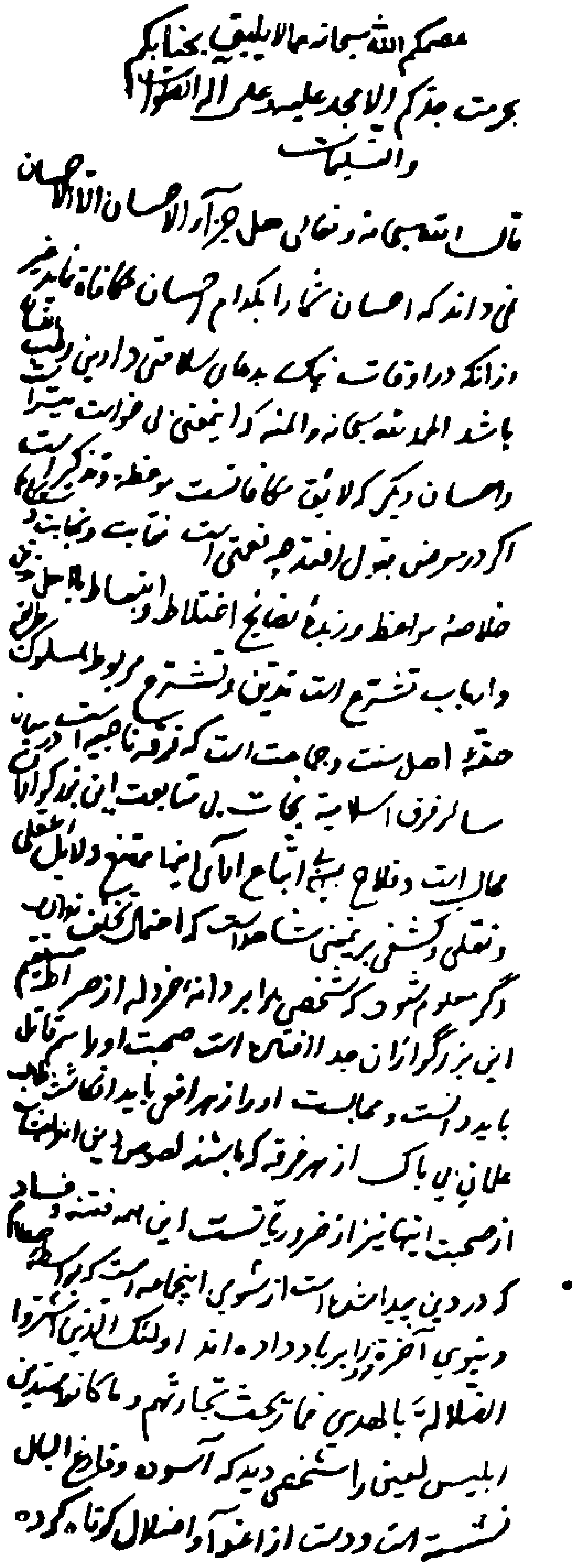

عصمکم اللہ سبحانہ عما لا یلیق بجنابکم بحرمت جدکم الامجد علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات

قال اللہ سبحانہ وتعالی ھل جزاء الاحسان الا الاحسان نمی داند کہ احسان شما را بکدام احسان مکافات نماید غیر ازانکہ در اوقات نیک بدعای سلامتی دارین رطب اللسان باشد الحمد للہ سبحانہ والمنۃ کہ اینمعنی بی غرامت میسر است واحسان دیگر کہ لائق مکافات است موعظہ وتذکیر است بسخنی چند اگر در سمع قبول افتد چہ نعمتی است [illegible] خلاصۂ مواعظ وزبدۂ نصائح اعتقاد و انتظام اعمال بر طرق ارباب تشرع است تدین وتشرع مربوط بسلوک حقۂ اہل سنت وجماعت است کہ فرقہ ناجیہ است در میان سائر فرق اسلامیہ نجات بی متابعت این بزرگواران محال است وفلاح بی اتباع آرای اینها ممتنع دلائل عقلی ونقلی وکشفی بر [illegible] ہمراہ است کہ احتمال تخلف ندارد اگر معلوم شود کہ شخصی برابر دانۂ خردلہ از صراط مستقیم این بزرگواران جدا افتادہ است صحبت او را سم قاتل باید دانست ومجالست او را زہر افعی باید انگاشت علمای بی باک از ہر فرقہ کہ باشند لصوص دین اند از صحبت اینها نیز از ضروریات است این ہمہ فتنہ وفساد کہ در دین پیدا شدہ است از شومی اینجماعہ است کہ بواسطہ [illegible] دنیوی آخرت را بر باد دادہ اند اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدی فما ربحت تجارتہم وما کانوا مہتدین ابلیس لعین را شخصی دید کہ آسودہ وفارغ البال نشستہ است ودست از اغوا واضلال کوتاہ کردہ

(بقیہ مکتوب) سر آنرا پرسید لعین گفت کہ علماء سوء این وقت کار مرا کفایت کردہ اند وشغل اغوا واضلال گشتہ، از طلبۂ آنجائے مولانا عمر نیک نہاد است بشرط آنکہ او را دل بدہند در اظہار حق دلیر سازند وحافظ امام نیز جنون اسلام دارد کہ اسلام از آن جنون چارہ نبود لن یؤمن احدکم حتی یقال انہ مجنون معلوم شریف است کہ این فقیر بگفتن ونوشتن در تحریض بر صحبت نیک تقصیر نکردہ است ودر مبالغہ نمودن از اجتناب از مصاحب سوء خود را معاف نداشتہ کہ آن را اصل عظیم میداند، والقبول عندکم بل کل من عند اللہ فطوبی لمن جعلہ اللہ سبحانہ مظہر الخیر، تذکر احسانہائے شما برین گفتگوئے می آرد وماخذ تصدیع وملال را از میان بر می اندازد۔ والسلام۔

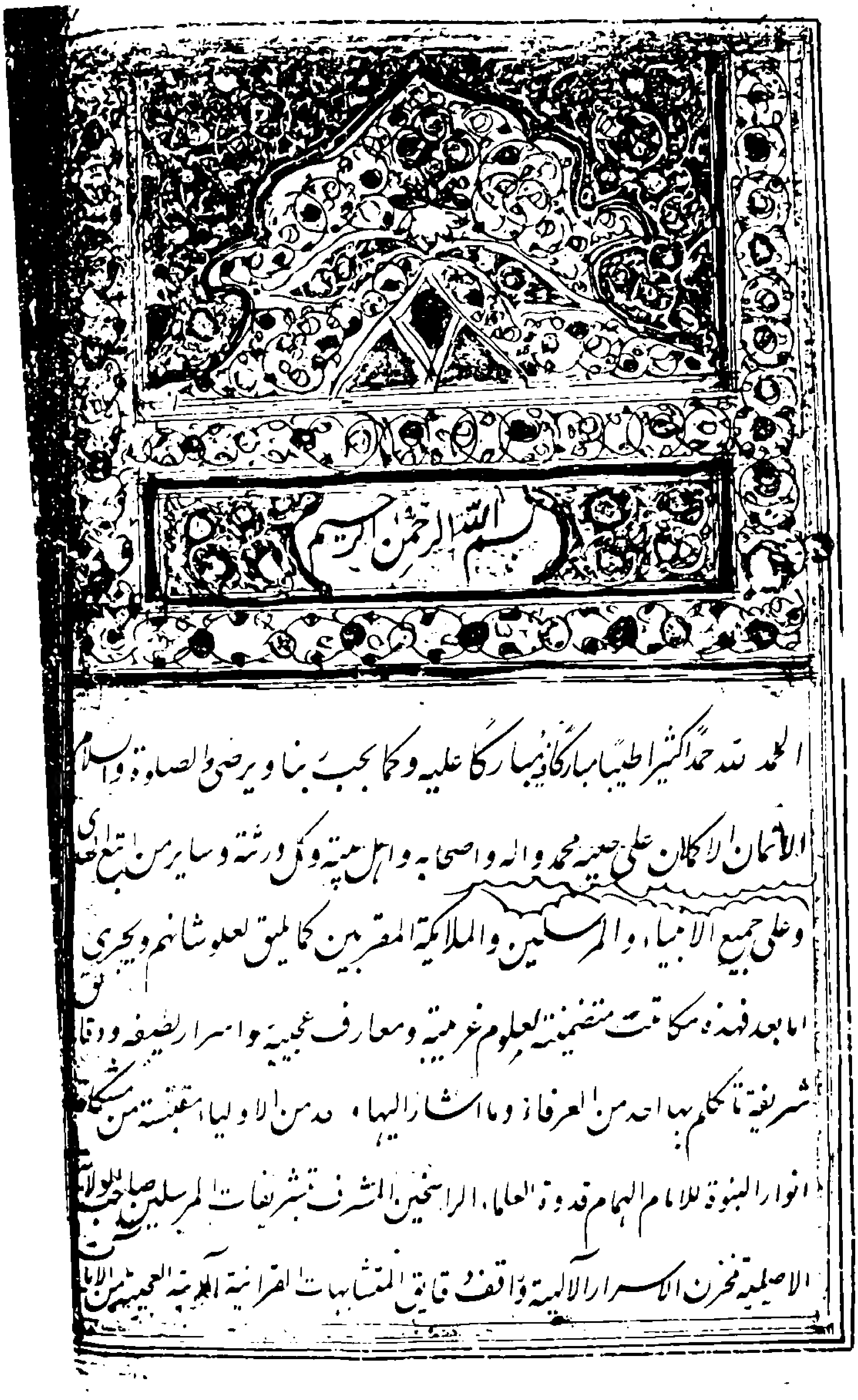

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه مباركاً عليه وكما يحب ربنا ويرضى والصلوة والسلام
الاتمان الاكملان على حبيبه محمد واله واصحابه واهل بيته وكل ذريته وسائر من اتبع
وعلى جميع الانبياء والمرسلين والملائكة المقربين كما يليق لعلو شانهم ويجري
اما بعد فهذه مكاتبة متضمنة لعلوم غريبة ومعارف عجيبة واسرار لطيفة ودقائق
شريفة تكلم بها احد من العرفاء وما اشار اليها احد من الاولياء اقتبسته من مشكاة
انوار النبوة للامام الهمام قدوة العلماء الراسخين المشرف بتشريفات المرسلين صاحب الولاية
الاصلية مخزن الاسرار الالهية وواقف دقائق المتشابهات القرانية الالهية العجيبة من الا

دفتر سوم از مکتوبات قدسی آیات امام ربانی مجدد الف ثانی
حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی قدس الله سره العزیز
محرره سنه ۱۳۰۴ھ

جلد ثالث مکتوبات
شریف من متعلقات
الفقیر احمد سعید
الاحمدی ثم ملک ابنه الارشد
عمر الاحمدی النقشبندی
عفی عنهما
وورثه ابن ابنه
زید ابو الحسن ابن ابی الخیر [illegible] محی الدین
ابن محمد عمر ابن احمد سعید
ابن ابو سعید الاحمدی
المجددی

این دفتر

مکتوب شستم در آنکه ولایت محمدی بولایت ابراهیم منصبغ [illegible]

نود و هشتم در سر قرب و معیت عالم با حق جل شانه و فوق در اسرار [illegible]

مکتوب نود و نهم در جواب اسوله او که آگاه باشند که سالک چون [illegible]

باید. وجه ابتلای انبیا علیه السلام چیست و عدم لذت شیخ محض [illegible]

و فنا و بقا چیست و سیر در ماورای نفس کدام باشد و اقربیت ذات

صفات افعال واحدی چیست واحد است [illegible]

رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

وبه نستعین

اما بعد این کلمات طیبات وحروف عالیات که هر نقطه از آن مرکز
پرکار دلهای بیقرار است در آتش محبت ذاتیه سپند چشم زخم اغیار و خال زینت
بخش رخسار عروسان حقائق و مردمک ابصار و در بیان دقائق درهٔ التاج جهت
از دریای مواج احدیت که به طولای باطن از کان غواص ساحل را آورده و نافه
جان بخشی است از ناف آهوی بیدای هویت که بنان بیان سیاحی بمحفل آورده اعنی
تعالی فقراته بهذا الدر الیتیم وروح مشام ارواحهم بهذا النسیم نسیم زهی نکته نقطه

چون نافه تر شمیم وصل جانان میزند سر ولی آن گر رود دست در زکام است
چه داند نافه اش گر در مشام است سرایم مدح آن سیاح غواص کنم خورشید را
چون ذره رقاص همین فرزند فاروق است چون آب کنون نطق از زبان
او کند رب سراپا نسخهٔ اخلاق فاروق بزهر منقصت تریاق فاروق چراغ
نقشبند هفت محفل نگاهش نقشبند غیر از دل غوث الخلائق غواص الحقائق
معراج الوصول منهاج القبول خزینة الرحمة دفینة الحکمة مشرف القلوب مشرق
الغیوب لجة العلم حجة الکمل حدقة الابصار حدیقة الاخیار نور الطریقة نور الحقیقة
زین العالمین عین العالمین ذروة العلیا عروة الرجا مرآت الارادة مرقاة المحبة مطلع
الرموز والاشارات منبع الکنوز والبشارات ملاح بحر الملاحت مصباح بیت الصباحة
الصلة بین البحرین المصلح بین الفئتین مستشهد المتکلمین مستمسک المتوحدین ربان السلف

سلطان

بوند گوئیم که مجدد الف درین مقام نایب مناب حضرت شیخ است و بنیابة
حضرت شیخ این معامله باو مربوط است چنانکه گفته اند
نور القمر مستفاد من نور الشمس لا محذور در سوال معنی مجدد الف که بالا مذکور شد
مشکل است زیرا که در مدت مذکوره حضرت عیسی علی نبینا علیه الصلوة والسلام
نزول خواهد فرمود و حضرت مهدی علیه الرضوان نیز ظهور خواهد نمود و معامله این بزرگواران
برتر ازان است که بتوسط احدی افاضه فیوض نمایند جواب گوئیم که معامله توسط مربوط براه
یکی است از دو راه مذکور که عبارت از قرب ولایت است و در راه اول
که عبارت از قرب نبوت است معامله توسط مفقود است هر که بآن راه واصل
گشته است بی حیلولت حائلی از متوسطین در میانه و بی توسط احدی اخذ فیوض و برکات می نماید
توسط و حیلولت در راه قرب ولایت فقط معامله آن طریق علاحده است چنانچه گذشت حضرت
عیسی علی نبینا و علیه الصلوة والسلام و حضرت مهدی علیه الرضوان براه اول واصل اند
چنانچه شیخین رضی الله تعالی عنهما براه اول واصل گشته اند در ضمن آن سرور علیه و علی
آله الصلوة والسلام و بحسب شان خاصی دارند بحسب تفاوت درجات باید دانست که از قرب
که شخصی از راه قرب ولایت بقرب نبوت برسد و در هر دو معامله شریک باشند
بطفیل انبیا علیهم الصلوة والسلام او را آنجا هم جا بدهند و معامله باو هم مربوط ساخته اند
و آنجا هم معامله باو منوط گردانند فاهم کند بنده مصلحت عام را ذلك فضل
الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم سبحان
ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين
والحمد لله رب العلمين

احدی

فروعی

حضرات شیخین

ولطیفی

دفتر دوم از مکتوبات قدسی آیات امام ربانی مجدد الف ثانی
حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی قدس الله سره العزیز
محرره سنه ۱۲۰۴ھ

[illegible]

زید ابوالحسن الفاروقی المجددی

ب یسر بسم الله الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

وبه نستعین

الحمد لله حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه مبارکاً علیه کما یحب ربنا ویرضی
والسلام الاتمان الاکملان علی حبیبه محمد وآله واصحابه واهل بیته وکل وتبعه و
الهدی وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والملٰئکة المقربین کما یلیق لعلو شانه
اما بعد فهذه مکاتیب متضمنة لعلوم غریبة ومعارف عجیبة واسرار لد
شریفة ما تکلم بها احد من العرفاء وما اشار الیها احد من الاولیاء مقتبسة من مشکٰوة
النبوة للامام الهمام قدوة العلماء الراسخین المشرف بتشریفات المرسلین صاحب الولا
الولایة مخزن اسرار الالٰهیة واقف دقائق المتشابهات القرآنیة الآیة ا وتشیح
الآیات الرحمانیة مجدد الالف الثانی شیخنا وامامنا احمد الفاروقی سلمه
سبحانه علی رؤس العالمین چون جلد اول مکتوبات بعدد سه صد و سیزده مکتوب
سلمه الله سبحانه فرمودند که بهمین عدد ختم کنند که موافق عدد پیغمبران مرسل است
تعالی علی نبینا وعلیهم ونیز موافق عدد اصحاب بدر است رضوان الله تعالی علیهم
تبرکاً وتیمناً بر آن عدد ختم نموده آمد بعد ازان مکتوبات قدسی آیات دیگر که
معارف آگاهی حقایق دستگاهی مظهر فیض الٰهی مظهر اسرار نامتناهی جامع علوم ظا
حضرت مخدوم زادگی مجد الدین خواجه محمد معصوم سلمه الله تعالی ارقام داده وصا
[illegible] باعث گشتند که این مکاتیب جمع شوند بحسب اشاره شریف ایشان
خاکروب این درگاه اضعف عباد الله الباری محمد [illegible]

یافت و انا خود را برهمان اصل

المرء مع من احب خود را همان اصل خواهند یافت و همچنین چون آن اصل اصل دیگر است
ازین اصل با آن اصل خواهد رفت بلکه خود را عین آن اصل خواهد یافت و هلم جرا الی
ان یبلغ الکتاب اجله این سیر ما ورای آفاق و انفس است اما دانند که جمعی
انفسی را سیر فی الله گفته اند آن سیر که گفته شد بیان ورای این سیر است که گفته اند
چه این سیر حصولی است و آن سیر وصولی و فرق در حصول و وصول در مکاتیب متعدده
بتفصیل نوشته است از آنجا معلوم کرده باشند دیگر از اقربیت ذات و صفات
و افعال واجبی جل سلطانه پرسیده بودند بیان آن سیر که هنوز تعلق دارد صلاح نیست
که نویسد و اگر نویسد مشکل است معلوم نیست که فهم در آید و اگر تقریر حضور هم
مفهوم گردد مغتنم است دیگر از کمالات مرتبه نبوت پرسیده بودند که فنا و بقا
و تجلی و مبدائیت تعین همه در مراتب کمالات نبوت بچه رنگ است تا دانند که
در مراتب عروج تا زمانیکه با یکدیگر متمیز اند و از اصل با صلی دیگر رفته میشود و آنهمه
کمالات داخل دایره ولایات است و چون این تمیز برطرف شود و این بتفصیل کم
گردد معامله با جمال و بساطت صرف افتد شروع در کمالات مرتبه نبوت بود و در آن
نیز هر چند وسعت ان الله واسع علیم اما آن وسعت دیگر است و اگر تمیز است دیگر هم تو
زیاده ازین چه نویسد و چه مفهوم شود ربنا آتنا من لدنک رحمة و هیئ لنا من امرنا
رشدا بعضی اسرار نماز را که پرسیده بودند جواب آن را وقت دیگر انداخته شد
که الحال وقت بسیار تنگ است از دست زمانه و اهل زمانه [illegible] چیزی نوشته
می شود بر فقیر رحم بکنید و باستغفار و دعا ممد باشید ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا
فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین الحمد لله رب العالمین و المنة
اولا و آخرا والصلوة والتحیة علی رسوله دائما و سرمدا و علی آله الکرام و صحبه العظام
الی یوم القیام والسلام علی من اتبع الهدی و التزم متابعة المصطفی علیه و علی آله
الصلوة والسلام ۞ تمت قد وقع الفراغ من تسوید المکتوبات القدسیة
آیات امام الربانی و غوث الصمدانی شیخنا و امامنا شیخ احمد الفاروقی السرهندی

در مراتب کمالات
ولایت ثلثه الست
و سیر

النقشبندی بید الفقیر الحقیر سید احمد الحسینی
عفا الله له و لوالدیه و احسن الیهما و الیه
فی یوم الاربعاء فی التاریخ
[illegible]

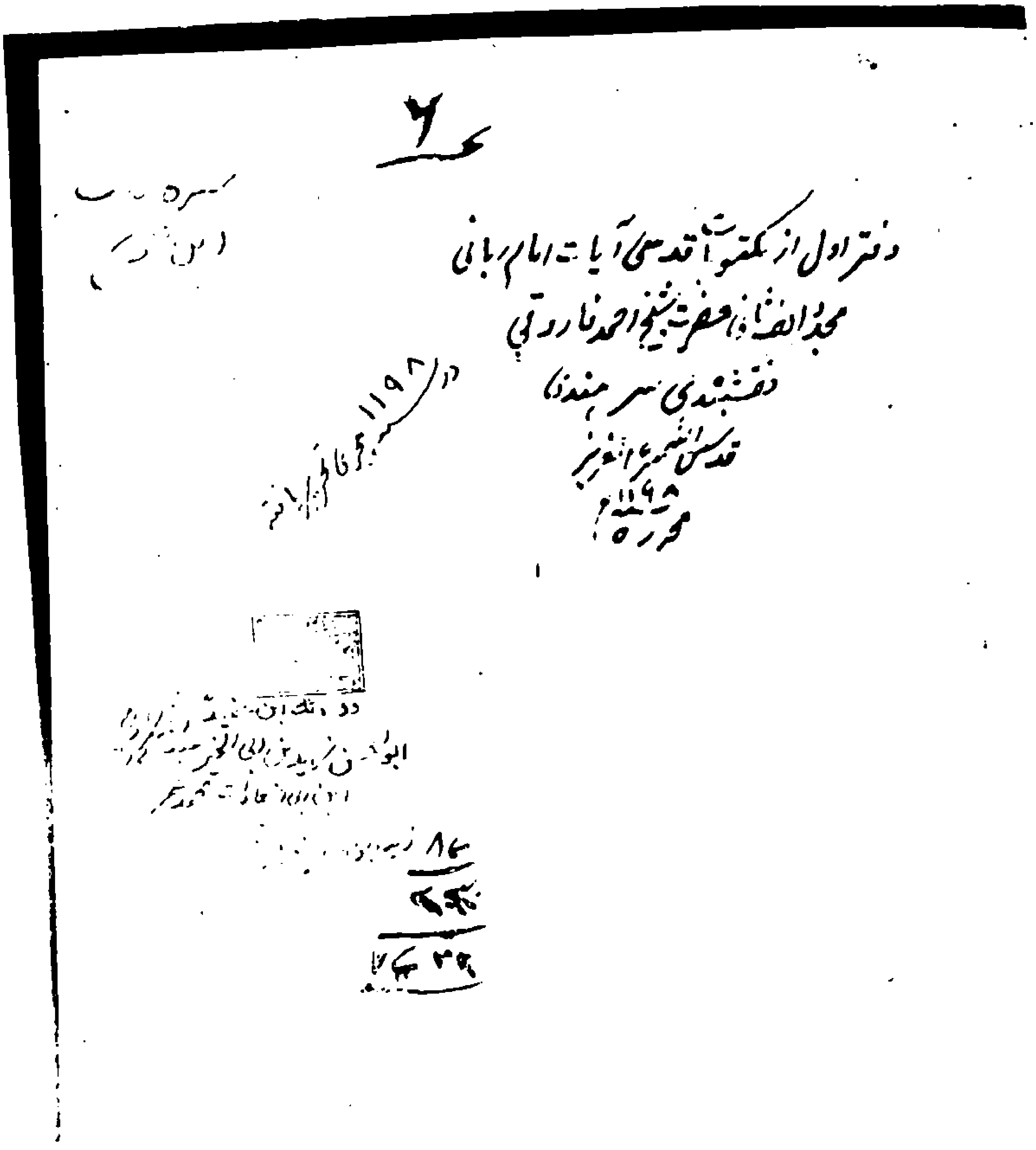

۶

دفتر اول از مکتوبات قدسی آیات امام ربانی
مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی
نقشبندی سرهندی
قدس الله سره العزیز
محرره ۵ شهر ۱۱۹۸

در سنه ۱۱۹۸ [illegible]

۱۸
۳۹

فهرست جلد اول

[illegible] مکتوبات قدسی آیات حضرت [illegible] احمد الفاروقی
[illegible] خوش گفت و در صفت [illegible] ولیه [illegible]

١
در بیان احوالی که مناسب اسم الظاهر [illegible] و ظهور قسم خاص از توحید و بیان عروجات که بر فوق محدد واقع شده است و امکنه [illegible] و درجات جنت و ظهور مراتب بعضی از اهل الله به پیر بزرگوار خود نوشته اند

٢
در بیان حصول ترقیات و معاینات نهایات [illegible] محل سلطانیه نیز به پیر بزرگوار خود نوشته اند

٣
در بیان محبوس شدن یاران بمقام و که نشستن بعضی از آن در سبیل بمقامات تجلی ذاتی نیز به پیر بزرگوار خود نوشته اند

٤
در بیان فضایل شهر عظیم الله شهر رمضان و بیان حقیقت محمدی علیه و علی آله الصلوة والسلام نیز

٥
در سفارش خواجه برهان با بیان بعضی احوال

٦
در بیان حصول جذبه و سلوک و تربیت یافتن به دو صفت جمال و جلال و بیان فنا و بقا و بیان فوقیت نسبت نقشبندیه

٧
در بیان بعضی از احوال غریبه خود با بعضی استفسارهای ضروری نیز

٨
در بیان احوالی که بمقام صحو تعلق دارند نیز به پیر بزرگوار

در بیان احوالی که بمقام فرود آمدن مناسبت دارند نیز به پیر خود

در حصول قرب و بعد و فرق و وصل معانی غیر متعارفه با بعضی علوم مناسبه آن نیز به پیر خود

١١
در بیان بعضی کشوف و حصول مقام دیدن قصور خود و متهم داشتن خود را در جمیع اعمال و احوال و ظهور سر کلام شیخ ابوسعید ابوالخیر که گفته مسلمانی [illegible] و بیان احوال بعضی یاران نیز به پیر خود

١٢
در بیان حصول مقام فنا و بقا و حصول و ظهور وجه خاص هر شیء و حقیقت سیر فی الله و تجلی ذاتی برقی و جز آن نیز به پیر خود

١٣
در بیان بی‌نهایتی راه و مطابقت علوم حقیقت با علوم شریعت

١٤
در بیان حصول وقایع که در انثای راه رو داده بودند و بیان احوال بعضی مسترشدان

آنست کہ کدام وقت نیک و ساعت خوش خواہد بود کہ این مطلب اعلی و مقصد اقصی
بحصول خواہد پیوست و غبار تمنا و آرزو مندی در تصور نمی آید حق سبحانہ و تعالی باحسن
وجوہ و اوفق طرق این دولت عظمی میسر گرداناد بحرمت النبی و آلہ الامجاد علیہ و
علی من الصلوات اتمہا و من التسلیمات اکملہا [illegible]

تمام شد جلد اول مکتوبات قدسی آیات جناب امام ربانی غوث صمدانی زبدہ عارفان
حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ [illegible] الاقدس در حقیقت [illegible] اسم ذات
در سلوک [illegible] و برکات [illegible] کابل [illegible] اللہ تعالی
عن [illegible] والتبدیل فی [illegible] سنہ ثمان و تسعین [illegible]
۱۱۹۸

فہرست مجموعہ شریفہ رسائل سبعہ

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ تعالی و رضی عنہ

صفحہ

۲ مبدأ و معاد -

۴۲ معارف لدنیہ -

۱۳۳ مکاشفات غیبیہ -

۲۰۳ تحقیق در کلمہ طیبہ - (تہلیلیہ)

۲۱۶ شرح بعض رباعیات مشرحۂ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ -

۲۴۲ ردّ روافض -

۲۸۴ تحقیق نبوت -

این مجموعۂ شریفہ در سنہ ۱۲۶۷ ہجری نوشتہ شدہ است
و پیر و مرشد برحق سیدنا الوالد حضرت شاہ محی الدین عبد اللہ ابو الخیر بن حضرت شاہ
محمد عمر بن حضرت شاہ احمد سعید بن حضرت شاہ ابو سعید بن حضرت صفی القدر
بن حضرت عزیز القدر بن حضرت شیخ سیف الدین بن حضرت العروۃ الوثقی
خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی قدس اللہ اسرارہم در سنہ ۱۳۰۹ ھ
خریده و بہ تصرف و ملک خود در آوردہ و در سنہ ۱۳۴۱ھ بہ این فقیر ابو الحسن زید وراثۃً رسید
حضرت سیدنا الوالد نور اللہ مرقدہ و عبد اللہ ابو الخیر زید را مع الاولاد ملحق کن بہ آبا - آمین -

[illegible]

مجدد الف ثانی احمد بن عبد الاحد [illegible] نصیحة [illegible]

[illegible] الله علیه

~~رساله در تحقیق کلمه طیبه~~ [illegible]

اورد روافض [illegible] خواجه

[illegible] باقی بالله رحمة الله

[illegible] رحمة الله سرهند [illegible]

البدور السبعة

یعنی

هفت رسائل امام ربانی مجدد الف ثانی رحمة الله علیه

۱ صـ ۱ رساله مبدأ و معاد

۲ صـ ۴۲ رساله معارف لدنیه

۳ صـ ۱۳۳ رساله مکاشفات غیبیه

۴ صـ ۲۰۳ رساله در تحقیق کلمه طیبه

۵ صـ ۲۱۶ رساله در شرح بعض رباعیات حضرت خواجه باقی بالله

۶ صـ ۲۴۲ رساله در رد روافض

۷ صـ ۲۸۳ رساله در تحقیق نبوت

[illegible] احمد بن [illegible] رحمه الله

البدور السبعة

یعنی

مجموعه [illegible] امام ربانی مجدد الف ثانی

[illegible] در [illegible] انجام سال نهم

از ما [illegible] بتوفیق الله ابو الخیر

[illegible] خریة [illegible]

ودیعه زید ابو الحسن الفاروقی المجددی الدهلوی

ص ۱

مجموعۂ رسائل سبعۂ امام ربانی مجدد و منور الف ثانی
حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی
قدس اللہ تعالی سرہ
و افاض علینا
من برکاتہ

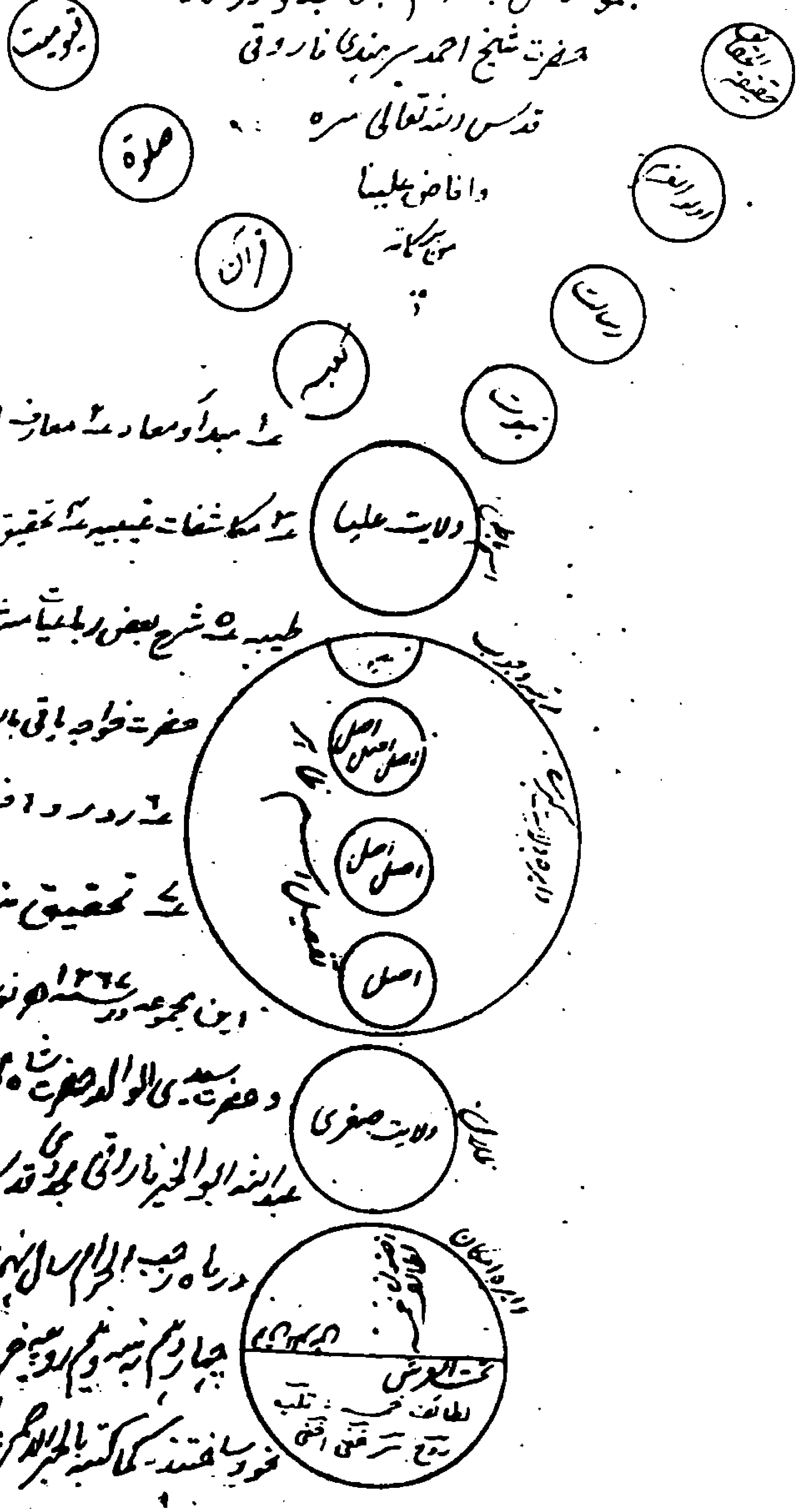
قیومیت
صلوٰۃ
قرآن
کعبہ
ولایت علیا
اصل اصل اصل
اصل اصل
اصل
ولایت صغری
تحت العرش
لطائف خمسہ قلب
روح سر خفی اخفی

۱ مبدا و معاد ۲ معارف لدنیہ
۳ مکاشفات غیبیہ ۴ تحقیق در کلمۂ
طیبہ ۵ شرح بعض رباعیات مشرحۂ
حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ
۶ رد روافض
۷ تحقیق نبوت
این مجموعہ در سنہ ۱۲۶۷ ھ نوشتہ شد
و حضرت سیدی الوالد حضرت شاہ محی الدین
عبد اللہ ابو الخیر فاروقی مجددی قدس سرہ
در ماہ رجب الحرام سال نہم از مائۂ
چہاردہم نبویہ و ہم الیوم خریدہ برایہ
خود ساختند. کما کتبہ العبد الاحقر علی المحرفیۃ

۲

رساله مبدأ و معاد

یا کاشف

رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

احمد الله فی المبدأ والمعاد واصلی علی حبیبه محمد وآله الامجاد اما بعد فهذه رسالة شریفة متضمنة لاشارات لطیفة ودقائق رائقة واسرار دقیقة فائقة للامام الهمام حجة الله علی الانام قدوة الاقطاب والاوتاد وقبلة الابدال والافراد کاشف اسرار السبع المثانی المجدد الف ثانی الاویسی الرحمانی شیخ الاسلام والمسلمین شیخنا وامامنا الشیخ احمد الفاروقی الحنفی النقشبندی لازال شموس هدایته علی افق العلی ساطعة والناس فی ریاض افاداته راتعة والله المستعان والیه التکلان

منهیا درویشی را هوس این راه پیدا شد بعنایت خداوندی جل سلطانه ابتدا بیکی از خلفای صاحبزاده حضرت خواجها قدس الله تعالی اسرارهم رسانید و از طریق این بزرگواران را اخذ کرده ملازم صحبت آن عزیز گشت ببرکت توجه آن بز

٤٢

رسالة المعارف لدنیه

رساله معارف لدنیه

یا علیم

رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

الحمد لله وسلام علی عباده الذین اصطفی وعلی نبیه المجتبی ورسوله المصطفی محمد ن المبعوث الی کافة الوری وعلی آله واصحابه البررة التقی والصلوة والتحیة وعلیهم فی الآخرة والاولی هذه علوم السامیة ومعارف لدنیة سودها الفقیر الی رحمة الغنی الولی احمد بن عبد الاحد الفاروقی النقشبندی رحمه ورضی عنه الاله واوصله سبحانه الی غایة ما یتمناه معرفت لفظ مبارک الله مرکب از الف و لام است که از جمله آلات تعریف است واز لفظ ها که او نیز از جمله معارف است واین مجموع علم ذات واجب الوجود است عز سلطانه پس درین اسم مبارک سه نوع از اسباب تعریف جمیع جمع گشته پس گویا در اجتماع این اسباب تعریف با وجود کفایت هر سبب از آن در تعریف اسما اشارت است بآنکه مسمی این اسم اعظم جل شانه لکمال عظمته وعلو درجته ورفعت منزلته بهیچ وجه معرف نمیشود وبهیچ طریق معلوم نمیگردد چه اگر

١٣٤

رساله مکاشفات غیبیه

هو العلیم الخبیر

رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

سبحان من لا یصل حمد حامد الی قدس ذاته بل منتهی المحامد دون سرادقات عزه
اسمائه وصفاته سبحانک یا من لیس لک ثناء علی نفسک الا انت فانه اظهر
والمحمود وغیرک عاجز عن اداء المقصود بحمدک یا من خصصت حبیبک صا
المقام المحمود بحظ وافر من الحمد فی الیوم الموعود صل اللهم علیه کما هو اهله بعدد
شاهد ومشهود فنحن کما عجزنا عن اداء الحمد عجزنا عن اتیان الصلوة الم
فکل منهما موکول الیک واداء حقهما لیس الا من لدیک وعلی آله واصحابه الفا
بکمال متابعته البالغین الی درجات ولایته وسلم تسلیما کثیرا کثیرا اما بعد بنمو
١٠٥١
می آید که در سال یکهزار و پنجاه و یک ورقی چند از مسودات قدسی آیات حض
المحققین اسوة الواصلین حجة الله تعالی فی العالمین ملجاء القطب والنجبا
ملاذ الافراد والابدال صاحب الولایة الاصلیة خازن الرحمة الالهیة الوار
الکامل العالم المتکلم المحدث الامام الامام الربانی والمجد

١٢١

رب يسر بسم الله الرحمن الرحيم وتمم بالخير

فان قلت لابد من تقدير خبر لا فان كان تقديره لا اله موجود الا الله لا يفيد عدم امكان
اله آخر وان كان تقديره لا اله ممكن الا الله لا يدل على وجود المستثنى وكلاهما باطلان قلنا
نختار الاول كما هو المشهور في تقدير خبر لا ونمنع بطلان تاليه فان عدم امكان اله آ
انكان مما يجب ان نعتقده لكن لا يجب ان يدل كلمة التوحيد على كل ما هو كذلك فمن الـ
ان اكتفا فيها على الدلالة بان ليس في الوجود اله الا الله سبحانه لما هو المقصد والعمدة في
هذا المطلب فان قلت لا حاجة الى اثبات خبر لا في لغة بني تميم على ما نقله ابن الحاجب
من انهم لا يثبتون خبرها قلنا هو غير معتمد عند المحققين حتى قال الاندلسي لا ادر
اين نقله ولعله مقالة وقال والحق ان بني تميم يحذفونه وجوبا اذا كان جوابا عن الـ
او قامت قرينة دالة عليه واذا لم يقم فلا يجوز حذفه راسا اذ لا دليل عليه بل بنو تميم اذا
كاهل الحجاز في ايجاب الاتيان به والله اعلم قال السيد السند في حواشيه على الكشاف
كما تاهت العقلاء في ذاته تعالى وصفاته لاحتجابها بانوار العظمة تحيروا ايضا
في لفظ الله كانه انعكس اليه من تلك الانوار اشعة لحيرت اعين المستبصرين فاختلفوا
اسرياني هو ام عربي اسم او صفة مشتق ومم اشتقاقه او غير مشتق علم او غير علم قيل اصله
اله فحذفت الهمزة وعوض عنها الالف واللام ولذلك قيل يا الله بالقطع فان قلت
ما شان هذه الهمزة قطعت في النداء ووصلت في غيره قلنا لتجردت للتعويض في النداء

دراصل

رباعی

آنجا که کمال کبریاے تو بود
عالم نمے از بحر عطاے تو بود
ما را چه حد حمد و ثناے تو بود
هم حمد و ثنا نه سزاے تو بود

رباعی

من کیستم اندر چه شمارم چه کسم
با همرهی سگانش باشد هوسم
در قافله که اوست دانم نرسم
این بس که رسد ز دور بانگ جرسم

هو العلیم الحکیم

برده از حضرت خواجه محمد باقی قدس الله سره

رساله شرح رباعیات

رساله شرح رباعیات

رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم و تمم بالخیر

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وآله واصحابه الطاهرین اجمعین؛ اما بعد وانموده می آید که این مسودات در شرح بعضی از رباعیات مشرحه که شیخنا و مولینا و استاذنا فی الطریقة وامامنا فی الوصول الی الحقیقة هادی طریق اندراج النهایات فی البدایات مؤید الدین الرضی شیخنا الشیخ محمد الباقی النقشبندی قدس الله تعالی سره الاقدس املا فرموده اند و اسرار غامضه درانجا درج نموده فمن تلک الرباعیات قدس سره رباعی سبحان الله زهی خدای متعال عالی ز تصور و مبرا ز خیال: از نور لطافتش ضمائر مشحون وز سر سرایتش جهان مالامال: این رباعی جامع تنزیه و تشبیه است بیت اولش سراسر تنزیه است و بیت ثانیش تشبیه چه آنچه از تصور عالی است و مبرا از خیال مقام تنزیه است و آنچه ضمائر و قلوب ازان مشحون است و سرایت و معیت دران

٢٤٣

رساله رد روافض

رساله رد روافض

هو العلیم

رب یسر بسم الله الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

الحمد لله حمدا کثیرا طیبا مبارکا علیه وکما یحب ربنا ویرضی والصلوة علی سیدنا محمد اکرم البشر المبعوث الی الاسود والاحمر کما یناسب لعلو شانه ویحری وعلی الخلفاء الراشدین المهدیین وذریته واهل بیته الطیبین الطاهرین وسائر اصحاب المرضیین کما یلیق بمراتبهم العظمی ودرجاتهم العلیا اما بعد میگوید کمترین بنده که محتاج است برحمت خداوند واحد صمد خادم علمای اهل سنت وجماعت احمد بن عبد الاحد العمری الفاروقی نسبا والسرهندی مولدا ووطنا والحنفی ملة ومذهبا که دیار هندوستان هرچند از سائر ممالک در اسلام متاخر است واز اصحاب کرام هیچ یکی باین اقلیم تشریف نیاورده اند اما از آن آوان که اسلام در انجا ظاهر شده است وسلاطین اسلام استیلا یافته اند ومشایخ عظام

الرسالة في تحقيق النبوة

رب يسر بسم الله الرحمن الرحيم وتمم بالخير

الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى وانزل عليه الكتاب ولم يجعل له عوجا قيما لينذر باسا شديدا من لدنه ويبشر المومنين الذين يعملون الصالحات ان لهم حسنا فاكمل لعباده دينهم واتم عليهم نعمته ورضي لهم الاسلام دينا وختم به الانبياء والرسل المبعوثين الى الخلق بالآيات الباهرة والمعجزات العظمى ليسلمهم اليهم تسليم العميان الى القائدين وتسليم المرضى المتحيرين الى الاطباء المشفقين فوائده ومنافع العقل معزول عنها وجعله افضل الانبياء واكرم الرسل واعدلهم ملة واقومهم دينا وشرعا هو الذي اخبر سبحانه عن اعتدال حاله ومرتبته كماله بقوله ما زاغ البصر وما طغى لقد راى من آيات ربه الكبرى محمد ن المبعوث الى كافة الورى ليدعوهم الى تنزيهه وتوحيده ويكملهم في قوتهم العلمية والعملية ويعالج قلوبهم المرضى صلى الله عليه وعليهم صلوة هو لها اهل وعلى آله واصحابه الذين هم نجوم الهدى ومصابيح الدجى ما تعاقب الظلم والضياء وسلم تسليما كثيرا اما بعد فيقول العبد المفتقر الى رحمة الولي المعين احمد بن عبد الاحد زين العابدين

العالم بالایمان عمل الصالح فحصل فی تلک الاطوار رشده علی الادیان کلها کما
الله سبحانه فاضمحلت تلک الادیان الزائغة وبطلت المقالات الفاسدة
واشرقت شموس التوحید واقمار التنزیه فی اقطار الآفاق ولا معنی للنبوة
الا ذلک فان النبی هو الذی یکمل النفوس البشریة ویعالج الامراض القلبیة
التی هی غالبة علی اکثر النفوس فلا بد لهم من طبیب یعالجهم ولما کان تاثیر دعوة
محمد صلی الله تعالی علیه وعلی آله واصحابه وبارک وسلم فی علاج القلوب المریضة
وازالة ظلماتها اکمل واتم وجب القطع بکونه نبیا هو افضل الانبیاء والرسل
قال الامام فی المطالب العالیة وهذا برهان ظاهر من برهان اللم فانا لخصنا
عن حقیقة النبوة وبینا ان تلک الماهیة لم تحصل لاحد کما حصلت له علیه
الصلوة والسلام فیکون افضل مما عداه واما اثباتها بالمعجزة فمن برهان
الان وهذا الوجه قریب من طریق الحکماء فی اثبات النبوة اذ حاصله ان الناس
فی معاشهم ومعادهم یحتاجون الی مؤید من عند الله یضع لهم قانونا یسعد
هم فی الدارین هذا المقالة الثانیة فی ذم الفلسفة وبیان الضرر الحاصل
من ممارسة علومهم ومطالعة کتبهم

این مجموعهٔ مبارکه که از رسائل سبعهٔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سره در سنه ۱۲۶۷
نوشته شده کما کتب الکاتب فی آخر رسالة المبدأ والمعاد در صفحه ۱۷۰. و حضرت سیدی الوالد
حضرت شاه محی الدین عبد الله ابو الخیر قدس سره در سنه ۱۳۰۹ به سه نیم روپیه خریده و وراثتاً بدین
عاجز ابو الحسن زید فاروقی مجددی رسیده. الحمد لله آبائه الصالحین الکاملین العارفین.

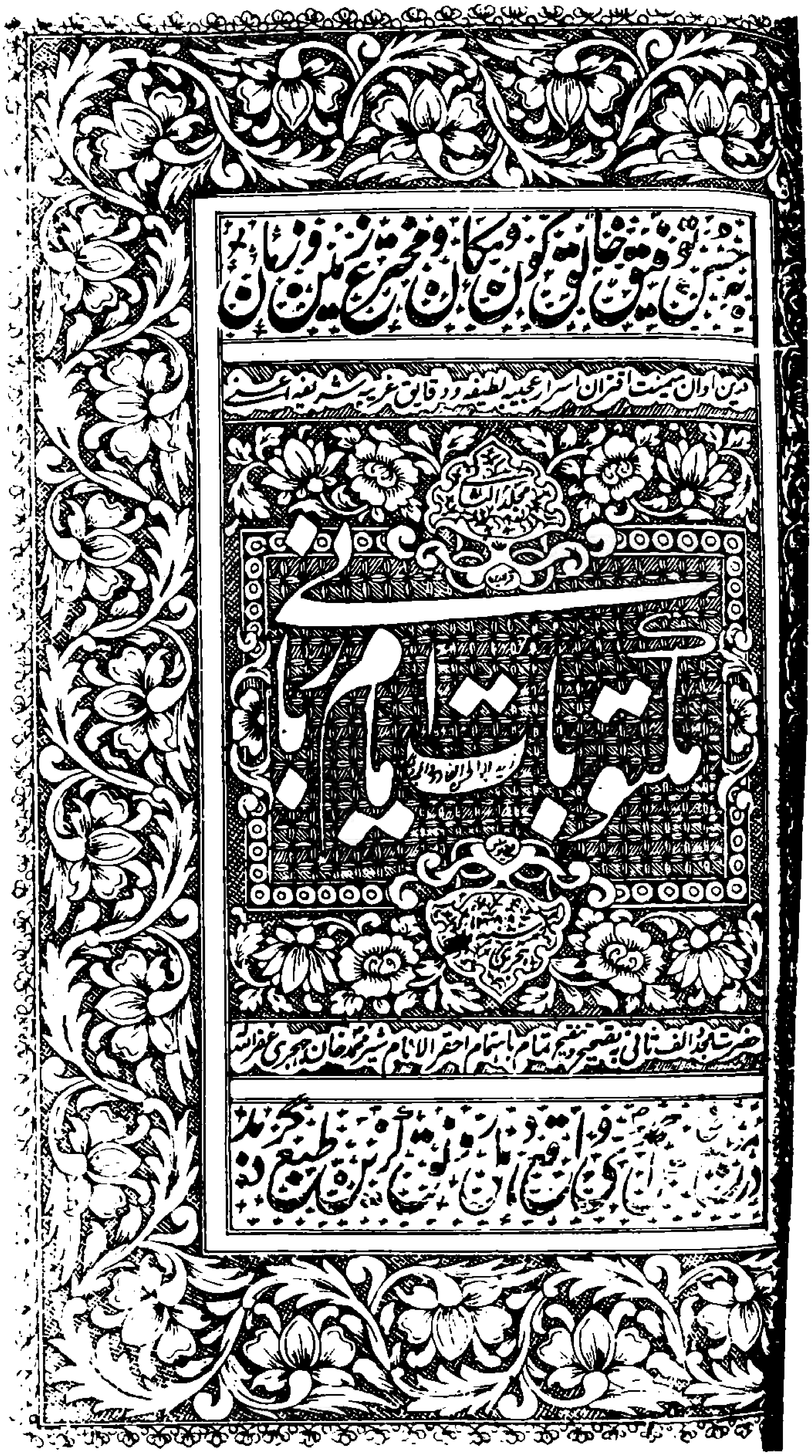

بحسن توفیق خالق کون و مکان و مخترع زمین و زمان

درین اوان میمنت اقتران اسرار عجیبه لطیفه و دقایق غریبه شریفه اعنی

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی بتصحیح و تنقیح تمام باهتمام احقر الانام شیر محمد خان [illegible] عفی الله عنه

در [illegible] طبع گردید

معلوم کرده شد دیگر از قربت ذات و صفات و نهایت اعجب جل سلطانه پرسیده بودند بیان آن نیز بحضور تعلق
دارد صلاح نیست که بنویسد اگر نوشته شود خلق است معلوم نیست که بفهم در آید اگر بتقریر بحضور هم مفهوم گردد غنیمت
است دیگر از کمالات مرتبهٔ نبوت پرسیده بودند که فنا و بقا و تجلی و صدایت تعین هم در مراتب کمالات ولایات
ثلثه است و سیر در مراتب کمالات نبوت بچه روش است بدانند که در مراتب عروج تا زمانیکه یک جز
اندراز جهلی با جهلی دیگر بغته میشود تنها همکمالات در ظل باره ولایات است و چون این جزو بهر طرف میشود این تفصیل
کم گردد و معامله با جمال ابساطت صرف افتد شروع در کمالات مرتبهٔ نبوت بود و دران مرتبه نیز هر چند وسعت
است ان الله واسع علیم دامان وسعت دیگر است و اگر تمیز هست هم تمیز دیگر زیاده ازین
چه نوشته شود چه مفهوم شود ربنا آتنا من لدنک رحمة و هیئ لنا من امرنا رشدا
بعضی اسرار نماز را که پرسیده بودند جواب آن از اوقت دیگر انداخته شد که الحال وقت بسیار تنگ است
دست زمانه و اهل زمانه سرقه کرده چیزی نوشته می شود بر مقتر رحم بکنید و باستغفار دلیر نباشید
ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین الحمد لله
رب العلمین و المنة اولا و آخرا و الصلوة و التحیة علی رسوله دائما و سرمدا و علی آله الکرام
وصحبه العظام الی یوم القیام ...

قد استتب بحمد الله طبع الجلد الثانی من مکتوبات
زبدة الاولیاء اسوة الاصفیاء قطب المعالی
الشیخ الکامل مجدد الالف الثانی
سمی رسول الله بالاسم الذی بشر
به المسیح روح الله علی نبینا و
وعلیه من الصلوات کملها
افاض الله علی رؤس البشر شآبیب
من انوار فیضه فی

تاریخ سابع وعشرین من شهر ذی الحجة سنة الف و مائتین وسبع وثمانین من الهجرة النبویة بکمال التصحیح علی حسب الامکان

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

درین اوان میمنت اقتران اسرار عجیبہ لطیفہ و دقائق غریبہ شریفہ اعنی

مکتوبات امام ربانی

۱۲۸۸

حضرت مجدد الف ثانی بتصحیح و تنقیح تام باہتمام احقر الانام شیر محمد خان ججری غفر اللہ لہ

بمطبع احمدی دهلی حلیه طبع پوشید

خواهد پیوست و غیر ازین تمنائے آرزومندان و تصوری آید حق سبحانه و تعالی باحسن جزاء و اوفق طرق این دولت عظمی

میسر گرداناد بحرمة النبی و آله الامجاد علیه و علی آله من الصلوات اتمها و اکملها الی یوم الدین فقط

تقریر دلپذیر چکیده قلم فیض رقم غواص معانی بحر عرفان منشی حسین الدین احمد سیوانی سابا الرحمن الله الصمد حبیب الدین احمد را چه شد که دنیا و آخرت را عرضه کرده اند و هیچ یک بسر و دنی آید و بیچاره دمن ایشان را از دست نمیگذارد گاهی بیاد رفتار ایشان از خود میرود و گاهی بگفتار ایشان دل مینهد و راخوش میکند عجب نیست هر که ایشان را یافت خداوند جهان را یافت و هر که خدا را یافت روا ز جان و جهان بر تافت رباعی آنکس که ترا شناخت جان را چه کند فرزند و عیال و خانمان را چه کند دیوانه کنی هر دو جهانش بخشی دیوانه تو هر دو جهان را چه کند چون عمریست که فقیر بحسب طلب بیرونی بحکم تقدیر بخیر البلاد شاهجهان آباد بسر میبرد و از نایافت مقصود خون جگر میخورد درین ایام که درین بقعه طیبه رهبر راه خدا مالک مطبع احمدی مولانا شیر محمد خان سلمه الله تعالی در خور دم حظ او نیز جوانمرد صاحب دست و در ترک تعلقات فرد و همچو من از فقدان مراد ناشاد بلا ای جمیع رو استاد ترو تازه روزی مکتوبات قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیه الرحمة را که بحسن عقیدت طبع می فرمود بمن نمود و مرا دیوانه دیوانگی دگر افزود خواستم که دامن از صحبت جهان و جهانیان بر چینم و دلق بپوشم و بیاد حق در گوشه نشینم اما عائله بازماندگان و خیال یکی ایشان دست رد بر محمل زد و مرا بر نگذاشت ناچار بر وقت دیگر موقوف داشت سبحان الله خواجه اعجب کتابیست که هر حرفش مجموعه مغلق عرفان و افتح الابواب و هر لفظش منتخب شریعت و طریقت را باب فاعتبروا یا اولی الالباب قطعه هر نکته سر بسته او نافه مشکست هر نقطه او شوخی از چشم غزالست فیض رقمش از رشح غیب سروش است مه قلمش زافق فضل هلالست صد بار زسرتا سر هر حرف گذشتم لیلیست که سر تا قدم غنج و دلالست دریوزه گر ز لذت او نیاز حریفان هر رگ بر قلمش بحر زلالست سوزان تو کجا و جگر بیخود کجا ای سوخته ضبط النفس کن و ازین سخنهای گرم بس کن قطعه سخن را با ستایش نیست حاجت تو دریا را خروشیدن میاموز نگهش محرمان خود باز گوید تو بلبل را ترنم کردن میاموز تاریخ بست و هفتم رجب سنه یکهزار و دو صد و شصت و هشت اتفاق تحریر اینچنین کلمات افتاد والله ولی الارشاد فقط

قد طبع اسرار الحقایق بعون الله الواحد القوی

۱۲

جلد اولی مکتوبات معدن فتوحات حضرت مجدد الف ثانی

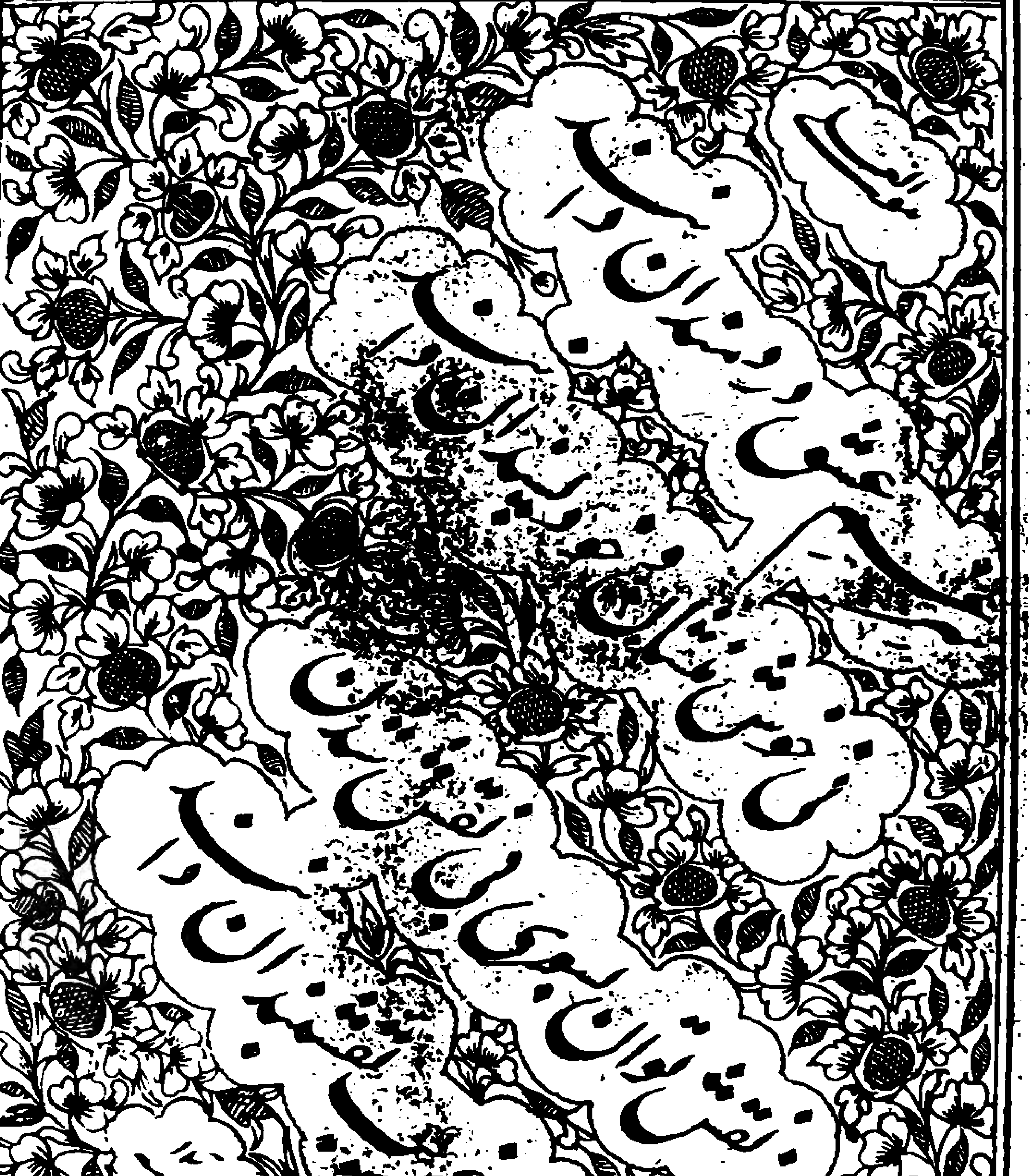

در مطبع احمدی دہلی باہتمام شیر محمد خان زیور طبع پوشید

حسب ضابطہ رجسٹری شدہ است

إن أريد إلا الإصلاح ما استطعت وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت

بلله الحمد ہر آنچیز کہ خاطر میخواست * آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

اعنی

بہ فضل رحمانی و امداد یزدانی حصہ اول از دفتر اول

[illegible]

[illegible]

بآئین نوی

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی

الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

باہتمام و تصحیح خاکسار نور احمد عفی اللہ عنہ پسروری ثم امرتسری

در مطبع نامی مجددی واقع امرتسر مطبوع گردید

۲

مکتوبات امام ربانی دفتر اول

بامداد رحمانی و فضل یزدانی

بسم الله الرحمن الرحیم ۷۸۶

حق حق حق

الحمد لله رب العلمین اضعاف ما حمده جمیع خلقه کما یحب ربنا ویرضی والصلوة والسلام علی من ارسله رحمة للعلمین کلما ذکره الذاکرون وکلما غفل عن ذکره الغافلون کما ینبغی له ویحری وعلی آله واصحابه البررة التقی النقی ط

اما بعد نموده می آید که این دفتر اول است از مکتوبات قدسی آیات حضرت غوث المحققین قطب العارفین برهان الولایة المحمدیة حجة الشریعة المصطفویة شیخ الاسلام والمسلمین شیخنا وامامنا الشیخ احمد الفاروقی النقشبندی سلمه الله سبحانه وابقاه بن الشیخ عبد الاحد قدس سره این حقیر قلیل البضاعة کمترین خاک نشینان آن مقدس درگاه یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی جمع نموده در تحریر آورده رجا آنکه نفعی از ان بطالبان حق جل وعلا برسد.

والمسئول من الله سبحانه العصمة والتوفیق

ازرفاہیت درفاہیت یعنی تن آسانی وفراخ عیش شدن ۱۲ ‏ ے اند کے از احوال شان ۱۲

مرفّه الاحوال اند شمّهٔ بطریق اجمال درمعرض بیان مے آرد محبت آثارا این راه ہمگی ہفت گام قرار یافته است جمعی از یاران کار را تا شش گام رسانیده اند و جمعی تا پنج گام و طائفه تا چهار گام و فرقه تا سه گام علی تفاوتِ درجاتہم و صاحب سه گام ہم بروم افاده می نماید تکلیف جماعه که پیش قدم باشند بلندہمتی درکار است تا به حقیر و نقیر اکتفا نشود زیاده برین گنجایش وقت نبود والسلام

مکتوب صد و بست و دوم (۱۲۲)

یعنی نقل وحرکت ما ۱۲

بملا طاہر بدخشی صدور یافته در ترغیب بر بلندہمتی و عدمِ التفات بہرچه در دست افتد: مولانا محمد طاہر معذور دارند مولانا یار محمد وجهِ انتقال را خواہند گفت چون اراده سفر بجانب ہندوستان مصمم دارند بروند و از اہل و عیال خبری بگیرند الباقی عِندَ التَّلاقِی مثلِ مشہور است دوام حضار و اجتناب از اختلاط با اغیار لابد است ہمت را بلند باید داشت و بہرچه بدست افتد نباید پرداخت

بیت ما از پی نوریکه بود مشرقِ انوار ✽ از مغربی و کوکب و مشکوٰة گذشتیم ✽

فقرا این زمانه اکثر درمقامِ رتق و اکتفا اقامت دارند صحبتِ ایشان سمِ قاتل است فِرَّ مِنْهُمْ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ برہمین طریق ملازم باشند و واقعات را چندان اعتبار ننہند که مجالِ تاویل را میدانِ وسیع است زنہار بخواب و خیال گول نشوند

شعر كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا ✽ قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُتُوْفُ ✽

والسلام

ے یعنی ماہمچول ابله ونادان اہل حق یعنی کرد فریب ۱۲ غث

ے مشکوٰة ہا کہ طاق کردان چراغ وقندیل گذارند ۱۲ غث

قَدْ تَمَّ الْقِسْمُ الثَّانِىْ مِنَ الدَّفْتَرِ الْاَوَّلِ بِعَوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَحُسْنِ تَوْفِيْقِهٖ وَيَلِيْهِ الْقِسْمُ الثَّالِثُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

کتبه غلام محمد

اعلام

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد مخفی مباد کہ طالبان حق راہ اہل علاقہ دنیا و مدینا بہ علم تصوف بہ پیوستگیہا است بندہ بران مقبولان بارگاہ یزدانی ومحبوبان درگاہ سبحانی وتحصیل فرائض ساعی جمیلہ بکار بردہ اند و دیسطے این مر مضعب جان نثاریہا نمودہ اند و بمطالعہ سیر کتب تصوف اوقات عزیز خود را صرف نمودہ اند علی الخصوص مکتوبات قدسی آیات حضرت غوث المحققین قطب العارفین عارف ربانی عالم دقائق مثانی الشہیر عند الاداني والاعالی الشیخ احمد سرہندی نقشبندی الاویسی الرحمانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ ورحمہ رحمۃ ونفعنا بمحبتہ لا یدرک الواصف المطری خصائصہ ۔ وان یک سابقاً فی کل ما وصفا ۔ کہ ہر یکے از انہا بلکہ ہر جملۂ آنہا در لیست یتیم و جوہریست ثمین واین از ضیق میدان عبارت است والا مصرع "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" سیر شرح سالکان حریت بجستہ را وسیلے است وافی وتشنگان زلال حقیقت را بادہ ایست کافی صدہا ادلیاء عظام از فہم مضامینش بہرہ یاب گشتند وہزارہا صلحائے عظام بمطالعہ اش بفائز المرام شدند ولیکن الی اللہ المشتکی از غارتگری ناسخین کہ نسخ را بجائے مسخ رسانیدند و فرق میان من و الی نداستند بسیارے از تصرفات را مخزن واکثرے از تحریفات را معدن گشتہ بودہ اند و دستبرد مطالع بچہ غایتہا است کہ بروتاختہ و از لغزش قلمہا کدام تصرفہا است کہ بر وعلم نیفراختہ بناء علیہ داعیہ تصحیح آن در ین مسکین ہیچ در ہیچ بلکہ کم از ہیچ از حق سبحانہ وتعالی پیدا شد و آن را وسیلۂ نجات اخروی خود تصور کردہ بہ تفحص وسیع وتصفح بلیغ نسخہائے خطی کثیر التعداد از اطراف وجوانب فراہم آوردہ بکمال جد وجہد تمام جابجا حرف بحرف بارہا مقابلہ نمودہ بفضل اللہ وحسن توفیقہ باہتمام خود حصہ دوم شرا نیز بحلیۂ طبع متحلی ومتزین گردانیدہ ہدیہ ناظرین تمکین برعایت امور ذیل گذرانیدہ ۔ واز فضل حق سبحانہ تعالی وتقدس امید واثق است کہ دیگر حصہا ہم برین وتیرہ بانجام خواہد رسانید

اول آنکہ متنش را بہ نسخہائے عدیدہ بکرات ومرات مقابلہ نمودہ شد کہ یکے را از انہا بہ نسخہائے خطی قدیم بعضے از فضلائے روزگار مقابلہ فرمودہ بودند و دیگرے بدست علماء ظاہر و باطن وستمال ماندہ وعلی ہذا القیاس دوم آنکہ حتی الوسع در مواقع اختلاف ہیچ نسخہ فرو گذاشتہ شد سوم آنکہ حتی الوسع تخریج احادیث بمن رجع کتاب کردہ شد چہارم آنکہ حل الفاظ مشکلہ وربط عبارات مبہمہ بالتزام تمام نوشتہ شد پنجم آنکہ فہرست جدیدہ کہ آنرا اجمال مکتوبات توان گفت ملحق کردہ شد ششم آنکہ بمکاتیبیکہ بعبارات عربی بودہ اند تراجم آنہا بفارسی بالمقابل نوشتہ شد تسہیلاً للطلاب تیسیراً للنظار ہفتم آنکہ در بعضی جاہا بدلائل قلیل بدفع توہمات باطلہ وخیالات فاسدہ حسب الفہم تعرض نمودہ آمد ہشتم آنکہ غالب تراجم عبارات عربی وآیات قرآنی تعیین سورہ وجزو واحادیث نبوی کاشیہ نگاشتہ شد نہم آنکہ عبارات عربی را معرب گردانیدہ شد در رعایت حرکات اضافیہ وتوصیفیہ خصوصاً در مقامات مبہمہ نمودہ شد دہم آنکہ حال بعضی از اکابر کہ اسمائے گرامی ایشان در کتاب جابجا مذکور است از کتب قوم تلاش نمودہ بحاشیہ درج کردہ شد ۔ علاوہ ازین دیگر خصوصیات کہ بملاحظہ ناظرین متعلق است مرعی داشتہ شد ۔ والحمد للہ تعالی علی ذلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً علیہ مبارکاً فیہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وہر حضرات کہ ارادہ خریداری این گوہر آبدار دارند بعنوان ذیل طلب فرمایند

امرتسر چوک فرید مسجد حاجی شیخ بڈھا مرحوم ۔ خاکسار نور احمد عفی عنہ قیمت حصہ دوم مندرج ذیل است

درجہ	خاص کاغذ سفید ولائتی چکنا	عہ	التماس
درجہ	اول " " دیسی	۱۲عہ	محصول ڈاک ۔ فیس منی آرڈر و پیکنگ وغیرہ بذمہ خریدار
درجہ	دوم " " "	عہ	تعمیل فرمائش بذریعہ وی پی یا بصورت پیشگی وصول قیمت
درجہ	سوم " بادامی	[illegible]	[illegible]

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم

معرب المكتوبات الشريفة المرسوم بالدرر المكنونات النفيسة

لأفقر المحتاج
إلى لطف رب العباد محمد مراد المنزلوي تولدا المكي توطنا عربتها راجيا
أن ينتفع بها إخوان طريقتنا الذين لا معرفة لهم باللغة الفارسية
التي هي أصلها والتركية التي هي ترجمتها وأسأل
الله سبحانه أن يجعله خالصا لوجهه الكريم
وأن يجيرني به من العذاب
الأليم إنه رؤف
رحيم حليم

للمؤلف المعرب اللاشي

أموت ويبلى أعظمي في المقابر ☼ وسوف أرى ما قد حوته دفاتري
فرمت ادخارا بعد موتي من الدعا ☼ فأبقيت تذكارا نتاج خواطري

◆ وبهامشه ترجمة أحوال الإمام الرباني للمعرب المذكور ويليه كتاب الرحمة الهابطة في تحقيق الرابطة للشيخ حسين الدوسري رحمه الله وبعض التحشية من المعرب يفصل بينهما بالخط ◆

حقوق الطبع محفوظة للمعرب وأولاده

◆ الطبعة الأولى ◆

◆ طبع في المطبعة الميرية الكائنة بمكة المحمية ◆
(سنة ١٣١٦ هجرية)

ماشاء الله

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى عجزت العقول عن ادراك كنه ذاته • وتحيرت فهوم الفحول فى معرفة صفاته • ابدع العالم واجلى عجائب صنعه فى مجالى مصنوعاته • وخلق نوع الانسان واودع فيه جميع مافى مكوناته • وشرفه وكرمه بخلافته • وفضله على سائر برياته • وصيرها سببا لنجاته • وانجاح حاجاته ورفع درجاته • وسلما لعروجاته • الى اوج القرب واقصى غاياته • ولآلى الصلوات وجواهر التسليمات وفرائد التحيات على اشرف مخلوقاته • واكرم موجوداته والمظهر الاتم لظهوراته • سيدنا ومولانا محمد المراد من خلق الكونين والعلة الغائية لافاضة فيوضاته • وبث بركاته • وعلى آله واصحابه الذين حازوا نعمة صحباته • وفازوا بالتطفل فى سائر كمالاته • وعلى جميع اولياء امته الذين بذلوا جهدهم فى احياء ملته واتباع سنته واقتفاء سيرته فى جميع حالاته • فاباح الله لهم موائد نعمه • وقلدهم لطائف منه • وزين ظواهرهم وبواطنهم بمكارم شيمه • ونور قلوبهم من لوامع الانوار • وملأ اسرارهم بفصوص الحكم وجواهر الاسرار • وكحل ابصار بصائرهم بكحل العناية والاستبصار • واشبعهم عوارف المعارف ومنحهم قوت القلوب والطعهم من العلم على مكنوناته •

﴿ امابعد ﴾ فهذه درر مكنونات منيفة • برزت من اصداف عبارات المكتوبات الشريفة • للامام الربانى والغوث الصمدانى • والقطب السبحانى • والعارف الرحمانى • نقطة دائرة الارشاد • رحلة الابدال والاوتاد • قدوة الكملاء الافراد • واقف الاسرار الالهية • كاشف دقائق المتشابهات القرآنية • برهان الولاية الخاصة المحمدية • سمى سيد المرسلين وافضل البرية • بالاسم الذى بشر به المسيح على نبينا وعليه الصلاة والسلام والتحية • سيدنا وسندنا ومولانا ووسيلتنا الى الله القديم الكريم الاحد الابدى • الشيخ احمد بن الشيخ عبد الاحد

(بسم الله الرحمن الرحيم)

ا من لطائف منه متواترة •
عوارف نعمه متوافرة •
صل على نبيك المأمون
خازن علمك المخزون •
على آله الكرام واصحابه
عظام وتابعيهم باحسان
لى قيام الساعة وساعة
القيام (أمابعد) لما من الله
سبحانه وتعالى على عبده
العاجز هذا بمحض فضله
وكرمه باتمام تعريب مكتوبات
الامام الربانى المجدد والمنور
للالف الثانى قدس سره
أردت ان اذكر نبذا يسيرا
من أحواله الشريفة ومناقبه
المنيفة وما جرى عليه قدس
سره مما جرى على الانبياء
والاولياء والصلحاء من المحن
والبلايا من الابتلاء بالحسدة
وتطاول الجهلاء ومجادلة
السفهاء وما صدر فى نصرته
واعانته ومدحته من الاعزة
الكملاء والاجلة الفضلاء
ممن كانوا فى عصره وبعده
ليكون ذلك كالمقدمة السابقة
للتعريب المذكور او الخاتمة
اللاحقة به فتتم بذلك الفائدة
وتتوفر النفع والعائدة
بأن يكون عونا لمن يطالع
التعريب المذكور فى احواله
قدس سره وان كانت
معلومة ظاهرة للمحبين
الذين هم على طريقته

السرهندى * محتدا * الفاروقى نسبا * النقشبندى مشربا * الحنفى مذهبا * الشهير عند الاقاصى والادانى * بمجدد الالف الثانى * قدس الله سره وروح روحه ونور ضريحه * وافاض علينا من بركاته * وجعل لنا نصيبا وافرا من جميع مقاماته * بحرمة اشرف العباد * وآله الامجاد * وكانت تلك الجواهر تصدر من لجج مكشوفاته ومعلوماته قدس سره شيئا فشيئا على مرور الاوقات والحجج مدة حياته * من بداية كماله الى حين مماته * على مقدار استعداد كل من ارسل اليه * حسب مايظهر من عالم الغيب لديه * بعضها فى ذم الدنيا الدنية * وبعضها فى الحث والتحريض على ماينفع فى الآخرة ودرجاتها العلية * وبعضها فى النصائح والمواعظ البهية وللقبول حرية * وبعضها فى الترغيب فى ترويج احكام الشريعة المصطفوية * واكثرها فى بيان اسرار الشريعة المحمدية * وتحقيق حقائقها * وحل رموز الطريقة النقشبندية الاحمدية وكشف دقائقها * مقتبسة من انوار متابعة السنة السنية * مقتطفة من اشجار اقتفاء السيرة المصطفوية * وملتقطة من موائد فوائد التأدب بالآداب النبوية * مصداق قوله صلى الله عليه وسلم ان من العلم كهيئة المكنون لا يعلمه الا اهل المعرفة بالله وفى رواية الا العلماء بالله فاذا قالوه وفى رواية تكلموا وفى رواية نطقوا به لا ينكره الا اهل الغرة بالله وقوله صلى الله عليه وسلم من عمل بما علم ورثه الله تعالى علم مالم يعلم يعنى من غير تعلم من احد ولا اخذ من الكتاب * بل بمجرد فتح الباب * من طرف حكيم عليم وهاب * وهو علم الوراثة المحمدية الذى ورثه الاولياء من باطنية محمد صلى الله عليه وسلم باسانيد الالهام * ونقلة الكشف التام * وصفاء السريرة وصدق المعاملة مع الله تعالى دون غيرهم لحديث رواه القسطلانى فى المواهب اللدنية * وغيره فى كتب الاحاديث النبوية * من قوله صلى الله عليه وسلم وسألنى ربى فلم استطع ان أجيبه فوضع يده بين كتفى بلا تكييف ولا تحديد فوجدت بردها فاورثنى علم الاولين والآخرين وعلمنى علوما شتى فعلم اخذ على كتمانه اذ علم انه لا يقدر على حمله احد غيرى وعلم خيرنى فيه وعلمنى القرآن فكان جبريل يذكرنى به وعلم امرنى بتبليغه الى الخاص والعام اه * فتبين من هذا الحديث ان وراء العلم الذى امر بتبليغه الى الخاص والعام الذى هو علم الشرائع والاحكام علمين آخرين بل علوما شتى كما قال صلى الله عليه وسلم كلها حق اما العلم المأمور بكتمانه فهو علم النبوة اذ لا يعلمه ولا يقدر على حمله غير النبى ولا نبى بعده واما العلم الذى خير فيه صلى الله عليه وسلم فهو علم الولاية وهو علم باطن الشريعة وحقيقتها واسرارها المخزونة المكنونة التى اسرها النبى صلى الله عليه وسلم لخواص اصحابه كما خص باعلام المنافقين حذيفة رضى الله عنه وهم اسروها الى خواص اصحابهم وهلم جرا الى انتهائها وتؤخذ وتتلقى بالاحوال الصادقة والعقيدة الراسخة والاعمال الصالحة المصحوبة بالاخلاص والنية الخالصة وملازمة الذكر ومداومة الفكر ومراقبة الحضور مع الله تعالى كذا قال خاتمة المحققين العارف بالله الشيخ عبد الغنى النابلسى قدس سره وقال ابو هريرة رضى الله عنه فيما رواه البخارى فى صحيحه حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم وعائين اما احدهما فبثثته واما الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم يعنى اقتلونى لحكمهم بكفرى حيث لم يفهموا ما اشير اليه فى كلامى من حقائق المعانى واسرار الشريعة المطهرة كما وقع للامام حجة الاسلام ابى حامد الغزالى حين اظهر بعض اسرار معاملة الدين حيث رموه بالزندقة

ليس الا انفاس تخبر عنه ✻ وهو عنها مبرأ معزول
ومن القوم من يشير الى وجـ ✻ ـد تبقى عليه منه القليل
ولكل منهم رأيت مقاما ✻ شرحه فى الكتاب مما يطول
قلت أهل الهوى سلام عليكم ✻ لى فؤاد عنكم بكم مشغول
وجفون قد أقرحتها من الدمـ ✻ ـع حنينا الى لقاكم سيول
لم يزل حافز من الشوق يحدو ✻ بى اليكم والحادثات تحول
واعتذارى ذنب فهل عند من يعـ ✻ ـلم عذرى فى ترك عذرى قبول
جئت كى أصطلى فهل لى الى نا ✻ ركم هذه الغداة سبيل
فأجابت شواهد الحال عنهم ✻ كل حد من دونها مفلول
لا تروقنك الرياض الانيقا ✻ ت فمن دونها ربا ودحول
كم أتاها قوم على غرة منـ ✻ ـها وراموا أمرا فعز الوصول
وقفوا شاخصين حتى اذا ما ✻ لاح للوصل غرة وحجول
وبدت راية الوفا بيد الوجـ ✻ ـد ونادى أهل الحقائق جولوا
أين من كان يدعينا فهذا الـ ✻ ـيوم فيه سبغ الدعاوى يحول
حملوا حملة الفحول ولا يصـ ✻ ـرع يوم اللقاء الا الفحول
بذلوا أنفسا سخت حين شحت ✻ بوصال واستصغر المبذول
ثم غابوا من بعد ما اقتحموها ✻ بين أمواجها وجاءت سيول
قذفتهم الى الرسوم فكل ✻ دمه فى طلولها مطلول
نارنا هذه تضىء لمن يسـ ✻ ـرى بليل لكنها لا تنيل
منتهى الحظ ما تزود منه اللحـ ✻ ـظ والمدركون ذاك قليل
جاءها من عرفت يبغى اقتباسا ✻ وله البسط والمنى والسول
فتعالت عن المنال وعزت ✻ عن دنو اليه وهو رسول
فوقفنا كما عهدت حيارى ✻ كل عزم من دونها مخذول
ندفع الوقت بالرجاء وناهيـ ✻ ـك بقلب غذاؤه التعليل
كلما ذاق كأس يأس مرير ✻ جاء كأس من الرجا معسول
فاذا سولت له النفس أمرا ✻ حيد عنه وقيل صبر جميل
هذه حالنا وما وصل العلـ ✻ ـم اليه وكل حال تحول

٦٢٢

المكتوبات الربانية

للإمام الرباني أحمد بن عبد الأحد
السرهندي الفاروقي النقشبندي
المتوفى ١٠٣٤ هـ

جمعها
يار محمد الجديد البدخشي الطالقاني

علق عليها ووضع حواشيها
مصطفى حسنين عبد الهادي

الجزء الأول

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

٦٢٠٦

٦٢٣

المكتوبات الربانية

للإمام الرباني أحمد بن عبد الأحد
السرهندي الفاروقي النقشبندي
المتوفى ١٠٣٤هـ

جمعها

يار محمد الجديد البدخشي الطالقاني

علق عليها ووضع حواشيها

مصطفى حسنين عبد الهادي

الجزء الثاني

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

٦٢٠٧

٦٢٣

المكتوبات الربانية

للإمام الرباني أحمد بن عبد الأحد
السرهندي الفاروقي النقشبندي
المتوفى ١٠٣٤هـ

جمعها

يار محمد الجديد البدخشي الطالقاني

علق عليها ووضع حواشيها

مصطفى حسنين عبد الهادي

الجزء الثالث

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

٦٢٠٨

سلسلہ تصوف نمبر

اردو ترجمہ کتاب

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

جناب عالم نبیل و فاضل جلیل حامی دین متین حضرت مولوی قاضی عالم الدین صاحب خلیفہ مجاز
حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین فخر خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مقبول رب الرحیم
حضرت خواجہ حاجی حافظ محمد عبد الکریم سلمہ ربہ

جسے اللہ والے کی قومی دکان مالک
ملک چنن الدین آز ملک خلف رشید فضل الدین ککے زئی نقشبندی مجددی تاجر کتب،
کوچہ ککے زیاں منزل نقشبندیہ بازار کشمیری
لاہور نے
بصرف زر کثیر با محاورہ اردو ترجمہ کرا کر نہایت صحت سے چھپوائی،

سلسلہ تصوف نمبر

اردو ترجمہ کتاب

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

جناب عالم نبیل و فاضل جلیل جامع بن متین حضرت مولوی قاضی عالم الدین صاحب خلیفہ مجاز

حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین فخر خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مقبول رب الرحیم

حضرت خواجہ حاجی حافظ محمد عبد الکریم سلمہ ربہ

جسے اللہ والے کی قومی دکان مالک

ملک چنن الدین خلف الرشید ملک فضل الدین ککے زئی نقشبندی مجددی تاجر کتب

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زئیاں ـــــ بازار کشمیری

لاہور نے

بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر نہایت صحت سے چھپوائی

سلسلہ تصوف نمبر

اردو ترجمہ کتاب

مکتوبات امام ربّانی مجدّد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

جناب عالم نبیل و فاضل جلیل جامع شرع متین حضرت مولوی قاضی عالم الدین صاحب خلیفہ مجاز

حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین فخر خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مقبول رب الرحیم

حضرت خواجہ حاجی حافظ محمد عبد الکریم سلمہ ربہ

جسے اللہ والے کی قومی دکان مالک

ملک چنن الدین خلف الرشید ملک فضل الدین ککے زئی نقشبندی مجدّدی تاجر کتب

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زیاں ـــــ بازار کشمیری

لاہور نے

بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر نہایت صحت سے چھپوائی

۶۲۸

مکتوباتِ امامِ ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

مُجدّدِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدّس اللہ سرّہُ العزیز
کے اسرارِ شریعت اور معارفِ طریقت سے بھرپور گرانقدر مُجدّدانہ مکاتیب کا

مُستند اُردو ترجمہ

ادارۂ اسلامیات لاہور
۱۹۰ - انارکلی ، لاہور

۶۲۱۲

مکتوباتِ امامِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ

مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہٗ العزیز
کے اسرارِ شریعت اور معارفِ طریقت سے بھرپور گرانقدر مجددانہ مکاتیب کا

مستند اردو ترجمہ

جلد دوم سوم
مع رسالہ
مبدأ و معاد اردو
اردو ترجمہ : مولانا قاضی عالم الدین صاحب نقشبندی مجددی

ادارۂ اسلامیات لاہور
۱۹۰ - انارکلی ، لاہور

مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
کے اسرارِ شریعت اور معارفِ طریقت سے بھرپور گرانقدر مجددانہ مکاتیب

جلد اول

مترجم
حضرت مولانا قاضی عالم الدین صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۔ لاہور

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

(یہ تو ایک نصیحت ہے پس جس کا جی چاہے اس سے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے)

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

مکتوبات
حضرت مجدّد الفِ ثانی

شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی کے

دفتر اول کے مکتوب ۱ سے ۱۷۱ تک مکتوبات کا
اردو ترجمہ

مترجمہ

حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب

ناشر
ادارۂ مجددیہ: ۵/۲، ایچ، ناظم آباد ۳، کراچی

ماہ صفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۸ء

مطبوعہ احمد برادرس پرنٹرس۔ ناظم آباد ۲ کراچی
قیمت /-

٦٢١٥

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ۝
(بیشک یہ ایک نصیحت ہے پس جس کا جی چاہے (اس سے) اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے)

مکتوباتِ حضرت مجددِ الفِ ثانی

شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی

کے

دفتر اوّل حصہ دوم

(مکتوب ۱۷۲ تا ۳۱۳)

کا

اردو ترجمہ

جس میں ہر مکتوب الیہ کا تذکرہ اور ان کے نام مکتوبات کی تفصیل، نیز مکتوبات شریفہ میں جن بزرگوں کا اسم گرامی آیا ہے ان کا تذکرہ بھی حاشیہ میں کر دیا گیا ہے۔ اور مصطلحات کی تشریح اور احادیث شریفہ کی تخریج بھی دیدی گئی ہے۔ اور آخر میں اشاریہ بھی دیدیا ہے جو آیاتِ قرآنی، احادیث شریفہ، اقوالِ بزرگان، مصطلحات، اسماء الرجال، اسماء البلاد اور اسماء الکتب وغیرہ پر مشتمل ہے۔

مترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب

ناشر
ادارۂ مجددیہ، ۵/۲، ایچ، ناظم آباد ۳، کراچی
مطبوعہ احمد برادرس پرنٹرس۔ ناظم آباد ۲، کراچی

۶۲۱۶

٧٨٦

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

مطالعۂ مکتوبات را لازم گیرند کہ سود مند است (مکتوب ۲۳۷)

مکتوباتِ حضرت مجدد الفِ ثانی

امامِ ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ

کے

دفترِ دوم

مسمّٰی بہ "نورالخلائق" کا

١٠٢٨ھ

اردو ترجمہ

مترجمہ

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

ادارۂ مجدّدیہ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

۶۳۴

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

(یہ تو ایک نصیحت ہے پس جس کا جی چاہے (اس سے) اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے)

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست　　آخر آمد ز پسِ پردۂ تقدیر پدید

مکتوبات

حضرت مجدّد الفِ ثانی قدس سرہٗ

شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی کے

دفترِ سوم کا اُردو ترجمہ

جس کو حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ خلیفۂ مجاز حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ نے سنہ ۱۰۳۱ھ میں حضرت موصوفؒ کی خدمت میں رہ کر مرتّب فرمایا اور حضرت موصوفؒ کی ہدایت کے مطابق قرآن کریم کی سورتوں کی تعداد کے موافق ایک سو چودہ مکتوبات پر دفترِ ہذا کو ختم کر دیا اور اس کا تاریخی نام "معرفت الحقائق" رکھا۔ نیز لفظ "ثالث" سے بھی اس کی تاریخ نکلتی ہے۔ مزید دس مکتوبات جو بعد میں حاصل ہوئے ان کو بھی دفترِ ہذا کے آخر میں "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" کے عنوان سے شامل کر دیا ہے۔

مترجمہ

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب

شائع کردہ
ادارۂ مجدّدیہ: ۵/۲-ایچ۔ ناظم آباد ۳ کراچی کوڈ نمبر ۷۴۶۰۰
۱۹۹۴ء
مطبوعہ احمد برادرس پرنٹرس ناظم آباد ۲

۶۲۱۸

حق

دُرِّ الثانی

یعنی

خلاصہ مکتوبات امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مخلّصہ

معلّم معرفت مجسمہ سنّت مجموعہ طریقت متبع شریعت مرقع روحانیت
حضرت الحاج مولانا شاہ محمّد ہدایت علی صاحب نقشبندی مجدّدی
(جے پوری) رحمۃ اللہ علیہ

تجلیاتِ ربّانی

ترجمہ و تلخیص

مکتوباتِ حضرت مجدّد الف ثانی

رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ

امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کے تینوں دفتروں کی تلخیص اور ترجمہ جن میں تصوف و احسان، تعمیر باطن، حق و باطل میں امتیاز، جہاد فی سبیل اللہ، اقامتِ دین و ترویجِ شریعت، احیاءِ سنّت و امحاءِ بدعت کی ترغیب و تلقین اور اُمّتِ مسلمہ کی عام رہنمائی کا وہ سامان موجود ہے جس نے گزشتہ ۳، ۴ صدیوں میں اُمّتِ مصطفویہ (علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام) کے حق میں "میرِ کارواں" کا کام انجام دیا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ صدیوں میں بھی اس سے اُمّت کو ہدایت ملتی رہے گی،

تلخیص و ترجمہ

حصّہ اوّل

مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی

ناشر

مکتبہ سراجیہ خانقاہِ احمدیہ سعیدیہ ۔ موسیٰ زئی شریف

ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان (پاکستان)

منتخبات

از

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی

الشیخ احمد سرهندی قدس سره

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالاوفست
وقف الاخلاص

IHLAS VAKFI YAYINIDIR

يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول - تركيا

هجري قمري	هجري شمسي	ميلادي
١٤١٣	١٣٧١	١٩٩٢

من اراد ان يطبع هذه الرسالة وحدها او يترجمها الى لغة اخرى فله من الله الاجر الجزيل و منا الشكر الجميل و كذلك جميع كتبنا كل مسلم مأذون بطبعها بشرط جودة الورق و التصحيح

٦٣٨

انتخاب مکتوبات

شیخ احمد سرہندی

ترتیب و مقدمہ
از
ڈاکٹر فضل الرحمٰن
ڈائرکٹر ، ادارہ تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد

اقبال اکادمی ، کراچی

٦٢٢٢

الشذرات الذهبية

من المكتوبات المجدديه

للامام الربانى المجدد للالف الثانى

الشيخ احمد الفاروقى السرهندى

التعريب

الشيخ محمد مراد المكى

مؤسسه الافكار المجدديه

ارشادات

از (مکتوبات شریفه) امام ربانی

مجدد الفِ ثانی

حضرت شیخ احمد فاروقی سرهندی قدس سره العزیز

مؤسسة الافکار المجددیه العالمیه
باکستان

فهارس تحلیلی هشتگانهٔ

مکتوبات احمد سرهندیؒ

آرثور بیولر

اقبال اکادمی پاکستان

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

شرح مکتوبات قدسی آیات

محبوب سبحانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سره السامی

حصّه [illegible]

محمد مسعود احمد

شارح

مولوی نصر الله هوتکی ولد مرحوم حاجی محمد شاه [illegible]

رکن از ارکین جمعیت العلماے دولت علیه اسلامیه جمهوری افغانستان

محرر و مرتب و همکار شرح این کتاب مقدس

الحاج حفیظ الله خان سیرت بدخشی طالقانی ولد مرحوم صفرعلیخان
ینگ باشی

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ
(یا اللہ! تو اشیاء کی حقیقتیں کما حقہٗ ہم کو دکھا۔)

مَعارفِ مکتوباتِ اِمام ربّانیؒ

۱۹۸۳ء

(تفصیلی فہرست مکتوباتِ حضرت امام ربّانی مُجدّدِ الفِ ثانی قدس سرّہٗ)

تالیف
مولانا محمد نعیم اللہ خاں صاحب خیاؔلی نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

ناشر
شاہ ابُوالخیر اکاڈمی، درگاہ حضرت شاہ ابُوالخیرؒ دہلی ۶

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز
کے کتاب و سنت کی روشنی میں شریعت، طریقت
وحقیقت کے علوم و معارف پر مشتمل شہرہ آفاق مکتوبات شریفہ
کی پہلی اردو شرح

مسمّٰی بہ

البیّنات
شرح
مکتوبات

شارح

ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی

تنظیم الاسلام پبلیکیشنز
121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
پاکستان ☎:+92-431-41160

دفترِ اوّل ۔ مکتُوب (۱)

مکتُوب الیہ

عارفِ باللہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی قدس سرہ العزیز

مَوضُوعات

اسمِ اَلظَّاہِر کا مفہوم ، تجلّی کا مفہوم ، سیر و سلوک

اسم الظاہر کی تجلی کا ظہور عورتوں کے لباس میں ، تنزیہہ و تشبیہہ

لطائفِ عشرہ کا تفصیلی بیان ، حیاتِ انبیاء و اولیاء

٦٣٦

EPISTLES

(Maktubāt Sharif)

of

Imāmi Rabbāni Mujaddid Alf-Sāni
Sheykh Ahmad Fāruqi Sirhindi

Translation & Commentary

by

Sheykh Muhammad Wajihuddin
al-Qāri al-Muqri al-Hāfiz as-Siddiqi al-Hanafi
an-Naqshbandy al-Mujaddidy

Volume - I

Consisting of the first 213 epistles
from the original Volume-I

Published by
Institute of Naqshbandy-Mujaddidy Works
P-Block Marghzar Colony Multan Road, Lahore, Pakistan.
Tel 92-42-5412534 - 7843312. Fax: 92-42-7843312

٩٢٣٠

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ
اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے۔

اَلْمَجْمُوْعَۃُ السَّنِیَّۃُ

١ رسالہ ردِّ روافض

از حضرت مجدّد شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس اللہ سرہ

٢ رسالۂ اَلْمُقَدِّمَۃُ السَّنِیَّۃُ

از امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فاروقی قدس اللہ سرہ

٣ مکتوب شاہ ولی اللہ

بہ خواجہ محمد امین در بیان معارف حضرت مجدد قدس اللہ اسرارہم

◆

ناشر
حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی۔ شاہ ابوالخیر مارگ۔ دہلی ۱۱۰۰۰۶

رسائل مجددیہ

از افاضات

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی قدس سرہ العزیز

بہ ترتیب جدید

ناشر

ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور

۶۲۳۲

رسالہ تہلیلیہ

در تحقیق کلمۂ طیبہ

◆

از افاضات

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

◆

بترتیب جدید

◆

ناشر

◆

ادارہ سعدیہ مجددیہ بیڈن روڈ لاہور

٦٢٣٣

٦٥٠

وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ

کتب خانہ شیخ عالم مختار حق

معارف لدنیہ

از افاضت

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ

سلسلۂ مطبوعات مجلس علمی نمبر

(سنہ ۱۳۵۱ھ)

مطبوعہ مدینہ پریس بجنور یوپی (انڈیا)

٦٢٣٤

رسالہ

معارفِ لدنیہ

از افاضات

•

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ

(بترتیب جدید)

○

ناشر

○

ادارۂ سعدیہ مجددیہ بیڈن روڈ لاہور

رسالہ

اثبات النبوّۃ

(در تحقیقِ نبوّت)

از افاضات

○

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

○

بترتیب جدید

○

ناشر

○

ادارہ سعدیہ مجددیہ ۔ بیڈن روڈ لاہور

٤٨٦

مکاشفاتِ عینیہ [مجددیہ]

سنہ ١٠٥٣ھ

از

حضرت امام ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی
شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس اللہ سرّہ

معہ اردو ترجمہ

باہتمام

ادارۂ مجدّدیہ۔ ٢/٥۔ ایچ۔ ناظم آباد ع٣۔ کراچی ع١٨

رسالہ

مبدء و معاد

از افاضات

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

○

(بہ ترتیب جدید)

○

ناشر

○

ادارہ سعدیہ مجددیہ بیڈن روڈ لاہور

مبدء و معاد

قیومِ اول
حضرت شیخ احمد مجددِ الفِ ثانی سرہندی رضی اللہ عنہ

ناشر: سنی لٹریری سوسائٹی
۴۹ - ریلوے روڈ، لاہور۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

الحمد لله تعالی که رساله شریفه حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی الله عنه موسوم به

مبدأ و معاد

و رساله مصنفه جناب فضائل مآب حضرت خواجه میر درد محمدی دهلوی علیه الرحمة موسوم به

اسرار الصلوٰة

بفرمایش زبدة العارفین و خلاصة السالکین حضرت سید نور الحسن صاحب آفاقی

در مطبع انصاری دهلی طبع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

(۴)

مرقعِ علمی

امام ربانی پر تصانیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

- ......سرورق بشائر الحسنات فی الصلوٰۃ والسلام علی سید الکائنات، جہلم (پاکستان) مرتبہ مولانا عبدالسلام صدیقی
- ......مخطوطہ، زبدۃ المقات، صفحہ اول ودوم، مخزونہ کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی
- ......مخطوطہ، زبدۃ المقامات، بخط حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی، صفحہ اول وآخر مخزونہ کتب خانہ ایضاً
- ......مخطوطہ، زبدۃ المقات، بخط، احمد علی نقشبندی مجددی (م۔ ۱۲۸۹ھ) صفحہ اول ودوم، ص ۴۷۸، ۴۷۹
مخزونہ کتب خانہ ایضاً
- ......مخطوطہ، حضرات القدس، دفتر ثانی، صفحہ اول وآخر، مخزونہ کتب خانہ ایضاً
- ......مخطوطہ، حضرات القدس، دفتر ثانی، (حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی کا تصحیح کردہ صفحہ اول وآخر، مخزونہ کتب
خانہ ایضاً
- ......سرورق ہدایۃ الطالبین، محمد صالح کولابی نقشبندی، نول کشور گیس پرنٹنگ پریس، لاہور
- ......سرورق زبدۃ المقامات، خواجہ محمد ہاشم کشمی، سیالکوٹ (پاکستان)
- ......سرورق حضرات القدس، خواجہ بدرالدین سرہندی، سیالکوٹ (پاکستان)
- ......سرورق وصال احمدی، خواجہ بدرالدین سرہندی، سیالکوٹ (پاکستان)
- ......اوراق شیخ آدم بنوری، /خلاصۃ المعارف فی اسرار العقائد، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن،
مکتوبہ ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء
- ......اوراق بدرالدین سرہندی: مجمع الاولیاء، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن،
مکتوبہ ۱۰۴۳ھ/ ۴۔ ۱۶۳۳ء
- ......اوراق محمد امین بدخشی مناقب الحضرات، مخطوطہ برٹش میوزیم، لندن، مکتوبہ ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۳۱ء
- ......سرورق مناقب الحضرات، ترجمہ ڈاکٹر معین نظامی، کوٹلی، آزاد کشمیر
- ......سرورق عمدۃ المقامات، شاہ محمد فضل اللہ، لاہور

- سرورق......سوانح عمری امام ربانی مجدد الف ثانی (از مولانا شیخ قادر بخش) مطبع منشی فخر الدین، لاہور ۱۳۱۴ھ
- سرورق......احوال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، نظام الدین مجددی توکلی، لاہور
- سرورق......حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات آبادشاہ پوری، مکتبہ چراغ اسلام، لاہور
- سرورق......مجموعہ حالات و مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی، مولانا محمد عبدالاحد، مطبوعہ دہلی
- سرورق......ارتحال مجددی، منشی محمد اعزاز الدین احمد، مکتبہ امجد علی' مراد آباد
- سرورق......ہدیہ احمدیہ' از ابوالخیر مکی، کانپور ۱۳۱۳ھ
- سرورق......روضۃ القیومیہ، کمال الدین محمد احسان، سول اسٹیم پریس، لاہور
- سرورق......سوانح مجدد الف ثانی سرہندی محمد احسان عباس' ہمدرد کامریڈ پریس' دہلی
- سرورق......آفتاب شرف شاہ محمد ابو اشرف مجددی' مطبوعہ کلکتہ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء
- سرورق......کنز الہدایات مفتی محمد باقر بن شرف الدین' مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء
- سرورق......حضرت مجدد الف ثانی......ایک تحقیقی جائزہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ' کراچی ۱۹۶۵ء
- ......حضرت مجدد کا تصور توحید (انگریزی) ڈاکٹر برہان احمد فاروقی' دہلی (بھارت) (مقالہ' ڈاکٹریٹ)
- سرورق......تذکرہ مجدد الف ثانی، محمد منظور نعمانی، کراچی
- سرورق......مکتوبات امام ربانی کی دینی و معاشرتی اہمیت، از ڈاکٹر سراج احمد، کراچی (مقالہ' ڈاکٹریٹ)
- سرورق......مکتوبات مجدد الف ثانی......تخریج احادیث (غیر مطبوعہ)، از ڈاکٹر بابر بیگ مطالی (مقالہ' ڈاکٹریٹ)
- سرورق......مکتوبات امام ربانی کی تاریخی تعیین، (غیر مطبوعہ) از ڈاکٹر محمد انصار خاں (مقالہ' ڈاکٹریٹ)
- سرورق......حضرت مجدد الف ثانی کی تفسیری اور فقہی خدمات، ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس (مقالہ' ڈاکٹریٹ)
- سرورق......ڈاکٹر محمد اقبال اور حضرت مجدد الف ثانی......افکار و نظریات، ڈاکٹر بابر بیگ مطالی (غیر مطبوعہ)
- سرورق......حیات مجدد، از پروفیسر محمد فرمان، لاہور

- ......سرورق سیرت مجدد الف ثانی، از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی
- ......سرورق حضرت مجدد الف ثانی...... حیات، افکار و خدمات، از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی
- ......سرورق مجدد ہزارۂ دوم، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی
- ......سرورق مقدمہ تجلیات امام ربانی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، لاہور
- ......سرورق حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی
- ......سرورق صراط مستقیم، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی
- ......سرورق حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فقہ کے افق پر، از محمد معصوم، کوٹلی، آزاد کشمیر
- ......سرورق جواہر مجددیہ، از خواجہ احمد حسین خاں، کراچی
- ......سرورق تجلیات امام ربانی، از علامہ محمد عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری مظہری، لاہور
- ......سرورق عقیدۂ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی، پروفیسر سید شبیر حسین زاہد، لاہور
- ......سرورق حضور امام ربانی کا لقب مجدد الف ثانی، علامہ محمد فیض احمد اویسی، سیالکوٹ
- ......سرورق حضرت مجدد الف ثانی کی شان قیومیت، علامہ محمد فیض احمد اویسی، سیالکوٹ
- ......سرورق حضرت مجدد الف ثانی کی مجددیت و قیومیت، از پروفیسر محمد حسین آسی، شکر گڑھ
- ......سرورق سلوک مجددیہ، از سید عبد اللہ محدث دکن، لاہور
- ......سرورق حضرت مجدد اور ان کے ناقدین' ابوالحسن زید فاروقی، استانبول (ترکی)
- ......سرورق حضرت امام اعظم حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں، علام عبد الحکیم اختر شاہجہاں پوری، لاہور
- ......سرورق حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا بریلوی، پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی، لاہور
- ......سرورق حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، کراچی
- ......سرورق امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ، ابوالسرور محمد مسرور احمد، کراچی
- ......سرورق ارشادات حضرت مجدد الف ثانی، مرتبہ ابوالبرکات سید احمد قادری، کراچی
- ......سرورق ارشادات حضرت مجدد الف ثانی، مرتبہ صاحب زادہ میاں جمیل احمد شرقپوری، شرقپور شریف (پاکستان)
- ......سرورق ارشادات مجدد الف ثانی (انتخاب مکتوبات امام ربانی)، محمد اشرف عثمانی، لاہور

- ......سرورق فرمودات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز، لاہور
- ......سرورق مسلک امام ربانی، مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، لاہور
- ......سرورق تائید اہل سنت، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، لاہور
- ......سرورق امام ربانی اور اتباع رسول، ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، حیدر آباد، سندھ
- ......سرورق لمعات امام ربانی، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور
- ......سرورق حضرت مجدد الف ثانی کی دینی وملی خدمات، از صوفی غلام سرور نقشبندی، لاہور
- ......سرورق حیات وتعلیمات مجدد الف ثانی، از سرفراز احمد بھٹی، لاہور
- ......سرورق یادگار مجدد الف ثانی، ابوالسرور محمد مسرور احمد، کراچی
- ......سرورق تاجدار سرہند، معراج الدین مسعودی، کراچی
- ......سرورق مجدد الف ثانی......کردار وافکار، پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی
- ......سرورق شیخ سرہند، جمیل اطہر سرہندی، لاہور
- ......سرورق آفتاب ولایت، مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی
- ......وصال حضرت مجدد الف ثانی، مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی
- ......سرورق، جہاں نما، ڈاکٹر عدنان خورشید، کراچی
- ......سرورق امام ربانی، اقبال احمد اختر القادری، کراچی ۲۰۰۳ء
- ......سرورق امام ربانی کی تحریک اصلاح تصوف، اقبال احمد اختر القادری، کراچی ۲۰۰۴ء
- ......سرورق، ایک انمول ہیرا۔ سیرت حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی، صوفی نثار الحق سیفی نقشبندی مجددی، کراچی ۲۰۰۴ء
- ......جواہر علویہ، محمد اشرف احمد نقشبندی مجددی، نول کشور گیس پرنٹنگ پریس، لاہور
- ......سرورق انساب الانجاب، از محمد حسن جان مجددی، مطبوعہ لاہور
- ......سرورق حضرت مجدد الف ثانی، از زوار حسین شاہ، مطبوعہ کراچی
- ......افکار حضرت مجدد الف ثانی اور عصر حاضر، شیر ربانی، پبلی کیشنز، لاہور

بشائر الحسنات
فی
الصلوة والسلام علی سید الکائنات

مجموعة صیغ الصلوات التی اوردها المجدد
للالف الثانی قدس سرہ فی جمیع تالیفاته المبارکة

دار العلوم السلطانیة
جہلم ● پاکستان

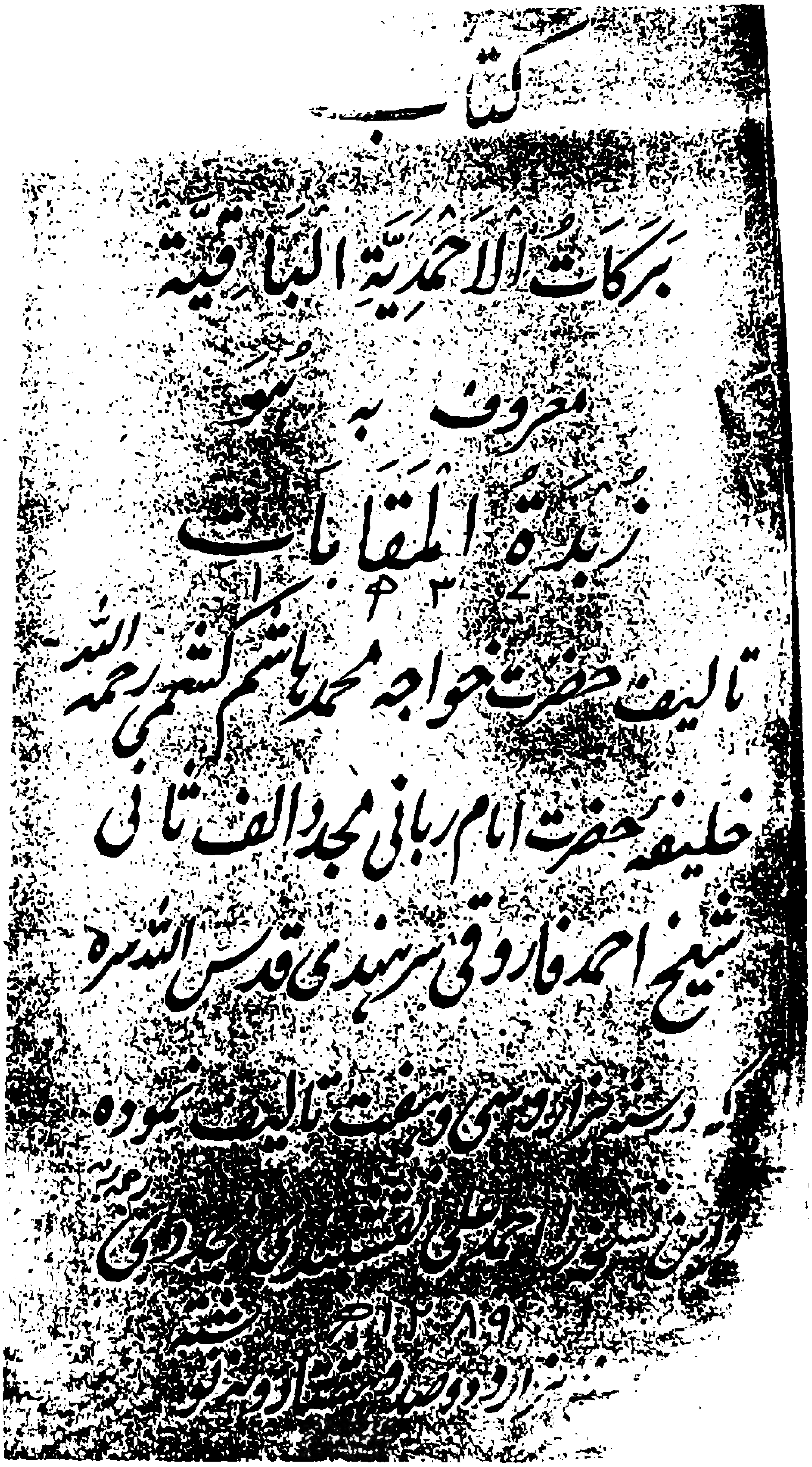

کتاب

برکات الاحمدیة الباقیة

معروف به

زبدة المقامات

تالیف حضرت خواجه محمد هاشم کشمی رحمه الله

خلیفه حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

شیخ احمد فاروقی سرهندی قدس الله سره

که در سنه هزار و سی و هفت تالیف نموده

از نسخه [illegible] احمد علی النقشبندی المجددی رحمه

۱۲۸۹ هجری [illegible]

[illegible] هزار و دو صد و هشتاد و نه [illegible]

یا فتاح

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الباقی بالبقاء الابدی والدوام السرمدی والصلوة علی النور الاتم الاحدی النبی الحضرت المحمدی وعلی اله واصحابه وسایر اتباعه واحبابه الی یوم القیمة کلهم اهل الرحمة والولایة والکرامة اما بعد بر نقشبندان صحائف علم وعرفان وتوانگران کنوز ودفائن پنهان خواجگان مائده تمکین وادب ودیوانگان حلقه سلسلة الذهب مخفی نماند که این بنده از کردار خود شرمنده را با آنکه ابا واجدادش از منتسبان سلسله علیه کبرویه بودند واین حقیر نیز در اوان طفولیت بصحبت بعض خلفای آن خانواده مشرف رسیده بود لیکن بمناسبت فطری ورابطه جبلی هم در عنفوان شباب از آثار نهانی ذوات برکتهای که در اندرون دل را بسلسله ذهبیه خواجگان نقشبندیه بستگی داده بود و به امید را چون بآب رحمت آن ایشان باب رحمت ایشان کشادند اما نمیدانست که کدام راهبر از راهنمایان این شاهراه سنت ان برخاک او فتاده بسر برد وکدام

و کدام یک از مقبلان این سلسلهٔ عالیشان در ایام [illegible] بکرم در پذیرد و در اوایل شعور
این اندیشه و بیمار رنجوری عارضش آمد که در طلب [illegible] همین فیض گرهی بر
دین نهید که مرا بهندوستان باید شد مولوی المعنوی [illegible] سفر [illegible]
از خراج امید بر دو شد خراب پس بعد از شفا از آن رنج و ابتلای حرفهای جنون بنج
تقوی چنان در میان آمد که ناچار سر از پا نشناخته بمملکت شد و نزول آمد
چند سالی در آن کشور شبی در محفلی حدیث حالات عجیبه و تصرفات غریبه که
شیخ رحمه الله ذکر یافت وی را بر دل رفت و دانم که بزرگان نیز می گویند که این
گروه حقیقت پژوه همانا روزگار مخصوص بیش بودند و امروز که ایام از این جواهر خالی است
با خود می گفتم که آیا نیز موجودند اما از دیده ادراک ما ناقابلان مستور و مفقود شد خاطر خواه با
بمقصد اهل دل مایل نمانده یا شهر عشقبازان مرده [illegible] ایام شبی
در منام دیدم که صاحبدلی در رسید و گفت برخیز که فلان بزرگ [illegible] در موضعی
چنان و چنین با جمعی از ارباب صفا و یقین نشسته و ترا می طلبد مصحوب این بندگان
آن شد بزرگ دیدم کلیه کذا و کذا بر صفه که در آن خانه بود جالس و مراقب و اصحاب را
در آن صفه پیش سر افکنده و خاموش آن آینده مر این بنده را پیشی برد آن
بزرگ سر از گریبان بر کشید و دست خود [illegible] در دست من گرفت و گفت
بخوان بسم الله الرحمن الرحیم اذا جاء نصر الله والفتح تا آخر این سوره و من میخواندم
میخواندم چون [illegible] شدم از مضمون این سوره و سبب نزول آن [illegible] بردم بسوی

۴۷۸

و ذکر بعضی از این منتظم را کیفیتی روی داد که مجنبان مست شد تحقیق بر [illegible]

دیگر از وی نام و نشان نیافتم بالجمله الاحوال هر یک از مستضعفیان این [illegible]

و مستضعفیان از اصحاب ایشان بتفصیل مرقوم گردد به نطویل انجامد این قدر بر [illegible]

سعادتمند را بسند است شعر گر بنسخ خود ز برکان را این [illegible]

بانک دوی گردم اگر ز درد گشتی : حق سبحانه برکات شان الحضرت و فرزندان [illegible]

ایشان را تا قیامت جاری گرداناد و این نسبت شریفه ایشان را بر [illegible]

طلاب الی یوم نحب ساری دارا د و این کمترین را درین جهان بمحبت [illegible]

ایشان واشته در آن جهان در زمره ایشان محشور گرداناد بحق اهل ارشاد

بمنه هر یک از بنی دو بزرگ مدرسی الله سرهما نسبت زیارتیه سلک نظم کشیده

جهت انتظار این نام آن منتظر هم را سکنه الجنان ان میگیرد [illegible]

قطعه که در ارشی النفس و آفاقی تست : بنام نطق کی هزار دل را سلام [illegible]

باقی در هر نفس دیگویم این بس : کان جنبه چو نام خویش باحق باقی

رباعی باقی دمنا دیشی لعل مذاب : کلکم ز حد بسر زدم وی [illegible]

فلینظر الی ابن ابی لیلی : بشنو سر قنای او را در یاب [illegible]

باقی که از دو ده لصد جان برسر : مغار کی رستی بکنج پنهانی [illegible]

نقاشی ازل بکلک مقدار درستی : گر این خانه بر سر نقش نبندان [illegible]

[illegible] در ها کی [illegible] : از نشر و باقی مستند این [illegible]

بیهر

ص ۲۷۹

ن ساقی ارسال چهل رفت که بود ؛ برزخ بمیان ~~احمد~~ و احمد میم ؛
علی این قطب که هم عاشق و هم معشوق است ؛ ظاهر شده اینکه احمد
روق است ؛ این آیه که از احمد مرسل بنهفت ؛ بر جوهر اسرار نشستی
صندوق است ؛ رباعی زو شد دل افسرده رندان تازه ؛ چون دایه چمن
غنچه خندان تازه ؛ از خامه میرزای احمد شاه است ؛ نقش جدید نقشبند
از نسعد الهی بحق بنی فاطمه ؛ که بر قول ایمان کنی خاتمه ؛ رباعی
بر نامه بنازم که اشارات نوشت ؛ آغاز و متوسط و نهایات نوشت ؛
۱۰۳۷
نور نشت کتاب رباعی تاریخ کتاب ؛ بر دل هو زبدة المقامات نوشت ؛

تم تم تم تم تم تم
تم تم تم تم تم

از عنایات خدای عزوجل کتاب مستطاب نفائس زبدة المقامات فی حالات
ملفوظات حضرت قطب الاسلام غوث الاعظم فانی مطلق بالله باقی حضرت
خواجه باقی بالله و حضرت امام ربانی غوث صمدانی محبوب سبحانی
قطب الارشاد حضرت شیخ احمد فاروقی سرهندی مجدد الف ثانی
قدس الله سرهما و رضی الله عنهما من تصنیف خواجه محمد هاشم کشمی خلیفه حضرت
مجدد الف ثانی از حسب حکم جناب خواجه نقشبند احمد شاهجهان آبادی در بندر کلکته
در سوم ذیحجه ۱۲۸۹ سنه یکهزار و دو صد و هشتاد و نه هجری به سعی میر معارف
نبیات محمد احمد علی نقشبندی مجددی بنظر رسید بحمد الله حلیه طبع پوشید مصطفی

برکات الاحمدیه الباقیه المعروف بزبدة المقامات

مصنفه
حضرت خواجه محمد هاشم کشمی رحمة الله علیه

زید ابوالحسن فاروقی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد الله الباقی با بقاء ابدی و الدوام سرمدی و الصلی علی النور الاتم
الاحمدی اعنی حضرت محمدی و علی آله و اصحابه و سائر اتباعه و احبابه
یوم القیمة کلما اهل الرشد و الولایة و آثاره اما بعد نقشبندان
معالی همت علم و عرفان و توانگران کنوز ذوق و بیان و خواجگان
الانابه تکیه در ادب و دیوانگان حلقه سلسله مذهب آنجمنی نماند که
مبادره از گروه خود منسوبند تا آنکه آبا و اجداد نسبیان سلسله علیه گرویده
بودند و این حقیر نیز در اوائل طفولیت بصحبت بعضی خلفای آن خانواده
رسیده بود لیکن مناسبت فطری و رابطه جبلی هم در عنفوان شباب
از اشارتهای بنهانی و بشارتهای یزدانی دل را بسلسله ذهبیه خواجگان
نقشبندیه بستگی داده و دیده را بیدار چون باب رحمت ایشان
باب رحمت ایشان گشادند اما مید انست که کدام راهبر از راهنمایان

٦٧٢

رباعی

آن قطب که هم عاشق و هم معشوق است
بر جوهر اسرار نبی صندوق است
آن سایه که از احمد مرسل بنهفت
ظاهر شده اینک احمد فاروق است

رباعی

زو گشت دل افسرده دلگیران تازه
چون تازه بر غنچه دختران تازه
از خامه بیرنگی احمد شده است
نقش دیرین نقشبندان تازه

الهی بحق بنی فاطمه
که بر قول ایمان کنی خاتمه

بر خامه بنازم که اشارات نوشت
ز آغاز و توسط و نهایات نوشت
بنوشت کتاب را و تاریخ کتاب
بر دل هو زبدة المقامات نوشت
١٠ھ٣٧

تم تم

تعاونوا علی البر والتقوی

فهرست

کتاب برکات الاحمدیة الباقیة معروف به اسم تاریخی هوز بد المقامات

١٠ھ٣٢

تالیف

سرپرست دوام احمدی حضرت خواجه مولانا محمد هاشم کشمی رحمه الله تعالی

جناب ایشان از کشم بدخشان اند۔ آبا و اجداد ایشان وابسته سلسله کبرویه بودند۔ ایشان را در خواب بشارت شد که برخیز فلان عزیز ترا می طلبد۔ ایشان آن عزیز را در خواب دیده و ایشان ام در طلب آن عزیز روان شدند۔ چون به بلدهٔ برهانپور رسیدند بزیارت حضرت میر محمد نعمان رحمه الله رسیدند حضرت میر را بصورت آن عزیز مشار الیه یافتند۔ چنانچه بر دست حق پرست ایشان داخل سلسله نقشبندیه مجددیه شدند و مدتی بخدمت ایشان بسر بردند تا آنکه در سنه ١٠٣١ھ بحضرت سرهند رسیدند۔ دو سال در سفر و حضر متشبث دامان فتراک حضرت ایشان قدس سره الاقدس بودند۔ و درین ایام دفتر ثالث را از مکتوبات شریف جمع کردند۔ در مقدمه دفتر ثالث می نویسند " از غایت رحمت آن غریب نواز این کمترین جمع آن مسودات و نقل آن از سواد به بیاض ممتاز گردید " و هم اندرین ایام با مخدوم زادهای عالی قدر در جمع احوال حضرت خواجه خواجها و حضرت ایشان مشغول شدند و در ظرف شش سال این کتاب بلیغ المقال در معرض وجود آمد۔ در احوال این دو بزرگوار این کتاب اول و اتم و انضبط کتاب است۔ حضرت سید الوالد شاه محی الدین عبد الله ابو الخیر فاروقی مجددی دهلوی قدس سره از اوائل سنه ١٢٩٧ تا اواسط سنه ١٣٠٢ در امیر افغانستان مقیم بودند۔ آنجا با مرای ایشان در سنه ١٣٠٠ این نسخه مطبوع نوشته شده۔ خود حضرت ایشان تعلیم کتاب فرموده اند در اوراق تقدیم و تاخیر و غلط کتابت بیشتر از بیش بود۔ این عاجز آن اوراق را نقل کرده و این فهرست ترتیب داد۔ و العاجز ابو الحسن زید الفاروقی المجددی الدهلوی وفقه الله تعالی لما یحبه

جمعه ٦ جمادی الآخره سنه ١٣٩١ھ ٣٠ جولائی سنه ١٩٧١ع خانقاه شریفه۔ دهلی

[illegible]

كتاب زبدة المقامات

بسم الله الرحمن الرحيم

احمد الله الباقي بالبقاء الابدي والدوام السرمدي واصلي
على النور الاتم الاحدي اعني الحضرت المحمدي وعلى اله
واصحابه وساير اتباعه واحبابه الى يوم القيامة
الرحمة والتوامه والكرامة امابعد بر نقشبندان صحايف
علم عرفان وتوانگران كنوز ودفاين پنهان خواجگان
مايده تمكين وادب وديوانگان حلقه سلسلة الذهب
مخفي نماند كه اين بنده از كردار خود شرمنده را باانكه اباواجداد
او از منتسبان سلسله عليه كبرويه بودند واين حقير نيز
از اوان طفوليت بصحبت بعضي خلفاى ان خانواده شريف
رسيده بود ليكن بمناسبت فطريه وروابط جبليه هم در
عنفوان شباب از اشارتها وبشارتهاى كه دايه

یه خواجکان نقشبندیه تسلی دادند و دیده
دن باب رحمت ایشان کشادند اما نمیدانست
که کدام راهبر از راهنمایان این شاه راه دست این بر خاک
افتاده برگیرد و کدام یک از مقبلان این سلسله عالیشان
وی را با همه ناقابلی بکرم ور بذیرد دراوان کشاکش این اندیشه
وی را رنجوری فرا پیش آمد که در غلبات آن سقام بر زبانش
همی رفت که هان بر مرکب زین نهید که مرا بهندستان باید شد
دی المعنوی قدس سره   زانکه بلبل دید هندستان بخواب
از سراج امید بردو شد خراب   بعد از شفا ازان رنج و بس ازان
رتها چون هیچ تقریبی چنان در میان آمد که ناچار سر از
پا نشناخته بملک هندوستان آمد پس از سالی دران کشور
در محفلی حدیث حالات عجیبه و تصرفات غریبه
ذشتکان مشایخ رحمهم الله ذکر یافت ویرا ارادت
و دائم بر زبانش نیز بگذشت که این گروه حقیقت شکوه
همانا مخصوص روزگار پیشین بود و امروز کس
ازین جواهر خالیست یا خود بعهد ما نیز موجودند
از دیده ادراک ما ناقابلان مستور و محجوبند

معلوم کردند که این صدر تو بیرون شد خناس بود که پیغمبر علیه السلام
باستفاده از ان مامور گشته بود و نیز وا نمودند که خطراتی که در اصول
دین پیدا میشوند منشا آنها همین خناس است که در صدر آشیانه
[illegible] و بروقت شبها میزند و از الجمله است انکه بمحض عنایت مطلق
شرک خفی را از عبادت ایشان برداشتند مشعر نمودند که چند روز
[illegible] قصور اعمال ربهی استیلا نمود که چون در نماز در فاتحه بلفظ
نعبدُ می رسیدم حیران میشدم که اگر این لفظ را بخوانم بمفهوم ان متحقق
نیم پس در اثنای قرات مصداق کریمه لم تقولون ما لا تفعلون
باشم و اگر نخوانم نماز بی آن درست نیست تا انکه حضرت حق سبحانه
بمحض کرم شرک را از عبادت من برداشت و نعمت الا الله الذین
انجا احسن بظهور پیوست الحمد لله علی ذلک دهم از الجمله است انکه
ایشان را از غایت اتباع آن سرور در رسوخ علم و عمل با امام اعظم
ابو حنیفه کوفی رضی الله تعالی عنه و امام مکرم شافعی مطلبی یکبار
[illegible] رضی الله عنه فنا و بقا بظهور رسید چنانکه مشعر نمودند
[illegible] صبحگاهی بودم ناگاه یک گونه فنای مخصوص رو دادی
[illegible] کبرا بود رفت و آن تا مدتی گشت تا بعد از نماز عصر آن
روز دیدم که امام الائمه سراج [illegible] ابو حنیفه کوفی رضی الله عنه بجمیع

۷- شیخ طاہر بدخشی جونپوری۔	۴۲۵	جامع این خجسته مقال بدرالدین سرهندی	۴۹۱
۸- ملا یار محمد قدیم۔	۴۲۹	در ذکر اسم ذات حبس نفس نیست۔	۴۹۲
		احوال تشبیه مزلة الاقدام است۔	۴۹۴
۹- زبدة السالکین شیخ عبدالحی بداونی	۴۳۱	احوال ومواجید را اعتبارے نیست۔	۴۹۵
۱۰- مولانا خواجہ محمد صادق	۴۳۲	فوق عالم الوجود عالم الملک الودود	۴۹۷
۱۱- مولانا مخدومنا شیخ فطر قدس سرہ	۴۳۴	بشارت بفرزندان نرینه	۵۰۳
۱۲- شیخ احمد دیبنی۔	۴۳۷	نماز برقالین پشمین	۵۰۸
۱۳- مولانا شیخ احمد برکی	۴۴۰	بیان نسبت شریفه	۵۱۱
۱۴- مولانا شیخ محمد یوسف قدس سرہ	۴۴۵	در نفی و اثبات نقش لا پیدا می شود	۵۱۱
۱۵- مولانا شیخ کریم الدین قدس سرہ	۴۴۶	بند کردن نظر را تاثیرے است در جمعیت	۵۱۲
۱۶- مولانا شیخ حسن علیه الرحمه۔	۴۵۸	بیان حب الهرة من الایمان	۵۱۳
۱۷- مولانا شیخ عبدالحی	۴۶۳	قلب را با منقلب نسبتے است۔	۵۱۳
۱۸- سرستہ بام احمدی خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ	۴۶۷	وقت کجا و فرصت کرا برائے نوشتن دفتر رابع	۵۱۷
۱۹- شیخت پناہ سید آدم بنوری قدس سرہ	۴۸۷	داغ برص را حق تعالی دور کرد۔	۵۱۷

بفضل الله وکرمه فرغ العبد الضعیف ابوالحسن زید بن ابی الخیر عبدالله
محی الدین بن ابی السعادات محمد عمر بن ابی المکارم احمد سعید بن ابی سعید
المجددی الفاروقی الدهلوی من کتابة الفهرس یوم السبت ۲۸ من جمادی
الآخرة سنة ۱۳۹۱ھ الموافق ۲۱ من اغسطس سنة ۱۹۷۱م۔ الحقه الله بآبائه الصالحین

دفتر دوم

حضرات القدس

تذکرہ حضرت مجددؒ

از

مولانا شیخ بدرالدین بن شیخ ابراہیم سرہندی

رحمۃ اللہ علیہما

وتعاونوا علی البر والتقوی

فهرست

دفتر دوم از حضرات القدس

این کتاب مستطاب در سنه ۱۰۹۹ھ نوشته شده. و باز در تصرف عم جد این فقیر محدث دار الهجره حضرت شاه عبد الغنی مجددی قدس سره بوده. و وفات ایشان به هفتم ماه محرم سنه ۱۲۹۶ھ در مدینه طیبه شده. چون خبر ارتحال ایشان بحضرت والدی و حضرت جدی که در مکه مکرمه بودند رسید حضرت سیدی الوالد نیابةً عن والده و اصالةً عن نفسه بمدینه طیبه علی صاحبها الصلاة والتحیة تشریف بردند و از متروکات حضرت راحل مجموعهٔ نفیسه از کتب قیمه خریدند. از آن مجموعهٔ مبارکه یکی این نسخهٔ طیبه است. حضرت شاه عبد الغنی بدقت تصحیح این کتاب فرموده اند. چنانچه بر صفحات ۶ و ۳۳ و ۷۱ و ۷۴ و ۷۵ و ۸۲ و ۸۵ و ۹۱ و ۱۲۷ و یک ورق ضمیمهٔ صفحه ۱۳۳ و ۱۶۰ و ۲۴۵ و ۳۳۴ و ۳۶۳ و ۳۷۰ و ۳۷۵ و ۴۱۱ و ۴۱۳ و ۴۲۵ و ۴۳۲ تحریرات ایشان ظاهر است. و بر ملفوظ بیستم بر صفحه ۱۶۱ و در احوال حضرت محمد سعید بر صفحه ۲۷۲ در بحث اشاره بسبابه حواشی نوشته اند. و باز حضرت سیدی الوالد قدس سره به تصحیح این نسخه کوشیده اند چنانچه بر صفحه ۲۴۴ و ۲۷۰ و ۳۰۴ و ۳۲۱ تحریرات ایشان ظاهر است. و بر درجات و مکاشفات و ملفوظات و کرامات ارقام نهاده اند. این عاجز بر صفحات رقم زد و فهرست مرتب کرد و در تصحیح اوراق کوشید. تذکرهٔ ولی پروردگار است و در تصرف اولیا مانده به تصرف این فقیر رسید. در حقیقت همه ملک خداوند است؛ چند روز بعاریت با ما است.

ابو الحسن زید فاروقی مجددی

۲

بسم الله الرحمن الرحیم

حضرات القدس محامد مقدسه و نفحات الانس مکارم منزهه به بارگاه واجب الوجود
سزد که عالم کون تا کون را از کتم عدم بمنصه ظهور کشیده و صفات ازلیه قدیمه خود را
در مکونات حدیثه جدیده منعکس گردانیده لا بل عدم را بسر صورت عدمیت او
وا نموده در آیات شئون و صفات خود نموده آنرا بوجود بر داشته و انبیا و اولیا
را از آن سنا مظهر ارشاد و هدایت عالمیان بتوسط ایشان خواسته و فیوضها
و برکات بوسیله ایشان بجهانیان فایض گردانیده و ایشان را به نیابت
و خلافت امتیاز بخشیده و ید ایشان ید خود فرموده و بیعت با ایشان
بیعت خود نموده و عجایب و غرایب امور که مقدور هیچ بشر نتواند بود بر ید بیضای
ایشان پیدا و هویدا گردانیده عجب کار و بارست خاک را چه پاکی آورد و عدم را چه
بقدم برد و بلی این همه کارخانه از دولت محبت برپاست و این همه دارد مدار

بالحق

به عشق برجاست که احببت ان اعرف باعث ایجاد افراد [illegible]
گشته است و لولاک لما خلقت الافلاک موجب تکوین این عرصه گردیده
از اینجاست که حمد هم آن حامدان که مخصوص به بارگاه احدی است و خاصه او تعالی
که در غیر او یافته نشود بجناب احمدی محمدی بخشیده و ستودگی و ستایش مندرج
در اسم سامی او علیه الصلوة والسلام گردانیده و خاصه خود را ایثار محبوب
خویش ساخته تا بجائیکه بوی علیه السلام لوای الحمد یومئذ بیدی منشور این معنی است
چه جای افلاک که همه مکونات را در راه او در باخته و محبان خود را از وجود مسعود
وی جزوار ساخته تا بجائیکه بوی علیه السلام محبت ورزند و اعتقاد و ایمان
با وی علیه السلام درست کنند و بذکر نام نامی او علیه السلام به فیوض و برکات سنی
ه محبت محبوب محبوب است از اینست که بعضی انبیا التماس [illegible] علیهم السلام
نموده اند برخی از پیغمبران ملتمس دخول در امت او علیه الصلاة والسلام گشته اند و حضرت
رب العزت محبوب خود را دو طریقه مرحمت فرموده ظاهر و باطن ظاهر را عام
ساخته و باطن را خاص گردانیده علما را بظاهر اعتبار بخشیده و اولیا را
بعلو باطن رسانیده و نسبت باطن چون احکام ظاهری [illegible] و مسلسل
ز خیر البشر به ارباب ولایت رسیده و همچنین تا بقیام قیامت [illegible] خواهد ماند

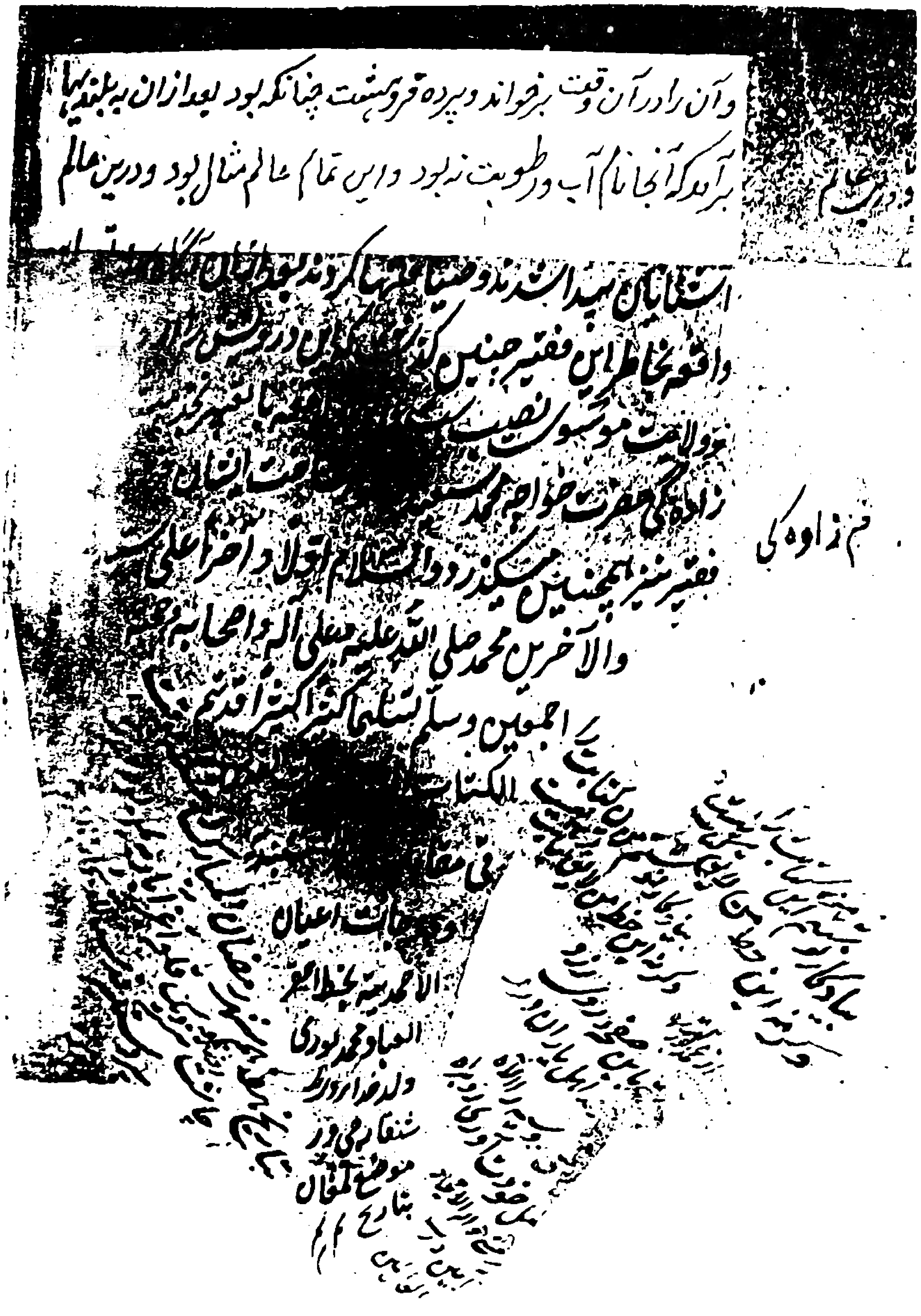

وآن را در آن وقت برخواند و بپرده فرو نشست چنانکه بود بعد از آن به بلندیها
برآمد که آنجا نام آب و رطوبت نه بود واین تمام عالم مثال بود و درین عالم

و درین عالم

آشنایان پیدا شدند و ضیافتها کردند بعد از آن [illegible]
واقعه بخاطر این فقیر چنین [illegible] در عشق [illegible]
مولات موسوی نصیب [illegible] با نعمت [illegible]
زادگی حضرت خواجه محمد [illegible] ایشان
فقیر نیز همچنین میگذرد والسلام اجلا و اخرا علی سید
والاخرین محمد صلی الله علیه وعلی آله واصحابه
اجمعین وسلم تسلیما کثیرا کثیرا قد تم
الکتاب [illegible]
فی مقامات [illegible]
و [illegible] اعیان
الاحمدیة بخط اقل
العباد محمد نوری
ولد خدا [illegible]
شنقار [illegible]
موضع ملتان
بتاریخ [illegible]

تم زاده گی

[illegible]

۵ الحضرة الثانیه در مجمل احوال حضرت ایشان
۲۰ الثالثه در اقوال و آثار در بارهٔ ایشان
۶۵ الرابعه در مراتب خاصه و رسالات
۸۶ الخامسه در وظائف و اوراد
۱۰۵ السادسه در مکاشفات
۱۳۴ السابعه در حضور حضرات انبیاء بخدمت ایشان
۱۵۶ الثامنه در ملفوظات
۱۸۷ التاسعه در حلیه مبارکه و کرامات
۲۷۰ العاشره در تواریخ وصال
۲۷۷ الحادیه عشر در احوال فرزندان
۳۷۲ الثانیه عشر در احوال خلفا

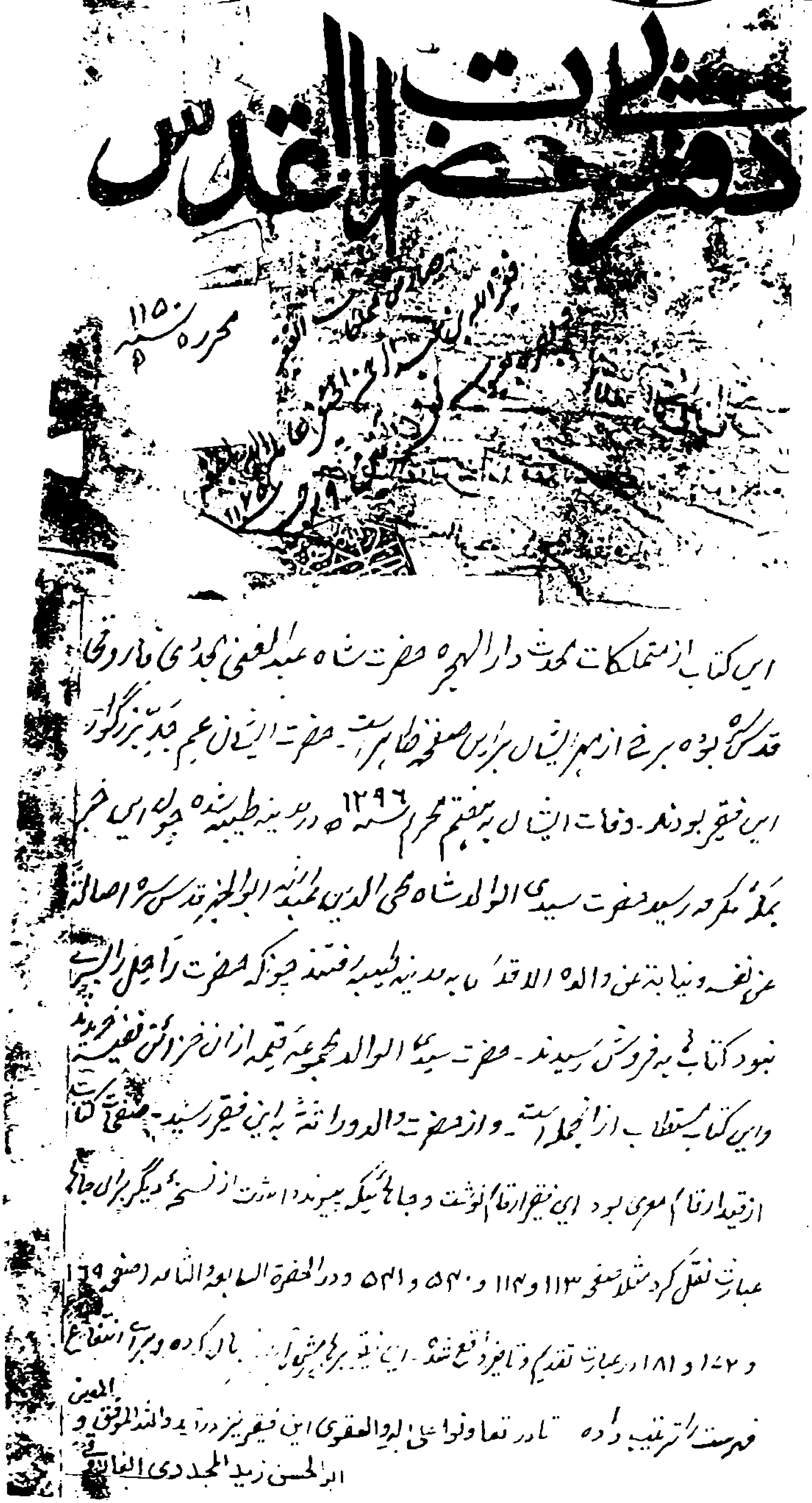

مکتوبات دفتر حضرت القدس

محرره سنه ۱۱۵۰ھ

این کتاب از متملکات محدث دار الهجرة حضرت شاه عبد الغنی مجددی فاروقی
قدس سره بوده برخی از مهر ایشان برین صفحه ظاهر است۔ حضرت ایشان عم جد بزرگوار
این فقیر بودند۔ وفات ایشان به ششم محرم سنه ۱۲۹۶ھ در مدینه طیبه شده چون این خبر
بمکه مکرمه رسید حضرت سیدی الوالد شاه محی الدین محمد عبد الله ابو الخیر قدس سره اصالة
عن نفسه و نیابة عن والده الاقدس به مدینه طیبه رفتند چونکه حضرت راحل را پسری
نبود کتاب‌ها به فروش رسیدند۔ حضرت سیدی الوالد مجموعه قیمه از آن خزائن نفیسه خریدند
و این کتاب مستطاب از آنجمله است۔ و از حضرت الوالد بوراثة به این فقیر رسید۔ صفحات کتاب
از قید ارقام معری بود این فقیر ارقام نوشت و جاهائیکه پیوند داشت از نسخهٔ دیگر برای جاهای
عبارت نقل کرد مثلا صفحه ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و در الحضرة السابعة و الثامنة صفحه ۱۶۹
و ۱۷۲ و ۱۸۱ در عبارت تقدیم و تاخیر دفع شد۔ این فقیر برای مکتوبات [illegible] بار کرده و برای انتفاع
فهرست را ترتیب داده تا در تعاون و تواصی الی العفو این فقیر نیز درآید و الله الموفق و المعین
ابو الحسن زید المجددی الفاروقی

وَتَعاوَنوا علی البرِّ والتقوی

فہرست

دفتر دوم از حضرات القدس

این نسخهٔ متبرکه در سنه ۱۱۵۰ھ نوشته شده۔ وفیما بعد در تصرّف محدث دار الهجره حضرت شاه عبدالغنی مجددی فرزند حضرت شاه ابوسعید مجددی قدس سرهما درآمده۔ در سنه ۱۲۹۶ وفات ایشان شد۔ حضرت سعیدی الوالد حضرت شاه محی الدین عبیدالله ابوالخیر قدس سره این نسخه را مع کتب دیگر از متروکات ایشان خریدند۔ این نسخه فهرست نه داشت۔ و کتابے که فهرست ندارد فائدهٔ کامله نمی بخشد۔ لهذا این عاجز اولاً بر صفحات کتاب رقم نهاد و جاهائے که خوانده نمی شد از نسخهٔ محرره در سنه ۱۰۹۹ و مصححهٔ حضرت شاه عبدالغنی و حضرت والدی اصلاح نمود و سهوے که از کاتب بر صفحه ۱۶۹ و ۱۷۲ و ۱۸۱ از تقدیم و تاخیر عبارت واقع شده آن را بر حاشیه ظاهر کرده و بر درجات و [illegible] ملفوظات و کرامات رقمها نهاده و حدیثے را که سیوطی ذکر کرده بر کناره‌اش نوشته تا ناظرین را سهولت فراهم کرده [illegible] الموفق والمعین۔ ابوالحسن زید الفاروقی المجددی

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحیم

[illegible] که [illegible] منذ هم
[illegible] الوجود کرد [illegible] کون از کتم عدم منصه
ظهور [illegible] از [illegible] قدیم خود را در مکنونات خد
[illegible] عدم [illegible] بر صولت و عظمت
[illegible] خود نموده از او وجود بردا
[illegible] ایشان [illegible] و هدایت عالمیان بتوسط ایشان
خواسته فیوض و برکات بوسیله ایشان بجهانیان فایض
گردانیده و ایشان را نیابت و خلافت امتیاز بخشیده و ید
ایشان ید خود فرموده و بیعت با ایشان بیعت خود نموده
و عجایب و غرایب امور که مقدور هیچ بشر نتواند بود برید
بیضای ایشان پیدا و هویدا گردانید عجب کاری و باریست خالق
جل [illegible] عدم [illegible] بر قدیم [illegible] این همه کارخانه از
[illegible] ربانیست و این همه [illegible] که بعضی [illegible] که [illegible]

[illegible]

انا مرفوع بالحبیب ایجاد و افراد کائنات گشته است و لولاك لما خلقت
الافلاک بموجب تکوین این عرصه کردید از اینجاست که حق
جل شانه که مخصوص بارگاه احدی است و خاصه او تعالی
که بغیر او یافته نشود بجناب احمدی محمدی بخشیده
[illegible] السلام شامل او محبی و ملک الفقر
والسلام گردانیده و خاتم الانبیا محبوب بنا بمعنی ترلیا
لواء الحمد یوم [illegible] افلاک که
همه مکنونات را در بارگاه او و ذره با خشیة و محبان خود را از وجود
مسعود وی خبردار ساخته تا باشد [illegible] علیه الصلوة و السلام محبت
و مهر نمودن و اعتقاد و ایمان بلو وی علیه السلام در سرشت کنند او خود که
تا نامی او و بفیوض و برکات برسند که محبت محبوب محبوب
محبت محبوب است از آنست که بعضی انبیاء التماس رویت او
علیه السلام نمودند و برخی از پیغمبران ملتمس دخول در امت
او گشتند و حضرت رب العزة محبوب خود را دو طریقه
مرحمت فرموده ظاهر و باطن ظاهر را امام ساخته و باطن را
خاص کرده [illegible] ظاهر را میان بخشیده و اولیا را [illegible]
باطن [illegible] باطنی چون احکام ظاهر [illegible]

٥٤٠

[illegible] حضرت خواجه محمد باقی

[illegible] کشوف

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قلندر

[illegible] وصبری بله

[illegible] بعد از آن ایذاء وصبر و تحمل

[illegible] می بیند که عالم تمام از آب پر است و من برای

میروم هر چند بیشتر می روم از آن راه عمیق تر می اید باز گشتم و براه

دیگر افتادم دیدم که کعبه مکرمه است و این آبها عمیق بدامن آن

نمیرسد و غلاف سیاه بر آن پوشانیده اند و این پشت کعبه بود که

بجانب آب بود اما بطوی کعبه در حرم دروازه ایوان و جامه

سیاه در پیش دروازه فرو انداخته اند برداشت دید که بر

دیوارهای درون کعبه توریت نوشته اند انرا در آن وقت

[illegible] خواندند [illegible] بلندیها بر آمد که

[illegible] اشنایان بیدا

بود و درین عالم

۵۴۱

[illegible] بیر

شد اندر [illegible] واقعه [illegible]

این قمی چنین گذشت [illegible]

[illegible] ولایت مو سوی نصیب شت و این واقعه [illegible]

[illegible] مخدوم زادگی خواجه محمد سعید [illegible]

[illegible]

[illegible]

و آخر [illegible]

و الآخرین [illegible]

اصحابه اجمعین ::

بتاریخ ۱۹ [illegible] سنه ۱۱۱۰ از تحریر این نسخه [illegible]

[illegible] الصلحه و کاتبه

[illegible] :: آمین

حسب ضابطہ رجسٹری شدہ ہے

سلسلۂ تصوف نمبر ۴۶

اردو ترجمۂ کتاب

ہدایۃ الطالبین

یعنی

معمولات قطب الاقطاب ہادی شیخ وشاب محبوب سبحانی
حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

از تصنیف لطیف

عالم ربانی حضرت خواجہ محمد صالح کلابی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جسے

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی
تاجران کتب قومی کوچۂ ککے زئیاں بازار کشمیری لاہور نے

بصرف زر کثیر

بامحاورہ اردو ترجمہ کراکر

نولکشور گیس پرنٹنگ ورکس لاہور میں [illegible] کے اہتمام سے طبع کرایا

فی جلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تین آنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۳/)

حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی
خلفاء کے حالات پر قدیمی اور تحقیقی کتاب

زُبدۃ المقامات

مصنف
خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم
حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں صاحب، حیدر آباد (سندھ)
و
فاضل گرامی ڈاکٹر مولانا ابوالفتح صغیر الدین صاحب (سندھ یونیورسٹی)

ناشر
مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ

٦٢٧٣

سید المحققین حضرت مجدد الف ثانی اور اُن کے خلفاء عظام
کا
مستند تذ[illegible]

محمد مسعود احمد

حضرات القدس (۲)

(قدس سرہ)
حضرت

مقاماتِ مجددِ الف ثانی

مؤلفہ

کاشف حقائق علامہ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

○

مکتبہ نعمانیہ
اقبال روڈ۔ سیالکوٹ

اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
کے آخری ایام کے حالات اور کرامات

وصالِ احمدی

فارسی —— اردو

مصنفہ

علامہ شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ امام ربانی علیہ الرحمہ

ناشر
اسلامی کتب خانہ اقبال روڈ سیالکوٹ
قیمت:- ۲ روپے

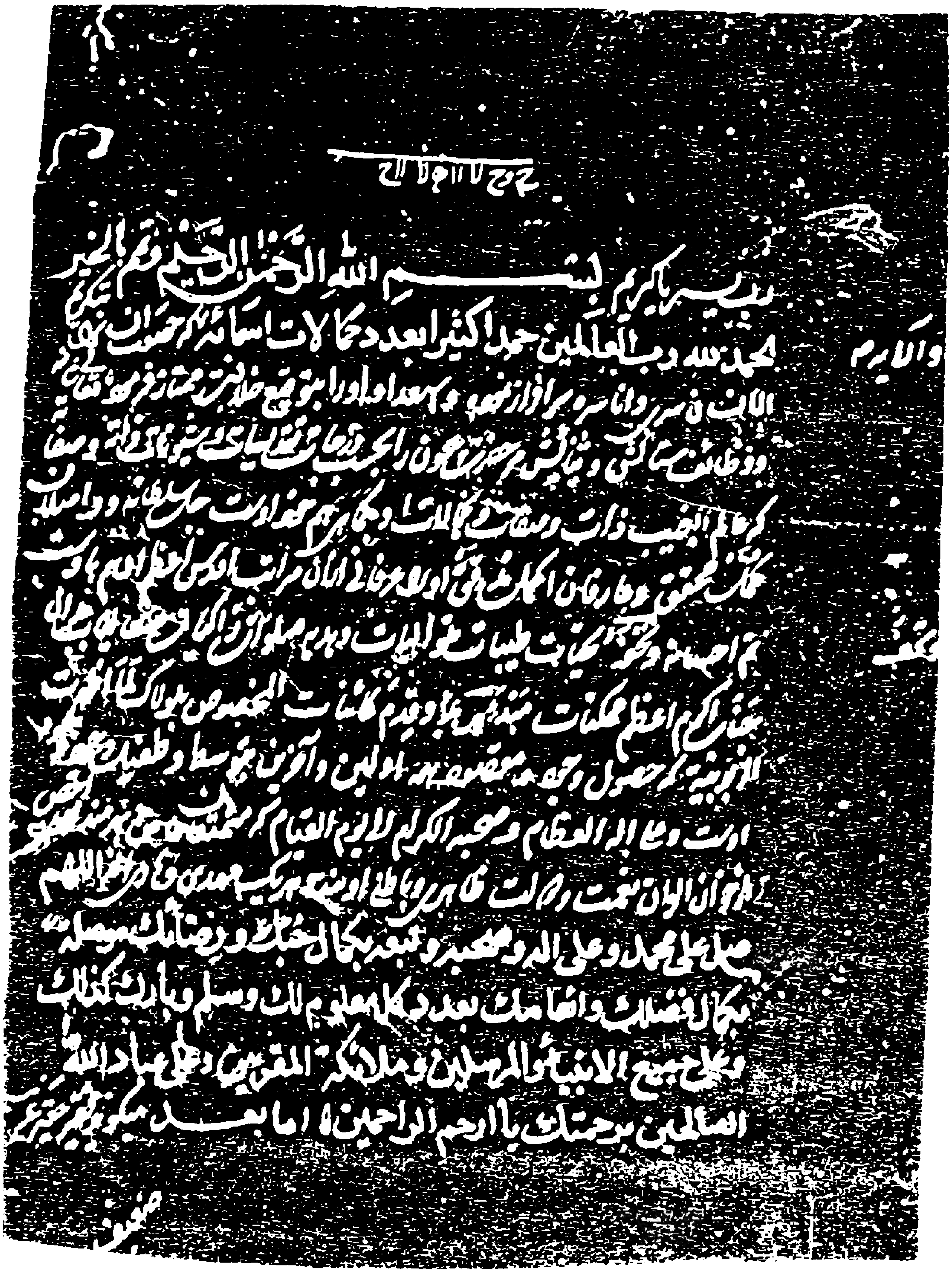

رب یسر یا کریم بسم اللہ الرحمن الرحیم وتمم بالخیر

الحمد للہ رب العالمین حمدا کثیرا بعدد کمالات اسمائہ کہ حضرت [illegible]

الالف [illegible] وانا [illegible] سزاوار [illegible] اوراست [illegible] ممتاز [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] الجنب [illegible] صفات

کہ علم الغیب ذات وصفات [illegible] کمالات [illegible] واصلان

کمال محقق [illegible] مراتب [illegible] اعظم [illegible]

ثم احمد [illegible] تحیات طیبات [illegible] صلوات [illegible]

بجناب اکرم اعظم ممکنات [illegible] وقدم کائنات المخصوص بلولاک لما اظهرت

الربوبیۃ کہ حصول وجود [illegible] اولین و آخرین [illegible]

اوست وعلی آلہ العظام وصحبہ الکرام الی یوم القیام [illegible]

[illegible] ظاہر و باطن [illegible] اللهم

صل علی محمد وعلی آلہ وصحبہ وتبعہ بکمال [illegible] و رضائک موصلہ

بکمال فضلک وانعامک بعدد کل معلوم لک وسلم وبارک کذلک

وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وملائکۃ المقربین وعلی عباد اللہ

الصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین اما بعد [illegible]

والاکرام

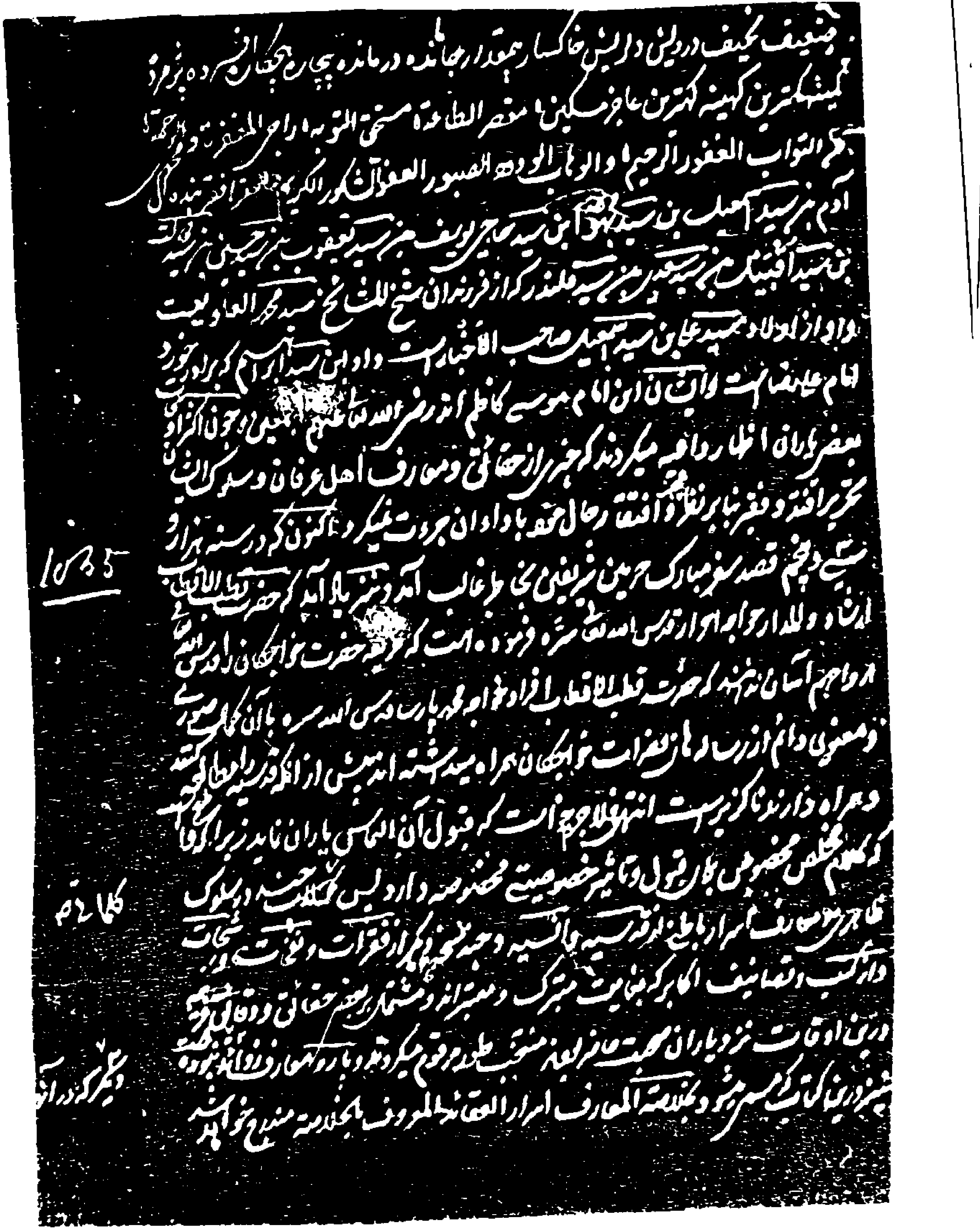

ضعیف نحیف درویش دلریش خاکسار بمقدار رجا مانده درمانده بیچاره حیران افسرده پژمرده
کمینه‌ترین کهینه کمترین عاجز مسکین، مقصر الطاعة مستحق التوبه، راجی المغفرة و الرحمة
من الله التواب الغفور الرحیم، والوهاب الودود الصبور الغفور الشکور الکریم، محمد افضل بنده آل
آدم بن سید اسمعیل بن سید محمد ابن سید حاجی یوسف بن سید یعقوب بن سید حسین بن سید
بن سید آقبیک بن سید سعید بن سید قلندر که از فرزندان شیخ الملک شیخ سید محمد العادیست
و او از اولاد سید عثمان بن سید اسمعیل صاحب الاخبار است و او ابن سید ابراهیم که برادر خورد
امام علی نقی است و ایشان ابن امام موسی کاظم اند رضی الله تعالی عنهم اجمعین، چون اکثر اوقات
بعضی یاران اظهار رغبت میکردند که چیزی از حقائق و معارف اهل عرفان و سلوک از این
تحریر یافته و فقیر بنا بر نقصان و افتقار حال خود با وادان جرأت نمیکرد تا اکنون که در سنه هزار و
سی و پنجم قصد سفر مبارک حرمین شریفین بحمد الله غالب آمد و نیز یاد آمد که حضرت قطب الاقطاب
ارشاد و ولایت خواجه احرار قدس الله تعالی سره فرموده است که در تربیه حضرت خواجگان قدس الله
ارواحهم آسانی نه نهند که حضرت قطب الاقطاب افراد خواجه محمد پارسا قدس الله سره با آن کمالات صوری
و معنوی دایم از رساله‌ها و نفحات خواجگان همراه میداشته اند بعضی از آنکه قدسیه را اعطا کنند
و همراه دارند تا کز بر سند انتهی فلا جرم است که قبول آن التماس یاران نماید زیرا که کلمات
که کلمه مخلص مخصوص بآن قبول و تاثیر خصوصیت مخصوصه دارد پس کلمات چند در سلوک
که جزو معارف اسرار باطنه از قدسیه و انسیه و چند نسخه دیگر از فقرات و نفحات و رشحات
دار کتب و تصانیف اکابر که بغایت متبرک و معتبر اند و مشتمل بر بعض حقائق و دقائق چیدم
و درین اوقات نزد یاران صحبت [illegible] منتخب نموده مرقوم میکرده و بارور معارف روزانه بوده
نیز درینجا کتابت میسر شود و بخلاصة المعارف اسرار الحقانیه المعروف بالخلاصة منتسخ خواهد شد

1035

کلمات ج

دیگر که در آخر

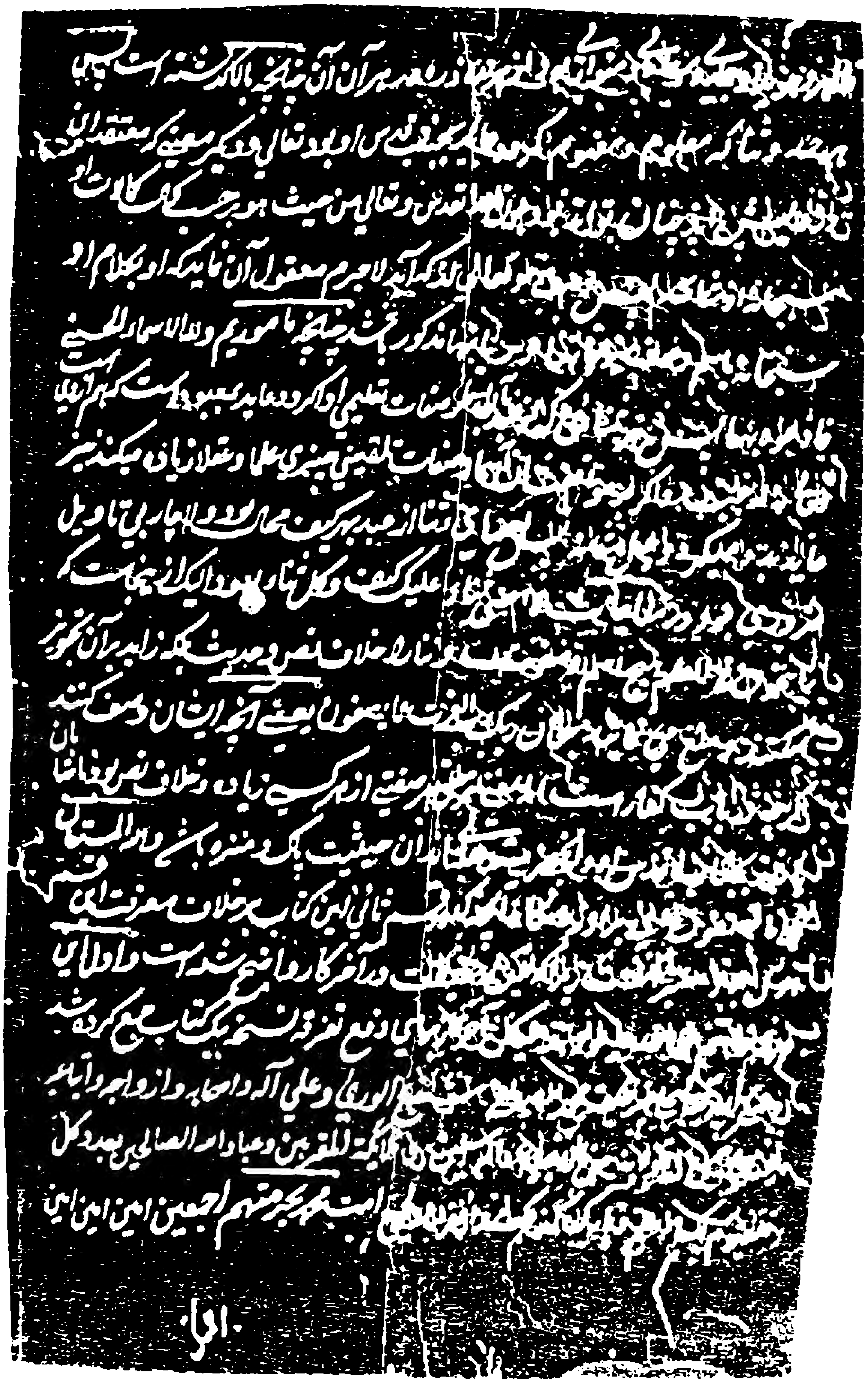

[illegible] در بعد بر آن آن چنانچه بالا گذشته است بیا
[illegible] ذات مقدس او تعالی و بعضی معینه که معتقد ان
[illegible] تقدس و تعالی من حیث هو بر حسب کمالات او
[illegible] لذکر آید لا جرم معقول آن نماید که او بکلام او
[illegible] مذکور نشد چنانچه ما موریم و لله الاسماء الحسنی
[illegible] صفات تعلیمی او گرد و عابد معبود است که هم ایشان
[illegible] صفات تلقینی چیزی علما و عقلا زیاده میکنند نیز
[illegible] تنها از عبد بهر کیف صفات معبود و اجرا بی تاویل
[illegible] علیک کیف و کل [illegible] لیکن از جهات که
[illegible] خلاف نص و حدیث بلکه زاید بر آن تجویز
[illegible] تا بعضی بعضی آنچه ایشان وصف کنند
[illegible] صفتی از کسی زیاده و خلاف نص [illegible]
[illegible] از آن حیثیت پاک و منزه باشی و هو المستعان
[illegible] ثانی این کتاب بر خلاف معرفت ایشان
[illegible] و در آخر کار واضح شده است والا یا
[illegible] دفع [illegible] یک کتاب جمع کرده شد
[illegible] الوری و علی آله و اصحابه و ازواجه و اتباعه
[illegible] الملائکة المقربین و عباد الله الصالحین بعدد کل
[illegible] اتبعهم بخیر منهم اجمعین آمین آمین آمین

۱۲۱۰

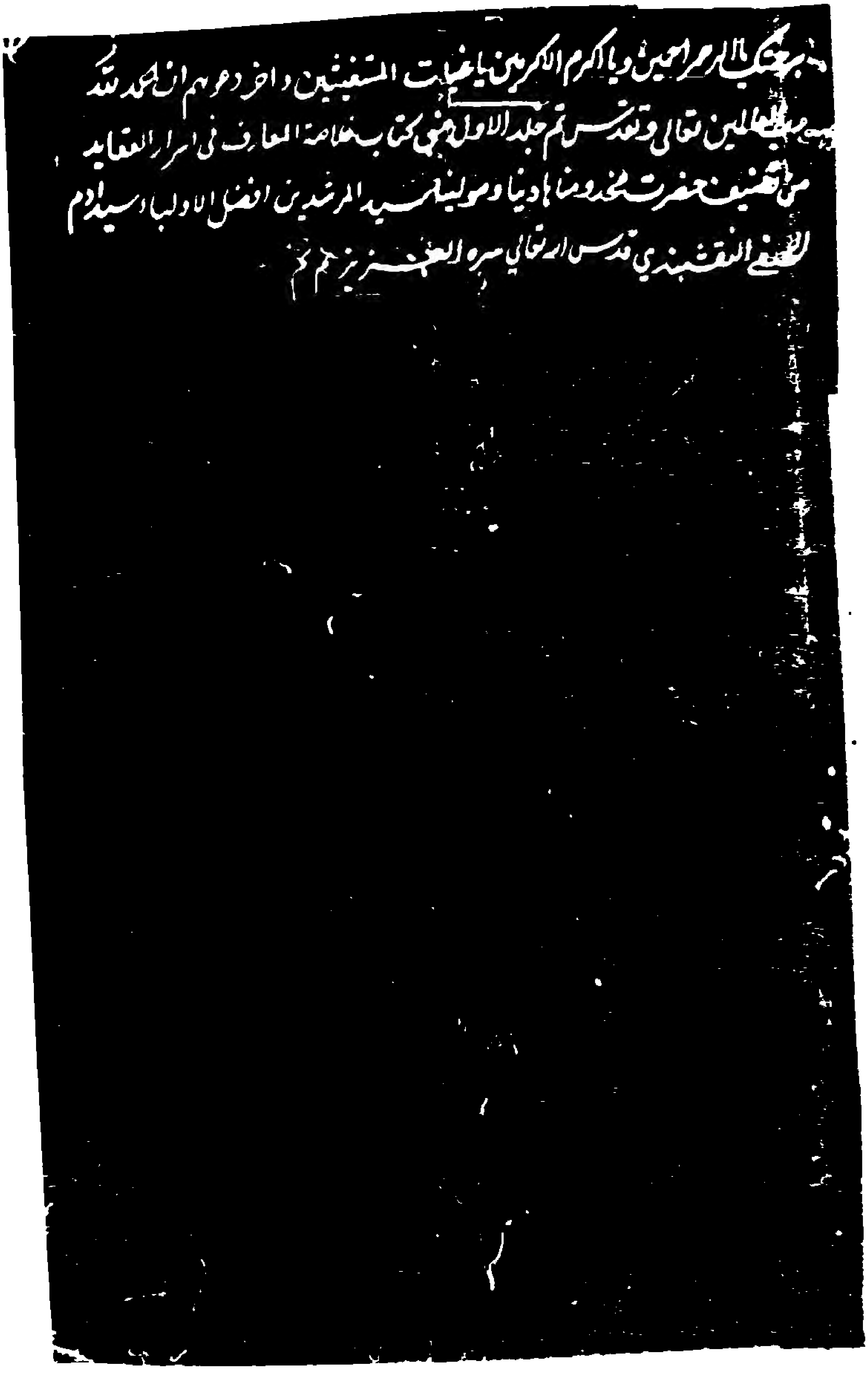

برحمتك يا ارحم الراحمين ويا اكرم الاكرمين يا غياث المستغيثين واخر دعوهم ان الحمد لله
رب العالمين تعالى وتقدس تم جلد الاول من كتاب خلاصة المعارف فى اسرار العقايد
من تصنيف حضرت مخدومنا هادينا ومولينا السيد المرشدين افضل الاولياء سيد ادم
الحسني النقشبندي قدس الله تعالى سره العزيز تم

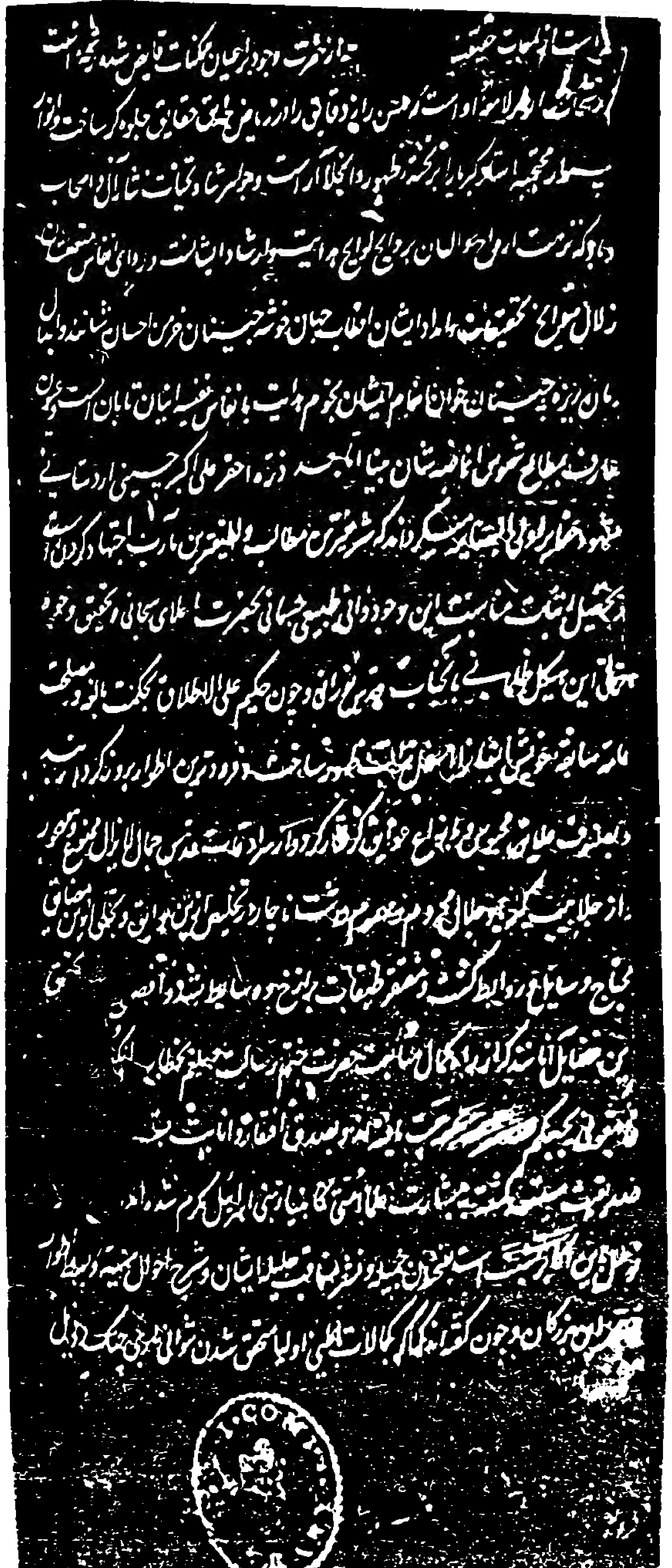

لما است از نسبت حقیقت   از غرفت وجود اعیان ممکنات فایض شد مجموعه نعت
در دیباچه [illegible] اولا مراد اوست که رمز سر راز دقایق را از رهایش تحقیق حقایق جلوه گر ساخت و انوار
سواد مجموعه اسلام کبریا از نخته ظهور را بجلا آراست و جلوه گر شاد و تحیات شایان آل و اصحاب
داد که [illegible] احوال ایشان بروایح لوایح هدایت [illegible] بشاشت و [illegible] انفاس [illegible]
زلال صراح تحقیقات بامداد ایشان اغلب جهان خوشه چینان خرمن احسان ایشانند و اهل
عرفان ریزه چینان خوان انعام ایشان بنجوم هدایت انفاس غیبیه ایشان تابان است و چون
عارف بمطالع شموس انفس شان جنان المجد ذره احقر علی اکبر حسینی اردستانی
مشهور [illegible] منسکر [illegible] شرح ترین مطالب و لطیف ترین مآرب اجتهاد کرد در
در تحصیل اثبات مناسبت این وجود ذوات طیبی جسمانی بحضرت علمای سبحانی و تحقیق وجوه
حصول این هیکل ظلمانی [illegible] زمان و چون حکیم علی الاطلاق بحکمت بالغه و مصلحت
تامه [illegible] خویش [illegible] ساخت و در زمین اطوار بروز کرد و در
[illegible] علایق محبین [illegible] عوایق گرفتار گردد و [illegible] جمال لایزال ممنوع و مهجور
از [illegible] جمال [illegible] ناچار در تخلیص این [illegible] و تجلی این مصداق
مناهج و سایر روابط گشت [illegible] طبقات بر این نحو [illegible] شد و انحصه
پس چنانکه [illegible] کمال مناسبت بحضرت ختمی رسالت [illegible] بخطاب لولاک
[illegible] ثبت
صدر [illegible] بشارت علما امتی کانبیاء بنی اسرائیل مکرم شده اند
و [illegible] تحفه [illegible] جمیع [illegible] ایشان و شرح احوال [illegible]
[illegible] بزرگان و چون گفته اند که کمالات [illegible] اولیا [illegible] شدن [illegible] در ذیل

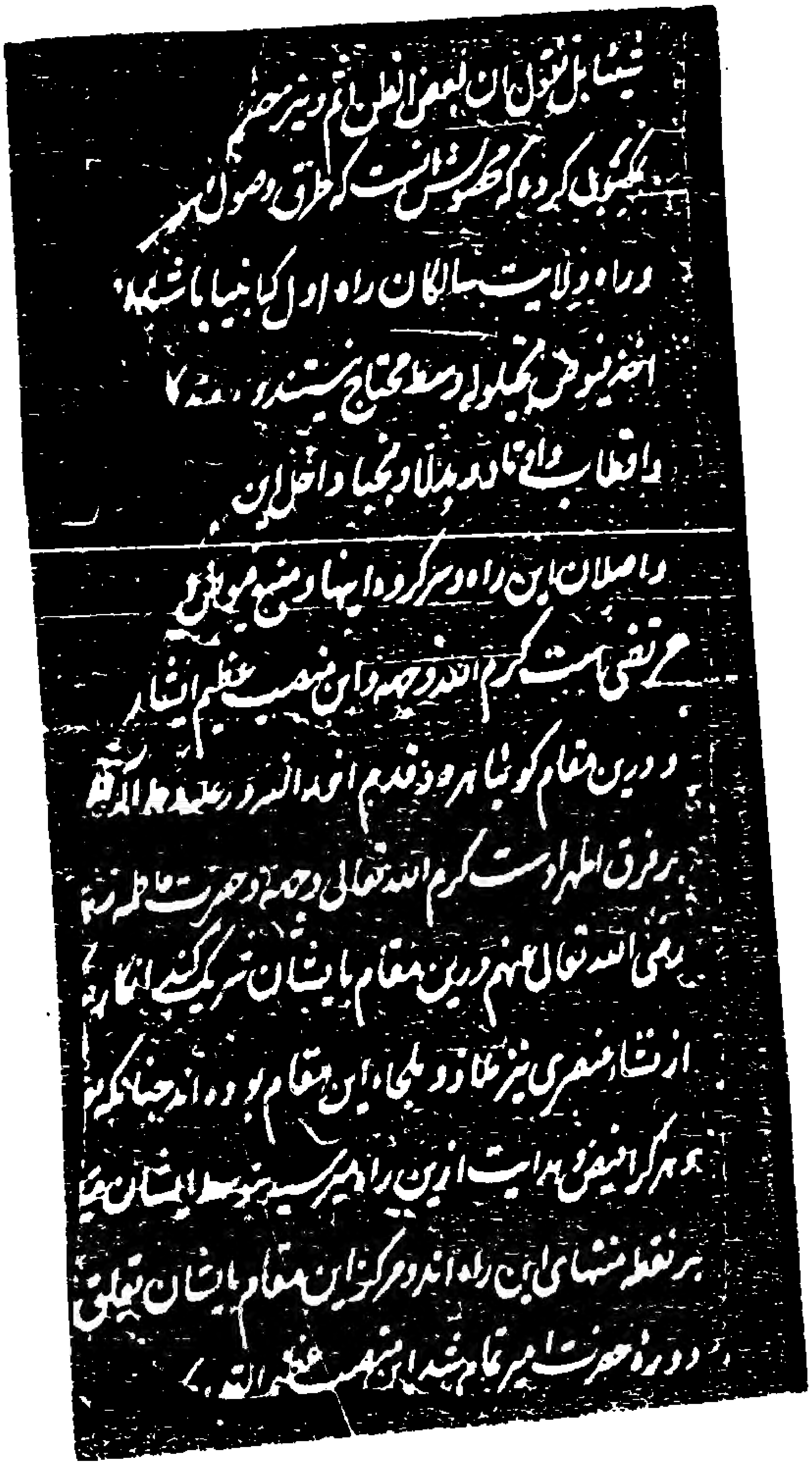

شیئا بل نقول ان بعض الظن اثم دیگر حصر
بمکتوبی کرده که مخصوص آنست که طریق وصول
در راه ولایت سالکان راه اول کانبیا باشند
اخذ فیوض بتحلیه وسط محتاج نیستند و
واقطاب و اوتاد و بدلا و نجبا داخل این

واصلان این راه و سرگروه اینها و منبع فیوض
مرتضی است کرم الله وجهه و این منصب عظیم الشان
درین مقام گویا هر دو قدم آنحضرت علیه وعلی آله
بر فرق اطهر اوست کرم الله تعالی وجهه و حضرت فاطمه
رضی الله تعالی عنهم درین مقام با ایشان شریکند انگارم
از نشأه عنصری نیز ملاذ و ملجاء این مقام بوده اند چنانکه
بهرکرا فیض و هدایت ازین راه میرسید بتوسط ایشان میرسید
بر نقطه منتهای این راه اند و مرکز این مقام بایشان تعلق
دو دوره حضرت امیر تمام شد این منصب عظیم القدر

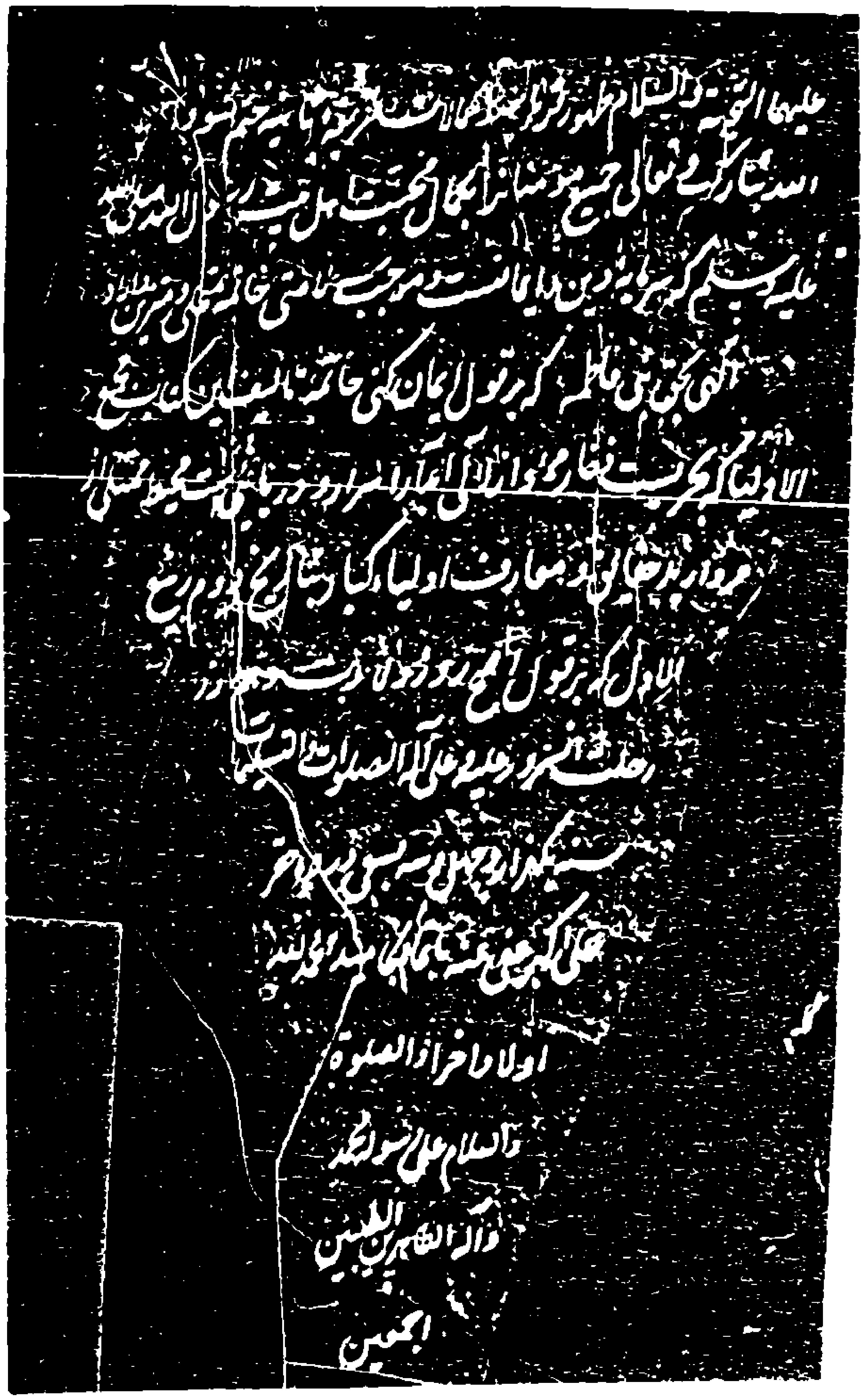

علیها التحیة والسلام [illegible]

[illegible] تبارک و تعالی جمیع مؤمنان را بکمال محبت اهل بیت رسول الله صلی الله

علیه وسلم که سرمایه دین و دنیا ماست و موجب سلامتی خاتمه [illegible]

[illegible] بحق بتول فاطمه که بر قبول ایمان کنی خاتمه [illegible]

الاولیا که بحرمت [illegible]

[illegible] حقایق و معارف اولیا کتاب [illegible]

الاول که بر قبول [illegible]

رحلت [illegible] علیه و علی آله الصلوات والتسلیمات

[illegible]

[illegible]

اولا و آخرا والصلوة

والسلام علی رسوله محمد

و آله الطاهرین الطیبین

اجمعین

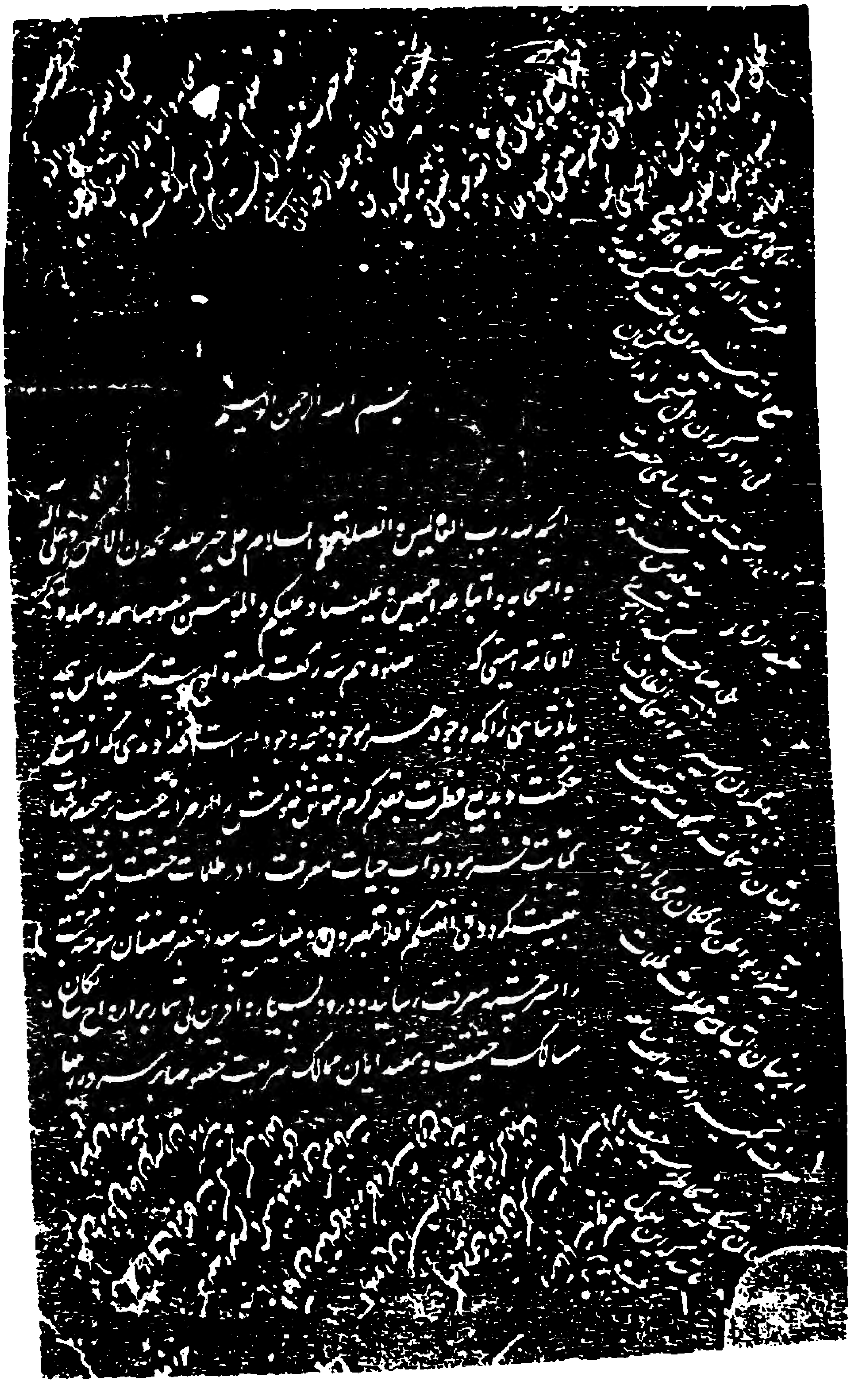

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقه محمد الامین وعلی آله

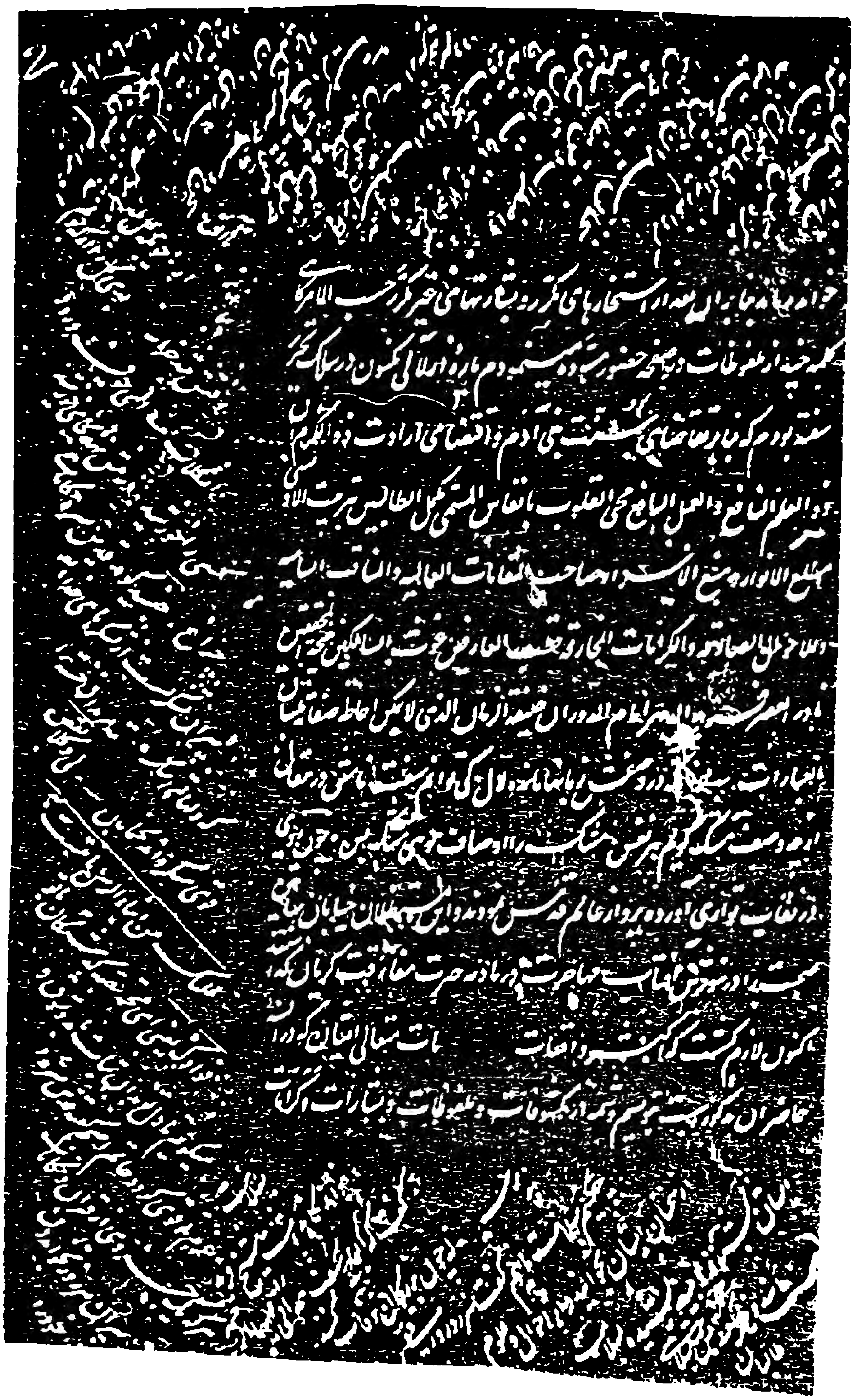

خوانده [illegible] از استخارهای مکرر و بشارتهای غیر مکرر حسب الامر که

کلمه چند از ملفوظات و صحیفه حضور [illegible] دم [illegible] املائی اکنون در سلک تحریر

کشیده بودم که بنابر تقاضای محبت بنی آدم و اقتضای ارادت ذو الکرم

ذو العلم [illegible] و العمل البالغ محیی القلوب بانفاس المسمی بمکمل الطالبین تربیت الله

مطلع الانوار و منبع الاسرار صاحب المقامات العالیه و المناقب السامیه

و الاحوال الصادقه و الکرامات الجاریه [illegible] العارفین غوث السالکین [illegible] المحققین

نادر العصر [illegible] امام الدوران خلیفة الزمان الذی لا یمکن احاطة صفاتها

بالعبارات [illegible] در وصف زبان ما [illegible] که [illegible] سخن [illegible]

از [illegible] وصف [illegible] اوصاف [illegible]

در تقاضای [illegible] آورده به دیوار عالم قدس [illegible] جهان [illegible]

[illegible] مقامات [illegible] ماند [illegible] حضرت [illegible]

اکنون لازم گشت که [illegible] مقامات متعالی [illegible]

حاضران [illegible] نوشتم [illegible] ملفوظات و بشارات و کرامات

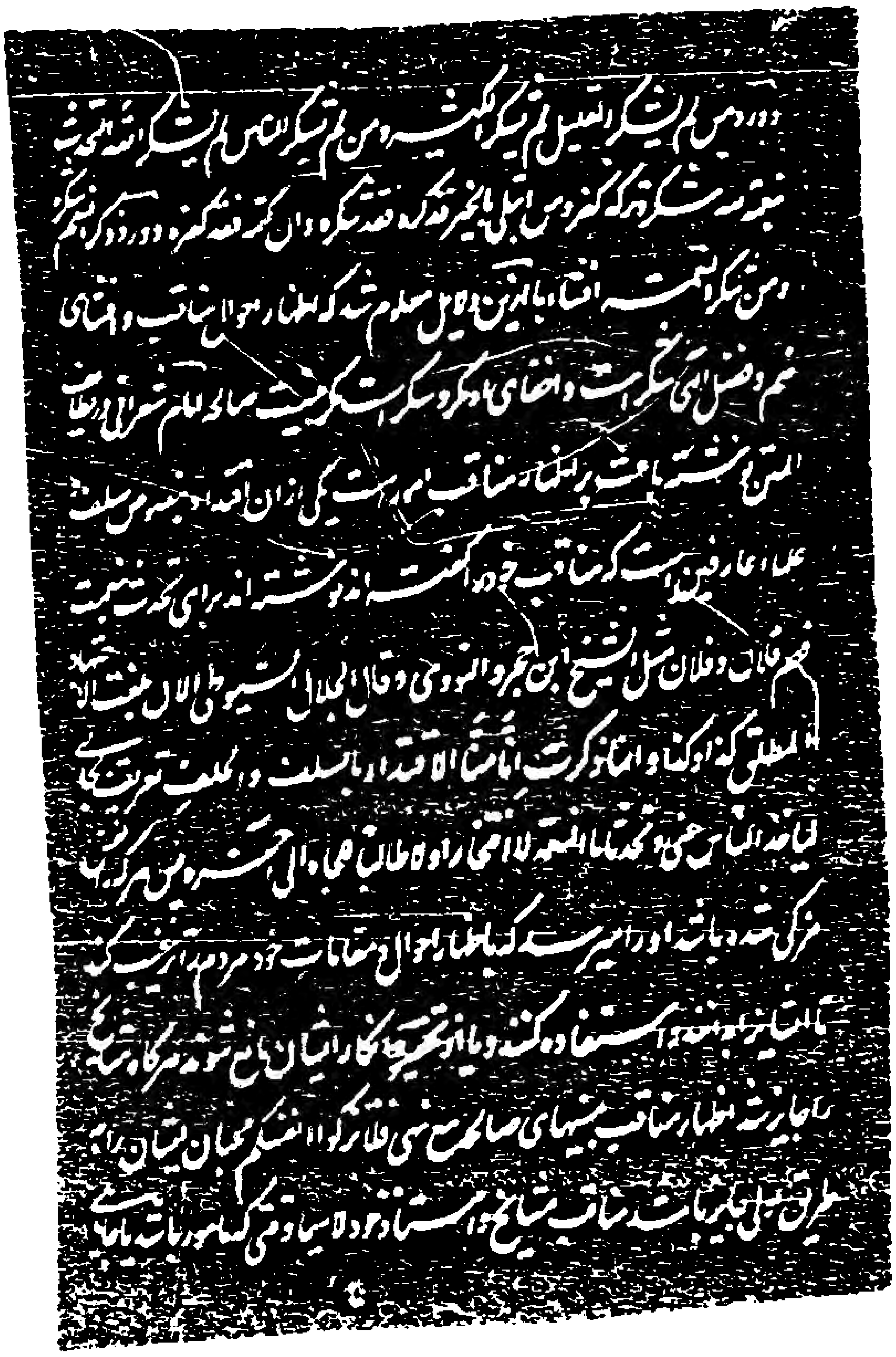

ومن لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر ومن لم یشکر الناس لم یشکر الله والتحدث
بنعمة الله شکر وترکه کفر ومن ابتلی بالخیر فذکره فقد شکره وان کتمه فقد کفره و در ذکر نعم شکر
ومن شکر نعمت اقتدا باین دلیل معلوم شد که اظهار احوال مناقب و مقامات
نعم و فضل الهی شکر است و اخفای آن کفر و شکر است که حیثیت صاحب کلام شعرانی در طبقات
المنن نوشته باعث بر اظهار مناقب امر است یکی از آن اقتدا بجمعی من سلف
علما و عارفین است که مناقب خود را گفته اند و نوشته اند برای تحدث بنعمت
فهم فلان و فلان مثل الشیخ ابن حجر والنووی و قال الجلال السیوطی الآن ثبت الاجتهاد
المطلق کذا وکذا و انما ذکرت ذلک تحدثا اقتدا بالسلف و بکلمت تعریف کسی
لیاخذ الناس حظهم تحدثا بالنعمة لا افتخارا و طلبا للجاه الی آخره و هر که مرید
مرید شده باشد او را میرسد که اظهار احوال و مقامات خود مردم را ترغیب کند
تا ملتفت شوند و استفاده کنند و با افتخار و تحسین کار ایشان دفع شود هر گاه شاگرد
را جایز شد اظهار مناقب پیشوای صالح مع نفی [illegible] انکار منکران ایشان را
طریق قبول اجابت باشد مناقب مشایخ را اسناد خود لا سیما وقتی که مامور باشد [illegible]

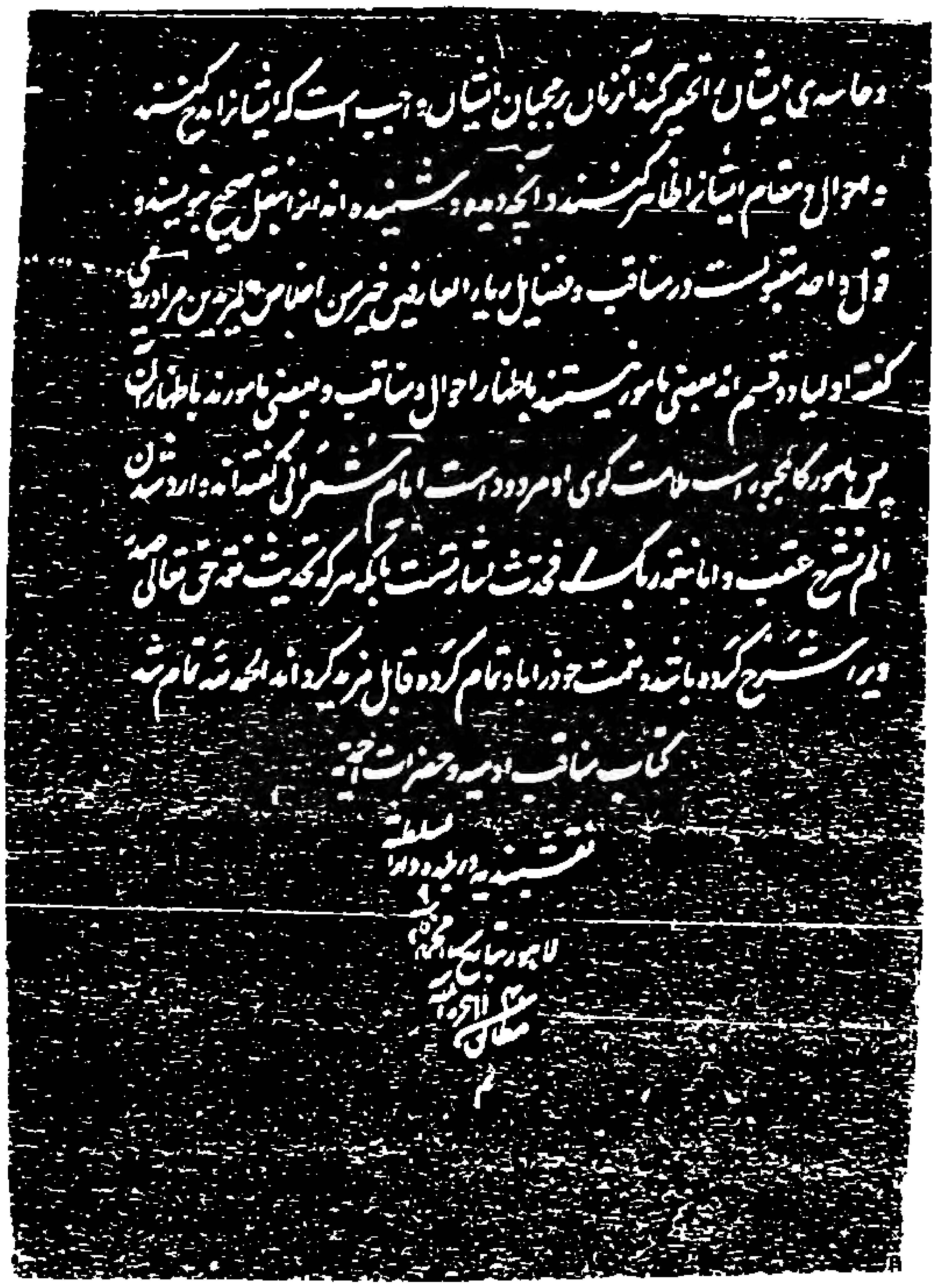

وحاسدی ایشان را تحقیر کنند آن زمان رنجیدن ایشان واجب است که ایشان از مدح گفتند

و احوال و مقام ایشان را اظهار کنند و آنچه دیده و شنیده اند بنقل صحیح بنویسند و

قول واحد منقولست در مناقب و فضایل زبدة العارفین خیر من اصلاح [illegible] مرادی سمی

گفته اولیا دو قسم اند بعضی مامور نیستند باظهار احوال و مناقب و بعضی مامورند باظهار آن

پس مامور کا مجبور است ملامت گوی او مردود است امام قشیری گفته اند واردشدن

الم نشرح عقب واما بنعمة ربک فحدث بشارتست بآنکه هرکه تحدیث نعمة حق تعالی صدر

وی را شرح کرده باشند نعمت خود را باید تمام کرده قابل مزید گرداند الحمد لله تمام شد

کتاب مناقب اویسیه و حضرات خیریه

نقشبندیه در بلده دارالسلطنة

لاهور بتاریخ [illegible] محرم

مطابق [illegible]

تم

۷۰۳

تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ بنوریہ

مناقب الحضرات

نتائج الحرمین کی تیسری جلد

تالیف

حضرت شیخ محمد امین بدخشی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و تقدیم

ڈاکٹر صاحبزادہ معین نظامی

شعبہ فارسی اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور

خانقاہ فتحیہ

گلہار ○ کوٹلی ○ آزاد کشمیر

۶۲۸۷

(جملہ حقوق محفوظ کسے قصد طبع نکند)

اَلَآ اِنَّ اَولِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیھِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ

از تصنیف منیف عمدۃ العرفاء الکاملین زبدۃ العلماء الراسخین قدوۃ
اولیاء اللہ حضرت خواجہ حاجی محمد فضل اللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ
کتاب مستطاب فیض آیات
المسمّٰی بہ

عمدۃ المقامات

حسب ارشاد فیض بنیاد شمس المعرفت و الیقین بدر الملۃ والدین منبع
انوار ذو المنن حضرت خواجہ حاجی حافظ محمد حسن مدظلہم العالی

باہتمام
سعی تام بندہ آثم حافظ محمد ہاشم مجددی کان اللہ لہ
ٹنڈو سائیں داد ضلع حیدرآباد
(سندھ)

در پبلشرز لیتھو پرنٹنگ پریس حیدرآباد و از ادارہ مجددیہ شائع شد

بار اول   تعداد طبع ۱۰۰۰   قیمت چار روپیہ کلدار (للعہ)

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم
لا تعلمون

الحمد للہ درین آوان مبارک مان بستان و توامان حالات عجیبہ

مسمّٰی بہ رحمت یزدانی

سوانح عمری
امام ربانی

مجدد الف ثانی ۱۴ سنہ ۱۳

مؤلفہ خاکسار محمد حسین ابن فضیلت پناہ صوفی باصفا قدوۃ الراسخین خیر بخش حضرت مولانا
مولوی حکیم شیخ قادر بخش صاحب ساکن احمد آباد ضلع جہلم حال ساکن بہیرہ بفرمائش جناب
مولوی امام الدین صاحب تاجر کتب راولپنڈی بہ ترغیب احباب [illegible]
نقشبندی مجددی

در مطبع [illegible] واقع لاہور باہتمام [illegible] مطبوع

اشتہار یہ کتاب اور جملہ علوم وفنون کا کتب خانہ بدکان مولوی امام الدین تاجر کتب راولپنڈی موجود ہے - درخواست آنے پر فوراً تعمیل کیجاتی ہے

احوال

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

نظام الدین مجددی توکلی

جس میں شہنشاہ اکبر کی ملحدانہ سرگرمیوں کی بیخ کنی نیز جہانگیر اور اس کے درباریوں کو راہِ راست پر لانے کے لئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے اور شریعتِ اسلامیہ کے رواج کے لئے شب و روز کی انتھک کوششوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور آپ کی تعلیم کو ایسے محققانہ رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ جن پر مسلمانانِ ہندوستان کی مذہبی اور سیاسی زندگی کا دار و مدار ہے۔

سنّی لٹریری سوسائٹی
۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور

۷۰۷

حضرت مجدّدِ الفِ ثانیؒ

کے

سیاسی مکتوبات

آباد شاہ پوری

مکتبۂ چراغِ اسلام ۔ ۴۰ بی اردو بازار۔ لاہور

۶۲۹۱

السلسلۃ الذھبیۃ فی احوال اکابر نقشبندیۃ المجددیۃ

یعنی حصہ اول

مجموعہ حالات و مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ

خلیفہ خاص حضرت خواجہ صفا کیشان خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ

جسمین

آپکا نسب نامہ کیفیت ولادت صوری۔ حلیہ مبارک۔ تحصیل علوم ظاہری و باطنی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت مین پہنچنا اور اُنکے فیض صحبت سے مشرف ہونا۔ سلطان نور الدین جہانگیر کے ساتھ مکالمہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا مناقشہ۔ تصنیفات کی فہرست۔ شان مجددیت کا اظہار۔ علماء دیار و امصار کی ارادت۔ آپکے فضائل و محامد کی تفصیل و مکاشفات کا ذکر۔ خوارق عادات و کرامات کا سلسلہ۔ عادات اور عبادات کا طریقہ۔ وصال یعنی وفات کا واقعہ مفصلاً مندرج ہے

مرتبہ

خاکسار محمد عبد الاحد عفی عنہ مدیر مطبع ہذا

مطبع مجتبائی واقع دہلی مین بہ حسن زیبایش طبع ہوا

کاپی رائٹ محفوظ ہے

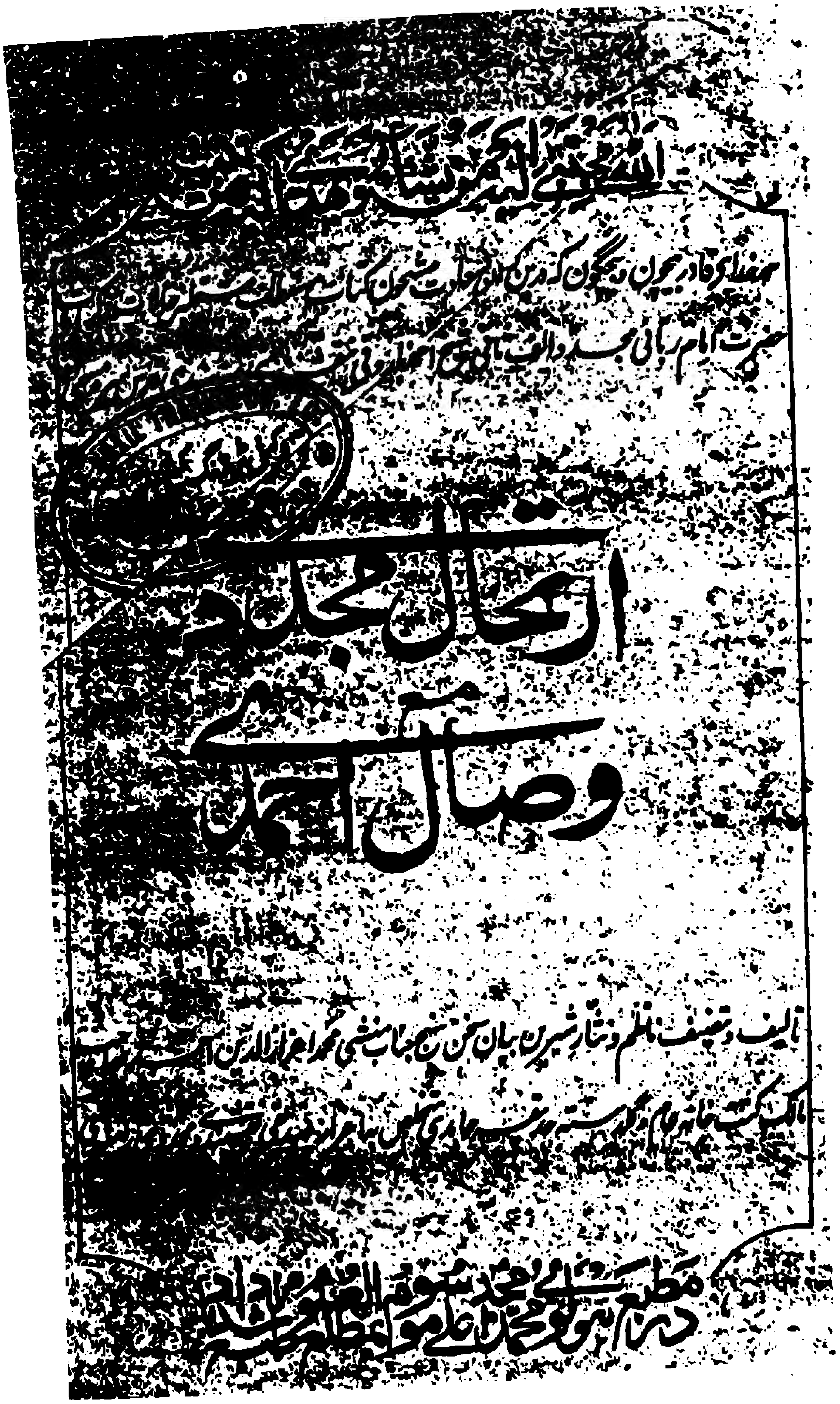

[illegible]

[illegible] کہ در [illegible] حالات [illegible]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی [illegible]

ارتحال مجددی
وصال احمدی

تالیف و تصنیف ناظم و نثار شیرین بیان سخن سنج جناب منشی محمد اعزاز الدین صاحب

مالک کتب خانہ [illegible]

مطبع [illegible] محمدی [illegible] مراد آباد

[illegible] محمد [illegible] علی [illegible]

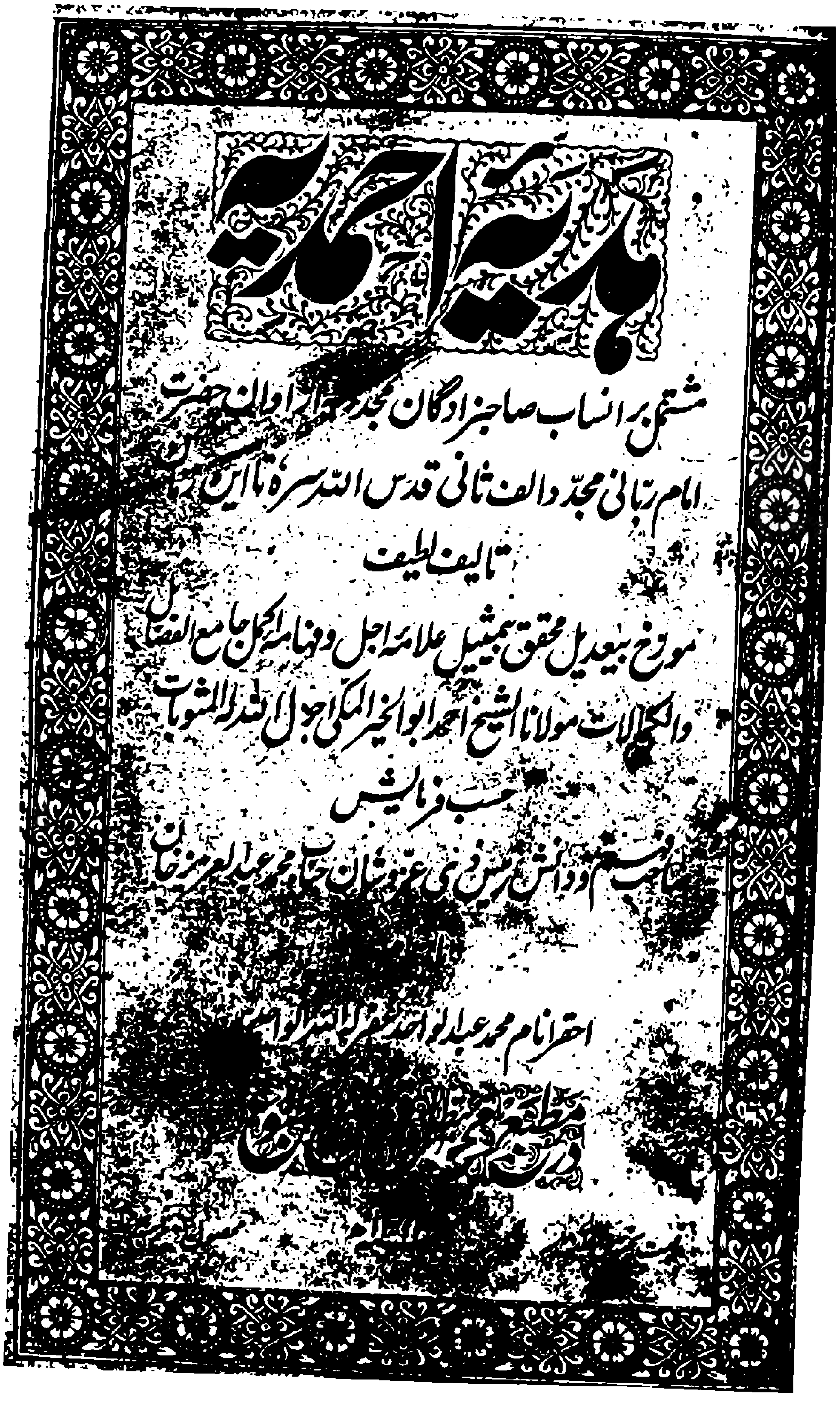

ہدیہ احمدیہ

مشتمل بر انساب صاحبزادگان مجددیہ از اوان حضرت
امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ تا این [illegible]

تالیف لطیف

مورخ بیعدیل محقق بیمثیل علامۂ اجل و فہامۂ اکمل جامع الفضائل
والکمالات مولانا الشیخ احمد ابوالخیر المکی اجزل اللہ لہ المثوبات

حسب فرمائش

صاحب فہم و دانش رئیس ذی عز و شان جناب محمد عبد العزیز خان

احقر انام محمد عبد [illegible]

در مطبع [illegible]

[illegible]

اس کتاب کے تمام حقوق ترجمہ بموجب ایکٹ منسلکہ ۱۸۶۷ء بحق مختار روسے حق محفوظ ہیں

سلسلہ تصوف نمبر ۱۲۲

اردو ترجمہ کتاب

روضۃ القیومیہ

رکن اوّل و رکن دوم

از

تصنیف جناب خواجہ ابو الفیض کمال الدین محمد احسان ابن حضرت شیخ حسن احمد
بن شیخ محمد ہادی بن امام الطریقت مروج الشریعت حضرت شیخ محمد عبید اللہ
بن حضرت عروۃ الوثقی معصوم ثانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

رکن اوّل

در احوال خزینۃ الرحمۃ مجدد الف ثانی معہ احوال فرزندان و خلفائے آنجناب رضی اللہ عنہم

رکن دوم

در احوال قیوم ثانی عروۃ الوثقی معصوم ثانی معہ احوال فرزندان و خلفائے آنجناب رضی اللہ عنہم

جسے

ملک فضل الدین ملک چنن دین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زئیاں ——— بازار کشمیری

لاہور نے

بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر

شوال [illegible] میں [illegible] پریس لاہور باہتمام ملک محمد [illegible] پرنٹر کے چھپوایا

قیمت - - - - - - ہر دو رکن - - - - - - ۱۲

اس کتاب کے تمام حقوق بحق خریدار بموجب ایکٹ نمبر ۲۵ بابت سنہ ۱۸۶۷ء مختار کے رو سے محفوظ ہیں

سلسلہ تصوف نمبر ۱۲۲

اردو ترجمہ کتاب

روضۃ القیومیہ

رکن اول و رکن دوم

از

تصنیف جناب خواجہ ابو الفیض کمال الدین محمد احسان بن حضرت شیخ حسن احمد
بن شیخ محمد ہادی بن امام الطریقت مروج الشریعت حضرت شیخ محمد عبید اللہ
بن حضرت عروۃ الوثقی معصوم ثانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

رکن اول

دراحوال حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی مع احوال فرزندان و خلفائے آنجناب رضی اللہ عنہم

رکن دوم

دراحوال قیوم ثانی عروۃ الوثقی معصوم ربانی مع احوال فرزندان و خلفائے آنجناب رضی اللہ عنہم

جسے

ملک فضل الدین ملک چنن دین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

کوچہ ککے زئیاں — منزل نقشبندیہ — بازار کشمیری
لاہور نے
بصرف زر کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر
سٹیم پریس لاہور باہتمام محمد حسن پرنٹر کے چھپوایا

قیمت - - - - - ہر دو رکن - - - - - ۱۲ عے

۷۱۳

۵۸۶

سوانح عمری

حضرت مجدّد الف ثانیؒ

سرہندی

مؤلفہ

علّامہ ابوالفضل محمّد احسانُ اللہ عبّاسی گورکھپوری

مطبوعہ
ہمدرد کمرشل پریس دہلی
پبلشر
حشمت علی خاں محلہ تھانہ پاکھڑ ریاست رامپور

(نوٹ) مولوی محمد اسد اللہ عباسی مالک واحد قاضی کمپنی گورکھپور سے بھی یہ کتاب مل سکتی ہے +

بار اوّل ایکہزار
قیمت سے؎

۶۲۹۷

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ

جنابِ غوثِ اعظمؓ نے کہا ہے آپکے حق میں
کہ رُتبہ ہے بہت اعلیٰ مجدّدِ الفِ ثانی کا

قصیدہ در مدح

امامُ الطریقت، پیشوائے حقیقت، مطلعِ انوارِ لاہوت، منبعِ انہارِ جبروت، الفانی فی اللہ
والباقی باللہ، محیی معالم الطریق بعد دروسہا، ومظہر آیات التوحید بعد
افول اقمارہا وشموسہا، نائب رحمۃ للعالمین، جامع طریقۃ الاولین
والآخرین حضرت امام ربّانی، مجدّد الف ثانی، شیخ احمد فاروقیؓ سرہندی،
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنّا

مسمّٰی بہ

آفتابِ شرف

تالیف لطیف

حضرۃ العلامۃ البحر القمقام رئیس الفضلاء عریف الکملاء، حامی الشریعۃ
المحمدیہ، ھادی الطریقۃ الاحمدیہ، وحید السلف، فقید الخلف، مولانا الشاہ
محمد ابو الشرف المجدّدی المعصومی المظہری الدہلوی، ثمّ المدنی
لازالت شموس فاضاتہ بازغہ

باہتمام کمترین خاکپائے بزرگانِ دین سیّد ابو البشر محمد بشیر الدین
کان اللہ لہٗ ولوالدیہ، قاضی ہوڑہ

در مطبع سناہند لمیٹڈ واقع کلکتہ طبع گردید

۷۱۵

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ الجاثیہ آیت: ۲۰
یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت ورحمت کنز الایمان

مکتوبات حضرت امام ربانی و مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم زاد اللہ برکتہما
اور مبدا و معاد کا خلاصہ

کنز الہدایات

مؤلفہ: حضرت مولانا شیخ المشائخ خواجہ **مفتی محمد باقر بن شرف الدین**
لاہوری عباسی حسینی، خلیفہ مجاز عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ

مترجم: حضرت علامہ **مفتی ظہور احمد جلالی**

مرتبہ

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

ناشر: شیر ربانی پبلی کیشنز، جامع مسجد قادریہ شیر ربانی
شیر ربانی روڈ، چوک شیر ربانی، ۲۱۔ ایکڑ سکیم، نیو مزنگ سمن آباد، لاہور۔

۶۲۹۹

۷۱۶

حضرت مجدّد الف ثانی

ایک تحقیقی جائزہ

از

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں

ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ
صدر شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی حیدرآباد

۱۹۶۵ء

۶۳۰۰

۷۱۷

Imam-i-Rabbani Mujaddid-i-Alf-i-Thani
Shaikh Ahmad Sirhindi's Conception of Tawhid

OR

THE MUJADDID'S CONCEPTION OF TAWHID

By

BURHAN AHMAD FARUQI, M.A., Ph.D

IDARAH-I ADABIYAT-I DELLI
2009, QASIMJAN STREET, DELHI-6

٢٣٠١

۷۱۸

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے مفصل حالات وسوانح اور آپ کے
تجدیدی جہاد و کارنامے اور آپ کے خلفاء کے حالات، جن سے معلوم
ہوگا کہ آج سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے اکبر و جہانگیر کے عہدِ حکومت
میں کتنے سخت اور تیرہ و تاریک حالات میں آپ نے دین کی حفاظت فرمائی
جس کی مثال تجدید و احیاء دین کی پوری تاریخ میں ملنی مشکل ہے! اور آج
بھی کفر و الحاد اور مادہ پرستی کے اس دور میں جس سے رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے

از حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی

ناشر
دار الاشاعت
مقابل مولوی مسافر خانہ۔ کراچی ۱

۶۳۰۲

۷۱۹

مکتوباتِ امام ربانیؒ

کی

دینی اور معاشرتی اہمیت

از

ڈاکٹر سراج احمد خاں

ایم اے ۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی

۲۲۸ ۔ پیر الٰہی بخش کالونی ۔ کراچی ۵

۶۳۰۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالہ
بعنوان

مکتوبات مجدد الف ثانی

تخریج احادیث

برائے پی. ایچ. ڈی
اسلامیات

اشراف

قبلہ پروفیسر ڈاکٹر
بشیر احمد صدیقی صاحب
(ایم. اے. پی. ایچ. ڈی)
عربی، اسلامیات اسلامیات
(ایکس) چیئرمین ادارہ علوم اسلامیہ ،
اسلامیہ یونیورسٹی
بہاولپور

اعداد

محمد بابر بیگ مطالی
(ایم. اے. اسلامیات،
عربی، فاضل عربی)
انسٹرکٹر گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ
پسرور

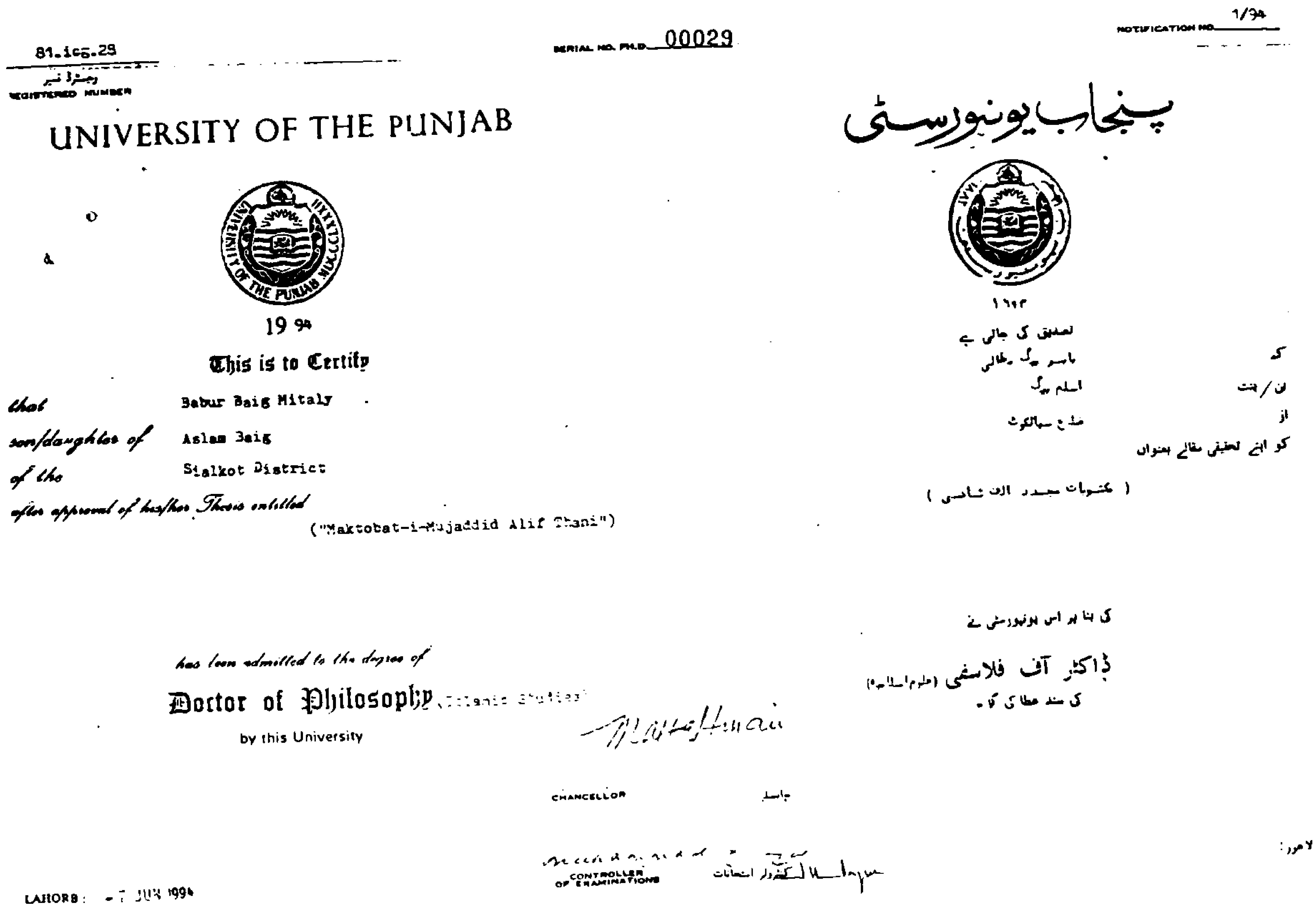

81.icg.29
رجسٹرڈ نمبر
REGISTERED NUMBER

SERIAL NO. PH.D. 00029

UNIVERSITY OF THE PUNJAB

19 94

This is to Certify

that Babur Baig Mitaly

son/daughter of Aslam Baig

of the Sialkot District

after approval of his/her Thesis entitled ("Maktobat-i-Mujaddid Alif Thani")

has been admitted to the degree of

Doctor of Philosophy (Islamic Studies)

by this University

LAHORE : 7 JUN 1994

CHANCELLOR

CONTROLLER OF EXAMINATIONS

NOTIFICATION NO. 1/94

پنجاب یونیورسٹی

۱۹۹۴

تصدیق کی جاتی ہے

کہ بابر بیگ مطالی

ابن / بنت اسلم بیگ

از ضلع سیالکوٹ

کو اپنے تحقیقی مقالے بعنوان

(مکتوبات مجدد الف ثانی)

کی بنا پر اس یونیورسٹی نے

ڈاکٹر آف فلاسفی (علوم اسلامیہ)

کی سند عطا کی۔

چانسلر

کنٹرولر امتحانات

لاہور:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ (سورہ المائدہ آیت ۵۵)
ترجمہ: تمہارے ولی (دوست) تو اللہ اور اس کے رسول اور مومن لوگ ہی ہیں۔

مکتوباتِ امامِ ربّانی کی تاریخی تعیین

زیرِ نگرانی
پروفیسر سید محمد سعید صاحب
چیرمین شعبہ اسلامک کلچر سندھ یونیورسٹی

محقق
محمد انصار خان

۱۴۱۴ھ - ۱۹۹۴ء

حضرت مجدد الف ثانی کی تفسیری و فقہی خدمات

(تحلیلی و تجزیاتی جائزہ)

تحقیقی مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی (علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار
ہمایوں عباس

لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ
جامعہ ریاض العلوم فیصل آباد

نگران مقالہ
ڈاکٹر محمد اکرم رانا
پی۔ ایچ۔ ڈی (برطانیہ) فل برائٹ سکالر (امریکہ)
ایسوسی ایٹ پروفیسر
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

شعبہ علوم اسلامیہ
بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان
نومبر ۲۰۰۰ء

اس مقالے کی منظوری ایڈوانسڈ سٹڈیز اینڈ ریسرچ بورڈ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے مراسلہ نمبر Acad/AS&RB-1/97-1481 مورخہ 30-06-1997 کے تحت دی گئی

۶۳۰۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالہ

بعنوان

ڈاکٹر محمد اقبالؒ و حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، افکار و نظریات

برائے

ایم۔ فل

اقبالیات

مقالہ نگار

ڈاکٹر

محمد بابر بیگ مطالی

ایم۔ اے (عربی۔ اسلامیات۔ معاشیات)

ایم او ایل (عربی) پی۔ ایچ۔ ڈی

ایسوسی ایٹ پروفیسر (اسلامیات)

گورنمنٹ کالج

گوجرانوالہ

نگران تحقیق

ڈاکٹر

حافظ محمود اختر صاحب

ایم۔ اے (عربی۔ اسلامیات)

ایم۔ او۔ ایل (عربی) پی ایچ ڈی

ایسوسی ایٹ پروفیسر (اسلامیات)

پنجاب یونیورسٹی

لاہور

سن

۲۰۰۱

عیسوی

رول نمبر

ڈی

7735300

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

اسلام آباد۔ پاکستان

فہرست مضامین

پیش لفظ

باب اوّل

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حالاتِ زندگی

حسب و نسب
ولادت
تعلیم و تربیت
شادی ۔ بیعت ۔ تبلیغ دین
وفات ــــــ اولاد
تصانیف

باب دوم

تصانیف اقبال میں حضرت مجددؒ کا ذکر

بصورت نثر

بصورت نظم

باب سوم

حضرت مجددؒ اور اقبالؒ کی فکری مماثلات

تصور عبدیت ۔ شریعت و طریقت ۔ اسلامی قومیت
عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اعلائے کلمۃ الحق
نظریہ اجتہاد

چہارم

حضرت مجددؒ اور اقبالؒ کے صوفیانہ تصورات

تصورِ سلوک حضورِ قلب کشفِ اسرار

تذکرۂ احوال ذکرِ مقامات

حلِ مشکلات

باب پنجم

فلسفۂ اقبالؒ پر حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اثرات

وجودِ مطلق وجود و شہود خیر و شر

جبر و قدر زمان و مکان

کشف و وجدان

۷۴۸

یکے از مطبوعات مجلسِ ترقیِ ادب لاہور

حیاتِ مجدّدؒ

امامِ ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی

ابوالبرکات بدر الدّین شیخ احمد نقشبندی سرہندیؒ

کے

سوانحِ حیات و تصانیف پر بصیرت افروز تبصرہ

از

پروفیسر محمد فرمان، ایم۔ اے

مجلسِ ترقیِ ادب نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

۶۳۱۲

سیرت
مجدد الف ثانیؒ

تالیف

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مدینہ پبلشنگ کمپنی
ایم اے جناح روڈ۔ کراچی ۱

۷۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ

حالات، افکار و خدمات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

اِدارہ مسعودیہ
۶/۲، ۵۔ ای، ناظم آباد
کراچی۔ پاکستان

۶۳۱۴

۷۳۱

مجدّدِ ہزارۂ دوم

(حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارۂ معارفِ مجدّد الف ثانی، کراچی
اسلامی جمہوریۂ پاکستان
۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء

۶۳۱۵

مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے احوال و معارف پر

ایک تحقیقی کتاب

تجلیاتِ امامِ ربانی

مصنف:

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارہ مظہرِ اسلام
لاہور، پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۸۴۰

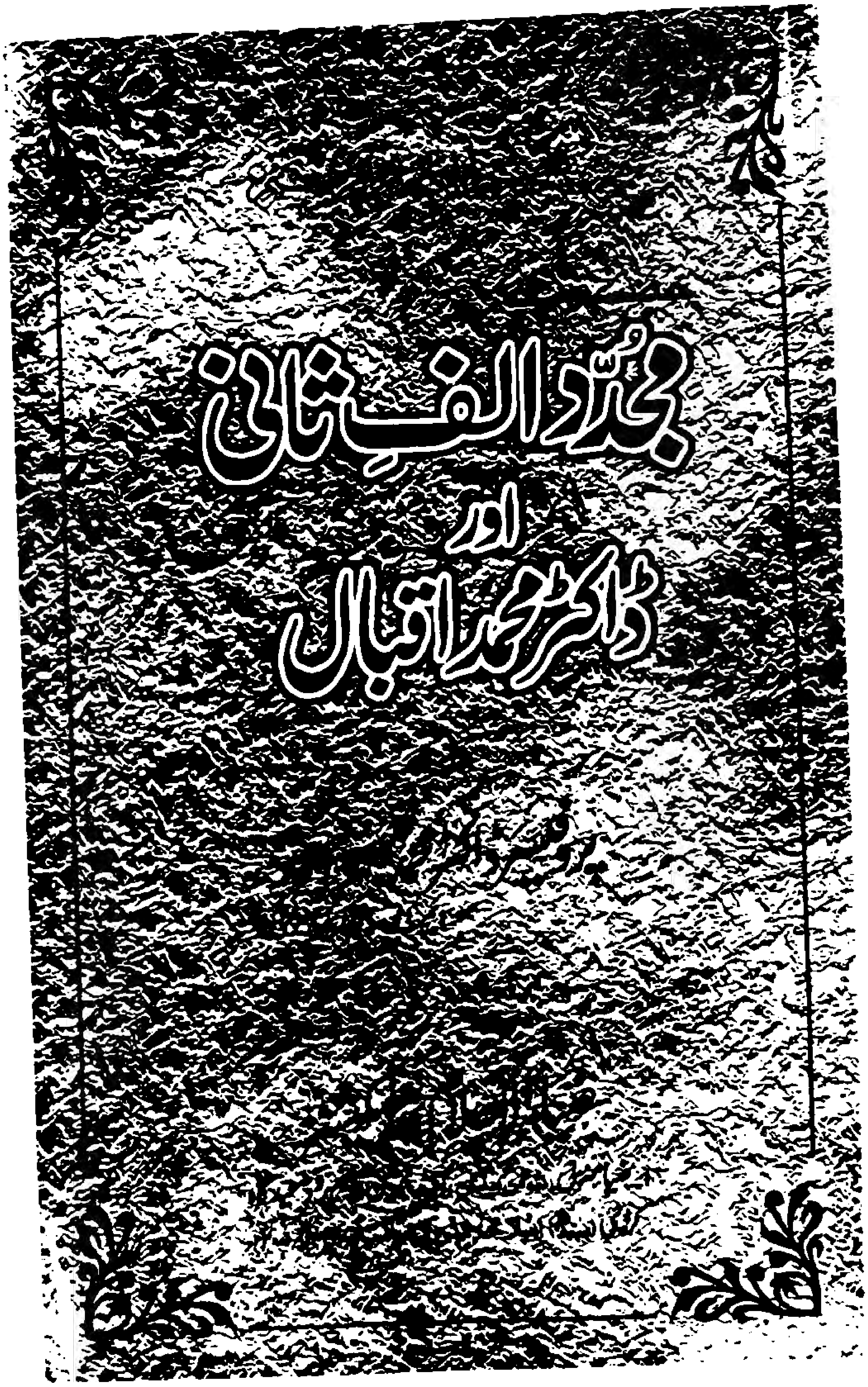

مجدد الف ثانی
اور
ڈاکٹر محمد اقبال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ۝

(بنما راہ راست راہِ آنان کہ بر ایشان تو احسان کردی) فاتحہ ۵۔۶

صراطِ مستقیم

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے؛ پی۔ ایچ۔ ڈی

ترجمۂ فارسی

الحاج محمد یونس باڑی مظہری

ادیب فاضل؛ ایم۔ اے (فارسی)

ادارۂ مسعودیہ، ۶/۲، ۵۔ ای، ناظم آباد، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۱ء

حضرت مجدد علیہ الرحمة

فقہ کے افق پر

☆☆☆☆☆

محمد معصوم

☆☆☆☆☆

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ

(ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے۔ توبہ:۲۱)

جواہرِ مجدّدیہ

سوانح عمری سلطانِ طریقت، برہانِ حقیقت، کاشفِ اسرار
سبع مثانی، بحرِ مواج ہمہ دانی، شمع بزم عرفانی، مقتدائے اربابِ
معانی ملقب بہ امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی
مجدد الف ثانی قدس سرہ الروحانی

مصنفہ

حضرت مولانا خواجہ احمد حسین خان
قادری نقشبندی مجددی امروہوی علیہ الرحمہ

ادارہ مسعودیہ، ۲/۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء

۷۳۷

مُجدّدِ الفِ ثانی علیہ الرحمۃ کے احوال و معارف پر ایک تحقیقی کتاب

تجلیاتِ امامِ ربانی

مؤلفہ

محمد عبد الحکیم خان اختر مجددی مظہری شاہجہانپوری

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ○ لاہور

۶۳۲۱

۷۳۸

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ
وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

عقیدۂ ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

از قلم

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد
ایم۔ اے (اسلامیات، عربی، تاریخ)

گنبدِ خضرا پبلی کیشنز
دربار مارکیٹ ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

۶۳۲۲

۷۳۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا

لقب مجدّد الف ثانی

علامہ فیض احمد اویسی

مکتبہ نقش لاثانی
متصل نقش لاثانی پبلک سکول
عقب جناح اسٹیڈیم سیالکوٹ فون 588104

۶۳۲۳

۷۴۰

حضور مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ

کی

شانِ قیومیت

[redacted]

علامہ فیض احمد اویسی رضوی

مکتبہ نقشِ لاثانی سیالکوٹ

۶۳۲۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت

مجدّدِ الفِ ثانی

کی

مجدّدیت و قیومیت

تحقیق

پروفیسر محمد حسین آسی

مکتبہ نقشِ لاثانی سیالکوٹ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

عنکبوت ٦٩

اور جنہوں نے ہمارے قرب کیلئے کوشش کی تو ہم یقیناً انہیں اپنے رستوں پر چلائیں گے

سلوکِ مجددیہ

مؤلف

حضرت سید محمد عبد اللہ نقشبندی محدث دکن

علیہ الرحمۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی
بن مفتی اعظم
محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی
کراچی، سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء

ناشر

دارالاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی)

۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور۔

۶۳۲۶

ہر گل کو باغ دہر میں کھٹکا ہے خار کا
الجھا ہوا خزاں سے ہے دامن بہار کا

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ
اور
اُن کے ناقدین

حضرت مولانا شاہ ابو الحسن زید فاروقی (فاضل ازہر)
شاہ ابو الخیر مارگ ○ دہلی-۶

شعبہ نشر و اشاعت
انجمن حزب الرسول المبلغین و داراین حضرت میاں صاحب شرقپور شریف
صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری النقشبندی المجددی مدیر المجلۃ الشہریۃ نور الاسلام
شرقپور شریف (شیخوپورہ) پاکستان
المکتبۃ ایشیق بشارع دار الشفقۃ بفاتح ۷۲ استانبول (ترکیہ)

۶۳۲۷

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

کی نظر میں

مؤلفہ

عبد الحکیم خان اختر مجددی مظہری شاہجہانپوری

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت
جامع مسجد قادریہ شیر ربانی
۲۱ [illegible] لاہور

حضرت مجدد الف ثانی اور مجدد مائۂ حاضرہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے عقائد و نظریات کا علمی و تحقیقی ارتباط

مُجدّد الف ثانی

اور

امام احمد رضا بریلوی

تصنیف

پروفیسر غلام مصطفیٰ مجدّدی ایم اے

ناشر

رضا دار الاشاعت جامع مسجد رضا محبوب روڈ
چاہ میراں لاہور

۷۴۶

مُجدّدِ الفِ ثانی، امام احمد رَضا

اور

حضراتِ نقشبندیہ

از قلم

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ابنِ مسعودِ ملّت، محمد مسرور احمد

ناشر

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رَضا، پاکستان

بتعاون: ادارۂ مسعودیہ، کراچی

۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء

۶۳۳۰

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (توبہ۔۱۱۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو"

۲

حضرتِ امام احمد رضا
اور
حضراتِ نقشبندیہ

از

ابنِ مسعودِ ملت، ابوالسرور محمد مسرور احمد نقشبندی

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا۔ (فاتحہ، ۵-۶)

ارشادات

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

مرتبہ
مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد شاہ
قادری رضوی اشرفی علیہ الرحمہ خلیفہ اعلیٰ حضرت امام
احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ

تعارف
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ماہ و سال
علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری

ضیاء الاسلام پبلی کیشنز محمد بن قاسم روڈ آف
ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء

۶۳۳۲

۷۴۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ارشاداتِ مُجدّد

[illegible]

یہ ہے شرع و تصوّف کی کہانی
مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی

مؤلفہ

گدائے مجدّد الف ثانیؒ، خاکپائے شیر ربانیؒ، فدائے ثانی

فقیر جمیل احمد شرقپوری

ملنے کا پتہ

مکتبہ شیر ربّانیؒ مکتبہ نورِ اسلام

شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

(مغربی پاکستان)

کتبہ منیر احمد

۲۳۳۳

۷۵۰

اِرشاداتِ مُجددِ الفِ ثانی

اِنتخابِ مکتوباتِ امامِ ربّانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرّہٗ

اِنتخاب و عُنوانات:

جناب مولانا محمود اشرف عُثمانی دامت برکاتہم

اِدارۂ اِسلامیات
انارکلی، لاہور، پاکستان
فون ۷۳۲۴۷۸۵ ۷۲۴۳۹۹۱ ۷۳۵۳۲۵۵

۶۳۴۴

۷۵۱

فرمودات

حضرت
مجدد الف ثانی
قدس سرہ العزیز

مظہر علم لاہور

۶۳۳۵

۷۵۲

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ

مسلکِ امامِ ربّانی

مجدد الفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی قدس سرہٗ

مکتوبات کی روشنی میں

تصنیفِ لطیف

حضرۃ مولانا علامہ محمد سعید احمد صاحب نقشبندی خطیب داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ
لاہور

۶۳۳۶

تائیدِ اھلِ سُنّت

حضرت امام ربّانی مجدد و منوّر الف ثانی سرہندی قدس سرہ

پروفیسر ڈاکٹر غلام مُصطفٰے خان
ایم اے ایل ایل بی ۔ پی ایچ ڈی، ڈی لٹ
صدر شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی، حیدر آباد

ناشر:
شیر ربانیؒ پبلیکیشنز
جامع مسجد قادریہ شیر ربانیؒ، شیر ربانیؒ روڈ، چوک شیر ربانیؒ
21-ایکڑ سکیم، نیو مزنگ، سمن آباد، لاہور

۷۵۴

امام ربّانی اور اتباعِ رسولِ گرامی

ابوالخیر ڈاکٹر محمّد زبیر

رکن الاسلام پبلیکیشن، آزاد میدان ہیرآباد حیدرآباد

ملنے کا پتہ :۔

مکتبہ جمالِ کرم

9۔ مرکز الاویس (ستارہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور فون: 7324948

۶۳۳۸

۷۵۵

لمعاتِ امامِ ربّانی
مجدّد الفِ ثانی
شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف

علّامہ محمّد عبد الحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ

مرتب

محمّد عبد السّتار طاہر

ناشر

بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لاہور

۶۳۳۹

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و ملی خدمات

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی

زیر سرپرستی : پیر طریقت، رہبر شریعت، بانی تحریک یوم
حضرت مجدد الف ثانی" فخر المشائخ
حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری
سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ (پاکستان)

نام کتاب : حضرت مجدد الف ثانی" کی دینی و ملی خدمات

نام مصنف : صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
ناظم جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ شیر ربانی" خطیب جامع مسجد قادریہ شیر ربانی" سمن آباد لاہور

ناشر : شیر ربانی" پبلی کیشنز

اشاعت : بار اول اپریل 2000ء

تعداد : 1100

ہدیہ : دعائے خیر برائے معاونین

شیر ربانی" پبلی کیشنز

جامع مسجد قادریہ شیر ربانی" شیر ربانی روڈ چوک شیر ربانی"
۲۱۔ ایز سکیم نیو مزنگ سمن آباد لاہور۔

۷

۷۵۷

حیاتِ و تعلیماتِ مجدد الف ثانیؒ

مؤلف

سرفراز محمد بھٹی

شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی
بن مفتی اعظم
محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی
کراچی، سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

حامد اینڈ کمپنی ○ ۳۸۔ اردو بازار ○ لاہور

۶۳۳۱

۷۵۸

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

(انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ یونس: ٦٤)

یادگارِ

مجدّد الفِ ثانی علیہ الرحمۃ

مرتبین

ابو السرور محمد مسرور احمد

مولانا محمد یونس باڑی مظہری

مولانا جاوید اقبال مظہری

ڈاکٹر عدنان خورشید مسعودی

ادارۂ معارف مجدّد الف ثانی
بتعاون ادارۂ مسعودیہ، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۲ء

٦٣٤٢

تاجدارِ سرہند

(حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ)

تقدیم

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تدوین

حاجی معراج الدین مسعودی
(صدر ادارۂ مسعودیہ، کراچی)

ادارۂ مسعودیہ، کراچی
۲/۶،۵۔ای، ناظم آباد، کراچی (۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء)

۷۶۰

آفتابِ ولایت

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

مرتبہ

جاوید اقبال مظہری

بی اے، ایل۔ ایل۔ بی

مظہری پبلی کیشنز، کراچی
فون: ۵۸۴۰۹۹۳

۶۳۴۴

مقالہ برائے امام ربانی کانفرنس
منعقدہ ۱۱ مئی ۲۰۰۲ء کراچی

وصال حضرت مجدد الف ثانی

(امام ربانی شیخ احمد سرہندی فاروقی)

۹۷۱ھ/۱۰۳۴ء

مرتبہ

جاوید اقبال مظہری
بی۔اے، ایل ایل بی

ضیاء الاسلام پبلیکیشنز
فون: ۲۲۱۳۹۷۳-۲۶۳۳۸۱۹

۷۶۲

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ
انھیں خُوش خبری ہے دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (یونس: ۶۴)

جہاں نُما

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

مُرتبہ
ڈاکٹر عدنان خُورشید

امامِ ربّانی فاؤنڈیشن
ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء

۶۳۴۶

۷۶۳

امام ربانی

اقبال احمد اختر القادری

اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ

5-B-2، نارتھ کراچی (۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

۶۳۴۷

۷۶۴

امام ربانی کی
تحریک اصلاح تصوف

ڈاکٹر اقبال اختر القادری مجدّدی

اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ
5-B-2، نارتھ کراچی (۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

۶۳۴۸

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ، فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

یہ تو ایک نصیحت ہے پس جس کا جی چاہے (اس سے) اپنے ربّ کی طرف راستہ اختیار کرے

ایک انمول ہیرا

یعنی

سیرتِ

حضرت عالی امام ربانی مجدد الف ثانی

الشیخ احمد فاروقی سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز

تالیف

صوفی نثار الحق حنفی سیفی نقشبندی مجددی

(خلیفۂ مطلق سلاسل اربعہ)

ناشر تبلیغ صوفیاء
مجدد الف ثانی ٹرسٹ

سلسلہ تصوف نمبر

[illegible]

جواہر علویہ

یعنی

[illegible]

[illegible] نقشبندی

[illegible]

[illegible]

فضل الدین ملک چنن دین [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۶۳۵۰

وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

کتاب
انساب الانجاب

از

تصنیف لطیف حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مقبول درگاہ ذوالمنن
حضرت اقدس جناب حاجی خواجہ محمد حسن صاحب مجددی سلمہ ربہ
سجادہ نشین ٹنڈہ سائیںداد ضلع حیدرآباد
سندھ

مطبوعہ مشہور عالم پریس [illegible] باہتمام پنڈت گھناتھ داس منیجر مطبوع گردید

جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ اند

٧٦٨

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝

الحمد للہ کہ کتابِ مستطاب

حضرت مجددِ الفِ ثانیؒ

تالیف

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

مؤلف عمدۃ الفقہ و عمدۃ السلوک وغیرہ

۱۹۷۲ء

۱۳۹۲ھ

باہتمام

ادارۂ مجددیہ۔ ناظم آباد ۳۔ کراچی ۱۸

ایجوکیشنل پریس کراچی سے طبع ہوکر شائع ہوئی

قیمت مجلد پچیس روپے

٦٣٥٢

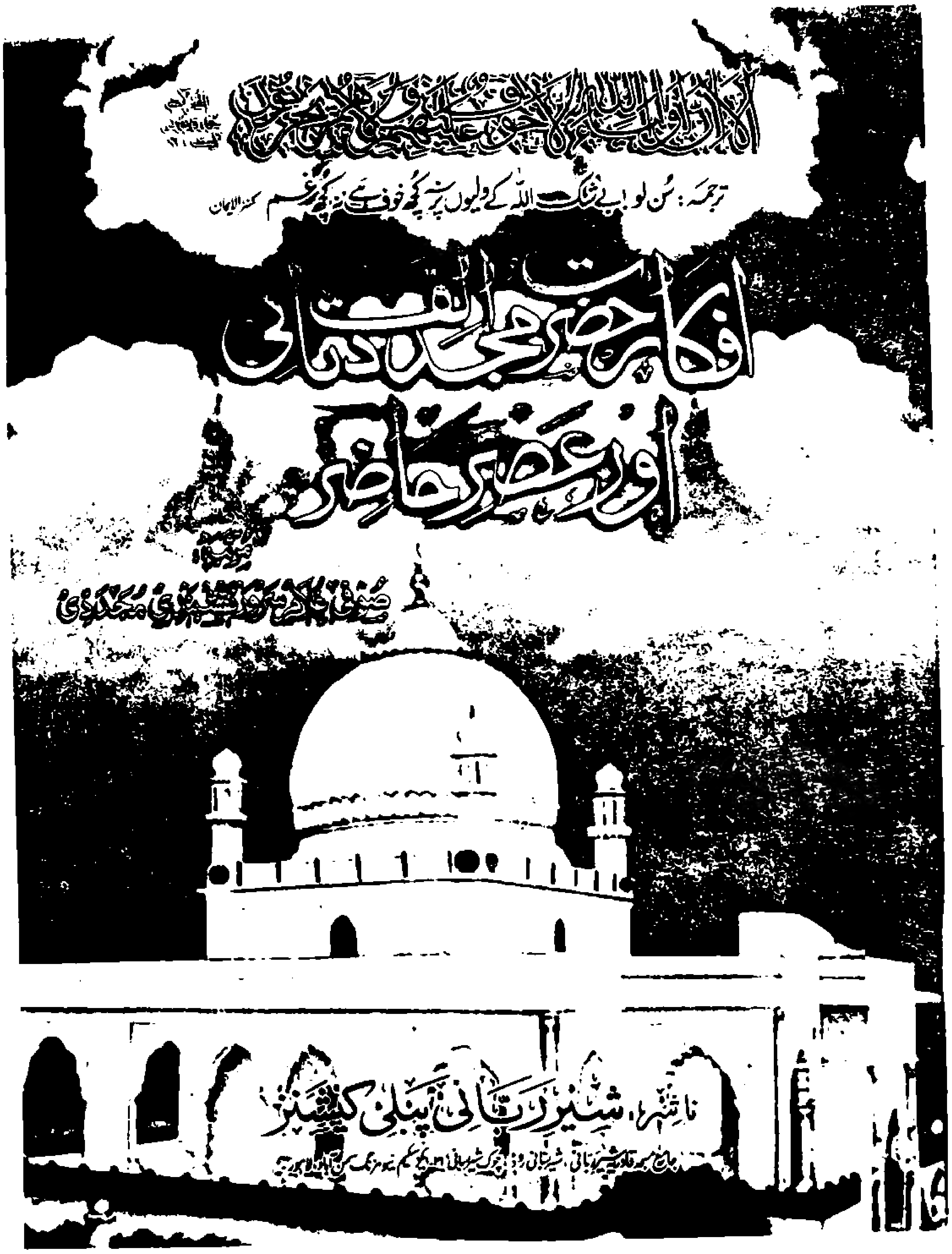

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

ترجمہ: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم کنز الایمان

افکار حضرت مجدد الف ثانی
اور عصر حاضر

مصنف ڈاکٹر [illegible] مجددی

ناشر: شبیر ربانی پبلی کیشنز
[illegible]

٧٧٠

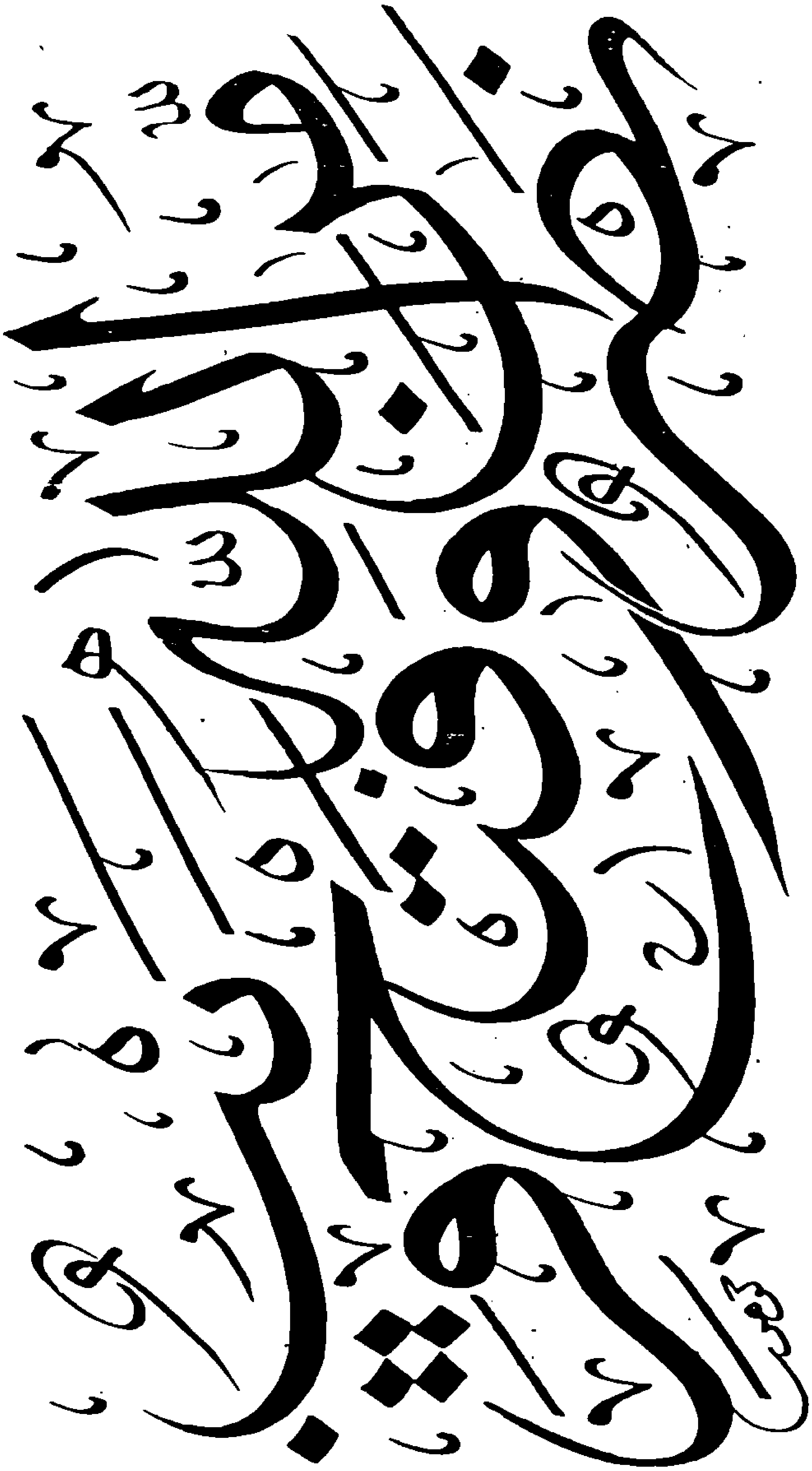
نصر من الله وفتح قريب

٦٣٥٢

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرقعِ علمی

(۵)

صاحبزادگان وخلفاء اور دیگر مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کی تصانیف

۶۳۵۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

- ......سرورق مکتوبات معصومیہ، جلد دوم، قلمی، مکتوبہ ۱۱۱ھ، مخزونہ کتب خانہ پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی، میر پور خاص (سندھ) (صفحہ اول و آخر)
- ......سرورق مکتوبات معصومیہ (ہر سہ مجلدات)' از خواجہ محمد معصوم مترجمہ سید زوار حسین شاہ، کراچی
- ......سرورق مقامات معصومی (چہار مجلدات) مرتبہ پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور
- ......سرورق مقامات معصومی (انگریزی ترجمہ) محمد اقبال مجددی، زیر طبع، لاہور
- ......سرورق اذکار نبویہ ترجمہ اردو، خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ، سیال کوٹ (پاکستان)
- ......سرورق حسنات الحرمین' خواجہ محمد معصوم، جامع خواجہ محمد عبید اللہ مرتبہ پروفیسر محمد اقبال، موسیٰ زئی، ڈیرہ اسماعیل خاں (پاکستان)
- ......سرورق انوار معصومیہ، سید زوّار حسین شاہ، مطبوعہ کراچی
- ......سرورق گلشن وحدت، خواجہ عبد الاحد بن خواجہ محمد سعید علیہما الرحمۃ، کراچی
- ......سرورق مکتوبات شریفہ خواجہ سیف الدین بن خواجہ معصوم علیہما الرحمۃ، کراچی
- ......سرورق جواہر معصومیہ خواجہ احمد حسین، مشہور عام پریس، لاہور
- ......سرورق سوانح شیخ طاہر بندگی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی علیہما الرحمۃ، خالد مجددی سلطانی، لاہور

جناب قدس خداوندی جل شانه ازان تربیت که دست اندیشه بدامان حمد و ثنا آن تواند رسید
لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ممکن از واجب چه گوید و متناهی از غیر متناهی
چه جوید فسبحان الذی لم یجعل للخلق الیه سبیلا الا بالعجز عن معرفته و ثنائه فقط الا الاعتراف بالعجز
والقصور کمال المعرفة و عین الثنا است هر چند در ره ثنا او مرکب راندها بر عجز و قصور معترف شده
رد ماندها اینجاست که خاتم رسل خیر بشر با آن شرف و کمال لا احصی خوانده‌ها و ذروه کمال حضرت
خیر انام علیه افضل الصلوة والسلام ازان بلندتر که مرغ [illegible] بنگره نعت و ستایش او تواند پرواز
نمود لولاک لما خلقت الافلاک از حضرت [illegible] المتعال وصف جمال اوست و لولاک لما اظهرت
الربوبیة شرح کمال او و ایجاد کاینات برای وی است و موجد مکونات طالب رضای وی است
شاهی که نیست قوت بازوی مرغ فکرها شایسته عروج باوج کمال او تا آنرا که در کتاب ثنا گفت
ذوالجلالها کی آید از من ثنا حسب جمال او ها هر دم صلوات چند و تسلیم بی عدد ها از ما بروح
حضرت او باد و آل او و اما بعد مینماید اضعف عباد الله القوی شرف الدین حسین بن میر عماد
الدین محمد ابن الحسینی الهروی احسن الله سبحانه تدقیقهما که چون این مکتوبات قدسی سمات آن مجتبی

[illegible] نفس است قسمی از طغیان و سرکشی از انانیت اما تجلی

که در نماز و صورت [illegible] است [illegible] اطمینان حصول حقیقت شریعت صورت شریعت [illegible]

پس از اطمینان شریعت و فرق میان صورت و حقیقت شریعت [illegible] است بلکه زیاده [illegible] حقیقت

شریعت نصیب اهل صورت است و حقیقت آن نصیب اهل حقیقت صورت ایمان که نصیب عوام است

و آنرا ایمان مجازی گویند محتمل زوال و خلل مامون نیست المجاز ینفی میشود ه باشند و ایمان حقیقی که ایمان خواص

و اهل حقیقت است از زوال محفوظ است و از خلل مصون کریمه یا ایها الذین آمنوا آمنوا بالله و رسوله

الآیه گویا اشارت باین ایمانست و هرچند در فنا قدم راسخ تر باشد ایمان کاملتر بود و صدیق اکبر رضی الله

تعالی عنه را ایمان تمام است راجح تر آمد کما ورد فی الحدیث چه فنای او اتم بود و تقوی او زیاده تر حق تعالی

او را در قرآن مجید اتقی فرمود و هر که اتقی است بحکم نص اکرم است علی الله و هر که اکرم است درو

قرب زیاده تر است و یقین و ایمان باندازه قرب است و رسول خدا صلی الله تعالی علیه و آله و سلم

در شان او فرمود من اراد ان ینظر الی میت یمشی علی وجه الارض فلینظر الی ابن ابی قحافة ان اکا میت

کامل و الاکمل الصحابه بعض الصحابه کانوا امواتا بالموت الذی هو قبل الموت فتخصیصه یدل علی کماله فی

هذه الصفة و ای دلیل علی کمال ایمانه

انه آمن و صدق بمجرد السماع

و لم یحتج الی دلیل و

معجزه و رد فی شانه ناظنک باثنین الله

ثالثهما والسلام ۱۲ سنه

تمت تمت

تمت

تم

صورت شریعت

بعد از اطمینان حقیقت

(جملہ حقوق بحق "ادارۂ مجدّدیہ" محفوظ ہیں)

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب

مکتوباتِ معصومیہ

اردو ترجمہ

یعنی

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی سرہندی قدس سرہٗ
ابن حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کے
مکتوبات قدسی آیات کے

دفترِ اوّل کا اُردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مؤلف: عمدۃ الفقہ، زبدۃ الفقہ، عمدۃ السلوک، حضرت مجدّد الف ثانیؒ
اور حیاتِ سعیدیہ وغیرہ

۱۳۹۸ھ
۱۹۷۸ء

۱۴۰۶ھ
۱۹۸۶ء

باہتمام
ادارۂ مجدّدیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

مطبوعہ: احمد برادرس پرنٹرس۔ ناظم آباد ۲
قیمت:

۷۷۶

(جملہ حقوق بحق "ادارۂ مجددیہ" محفوظ ہیں)

الحمد للہ والمنۃ کہ کتابِ مستطاب

مکتوباتِ معصومیہ

اردو ترجمہ

یعنی

حضرت امامِ ربّانی مجددِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہٗ کے
مکتوبات قدسی آیات کے

دفتر دوم کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی

مؤلف: عمدۃ الفقہ، زبدۃ الفقہ، عمدۃ السلوک اور حضرت مجدد الفِ ثانیؒ وغیرہ

باہتمام

جناب محمد حسین صاحب کاپڑیا۔ ۱۳۹ لکشمی داس سٹریٹ۔ کراچی ۲

۱۳۹۹ھ

۱۹۷۹ء

ناشر

ادارۂ مجددیہ

۲/۵، ایچ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

قیمت

مطبوعہ: احمد برادرس پرنٹرس، ناظم آباد، کراچی

۶۳۶۰

(جملہ حقوق بحق "ادارۂ مجددیہ" محفوظ ہیں)

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب مستطاب

مکتوبات معصومیہ

اردو ترجمہ

یعنی

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے
صاحبزادے اور جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم فاروقی قدس سرہ کے
مکتوبات قدسی آیات کے

دفتر سوم کا اردو ترجمہ

از

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی
مؤلف: عمدۃ الفقہ، زبدۃ الفقہ، عمدۃ السلوک اور حضرت مجدد الفِ ثانیؒ وغیرہ

باہتمام

۱۴۰۰ھ
۱۹۸۰ء

ادارۂ مجددیہ
۵/۲، ایچ، ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

مطبوعہ: احمد برادرس پرنٹرس، ناظم آباد، کراچی

قیمت

۶۳۶۱

۷۷۸

مقاماتِ معصومی

جلد اوّل

مقدمہ

امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور آپ کے جانشینوں کی
تحریکِ احیاءِ دین، دارا شکوہ اور اورنگ زیب عالمگیر کے افکار کا
تقابلی و تجزیاتی جائزہ اور اس کے اثرات و نتائج

تالیف

محمد اقبال مجدّدی

◎

ضیاء القرآن پبلیکیشنز ◎ گنج بخش روڈ ◎ لاہور

۶۳۶۲

مقاماتِ معصومی

احوال و آثار و تعلیمات حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما

جلد دوم

تالیف

میر صفر احمد معصومی

نواسہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ

اردو ترجمہ

محمد اقبال مجددی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

۷۸۰

مقاماتِ معصومی

جلد سوم

تالیف

میر صفر احمدؒ معصومی

نواسہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ

متن کتاب
بتصحیح و تقابل

محمد اقبال مجددی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

۶۳۶۴

مقاماتِ معصومی

جلد چہارم

تعلیقات و توضیحات

تالیف

محمد اقبال مجددی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

۷۸۲

Maqāmāt -i- Ma'sūmi

Vol. I

Revivalist Movement of Mujaddid Alf-i-Sani
Shaykh Ahmed sirhindi and his successors
and a comparative study of the ideologies
of Dara Shikuh and Aurangzeb.

By
Muhammad Iqbal Mujaddidi

Zia-Ul-Quran Publications
Lahore, Karachi, Pakistan

۲۳۶۶

۷۸۳

Maqāmāt -i- Ma'sūmi

Life, works and Teachings of a prominent sufi
and reviver of seventeenth century,
Khawaja Muhammad Ma'sum Sirhindi
(c. 1007 - 1079 a.h. /1599 - 1668 a.d.)

By

Mir Sofr Ahmed Mas'umi

Vol. (II)
Translated by

Muhammad Iqbal Mujaddidi

Zia-Ul-Quran Publications
Lahore, Karachi, Pakistan

۹۳۶۷

Maqāmāt -i- Ma'sūmi

Life, works and Teachings of a prominent sufi
and reviver of seventeenth century,
Khawaja Muhammad Ma'sum Sirhindi
(c. 1007 - 1079 a.h. /1599 - 1668 a.d.)

By
Mir Sofr Ahmed Mas'umi

Vol. (III)
Text edited by

Muhammad Iqbal Mujaddidi

Zia-Ul-Quran Publications
Lahore, Karachi, Pakistan

۷۸۵

Maqāmāt -i- Ma'sūmi

Life, works and Teachings of a prominent sufi
and reviver of seventeenth century,
Ḳhawaja Muhammad Ma'sum Sirhindi
(c. 1007 - 1079 a.h. /1599 - 1668 a.d.)

Vol. (IV)
Explanatory Notes

By
Muhammad Iqbal Mujaddidi

Zia-Ul-Quran Publications
Lahore, Karachi, Pakistan

۲۳۶۹

۷۸۶

حضور رحمتِ عالم ﷺ کے اذکار و وظائف پر عظیم کتاب

اذکارِ نبویہ

اردو ترجمہ

اذکار معصومیہ

تصنیف

حضرت خواجہ **محمد معصوم** سرہندی علیہ الرحمۃ

جانشین

امام ربانی مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ

ترجمہ

مولانا نور الحسن تنویر چشتی صاحب

تخریج احادیث

حضرت علامہ حافظ **محمد اشرف** مجددی صاحب

★

مکتبہ انوارِ مدینہ

درس روڈ نور آباد فتح گڑھ سیالکوٹ

۶۳۷۰

اورنگزیب عالمگیرؒ کی جنگ تخت نشینی کے ایک اہم ماخذ کی اولین اشاعت

حسنات الحرمین

حضرت خواجہ محمد معصومؒ بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما کے سفر حرمین الشریفین کے ملفوظات و مکاشفات

جامع

حضرت مروج الشریعت محمد عبید اللہؒ بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ

ترجمہ فارسی

محمد شاکر بن ملا بدر الدین سرہندی

تحقیق و تعلیق و ترجمہ اردو

محمد اقبال مجددی

مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف
ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

۱۹۸۱ء

۶۳۷۱

پندرہویں صدی ہجری کے آغاز پر ایک مبارک پیشکش

حضرت امام ربّانی مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کے صاحبزادے اور جانشین

حضرت عُروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کی حیاتِ مقدسہ

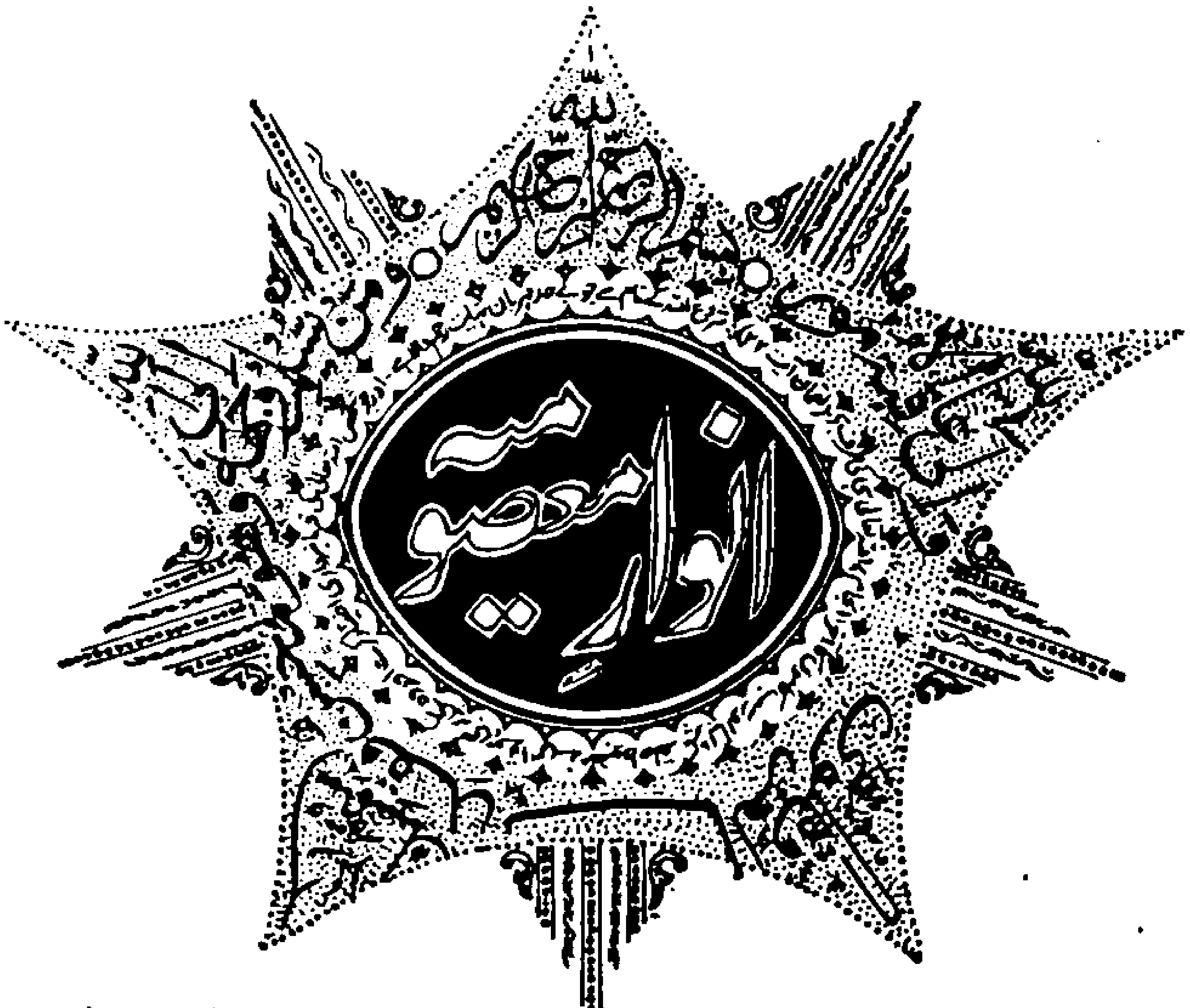

انوارِ معصومیہ

مؤلف، حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر، ادارۂ مجدّدیہ، ناظم آباد ۳، کراچی

مطبوعہ احمد برادرس پرنٹرس، ناظم آباد ۲ کراچی

قیمت

گلشنِ وحدت

یعنی

مکتوباتِ حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

(ابن حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ)

جمع کردہ شیخ محمد مراد کشمیری علیہ الرحمہ

مرتبہ

حضرت مولانا عبداللہ جان فاروقی نقشبندی مدظلہ

نظرِ ثانی

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ

صدرِ شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی، حیدرآباد

سنہ ۱۳۸۶ھ
۱۹۶۶ء

ملنے کا پتہ:۔ ادارۂ مجددیہ۔ ناظم آباد ۳۔ کراچی
(مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی
قیمت دو روپے

مکتوباتِ شریفیہ

از

حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
نبیرہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

جمع کردہ

مولانا محمد اعظم علیہ الرحمۃ

اس کتاب کے جملہ حقوق بموجب ایکٹ نمبر ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء رجسٹری سے مالک حق اپنے نام محفوظ ہیں

سلسلۂ تصوف نمبر (۱۳۰)

کتاب مستطاب لاجواب

جواہر معصومیہ

یعنی

سوانح عمری حضرت سلطان طریقت برہان حقیقت کاشف اسرار سبع مثانی
بحر امواج ہمہ دانی زمزم عرفانی مقتدائے ارباب معانی

حضرت خواجہ محمد معصوم الملقب بہ عروۃ الوثقی قیوم ثانی

فرزند جانشین پدر خود یعنی

حضرت خزینۃ الرحمۃ امام ربانی مجدد الف ثانی قیوم زمانی رضی اللہ عنہما

تصنیف لطیف

حضرت مولانا مقبول الثقلین خواجہ احمد حسین خان صاحب قادری نقشبندی مجددی ابو العلائی
سجادہ نشین والد بزرگوار حضرت قطب زمان حاجی حافظ محمد عباس علیخان صاحب نقشبندی قادری السہروردی
امروہی علیہ الرحمہ

جسکو ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی
منزل نقشبندیہ، کوچہ ککے زئیاں، بازار کشمیری لاہور نے
مشہور عالم پریس لاہور میں باہتمام پنڈت گناتھ دہن کے
چھپوایا

قیمت [redacted])

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

شیخ محمدؐ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ

احوال و آثار

○

مُرتّبہ

خالد مجدّدی سُلطانی

◉

یکے از

[غلامانِ شیخ محمدؐ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ]

۶۳۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرقعِ علمی

(۶)

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے متعلق
دیگر تصانیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

- ......سرورق مقامات مظہری، شاہ غلام علی دہلوی، ترجمہ وتعلیق پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور
- ......سرورق درالمعارف ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی، مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی، لاہور
- ...... **الفوائد الجلیله فی مسلسلات ابن عقیله** مرتبہ شیخ مصطفٰی بیگ بن علی، مکتوبہ ۱۱۴۴ھ، مطبوعہ ایڈیشن، مطبوعہ بیروت تحقیق ڈاکٹر محمد رضا القہوجی
- ......سرورق سوانح مولانا خالد النقشبندی علیہ الرحمۃ، تہران
- ......سرورق، مولانا الشیخ خالد النقشبندی محمد شریف الصوّاف، بیت الحکمہ، دمشق ۲۰۰۰ء
- ......نمونہ تحریر مولانا خالد النقشبندی علیہ الرحمۃ
- ......سرورق **الایمان والاسلام**، شیخ ضیاء الدین خالد البغدادی، استانبول (ترکی) (صفحہ ۱۰ اور صفحہ ۶۴)
- ......سرورق **سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی**، علامہ ابن عابدین شامی، استانبول (ترکی) صفحہ ۳۲۰، ۳۲۵)
- ......سرورق مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی، مطبوعہ لاہور
- ......سرورق باقیات مظہری (از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)، مطبوعہ کراچی
- ......سرورق **الحدائق الوردیه فی حقائق اجلاء النقشبندیه**، دمشق (تالیف مابعد ۱۳۰۶ھ) عبدالحمید بن محمد الخانی الخالدی النقشبندی
- ......سرورق **سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر**، محمد خلیل المرادی (م ۱۲۰۶ھ) بیروت (تحقیق اکرم حسین الحلبی)
- ......سرورق مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، محمد حسن نقشبندی مجددی، لاہور
- ......سرورق سندھ کے صوفیائے نقشبند (ہر دو مجلدات) ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، حیدر آباد سندھ (مقالۂ ڈاکٹریٹ)
- ......تاریخ مشائخ نقشبندیہ، محمد صادق قصوری، لاہور
- ......سرورق **انارة الاشاره** (۱۳۱۰ھ) مطبع محمدی، لاہور
- ......سرورق مجموعہ رسالہ خواجہ علی متقی ورسالہ ابوالمکارم ورسالہ مسترہ ورسالہ تصحیح الاشارہ تصریح البشارہ، مطبع خادم الاسلام، دہلی

- ......سرورق مشیدات دمشق ذوات الاضرحة وعناصرها الجمالیه، دمشق ۱۹۹۰ء مولفہ ڈاکٹر قتیبۃ الشہابی
- ......سرورق مسئلة الاشارة بالسبابه فی التشهد فی الصلوة مؤلفہ سید احمد علی شاہ
- ......سرورق کتاب البهجة السنیته فی آداب الطریقة العلیة الخالدیة النقشبندیه' مؤلفہ شیخ محمد بن عبداللہ الخانی الخالدی النقشبندی (م ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء)
- ......سرورق رشحات عین الحیات از شیخ علی بن حسین الواعظ الہردی، ترجمہ الشیخ محمد مراد بن عبدالقزانی، مکتبۃ الاسلامیہ دیار بکر (ترکی) ومکتبۃ الامیریۃ الحمیہ، مکہ مکرمہ
- ...... السعادة الابدیه فیما جاء بهه النقشبندیه از عبدالمجید بن محمد الخانی الخالدی النقشبندی (م۔۱۳۱۹ھ)
- ......سرورق الحدیقة الندیه فی الطریقة النقشبندیه از محمد بن سلمان البغدادی حنفی النقشبندی (م۔۱۲۳۴ء)۔۔۔قاہرہ ۱۳۱۳ء، استانبول، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء
- ......سرورق الاشارة السنیه لسالکی الطریقة النقشبندیه' از ابوزہرا اویس بن عبداللہ الحسینی، دار المصطفیٰ، مصر ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
- ......مناجات از مولانا خالد کردی نقشبندی
- ......مناجات مولانا وکیل احمد سکندر پوری نقشبندی (نائب عدالت صوبہ شرقیہ دکن)
- ......سرورق وتتمہ دیوان فارسی مولانا خالد نقشبندی، بیروت ۱۹۵۵ء
- ......Arthur F. Buehler: *Sufi Heirs of the Prophet*, University of South Carolina Press, U.S.A.
- ......Annemarie Sehchimmel: *Islam in Indian Sub-continent*, Leiden, 1980.
- ......Muhammad Mas'ud Ahmed: *The Influence of Shaykh Ahmad Sir Hindi on Dr. Muhammad Iqbal*, Karachi, 1996.
- ......Sardar Ali Ahmad Khan: *The Naqshbandis*, Lahore.
- ......Abul Hasan Zaid Farooqi:*Hazrat Mujaddid And His Critics*, Lahore.

۷۹۶

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۷۵

مقاماتِ مظہری

احوال و ملفوظات و مکتوبات

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید

۱۱۱۱ھ / ۱۷۰۰ء — ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء

تالیف

حضرت شاہ غلام علی دہلوی

تحقیق و تعلیق و ترجمہ

محمد اقبال مجددی

○

اُردو سائنس بورڈ

۲۹۹ - اپر مال ○ لاہور

۶۳۸۰

اُردو ترجمہ

دُرّ المعارف

[illegible]

ملفوظاتِ طیبات حضرت شاہ غلام علی مجدّدی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجّم

رئیس التحریر مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری

ناشر

نُوری بک ڈپو، لاہور

٧٩٨

الفوائد الجليلة
في
مسلسلات ابن عقيلة

لِلشَّيخ مُحَمَّد بْن أَحمد بْن سَعِيد الحنفيّ المكيّ
(المتوفى سنه ١١٥٠ هـ)

تحقيق وتعليق
الدكتور محمّد رضا القهوجي

دار البشائر الإسلامية

٢٣٨٢

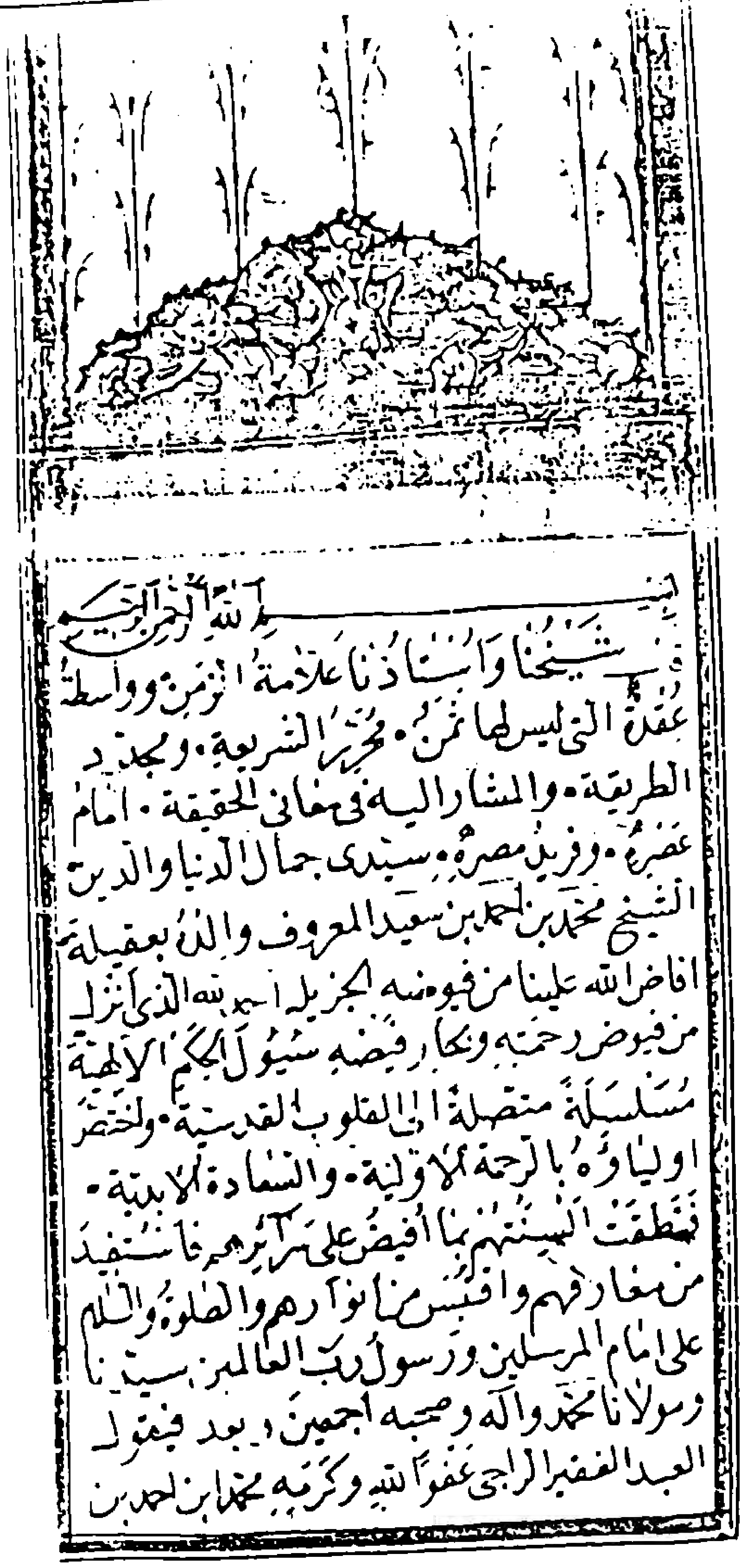

بسم الله الرحمن الرحيم
قال شيخنا واستاذنا علامة الزمن وواسطة
عقده التي ليس لها ثمن محرر الشريعة ومجدد
الطريقة والمشار اليه في معاني الحقيقة امام
عصره وفريد مصره سيدي جمال الدنيا والدين
الشيخ محمد بن احمد بن سعيد المعروف والده بعقيلة
افاض الله علينا من فيوضه الجزيلة احمد الله الذي انزل
من فيوض رحمته وبحار فيضه سيول الحكم الالهية
متسلسلة متصلة الى القلوب القدسية واختص
اولياؤه بالرحمة الازلية والسعادة الابدية
فنطقت السنتهم بما افيض على سرائرهم فاستفيد
من معارفهم واقتبس من انوارهم والصلوة والسلام
على امام المرسلين ورسول رب العالمين سيدنا
ومولانا محمد واله وصحبه اجمعين وبعد فيقول
العبد الفقير الراجي عفو الله وكرمه محمد بن احمد بن

احمد

صورة الورقة الأولى من المخطوطة (أ)

۸۰۰

نقشی از :

مولانا خالد نقشبندی

و پیروان طریقت او

تحقیق و تصحیح و ترجمه :

دکتر مهیندخت معتمدی

پاژنگ ـ تهران ۱۳۶۸

۶۳۸۴

تصویری از دست‌نویس مولانا در نامه‌ای که به سید طه نهری نوشته است
نقل از پشت جلد «یادی مه‌ردان، ج ۱»

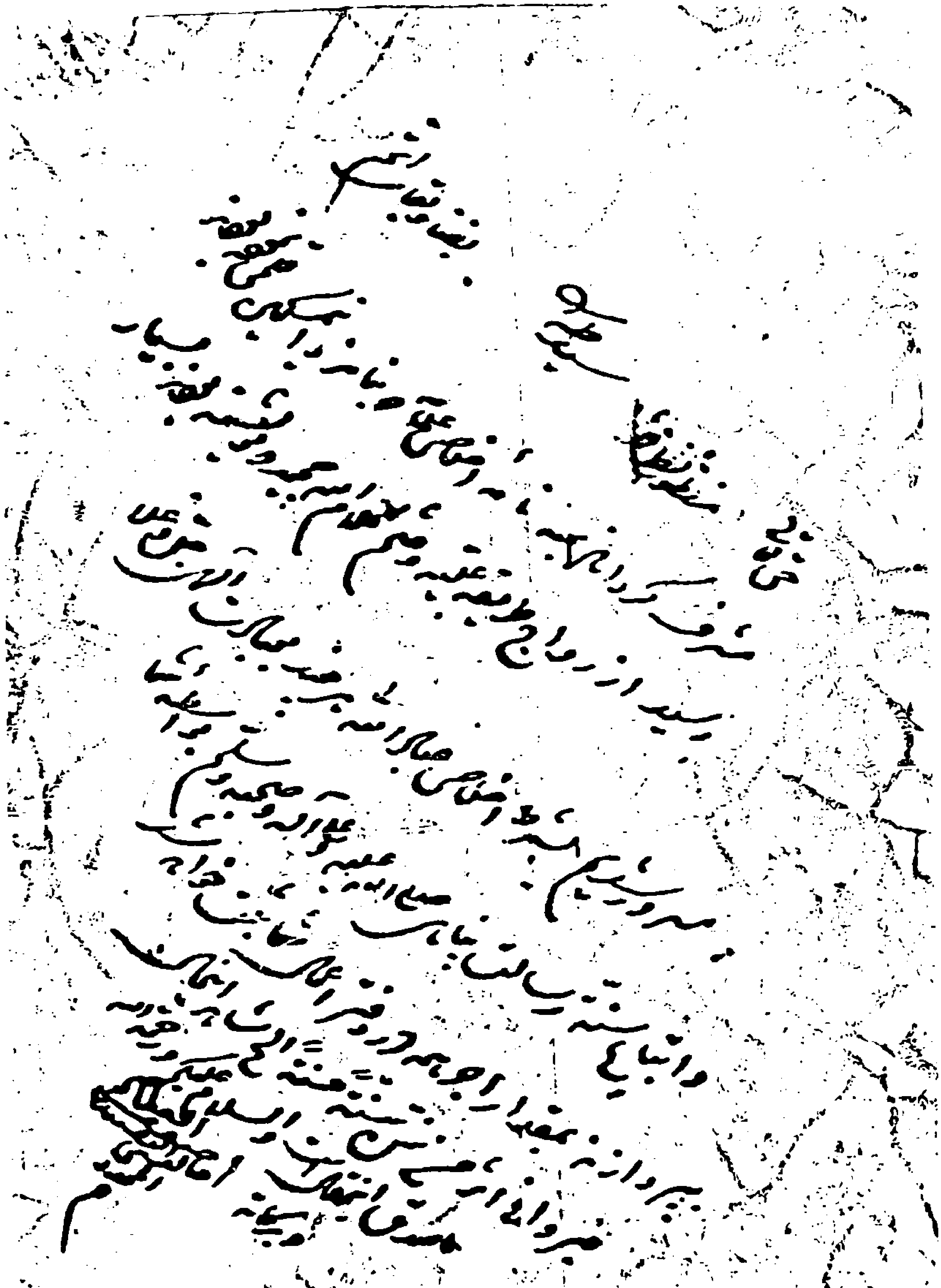

وێنه‌ی ده‌ستنووسی نامه‌ی مه‌ولانا بۆ سه‌ید طاهای نه‌هری

پایان کتاب (نسخهٔ الف)

طمع دارد ز جانان لطف سرمد　　شهید کربلای عشق احمد
دارد امید شفاعت از شفیع الثقلین　　راجی الطف خدای برحق نامم شمس الدین
جلای آینهٔ دل ز زنگ خود بینی　　غلام حضرت ایشان محمد حسینی
شد چو ماه از نسل زهرا منجلی　　اختر برج شرف سید علی
باسم احمد　نازم بر عنا دلبری سالار بر همه عالمت　　بینم بپای اخترش افتم به تاج آدمیت
باسم حبیب　دلبر با لبت برابرم نکو بخشش چو می است　　در دل بوده نور درو شه چو نهی نام زند
باسم احمد　یک از یک چون قند حور در میانه　　نقوش نامت هویدا ای یگانه
باسم خالد　تا بجز لت شه سر زلف آشنا　　شاملی سال تمام شد ارجح جنه

تمت شد در یوم پنجشنبه
از ید حقیر فقیر احمد ز قشیه شهر
فی شهر جمادی الاولی سنه ۱۲۵۷

[illegible]

[illegible]

اَلْاِيمَانُ وَ الْاِسْلَامُ

للعالم الفاضل و الوليّ الكامل قطب
دائرة الارشاد غوث الثقلين حضرت
مولانا ضياء الدين الشيخ خالد البغدادى

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست
وقف الاخلاص

İHLÂS VAKFI YAYINIDIR

يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧
استانبول ـ تركيا

هجرى قمرى	هجرى شمسى	ميلادى
١٤٠٨	١٣٦٦	١٩٨٨

﴿ تنبيه ﴾

من اراد ان يطبع هذه الرسالة وحدها او يترجمها الى لغة اخرى فله من الله الاجر الجزيل و مني الشكر الجميل و كذلك جميع كتبي كل مسلم مأذون بطبعها بشرط جودة الورق و التصحيح

الايمان و الاسلام

سيشرح في هذا الكتاب (**اعتقادنامه**) حديث الرسول صلى الله عليه و سلم في الايمان و الاسلام . أرجو من الله تعالى أن يكتمل و يتم ببركة هذا الحديث الشريف اعتقاد المسلمين و يفوزوا به فوزا و ينالوا السعادة و الصلاح كما أرجو أن يكون سببا و عونا لنجاة خالد 'قدس سره' الفقير صاحب الذنوب الكثيرة. و أماني و اعتقادى بالله الصمد ذى الفضل الكريم الرحيم بعباده أن يغفر عبده الفقير قليل الزاد و مسود القلب فيما زلق به اللسان و يتقبل عباداته الناقصة و يحفظه من مكر الشيطان اللعين و الغرور و يجعله فرحا و هو أرحم الراحمين و أكرم الأكرمين.

و قال العلماء المسلمون: ان على العبد المكلف يعني العاقل البالغ من الرجال و النساء أن يعرف الصفات الذاتية و الثبوتية لله عز و جل جيدًا و سليما و يؤ من بها و هي من أول الواجبات عليه لا يقبل عذر الجاهل بهذه الصفات و الجهل بها إثم عظيم، لا يهدف خالد بن أحمد البغدادى من وراء كتابة هذا الكتاب التعالي و التفوق على الآخرين أو الشهرة إلا التذكار و أن يترك وراءه الخدمة تغمد الله هذا العبد الفقير العاجز خالدًا «قدس سره» برحمته و فضله و أحسن إليه و ببركة روح سيد المرسلين عليه الصلاة و السلام آمين.

[الصفات الذاتية لله تعالى ستة و هي الوجود و القدم و البقاء و الوحدانية و المخالفة للحوادث و القيام بنفسه. معنى الوجود هو أن يكون موجودا و معنى القدم هو ألا يكون له بداية و معنى البقاء ليس له نهاية و زوال و بقاؤه مستمر إلى الابد و لن يصل إلى النهاية و الوحدانية معناها انه ليس له شريك و لا نظير و معنى المخالفة للحوادث هو تنزهه سبحانه و تعالى و عدم تشابهه باي مخلوق في كل شئ و في جميع الاحوال و معنى القيام بنفسه وجوده من نفسه و لا يحتاج إلى أى شئ لاستمرار وجوده سبحانه و تعالى و لا توجد صفة من الصفات الست في أى مخلوق من خلقه عز و جل وهذه الصفات خاصة بالله سبحانه و لا تتعلق و لا ترتبط بالمخلوقات في آية صورة من الصور]

و يسمى ما دون الله تعالى (ما سواه) أو (العالم) و الآن يقولون (الطبيعة) و خلق الله جميع الموجودات بعد أن لم تكن و على هذا الأساس العالم ممكن و حادث و معناه يمكن وجوده من العدم، و أصبح موجودا و كان الله و لم يكن

مايريد الانسان كما قالوا لكان الله سبحانه وتعالى عاجزا وناقصا . تعالى الله وتنزه من كل العجز والنقائص.وكل شيء بارادته،وهو خالق ومبدع وصانع الاشياء كلها وهكذا تكون الربوبية وعبث جدا قول وكتابة ان الانسان خلق هذا وخلقنا هذه وخلقوا ذاك ويعتبر مثل هذه الاقوال سوء الادب نحو الخالق البارئ ويسبب الكفر [وقلنا من قبل ان الحركات الاختيارية للعباد قد تحصل بالحوادث الفيزيائية والكيميائية والفيزيولوجية من غير ارادتهم وحتى بدون الادراك منهم والعالم المنصف الذي فهم هذه الواقعة الدقيقة يستحي ان يقول انا خلقت هذا وصنعته ويستحي ايضا ان يقول انا فعلت هذا واما الجاهل وقليل الفهم والادب لايستحي ان يقول كل شيء في كل مكان] .

وانتهت ترجمة كتاب (اعتقادنا مه) هنا ومؤلف هذا الكتاب حضرة مولانا الشيخ خالد البغدادي العثماني «قدس سره» ولد سنة ١١٩٢ هـ. في قصبة قره داغ من بلاد الشهرزور الواقعة شمال البغداد وتوفي في الشام «رحمه الله تعالى» سنة ١٢٤٢ هـ. ١٨٢٦ م. وهو من سلالة سيدنا عثمان بن عفان «رضي الله عنه» ولأجل هذا سمي بـ (العثماني) وكان رحمه الله يدرس اخاه حضرة مولانا محمود صاحب احاديث كتاب (الاربعين) للامام النووي وبالذات الحديث الثاني المشهور بـ (حديث جبريل) عليه السلام طلب منه حضرة مولانا محمود صاحب ان يشرح هذا الحديث ولبى حضرة مولانا الشيخ خالد رغبة اخيه هذه لتطييب خاطره. وشرح هذا الحديث الشريف باللغة الفارسية وسمي كتابه بـ (اعتقاد نامه) وعندما ترجم هذا الشرح الى اللغة التركية سمي بـ (الايمان والاسلام) وفق الله تعالى شبابنا الاعزاء لتعلم العقيدة الصحيحة التي بلغها علماء اهل السنة والجماعة بقراءة هذا الكتاب الجليل .

سل الحسام الهندى لنصرة مولانا خالد النقشبندى خاتمة المحققين رئيس العلماء المدققين السيد الشريف المرحوم السيد محمد امين عابدين

نفعنا الله به

آمين

مرثية العلامة الملا داود البغدادى النقشبندى لسيدنا ومولانا مؤلف هذا الكتاب مكافاة عن شيخه العارف حضرت الشيخ خالد رحم الله تعالى ارواحهم آمين

ايا اماما فى حلبة العلم جالا ❋ اورث القلب فقده اوجالا
كنت بحر العلوم تقذف درا ❋ فطما بعده الوجود وسالا
انت شمس غربت فى مغرب الار ❋ ض ولكن انوار ها تتلالا
كم حواش لكم تفوق حواشى ال ❋ غيد حسنا ورقة وجمالا
انت ابرزتها وكان ضمير ال ❋ كون يخفى لها فعزت منالا
وكم من رسائل ارسلت من ❋ فكرك الصائب المجيد توالا
ان رد المختار مختار در ❋ ابهر العقل حسنة فتعالى
جواهر قدا ظهرت نثرا ونظما ❋ فتحلى الوجود بل وتحالا
قدوشيت الطروس وشيا جليلا ❋ من سجايا قطب الممالك حالا
بالنظم ابديته فاق عقده ❋ لؤلئيا بل كان سحرا حلالا
فى رثى شيخنا وشمس ضحانا ❋ خالد الفضل من سمى افضالا
انا من ولده واجزيك عنه ❋ در نظم اغلا من الدر مالا
وسيجزيك ربنا من عطاه ❋ ماسير ضيك عاجلا ومالا
فسقى قبرك المنير املث ❋ من غوادى الرحمى بجود انهمالا
وصلاة على النبى وآل ❋ وصحاب ما شات العين آلا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدلله الذى شرع لنا خير شريعة واعلاها * واطد دعائمها لعلمائها وقواها * واقام سوق عزائمها . وارخص سوق فسوق من باراها وكف ايدي المتمردين . والجاحدين الحاسدين . ببراهين اضاء سناها وطهرها من دنس الزور والبهتان . والافتراء والعدوان . وحمى حماها واظهرها الى العيان كالشمس وضحاها * والقمر اذا تلاها . وحتم على كل نفس باقتفاء آثارها والعمل بمقتضاها . فألهمها فجورها وتقواها قد افلح من زكاها . وقد خاب من دساها * والصلاة والسلام على خير داع الى توحيده . واشرف قائم بارشاد عبيده . حتى بلغ من المشقة اقصاها . واوذى فصبر * وابتلى فشكر . وحاز عزا وجاها وعلى آله واصحابه الذين حازوا بنصرته اعلى المقامات واسناها . صلاة دائمة لاتعد ولاتحد ولاتتناهى * ماجرت سفينة لانتصار . لاهل الاسرار * فى بحار الأفكار * ولجج الآثار والاخبار * وكان باسم الله مجريها ومرسيها (اما بعد) فيقول افقر العباد . الى عفو مولاه يوم التناد . محمد امين الشهير بابن عابدين . لما فسد الزمان وتعاكس وتقاعد عن الصلاح وتقاعس * لم يشتغل غالب اهله بخاصة نفسه وبما ينفعه عند افول شمسه * وحلوله فى رمسه . بل صار يطيل لسانه على اشرف اهل جنسه . بمجرد وهمه وحدسه * او بمحض الزور والبهتان . لداء الحسد والطغيان * وغفل عن كون ذلك سببا للدمار وخراب الديار . ومحق الاعمار . واعفاء الآثار . فألف بعضهم رسالة اراد ترويجها فى سوق الجهالة . بين اهل البطالة * حيث حكم فيها بالزندقة والضلالة . على الامام الشهير . والعارف الكبير . الذى ورث من العوارف والمعارف كل طريف وتالد . ولم ينكر فضله الا الجاحد المعاند * والمكابر الحاسد . وهو الامام الأوحد . والعالم المفرد الهمام الماجد . حضرة سيدى الشيخ خالد . الذى بذل جهده فى نفع العبيد . وارشادهم الى الدأب على كلمة التوحيد * حتى غدا قطب العارفين فى سائر الآفاق . وملاذ المريدين . على الاطلاق . واشتهرت به الطريقة النقشبندية . الواضحة الجلية . فى عامة البلاد الاسلامية والممالك العجمية . مع ما حاز الى ذلك من علوم باهرة بهية . وتأليفات شائقة شهية . فلاتبدو نفائس لآلئ التحقيق . من بحار التدقيق الا بغواص افكاره . ولاتجلى عرائس جوارى الترقيق . على منصات التنميق . الا لخطاب انظاره . فلذا شاع صيته وذاع * وعم النواحى والبقاع * وتليت آيات فضائله على السنة الاصايل والبكور ونشرت

رايات فواضله على رماح الظهور * وظهر ظهور البدر التام معتقدا بين الخاص والعام • حتى بين اعيان الدولة المنصور • ذات المحامد المأثوره * لازالت مؤطدة البنيان • عالية الشان • بيمن خليفتها الاعظم وخاقانها المحمود المعظم * الذى شيد دعائم الدين • واباد جيوش الكافرين الجاهدين • وحمى ساحة الاسلام والمسلمين * بماضى عزمه ونشر الوية الشرائع والاحكام بثواقب حزمه • ادام الله تعالى طلعته السعيدة فى افق هذا الزمان كوكبا منيرا • وخلد ذا الاراء السديده فى باهى مملكته عضدا ووزيرا • وايد ذوى العقود الرشيدة • فى بروج اوامره ونواهيه نجوما مشرقة • وعيد ذوى القوة الشديدة فى مطالع غزواته وجعلهم على اعدائه شهبا محرقة * حتى تنجلى غياهب الشرك والالحاد وتضحك بالنصر والحبور ثغور البلاد والعباد • ونفعه والمسلمين بامداد هذا الامام • والحبر البحر الهمام • الذى شهدت ببراءة ساحته المحترمه عما رمته به الحسدة الظلمة • عامة اهل البلاد من الناس • ولاسيما من لهم الى جنابه قرب والتماس * منهم ذو الايادى البوادى • لدى الحاضر والبادى • ومفتى الانام فى دمشق الشام • السيد حسين افندى المرادى دامت فضائله غير مصروفة عن ذاته لانه منتهى جوعها • وفواضله تنفجر منه انهارها لانه ينبوعها • فلذا سأل الفقير بنسل فصال النضال • من جعبة فرسان المقال • وسل لوامع قواطع الاستدلال * من غمد كتائب كتب فحول الرجال • وهز رديني الرد • على عواتق الدفع والصد • عند النزال فى حومة الجدال • لينقشع عن عين العيان • غين البهتان • والضلال • ويسلم صحيح الافعال • من همز الضعف والاعتلال ويرتفع خفض المنصوب على التميز للحال • بابراز ضمائر الصفات والافعال • ويظهر خفى المتشابه والاجمال • بتفسير نص المحكم من الاقوال • فبادرت الى التوجه والاقبال * على الطاعة والامتثال * لسؤاله بلا اهمال ولا امهال • فجمعت هذه الاوراق • الحلوة المذاق لدى اهل الاشواق • كى يبدو نجمها الخفاق • فى اكناف اطراف الآفاق • ويسير نميرها الدفاق بما رق وراق • فى حياض رياض الاطلاق • وتغنى بلا بلهاذات الاطواق * على غصون الافكار والاحداق وتشنف مسامع المشتاق • بما عنه نطاق البيان ضاق • وتصد اهل الافترا والاختلاق • عن سوء الافعال وسيء الاخلاق • ليكونوا من الرفاق اهل الصفا والوفاق * فقلت مستعينا بعون الملك الخلاق * فى سلوك مهامة هذه المشاق * وقمع المعاند والمشاق (بضم الميم) • مستمنحا من فيض الكريم الرزاق * بسط موائد التوفيق فى هذا المساق • واصابة الصواب فى الحلق والسباق *

بعض عليه نحو خمسة اشهر حتى صار من اهل الحضور والمشاهدة وبشره شيخه
ارات كشفيه ❋ وقد تحققت بالعيان ❋ وحل منه محل انسان العين من الانسان ❋
كثرة تصاغره بالخدم ❋ وكسره لدواعى النفس بالرياضات الشاقة وتكليفها
اط العدم ❋ فلم تكمل عليه السنة حتى صار الفرد العلم ❋ والله ذو الفضل
ظم ❋ وشهد له شيخه عند اصحابه وفى مكاتيبه المرسلة اليه بخطه المبارك بالوصول
كال الولاية ❋ واتمام السلوك العادى مع الرسوخ والدرايه ❋ واجازه بالارشاد
لفه الخلافة التامة ❋ فى الطرائق الخمسه ❋ النقشبنديه ❋ والقادريه والسهر
ديه ❋ والكبرويه والجشتيه ❋ واجازه بجميع مايجوز له روايته من حديث
سير وتصوف واحزاب واوراد ❋ ثم ارسله بعد ملازمته سنة بأمر مؤكد
كنه التخلف عنه الى هذه الاقطار والبلاد ليرشد المسترشدين ❋ ويربى السالكين ❋
ن ارشاد ❋ وشيعه بنفسه نحو اربعة اميال ❋ ليأتى الى اوطانه ممتثلا للأمر
اجب الأمتثال ❋ سائرا فى طريقه برا وبحرا نحو خمسين يوما لم يطعم طعاما فيه
يشرب الماء متغذيا مترويا بالعبادة والذكر حتى خرج من بندر مسقط الى
حى شيراز ❋ ويزد ❋ واصفهان ❋ يعلن بالحق اينما كان وكم مرة تجمع بعض
وافض لضربه وقتله ❋ بعد عجزهم عن ادلة عقله ونقله ❋ فهجم عليهم بسيفه
نار ❋ فنكصوا على اعقابهم وولوا الادبار (ثم) اتى همدان وسنندج فوصل
ليمانية سنة ست وعشرين باستقبال اعيان وطنه معززا مكرما فقدم فى تلك
سنة بلدتنا الزوراء ليزور الاولياء • فنزل فى زاوية الغوث الاعظم • سيدنا الشيخ
د القادر الجيلى • قدس سره الاقوم * وابتدأ هناك بارشاد الناس • على احكم
اس • فمكث نحو خمسة اشهر ثم رجع الى وطنه بشمار الصوفية الاكابر •
شدا فى علمى الباطن والظاهر • ولما اطردت سنة الله فى الذى خلوا من قبل
جعل حساد الكل من تفرد فى الفضل • هاج عليه بعض معاصريه ومواطنيه
لحسد والعداوة والبهتان • ووشوا عليه عند حاكم كردستان • باشياء تنبو عن
اعها الاذان • وهو برئ منها بشهادة البداهة والعيان • فلم يقابل صنيعهم الشنيع •
بالدعاء لهم وحسن الصنيع * فلم تخب نارهم • وزاد شرهم وعوارهم • فخلاهم
شانهم فى السليمانية ورحل الى بغداد سنة ثمانية وعشرين مرة ثانية فالف الذى
لى كبر البهتان من المنكرين رسالة عاطلة عن الصدق والصواب • ومهرها
ور اخوانه المنكرين مشحونة بتضليل الشيخ المترجم وتكفيره ولم يخشوا مقت
تقم شديد العقاب • وارسلها الى والى بغداد سعيد باشا يحرضه على اهانته • واخراجه

من بغداد بسعايته فبصره الله تعالى بدسائسهم الناشئة عن الحسد والعناد • وامر بعض العلماء بردها على وجه السداد • فانتدب له العالم النحرير • الدارج الى رحمة الله القدير • محمد امين افندى مفتى الحلة سابقا • وكان مدرس المدرسة العلوية لاحقا بتأليف رسالة طعن باسنة ادلتها اعجازهم فولتهم الادبار ثم لاينصرُون • وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون * ومهرت بجمهور علماء بغداد • وارسلت الى المنكرين فسلقتهم بالسنة حداد • فخبت نارهم * وانطمست آثارهم • ورجع بعد هذه الامور الى السليمانية محفوفا بالكمالات الاحسانية • وبالجملة انتفع به خلق كثيرون من الاكراد واهل كركوك واربل والموصل والعماديه وعينتاب وحلب والشام والمدينة المنوره ومكة المعظمة وبغداد • وهو كريم النفس حميد الاخلاق باذل الندا * حامل الاذا • حلوُ المفاكهة والمحاضره • رقيق الحاشيه والمسامرة • ثبت الجنان • بديع البيان • طلق اللسان • لاتأخذه فى الله لومة لائم • يأخذ بالاحوط والعزائم * يتكفل الارامل والايتام • شديد الحرص على نفع الاسلام (وله) من المؤلفات حاشية نفيسة لم ينسج على منوالها على الخيالى (و) حاشية الحفيدية السيالكوتيه (و) حاشية على نهاية الرملى فى فقه الشافعى الى باب الجمعة (و) حاشية على جمع الفوائد من كتب الحديث (و) رسالة عجيبة سماها العقد الجوهرى فى الفرق بين كسبى الماتريدى والاشعرى (و) رسالة فى الرابطة فى اصطلاح السادة النقشبنديه (و) شرح لطيف على مقامات الحريرى لكنه لم يكمل (و) شرح على حديث جبريل جمع فيه عقائد الاسلام الا انه باللغة الفارسية واكثر شعره فارسى (وله) ديوان نظم بديع • ونثر يفوق ازهار الربيع • وهو الآن اعنى سنة ثلاثة وثلاثين • يدرس العلوم من حديث واصول وتصوف ورسوم • ويربى السالكين على احسن حال واجل منوال * وقد مدحه ادباء عصره من مريديه وغيرهم بقصائد فارسية وعربيه • ورحل اليه كثير من الاقطار الشرقية والغربية * وبابه محط رحال الافاضل * ومخيم اهل الحاجات والمسائل • لم يشغله الخلق عن الحق * ولا الجمع عن الفرق • لازال ظله ممدودا • ولواء ترويج الشريعة والطريقة بوجوده معقودا • امين ان الذى قلت بعض من مناقبه • مازدت الا انى زدت نقصانا انتهى ما كتبه فى الحديقة النديه مع حذف بعض من عباراته السنيه • روما للاختصار * وعدم الاملال والاضجار • ومن اراد الزيادة على ذلك من اوصاف هذا الامام * فليرجع الى الكتاب الذى الفه فيه الامام الهمام خاتمة البلغا * ونادرة النبغاء الاوحد السند الشيخ عثمان سند

الذى سماه اصفى الموارد * فى ترجمة حضرة سيدنا خالد ❊ فانه كتاب لم يحك بنان البيان على منواله ❊ ولم تنظر عين الى مثاله ❊ بما اشتمل عليه من الفقرات العجيبه ❊ والقصائد الرائقة الغريبه ❊ عارض فيه المقامات الحريريه • والاشعار الحسانيه والجريريه (ثم) ان حضرة الامام المترجم قد تفضل الله تعالى به على اهل الشام وانعم ❊ حيث جعلها محل قراره ❊ ومحط رحاله وتسياره • ودخلها سنة ثمانية وثلاثين بخدمه وحشمه وجلة من الخلفاء والمريدين ❊ فغصت ابوابه بالزحام وهرع الى خدمته الخاص والعام • يتبرك بزيارته الامراء والحكام • نافذ الكلمة فيهم بلانقض ولاابرام • تتوارد عليه المكاتبات من اعيان الدولة المنصورة • وامراء عامة الاقطار المعمورة • وهو مع ذلك لم يشتغل عن نشر العلوم الشرعيه * واشادة شعار الطريقة النقشبنديه وارشاد السالكين • وتربية المريدين ❊ واحياء كثير من مساجد دمشق الشام قد آلت الى الاندراس والانهدام ❊ باقامة الصلوات والاوراد والاذكار وارشاد الخلق الى طرق السادة الابرار ❊ حتى صار عين جلق ❊ وبدرها المتالق • ودر تاجها • وسبب رواجها • والمشار اليه من بين اهلها والمعول عليه فى دفع الملمات وحلها • الى ان اصيبت بعين الزمان • ورميت بطوارق الحدثان ❊ بسبب الطاعون الداعى الى الهلاك والحتف ❊ الواقع فيها عام اثنين واربعين ومائتين والف ❊ فلبى داعيه المجاب الى دار المقام فى ليلة الجمعة لاربع عشرة خلون من ذى القعدة الحرام ❊ من ذلك العام ❊ بعد ماقدم بين يديه ولدين نجيبين جعلهما الله له فرطين ❊ فكان لهما الثالث ❊ واسرع بلحاقهما غير متاخر ولاماكث ❊ ودفن بسفح قاسيون المشهور ❊ فى مكان موات بعيد عن القبور ❊ احتفره لنفسه قبل وفاته بايام ❊ استعدادا للموت المحتوم على الانام ❊ وكان ذلك بعد شروعى فى الفصل الرابع من هذه الاوراق ❊ قبيل وصولى الى خاتمتها الداعية للاشواق ❊ ولقد دخلت عليه اعزيه بولده الاخير ❊ فوجدته يضحك بوجه مستنير ❊ وقال لى انا احمد الله حيث اجد فى قلبي الحمد والرضا اكثر من الاسترجاع على مر القضا ثم زرته يوم الثلاثا الحادى عشر من ذى القعدة قبل الغروب من ذلك اليوم ❊ فذكرت له انى رأيت منذ ليلتين فى النوم ❊ ان سيدنا عثمان بن عفان ميت وانا واقف اصلى عليه فقال لى انا من اولاد عثمان فكانه يشير الى ان هذه الرؤيا تومئ اليه ثم اخبرت انه لما صلى العشاء التفت الى مريديه فاستخلف واوصى وفعل ماأراد واستقصى • ثم دخل الى بيته فطعن تلك الليلة ليفوز بقسم الشهادة

❁ وينال الحسنى وزياده ❁ فرحم الله تعالى روحه ❁ ونور مرقده وضريحه ❁
ومتعه بما كان غاية متمناه ❁ وافنى عمره فى طلبه ورجاه من الفوز بلذة النظر
الى وجهه الكريم ❁ فى دار النعيم المقيم ❁ وجمعنا واياه تحت ظل عرشه يوم لا ظل
الا ظله الوريف ❁ فى مقعد صدق ومقام منيف ❁ انه على ما يشاء قدير ❁
وبالاجابة جدير ❁ صلى الله تعالى على سيدنا محمد النبى المكرم ❁ والرسول المعظم
❁ وعلى آله وصحبه وسلم والحمد لله رب العالمين

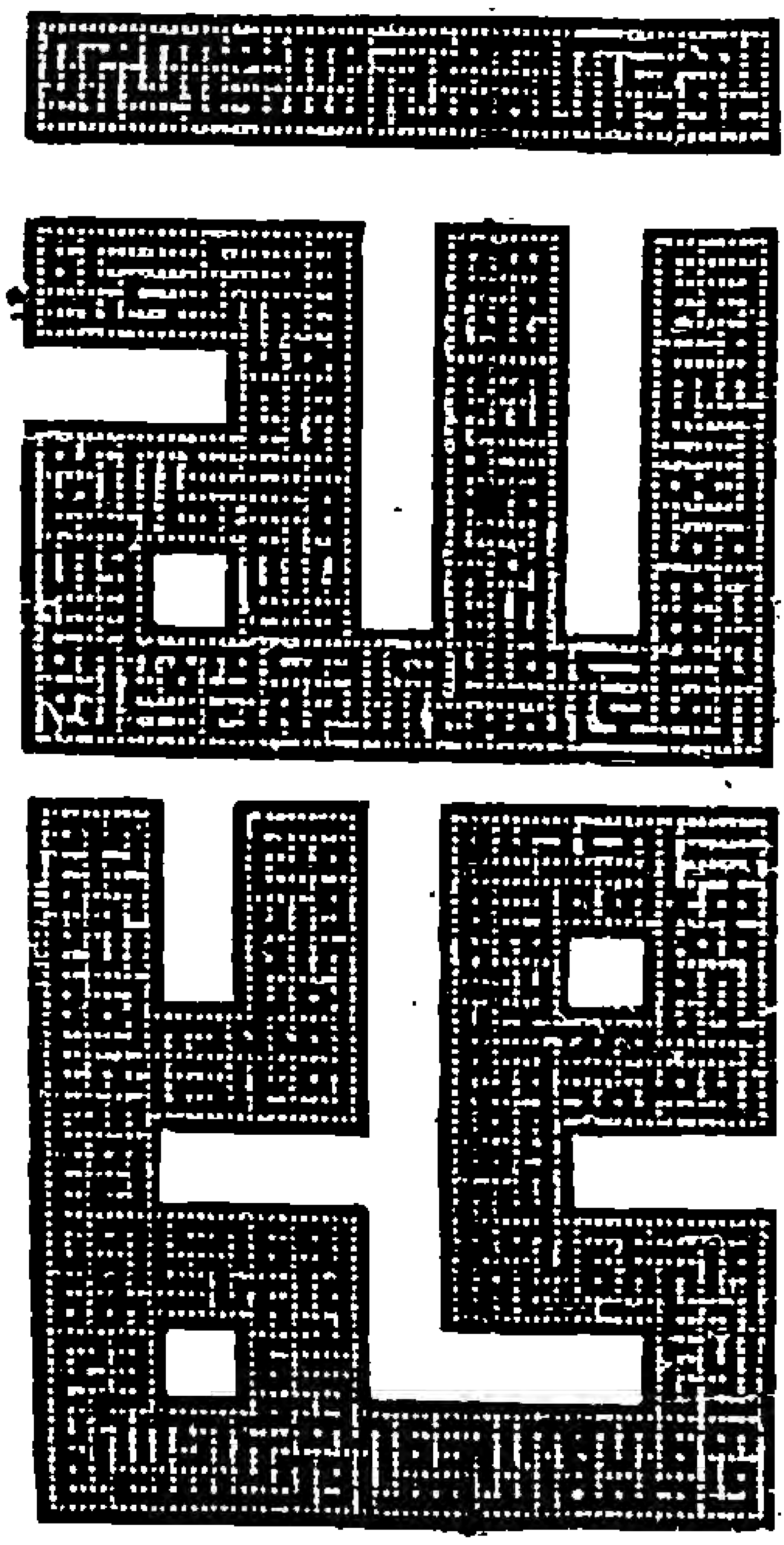

هذا كتاب أصفى الموارد من سلسال أحوال الامام خالد
تاليف خاتمة البلغاء ونادرة النبغاء الناظم في سمط
البلاغة فرائد قلائد الادب والهاطل من
قريحته بديع القول المزري بسلاف
الحبب الامام الاوحد والعلم المفرد
الشيخ عثمان بن سند
الوائلي النجدي نزيل
البصرة الفيحاء
المتوفى سنة
١٢٤٨

(وبهامشه كتاب الحديقة الندية في آداب الطريقة النقشبندية والبهجة الخالدية تاليف
العلامة الكامل محمد بن سليمان الحنفي البغدادي عليه رحمة الرحيم الهادي مع حاشيته)

لما وفقت للوقوف على هذين الكتابين اللذين هما قرة العينين ونزهة أولي الالباب بلا
ـن في خزانة كتب حضرة العالم العامل والمرشد الكامل ركن الطريقة الخالديه
ـرجع أجلاء المشايخ النقشبنديه الناشر لاعلامها في الخانقاه الخاقانية السليمانية
ـن دمشق الشام والقائم مقام أسلافه العظام لارشاد الخاص والعام بالجد والاهتمام
الامام الاوحد والعلم المفرد مولانا الشيخ محمد أسعد نجل العالم العامل والانسان
كامل مقتدى ذوي الارشاد والسلوك في السير الى ملك الملوك النجم الثاقب مولانا
الشيخ محمود الصاحب شقيق حضرة ثالث الشمس والقمر ومجدد القرن الثالث عشر
ـمام المترجم المشار اليه أعلاه أغدق الله تعالى شآبيب الرضوان عليهما وزاد في علاه
وقد علق حفظه الله على الثاني حاشية تفوق أطواق العسجد لما حوت عليه من تكملة
ـسيرة عمه حضرة مولانا خالد الغوث الفريد فدعاني حادي الاشواق لطبعهما وتعطير
ـشام المنتسبين لهذا الامام بأريج نشرهما لان عند ذكر أمثاله تنزل الرحمة وبنسما
ـفحات رشحاتهم تنكشف غمائم الغمة فالتمست هذين الكتابين مع الحاشية المذكورة
ـنه حفظه الله فأجابني ولبى وتكرم علي بمكارمه المعروفة وما تأبى وقد جعلت الفاصل
ـين الهامش وحاشيته حلية من الطبع ليكون تام المحاسن والنفع فدونك أيها المتعطش
ـرشف حميا الكؤوس لهذا المنهل العذب اذ لا عطر بعد عروس ولعمري ان ازدواج هذين
الكتابين أبهى من ازدواج الفرقدين النيرين ولم تكن رغبتي بنشرهما الا خدمة باب
ـولانا ذي الجناحين وضياء الخافقين قدس الله تعالى سره وأفاض علينا فيضه وبره آمين

والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا

مکتوبات

MAKTABA MUJJADDADIA NAEEMIA
ESTB. 1960
MALIR
KARACHI
PAKISTAN

عارف باللہ جامع الکمالات

جناب حضرت شاہ فقیر اللہ علوی قدس سرہٗ

حسب فرمایش

مولوی کرم بخش مالک و مہتمم انجمن اسلامی پنجاب لاہور

باہتمام کارپردازان

در مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور طبع گردید

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (الکہف: ۴۶)

اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔

باقیاتِ مظہری

مفتی اعظم علامہ شاہ **محمد مظہر اللہ** نقشبندی مجددی
قادری چشتی، سہروردی شاہی امام وخطیب مسجد جامع
فتحپوری دہلی

مُرتبہ

محمد عبدالستار طاہر نقشبندی

ضیاء الاسلام پبلی کیشنز
محمد بن قاسم روڈ، آف ایم اے جناح روڈ، کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء

٨١٦

الحدائق الوردية
في
حقائق أجلاء النقشبندية

تأليف
عبد المجيد بن محمد الخاني
رحمه الله تعالى

الناشر
عبد الوكيل الدروبي
دمشق - جامع الدرويشيه

٦٣٠٠

الحدائق الوردية فى حقائق أجلاء النقشبندية

١٥٤ ٢٥٦ ٩٠ ٢١٩ ٣٥ ٥٥٢ سنة ١٣٠٦

للحقير الفانى عبد المجيد بن محمد الخانى
الخالدى النقشبندى
عفى عنه
آمين

حدائق الورد فى الاكمام دانية * قطوفها من جنان الشام للجانى
اكف أوراقها نحو السما بسطت * تدعو لاول ممدوح بلا ثانى
ذو الفضل أحمد باشا طلعت الوزرا * لا زال مظهر معروف وعرفان
أهدى له دوحها المخضود منشئها * داعيه عبد المجيد الخالدى الخانى

٨١٨

سِلكُ الدُّرَر

فِي أَعْيانِ القَرْنِ الثَّانِي عَشَر

تأليف

محمد خليل المرادي

المتوفى ١٢٠٦ هـ

تحقيق

أكرم حسن العلبي

المجلد الأول

دار صادر
بيروت

٢٣٠٢

٨١٩

التصوف الاسلامي

الطريقة النقشبندية وأعلامها

الدكتور محمد أحمد درنيقة

جروس برس

١٣٠٣

٨٢٠

الإجابة الربانية

لشرح ومنافع الورد النقشبندى للشيخ الأكبر السيد محمد بهاء الدين
الحسينى الحسنى الأويسى البخارى النقشبند
للعلامة الفاضل والمحقق الكامل قدوة العارفين ومرشد السالكين
محيي آثار السنة بنور اليقين مولانا المرحوم الشيخ
محمد أمين الكردى الإربلى المتوفى ليلة
الأحد ثانى عشر ربيع الأول سنة ١٣٣٢ هـ
ابن الشيخ فتح الله زاده رزقه الله
الحسنى وزيادة آمين

ويليه الفتوحات السنية فى التوسل بالسادة النقشبندية ،
وكذا خاتمة فى آداب الذكر النقشبندى ،
وبيان اشتغال اللطائف الخمس والنفى والإثبات
وذكر كيفية عمل الحضر (المسماة بالأختام) عند السادة النقشبندية
مع بعض الإضافات لنجل المؤلف فضيلة العارف بالله تعالى

نجم الدين محمد أمين الكردى

المتوفى بالقاهرة عقب فجر يوم الجمعة السادس والعشرين
من ذى القعدة سنة ست وأربعمائة وألف

حقوق الطبع محفوظة لحفيد المؤلف وإخوته

٢٣٠٤

٨٢١

التصوف الإسلامي

الطريقة النقشبندية وأعلامها

الدكتور محمد أحمد درنيقة

جروس برس.

٦٣٠٥

کتاب مستطاب بر حالات حضرات

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت مولینا مولوی محمد حسن نقشبندی مجددی قدس سرہٗ
ساکن کوٹلہ کیرت پور، ضلع بجنور، (انڈیا)

ترتیب وتہذیب
پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی (ایم اے)

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

سندھ کے
صوفیائے نقشبند

حصہ اوّل

ڈاکٹر صاحبزادہ
ابوالخیر محمد زبیر

○

رکن اسلام پبلیکیشنز
آزاد میدان ہیرآباد ـــــ حیدرآباد

۶۳۰۷

۸۲۴

سندھ کے
صوفیائے نقشبند

حصّہ دوم

ڈاکٹر صاحبزادہ
ابوالخیر محمّد زبیر

○

رکنِ اسلام پبلیکیشنز
آزاد میدان ہیرآباد ــــ حیدرآباد

٦۴۰۸

۸۲۵

تاریخِ مشائخ نقشبند

(جماعیتہ)

نقشبندی مشائخ عظام کا روشن تذکرہ، اِن کی تعلیمات، حالاتِ زندگی،
پاکیزہ سیرتوں اور علمی، اصلاحی، اخلاقی، روحانی خدمات کا تذکرہ،
اِنتہائی محنت تحقیق سے مرتب کیا گیا مجموعہ۔

از

محمد صادق قصوری

ناشر

زاویہ پبلشرز
۶۔ مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ۔ لاہور
فون: ۷۳۲۴۹۴۸ — موبائل: ۹۴۶۷۰۴۷—۰۳۰۰

۶۴۰۹

وما آتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا

الحمد لله والمنة که درین زمان مسعود و آوان محمود رساله منوره مشتمل بتازه نیر مسمی

اثارة الاشارة لسنة

۱۳۱۰

برای اشتهار سنت سنیه مصطفویه و اظهار طریقه حنفیه نبویه صلی الله علیه وسلم

در مطبع محمدی واقع لاهور بحلیه انطباع محلی گردید

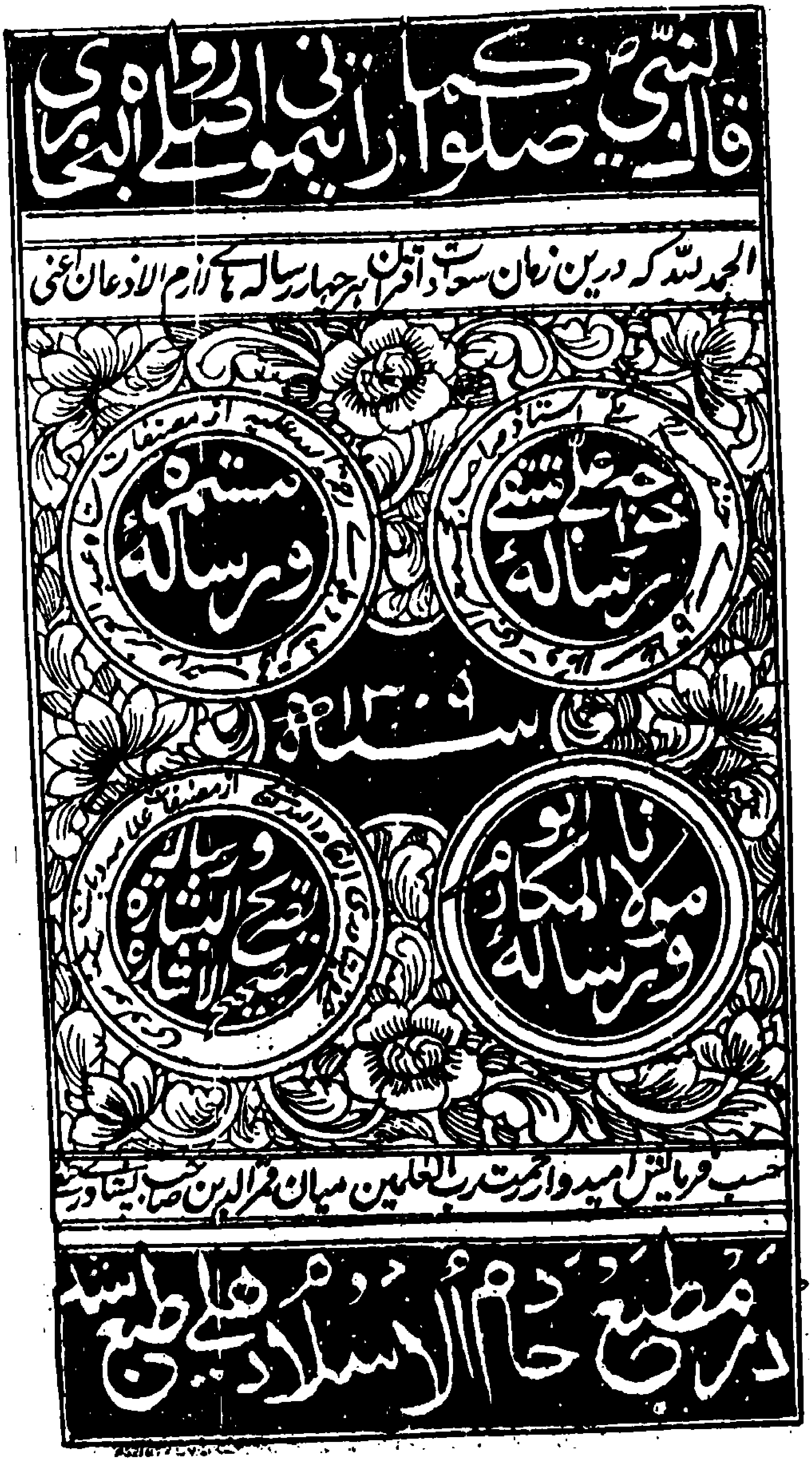

قال النبیؐ صلوا کما رأیتمونی اصلی رواہ البخاری

الحمد للہ کہ درین زمان سعادت اقتران ہر چہار رسالہ ہائے لازم الاذعان یعنی

رسالہ جذب علی مشتی

ورسالہ مشتہرہ

سنہ ۱۳۰۹ھ

ورسالہ ملا المکارم نا البو

ورسالہ تصحیح البشارۃ بتنبیہ الاشارۃ

حسب فرمائش امیدوار رحمت رب العلمین میاں قمر الدین صاحب کتابدار

در مطبع حام الاسلام دہلی طبع شد

٨٢٨

الدكتور قتيبة الشهابي

مشيدات دمشق ذوات الأضرحة وعناصرها الجمالية

بحث ميداني بعدسة المؤلف

منشورات وزارة الثقافة
في الجمهورية العربية السورية
دمشق ١٩٩٥

٢٣١٢

مسئلۃ الاشارۃ بالسبابۃ فی التشہد فی الصلوٰۃ

یعنی

تشہد میں انگلی اٹھانے کا مسئلہ

تالیف

فقیر سید احمد علی شاہ نقشبندی سیفی
فاضل دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
سکنہ شالپین - ضلع سوات (سرحد)

ناشر
مکتبۂ فیض نقشبندیہ سیفیہ
قائم خانی کالونی، پیر بابا روڈ، بلدیہ ٹاؤن کراچی

تعاون
ضیاء الرحمن صدیقی نقشبندی سیفی

كتاب
البهجة السنية

في آداب الطريقة العلية الخالدية
النقشبندية تأليف خاتمة المرشدين الكاملين
وامام العلماء العاملين وقدوة الأولياء الواصلين المظهر
الاظهر الرحماني الشيخ محمد بن عبد الله الخاني الخالدي النقشبندي
الحنفي المتوفى في شهر صفر سنة ١٢٧٩ هـ. [١٨٦٢ م.]

ويليه

ارغام المريد

في شرح النظم العتيد لتوسل المريد برجال الطريقة
النقشبندية الخالدية الضيائية قدس الله اسرارهم

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالاوفست
وقف الاخلاص

IHLÂS VAKFI YAYINIDIR

يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول - تركيا

هجري قمري	هجري شمسي	ميلادي
١٤٠٩	١٣٦٧ (تنبيه)	١٩٨٩

من أراد أن يطبع هذه الرسالة وحدها أو يترجمها الى لغة أخرى فله من الله الاجر الجزيل ومنا الشكر الجميل و كذلك جميع كتبنا كل مسلم مأذون بطبعها بشرط جودة الورق و التصحيح

BASKI İhlas A.Ş. Cağaloğlu - İST. Tel 513 99 00

رشحات عين الحياة

للشيخ علي بن حسين الواعظ الهروي

ترجمة

الشيخ محمد مراد بن عبدالله القزاني

المكتبة الإسلامية
محمد ازدمير
ديار بكر - تركيا
هاتف: ٢٢٣٢

السعادة الابدية فيما جاء به النقشبندية

للحقير الفانى عبد المجيد بن محمد الخانى الخالدى
النقشبندى قدم قسطنطنية و توفى بها فى سنة ١٣١٩ هـ.

و يليه

الحديقة الندية فى الطريقة النقشبندية والبهجة الخالدية قدس الله اسرارهم العلية

للعلامة محمد بن سليمان البغدادى الحنفى النقشبندى من خلفاء
الخالدية المتوفى سنة ١٢٣٤ اربع و ثلاثين و مائتين و ألف

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالاوفست
وقف الاخلاص

IHLÂS VAKFI YAYINIDIR

يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٧ استانبول - تركيا

هجري قمري	هجري شمسي	ميلادي
١٤١٣	١٣٧١	١٩٩٢

من اراد ان يطبع هذه الرسالة وحدها او يترجمها الى لغة اخرى فله من الله الاجر الجزيل و منا الشكر الجميل و كذلك جميع كتبنا كل مسلم مأذون بطبعها بشرط جودة الورق و التصحيح

الإشارات السنية لسالكي الطريقة النقشبندية

جمع وترتيب

أبو الزهراء أويس بن عبد الله المجتبي الحسيني

دار المصطفى

٦٣١٧

فادعونی استجب لکم

حمد خدای خالق ارض و سموات که در عمده ترین اوقات شعار

بتوسل بزرگان دین اسکنهم الله تعالی فی الجنات العالیات

در مطبع مجتبائی واقع دهلی طبع گردید

ديوان مولانا خالد

قدس سره العزيز

اگرچه بس ستم برخویش کردم
قبایحهای از حدبیش کردم

چه می‌اندیشم از دریای جودت
خوشم با این همه نقض عهودت

به محض فضل تو امیدوارم
تو خود فرمودهٔ آمرزگارم

طبع هذا الديوان في زمن سلطاننا * السلطان عبد المجيد خان محمودا
زاد الله عزه وشوكته وملكه * وابد ظله على الانام ممدودا
بسعي ونظارة ناظرها محمد سعيد * جعل الله سعيه مؤيدا ومسعودا
وكان تاريخ ختامه من هجرة نبينا * الفا ومائتين وستين محدودا
وفي شهر مبارك من الشهور * كان رمضان فيه مولودا

Satış yeri: Ergin Kitapevi İst. Beyazıt
Sahaflar çarşısı No: 7 Tel: 20591-22277

Fethi Demir Matbaası
İstanbul — Beyazıt
Telefon: 23554
1955

۸۳۴

Sufi Heirs of the Prophet

The Indian Naqshbandiyya and the Rise of the Mediating Sufi Shaykh

ARTHUR F. BUEHLER
Foreword by Annemarie Schimmel

University of South Carolina Press

۲۳۲۱

٨٣٨

ISLAM IN THE INDIAN SUBCONTINENT

شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی دہلوی
بن مفتی اعظم
محمد مسعود احمد نقشبندی دہلوی
کراچی، سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

ANNEMARIE SCHIMMEL

E. J. BRILL / LEIDEN-KÖLN / 1980

٦٣٢٢

The Influence of
Shaykh Aḥmad Sirhindi
On
Dr. Muḥammad Iqbāl

(Selected English Version Of The Book In Urdu)

"HAZRAT MUJADDID ALF-I-THĀNI رحمۃ اللہ علیہ AWR
DR. MUḤAMMAD IQBĀL"

By
PROFESSOR DR. MUḤAMMAD MAS'UD AḤMAD,
M.A, Ph. D.

TRANSLATED BY
PROF. AZIMI F.M. SHAYKH

IDARA-I-MAS'UDIYYA, KāRACHI
(Islamic Republic Of Pakistan)
1416/1996

۸۴۰

THE NAQSHBANDIS

شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی
محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی
کراچی، سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

EDITED BY

SARDAR ALI AHMAD KHAN

PUBLISHED BY

HAZRAT SAHIBZADA MIAN JAMIL AHMAD
SHARAQPURI, Chief Editor Monthly
Noor-e-Islam And Nazim Darul Muballigheen
Hazrat Mian Sahib Sharaqpur Sharif District
Sheikhupura (Pakistan).

۶۲۲۳

HAZRAT MUJADDID & HIS CRITICS

by

ABUL HASAN ZAID FAROOQI

Translated into English by

MIR ZAHID ALI KAMIL

Revised by

DR. MUHAMMAD MASUD AHMAD
Principal Government College Thatta

With an introduction by

HAZRAT SAHIBZADA MIAN JAMIL AHMED SHARAQPURI
NAQSHBANDI MUJJIDIDI
EDITOR MONTHLY NUR-E-ISLAM
AND
NAZIM DAR-UL-MUBALLIGHIN
HAZRAT MIAN SAHIB SHARAQPUR SHARIF
DISTT. SHEIKHUPURA

PROGRESSIVE BOOKS
40/B, Urdu Bazar, Lahore —Pakistan

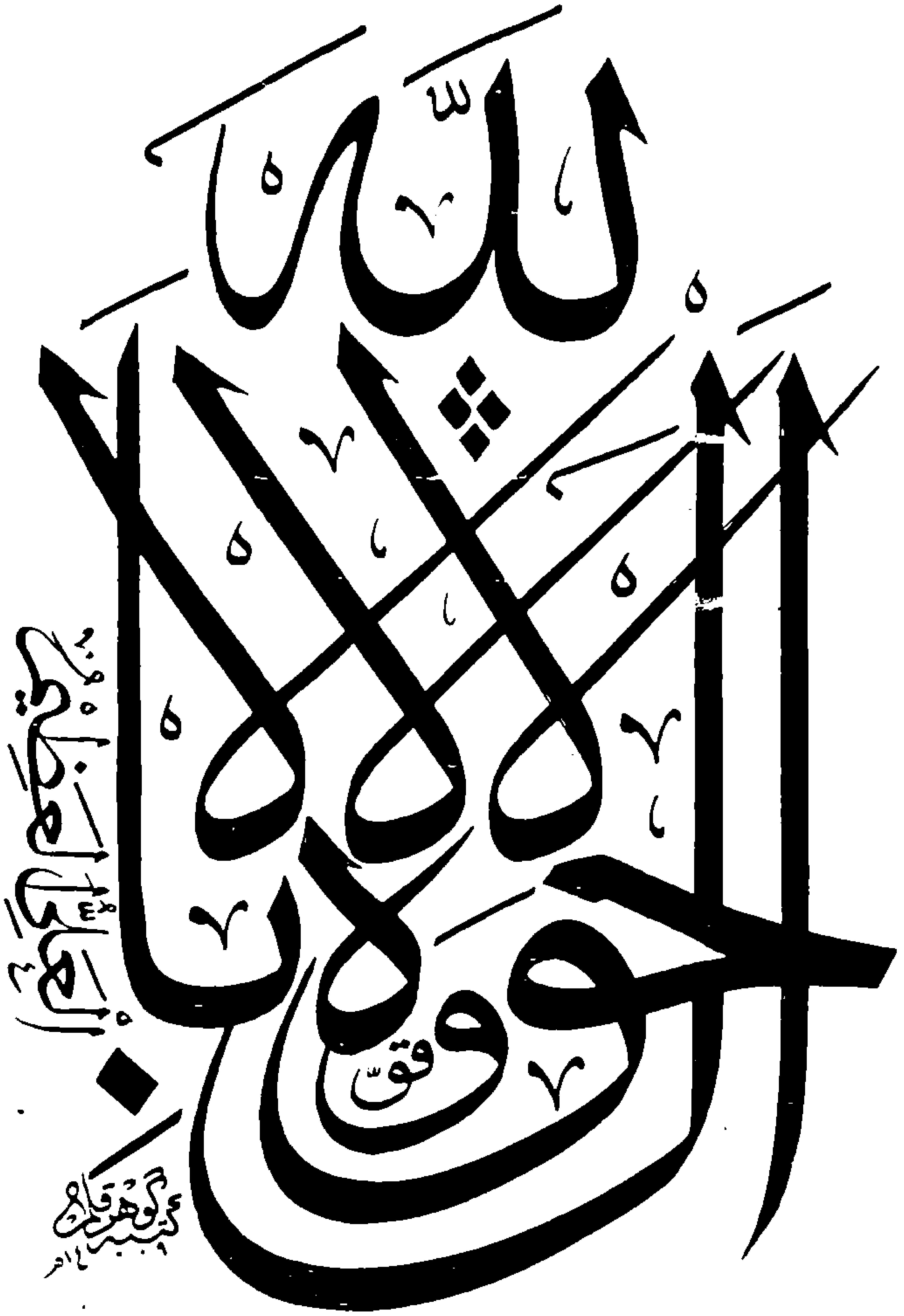
کتبه گوهرقلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

مرقع جرائد نقشبندیہ

☆

ملک محمد سعید مجاہد آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

- ☆ ماہنامہ نورِ اسلام، شرقپور شریف
- ☆ مجلّہ المظہر، کراچی
- ☆ ..... ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام، گجرانوالہ
- ☆ ..... مجلّہ المقصود، کراچی
- ☆ ..... ماہنامہ انوار لاثانی، لاہور
- ☆ ..... ماہنامہ فیض، شیر گڑھ
- ☆ ..... ماہنامہ مجلّہ الحقیقہ، شکر گڑھ
- ☆ ..... SHER-E-RABBANI DIGEST (Quarterly) Lahore
- ☆ ..... SUFI ILLUMINATIONS, Boston (U.S.A)
- ☆ ..... مجلّہ رکن الاسلام، حیدر آباد (سندھ)
- ☆ ..... ماہنامہ مجلّہ فیضان کرم، کراچی
- ☆ ..... ماہنامہ نور العرفان، لاہور
- ☆ ..... ماہنامہ الخیر، پشاور
- ☆ ..... ماہنامہ سیدھا راستہ، لاہور
- ☆ ..... ماہنامہ نوائے اسلام، پاک پتن شریف
- ☆ ..... ماہنامہ القول السدید، لاہور
- ☆ ..... پندرہ روزہ آواز نقشبند، شیخوپورہ
- ☆ ..... البعث ڈائجسٹ، لاہور

ماہنامہ

شرقپور شریف

نورِ اسلام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۰۹۸ جلد نمبر: ۳۸ شمارہ نمبر: ۳ بابت ماہ مارچ ۱۹۹۳ء رمضان شوال ۱۴۱۳ھ

بیادگار شہباز لامکاں حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری سجادہ نشین حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

مدیر اعلیٰ صاحبزادہ میاں **جمیل احمد شرقپوری**
سجادہ نشین: آستانہ عالیہ شرقپور شریف

ناظم دفتر صاحبزادہ میاں **خلیل احمد شرقپوری**

فی شمارہ ———— ۶ روپے
سالانہ چندہ برائے پاکستان [بذریعہ عام ڈاک — ۶۲ روپے / بذریعہ رجسٹری — ۱۲۰ روپے
سالانہ چندہ برائے مشرق وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ — ۲۰ ڈالر
آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، جنوبی امریکہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ — ۲۵ — ڈالر

زر معاونت ۵۰۰ روپے معاونین خصوصی ۱۰۰۰ روپے

فون شرقپور شریف: ۲۶۰، ۵۴، ۱۱ — فون لاہور: ۲۸۳۳۸۵، ۲۱۰۹۶۹

مقام اشاعت: آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ نور اسلام، جامع مسجد قادریہ شیر ربانی ۲۱-ایکڑ سکیم نیو مزنگ سمن آباد لاہور

مولف جمیل احمد شرقپوری پرنٹر پبلشر نے ارژنگ پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ نور اسلام شرقپور شریف سے شائع کیا

خطاطی محمد [illegible]

کمپوزنگ: پرفیکٹ کمپیوٹر کمپوزنگ سنٹر، احسن مارکیٹ مچھلی منڈی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیضان نظر

پیر طریقت، فقیہہ الہند حضرت **محمد مسعود شاہ محدث** دہلوی علیہ الرحمہ

مجلہ المظہر کراچی

جلد (۴) ربیع الاول ۱۴۲۶ھ اپریل/مئی ۲۰۰۵ء شمارہ (۳۹)

مدیر اعلیٰ

صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

مدیر

مولانا جاوید اقبال مظہری

مدیر اعزازی

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

IDARA-I-MAS'UDIA KARACHI
SINCE 1992
Islamic Republic of Pakistan

ناشر: **ادارہ مسعودیہ، کراچی**

بیادگار

مفتی اعظم حضرت شاہ **محمد مظہر اللہ** دہلوی
نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ

مجلس ادارت

پروفیسر حافظ سید مقصود علی ۔ علامہ رضوان احمد مسعودی
عبدالستار طاہر مسعودی ۔ ڈاکٹر علی سرفراز صدیقی

مجلس مشاورت

حافظ محمد یوسف باڑی ۔ کمانڈر محمد ظفر
شیخ صبور احمد ۔ شیخ محمد اسلم مسعودی
ڈاکٹر صفی الدین صدیقی ۔ محمود علی مسعودی

نگراں

حاجی معراج الدین مسعودی
حاجی محمد الیاس مسعودی
سید محمد منصور مسعودی

نگرانِ ترسیل

محمد عارف مسعودی ۔ عبدالراشد مسعودی
ملک محمد سعید مسعودی ۔ محمد سہیل مسعودی
سید محمد انیس مسعودی

سرورق

نور احمد مسعودی (آرٹسٹ)

رابطہ: **ضیاء الاسلام پبلیکیشنز** اے۔ ضیا منزل، شوگن مینشن، آف محمد بن قاسم روڈ
عیدگاہ کراچی، فون: 73 39 221 - 71 25 772

ماہنامہ گوجرانوالہ
دعوتِ تنظیم الاسلام
اسلامی انقلاب و روحانی اقدار کا داعی

جلد نمبر 16 شمارہ نمبر 2
شمارہ فروری 2004ء
بمطابق ذوالحج، محرم

بیاد

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز

بفیض عنایت

خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ
سید فیض الحسن شاہ
آستانہ عالیہ آلو مہار شریف

بفیض حمایت

مخدوم المشائخ حضرت
سید محمد کبیر علی شاہ
آستانہ عالیہ حجرہ شریف

بانی

سراج العارفین شارح مکتوبات امام ربانی شیخ طریقت
حضرت ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی

مدیر مسئول
سید احمد فاروق شاہ مجددی

مدیر منتظم
محمد نوید اقبال مجددی

مدیر طباعت
حافظ تنویر حسین مجددی

ناشر: محمد سعید احمد مجددی — طابع: احسان الٰہی قریشی — مطبع: مجددیہ آرٹ پریس گوجرانوالہ

تنظیم الاسلام گرافکس Ph:0431-841160

پتہ برائے خط و کتابت
ماہنامہ دعوتِ تنظیم الاسلام
مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
پاکستان فون: +92-431-841160
E-mail: info@tanzeemulislam.org

ترسیل زر کے لئے
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 3-1116 نیشنل بنک لیمٹڈ
ماڈل ٹاؤن برانچ ٹرسٹ پلازہ گوجرانوالہ

قیمت فی شمارہ .... 10 روپے
سالانہ عام ڈاک .... 100 روپے
بذریعہ رجسٹری .... 200 روپے

سالانہ چندہ
- آسٹریلیا .... 50 آسٹریلین ڈالر ● ملائشیا ...... 50 ملائشین ڈالر
- متحدہ عرب امارات .... 50 درہم ● مسقط عمان .... 7 ریال
- ریاستہائے امریکہ 40 امریکن ڈالر ● انگلینڈ .... 20 پونڈ
- انڈیا .... 200 انڈین روپے ● سعودی عرب .... 50 ریال

اسلامی روحانی مشن کا ماہانہ ترجمان مجلہ

المقصود کراچی

سرپرست اعلیٰ
پیر طریقت، رہبر شریعت
حضرت علامہ پروفیسر محمد مقصود الٰہی نقشبندی مدظلہم

ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ ☆ فروری ۲۰۰۴ء ☆ شمارہ نمبر: ۴ جلد نمبر: ۷

مدیر اعلیٰ: حافظ محمد رضوان یٰسین
مدیر: محمد عمیر صدیقی

اداریہ ۲
نعت ۴
پیغام قرآن (محمد رضوان یٰسین) ۵
صدائے حدیث (مولانا محمد عارف حسین) ۸
فقہ الاسلامی ۱۴
خطبات مقصودیہ ۱۷
دعوت اسلام (مولانا محمد عابد حسین) ۳۳
تبلیغی سرگرمیاں ۴۲
توبہ اور وقت کی فضیلت (حضور قبلہ عالم) ۵۵
تبلیغ کی اہمیت (حضور قبلہ عالم) ۶۰

مجلس ادارت و مشاورت
پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز
مولانا محمد صحبت خان کوہاٹی
پروفیسر حبیب الرحمٰن
مولانا محمد وقاص ہاشمی
ماسٹر علی نواز نقشبندی
سعید احمد صدیقی
عابد حسین نقشبندی

قانونی مشیر
محمد مجید جیلانی ایڈووکیٹ

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

مراسلات
اسلامی روحانی مشن پاکستان
المرکز مقصود العلوم
مہتاب سوئٹس F.C. ایریا نمبر 1
لیاقت آباد نمبر 4 نزد KESC
پاور ہاؤس، کراچی 75900
فون (92-21)6342225
اوقات: 8:30 تا رات 8 بجے

بدل زر

فی شمارہ-15 روپے	سالانہ-150 روپے
طلبہ-100 روپے سالانہ	رجسٹری-250 روپے
امارات فی پرچہ-5 درہم	سالانہ-50 درہم
امریکہ، یورپ فی پرچہ-2 ڈالر	سالانہ-24 ڈالر
انگلینڈ، آسٹریلیا فی پرچہ-1 پونڈ	سالانہ-10 پونڈ

www islamiroohanimission.8m.com
E-mail: allama@al-maqsood.org
sabrar74@hotmail.com

بینک ڈرافٹ
مسجد و مدرسہ مقصود العلوم
اکاؤنٹ نمبر: 3-2683 مسلم کمرشل بینک،
ابن سینا روڈ برانچ، لیاقت آباد، کراچی

مقالہ نگاروں کی رائے سے مجلس ادارت کا متفق ہونا ضروری نہیں

PRINTED BY: JAMEEL BROTHERS NAZIMABAD No.2 KARACHI

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ انوارِ لاثانی

رکن کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

جلد نمبر 18 شمارہ نمبر 12

شمارہ فروری 2004ء

بمطابق ذوالحجہ 1424ھ

بیادعزیز

شہباز لامکانی، عارف یزدانی، قندیل نورانی
الحاج پیر سید اعلیٰحضرت جماعت علی شاہ صاحب
المعروف شہنشاہ لاثانی قدس سرہ النورانی

شہنشاہ ولایت، قطب العصر فخر الاماثل
حضرت قبلہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب
المعروف نقش لاثانی قدس سرہ النورانی

فخر العلماء والاصفیاء۔ شیخ الشیوخ، [illegible]
الحاج الحافظ حضرت قبلہ سید عابد حسین شاہ صاحب
شہنشاہ فخر لاثانی دامت برکاتہم العالیہ

ناشر و سرپرست

صاحبزادہ پیر سید محمد ظفر اقبال عابد شاہ

سجادہ نشین دربار عالیہ لاثانیہ حسینیہ علی پور سیداں شریف

چیف ایڈیٹر

علامہ بشیر احمد مجددی

پرنسپل ادارہ تعلیمات قرآن پاکستان

ایڈیٹر

مولانا ایم۔ آر روحانی

ڈپٹی ایڈیٹر

علامہ پروفیسر محمد حسین آسی

اسسٹنٹ ایڈیٹر

علامہ محمد علی نقشبندی

لیگل ایڈوائزر

غلام محی الدین خان

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ) لاہور

کمپوزنگ، ڈیزائننگ: مکتبہ انوار لاثانی لاہور

پرنٹر: عبد القادر، اے این اے پرنٹرز، لاہور

مجلس مشاورت

الحاج رانا جماعت علی خان

علامہ مولانا عبد الحق ظفر چشتی

مولانا سید مقبول حسین بخاری

علامہ مولانا غلام مصطفیٰ مجددی

شمس الدین نقشبندی

پتہ برائے خط و کتابت

ماہنامہ انوار لاثانی

18۔ کسان سٹریٹ نمبر 5 بیرون اکبری گیٹ، لاہور
Ph:042-7638409-7669733
Mob:0320-4802494
E.mail:alquran@wol.net.pk

زر اعانت

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ عام ڈاک .... 125 روپے

برطانیہ .... 20 پونڈ
سعودی عرب/امارات .... 50 ریال/درہم
کینیڈا/کویت .... 30 امریکی ڈالر

اے۔بی۔سی: آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت * رجسٹریشن نمبر پی: ۲۲۵

ماہنامہ فیض شیرگڑھ

شمارہ: ۷
اکتوبر ۱۹۹۵ء بمطابق جمادی الاول ۱۴۱۶ھ
جلد: ۱۲

مدیران اعزازی
مولانا عرفان السعید
ایم۔اے
قاضی رقیب المجید
ایم۔اے

سرکولیشن منیجر
حاجی جاوید

معاون اشاعت
عبدالقیوم فضلی
پیر ہمایوں فضلی

مندرجات

۱۔ حال و کیف ۲
۲۔ حضرت کے حضور ۳
۳۔ قطعات ۳۸
۴۔ اصلاح معاشرہ ۳۹
۵۔ نعت ۳۹
۶۔ تعبیر خواب ۴۰

انتظامیہ
- مولانا منیر احمد
- شاھد خان
حاجی محمد رفاقت
- حاجی جاوید چوہدری
- ممتاز احمد
- نذیر احمد عابد

*

تعاون سالانہ
عام ——— ۳۰۰
خاص ———
خاص الخاص

قاضی محمد حمید فضلی خانقاہ فضلیہ شیرگڑھ
تحصیل وضلع مانسہرہ

فون: ۳۲
قیمت فی پرچہ
۶/- روپے

قاضی محمد حمید فضلی نے الاعوان پرنٹرز ہری پور سے چھپوا کر ادارہ فیوضات مجددیہ خانقاہ شیرگڑھ تحصیل وضلع مانسہرہ سے جاری کیا۔

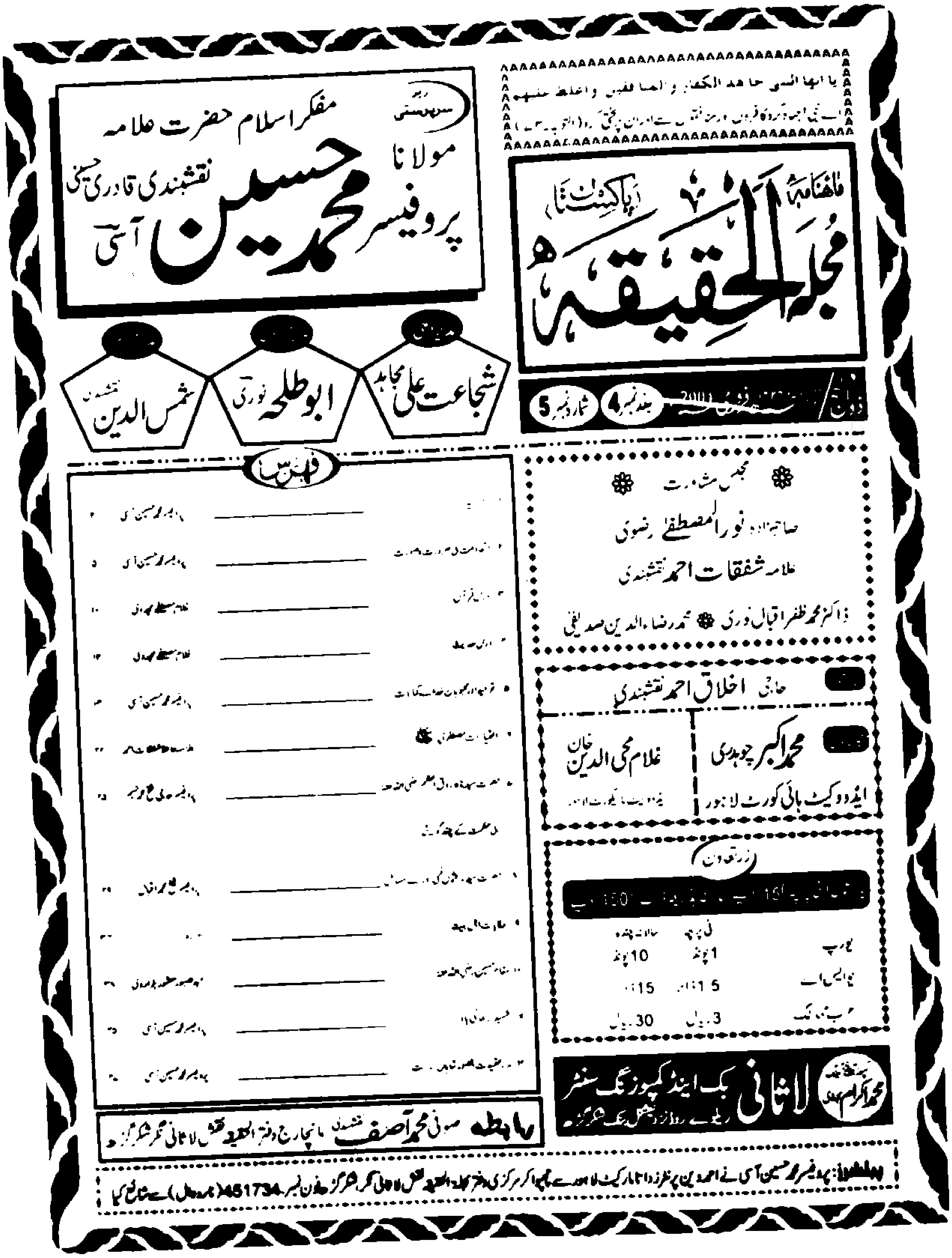

یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ [illegible])

ماہنامہ (پاکستان)

مجلہ الحقیقہ

دور ثانی / [illegible] نومبر 2011 جلد نمبر 4 شمارہ نمبر 5

سرپرستی

مفکر اسلام حضرت علامہ

مولانا پروفیسر محمد حسین نقشبندی قادری حسنی آسی

شجاعت علی مجاہد

ابو طلحہ نوری

شمس الدین نقشبندی

مجلس مشاورت

صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی

علامہ شفقات احمد نقشبندی

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری ❀ محمد رضا الدین صدیقی

حاجی اخلاق احمد نقشبندی

محمد اکبر چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

غلام محی الدین خان

زر تعاون

فی شمارہ 15 روپے ❀ سالانہ 150 روپے

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

فہرست

لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر
ریلوے روڈ نزد چوک شرقپور

رابطہ صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ محلہ لاثانی نگر شرقپور

پبلشر: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ محلہ لاثانی نگر شرقپور فون نمبر 451734 (موبائل) سے شائع کیا

Quarterly

SHER-E-RABBANI DIGEST

Lahore

Vol.1 No.2 April - June 2004 A.D , 1425 A.H

Patron in Chief

SAHIBZADA
MIAN JAMIL AHMAD
Sharaqpuri Naqshbandi Mujaddadi

Chief Editor
M.Maroof Ahmad Sharaqpuri

Editor
Prof. Aleem Tafazzul

Executive Body

Sahibzada
Mian Khalil Ahmad Sharaqpuri
Sahibzada
Mian Saeed Ahmad Sharaqpuri
Sahibzada
Mian Jalil Ahmad Sharaqpuri
Prof. Munuwar Hussain
Prof.Bashir Ahmad Saddiqi
Sardar Ali Ahmad Khan
Nazir Haq Editor Daily Pakistan
Sheikh Rang Elahi
Prof. Khalid Bashir
Shiraz Faiz Bahtti (Advocate)

Contents

7.6.04

Editorial 2
Al-Qur'an 3
Al-Hadith 4
Naat Sharif 5
Precious Pearls in one's life 6
Our Holy Prophet(SAW) 7
The Holy Prophet(SAW) as a teacher 9
Hazrat Mujaddid Alif Sani R.A 11
Sayings of Sa'di Shirazi R.A 16
Hazrat Khawaja Zahid Vakhshi R.A 17
Hazrat Khawaja Amir-ud-Din R.A 19
Hazrat Mian Sher Muhammad Sharaqpuri R.A 21
Hazrat Mian Sher Muhammad Sharaqpuri R.A 24
Journey to Uzbekistan 27
Hazrat Mian Ghulam Ullah Sharaqpuri R.A 30
Obedience to Holy Prophet (SAW) 33
Inauguration of Sher-e-Rabbani Free Dispensary 39
Law of evidence 41
Books Review 46

Printed by:

R.Z PACKAGES
2-Court Street,
26-Lower Mall Lahore

Published by:

M.Maroof Ahmad Sharaqpuri
H.#10, St.#17, Fateh Garh,
Mughalpura Lahore
Email: srd04@hotmail.com

SUFI ILLUMINATIONS
A JOURNAL DEDICATED TO THE STUDY OF ISLAM AND SUFISM

EDITOR
Qamar-ul Huda
Boston College

CONSULTANT EDITORS

ARTHUR F. BUEHLER
Louisiana State University

VINCENT CORNELL
Arkansas State University

ALAN GODLAS
University of Georgia

TALAT HALMAN
Arkansas State University

MARCIA HERMANSEN
Loyola College, Chicago

AHMED H. MIRZA
NFIE, Peoria, IL

SHAIKH MOHAMMED MA'SUM NAQSHBAND
Houston, TX

OMID SAFI
Colgate University

Sufi Illuminations: A Journal Dedicated to the study of Islam and Sufism is published by the Naqshbandiya Foundation for Islamic Education (NFIE), a non-profit organization. It is published twice a year. *Sufi Illuminations* is an academic journal that seeks to publish scholarly work on all aspects of Islam and Sufism. The journal is interested in publishing work that use a multidisciplinary approach in Islamic studies, religious studies, comparative religion, mysticism, ritual, prayer, hermeneutics, comparative scriptural studies, history, intellectual thought, moral and contemporary philosophy, theology, sociology, literature, ethics, and epistemology. All articles to *Sufi Illuminations* will undergo blind peer reviews by multiple expert reviewers. Please see author's guidelines. The *Journal* seeks to encourage cross-cultural, interdisciplinary exchange of scholarly work and to encourage the interaction of academic from various traditions.

Editorial correspondence should be addressed to the Q. Huda, Editor, Sufi Illuminations, Boston College, Department of Theology, Chestnut Hill, MA 02467 USA. Subscription inquiries should be sent to ~~NFIE, P.O. Box 3526, Peoria, IL 61612-3526~~.
Volume 3, No. 1, 2002. ISSN
© 2002 Naqshbandiya Foundation for Islamic Education (NFIE)

NFIE . P.O. Box 2978
GILBERT, AZ 85299

مجلہ
رکن الاسلام
حیدرآباد

بیاد
ھادی السالکین قدوۃ العارفین
شاہ محمد رکن الدین
قدس سرہ العظیم

فیضانِ نظر
محبوب رب ودود **حضرت شاہ مفتی محمد محمود** منح اللہ قرب الخلود

زیر سرپرستی
پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ **ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر** مد ظلہ العالی

مدیر اعلیٰ
صاحبزادہ عزیز محمود

نگران
صاحبزادہ فائز محمود

مدیر
محمد حسین قریشی

مجلس ادارت
مفتی محمد عمر خلجی قادری
پروفیسر ریحان احمد منہری
سید منیر احمد
ڈاکٹر محمد یونس دانش

مجلس مشاورت
پروفیسر سید قوی احمد
مولانا احمد خان
قاری عبدالرشید اعوان
محمد اقبال میمن

رابطے کیلئے
رکن الاسلام آزاد میدان ہیرآباد حیدرآباد
فون: 633794-617086
E-mail: Ruknulislam_50@yahoo.com

قیمت
15/= روپے

بخاری پرنٹنگ پریس بھائی خان چوک حیدرآباد فون: 616829

ماہنامہ

"مجلہ فیضانِ کرم"

کراچی

جلد نمبر ۱، جون ۲۰۰۴ء ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۲۵ھ، شمارہ نمبر ۲

بفیضانِ نظر

مرشد العصر، شیخ المشائخ، حضرت قبلہ باباجی

میر طیّب علی شاہ بخاری

دامت برکاتہم القدسیہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف، اوکاڑہ

مجلسِ مشاورت

خلفاء حضرت کرماں والا شریف

محترم جناب عبدالرشید طیّبی۔	نیو کراچی۔
محترم جناب خواجہ فتح اللہ طیّبی۔	گرومندر۔
محترم جناب رانا ارشاد محمود طیّبی۔	ملیر ۱۵۔
محترم جناب محمد حسین طیّبی۔	بھٹائی کالونی۔
محترم جناب ڈاکٹر گوہر جاوید طیّبی۔	سول ہسپتال۔
محترم جناب نصر اللہ طیّبی۔	مازی پور۔
محترم جناب عثمان غنی طیّبی۔	ماڈل کالونی۔

مدیر

انوار اللہ طیّبی

پریس اینڈ سرکولیشن مینیجر

محمد اکبر بیگ طیّبی

شعبہ کمپوزنگ

محمد منیر اعوان طیّبی

شعبہ ڈیزائننگ

ماجد حسین

سالانہ ہدیہ (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)	=/360	سالانہ ہدیہ (بذریعہ عام ڈاک)	=/180
ہدیہ عام شمارہ	=/15	ہدیہ "خاص نمبر"	

جامع مسجد حضرت کرماں والا، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۔ کراچی

جلد نمبر 5 شمارہ نمبر 1
رکن کونسل آف جرائد اہلسنت
جنوری 2004ء
۱۴۲۴ھ ذوالقعدۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ لاہور پاکستان

نور العرفان

قرآن و سنّت کی تعلیمات کا علمبردار

سرپرست اعلیٰ
علامہ عبد الحق ظفر چشتی

مدیر
علامہ بشیر احمد نقشبندی مجددی
پرنسپل ادارہ تعلیمات قرآن پاکستان

مشیر قانون
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ غلام محی الدین خان

مدیر اعزازی
قسور جمیل روحانی

مدیر معاون
شمس الدین نقشبندی
ملک محبوب الرسول قادری
مولانا غلام مصطفیٰ مجددی

اس شمارے میں

نور معرفت — اداریہ — 2
تفسیر نور العرفان — مفتی احمد یار خاں نعیمی — 6
نورانی۔ نور ہے — علامہ عبد الحق ظفر چشتی — 8
عمرہ، حج و زیارات — علامہ بشیر احمد مجددی — 12
مسائل قربانی — پروفیسر عبد الرحمٰن بخاری — 22
علم القرآن کورس — حاجی بشیر احمد نقشبندی — 27
سرگرمیاں — احمد حسن نقشبندی — 30
ترجمہ کنز العرفان — بشیر احمد مجددی — 31

مجلس مشاورت

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی — مفتی محمد خان قادری
پروفیسر ڈاکٹر سید محمد کبیر احمد اظہر — مفتی عبد العلیم سیالوی
علامہ عبد الحکیم شرف قادری — ڈاکٹر خالد محمود نجمی
علامہ اقبال احمد فاروقی — محمد نعیم طاہر رضوی
میاں محمود الحسن نقشبندی — الحاج اعجاز سعید محمد

زر تعاون
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ عام ڈاک 150 روپے
طلباء کے لیے
قیمت فی شمارہ 10 روپے
سالانہ عام ڈاک 100 روپے

برائے خط و کتابت
دفتر ترسیل زر
دفتر ادارہ تعلیمات قرآن 18- کسان سٹریٹ نمبر 5 رحمان گلی نمبر 2
بیرون اکبری گیٹ لاہور (پاکستان) 7638409

ناشر حاجی بشیر احمد نقشبندی مجددی نے اے۔ این۔ اے پرنٹرز بلال گنج لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ نور العرفان لاہور سے شائع کیا۔
E.Mail=Alquran@wol.Net.Pk 7638409 7669733 ☎ Fax: 7638409

پرواز

الخیر

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر کے بی نسیم
ایڈیٹر
پروفیسر خالد امین مخفی الخیری

دربار عالیہ
مرشد آباد شریف
کوہاٹ روڈ
بالمقابل آڈٹ کالونی پشاور

مینجنگ ایڈیٹر
محمد آصف آصفی الخیری
چیف ایگزیکٹو
چوہدری مختار احمد شرار

آر ایل نمبر
۵۳۹۳

نومبر
۱۹۸۳ء

ہدیہ
۳/۵۰ روپے
سالانہ
۳۵/۰۰ روپے

ن لاہور، ۵۷۸۶۰

عکس

جانِ جہاں	صوفی فضل کریم فضل	۲
انسان کامل کا تصور اور اقبال	ڈاکٹر مرتضیٰ اختر جعفری	۶
مثنوی معنوی	ڈاکٹر کے بی نسیم	۱۶
روئیداد عرس مبارک	آصفی الخیری	۲۲
اقبالؒ کے اجالت	ڈاکٹر کے بی نسیم	۲۶
تصوف	جی اے حق محمد	۲۹

فون پشاور
۷۳۵۴۳

سب آفس

فون اسلام آباد
۲۳۵۶۹

آستانہ خیریہ، بالمقابل ستارہ مارکیٹ، جی ۷/۲ نمبر ۱۸۵ اسلام آباد
خواجہ ابو الخیر اکیڈمی، ۱۹، الشجر بلڈنگ، نیلا گنبد، لاہور

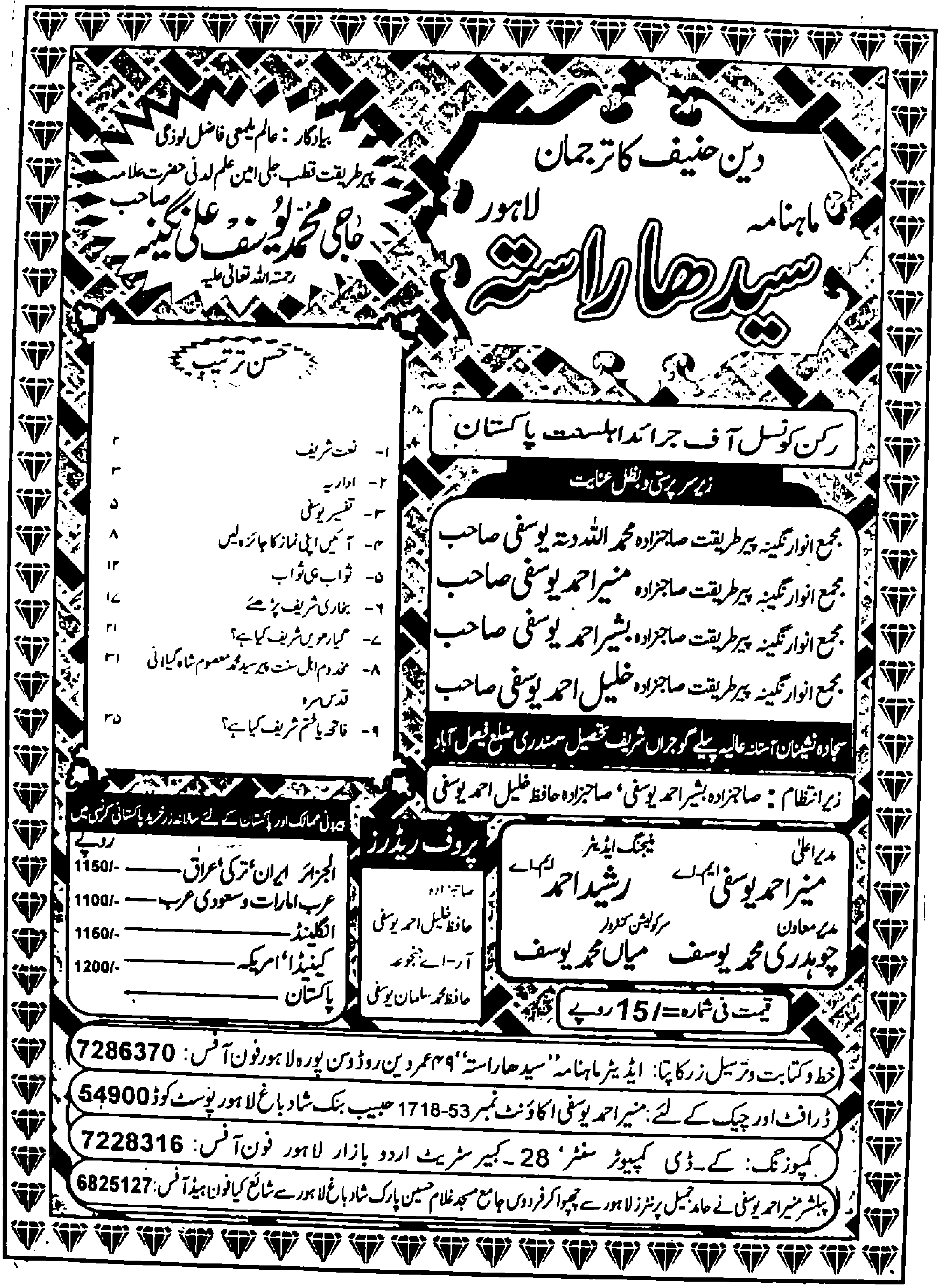

دین حنیف کا ترجمان

ماہنامہ

سید ھا راستہ

لاہور

بیادگار : عالم علمی فاضل لوذعی
پیر طریقت قطب جلی امین علم لدنی حضرت علامہ
حاجی محمد یوسف علی نگینہ صاحب
رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

حسن ترتیب

۱- نعت شریف ۲
۲- اداریہ ۳
۳- تفسیر یوسفی ۵
۴- آئیں اپنی نماز کا جائزہ لیں ۸
۵- ثواب ہی ثواب ۱۲
۶- بخاری شریف پڑھے ۱۷
۷- گیارھویں شریف کیا ہے؟ ۲۱
۸- مخدوم اہل سنت پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قدس سرہ ۳۱
۹- فاتحہ یا ختم شریف کیا ہے؟ ۳۵

رکن کونسل آف جرائد اہلسنت پاکستان

زیر سرپرستی و بظل عنایت

مجمع انوار نگینہ پیر طریقت صاحبزادہ **محمد اللہ دتہ یوسفی صاحب**
مجمع انوار نگینہ پیر طریقت صاحبزادہ **منیر احمد یوسفی صاحب**
مجمع انوار نگینہ پیر طریقت صاحبزادہ **بشیر احمد یوسفی صاحب**
مجمع انوار نگینہ پیر طریقت صاحبزادہ **خلیل احمد یوسفی صاحب**

سجادہ نشینان آستانہ عالیہ پیلے گوجراں شریف تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

زیر انتظام : صاحبزادہ بشیر احمد یوسفی، صاحبزادہ حافظ خلیل احمد یوسفی

مدیر اعلیٰ
منیر احمد یوسفی ایم اے

مینجنگ ایڈیٹر
رشید احمد ایم اے

مدیر معاون
چوہدری محمد یوسف

سرکولیشن کنٹرولر
میاں محمد یوسف

پروف ریڈرز

صاحبزادہ
حافظ خلیل احمد یوسفی
آر-اے جنجوعہ
حافظ محمد سامان یوسفی

بیرونی ممالک اور پاکستان کے لئے سالانہ زر خرید پاکستانی کرنسی میں

	روپے
الجزائر، ایران، ترکی، عراق	1150/-
عرب امارات وسعودی عرب	1100/-
انگلینڈ	1160/-
کینیڈا، امریکہ	1200/-
پاکستان	

قیمت فی شمارہ =/15 روپے

خط وکتابت وترسیل زر کا پتا: ایڈیٹر ماہنامہ ''سید ھا راستہ'' ۴۹ عمر دین روڈ وسن پورہ لاہور فون آفس: 7286370

ڈرافٹ اور چیک کے لئے: منیر احمد یوسفی اکاؤنٹ نمبر 53-1718 حبیب بنک شاد باغ لاہور پوسٹ کوڈ 54900

کمپوزنگ: کے۔ڈی کمپیوٹر سنٹر، 28۔کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور فون آفس: 7228316

پبلشر منیر احمد یوسفی نے حامد جمیل پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر فردوس جامع مسجد غلام حسین پارک شاد باغ لاہور سے شائع کیا فون ہیڈ آفس: 6825127

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نوائے اسلام

پاکپتن شریف

قلم تحریر

صاحبزادہ الحاج

خادم حسین طاہر

ناظم ڈاکٹر احمد علی قادری

نائب ناظم حاجی غلام شبیر

آرگنائزر حافظ افتخار الحسن، محمد ابراہیم

آرگنائزنگ کمیٹی

الحاج چوہدری محمد اکرم توگیروی

سعید احمد چشتی راؤ عظمت اللہ

صوفی محمد اقبال نقشبندی

محمد منیر ناصر نقشبندی

مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کا تبلیغی و اصلاحی مجلہ

سرپرست اعلیٰ

حضرت صاحبزادہ

ابوطاہر محمد نقشبند مدظلہ العالی

مجلس تحریر

○ پروفیسر سعید احمد الازہری
○ علامہ مفتی شیر محمد نقشبندی
○ پروفیسر راؤ ارتضیٰ حسین اشرفی
○ علامہ خلیل الرحمٰن قادری
○ صاحبزادہ علامہ ریاض احمد طاہر
○ حافظ محمد امین عطاری
○ قاری غلام یٰسین نقشبندی

مجلس مشاورت

○ علامہ محمد اسلم شہزاد ○ محمد رمضان فیضی
○ راؤ محمد جمیل سعیدی ○ علامہ عمر حیات قادری
○ حاجی غلام قادر فوقی ○ چوہدری محمد انور سعید

نمائندگان

○ علامہ علی شیر فیصل آباد ○ حاجی محمد علی نقشبندی نارنگ
○ محمد سلیم ہڑپہ ○ حافظ محمد سلیم نقشبندی رحیم یار خان
○ محمد اعجاز احمد حویلی لکھا ○ محمد نسیم احمد نقشبندی ساہیوال
○ ایم ارشد ملتان ○ محمد اقبال نقشبندی نارووال

قانونی مشیر ؎ چوہدری مظفر اقبال ایڈووکیٹ

جامعہ نقشبندیہ رضویہ

ریلوے روڈ پاکپتن شریف 0443-76466-71841-752083

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ اٰلہٖ و صحبہٖ اجمعین

ماہنامہ

القول السدید

لاہور

جلد ۱۱ | ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ جون ۲۰۰۲ء | شمارہ ۹۷

فہرست مضامین

حمد باری تعالیٰ ۲
نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۳
اداریہ ۵
درس قرآن ۷
درس حدیث ۱۳
میلاد کی خوشی ۱۴
مسلمان امت واحدہ ہیں ۲۵
محافل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۳۳
بارگاہ رسالت میں اعلیٰحضرت کی مقبولیت ۴۳
چراگاہ (ہائے امریکہ) ۵۱
بس اتنی سی بات تھی ۵۹

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: محمد طفیل

ناظم نشر و اشاعت: مولانا محمد حسین نقشبندی

ترسیل زر کا پتہ

ادارہ غوثیہ رضویہ کرم پارک مصری شاہ لاہور

مجلس مشاورت

محمد جاوید اکبر قادری صاحب
محمد عمر فاروق۔ بی ایس سی
محمد شہزاد بی ایس سی (انجینئرنگ)
محمد شہزاد ایم اے

بدل اشتراک

فی شمارہ: ۸ روپے
سالانہ: ۱۰۰ روپے
سعودی عرب: ۴۰ ریال
برطانیہ: ۱۵ پونڈ
انڈیا: ۱۲۰ روپے
امریکہ: ۲۵ ڈالر

ناشر محمد طفیل کرم پارک مصری شاہ لاہور

مطبع: سیدوے پرنٹنگ پریس ۹ ریٹی گن روڈ لاہور

نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو اور برائی اور ظلم میں تعاون نہ کرو:
پندرہ روزہ
آوازِ نقشبند
چوک پہلوان
شیخوپورہ
[illegible]

زیر سرپرستی: فخر المشائخ
حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری
بیاد اعلیٰ حضرت حکیم ظہور ربی رحمۃ اللہ علیہ مرید میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ شرقپوری

جلد نمبر 9 | قیمت فی پرچہ ۱۰/- | 1/16 جولائی 2005ء مطابق 23/9 جمادی الاول/جمادی الثانی 1426ھ شمارہ نمبر 13-14

منقبت شریف

ہیں سب کے پیشوا صدیق اکبر
رئیس الاتقیاء صدیق اکبر
رضائے حق رضائے مصطفیٰ ہے
رضائے مصطفیٰ صدیق اکبر
خدا کا آئینہ تو مصطفیٰ ہیں
اور عکس مصطفیٰ صدیق اکبر
خدا کے بعد درجہ مصطفیٰ کا
ہے بعد مصطفیٰ صدیق اکبر
کہا "صاحب"۔ کسے قرآں میں رب نے؟
یہ رتبہ آپ کا صدیق اکبر
لقب دربارِ ختم المرسلیں سے
عطا تم کو ہوا "صدیق اکبر"
امام ان کو بنایا خود نبی نے
"امیرِ با صفا" صدیق اکبر
کیا قربان سارا مال دین پر
فدائے مصطفیٰ صدیق اکبر
جو خود پہلے پہل ایمان لائے
وہ ہیں اہل رضا صدیق اکبر
رہا مانند سایہ ساتھ ہر دم
"نبی کا سایہ" تھا، صدیق اکبر
یہی تو یارِ غارِ مصطفیٰ" ہیں
رفیق با صفا۔ صدیق اکبر
رفاقت وہ کہ حاضر ہیں ابد تک
قریب مصطفیٰ صدیق اکبر
سہارا سب کی بخشش کا بنے گا
یہ گریہ آپ کا صدیق اکبر
سنو فریاد" کاوش" بے نوا کی
نبی کے ہمنوا۔ صدیق اکبر

پروفیسر فیاض کاوش

بیاد غوث العالم ' قطب الاقطاب خواجہ خواجگان قبلہ عالم محمد طاہر عثمانی کریمی مجددی نقشبندی

البعث ڈائجسٹ لاہور

چیف ایڈیٹر : احمد رضا کریمی

جلد نمبر ا صفر المظفر ۱۴۲۰ھ / جون 1999ء شمارہ نمبر ا صفحات 71

تعداد 1,000

مشمولات		صفحہ نمبرز
1- مشاہدات...... اسرار شہادت	احمد رضا کریمی	3
2- اسرار الٰہی کے حجاب علم اور اسکی ضرورت	حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش''	25
3- فضائل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ	امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ	37
4- سیاست کے معنی	ڈاکٹر ابوالحسن	47
5- پاکستانی سیاست کا سب سے اہم مسئلہ	عبدالقادر علی	52
6- پاکستانی معاشرہ ' پس استعماریت معاشرہ کی عمرانیات	ڈاکٹر محمد باقی	59
7- دیوان طاہر	عاصمہ رضا کریمی	69

قیمت خرید : 30روپے
بیرون ملک : امریکہ ' یورپ
کینڈا ' آسٹریلیا ' مشرقی وسطیٰ
امریکی ڈالر = 4 $
سالانہ زر خرید :
360روپے (پاکستانی)
بیرون ملک =50امریکی ڈالر
دفتری امور : 326-G
جوہر ٹاون لاہور پاکستان
ناشر : احمد رضا کریمی
پرنٹرز : عمران پرنٹرز رائل پارک
کمپوزر : عارف علی قادری
کور ڈیزائن : عاصمہ رضا کریمی
احمد رضا کریمی پبلیشرز
چیف ایڈیٹر البعث ڈائجسٹ
سجادہ نشین خانقاہ طاہریہ کریمیہ
مجددیہ نقشبندیہ صدیقیہ
326۔ جی جوہر ٹاون
لاہور پاکستان۔ 54770

۸۶۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نقشبندیہ مآخذ و مراجع

☆

ویکا گارڈنر

مرسلہ منیراحمد مسعودی (برمنگھم، یو۔ کے)

۶۳۳۷

بسم الله الرحمٰن الرحيم
نحمدهٗ ونصلی علٰی رسوله الکریم

Naqshbandiyya Bibliography

By Vika Gardner

Index

| General Histories | Historiography and Catalogues |

Literature, Theology and Religious Practices:

Primary Sources | Secondary Sources, Before Twentieth Century | Secondary Sources, Twentieth Century |

By Region

| Eurasia | Turkey and Ottoman Empire | India and Southeast Asia | Balkans | Middle East | Other |

Sources are limited to those in languages which I know. (Sorry!) Information in brackets are notes or comments.

Origins, Biographies, and General Histories

Abdulloh, Hoji Ismatulloh. "Bahouddin Naqshband." In *Ghoiiblar Xailidan Ëngan Chiroqlar*, pp. 168-175. Edited by Zufarjon Jöraev. Tashkent: Özbekistan, 1994. [IU: BP 189.4 .G495 1994.]

Abul Muhsin Muhammad Boqir ibn Muhammad Ali. *Bahouddin Balogardon*. Tashkent: 1993. [From Naqsh/Nav, p. 6. Placement tenetive. Another possible title: Maqomoti hazrati Xoja Naqshband. Possible translator: Mahmud Hasanii.]

Ahmad, Sayyid Aminuddin. *Sufiyah-yi Naqshband.* Lahore: Maqbul akid'mi, 1973. [ILL Chicago research libs. In Urdu. 430 pp. Handwritten. Biographies of Naqshbandi saints.]

Algar, Hamid. "The Naqshbandi Order: A Preliminary Survey of its History and Significance." *Studia Islamica* 44 (1976): 123-152.

_____. "A Brief History of the Naqshbandī Order." *Cheminements*, pp. 3-44. [Cited as "Algar3"]

_____. "Political Aspects of Naqshbandi History." *Cheminements*, pp. 123-152.

Babinger, Franz. "Zur Frügeschichte des Naqschbendi-Ordens." *Der Islam* 13 (1923): 105-107.

Bahai, Nasrullah. *[Risale-i Behaiyye] Buyuk Islam velisi Muhammed Behaeddin Shah Nakshibendi: hayati, sahsiyeti, menkibeleri*. Istanbul: M. Sevket Eygi Matbaasi, 1966. [RLIN: UC Berkeley. 147 pp.]

Berezikov, Evgenii. (Nasafii) *Hazrat Bahouddin Naqshband.* Toshkent: Özbekiston Respublikasi Fanlar Akademiyasi "FAN," 1993. [48 pp. Brief history of the order from a believer's perspective. Short quotes from other works. (Navoii, Sobiq). Some explanatory footnotes. UM: BP 80 .B16 B47 1993; IU: BP 80 .B227 B47 1993]

Bukhoro Davlat Universiteti. *Jahon mulkining nigohboni*. Bukhoro: 1993. [From Naqsh/Nav, p. 7]

Coslovi, Fr. "Il ruola secolare della tariqa naqshbandi: note preliminari." *Annali Ca'Foscari* 14 iii (ser. or. 6, 1975): 123-129.

Damrel, David William. "The Spread of Naqshbandî Political Thought in the Islamic World." *Cheminements*, pp. 269-288.

Dara Shekukh. *Safinat al-auliia*. ms. St. Petersburg, LO IVAN, S521. [IES-N.]

Dimashqiyah, ʻAbd al-Rahman. *al-Naqshabandiyah: ʻard wa-tahlil*. Riyad: Dar Tibah, 1984.

_____. *al-Naqshabandiyah: ʻard wa-tahlil*. 2nd ed. al-Qahirah: Maktabat Ibn Taymiyah, 1988.

Dovud, Muhammad. "Xoja Bahuddin Naqshbandii Mavalludining 675 iillighiga." *Saodat* 4-5 (April-May 1993): 2-4. [In Uzbek.]

al-Dzhili, ʻAbd al-Karim. *Tarik al-irshad li-takmil al-mu'minin va-l-aba ʻil*. Egypt. 1328 g.kh. [IES-N.]

Ertugrul, Mustafa. *Bahddin Nakshibent*. Istanbul, 1955.

Fletcher, Joseph F. *Studies on Chinese and Islamic Inner Asia*. Edited by Beatrice Forbes Manz. Aldershot, Great Britian: Variorum, 1995.

Fusfeld, W. "Naqshbandiyya Sufism and Reformist Islam." *J. Asian and African Studies* 18 (1983): 241-262. Also in *Ibn Khaldun and Islamic Ideology*, pp. 89-110. Edited by Bruce B. Lawrence. Leiden: E.J. Brill, 1984. [IU: DS1 .J86]

Gaborieau, Marc; Popovic, Alexandre and Zarcone, Thierry, eds. *Naqshbandis: Cheminements et situation actuelle d'un ordre mystique musulman*. Actes de la Table Ronde de Sèvres, 2-4 May

1985. Istanbul: Éditions ISIS, 1990. [UM/IU: BP189.7.N35 N36 1985. Cited in this bibliography as "Cheminements".]

Graham, Terry. "Shah Ni'matullah Wali: Founder of the Ni'matullahi Sufi Order." In *The Legacy of Mediaeval Persian Sufism*, pp. 173-190. Edited by Leonard Lewisohn. London: Khaniqahi Nimatullahi Publications, 1992. [Article mentions Naqshbandiyya a lot.]

Habib, Madelain. "Some Notes on the Naqshbandi Order." *Muslim World* 59 (1969): 40-49.

Hourani, A. "Shaikh Khalid and the Naqshbandi Order." *Islamic Philosophy and the Classical Tradition*, pp. 89-103. Edited by S. M. Stern, Albert Hourani and Vivian Brown. Columbia: University of South Carolina Press, 1972. [Grad. B740.I82]

Islomii, Hamidjon. *Ipor hid ila tughilgan orif Xoja Bahouddin Naqshband*. Toshkent: 1993. [From Naqsh/Nav, p. 6; placement tenetive.]

Jami, 'Abd al-Rahman. *The Nafahat al-Ons min Hadarat al-Qods, or the Lives of the Soofies by Mawlana Noor al-Din.* Calcutta, 1859.

_____. *Nafahât al-uns*. Ed. Mahdî Tawhîdîpûr. Tehran: Kitabfurushi-i Mahmudi, 1337/1958. [DeWeese, "Uvaysi". Same as above, in persian.]

Kabbani, Shaykh Muhammad Hisham. *The Naqshbandi Sufi way: history and guidebook of the saints of the Golden Chain.* Foreword by Seyyed Hossein Nasr. Chicago: Kazi Publications, 1995. [RLIN: 469 pp, illustr., biographies. Maps, biblio, indices.]

Khan, Sardar Ali Ahmad, ed. *The Naqshbandis*. Sharaqpur, Pakistan: Darul-Muballeghin Hazrat Mian Sahib, 1982. [UPenn. 182 pp. Biblio]

Khani, ‘Abd al-Majid ibn Muhammad. *al-Hada'iq al-wardiyah fi haqa'iq ajilla' al-Naqshabandiyah*. Damascus: ‘Abd al-Wakil al-Durubi, 1306 [1890].

Köprülü, Mehmed Fuat. *Influence du Chamanisme Turco-Mongol sur les Ordres Mystiques Musulmans*. Istanbul: Imp. Zellitch Frères, 1929.

Lakhuri, Gulam Sarbar. *Khazinat al-asfiia*. 2nd ed. 2 vols. Kanpur, 1902. [IES-G. No UM]

Makhfiulkhairi, Khalid Amin. *Silsilah-yi Khairiyah, ma'tazkirah-yi masha'ikh-i Naqshbandiyah*. Lahore: Khvajah Abulkhair Akaidaimi, 1981. [Chicago research center. In Urdu. 400+ pp, handwritten. Biographies of Naqshbandi's.]

Malamud, Margaret. "Sufi Organizations and Structures of Authority in Medieval Nishapur." *J. Middle East Stud.* (1994) 26, pp. 427-442.

Meier, Fritz. *Zwei Abhandlungen über die Naqshbandiyya*. Beiruter Texte und Studien, Band 58. Stuttgart and Istanbul: In Kommission bei Franz Steiner Verlag, 1994. [UM. Review of the history of the order. Includes bibliography. DS 42.4 .B42 v.58]

Ochilov, È. "Naqshbandiimi Naqshband?" *Özbekiston adabiëti va can"ati*, 30 April 1993. [from Naqsh/Nav, p. 7]

Qayumov, Aziz. *Bu ohang ila bilghasen Naqshband*. Toshkent: 1993. [from Naqsh/Nav, p. 6; placement uncertain.]

Roseman, J. "Sufi Orders in Different Social Contexts: Comparative Observations -- notes from current research." *Bulletin of the Israeli Academic Center in Cairo* 5 (1984): 10-11.

Said, A. Fuad. *Hakikat tarikat Naqsyabandiah*. Jakarta: Pustaka Alhusna, 1994. [RLIN: 212 pp., biblio. Yale.]

Semenov, A. A. "Bukharskii sheikh Bakhaud-din. 1318-1389. (k ego biografii)." *Vostochnyi sbornik v chest' A. N. Veselovkogo*, pp. 202-211. Moscow: 1914. [IES-N. No UM]

Shushud, Hasan Lutfi. *Masters of Wisdom of Central Asia*. Trans. Muhtar Holland. Ellingstring: Coombe Springs, 1983. [wants to be a trans. of the Rashahat.]

Snesarev, G. P. *Khorezmskie legendy kak istochnik po istorii religioznykh kul'tov Srednei Azii*. Moskow: Nauka, 1983. [UM: GR 300.S67; IU: BP188.8 .S652 K487 1983]

Viri, S. "Daughter of Fire by Irina Tweedie: Documentation and Esperiences of a Modern Naqshbandi Sufi." *Women as Teachers and Disciples in Traditional and New Religions*. Ed. E. Puttick and P. B. Clark. Lewiston, Queeston & Lampeter: Edwin Mellen Press, 1993.

Trimingam, *Sufi Orders in Islam*.

_____. *Sufiiskie ordeny v islame*. Trans. O. F. Akimushkin. Moscow: ???, 1989.

Usmon, Orif. *Bahouddin Naqshband va uning ta"limoti haqida.* Toshkent: 1993. [from Naqsh/Nav, p. 6; placement tenetive.]

Zarcone, T. "La Naqshbandiyya." *Les Voies d'Allah: Les ordres mystiques dan l'islam des origines à aujourd'hui.* Ed. A Popovic and G. Veinstein. Paris: Fayard, 1996. 479-483.

Historiography, Catalogues

Algar, Hamid. "Bibliographical Notes on the Naqshbandi tariqat." *Essays on Islamic Philosophy and Science*, pp. 254-259. Edited by G. F. Hourani. Albany: State University of New York Press, 1975. [IES-N. UM: B741.H85]

_____. "The Present State of Naqshband Studies." *Cheminements*, pp. 45-56.

Bobokhonov, Shamsuddin. Özbekistan F. A. Abu Paihon Berunii nomidagi Sharqshunoslik Instituti, Özbekistan Respublikasi Islom Hamkorlik Fondi. *Naqshbandiiya tariqatiga oid qölëzmalar fihristi.* Toshkent: "Movaraunnahr" Nashriëti, 1993. [IU: Z6616 .B237 B63 1993. From the archives in Tashkent, catalogue of books dealing with Naqshband/Naqshbandiyya. 127 pp. Entries in Uzbek instead of in Russian. Titles in Arabic alphabet like the original. No index, but an "explanation" in the back for some "sufi words and phrases" including their arabic-alphabet equivalents.]

DeWeese, Devin. *An 'Uvaysi Sufi in Timurid Mawaraṇahr: Notes on Hagiography and the Taxonomy of Sanctity in the Religious History of Central Asia.* Papers on Inner Asia, no. 22. Research

Institute for Inner Asian Studies. Bloomington, IN: Indiana University, 1993.

Farhadi, A.G. Rawan. "On Some Early Naqshbandî Major Works." *Cheminements*, pp. 63-68. [Not a good article.]

Mîrzâ Shâh-Mahmûd Çurâs. [17th c.] title??. [from Bregel/Storey, v.2, p. 1206, #1069. Descent from Makhdum-i A'zam noted, as well as author being Black Mtn Khoja. Lived in Kashghar. Work is a history?]

Muhammad Hakîm-khân b. Ma'sûm-hân. [b. 1802/3]. *Muntahab at-tavârîkh*. [from Bregel/Storey, v.2, p. 1189, #1054. Descent noted from Makhdum-i A'zam. Served as shaykh al-islam under Muh. 'Umar-Khan (1810-22); this history written in Orenburg c. 1843. History from eastern Naqsh. source?]

Rose, H. A. "Some Problems in Naqshbandi History." *Indiana Antiquary* 52 (1923): 204-211. [From DeWeese biblio, not checked yet. Placement tenetive.]

Ruspoli, Stèphane. "Notice sur les manuscrits naqshbandi de 'Fonds Molé'." *Cheminements*, pp. 57-62.

Tillabaev, R. A. "K voprosu ob ordene Naqshbandiia." In *Iz Istorii Sufizma: Istochniki i Sotsial'naya Praktika*, pp. 16-26. Edited by M. M. Khairullaev. Tashkent: Izdatel'stvo "FAN" Akademii Nauk Respubliki Uzbekistan, 1991. [IU: BP 188.5 .I9 1991. Source footnotes including those to original sources.]

Literature, Theology and Religious Practices

Primary Sources

Abu al-Hasan Muhammad Baqir ibn Muhammad ‘Ali. *Makâmât-i Shah-i Nakshband.* Bukhara, 1327 [1909].

_____. *Maqamat-i Khvajah-i Baha al-Din Naqshband.* lithograph edition, Kalabad, 1328.

_____. *Maqamat-i Khvajah-i Baha al-Din Naqshband.* Toshkent: "Ëzuvchi" Nashriëti, 1993.

Khoja Ahrâr. *Faqarat al-'ârifin.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #2355.

_____. *Faqarat al-'ârifin.* ms. Dushanbe, IV Taj., #4031/III, ff. 267b-320b.

_____. *Majmû'ât-i Murâsalât.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #3735/II.

_____. *Manokibi tazrati Eshon.* ms. Dushanbe, IV Taj., #4125.

_____. *Risâla-yi dhikr.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #5460.

_____. *Risâla-yi walîdiya.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #526.

_____. *Rukoati Khoja Ahrar.* ms. Dushanbe, IV Taj., #146.

Shaykh Muhammad Murâd Bukhârî. *Risâla-yi Unsîya.* ms. Shehid Ali Pasha (Süleymaniye) 1386. [from Alger1. Persian?]

Dagistani, Shaikh ‘Abd Allah. *The Naqshbandi Way: a guidebook for spiritual progress. The Spiritual Exercises of the Naqshbandi Sufi Path.* Mersim: Sheikh Nazim, 1982.

Halit Ziyaeddin. *Menakib-i sems us-sumus der hakk-i hazret-i mevlana Halit ul-Arus*. Dersaadet [Istanbul]: Mahmut Bey Matbaasi, 1302 [1884 or 1885].

Hidayat ‘Ali Naqshbandi Mujaddidi Jaipuri, Muhammad. *Mi'yarussuluk va dafi' al-auham va shakuk kitab-i haza bazaban-i Urdu basilsilah-i hazarat-i Naqshbandiyah Mujaddidiyah.* Karaci: Eijukeshnal Press, 1900?

Nur ad-Din ar-Rahman ibn Ahmed Jami (1414-1492). [See individual biblio for list of published and manuscript works, as well as works about him and his work in a Sufi context.]

Amir Kulal. *Durdona: Mir Kulol va Shohi Naqshband maqomotlaridan*. Edited by Ne’mat Aminov. Trans. by Sadriddin Salim Bukhorii and Isroil Subhonii. Toshkent: "Sharq" Nashriët-matbaa kontsernining bosh tahririyati, 1993. [75 pp. In Uzbek. Siisila in back, short bio's going to M. Parsa. IU: BP 189.7 .N35 A45 1993.]

_____. *Durdona: Mir Kulol va maqomot-i Shohi Naqshband.* Tashkent, 1911.

_____. *Maqomot-i Saiiid Amir Kulol*. ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #7222/II.

Manâqib-i Ahrâr. ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #9730.

Makhdum-i A'zam. [Ahmad ibn Mavlânâ Jalâluddin Xojagii Kasani.] Bibliography of his works maintained separately.

Naqshbandi, Khalid. *Tercume-yi Risale-yi Halidiye*. Trans. Ahmad ibn 'Ali. Ozege, ms. Eski harflerle, #20656.

_____. *Naqshi az Mawlana Khalid Naqshbandi va payravan-i tariqat-i*. Trans. and edited by Mahin'dukht Mu'tamidi. Tehran: Pazhang, 1368 [1989].

Naqshbandi, Muhammad Nazim Adil al-Haqqani. *Mystical Secrets of the Last Days*. Los Altos, CA: Haqqani Islamic Trust for New Muslim, 1994.

_____. *The Divine Kingdom*. Los Altos, CA: Haqqani Islamic Trust for New Muslim, 1994.

Parsa, Muhammad [Muhammad ibn Muhammad ibn Mahmud al-Hafizii al-Bukhârii]. *Risâlah-i Qudsiyyah*. Edited and annotated by Malik Muhammad Iqbal. Rawalpindi, Pakistan: Iran Pakistan Institute of Persian Studies, 1975. [Same as Qudisya below, with different editor. Has more extensive indices. ILL U-Wisconsin. Includes large sheet of silsila. Calligraphy, in Persian. Hold. Copy also held in RIFIAS.]

_____. *Qodsîyyah*. Edited and annotated by Ahmad Tâhirî 'Irâqî. Tehran, 1354 [1975]. [from Algar2. hold. Annotated, indices. Printed, in Persian.]

_____. *Qodsiyyah*. ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #2517/VII [dtd. 1470], #2520/III [dtd. 1556], #503/II [dtd. 1657], #8183 [dtd. 1737], #890/I [dtd 1825].

_____. *Anis am-malibin va `yddat as-salikin.* ms. St. Petersburg GU, No. 386. [IES-N.]

_____. *Fasl al-Khitâb.* Trans. into Turkish as Tevhide Girish by Ali Hüsrevoglu, 1989. [No UM, from Algar 2. Asked Feyza about it 9/29/95.]

_____. *Fasl al-Khitâb.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #1449/I [dtd. 1466], #1450 [dtd. 1618], #2238 [dtd. 1618], #584 [dtd. 17th c.].

_____. *Maqâmât-i Khoja Bahâuddin Naqshband.* ms. Ṭashkent, Sharqshunosliq instituti, #2520/I [dtd 1568.].

_____. *Risola-i kashfiya.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #8183/IV, ff 68a-85a [Dated 1737.]

_____. *Risola-i kudsiyya.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #8183/IV, ff 86b-115a. [This is also in Iraqi's edition of the Qodsiyyah.]

_____. *Tahqiqât.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #1411 [dtd 1635].

_____. *Tufat as-Sâlikîn.* Delhi, 1390 [1970]. [From Algar3.]

Qozi, Muhammad [Muhammad ibn Burkhâniddin]. *Silsilat-ul-orifin va tazkirat is-sidikin.* ms. Dushanbe, A. Firdawsi Library, #1442.

al-Rashid, Muhammad Ma+mun. *Naqsha-i Naqshband.* Dacca, 1403 [1982-3].

Sirhindi, Ahmad. *Ithbât al-nubuwwa*. Haydarabad-Sind, 1383 AH.

_____. *Maktubat Imam rabbani mujaddid alif sani: bhazrat Shaikh Ahmad Naqshbandi Sirhindi*. 2 vols. Trans. and edited by Qazi 'Alimuddin. Haidarabad, Pakistan: al-Lajnatah al-'Ilmiyah, 1971.

_____. *Maktubat-i Imam Rabbani, Hazrat Mujaddid-i Alif-i Sani al-Shaykh Ahmad Sarhandi*. 6 vols. Trans. and edited by Ghulam Mustafa Naqshbandi Mujaddadi. Lahore: Nur Kumpani, 1383 [1963].

_____. *Ma'ârif laduniyy*a. ms. Rampur, 938.

al-Safî. [Va'iz, Fakhr ad-din 'Ali b. Husain Kashifi.] *Rashahat-i 'ayn al-hayat*. Edited by 'Alî Asghar Mu'înîân. Lakkhnau: Navalkishop, 1897.

_____. *Rashakhat 'ain-khaiat*. Laknou: 1905. [Lithograph, cite in Russian, article by é.é. Karimov.]

_____. *Rashahat-i 'ayn al-hayat*. 2 vols. Tehran: Intisharat-i Bunyad-i Nikukari-i Nuriyani, 2536 [1977]. [Hold. RLIN: v.2 : facsim. SERIES: Silsilah-'i Intisharat-i Bunyad-i Nikukari-i Nuriyani; shumarah-'i musalsal 15. In Persian. Includes index. Bibliography: p. 767-771. UPenn. This text also cited as: Safî, Fakhr ad-Din 'Alî. Rashahât 'Ayn al-Heyât. Ed. 'Alî Asghar Mu'înîân. 1977, from Algar2, UM. Also published in Tashkent, 1911, see Algar, 1976.]

_____. *Rashhaotu-aiinul haët*. Trans. Mahmud Hasanov. *Fan va turmush* zz (1991): xx-yy. [Partial translation. source of cite: SS Buxorii, "Dilda" 10-son.].

Tajlil, Jalil. *Naqshband-i sukhan, ya, Majmu'ah-i maqalat-i adabi*. Tehran: Nashr-i Ishraqiyah, 1368 [1989/90].

Ya'qûb Charkhî. *Aqvoli Baho-ud-din*. ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #3424.

_____. *Risâla fî 't-tarîqa an-Naqshbandîya*. ms. Murat Bukhari (Süleymaniye) 206. [from Algar1.]

_____. *Risola-i unsiiya*. ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #5825 [Dated 1806; there are 10 other copies of this text.]

_____. *Risâlat-ul-mussamo bil-unsiya*. ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #5765.

_____. *Silsila-i Naqshbandiya*. ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #3410/III, #9328/I, #12540/III. Others, from Karimov article, also Tashkent, 11, 260/IX, 6832, 10740, 12540/IV, 11235/II.

_____. *Tafsir-i Ya'qub-i Charkhii*. ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #8745 [dtd. 1525], #5103 [dtd. 1554] #10792 [dtd. 1556], #5174 [dtd. 1575], #3832 [dtd. 1591], there are also 15 other copies of this text, down to the 19th century.

Literature, Theology and Religious Practices

Secondary Sources, Before Twentieth Century

al-Bukhori, Salâh ibn Mubârâk. *Min makomoti arjmand va makoloti sudmandi khazrati Khoja-i Bahâ-ud-din-i Naqshband.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #P502/VI.

Dzhaferagich, Osman Shükrü. *Risâla fî 't-Tarîqa an-Naqshbandiya.* ms. Gazihusrevbegova (Sarajevo) 4447. [From Algar1. Given location, are there other copies of this ms, or is it now gone?]

Jamî, 'Abd al-Rahman. *Sar-rishta-i tarîq-i khwâjagan.* Edited by 'Abd al-Hayy Habîbî. Kabul, 1343 [1964].

Karamollazade, Abdulhamit. *Adap uz-zakirin necat us-salikin.* Istanbul, 1295 [1878].

Mustaqimzade, Suleyman Sadeddin. *Tuhfet al-hattatin (Tuhfat al-khattatin).* Ed. Ibnulemin Mahmud. Istanbul: Devlet Matbassi, 1928. [This is the Naqshbandi work Schimmel mentions about calligraphers. Hold.]

Naqd an-Nusûs fî Sharh Naqsh al-Fusûs. Edited by W. Chittick. Tehran, 1398/1977. [From Algar2. UM.]

an-Namangani, Ahmed ibn Sa'd ud-Din al-Uzgeni. *Nazkiro-i Bogra Khan-i.* ms. Tashkent Sharqshunosliq instituti, #2107. [Dated 1818.] [Probably "Tazkirâ-i Bôgra Khan-i."]

Nishapuri, Jalal al-din Abd al-Awwal. *Majâlis-i 'Ubaydallâh Ahrâr.* ms. India Office, DP890.

Qazvînî, Muhammad b. Husayn. *Silsilanâma-yi Ḳhwâjagân-i Naqshband.* ms. Lâleli 1381. [from Alger1.]

_____. *Silsilanâma-yi Khwâjagan-i Naqshband.* ms. Paris, Bib. Nat., #1418, ff 18a-21b.

_____. *Silsilahâ-i tasavvuf.* ms. Kabul, Nat. Arch., #(56/45)/17, ff 168a-182a.

Samarqandi, Burhan al-din. *Silsilat al-'ârifîn.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #4452/I.

Shihabuddin ibn banat Amir Hamza. *Maqâmât Amir Kulâl.* ms. Tashkent, Sharqshunosliq instituti, #2309. [Dated 1862.]

Vyatkin, V. L. "Sheikh Abu Yusuf Khamadanii." *Turkestanskie Vedomosti.* 1893, p. 679-?. [From Karimov article.]

_____. "O Khodzha Akhrare." *Turkestanskie Vedomosti.* 1898, No. 3, p. xx-yy. [From Karimov article, includes p. 10.]

_____. "Iz biografii Khodzha Akhrara." *Turkestanskie Vedomosti.* 1904, No. 1804, pp. xx-yy. [From Karimov article, includes p. 693.]

Secondary Sources, Twentieth Century

Algar, Hamid. "Silent and vocal dhikr in the Naqshbandi order." *Akten des VII Kongresses für Arabistik und Islamwissenschaft*, pp. 39-46. Göttengen, 15-22 August 1974. Göttengen:

Vandenhoeck & Ruprecht, 1976. [cited as "Algar1". UM: AS 182.G54 ser.3 no.98]

_____. "Reflections of Ibn ‘Arabi in Early Naqshbandî Tradition." *Journal of the Ibn `Arabi Society* X (1991): 45-66. [cited as "Algar2".]

Beveridge, H. "The Rashahat-i ‘Ain al-Hayat (Tricklings from the Fountain of Life)." *J. Royal Asiatic Society* (1916): 59-75. [From DeWeese biblio. Not checked yet.]

Chodkiewicz, Michel. "Quelques aspects des techniques spirituelles dans la tarÏqa Naqshbandiyya." *Cheminements*, pp. 69-82.

_____. "Rites of Initiation in Sufi Orders." Trans. by Terry Graham. *Sufi* 26 (1995): 5-11. [Mostly popular, but talks about Naqsh. a lot.]

DeWeese, Devin. "The Mashâ’ikh-i Turk and the Khojagân: Rethinking the links between the Yasavî and the Naqshbandî Sufi Traditions." *J. Islamic Studies* 7/2 (July 1996): 180-207. [IU: DS35.3 .J68]

Fletcher, J. "The Naqshbandiyya and the Dhikr-i arra." *J. Turkish Studies* 1(1977): 113-119. [UM: DR 401-J86 Also published in his book. In China.]

Gross, Jo-Ann. "Multiple Roles and Perceptions of a Sufi Shaikh: Symbolic Statements of Political and Religious Authority." *Cheminements*, pp. 109-122.

ter Haar, Johan. "The Importance of the Spiritual Guide in the Naqshbandi Order." In *The Legacy of Mediaeval Persian Sufism*, pp. 311-322. Edited by Leonard Lewisohn. London: Khaniqahi Nimatullahi Publications, 1992.

Meier, Fritz. *Meister und Schüler im Orden der Naqshbandiyya: Vorgetragen am 10.* Heidelberg: Universitötsverlag C. Winter, 1995. [IU: BP189.7.N35 M445 1995. 25 pp.]

Molé, Marijan. "Autour du Daré Mansour: l'apprentissage mystique de Baha' al-Din Naqshband." *Revue des Etudes Islamiques* 27(1) (1959): 35-66.

_____, ed. "Quelques traités naqshbandis (naqshbandiyyat)." *Farhang Irân Zamîn* 7 (1959): 273-323. [translates 5 treatises; 1961 edition has another one.]

Olim, Sultonmurod. *Naqshband va Navoi*i. Toshkent: "Ëqutuvchi," 1996. [214 pp., footnotes.]

Pulati, A È. and A. Khatipov. "O traktatakh Makhdumi A'zama (Predvaritel'noe soobshchenie." *Voprosy istorii matemaiki astronomii* 229 (1972): 19-24. [Hold. From Buhr? Description of a compilation of M-A, perhaps those in SVR III & IV, which is the only source they cite for "all 29" tracts. Most of the descriptions are extremely short. Order does not match 1443, but matches 501's marginal roman numerals (e.g., skips X and XIV) in the first part, but adds some other tracts to the end. Perhaps another codex in Samarqand?]

Riyaz, Muhammad. *Ahvâl va âsâr va ash'âr-i Mir Sayyid 'Alî-i Hamadânî*. Islamabad, 1364/1985. [UM. From Algar2]

Ruspoli, Stèphane. "Réflexions sur la voie spirituelle des Naqshbandî." *Cheminements*, pp. 95-108.

Shukur, Èshqobil. "Xoja Bahovuddin Naqshbandii." *Saodat* (July-August 1992): 1. photos inside front cover (color). [One page article on making a pilgrimage to the shrine.]

Sulton, Izzat, ed. *Bahavuddin Naqshband adabiyati.* (Naqshbandiya tariqatining zamonavii ahimiyati haqida tadqiqot.) Toshkent: Özbekiston Respublikasi FA "FAN" Nashriëti, 1994. [87 pp. Explanatory and source footnotes. In Uzbek. IU: BP 90 .B227 S84 1994. Source footnotes on pp. 8, 30, 75, 84. Amazingly knowledgeable for such a small book; seems to know well Navoii, Safi and the problems that one encounters comparing them. Lots of bows to Yasavi.]

Tasköprûzade. *Ash-Shaqâ'iq an-Nu'mânîya.* Beirut, 1395/1975. [From Algar2, ftn 12. This quotes a disciple of Naqshband.]

Historically or geographically periodicized works, by region

Eurasia (includes China)

Akram, Botirkhon. "Hazrati Bahouddin va Navoii". In *Ghoïiblar Xailidan Ëngan Chiroqlar*, pp. 199-211. Edited by Zufarjon Jörarv. Tashkent: Özbekistan, 1994. [IU: BP 189.4 .G495 1994.]

Algar, Hamid. "Shaykh Zaynullah Rasulev: The Last Great Naqshbandi Shaykh of the Volga-Urals Region." In *Muslims in Central Asia: Expressions of Identity and Change*, pp. 112-133.

Edited by Jo-Ann Gross. Durham, NC: Duke University Press, 1992.

Aubin, Françoise. "En Islam chinois: quels Naqshbandis?" *Cheminements*, pp. 491-574.

Babadzhanov, [Babajanov] Bakhtiyor M. "On the History of the Naqshbandiya Mujaddidya in Central Mawara'annahr in the Late 18th and Early 19th Centuries." In *Muslim Culture in Russia and Central Asia from the 18th to the Early 20th Centuries*, pp. 385-413. Edited by Michael Kemper, Anke von Kügelgen and Dmitruy Yermankov. Berlin: Klaus Schwarz Verlag, 1996.

_____. "Zahîr al-Dîn Muhammad Mîrzâ Bâbur et les Shaykh Naqshbandî de Transoxiane." Trans. Th. Zarcone. In Inde-Asie Centrale: Routes de commerce et des indées. *Cahiers d'Asie Centrale*, No. 1-2. Tashkent / Aix en-Provence, 1996. 219-26.

Bennigsen, Alexandre and Lemercier-Quelquejay, Chantal. "'L'Islam Parallèle' en Union SoviÊtique: Les Organisations Soufies dans la République Tchètchéno-Ingouche." *Cahiers du Monde Russe et Soviétique* 21 (1980): 49-63.

_____. "Lieux Saints et Sufisme au Caucase." *Turcica* 15 (1983): 179-99.

_____. "Brèves remarques sur la Naqshbandiyya en Union Soviètique." *Cheminements*, pp. 441-446.

Boldyrev, A. N. "Eshchë raz k voprosy o khodzha-Akhrare." In *Dukhovenstvo i politicheskaya zhizn na blizhnem i srednem vostoke v periode feodalizma*, pp. 47-63. Moscow: Izdatdel'stvo Nauk, Glavnaya redaktsiya vostochnoi literatury, 1985.

Bukhorii, Sadriddin Salim, ed. *Bahouddin Naqshband ëki etti pir*. Toshkent: "Ëzuvchi" Nashriëti, 1993. [16 pp. In Uzbek. Brief information about the tariqa and some of its major pirs. No references. UM: BP 80 .B16 B85 1993; no IU]

_____, ed. *Dilda Ër (Hazrat Bahouddin Naqshband)*. Toshkent: Ghafur Ghulom nomidagi Adabiët va San"at Nashriëti, 1993. [77 pp. ToC. In Uzbek. Explanatory footnotes. Selections from various Hikoyatlar. Silsila, short bio's in the back going to 16th c. Internal citations to sources of directly quoted material. Some Persian poetry (in cyrillic) translated into Uzbek. IU: BP 80 .B227 B857 1993. No UM.

works mentioned by name internally:
Jomii: "Nafohatul-uns min hazarot al-quds", "Bahoriston"
Shaix Voiz Koshifii: "Futuvvatnomai sultoniya"
Aziz Nasafii: "Maqsadul asqo"; "Lisonut tair", Tash., Gh. Adab. Nash., 1991.
V. A. Zhukoviskii, "Chelovek i nozhanie u persedskikh mistikov", St-Pete, 1895.
M. Zokirov, "Tasavvuf ta"limoti haqida", Sh. Yu., 7-son., 1990.
Navoii, "Nasoimul muhabbat"
Ali Safii: "Rashohatu ainul haÌt"; uzbet ed. "Fan va Turmush, 1991
R. A. Moudin: "HaÌtdan keiingi haÌt haqida mushohadalar"
two hadith collections in Uzbek, both Tashkent, 1991,
Muh. al-Ghazzoli in trans, Buxoro, 1992
A. Muxammedxodjaev, "Gnoseolgiya sufizma", Dushanbe, "Donish", 1990.
Ubaidulloh Ahror: "Risolai volidya", Tash., ìzuvchi", 1991.
SÃfi Olloìr, "Sabotul", Tash., "ChÃlpon", 1991.

Mahmud As"ad JÃshan, (from Isanbul)]

Castagné, Joseph. "Le culte des lieux saint de l'Islam au Turkestan." *L'Ethnographie NS* 46, 1951. [from Meier biblio]

Chekhovich, O. D., ed. *Bukharskie Dokumenty XIV v.* Tashkent: Izdatel'stvo "Nauk" Uzbekskoi SSR, 1965. [RIFIAS, DK871.C5. 211 pp, printed Persian and Russian. Index, biblio, plates of Persian texts. Most of the contents concern a vakf of Saifiddin Bakharzi (14th c.); one entry is by Dehbedi (1879), when he was writing a vakf-nama, and said he was a descendant of Bakharzi. (p. 211)]

_____. *Samarkandskie dokumenty XV-XVI vv. (O vladennyakh Khadzhi Akhrara v Srednei Azii i Afganistane)*. Moscow: NNN, 1974.

_____. "O sotsial'noi roli i politicheskoi deyatel'nosti Khodzhi Akhrara." *Bartol'dovskie chteniya*, 1982. God Shestoi, Tezisy dokladov i soobshchenii. Moscow: NNN, 1982, pp. xx-yy. [cite from Karimov article, includes page 71.]

Demedov, S. M. *Sufizm v Turkmenii (evolyutsiya i perezhitki)*. Ashkabad, 1978.

DeWeese, Devin. "The Eclipse of the Kubraviyah in Central Asia." *Iranian Studies* XXI(1-2) (1988): 45-83.

_____. "Sayyid 'Ali Hamadani and Kubrawi Hagiographical Traditions." In *The Legacy of Mediaeval Persian Sufism*, pp. 121-158. Edited by Leonard Lewisohn. London: Khaniqahi Nimatullahi Publications, 1992.

Fletcher, Joseph. "Central Asian Sufism and Ma Ming-hsin's New Teaching." *Proceedings of the Fourth East Asian Altaistic Conference*, pp. 75-96. Edited by Ch'en Chieh-hsien. Taipei: National Taiwan University, 1975. [In book. 18th century.]

_____. "Confrontations between Muslim missionaries and nomad unbelievers in the late sixteenth century: Notes on four passages from the 'Diya' al-qulub'". *Tractata Altaic*, pp. 167-174. Edited by W. Heissig. Weisbaden: Otto Harrassowitz, 1976. [Not much on Naqsh.]

_____. "The Taylor-Pickens Letters on the Jahri Branch of the Naqshbandiyya in China." *Central & Inner Asian Studies* 3 (1989): 1-35.

_____. "The Naqshbandiyya in northwest China." Edited by Jonathan N. Lipman. In *Studies on Chinese and Islamic Inner Asia*. Edited by Beatrice Forbes Manz. Aldershot, Great Britian: Variorum, 1995, pp. 1-46.

Gafurdzhanova, T. "Obshchestvenno-politicheskaya, kul'turnaya i literaturnaya zhizn' Srednei Azii v XIII-XIV vv." In *Istoriiya Uzbekskoi Literatury*, pp. 103-137. Edited by A. Kh. Khayitmetov and Z. S. Kedina. Tashkent, 1987. [From Algar2. UM holds.]

Ghozii, Ilëskhon. "Naqshbandiya tariqatining buyuk siimosi -- Maxdumi A'zam." In *Ghoiiblar Khailidan Ëngan Chiroqlar*, pp. 264-278. Edited by Zufarjon Jörarv. Tashkent: Özbekistan, 1994. [IU: BP 189.4 .G495 1994.]

Gordlevskii, V.A. "Bakhauddin Nakshband Bukharskii." *Izbrannye sochineniya*. v.3, pp. 369-386. Moscow, 1962. [IES-N. UM holds: DS 155.G66 1960 v1-4. Originally published 1934.]

Gross, Jo-Ann. *Khojar Ahrar: A Study of the Perceptions of Religious Power and Prestige in the Late Timurid Period.* Unpublished Ph.D. dissertation, New York University, 1982.

_____. "The Economic Status of a Timurid Sufi Shaykh: A Problem of Conflict or Perception." *Journal of Iranian Studies* 21 (1988): 84-104.

_____. "Authority and Miraculous Behavior: Reflections on Karamat Stories of Khwaja ʻUbaydullah Ahrar." In *The Legacy of Mediaeval Persian Sufism*, pp. 159-172. Edited by Leonard Lewisohn. London: Khaniqahi Nimatullahi Publications, 1992.

Haidar, Muhammad. *Ta'rikh-i Rashidi.* Trans. E. D. Ross. London, 1895. [Trimingham (p. 237) cites p. 113, 97 as discussing the mediating influence of Shaikh "al-Ahrar". See also H. Beveridge, "The Rashahat-i ʻAin al-Hayat", JRAS, 1916, pp. 59-75 for a discussion.]

Haiit, Tölqin. "Ulughbekning öldirilishida Khöja Ahrarning qöli bormi?" In *Ghoiiblar Xailidan Ëngan Chiroqlar*, pp. 242-252. Edited by Zufarjon Jörarv. Tashkent: Özbekistan, 1994. [IU: BP 189.4 .G495 1994.]

Halbach, Uwe. "ʻHoly War" against Czarism: The Links between Sufism and Jihad in the Nineteenth Century Anticolonial Resistance Movement against Russia." In *Muslim Communities Reemerge: Historical Perspectives on Nationality, Politics, and Opposition in the Former Soviet Union and Yugoslavia*, pp. 251-276. Edited by (German edition) Andreas Kappeler, Gerhard Simon and Georg Brunner; (English edition) Edward Allworth. Trans. by Caroline Sawyer. Durham, NC: Duke University Press, 1994.

Hamada, Masami. "De l'autorité religieuse au pouvoir politique: la révolte de Kûca et Khwâja Râshidîn." *Cheminements*, pp. 455-490.

Israeli, Raphael. "The Naqshbandiyya and Factionalism in Chinese Islam." *Cheminements*, pp. 575-588.

Jersild, Austin Lee. "Who was Shamil?: Russian colonial rule and Sufi Islam in the North Caucasus, 1859-1917." *Central Asian Survey* 14(2) (1995): 205-223. [CAS has several other articles on Shamil that I did not copy but which I might want to look at later.]

Jalilov, Saifiddin. "Khöja Ahror Valii." *Fan va Turmush* 7 (1990): 26-30.

Karimov, é. é. "K kharakteristike sufiiskogo bratstva naqshbandiia v Srednei Azii XIV-XV vekov." *Obshchestvennye nauki v Uzbekistane*. (Tashkent) No. 8 (1989), pp. xx-yy. [from another Karimov article, includes p. 47.]

_____. "'Rashakhot 'Ayn al-khaiat' kak istochnik po izucheniiu istorii Maverannakhra XV veka." *Obshchestvennye nauki v Uzbekistane* 1 (1990): 46-50. [from DeWeese biblio, 1995.]

_____. "Nekotorye aspekty politicheskoi i religiozno-filosofskoi praktiki tarikata Nakshbandiia v Maverannaxpe XV v." In *Iz Istorii Sufizma: Istochniki i Sotsial'naya Praktika*, pp. 74-87. Edited by M. M. Khairullaev. Tashkent: Izdatel'stvo "FAN" Akademii Nauk Respubliki Uzbekistan, 1991. [IU: BP188.5 .I9 1991. Source footnotes, (entered). Uses Trimingham (in Russian) heavily.]

Manz, Beatrice Forbes. "Central Asian Uprisings in the Nineteenth Century: Ferghana under the Russians." *Russian Review* ??(>1988): xx-yy.

McChesney, R. D. *Waqf in Central Asia: Four Hundred Years in the History of a Muslim Shrine, 1480-1889*. Princeton: Princeton University Press, 1991.

_____. "Some Observations on Gardens and its [sic.] Meanings in the Property Transactions of the Juibari Family in Bukhara, 1544-77." In *Gardens in the Time of the Great Muslim Empires, Theory and Design*. Suppl. to the *Muqarnas*, An Annual on the Visual Culture of the Islamic World, Vol. 7. Ed. Attilio Petruccioli. Leiden: E.J. Brill, 1997. pp. xx-yy.

Mukhammedkhodzhaev, A. [Muhammedkhojaev] *Ideologiya Naqshbandizma*. Dushanbe: Donish, 1991.

Nekrasova, Yelizaveta. "The Burial Structure at the Chor-Bakr Necropolis near Bukhara from the Late Eighteenth to the Early Twentieth Centuries." *Muslim Culture in Russia and Central Asia from the 18th t the Early 20th Centuries*. Ed. Michael Kemper, Anke von Kügelgen, and Dmitriy Yermakov. Berlin: Klaus Schwarz Verlag, 1996. 369-384a. [Includes illustrations. Talks about Juibari sheikhs.]

Œuvres philosophiques et mystiques de Shihabaddin Yahya Sohrawardi (Opera metaphysica et mystica II). Bibiothèque Iranienne 2, Teheran-Paris, 1964. [from Meier biblio]

Olim, Sultonmurod. "Uch buyuk tariqat." In *Ghoiiblar Xailidan Engan Chiroqlar*, pp. 90-124. Edited by Zufarjon Jörarv.

Tashkent: Özbekistan, 1994. [IU: BP 189.4 .G495 1994. Yasaviyya, Naqshbandiyya, Kubrviyya.]

Oriental Miniatures of Abu Raihon Beruni Institute of Orientology of the UzSSR, Academy of Sciences. Tashkent: Gufur Gulyam Literature and Art Publishing House, 1980. [Miniatures from several different genres from the sixteenth to nineteenth centuries published in full color with descriptions in Uzbek, Russian and English. Some are unfortunately excised from the context of the material text, however, this is a rare, beautifully published edition of some of the Sharqshunoslik collection. Citation in Uzbek: *Sharq Miniatyurasi*. Uzbekistan SSR Fanlar akademiyasi Abu Raihon Berunii nomidagi Sharqshunoslik instituti. Toshkent: Gafur Gulom nomidagi Adabiët va san"at nashriëti, 1980. See plates 65-67 for a source on Naqshbandis of the 18th century in Kashghar. IU: ND 3241.A28 1980]

Paul, Jürgen. *Die politische und soziale Bedeutung der Naqshbandiyya in Mittelasien im 15 Jahrhundert*. Studien Zur Sprache, Geschechte und Kultur des Islamischen Orients, Band 13. New York: Walter de Gruyter, 1991. [Extensive biblio, index.]

_____. "Forming a Faction: The Himâyat System of Khoja Ahrar." *Int. J. Middle East Studies* 23 (1991): 533-548.

_____. "Les confrèries soufies, mystique et économie." *Samarcande 1400-1500: la cité-oasis de Tamerlan: coeur d'un empire et d'une renaissance*. Ed. V. Fourniau. Paris: Autrement, 1995. 150-160.

_____. *Samarkandskie dokumenty XV-XVI vv. (o vladeniiakh Khodzhi Akhrara v Srednei Azii I Afghanistane*. Moscow: Nauka, 1974.

_____. "Influences indiennes sur la *naqshbandiyya*d'Asie centrale?" In Inde-Asie Centrale: Routes de commerce et des indées. *Cahiers d'Asie Centrale*, No. 1-2. Tashkent / Aix en-Provence, 1996. 203-17.

Rizvi, Saiyid Athar Abbas. *Muslim revivalist movement in Northern India.* Agra, 1965. [IES-N, UM: BP63 .I4 R63]

Roy, Olivier. "La Naqshbandiyya en Afghanistan." *Cheminements*, pp. 447-454.

Rywkin, Michael. "The Communist Party and the Sufi Tariqat in the Checheno-Ingush Republic." *Central Asian Survey* 10(1/2) (1991): 133-145.

Semenov, A. A. "Rasskaz shugnanskikh ismailitov o bukharskom sheikh Bekhâ-ud-Dîne." *Zapiski Vostochnogo otdeleniia Russkogo arkheologicheskogo Obshchestva* 22 (1913-14): 321-326. [From DeWeese biblio, 1995, not checked yet. Placement tenetive.]

_____. "Dva avtografa Khozhi Akhrar." *Epigrafika Vostoka* 5 (1951): 51-57. [From DeWeese biblio, 1995, not checked yet. Placement tenetive.]

Shaw, Robert Barkley. *History of the Khojas of Eastern Turkistan summarized from the Tazkira-i-khwajagan of Muhammad Sadiq Kashgari*. Edited with intro. by Ney Elias. Calcutta: Asiatic Society, 1897.

Sukhareva, O. A. "Potomki Khozha Akhrar." In *Dukhovenstvo i politicheskaia zhizn' na Blishnem i Srednem Vostoka v periode feodalizma*, pp. 115-205. vyp. 7. Moscow, 1963.

Viatkin, V. "Iz biografii Khodzhi [sic] Akhrara." *Turkestanskie Vedomosti* 147 (1904).

Zarcone, Thierry. "Le mausolée de Baha al-Din Nakshband à Bukhara (Uzbekistan)." *J. Turkish Studies* 19 (1995): 231-244.

_____. "Une route de sainteté islamique entre l'Asie centrale et l'Inde: la voie Ush-Kashghar-Srinagar." In Inde-Asie Centrale: Routes de commerce et des indées. *Cahiers d'Asie Centrale*, No. 1-2. Tashkent / Aix en-Provence, 1996. 227-54. *[Rifias. Hold]*

Zohidov, P. *Khoja Bahouddin Naqshband Me"morii Hazira*. [no pub info, 1993]. [IU: BP 80 .B227 Z648 1993. 16 pp. Unreferenced guide to Naqsh's tomb, including measurements. Artist's drawing. In Uzbek. Gives dates and measurements for some other buildings, probably connected to the site as well. See Naqsh/Nav, p. 6; published in Tashkent.]

Turkey and the Ottoman Empire

(see also Balkans, Middle East)

Abu-Manneh, Butrus. "The Naqshbandiyyah-Mujaddidiyya in the Ottoman Lands in the Early 19th Century." *Welt des Islams* 22 (1982): 1-36. [UM: DS6.w46]

_____. "Khalwa and râbita in the Khâlidi Suborder." *Cheminements*, pp. 289-302.

Algar, Hamid. "Devotional Practices of the Khalidi Naqshbandis of Ottoman Turkey." In *The Dervish Lodge, Architecture, Art and Sufism in Ottoman Turkey*, pp. 209-227. Edited by Raymond Lifchez. Berkeley: University of California Press, 1992.

Blau, Joyce. "Le rôle des cheikhs Nashbandî dans le mouvement national kurde." *Cheminements*, pp. 371-378.

van Bruinessen, Martin. "The Naqshbandî Order in the 17th Century Kurdistan." *Cheminements*, pp. 337-360.

Gal_p, Semra. "Un gourou naqshbenddi: Sheyh Nazim Kibrisî." *Cheminements*, pp. 437-440.

Gökalp, Altan. "Les fruits de l'arbre plutôt que ses racines: le Suleymanisme." *Cheminements*, pp. 421-436.

Hakim, Halkawt. *La confrèrie des Naqshbandis au Kurdistan au XIXe siècle*. Ph.D. dissertation, Paris, 1983.

_____. "Mawlânâ Khâlid et les pouvoirs." *Cheminements*, pp. 361-370.

Ildirar, Mehmed. *Seyyid Abdulhakim Huseyni ve Naksibendi tarikati*. Istanbul: Rehber Yayincilik, 1986.

Kara, Mustafa. "Nolla Ilâhî: un précurseur de la Naqshbandiye en Anatolie." *Cheminements*, pp. 303-330.

Kreiser, Klaus. "Kâshgarî Tekyesi - ein Istanbuler Naqshibendiye-Konvent und sein Stifter." *Cheminements*, pp. 331-336.

Kufrali, Kasim. "Molla Ilâhî ve kendisinden sonraki Nakshbendîya muhiti." *Türk Dili ve Edebiyati Dergisi* 3 (1949): 129-151. [from DeWeese biblio, 1995. Not checked. Placement here tenetive.]

Le Gall, Dina. *The Ottoman Naqshbandiyya in the Pre-Mujaddidi Phase: A Study in Islamic Religious Culture and its Transmission.* Unpublished Ph.D. dissertation, Princeton University, 1992. [ILL Princeton, original, Dept. of Near Eastern Studies, hold. About 250 pp. Beautifully done. 16-18th centuries.]

_____. "Missionaries, pilgrims and refugees: the early transmission of the Naqshbandiyya to the Ottoman lands." In *Modes de transmission de la culture religieuse en Islam*, pp. 225-240. Edited by Hassan Elboudrari. ??: Institut Français d'Archéologie Orientale du Caire, 1993. [from Meier biblio]

Olson, Robert W. "The International Consequences of Sheik Sait Rebellion." *Cheminements*, pp. 379-406.

Togan, Zeki Velidi. "Gazan-Han Jalil ve Hoca Bahaeddin Nakshbend." [in Persian] In *Necati Lugal Armagani*, pp. 775-784. Ankara: TTK Basimevi, 1968. [from DeWeese biblio, 1995. Not checked. Placement here tenetive.]

Zarcone, Thierry. "Remarques sur le rôle socio-politique et la filiation historique des sheyh nakshbendî dans la Turquie contemporaine." *Cheminements*, pp. 407-420.

_____. "Les Nakshbendî et la république turque: de la persécution au repositionnement théologique, politique et social (1925-1991)." *Turcica* XXIV (1992): 133-151.

India and Southeast Asia

Adams, Charles J. "The Naqshbandîs of India and the Pakistan Movement." *Cheminements*, pp. 221-230.

Alhaq, Shuja. "Ahmad Sirhindi: A Cleric in Sufi Clothing." *Sufi* 26 (1995): 22-26. [Popular]

Beisembiev, T.K. "Ferghana's Contacts with India in the 18th and 19th Centuries (according to the Khokand Chronicles)." *J. Asian History* 28(2) (1994): 124-135.

Beuhler, Arther F. "Naqshbandi Spiritual Authority, the Panjab, 1857-1947." A*nnual Meeting of the American Academy of Religion*, San Francisco, November 23, 1992. [Hold a draft copy, permission needed to cite.]

Buehler, Arthur Frank. *Charisma and Exemplar: Naqshbandi Spiritual Authority in the Panjab*, 1857-1947. Unpublished PhD dissertation, Harvard University, 1993. [I hold a 55p. draft copy.]

_____. "The Naqshbandiyah-Mujaddidiyah and its rise to prominence in India." *Bulletin of the Henry Maryton Institute of Islamic Studies* 13 (iii-iv) (1994): 44-61.

_____. "The Naqshbandiyya in Timurid India: The Central Asian Legacy." *J. Islamic Studies* 7 (ii) (1996): 208-28.

van Bruinessen, Martin. "The Origins and Development of the Naqshbandi Order in Indonesia." *Der Islam* 67 (1990): 150-179.

Coslovi, Fr. "Osservazion sul ruolo di ‘Sah Waliullah Dihalawi’ e ‘Sah ‘Abd al-Aziz’ nella ‘Naqshbandiyya’ indiana." *Annali Instituto Orientale di Napoli* 29(1979): 72-84. [UM 820.6 N22]

Damrel, David William. *Forgotten Grace: Khwaja Khawand Mahmud Naqshbandi in Central Asia and Mughul India.* Unpublished Ph.D. dissertation, Duke University, 1991. [ILL Duke. Done under the dept. of Religion. 290 pp., 21 pp. biblio. Sources depend almost entirely on English, but seems to be a good synthesis nonetheless.]

Digby, Simon. "The Naqshbandîs in the Deccan in the late Seventeenth Century and early Eighteenth Century A.D.: Bâbâ Palangposh, Bâbâ Musâfir and their Adherents." *Cheminements*, pp. 167-208.

Foltz, R. "The Central Asian Naqshbandi connections of the Mughal Emperors." *J. Islamic Studies* 7 (ii) (1996): 229-239.

Friedmann, Yohanan. *Shaikh Ahmad Sirhindi, an outline of his thought and a study of his image in the eyes of posterity.* Montreal: McGill University, Institute of Islamic Studies, 1971.

_____. "The Naqshbandîs and Awrangzêb: a Reconsideration." *Cheminements*, pp. 209-220.

Fusfeld, W. *The Shaping of Sufi Leadership in Delhi: The Naqshbandiyya-Mujaddidiyya 1750-1920.* PhD Dissertation, U. Pennsylvania, 1981.

Gaborieau, Marc. "Les Protestations d'un soufi indien contemporain contre trois interprètations récentes de Shaikh Ahmad Sirhindî." *Cheminements*, pp. 237-268.

ter Haar, Johan G. J. "The Naqshbandî Tradition in the Eyes of Ahmad Sirhindî." *Cheminements*, pp. 83-94.

_____. *Follower and Heir of the Prophet: Shaykh Ahmad Sirhindi (1564-1624) as a Mystic*. Leiden: Het Oosters Instituut, 1992. [Grad BP 80 .A5124 H33 1992]

_____. "The collected letters of Shaykh Ahmad Sirhindi." *Manuscripts of the Middle East* 3 (1988): 41-44. [Goes into detail about the transmission of letters and editions of Sirhindi.]

Hasan, Afrogh. Silsilah-yi 'aliyah Naqshbandiyyah, ruhaniyyat ka gulzar-i kahkashan: Hazrat Khvajah Baqibillah. Lahore: Maktabah-yi Urdu Da'ijist, [1992]. [RLIN: in Urdu, 288 pp. UC Berkeley, UPenn.]

Khan, Ghulam Mustafa. "The Naqshbandi Saints of Sind." *J. Research Society of Pakistan* (1976): 19-47.

Kraus, Werner. "Some Notes on the Introduction of the Naqshbandiyya-Khalidiyya into Indonesia." *Cheminements*, pp. 691-706.

Lombard, Denys. "Tarekat et entreprise à Sumatra: l'exemple de Shyekh Abdul Wahab Rokan (c. 1830-1926)." *Cheminements*, pp. 707-716.

Madni, Sayyid Husain Ahmad. *Salasil-i tayyibah: jis men shajarat-i Cishtiyah, Sabiriyah, Nizamiyah o Naqshbandiyah o*

Qadiriyah o Suhravardiyah. Harnuli (Miyanvali): Maktabah-yi Khuddam-i Ahlulsunnat valjum'at, 1975.

Malik, Fateh Mohammad. "Naqshbandiyya and Ideology of Muslim Nationalism." *Cheminements*, pp. 231-236.

Moinul Haq, S. "Rise of the Naqshbandi and Qadiri silsilahs in the Subcontinent, with special reference to their efforts to restore the supremacy of the Shariah." *J. Pakistan Historical Society* 25(1977): 1-33. [Grad. DS 376.P137]

Nizami, K.A. "Naqshbandi influence on Mughal rulers and politics." *Islamic Culture* 39(1965): 41-52. [Grad]

Qasuri, Muhammad Sadiq. *Tazkirah-yi Naqshbandiyyah Khairiyyah*. Lahore: Ziya'ulqur'an Pablikeshanz, 1988.

Raf'at, Sayyid Mubarizuddin. *Pan Cakki-yi Aurangabad: ya'ni, Hazrat Baba Shah Muhammad Sa'id Palangposh Naqshbandi aur Hazrat Muhammad 'Ashur Baba Shah Musafir ke tafsili halat, nahr-i Pan Cakki aur Pan Cakki ki 'imarat ki tarikh jo mustanad makhizon se likhi ga'i hai*. Haidarabad: Matba' 'Ibrahimiyah, 1956.

Rizvi, S.A.A. "Sixteenth Century Naqshbandiyya Leadership in India." *Cheminements*, pp. 153-166.

Tavakkali, Nur Bakhsh. *Tazkirah-yi masha'ikh-i Naqshbandiyah: silsilah-yi Naqshbandiyah ke buzurgon ka mustanad tazkirah*. Lahore: Nuri Buk Dipo, 1976.

Umar, Muhammad. *Islam in Northern India During the Eighteenth Century*. New Delhi: Munshiram Manoharlal

Publisher, 1993. [Grad BP 63.I4 U631 1993. One chapter on Sufism, lots on the Naqshbandis with some discussion on interactions with Bukhara. Heavily footnoted.]

Balkans

Algar, Hamid. "Some Notes on the Naqshbandi Tariqat in Bosnia." *Die Welt des Islams*. 13(3-4) (1971): 168-203. [hold.]

Chehajich, Dzhemal. "Socio-Political Aspects of the Naqshbandi Dervish Order in Bosnia and Herzegovenia and Yugoslavia Generally." *Cheminements*, pp. 663-668.

Norris, H. T. *Islam in the Balkans: Religion and Society between Europe and the Arab World*. Columbia, SC: University of South Carolina Press, 1993. [Section on the Naqshbandiyya with reference to its connections with 18th century modernizing and reform movements. British author.]

Popovic, Alexandre. "The Contemporary situation of the Muslim mystic orders in Yugoslavia." In *Islamic dilemmas: reformers, nationalists, industrialization: The southern shore of the Mediterranean*, pp. 240-254. Edited by Ernest Gellner. Berlin: Mouton Publishers, 1985. [IES-N. UM.]

_____. "Quelques remarques sur les Naqshbandis dans le sud-est europen (période post-ottomane)." *Cheminements*, pp. 657-662.

Shamich, Jasna. "Les Naqshbandî de Bosnie (plus particulièrement ceux de Visoko) et leurs relations avec d'autres ordres soufis." *Cheminements*, pp. 681-690.

Simac, R. "In a Naqshbandi Circle." *Hibbert Journal* 65(1966-67): 104-106. [Buhr BR1.H62]

Middle East

(see also Ottoman Turkey)

Abu-Manneh, Butrus. "Shaikh Ahmad Ziya al-Din al-Gümüshhanevi and the Kahlidi Suborder: abstract of part of a more extensive research study on the Naqshbandiyya suborder." *Bulletin of the Israeli Academic Center in Cairo* 6(1985): 2-3.

De Jong, Fred. "The Naqshbandiyya in Egypt and Syria. Aspects of its History, and Observations concerning its Present-day Condition." *Cheminements*, pp. 589-602.

de Jong, Frederick and Jan Just Witkam. "The library of al-Shaykh Khalid al-Shahrazuri al-Naqshbandi (d. 1242/1827). A facsimile of the inventory of his library. (ms. Damascus, Maktabat al-Asad, No. 259)." *Manuscripts of the Middle East* 2 (1987): 68-87. [The books listed in the inventory are now dispersed, but the collection was presented as a *waqf* and subjected to court proceedings. The facsimile (pp. 74-87) permits an examination the holdings.]

Grandin, Nicole. "À propos des *asânîd* de la Naqshbandiyya dans les fondements de la Khatmiyya de Soudan oriental: stratégies de pouvoir et relation maître/disciple." *Cheminements*, pp. 621-656.

Habibis, Dalphne. "Mahdism in a Branch of a Contemporary Naqshbandî Order in Lebanon." *Cheminements*, pp. 603-620.

Madelung, Wilferd. "Yûsuf al-Hamadânî and the Naqshbandiyya." *Quaderni di Studi Arabi* 5-6 (1987-88): 499-509.

Other

Petrushevsky, I. P. *Islam in Iran*. Trans. of Islam v Irane v VII-XV vv. (kurs lektsii). Originally published Leningrad, 1966. [EIS-N. UM: english: BP63 .I68 P413 1985. Russian is in Buhr.]

Storey, Ch. A. *Persian Literature: A bio-bibliographical survey*. London: 1927-1973. [IES-G. UM: Z7085.S88]

Various articles in EI2, The Shorter Encyclopedia of Islam (Gibb & Kramers), and The Encyclopedia of Religion (Eliade).

EI2?"Naqshband," v. VII, p. 933-934, by H. Algar.

"Naqshbandiyya," v. VII, p. 934-939, by H. Algar and K.A. Nizami.

Islam : entsiklopedicheskii slovar'. Moskva: "Nauka," Glavnaya redaksiya vostochnoi literatury, 1991. [UM: BP 40 .I8341 1991; IU: BP40 .I83 1991]

IES-G: Article for Gudguvani

IES-N: Article for Naqshband

Working Bibliography

General works on the Naqshbandiyya:

Algar, Hamid. "The Naqshbandi Order: A Preliminary Survey of its History and Significance." *Studia Islamica* 44 (1976): 123-152.

Babadzhanov, [Babajanov] Bakhtiyor M. "On the History of the Naqshbandiya Mujaddidya in Central Mawara'annahr in the Late 18th and Early 19th Centuries." In *Muslim Culture in Russia and Central Asia from the 18th to the Early 20th Centuries*. Edited by Michael Kemper, Anke von Kügelgen and Dmitruy Yermankov. Berlin: Klaus Schwarz Verlag, 1996, pp. 385-413.

Babajanov, Bakhtiyar. "Zahîr al-Dîn Muhammad Mîrzâ Bâbur et les Shaykh Naqshbandî de Transoxiane." Trans. Th. Zarcone. In Inde-Asie Centrale: Routes de commerce et des indées. *Cahiers d'Asie Centrale*, No. 1-2. Tashkent / Aix en-Provence, 1996. 219-26.

Buehler, Arthur F. *Sufi Heirs of the Prophet: The Indian Naqshbandiyya and the Rise of the Mediating Sufi Shaykh*. Columbia: University of South Carolina Press, 1998.

Dale, Stephen F. and Akam Payind. "The Ahrârî *Waqf* in Kabul in the year 1546 and the Mughul Naqshbandiyya." *J. American Oirental Society* 119/2 (1999): 218-233.

DeWeese, Devin. "The Mashâ'ikh-i Turk and the Khojagân: Rethinking the links between the Yasavî and the Naqshbandî Sufi Traditions." *J. Islamic Studies* 7/2 (July 1996): 180-207.

Fletcher, Joseph. "The Naqshbandiyya in Northwest China." In Joseph F. Fletcher, *Studies on Chinese and Islamic Central Asia*, Jonathan Lipman and Beatrice Forbes Manz, eds. Variorum Collected Studies Series. Aldershot, Hapshire: Variorum, 1995.

Foltz, Richard. "The Central Asian Naqshbandi connections of the Mughal Emperors." *J. Islamic Studies* 7 (ii) (1996): 229-239. [Emphasizes biological descent but portrays three Naqshbandi centers in the 15-16th centuries: Bukhara, Samarqand and Dehbid (no mention of Herat). Makhdum-i A'zam is mentioned p. 233, as an intellectual parent of a Juibari shaykh.]

Friedmann, Yohanan. *Shaikh Ahmad Sirhindi, an outline of his thought and a study of his image in the eyes of posterity*. Montreal: McGill University, Institute of Islamic Studies, 1971.

Gross, Jo-Ann. *Khojar Ahrar: A Study of the Perceptions of Religious Power and Prestige in the Late Timurid Period*. Ph.D. dissertation, New York University, 1982.

ter Haar, Johan G. J. *Follower and Heir of the Prophet: Shaykh Ahmad Sirhindi (1564-1624) as a Mystic*. Leiden: Het Oosters Instituut, 1992.

Hofman, H. F. "Muhammad Parsa." *Turkish Literature: A Bio-Bibliographical Survey*. (Sec. III, part 1) Vol. 5, pp. 13-22. [Despite the title, the only part of this work completed covered only the "eastern Turkish" (Chaghatay language) world, although many, if not most of the authors worked in turkic and persianate languages. Page 19 has information on the fatwa written to 'ulama in Herat about *dhikr*.]

Jami, 'Abd al-Rahman. *Nafahât al-uns*. Ed. Mahdî Tawhîdîpûr. Tehran: Kitabfurushi-i Mahmudi, 1337/1958. [A compilation of biographies, written by Jami, d. 1492 in Herat. Jami also wrote a number of other works, some of which have also been published.]

Le Gall, Dina. *The Ottoman Naqshbandiyya in the Pre-Mujaddidi Phase: A Study in Islamic Religious Culture and its Transmission*. Unpublished Ph.D. dissertation, Princeton University, 1992. [This takes a different approach to the same ideas, working from legal documents that are difficult to come by for Central Eurasia.]

Meier, Fritz. *Zwei Abhandlungen über die Naqshbandiyya.* Beiruter Texte und Studien, Band 58. Stuttgart and Istanbul: In Kommission bei Franz Steiner Verlag, 1994.

Paul, Jürgen. *Die politische und soziale Bedeutung der Naqshbandiyya in Mittelasien im 15 Jahrhundert.* Studien Zur Sprache, Geschechte und Kultur des Islamischen Orients, Band 13. New York: Walter de Gruyter, 1991.

_____. "Les confrèries soufies, mystique et économie." *Samarcande 1400-1500: la cité-oasis de Tamerlan: coeur d'un empire et d'une renaissance.* Ed. V. Fourniau. Paris: Autrement, 1995. 150-160.

al-Safi. [Va'iz, Fakhr ad-din 'Ali b. Husain Kashifi.] *Rashahat-i 'ayn al-hayat.* 2 vols. Tehran: Intisharat-i Bunyad-i Nikukari-i Nuriyani, 2536 [1977]. [Hagiography of Khwaja Ahrar, but covers most of the earlier figures in this lineage.]

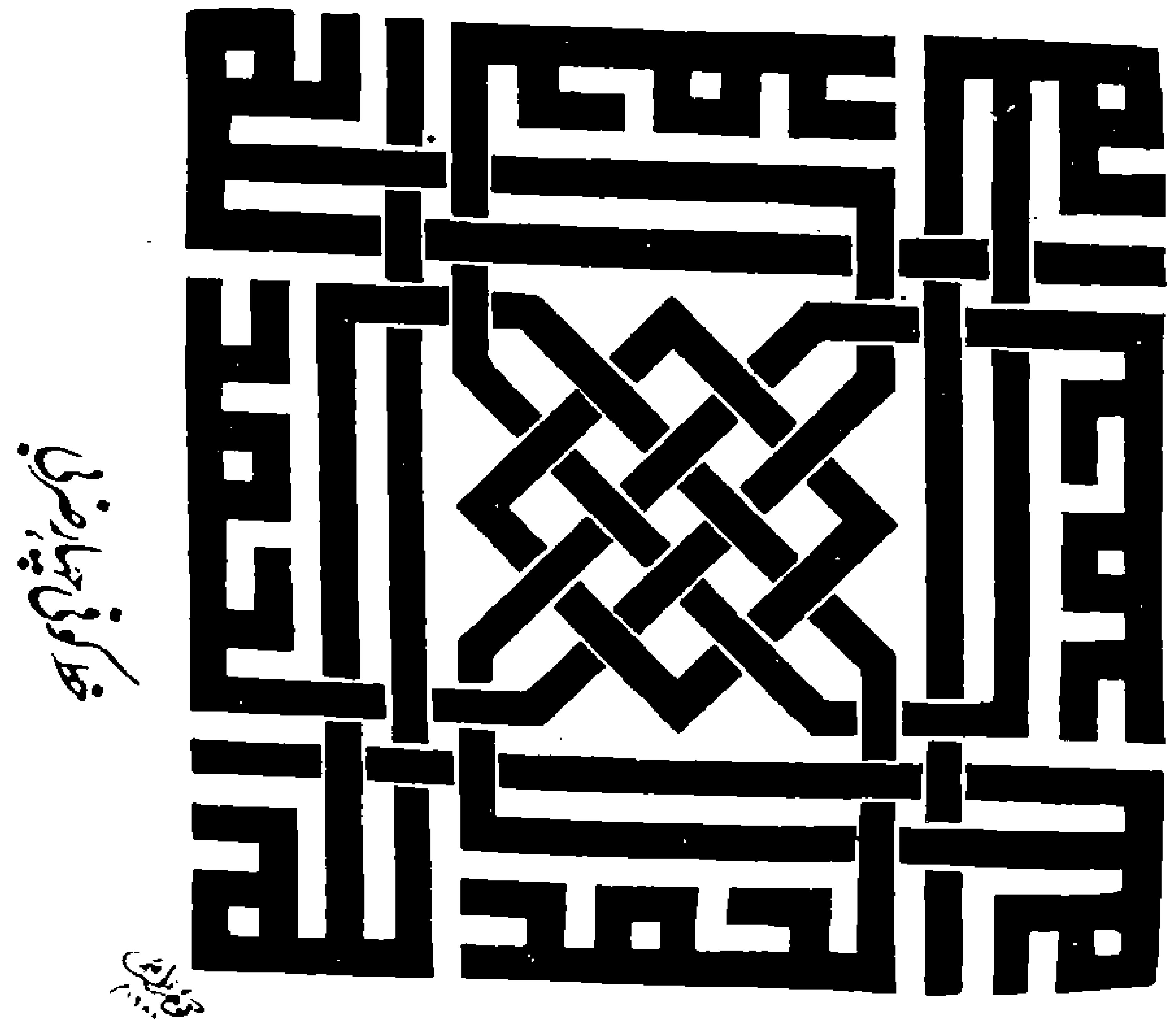

الحمد لله

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

نگارخانہ

☆

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

راجہ نور محمد نظامی نقشبندی:

راجہ نور محمد نظامی بن راجہ الحاج فضل الٰہی بن راجہ گلاب خان بن راجہ نظام الدین بن راجہ محمد حفیظ بروز جمعرات ۲۶ رشوال المکرّم ۱۳۸۰ھ/ ۱۳ راپریل ۱۹۶۱ء کو ضلع اٹک تحصیل حسن ابدال کے مشہور قصبہ بھوئی گاڑ میں بھٹی راجپوت قبیلہ کی شاخ وریا کے ایک متوسط خاندان میں پیدا ہوئے۔ تعلیم بھوئی گاڑ، حطار، کوٹ نجیب اللہ، اٹک، اسلام آباد اور کراچی سے حاصل کی۔ ان کے مشہور اساتذہ میں مفتی عبدالحیٔ قریشی فاضل فتح پوری دہلی، مفتی حکیم احمد قریشی، مولانا نور احمد کشمیری، پروفیسر نذد صابری، ڈاکٹر محمد سلیم اختر اور ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی ہیں۔ بنیادی طور پر زمیندار گھرانے سے تعلق ہے لیکن بچپن سے جید علماء کرام اور مشائخ عظام کی صحبتیں میسر رہیں جس کی بنا پر اہل اللہ اور کتابوں سے محبت ہوگئی۔ ان کا ذاتی کتب خانہ تقریباً تین ہزار نادر و نایاب کتب اور قلمی مخطوطات پر مشتمل ہے جن میں اکثر بزرگان دین کی سوانح حیات، تصوف اور تاریخ پر مشتمل ہیں، دیگر سلاسل طریقت کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ عظام کا تذکرہ، مکتوبات اور تعلیمات پر بھی گرانمایہ ذخیرہ موجود ہے۔ موصوف کے اپنے ساٹھ کے قریب مقالات شائع ہو چکے ہیں چند کتب بھی مرتب کی ہیں جو ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی کے سجادہ نشین خواجہ ابوالخلیل خان سے شرف بیعت حاصل کی۔ ۲۹ رصفر المظفر ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴ء کو ان کا عقد مسنونہ ہوا، اولاد میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔

(ماخوذ از خودنوشت)

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مختصر تعارف

جہانِ امام ربانی

اقلیم یازدہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

اقلیم یازدہم

☆☆

نعت شریف	امام احمد رضا محدث بریلوی
مناقب	سید یونس جمشید پوری، رعنا مظہر، طارق سلطانپوری محمد حفیظ نقشبندی، سید شبیر حسین شاہ
ابتدائیہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
تاثرات	

کشورِ اول

تجلیات امام ربانی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ماہ و سال	محمد عبدالستار طاہر مسعودی
امام ربانی حضرت حضرت مجدد الف ثانی	ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی
شیخ احمد سرہندی	پروفیسر ڈاکٹر محمد اطہر عباس رضوی مترجم: ڈاکٹر صفی الدین مسعودی
ایک مردِ حق آگاہ	ڈاکٹر عبدالوارث خاں
باقیات جہان امام ربانی مجدد الف ثانی	

کشورِ دوم

محفل تشکر بسلسلہء اجراء جہان امام ربانی، کراچی
(یکم ربیع الاول ۱۴۲۶ھ/ ۱۰/اپریل ۲۰۰۵ء)

☆……ابتدائیہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
☆……خطبۂ صدارت	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد
☆……خطبۂ استقبالیہ	مولانا جاوید اقبال مظہری
☆……تعارف امام ربانی فاؤنڈیشن	مولانا جاوید اقبال مظہری
☆……اظہار تشکر	سید محمد طاہر مظہری
☆……روئداد	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
۞……قومی جہان امام ربانی کانفرنس، لاہور (۱۴/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ/ ۲۴/ اپریل ۲۰۰۵ء)	
☆……خطبۂ صدارت	ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد
☆……خطبۂ استقبالیہ	جمیل اطہر سرہندی
☆……روئداد	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
☆……اظہار خیال	پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد
۞……حضرت مجدد الف ثانی عالمی کانفرنس، دہلی (۳۱/ مارچ ۲۰۰۶ء)	
☆……روئداد	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

کشورِ سوم

۞……مآخذ ومراجع جہان امام ربانی (اردو، عربی، فارسی، انگریزی)	صوفی محمد عبد الستار طاہر، صبا مسعودی، حنا مسعودی، کمانڈر محمد ظفر، شاہد احمد

کشورِ چہارم

۞……اشاریہ، رجال جہان امام ربانی	مولانا شجاع الرحمن، مولانا احمد صادق،

	مولانا غلام نبی، پروفیسر سید مقصود علی، مولانا نصیر احمد کمانڈر محمد ظفر، شاہد احمد، بشریٰ، حنا مسعودی، صبا مسعودی، ربیعہ شاہد، سمیعہ شاہد
۞ ...... اشاریہء کتب جہان امام ربانی	پروفیسر قاری محمد رفیق، صوفی عبدالستار طاہر، سید زبیر حسین جیلانی، حاجی امجد افضل، حاجی محمود، محمد شریف اعوان، صبا مسعودی، حنا مسعودی، کمانڈر محمد ظفر، شاہد احمد، بشریٰ، مدثر چوہدری، محمد عثمان، حافظ محمد سعید، حافظ محمد انس، محمد سجاد، محمد اشفاق، اسامہ امجد، حافظ شرافت، محمد عاطف، عامر اسلم، محمد عامر، محمد ہارون، حافظ بلال ساجد
۞ ...... اشاریہء اماکن جہان امام ربانی	محمد عاصم مسعودی، محمد سہیل، ثروت، صبا مسعودی، حنا مسعودی، سمیعہ شاہد، ربیعہ شاہد، کمانڈر محمد ظفر، شاہد احمد، بشریٰ

کشورِ پنجم

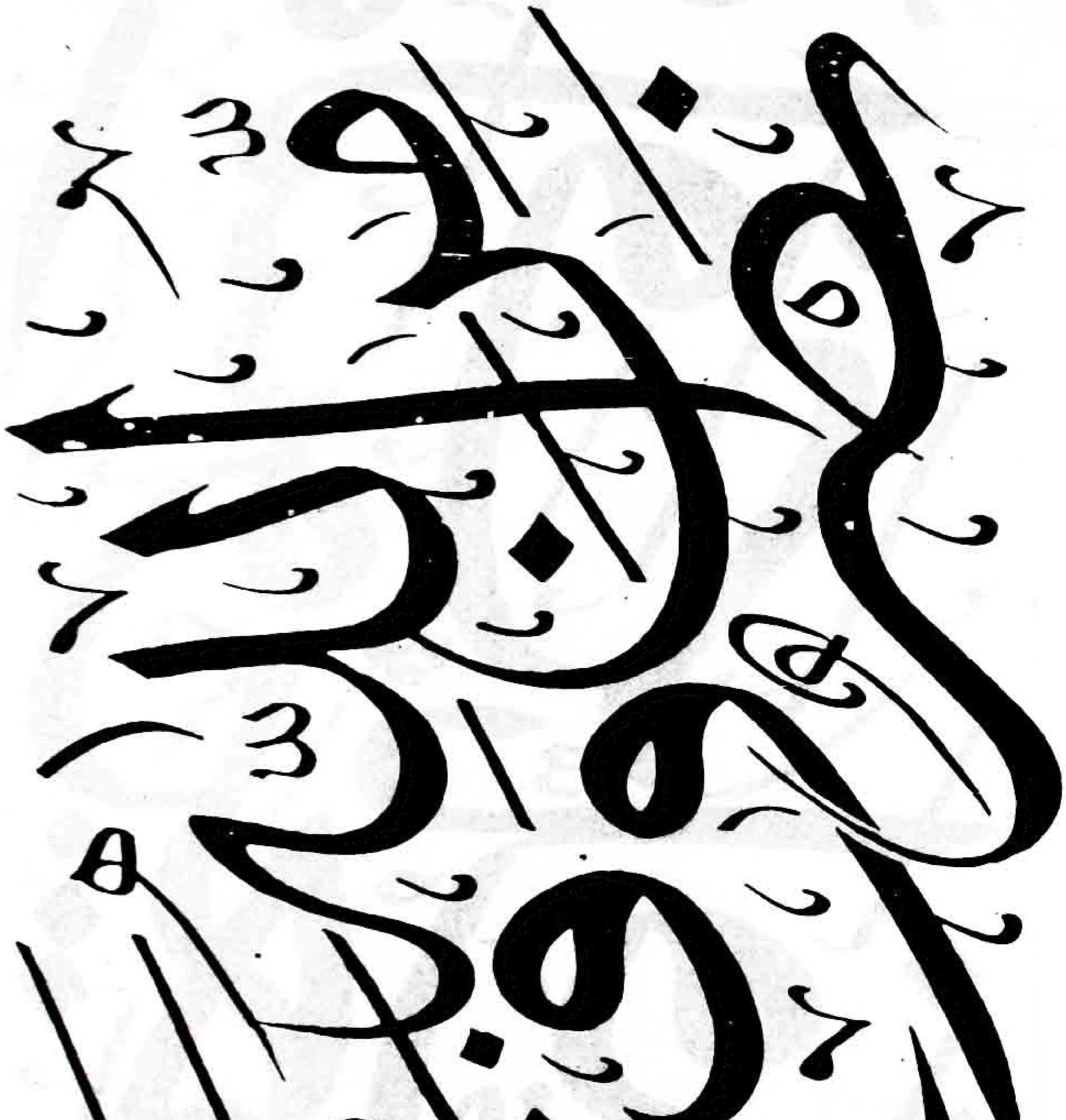۞ ...... جام جم (جہان تبریک و تشکر)	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
۞ ...... فہارس جہان امام ربانی (اقلیم اول تا یازدہم)	
۞ ...... اختتامیہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۞ ...... آج تک ہے گونج کس کے نعرۂ تکبیر کی (منظوم)	پروفیسر محمد حسین آسی
۞ ...... مرقعاتِ کتب	حکیم عبدالحئی لکھنوی و علی میاں
۞ ...... مناجات	مولوی وکیل احمد سکندر پوری
۞ ...... مناجات	شیخ خالد کردی